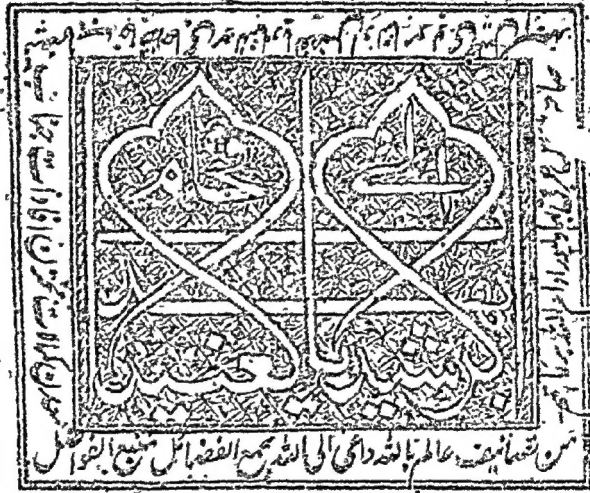


مَا كُنَّا إِلَّا رُحُلًا كَالْأَكْأَامِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

زیرین پیام محمد بن فضل کردگار خدیو پادشاه شریف بنفیس بنفیس المسمی

312



بحسن انعام حافظ محمد عید القدر من مالکیت مصحف قدسی ۱۵۵۷

مطبع و نشر محمد علی طبع

فہرست کتابیات الرشید الفحارم العنید

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲	بروز شیعہ مخالفانہ نکتہ نگار کوئی اور کہنا حرام ہے	۵۵	بنابر اصول شیعہ کے خدا پر عقول حاکم ہیں
۵	بطان عصمت امیر	۶۱	مذہبیت میں درود کو اپنی مذہب میں بولنا حرام ہے
۷	ذکر ستطرہ لودانہ	۶۲	مذہب شیعہ میں مباحثہ مذہبی حرام ہے
۸	التماس ضروری بطور تشدد	۸۰	دین ایمان کے ماخذ شیعہ دہل سنت کو بیان کرنا ہن
۱۳	تردید متبہ	۸۲	محققین شیعہ کے نزدیک جیسا کہ ائمہ کرام کے قول تمام انبیاء و رسول ہیں
۱۱	تقیہ		اصول شیعہ کو ان جناب امیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل میں
۲۷	شاہ عبداللہ صاحب جیسے محققین اپنا نام کیوں نہیں لکھا	۸۲	شیعوں کے راوی امیر کبیر فرما دینے پر حجت ہیں
۳۰	تردید اصل کتاب	۵۷	شیعہ کے نزدیک مخالفت شیعہ الہامی روایت میں مقبول ہے
۳۱	آد کی تقسیم اصحاب پر	۹۳	یقین دینا جیسا کہ سفینہ و تفسیر و حدیث بخیر
۳۲	زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنا خلاف تشیع ہے	۹۹	اجماع دلیل قطعی ہے
۳۵	ارشاد امام قزوینی اور قزوینی کو دین میں کلام کرنا منع ہے	۱۰۱	حضرات شیعہ کا عجیب و غریب اجماع
۳۶	اکابر شیعہ از مذہب کے چہا نے بین امام کی اطاعت کی	۱۰۲	محدثین شیعہ کے نزدیک اصول و فروع جو اسے ثابت ہو
۳۸	ہندو بدعات کو دقت سکوت کرنے والا ملعون ہے	۱۰۶	انبیاء کے کفر کا ثبوت مذاہبات شیعہ کے موافق
۴۶	اعراف فضیلت و حدیث و تفسیر و تفہیم و تفہیم و تفہیم	۱۱۱	اہل بیت کی جناب میں حضرات شیعہ کی گستاخان
۶۹	امام شیعہ بن علی بن ابی طالب کی ایک طفل کتاب سے منکر ہو سکتا ہے	۱۱۳	شیعہ کے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی طبیعت خارج ہیں
۵۲	شیعہ کو مخالفین کے دیکر انہیں چاہیے کہ ان کو محبت نہیں ہوتی ہے	۱۱۶	موجبات مقبولین شیعہ کے حالات
۵۴	حسن تفسیر	۱۲۲	صحابہ مقبولین شیعہ بارہ ہزار تھے

۱۶۸	۵۶۰	۱۶۹	۵۶۱
۱۷۰	۵۶۲	۱۷۱	۵۶۳
۱۷۲	۵۶۴	۱۷۳	۵۶۵
۱۷۴	۵۶۶	۱۷۵	۵۶۷
۱۷۶	۵۶۸	۱۷۷	۵۶۹
۱۷۸	۵۷۰	۱۷۹	۵۷۱
۱۸۰	۵۷۲	۱۸۱	۵۷۳
۱۸۲	۵۷۴	۱۸۳	۵۷۵
۱۸۴	۵۷۶	۱۸۵	۵۷۷
۱۸۶	۵۷۸	۱۸۷	۵۷۹
۱۸۸	۵۸۰	۱۸۹	۵۸۱
۱۹۰	۵۸۲	۱۹۱	۵۸۳
۱۹۲	۵۸۴	۱۹۳	۵۸۵
۱۹۴	۵۸۶	۱۹۵	۵۸۷
۱۹۶	۵۸۸	۱۹۷	۵۸۹
۱۹۸	۵۹۰	۱۹۹	۵۹۱
۲۰۰	۵۹۲	۲۰۱	۵۹۳
۲۰۲	۵۹۴	۲۰۳	۵۹۵
۲۰۴	۵۹۶	۲۰۵	۵۹۷
۲۰۶	۵۹۸	۲۰۷	۵۹۹
۲۰۸	۶۰۰	۲۰۹	۶۰۱
۲۱۰	۶۰۲	۲۱۱	۶۰۳
۲۱۲	۶۰۴	۲۱۳	۶۰۵
۲۱۴	۶۰۶	۲۱۵	۶۰۷
۲۱۶	۶۰۸	۲۱۷	۶۰۹
۲۱۸	۶۱۰	۲۱۹	۶۱۱
۲۲۰	۶۱۲	۲۲۱	۶۱۳
۲۲۲	۶۱۴	۲۲۳	۶۱۵
۲۲۴	۶۱۶	۲۲۵	۶۱۷
۲۲۶	۶۱۸	۲۲۷	۶۱۹
۲۲۸	۶۲۰	۲۲۹	۶۲۱
۲۳۰	۶۲۲	۲۳۱	۶۲۳
۲۳۲	۶۲۴	۲۳۳	۶۲۵
۲۳۴	۶۲۶	۲۳۵	۶۲۷
۲۳۶	۶۲۸	۲۳۷	۶۲۹
۲۳۸	۶۳۰	۲۳۹	۶۳۱
۲۴۰	۶۳۲	۲۴۱	۶۳۳
۲۴۲	۶۳۴	۲۴۳	۶۳۵
۲۴۴	۶۳۶	۲۴۵	۶۳۷
۲۴۶	۶۳۸	۲۴۷	۶۳۹
۲۴۸	۶۴۰	۲۴۹	۶۴۱
۲۵۰	۶۴۲	۲۵۱	۶۴۳
۲۵۲	۶۴۴	۲۵۳	۶۴۵
۲۵۴	۶۴۶	۲۵۵	۶۴۷
۲۵۶	۶۴۸	۲۵۷	۶۴۹
۲۵۸	۶۵۰	۲۵۹	۶۵۱
۲۶۰	۶۵۲	۲۶۱	۶۵۳
۲۶۲	۶۵۴	۲۶۳	۶۵۵
۲۶۴	۶۵۶	۲۶۵	۶۵۷
۲۶۶	۶۵۸	۲۶۷	۶۵۹
۲۶۸	۶۶۰	۲۶۹	۶۶۱
۲۷۰	۶۶۲	۲۷۱	۶۶۳
۲۷۲	۶۶۴	۲۷۳	۶۶۵
۲۷۴	۶۶۶	۲۷۵	۶۶۷
۲۷۶	۶۶۸	۲۷۷	۶۶۹
۲۷۸	۶۷۰	۲۷۹	۶۷۱
۲۸۰	۶۷۲	۲۸۱	۶۷۳
۲۸۲	۶۷۴	۲۸۳	۶۷۵
۲۸۴	۶۷۶	۲۸۵	۶۷۷
۲۸۶	۶۷۸	۲۸۷	۶۷۹
۲۸۸	۶۸۰	۲۸۹	۶۸۱
۲۹۰	۶۸۲	۲۹۱	۶۸۳
۲۹۲	۶۸۴	۲۹۳	۶۸۵
۲۹۴	۶۸۶	۲۹۵	۶۸۷
۲۹۶	۶۸۸	۲۹۷	۶۸۹
۲۹۸	۶۹۰	۲۹۹	۶۹۱
۳۰۰	۶۹۲	۳۰۱	۶۹۳
۳۰۲	۶۹۴	۳۰۳	۶۹۵
۳۰۴	۶۹۶	۳۰۵	۶۹۷
۳۰۶	۶۹۸	۳۰۷	۶۹۹
۳۰۸	۷۰۰	۳۰۹	۷۰۱
۳۱۰	۷۰۲	۳۱۱	۷۰۳
۳۱۲	۷۰۴	۳۱۳	۷۰۵
۳۱۴	۷۰۶	۳۱۵	۷۰۷
۳۱۶	۷۰۸	۳۱۷	۷۰۹
۳۱۸	۷۱۰	۳۱۹	۷۱۱
۳۲۰	۷۱۲	۳۲۱	۷۱۳
۳۲۲	۷۱۴	۳۲۳	۷۱۵
۳۲۴	۷۱۶	۳۲۵	۷۱۷
۳۲۶	۷۱۸	۳۲۷	۷۱۹
۳۲۸	۷۲۰	۳۲۹	۷۲۱
۳۳۰	۷۲۲	۳۳۱	۷۲۳
۳۳۲	۷۲۴	۳۳۳	۷۲۵
۳۳۴	۷۲۶	۳۳۵	۷۲۷
۳۳۶	۷۲۸	۳۳۷	۷۲۹
۳۳۸	۷۳۰	۳۳۹	۷۳۱
۳۴۰	۷۳۲	۳۴۱	۷۳۳
۳۴۲	۷۳۴	۳۴۳	۷۳۵
۳۴۴	۷۳۶	۳۴۵	۷۳۷
۳۴۶	۷۳۸	۳۴۷	۷۳۹
۳۴۸	۷۴۰	۳۴۹	۷۴۱
۳۵۰	۷۴۲	۳۵۱	۷۴۳
۳۵۲	۷۴۴	۳۵۳	۷۴۵
۳۵۴	۷۴۶	۳۵۵	۷۴۷
۳۵۶	۷۴۸	۳۵۷	۷۴۹
۳۵۸	۷۵۰	۳۵۹	۷۵۱
۳۶۰	۷۵۲	۳۶۱	۷۵۳
۳۶۲	۷۵۴	۳۶۳	۷۵۵
۳۶۴	۷۵۶	۳۶۵	۷۵۷
۳۶۶	۷۵۸	۳۶۷	۷۵۹
۳۶۸	۷۶۰	۳۶۹	۷۶۱
۳۷۰	۷۶۲	۳۷۱	۷۶۳
۳۷۲	۷۶۴	۳۷۳	۷۶۵
۳۷۴	۷۶۶	۳۷۵	۷۶۷
۳۷۶	۷۶۸	۳۷۷	۷۶۹
۳۷۸	۷۷۰	۳۷۹	۷۷۱
۳۸۰	۷۷۲	۳۸۱	۷۷۳
۳۸۲	۷۷۴	۳۸۳	۷۷۵
۳۸۴	۷۷۶	۳۸۵	۷۷۷
۳۸۶	۷۷۸	۳۸۷	۷۷۹
۳۸۸	۷۸۰	۳۸۹	۷۸۱
۳۹۰	۷۸۲	۳۹۱	۷۸۳
۳۹۲	۷۸۴	۳۹۳	۷۸۵
۳۹۴	۷۸۶	۳۹۵	۷۸۷
۳۹۶	۷۸۸	۳۹۷	۷۸۹
۳۹۸	۷۹۰	۳۹۹	۷۹۱
۴۰۰	۷۹۲	۴۰۱	۷۹۳
۴۰۲	۷۹۴	۴۰۳	۷۹۵
۴۰۴	۷۹۶	۴۰۵	۷۹۷
۴۰۶	۷۹۸	۴۰۷	۷۹۹
۴۰۸	۸۰۰	۴۰۹	۸۰۱
۴۱۰	۸۰۲	۴۱۱	۸۰۳
۴۱۲	۸۰۴	۴۱۳	۸۰۵
۴۱۴	۸۰۶	۴۱۵	۸۰۷
۴۱۶	۸۰۸	۴۱۷	۸۰۹
۴۱۸	۸۱۰	۴۱۹	۸۱۱
۴۲۰	۸۱۲	۴۲۱	۸۱۳
۴۲۲	۸۱۴	۴۲۳	۸۱۵
۴۲۴	۸۱۶	۴۲۵	۸۱۷
۴۲۶	۸۱۸	۴۲۷	۸۱۹
۴۲۸	۸۲۰	۴۲۹	۸۲۱
۴۳۰	۸۲۲	۴۳۱	۸۲۳
۴۳۲	۸۲۴	۴۳۳	۸۲۵
۴۳۴	۸۲۶	۴۳۵	۸۲۷
۴۳۶	۸۲۸	۴۳۷	۸۲۹
۴۳۸	۸۳۰	۴۳۹	۸۳۱
۴۴۰	۸۳۲	۴۴۱	۸۳۳
۴۴۲	۸۳۴	۴۴۳	۸۳۵
۴۴۴	۸۳۶	۴۴۵	۸۳۷
۴۴۶	۸۳۸	۴۴۷	۸۳۹
۴۴۸	۸۴۰	۴۴۹	۸۴۱
۴۵۰	۸۴۲	۴۵۱	۸۴۳
۴۵۲	۸۴۴	۴۵۳	۸۴۵
۴۵۴	۸۴۶	۴۵۵	۸۴۷
۴۵۶	۸۴۸	۴۵۷	۸۴۹
۴۵۸	۸۵۰	۴۵۹	۸۵۱
۴۶۰	۸۵۲	۴۶۱	۸۵۳
۴۶۲	۸۵۴	۴۶۳	۸۵۵
۴۶۴	۸۵۶	۴۶۵	۸۵۷
۴۶۶	۸۵۸	۴۶۷	۸۵۹
۴۶۸	۸۶۰	۴۶۹	۸۶۱
۴۷۰	۸۶۲	۴۷۱	۸۶۳
۴۷۲	۸۶۴	۴۷۳	۸۶۵
۴۷۴	۸۶۶	۴۷۵	۸۶۷
۴۷۶	۸۶۸	۴۷۷	۸۶۹
۴۷۸	۸۷۰	۴۷۹	۸۷۱
۴۸۰	۸۷۲	۴۸۱	۸۷۳
۴۸۲	۸۷۴	۴۸۳	۸۷۵
۴۸۴	۸۷۶	۴۸۵	۸۷۷
۴۸۶	۸۷۸	۴۸۷	۸۷۹
۴۸۸	۸۸۰	۴۸۹	۸۸۱
۴۹۰	۸۸۲	۴۹۱	۸۸۳
۴۹۲	۸۸۴	۴۹۳	۸۸۵
۴۹۴	۸۸۶	۴۹۵	۸۸۷
۴۹۶	۸۸۸	۴۹۷	۸۸۹
۴۹۸	۸۹۰	۴۹۹	۸۹۱
۵۰۰	۸۹۲	۵۰۱	۸۹۳
۵۰۲	۸۹۴	۵۰۳	۸۹۵
۵۰۴	۸۹۶	۵۰۵	۸۹۷
۵۰۶	۸۹۸	۵۰۷	۸۹۹
۵۰۸	۹۰۰	۵۰۹	۹۰۱
۵۱۰	۹۰۲	۵۱۱	۹۰۳
۵۱۲	۹۰۴	۵۱۳	۹۰۵
۵۱۴	۹۰۶	۵۱۵	۹۰۷
۵۱۶	۹۰۸	۵۱۷	۹۰۹
۵۱۸	۹۱۰	۵۱۹	۹۱۱
۵۲۰	۹۱۲	۵۲۱	۹۱۳
۵۲۲	۹۱۴	۵۲۳	۹۱۵
۵۲۴	۹۱۶	۵۲۵	۹۱۷
۵۲۶	۹۱۸	۵۲۷	۹۱۹
۵۲۸	۹۲۰	۵۲۹	۹۲۱
۵۳۰	۹۲۲	۵۳۱	۹۲۳
۵۳۲	۹۲۴	۵۳۳	۹۲۵
۵۳۴	۹۲۶	۵۳۵	۹۲۷
۵۳۶	۹۲۸	۵۳۷	۹۲۹
۵۳۸	۹۳۰	۵۳۹	۹۳۱
۵۴۰	۹۳۲	۵۴۱	۹۳۳
۵۴۲	۹۳۴	۵۴۳	۹۳۵
۵۴۴	۹۳۶	۵۴۵	۹۳۷
۵۴۶	۹۳۸	۵۴۷	۹۳۹
۵۴۸	۹۴۰	۵۴۹	۹۴۱
۵۵۰	۹۴۲	۵۵۱	۹۴۳
۵۵۲	۹۴۴	۵۵۳	۹۴۵
۵۵۴	۹۴۶	۵۵۵	۹۴۷
۵۵۶	۹۴۸	۵۵۷	۹۴۹
۵۵۸	۹۵۰	۵۵۹	۹۵۱
۵۶۰	۹۵۲	۵۶۱	۹۵۳
۵۶۲	۹۵۴	۵۶۳	۹۵۵
۵۶۴	۹۵۶	۵۶۵	۹۵۷
۵۶۶	۹۵۸	۵۶۷	۹۵۹
۵۶۸	۹۶۰	۵۶۹	۹۶۱
۵۷۰	۹۶۲	۵۷۱	۹۶۳
۵۷۲	۹۶۴	۵۷۳	۹۶۵
۵۷۴	۹۶۶	۵۷۵	۹۶۷
۵۷۶	۹۶۸	۵۷۷	۹۶۹
۵۷۸	۹۷۰	۵۷۹	۹۷۱
۵۸۰	۹۷۲	۵۸۱	۹۷۳
۵۸۲	۹۷۴	۵۸۳	۹۷۵
۵۸۴	۹۷۶	۵۸۵	۹۷۷
۵۸۶	۹۷۸	۵۸۷	۹۷۹
۵۸۸	۹۸۰	۵۸۹	۹۸۱
۵۹۰	۹۸۲	۵۹۱	۹۸۳
۵۹۲	۹۸۴	۵۹۳	۹۸۵
۵۹۴	۹۸۶	۵۹۵	۹۸۷
۵۹۶	۹۸۸	۵۹۷	۹۸۹
۵۹۸	۹۹۰	۵۹۹	۹۹۱
۶۰۰	۹۹۲	۶۰۱	۹۹۳
۶۰۲	۹۹۴	۶۰۳	۹۹۵
۶۰۴	۹۹۶	۶۰۵	۹۹۷
۶۰۶	۹۹۸	۶۰۷	۹۹۹
۶۰۸	۱۰۰۰	۶۰۹	۱۰۰۱
۶۱۰	۱۰۰۲	۶۱۱	۱۰۰۳
۶۱۲	۱۰۰۴	۶۱۳	۱۰۰۵
۶۱۴	۱۰۰۶	۶۱۵	۱۰۰۷
۶۱۶	۱۰۰۸	۶۱۷	

۶۴۷	محبت کے لئے حضرت عباس کی نسبت قدح کو تسلیم کر لیا	۶۴۳	مکاح ام کلثوم
۶۴۸	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت کی نسبت شہد کی قسم لینا	۶۴۴	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۴۹	ابو حنیفہ کی تائید اہل بیت اور ان کی تہذیب	۶۴۵	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۰	شیعہ کے نزدیک لہ الزنا ہونے کا قاعدہ کلیہ	۶۴۶	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۱	حسب روایات شیعوں میں کانٹے پر ہوا غمی الخ عباس کے	۶۴۷	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۲	حسین نازل ہوئی بطور شہید نہیں	۶۴۸	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۳	طعن قصہ اوراق بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جواب	۶۴۹	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۴	قصہ ایقاع فعل اور صرف ہندو مت و تحریف میں علیہ السلام	۶۵۰	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۵	ظاہر کچھ فرق نہیں	۶۵۱	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۶	احاطہ بیت کے لئے شہر مہر و غیرہ جمع کرنا غلط ہے روایت	۶۵۲	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۷	قصہ ایقاع فعل نہیں	۶۵۳	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۸	روایت شیعہ پر عجیب کے اعتراض کا جواب	۶۵۴	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۵۹	آیت غار کو جواب میں قاضی نور اللہ شہرستانی کی غلطی	۶۵۵	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۰	اور غلطی کی تائید کے نزدیک	۶۵۶	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۱	خطبہ ملا دفنان میں حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ	۶۵۷	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۲	تحقیق اور علامہ کشمیری کا انکار اور اسکا ابطال	۶۵۸	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۳	بیرہند علی تھا آیات نبیات کے نسبت کے غلطی اور غیبت کا جواب	۶۵۹	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۴	خطبہ ملا دفنان میں تحقیق ابن سہیم ابو کریم یا عمرہ کی حق میں ہے	۶۶۰	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۵	اور شرح کی عبارت اور اسکی تحقیق	۶۶۱	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۶	ابن سہیم نے شرح جامع البیہار میں خطبہ میں خداوند باری تعالیٰ کی	۶۶۲	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۷	ظہاری اور خواہش کی طرف سے نہ کرنا	۶۶۳	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۸	عجیب کے اس اعتراض کا جواب کہ علماء اہل سنت	۶۶۴	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۶۹	لہ ملا دفنان کو غلطی اسی قسم کہتے ہیں	۶۶۵	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۷۰	صاحب طعن الریاح کا کتاب کج جان لیا کہ	۶۶۶	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۷۱	نام کے گھر تک صاحب تحفہ رحمہ اللہ کی طرف	۶۶۷	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۷۲	نسبت کرنا غلط ہے	۶۶۸	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۷۳	محبت شیعہ مکاح ہونے نامی ساتھ ناجائز ہے	۶۶۹	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۷۴	فریقین کے نزدیک ابتدا اسلام میں ہونے کا مکاح جائز ہے	۶۷۰	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۷۵	جائز تھا جو بھی نسخ ہو کہ مکاح کا قیاس پر نہیں ہے	۶۷۱	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۷۶	فائدہ جدید روایت نسخ مکاح بامشک	۶۷۲	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے
۶۷۷	عجیب کے نزدیک از حد لطف حیر کا ذکر اجالی	۶۷۳	ابن ابی شیبہ کی کتاب میں فادق کا مکاح حضرت ہارون الرشید سے

مقدمہ زندگ من ابریکر کے ماہر حضرت عالم
ایضاً اہل ہنر کے شاگرد بنے۔

حضرت زهرا عا کا ابو بکر کے ساتھ اشیر عمر کے خلاف کرنا
برایست شیعہ مسند ہی باطل ہے

۱۵۔ معاملہ مذکور میں رہا باب رضا و خاطر مقرر بخاری
کی حدیث کی توجیہ

حضرت محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے
 ارادے کو ترک کرے گا تو اس کی شریعت ہو جائے گی اور اگر وہ اپنے
 ارادے کو ترک کرے گا تو اس کی شریعت ہو جائے گی۔

التماس ضروری

[illegible]

کی مجلس میں جو اب گرم اور اس کتاب کے نسخہ فرود
اس وقت سیر کیا جاوے گا
ادارہ اوس اور تشریح کی زبان بانی کو یہ ذخیرہ کتب خانہ مدر عربی و تہذیب میں جو اس وقت میں علوم دینی نظام کے
مجلس سنی مسیح اہل تبار سے اور شہرت کے دوسری کتاب نصف النہار میں ذخیرہ زیر انعام قسم مدرہ مصروف رکھا جاوے گا اور
کتاب قدکاتی ذخیرہ ذرا کم جو یاد کیا تو یہ یہ ساہ کی نسبت مدرہ اور عام اجناس کی کتاب کو یاد کیا گیا کہ سیکھ نوان نشان حضرت
کی غایت والہ اور سعد ذخیرہ کتب ذرا کم ہوئے سے اہل اسلام میں جو حکمو ضرورت جو ادب کو یاد کیا جاویں وہ سب مدرہ میں
دیکھتے ہیں چنانچہ تقریباً اسی کتاب اس قسم کی بعد فراغ انشاء شدہ مدرہ مصروف میں رکھا گیا اب انہیں میری کتب خانہ میں
اسی طرح میں شریک ہو گئے ہیں کی امانت والہ اور ان سے جو حضرات الہی کتب کو اپنے امداد و تاسک میں ملے علماء اور اہل کمال
مصلح اور عربین کتب کو کہ کتابوں امداد و ان اور جو اب گرم نہ نقد سے امانت فرما سکتے ہیں جس سے وہ اور امداد و تاسک سے
وہ مدد و امانت فرمائیں اور عربین حضرات کی پاس کوئی اس قسم کی کتاب ہو اور وہ یہاں پہنچنے فرمائیں تو بلکہ صرف
مصلح کرنے کو اس کی جو رعایت چند روز کے ہی غایت فرمائیں اور جو کچھ غایت فرمائیں یا بعد ازاں غایت سب مدرہ عرب
دیوبند ضلع سہارن پور میں ہیں یا مجبور تمام حضرت مولانا دہلوی انشاء اللہ مولانا رشید احمد صاحب اولیاء اللہ لکھنوال
یا کاشمیر مقام تہذیب لکھنؤ قلعہ سہارن پور میں ہیں یا مولانا عبدالجبار خلیل احمد علی مدد سے عربی مدرہ ریاست
ہماو پور ضلع جہان آباد من العنق والشہرہ کے پاس ارسال فرمائیں و اما قیسی انشاء اللہ علیہ کو کتب دایہ نسبت

مُلَاقَةُ خَلِيلِ الْحَدَادِ عَمَّا لِلَّهِ

سال و چلا آتا جس جی باہم دو نو فرقہ نہیں ایسا فرقہ ڈال دیا جیسا کہ فرہاد سلام میں واقع ہے بلکہ اس سے
 بھی کچھ بڑا اور اسکا اس طرح طے ہونا ممکن نہیں اور میدان مناظرہ تحریری نہایت وسیع ہو ہر ایک
 نسبت دوسری کے جو کہیں کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہو۔ دنیا کی حالتیں غور کرنے سے معلوم
 ہو سکتا ہو کہ اگر مقابلہ ایران باطلہ کچھ لکھتے تو وہ بھی جواب دہی سے دریغ نہیں کریں گے۔ پہر کوئی
 مسئلہ مختلف نہیں ایسا باقی نہیں رہا۔ کہ کمال فریقین نے کما حقہ اسکی بحث تفتیش اور تجویزی
 اسکی چاہ نہیں نہ کی ہو اور جدوجہد کو اسکی تحقیقات میں غایۃ مقصود کی نہ پونچا یا سوہید ہی وجہ
 رحمداد اہلسنت نے یہ عقبات و مراحل طے کر کے اتر آتے فرامی ہی اور بدوین ضرورت
 اس طرف توجہ نہیں نہ رہتی اور شیعہ کی کتابیں دیکھنا اور انہیں ملنا اور حیدان مناظرہ شروع کر دیا
 چنانچہ دوسری اہل زلمیہ باطلہ کو کچھ بھی یہہہ سی کیفیت ہو اور تمام اہل مذہب اللہ تعالیٰ اہلسنت
 کا لوازمان کی ہیں جو فرقہ اہلسنت کی مقابل ہوا اسکی ہونہر کی ہی کہانی چنانچہ اہلسنت کے
 ان ہا حثونی قضی جو حال میں ہی واقع ہوئی ہیں۔ جیسا کہ اگرہ کا مباحثہ پادری فندہ وغیرہ کے ساتھ
 اور چاند پور صلیع شاہ بھجان پور کا سو کہ الار مباحثہ ہنود اور عیسائیوں کے ساتھ مثل آفتاب تہہ ہنار
 روشن ہیں۔ جسکو مخالفین خود اپنی زبان سے تسلیم کر چکے ہیں شہر تروی تنہا تہہ علم عماد ہم
 وفضل مال شہدیت بہ الاعدا۔ سہی نہایت مختصر کے تہہ اس مانجہ نے اسکا جواب لکھا اور
 ایجاز کر ساتھ جواب مطاعین مذہب اہل شیعہ کی شائع اور علماء شیعہ کی غلطیاں بطور نمونہ جن
 کہیں لو مقصود اس سی یہہہ تھا۔ کہ ہر صاحب مذہبہ ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اس ہر چہاڑ میں کچھ
 فائدہ نہیں۔ بحوالہ اللہ تعالیٰ نہ اہلسنت کہہ اپنی مذہب میں بودی اور کم زور ہیں۔ نہ مذہب شیعہ
 کی قبائح و مشائخ مخفی دستور کس برقی پر اہل حق میں چہر چہاڑ شروع کرتے ہیں۔ اور ہر
 اسقل کے ہوتے ہیں شہر ہر کہ باقولاد باز و چہہ کرد۔ سہ عہد میں خود رنجہ کرد چہہ شد
 تعالیٰ تیرہ سو برس اہل سنت اور انکا مذہب عہد وہ خاندانی تھا بمضمون ات کہہ
 ھو اللہ الذی ارسل رسولہ یہدی و یدین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ عموماً تمام ادیان و مذاہب پر جو خصوصاً مذہب شیعہ پر جو ابتداء و حدوث سے
 تشریف میں مستور و مستتر ہے غالب چلا آیا ہے اور ہاں اللہ تعالیٰ حسبِ عدل و قیام قیامت
 غالب رہے گا۔ پھر کما حدیث ہے جو اونی الکتبہ ملاوی۔ لیکن میر صاحب کو بدین جہدہ او کو
 اپنی مذہب سے نفیت نہیں ہی صرف مناظرہ کی ہی کتاب میں دیکھی ہیں اور نیز خیال ہے کہ اسنت
 کتب شیعہ کی دیکھی کو خود ہی حرام سمجھتی ہیں اور اپنی متنفذین اور عام طور پر کتابین بھی
 دستیاب نہیں ہو سکتی جو کہ یکوا لازم کا موقع میسر ہو اور ہم اس سنت کے مذہب سے واقف ہیں
 پس اسنت بہت ابلہ ہماری کیا جواب دیکھتی ہیں۔ متنبہ خواہ۔ اور برخلاف خصوصاً ائمہ رضا کے
 جبکہ تفصیل عقربہ ابحاث ایشیہ میں مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے اور اصل وجہ اسکی
 یہ ہوئی کہ میر صاحب کو دوسم کی کو گونگی گفتگو اور چٹیر چار کا اتفاق ہوا اگر اس کا سلسلہ
 چٹیر تو انہوں نے تفصلاً دیکھا ہے کہ اتفاقات نہیں رہا یا اور عوام جاری ہوئے مذہب سے بھی
 چندان واقف نہیں ہوتے دوسرے کا جواب کیا دیکھتی تھی اسلیٰ آپکا دماغ عرش بریں پر جانچو
 اور چھوڑا دیکری نیست کا تحمل میں سما یا اور اس مختصر تحریر کے جو امین جو تقریباً بقدر متن چار
 ورق کے ہوگی ایک طومار طویل الذیل لکھ کر بواحدہ عزیزان موصوفین ماہہ بیج اثنا عشر
 میری پاس بھیجا۔ اگر اوستہ میر کو معمولی طور پر لکھا جاوے تو تقریباً دس ماہہ خیر ہوں گوا میر عم
 خود خضم کو لا جواب کر دیا اور یہ ان مناظرہ حجت الیاء کے کدوہ تحریر سفر کے رواروی میں
 جبکہ میں وطن الوطنہ کی طرف حاضر تھا اسٹیشن لہ میا نہ پر ملی تھی اسلیٰ ہنگام قیام وطن میں
 اسکو دیکھ ہی نہیں سکا۔ اور جب مع اخیر ہوا واپس اپنے وطن انامہ کی طرف مراجعت کی وقت
 اسکو تامل کی نظر سے دیکھ آیا کہ انظم میں باوجود اپنی جہدہ کی اوستہ میر کو گرناس لائن
 نہیں سمجھتا کہ علماء اسکی طرف اتفاقات فرمائیں چہ جائیکہ اسکو قابل جواب سمجھا جائے اور دل
 نہ چاہتا تھا کہ اس کے جواب میں تسلیم اور ہٹا جاوے گا چنانچہ اس امر کی تقدیر ہی ہو چاہتی تھی لیکن
 ملا وہاں وہ چھاتی بھیجا اور اسکی ہٹا دین میں شک نہ تھا کہ کالکب کی اسکو تمام ادیان پر گرجا لگے کا فردن کو ۱۱۔

پہرہ ہی وہی عزیز تر ہے جواب جواب پر مقرر اور اسکی گہرے اور فرمایا کہ اگر اسکا جواب نہ لکھا جائیگا
 تو میرا صاحب کا لکیر اور بھی لاؤ بالاموگا اور اذکار کا وہی خیال خام نہ ہو جائیگا ان حضرات کا ہر
 تو تھا ہی سدا وہی حضرت و تکیہ و رماندگان باوہی ضلالت رہنمائی گمراہی وادی جہالت میں
 دارالکمالین الفقہ الکامل الحدیث الباری المفسر الزائری و مرشدی و سیدی و سندی و سیدی و سیدی و سیدی
 و افتخار مولائی مولوی العالم مولانا ہی فطاحل صاحب جناب مولوی شہید احمد صاحب دم اللہ تعالیٰ برکاتہم
 و مرشدین جناب مولوی شہید احمد صاحب دم اللہ تعالیٰ برکاتہم جناب مولوی شہید احمد صاحب دم اللہ تعالیٰ
 کو حضرت از فرمایا۔ بندہ نے تعمیل ارشاد حضرت مخدوم دامت برکاتہم جواب جواب لکھنی کا تہنیک
 اور تب اندیشہ معنی و مرشدین اور اذکار کو مل کر کے کچھ کچھ لکھنا شروع کیا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ
 سے چند ہی پابندی وقت اور التزام میں نہ ہوا جب ہی طرح اس سالہ کی چند اجزاء لکھ چکا تو بذریعہ عام اخبارات
 اور خاص تیرہ کی معلوم ہوا کہ ایک عام جلسہ لہریانہ میں جو حضرت صاحب شیعہ کے مکان پر
 منعقد ہوا اور اس میں فیما بین مولوی شہید احمد صاحب سلمہ انہی مولوی وغیرہ مسند و میرزا حسین
 صاحب وغیرہ اہل تشیع کے علی الاعلان زبانی مباحثہ ہوا جس میں جب غصہ صداقت خداوندی و
 بل حق غالب آیا۔ اور قدامت تشیع میرزا حسین صاحب وغیرہ علی رؤس شہادہا و سکت و فحش مولوی
 میر صاحب وغیرہ کی طرف سوال ثبوت حقیقت خلافت افضل ائمہ یقین تھا جبکہ مولوی شہید احمد صاحب سلمہ
 نایت نور سے مثل آفتاب نورانی کر کی دکھلادیا اور مولوی شہید احمد صاحب وغیرہ کی طرف سے
 ثبات عصمت ائمہ کا تھا جو حضرت میر صاحب سین نہ آیا۔ و کیف الخو یعلو ولا یعلو

رہا وہی اور وعدہ صحیح بل نقد بالحق علی الباطل فید مغر فاذا هو زاهق
 غرر شیعہ کا عصمت کی نسبت دعویٰ محض خیالی بناؤ ہے جسکی نہ کتاب اللہ تعالیٰ سے دعویٰ
 سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اہل ائمہ کرام مثبت و مؤید سبحان اللہ حضرت شیعہ کے
 ایسی ہی بات ادبچی پیشی ہے نیچے نہیں ہوتے۔ بلکہ پیکیٹے ہیں ہم حق کو ادب باطل کے
 پس تو رہا ہر سو اسکا پس ناگہان وہ فنا ہو جاتا ہے۔

در مقام تہذیب

ظلال عصمت

محمد تین دفعہ میں خود ہی ائمہ کی نسبت انہی روایت کرتے ہیں کہ آیت + إِنَّ الَّذِیْنَ
 یُکْفِرُونَ مَا أَتَوْا مِنَ الْبَیِّنَاتِ وَالْهُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنَا لِلنَّاسِ فِی
 الْکِتَابِ اِنْہی کی شائین نازل ہوئے اور نیز اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُہُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُہُمُ اللَّعُنُونَ
 سہی ائمہ ہی سر از میں چنانچہ علامہ بسلی نے بحار الانوار کی باب التمان علم میں ان روایات کے
 تخریج کی ہے جس سے معاذ اللہ ان کا کاتین حق اور ان کی دشمنوں کا ملعون ہونا ظاہر رہا ہوتا ہے اور خود
 ہی ان کی عصمت کو جہی مدعی میں پر خیال کرنے کی جگہ ہے کہ مصوئیت اور عوئیت یعنی جہ
 النہض بعد اس جگہ کی معنی خیال کیا کہ مری پیری عنایت احمد صاحب لہ کے وجود کا تخریر جواب دہ تھا
 وہ باصرہ جوہ حاصل ہو گیا۔ اب کچھ حاجت نہیں رہی کہ میر صاحب کی جواب لکھنی میں نفع
 اوقات کیجاوے۔ چنانچہ حضرت محمد دوم دام برکاتہم کچھ مدت میں بہین خیال ایک عرصہ
 لکھتی تھی کہ خلاصہ مدعا یہ تھا کہ اس سالہ کی تحریر میں جو مقصود تھا وہ زبانی مناظرہ سے حاصل ہو گیا
 پھر ملاوہ جرح اوقات اور اغلال اہمال شاغل فیہ کی اس تحریر میں کلمات متضمن سوء ادب
 بجناب بزرگان دین مجبوراً تسلیم ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ ان کا صداد ہونا محض الزام یا نقل و شیعہ
 کی روایات نہ سب ہی ہی اور عقائد دلی سے نہیں بلکہ وہی ان کو نہایت کردہ اور بد جانتا ہوں اگر لکھا
 ہو تو اس تحریر کو موقوف ہو تو ہی کردن جواب دہی حضرت محمد دوم ولایت برکاتہم نے ارقام فرمایا
 جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کام للشی طور پر شروع کر دیا گیا ہے اس کا اتمام کو پونچھا ہی مناسب ہے
 لے تحقیق جو لوگ کہہ جاتے ہیں جو کچھ کہہ اقامہ نہیں دیوں اور نہایت سچی کہی گیا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ کچھ کتاب کے یہ لوگ
 لست کرتا ہی ان کو اللہ پر لعنت کرتے ہیں ان کو لعنت کرنے والے۔ وعن حران عن ابی جعفر علیہ السلام نے قول اللہ
 اَن لَّا یُکْفِرُوْنَ اَن لَّا یُکْفِرُوْنَ اَن لَّا یُکْفِرُوْنَ اَن لَّا یُکْفِرُوْنَ اَن لَّا یُکْفِرُوْنَ اَن لَّا یُکْفِرُوْنَ اَن لَّا یُکْفِرُوْنَ اَن لَّا یُکْفِرُوْنَ
 ابی عبد اللہ علیہ السلام ان الذین ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون
 فی قولہ انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون انہما ینکرون
 نتیجہ اس کی یہ ہے کہ تحقیق اور علامہ علیہ السلام کی تاویل فرمائی کہ اس کا جواب بجا ہے آئندہ میں مفصل ذکر کر رہی ہوں عنہ منہ

تمام چوڑا مناسب زمین اور جوں کام کی ابتدا نیک نیتی کی ساتھ بفرض حمایت اسلام کی گئی ہے
 اور کمال انجام تک پہنچے اس تہذیب کو پورا کر دینا ہی مناسب ہے حضرت محمد دم دست ظلال
 برکاتہم کے اس ارشاد ہی جب معلوم ہوا کہ اکثر تہذیبوں پر غریمیت ہی نہ بطور حضرت اور تہذیب
 جو ایسی کوئی چارہ نہیں اور ہوقت سی کمزورت چست باند مگر باقرازم خارج از اوقات مدبر
 لکھنا شروع کیا۔ جس پر کہ اس چمدان اور ضعیف ناتوان کی قدرت و استطاعت سی اس تہذیب کا
 لکھا جانا باوجود تنہا کے مشاغل کثیرہ کی دشوار بلکہ خارج تھا۔ لیکن محض حق تعالیٰ کے
 فضل و کرم نے دشگیری فرمائے۔ جو کچھ امداد و اعانت خداوند تعالیٰ شانہ کی طر ف سے اس جماعت
 کی لکھنی میں اس عاجز و ناتوان کے شامل حال ہوئی۔ اوسکے بیان نسبت مدد زبان قاصر و کوتاہ
 میں۔ کتب شیعہ کا دستیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت سے خارج تھا۔ مگر محض بفضل خداوند
 تعالیٰ نے کتب بقدر ضرورت تیسرے و چارہم ہو گئیں۔ روایات محنت جالیاں کتب بمسوطہ میں ہی
 برآمد ہونا غایت تفحص اور نہایت تلاش و جستجو منحصراً ہمدادہ بلا کلفت و تلاش و مشقت تہذیب و تہذیب
 یہ محض وہی ہی امداد ہے مضامین بقدر اسی طرف سے زمین میں وارد ہو۔ یہی وہی ہے کہ
 اس حیرت میں کسی شخص سے استعانت کی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔ اور وقت الزام سے تقریباً
 سات ماہ میں بفضلہ تعالیٰ اختتام کو پہنچ گئی اللہ جل جلالہ احصاء ثناء علیک انت
 کما اتینت علی الفضل اور یہ حضرت محمد دم دست برکات کی برکات دعوات اور توجہات کا فضل
 ہی ورنہ کہانین اور کہانیاں یہ نہ ہوتی گل و جام تیری لہریانی۔ حق جل جلالہ شانہ حضرت
 محمد دم کے علم میں اور عمل میں دین میں اور دنیا میں برکت عطا فرمادی۔ اور امت پرستہ
 رکھی اور عالم کو ادنیٰ تو ان فیضان سے منور رکھی اور اس عاجز کو اور تمام دوستوں کو ادنیٰ جماعت میں مجبور
 فرمادی۔ اللہم آمین۔ دیرسم اللہ عبداللہ انا لہ مینا۔ ولای اللہ تعالیٰ علی امتہ
 و توصلت عن خیرات تمام خیرات بلکہ بھنا غمہ مر جاہ و دیر حقیقہ ہمداد حضرت مولائی و مرشدی و
 لہ الہی میں تیری ثنا کا حصہ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ تو دیا ہی دیا کہ تو نے اپنے تعریف آپ کی ہے۔

جو کلیتہاً سنی کہا گیا ہے وہ مذہب شیعہ کے مطابق ہے کہ وہی مضمون اونکی روایات سے بدالت
 مطابق یا التواضعی ثابت ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوالانیا آدم علیہ نبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
 نوزاد اللہ کفر میں ابیس لعین کے برابر بلکہ وحید اور شہید ہوا۔ حضرات شیعہ کی روایات
 سے کہا گیا ہے علامہ اکی اور انبیاء کی نسبت خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔ ائمہ کا قرآن مجید
 کی تفسیریں تبدیل کرنا اور اوسمیں وقوع تحریف و تبدیلی ائمہ کا فرمانا جناب فاطمہ رضی اللہ
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب و شتم کرنا۔ اور اذکار فاسق و فجار کے
 مجمع میں شریف بیجا نا۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام سب انوکے حقوق میں ناجائز
 تصرف و خیانت کرنا۔ جناب امام کلثوم رضی اللہ عنہا صاحبزادی جناب امیر رضا فاطمہ الزہراء
 رضی اللہ عنہما کی دشمنی و امن پاک کو بخش کی نجاست سے ملوث کرنا وغیرہ اس
 قسم کی سب کفریات اور خرافات حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و تنکار
 طبع بطور الزام لکھی ہیں۔ تیسرین رسالہ اس جنس کے کفریات اس رسالہ میں کہیں کہیں
 بحین ہوں۔ اور بندہ کو معاف و معذور فرمائیں میں بہتر زبان اور صمیم فواد و جان سے ان
 کفریات سے تبری و تخاصی کرتا ہوں۔

دوم۔ میرزا محمد حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر میں میرزا محمد حسین صاحب کے ہمارے مقابلہ میں جو عبارت تحریر
 فرمادیں چشم دید لکھیں۔ تحفہ وغیرہ کی بہرہ پر نہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے
 کہ حضرت میر صاحب کے تو ضرور ہی اسکا الزام فرما رکھا ہے کہ جو عبارت کتب حضم سے نقل کرتے
 ہیں چشم دید ہوتی ہے چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اس کے جواب میں جو روایت
 لکھی چشم دید لکھی۔ اور دائرہ نقل روایات کو وسیع کر دیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ
 اور غیر صحیح الماخذ ہر ایک فریق نے دوسری فریق سے نقل کی ہیں تو اس صورت میں ہر
 کا فہم کہ جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا۔ حادی او کا حوالہ دیا جاوے اصل ماخوذ نہ سے
 نقل کرنا چاہیے ضرور نہیں۔ ہاں اگر حضم کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا انکار کرے اور کھی کہ

یہ روایت کذب و دروغ ناقل ہے۔ تو اس وقت اس روایت کی صحت نقل کا ثبوت کرنا کتب معتبرہ
 مذہب ضعیف سے لازم ہوگا۔ باوجود اس دعویٰ کے جو میر صاحب نے فرمایا اور باوجود اس قیاس کے
 جو غندہ نے عرض کی میر صاحب نے نقل فرمایا تین قطع نظر التزام حوالہ کتب خصوصاً معتبرہ
 صحت نقل کو ہی ملحوظ خاطر نہیں کہا۔ بلکہ مقتضایا تدین دماغی روایت کے الفاظ میں اس
 مطلب نسخ و تحریف فرمائی۔ مقدمہ نوح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں ایک روایت
 فتح الباری سی لکھی ہے جسکی خاتمہ کی الفاظ یہ ہیں کہ یہ کہن یقبل منہ
 ذلك العذر حتى الجاه ختم روایت پر کوئی حوالہ نہیں دیا جس سے خیال کیا جاسکتا ہے
 کہ شاید آپ نے فتح الباری سی ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی۔ حالانکہ فتح الباری میں اس
 روایت کا کہیں نام نشان نہیں ملا۔ اگر آپ نے فتح الباری سی نقل کی ہے تو فرامین فتح الباری
 میں یہ روایت کس باب میں کس صفحہ پر مذکور ہے۔ اور نیز تفسیر معالم التنزیل سے لکھا ہے کہ انبیا
 میں ہے ایک نبی نے بت خانہ میں جانا اور کفار کی عبادت میں شریک ہونا دین حق
 کی ترویج کی لہٰذا اختیار فرمایا یہ بھی محض دروغ سی۔ تفسیر معالم التنزیل سے بحوالہ زہرہ
 ایک روایت نقل کی جس سے کہا واصل حق کے مذہب پر کلام مجبیہ میں تحریف کا واقع ہونا
 ثابت کرنا منظور ہے اور سکی آخر کا یہ جملہ لکھا ہے۔ وقال عثمان رضی اللہ عنہ نے
 المصحف لحناً وسقیمۃ العرب بالسنہادہ ترجمہ اسکا اس طرح کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ
 نے کہا کہ قرآن میں لحن اور سقیمۃ العرب ہے یہ لفظ یعنی سقیمۃ العرب بستیہا محض حضرت
 میر صاحب یا انکی بزرگ کشمیری صاحب صاحب زہرہ کا نسخ اور تحریف کیا ہوا ہے
 کہ کسی روایت میں یہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہ لفظ اس طرح مروی ہے کہ سقیمۃ العرب
 بستیہا۔ یہ میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ لیکن یہی جہد راں سہالہ میں روایت
 لکھی ہیں جسب قرار داد اکثر اہل شیعہ کی کتب معتبرہ سے تلاش کر کے چشم دید یہی ہیں
 اس کا یہ عذر قبول نہیں کیا جاتا کہ اس کو مجبور کر دیا۔ ۱۱۔

اور جس جگہ کوئی روایت بالواسطہ نقل کی ہے وہ ان حوالہ ہی ویدیا ہی جس میں
میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اس سبب کہ اگر کچھ روایات بالواسطہ نقل کی ہیں تو وہ
ایک دہن چشم دید ہی لکھی ہیں۔ پہرا وجود اسکے اگر کسی جگہ خلاف معاہدہ ناظرین کوئی
ایسا بلا خطہ قرار دین چو کہ ہوا واقع ہوا تو بندہ کو معذرت چو کہ میں کہ جناب میر صاحب
پہرا اس معاہدہ کو توڑ چکے ہیں۔ والیادی ظلم۔

سوم۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کی موافق تخت لفظ میں اپنی اخلاق و تہذیب
شائستگی پر امتحان روز نماز فرمایا ہے با اینہما ادعای تہذیب حضرت نے اسی تحریر میں
بمقتضای اپنے ادعای اخلاق و تہذیب کے ترضیات و مطاعن بھی کہیں درج نہیں
فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ تہذیب کا اوٹا نہیں رکھا کیونکہ بخش اور گالیوں کا تہذیب چو کہ
باوجود اسکہ بندہ نے ایسی کلمات کو جواب ترکی بہ ترکی سے دستہ اغماض اور
اختیار کیا ہے اور التزام کیا ہے کہ انشاء اللہ تقالے کوئی کلمہ خلاف تہذیب بطرح
تشیع کے دستہ نہیں لکھیگا۔ اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ نا دستہ سبقت قلم سے نکل گیا
جسکی نسبت بندہ نے یہ خیال کیا ہو کہ گران بار خاطر سامی ہوگا تو بندہ اسکی نسبت
نہایت عافیتی کے ساتھ معافی کا خواہن ہے۔ کہ میر مقصود کسی کا دل دکھانا نہیں ہے
بلکہ جو میر صاحب نے اپنی تحریر میں گویا میری طرف سے فرودیا ہے کہ مباشرتہ مذہبی میں اختراق حق
ہو یا باطل کے لئے ایسی الفاظ بولے اور لکھے ہیں۔ جو نا کو اربعہ مخاطب ہوں
پہرا کہ ہوا ایسا کوئی کلمہ نا دستہ میری زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ ہی واجب العفو ہے۔

چہارم۔ تجرید جواب اب جواب کہارہ میں حضرت میر صاحب کی یہ فرمایش تھی کہ جواب اب جواب
بخلاف و مفاد عبارتہ نقل جواب کہارہ کے طور سے منقطعاً نہ لکھا جاوے بلکہ
پوری پوری عبارتیں جواب کے لیکر تروید کو چاہئے چنانچہ حسب فرمایش میر صاحب بندہ
پوری پوری عبارتیں اور جملے لیکر تروید کی ہے کہ میں کوئے عبارت نہیں چھوڑی

جس کا جواب نہ لکھا ہوا اور جواب البجواب میں جس کو لیکر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب
 شروع تحریر میں بطور تہید کے لکھی ہی اوسکی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا بطول داخل
 اور فضول لا حاصل سمجھا پہلی اوس میں سے تھوڑی تھوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہو
 اور نیز ترجمہ روایات ہی جو میر صاحب نے تحریر میں درج کیا تھا۔ میں نے بخوف اخصا حجاب جواب
 میں اوسکو اخذ نہیں کیا صرف اصل عبارت کی نقل نہ کرتا کیا ہے۔

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر میں مکرر کر واقع ہوئی ہیں اور انکی جواب
 میں جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہی تو کچھ کچھ لکھا ہی اگرچہ ہر موقع میں حتی الوسع طرز
 جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا ہی مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئی ہوئے
 پس ناظرین دقیقہ شناس دلنگاہوں اور محکومعات فرمائیں۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنی جواب میں مختلف عنوان ہی لیکر جواب تحریر
 فرمایا ہی کہیں کہیں بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہی اور اکثر جگہ لفظ قولہ
 کہ ساتھ عبارت کو اخذ کیا ہی یہی وجہ سی کہ جس جگہ بندہ کی تحریر میں ہی لفظ قولہ
 لکھا ہوا تھا اوس جگہ میر صاحب نے اپنی تحریر میں قولہ قولہ مکرر لکھا ہی جو ذوق سلیم کی نزدیک
 متکہہ و مستفح ہی۔ پہلی بندہ نے باندیشہ خلطہ التباس عبارت نقل عبارت
 میں یہی قاعدہ مقرر کیا ہی کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کی کلام کو لفظ قال یا قولہ سے
 شروع کیا ہی بندہ نے اوسکے نقل میں اوسکی عنوان پر لفظ قال الفاعل محبیب
 بخط تعلیق نقل کر لی لکھا ہی اور اوسکے بعد اپنے عبارت سابقہ اور میر صاحب کی جواب کا
 جملہ بقدر ضرورت نقل کر کے اوسکی تردید کو لفظ یقول العبد الفقیر الی مولانا
 سے شروع کیا ہی جو بخط تعلیق علی ہر اور اس دو میان میں جو لفظ قال یا قولہ یا اقول
 میر صاحب کی تحریر کا ہی اوسکو بخط تعلیق بانک لکھا ہی پیر اس جواب کے جملہ جملہ
 باقی ماندہ ہیں اوسکو لفظ قولہ خط نسخ جملہ سے اور اوسکی تردید لفظ اقول نسخ علی سے

شروع کی گئی تھی یہاں تک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تہمید کی تردید میں چونکہ اندیشہ خلط والتباس تھا اور تحریر بھی بہت مختصر چند اقوال منقطع پر کی گئی تھی اسلیٰ نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قولہ نسخہ جلی کی گئی اور اسکی تردید اس طرح بلفظ اقوال شروع کی گئی ناظرین ہنگام ملاحظہ بخوبی خاطر فرمیں۔

مفتی میر صاحب نے اپنی تحریر کو دین ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خاں صاحب اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتھ جسکو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجھی ہوگی بذیل مذہب فرمایا شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اسکا جواب ہی بندہ ہی لکھ سکے لیکن چونکہ اس کے اکثر مضامین کی تردید اس سالہ میں گذر چکی تھی اور تحریر بھی طویل ہو گئی تھی اسلیٰ بندہ نے بہت مختصر اور اس کے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو مابقی چوالہ کر دیا۔

وہاں اشارے فی المرام متعینا بالکلام اللہ و جوہی و نعم الوکیل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ اعظم

تردید تہمید

قولہ جواب سو پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکھا جاتا ہے۔ انہما قول یہ قصہ تو خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن علماء اور دعوات شیعہ کا عام قاعدہ ہی کہ ہمارے دسترس اور موقع پاتے ہیں۔ ضعف و اہسانت ہو اختلاف کر کے مذہبی چیمپ چار کرتے ہیں۔ اور چینی چیمپری باتیں بنا کر اپنی مذہب کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور دعوت کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ دتیرہ حضرات شیعہ کا اونکی مذہبی روایات منقولہ بجا الانوار وغیرہ کے رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ مختلف نہیں کریگا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ کے مطابق ہماری میر صاحب نے ہی مکر می چر عنایت احمد صاحب قدوسی لنگوہی کے ساتھ یہی چال چلی۔ لیکن چونکہ میر جی صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات میں حضرت مخدوم العالم مولانا دیر شاہ نے

رشید احمد صاحب گنگوہی دم برکاتہم اور ان کے تلامذہ و خدام کی ایک مضبوط پشت پناہ
 حاصل تھی پہلی پیرچی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور انکو جواب دہی اور ان کے
 چالو نکو اور چو نکو کاٹنا پس میر صاحب کا یہ فرمانا کہ پیرچی صاحب خود اس امر کی بادی ہو
 ظاہر غلط اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے لکھا ہے کہ انکو مباحثہ نہیں کا
 شوق مواجس سے ظاہر ہے کہ پیرچی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تھا اور اب
 میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے میر معلوم نہیں یہ شوق کیونکر پیدا ہوا اور
 کس امر سے ناشی ہوا ظاہر بخبر اسکے کہ میر صاحب کی چٹیر چٹاڑ سے پیرچی صاحب کے
 یہ شوق مناظرہ پیدا ہوا ہوا اور کوئی قریب احتمال نہیں ہی کیونکہ اول غصہ ہوا اہستہ کے
 مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی علی الخصوص پیرچی صاحب تو علوم و وجہ عقلیہ
 و نقلیہ سے ہی کچھ ایسی واقف نہیں ہیں جو انکو خود بخود بھیجی بھٹاتی شوق مناظرہ
 پیدا ہوا اور خود اس امر کی بادی ہوں۔ جب آپ وجود مخالفت مذہب کے انکا اتنا قلبی
 اپنی ساتھ خیال کرتے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے حسب ذات انسی مذہبی چٹیر چٹاڑ نہ کی ہو
 اور انکو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ فرمائی ہو پیر اس بنیاد پر پیرچی صاحب نے آیت
 اختلاف لکھ کر آپ سے جواب چاہا تو وہ بادی مناظرہ نہیں ہو سکتے اور انہی لفظ بادی
 کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتی ہیں کہ آخرین جو میری
 تحریر گئی تو نام علماء دین نے اس کے جواب سے پہلے ہی کی۔ اور عقب گذاری کے لٹی
 جیل و ہمارے پیدا کئے چند آپ نے انکی جیلے قطع کئی۔ لیکن بنعم آپ کے کسی میں
 خرات نہوی کہ آپ کا جواب لکھتا یا انکی مناظرہ کا قصہ کرتا۔ یہ محض انکی لٹ ترانیاں ہیں
 جو انکی مجلس ملب و باغ میں سمائی ہوئی ہیں۔ ورنہ نے تحقیقت ہر شخص انکی تحریر
 کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ آپکی زبانی دعویٰ انکو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھ
 آشنا ہی نہیں اور یہ عادی بالکل خلاف واقع ہیں چنانچہ اس تسدیر کے دیکھنی سے

جسکے روز قلع کے تندرہ درپے ہے اور میر صاحب کا مایہ ناز و افتخار ہی میری اس کراش
کی بخوبی تصویب تصدیق ہو سکتی ہے مگر ان یہ سہم کہ علماء لدھیانہ نے اغراض اور
جواب فرمایا ہوگا اور جواب یا ہوگا لیکن ان کے اغراض کا اجمال یہ نہیں ہے کہ جو میر
نی گمان فرمایا بلکہ انہوں نے اس پر جواب نہ دیا ہوگا کہ انکو قابل خطاب اور اپنی تحریر کو قابل جواب
نہ سمجھا ہوگا۔ ورنہ خود ہی اول آپ فرماتے ہیں کہ علماء فرقہ میں کوئی دقیقہ تحقیقات
سائل میں پانچ نہیں رکھا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب ناول ایسا واسع ہے جو
ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے۔ پھر کیا کوئے عاقل اور کر سکتا ہے کہ علماء لدھیانہ کوئی
مضمون جواب اپنی علماء سے ہی نقل نہیں کر سکتے تھے یا کوئی ناول ہی پیدا
نہیں کر سکتی تھے حاشا و کلام پر بعد اس دعا کی یہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا
کہ میر جی صاحب کی طرف سے درباب تحریر سوال اصرار اور اپنی طرف سے مامیت اور عذر
انکار مواظفہ ماثا ہے۔ اول تو میر جی صاحب کو جب جواب آخری تحریر علمی
لدھیانہ کی سکوت سے عجز و شرم آئی تھی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی
اور مامیت کی ایک جانب سے کیا حاجت تھی آخری تحریر سامی جسکے جواب سے برنج صاحب
علماء لدھیانہ عاجز ہو چکی تھے دوسری علماء کے پاس بھیجو کے لے کر اور دوسری جواب لے کر کے
واسطے کافی تھے اور انکو ہی گنجائش تھی کہ فرماتے جس تحریر سے علماء لدھیانہ کہتا
ہو چکر ہیں اور یہ کہ جواب دوسری علماء سنیسنا چاہیں مگر یہ کہ شاید انکو خیال ہوگا کہ
دوسری علماء ہی ایسی سندر و جملہ مثل علماء لدھیانہ مکرین۔ اور بدین وجہ جواب دہی ہی
عقب کشی نہ کریں کہ اس مباحثہ کی ابتدا ہی صحیح نہیں تھی آپ تحریر سوال پر آمادہ
ہوئی لیکن یہ تو انکی عین مدعا تھا۔ اور ظاہری کہ پہلی تحریر میں ہی مسئلہ امامت ہی
میں نہیں اور یہ سوال جدید ہی امامت ہی میں لکھا گیا ہے عسلاوہ ازین میر صاحب
کی نزدیک علماء اہل سنت عسلاوہ شیعہ کی کتابیں دیکھنی اور نئے نئے سائل متنازعہ فیہا

میں جن خصوصیات صحابیین گفتگو کرنے گناہ اور نہ ہر کے غل جانتی ہیں اولیسا، لہذا یہ
 تو آپ کی زور تحریر کے سانس کی جگہ چلی ہو چکی ہے نہ قلت استعداد و بچیداری و عدم
 الفرضی و ضعف دماغ وغیرہ کے کیا معنی یہ حالت تو اسکو مقتضی ہے کہ آپ کی
 وہی لائق ترانیاں یا ہوں جنہوں نے آپ کے تخیلات کی یہ نوبت پوچھائی تھی تعجب ہو
 کہ علماء الدہیانہ کے مقابلہ میں تو یہ نہ ورشور کہ انکو تو مباحثہ کی دعوت فرمائیں
 اور عام اجازت دیں کہ چاہوا سر نو گفتگو شروع کر دیا طرز مباحثہ حسب مرضی خود بدل
 دو اور سوائے قلت استعداد و بچیداری کچھ مانع ہو اور نہ عظیم الفرضی اور دوام مرض
 رو کی۔ اور جب پیر جی صاحب سوال لکھوا میں تو یہ عیب نہ موجود ہو جائیں پس ان
 حالات اور قرائن میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اظہار حال مباحثہ
 واقع سے کقدر برابر بعید ہی قولہ غرض یہ تھی کہ کوئی صاحب اسکا جواب
 انصاف سے تحریر فرمادین اور محض تحقیق حق منظور ہو اقول جناب میر صاحب اگر
 آپ کو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کہنا۔ لیکن تحقیق
 حق کی تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ ادل آپ اپنی معتقدات سے خالی الذہن
 اور تصب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ
 میں حقانیت و انصاف کی نظر سے غور فرمائیں اور آپ کا خضم ہی یہ ہی طریقہ
 ملحوظ رکھو۔ اور یہ ہی تحقیق حق کے کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپ نے فرمادیا
 کہ ہماری معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہیں ہمیں ادنیٰ صحت و ثبوت
 میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپ کے معتقدات عند انھیں
 صحیح ہوں یا قاطع اور واقع کے مطابق ہوں یا غیر مطابق۔ لیکن خضم اپنے
 معتقدات جو بزرگ سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے من تحقیق
 کرے اور محض تحقیق حق منظور ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اسکے جواب میں آپ کا خضم آپ کو ہی

یہی کہیگا اور صریح اچکا جمل مکابرہ ہی تحقیق حق کیونکہ جب ہر فرق اپنے اپنے
 معتقدات کو حق اعتقاد کی بیٹھا ہے اور دوسری فرق کے معتقدات کو باطل توہرگز
 اپنے معتقدات کی قبائح اور دوسرے فرق کے معتقدات کی محاسن ذہن میں نہیں
 آئیں گی اور فرق اپنے معتقدات کی جبکہ وہ حق اعتقاد کی بیٹھا ہے نصرت اور جانب داری
 کریگا۔ اور کبھی تحقیق حق نہوگی بہر کیف لفظ تحقیق حق میں اگر لفظ حق سے مراد حق
 واقعی اور نفس الامری ہی تو چشم مارو شن ہم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضرین
 ہر کو یہ طرح درج نہیں اور اگر حق مرعوسی مراد ہے تو وہ سرسبز بنیادہ کیونکہ خصم
 نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپ کو تحقیق حق مد نظر تھی تو اول آپ نے
 اپنے معتقدات کی نسبت حق الیقین کا خلاف واقع دعویٰ فرمایا ہوتا اور جب آپ
 انجمن نسبت اسکی مدعی ہیں کہ آپ کو اول ثبوت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہی
 تو ثبوت و تحقیق حق والصفاء تو خود بدولت ہی نے منہدم فرمادیا آپ اپنی خصم سے
 الصفاء و تحقیق حق کا طالب ہونا غیث اور خیال محال ہی۔ اگرچہ اہل خرد کو نزدیک
 آپ کے اس حیل القدر دعوے کی تکذیب تردید آپ کی اسی تحریر سے آشکارا طور پر ہو رہی ہے
 باوجود ہم آپ ہی تحقیق حق کے لہی بسر چشم حاضرین اور ملتس ہیں کہ اگرچہ آپ نے
 ہماری پہلی تحریر کو بنظر انصاف ملاحظہ نہیں فرمایا اچھا ان معروض کو ہی بنظر انصاف
 و تحقیق ملاحظہ فرماویں۔ قول دوم کہ بعد میرے شفیق نے مجکو جواب لکھ دیا
 کسی گم نام شخص نے لکھا ہی جواب تو کیا ہی حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکھانے کو
 میری سوال کو مجھ ہی پر غلبہ کیا ہی گو بظاہر یہ علم مناظرہ کی بہت کھنڈی ہیں مگر
 اصل میں یہ ہی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ میں اسکا جواب ہی کیا تھا حضرت
 غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو کچھ ہو نہیں سکتا اور بدون لکھی کچھ چارہ نہیں
 پہنچی یہ طرز اختیار فرمائی۔ اقول جناب کا سوال اور شبنان سے یہ

پاس میری عزیزوں نے ارسال فرمایا تھا رمضان شریف میں بسبب شدت گرمی و کس و نامگی
 میام مذارت قرآن شریف کی تحریر جواب ہی مختصر رہا جس کے نسبت معافی چاہتا ہوں بخدا
 ماہ میام بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور شروع سوال میں جواب لکھ کر دیا نہ اُنکی چند متین
 روانہ کر دیا۔ گمنامی کی شکایت فضول ہے اُنکو اپنی جواب سے مطلب ہی مجیب کی
 گمنامی اور نام اور ہی سے کیا مطلب۔ کیا آپ یہ نہیں مانتے ہو گا انظر الی ما قال علاوہ ازیں
 اُنکی مجیب تو اُنکی تین ہی میری صاحب تہ خواہ وہ اُنکو اپنا جواب طبع زاد دیون یا کسی سے
 دیکھ کر جواب دیون اور غایب ہے کہ میری صاحب علماء اہل سنت میں ہی جس سے دریا
 کر کے یا لکھوا کر جواب دینگے وہ اُسکو جانتی ہونگے اور اس امر کی کچھ ضرورت نہیں
 کہ آپ ہی واقف ہوں ان اگر آپ ایسی علت اللہ ہوتے کہ اُنکی نظیر و شواہد ہوتے
 اور اسوقت آپ فرماتے کہ ہم اسوقت جواب قبول کرینگے جبکہ فلان عالم اہل سنت
 میں سے ہماری مقابل ہو اور ہمارے سوال کا جواب لکھی۔ تو کچھ حیدان سنا آئے تھا
 لیکن جبکہ آپ خود اپنی اعتراف و محض فارسی خوان ہیں اور مناظرہ ہی کی چند کتابیں
 آپکا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت میں آپکا گمنام کے جواب ہی کہ استہتکاف
 فرمانا اور نام اور کے جواب کا طالب ہونا بروعی قسلس اسرنازیہا ہے اور یہ بندہ جو
 بیشک گمنام ہے اگر جواب میں اپنا نام لکھ ہی دیتا تو ہی اپنی گناہی کے وجہ سے
 وہ تحریر گمنام ہی کے تحریر ہوتی اور نام لکھنا اور نہ لکھنا برابر ہوتا۔ باقی رہا بندہ کی
 تحریر کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اُسکو جواب میں مختصر کیفیت آپکو سوال کے اور
 اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنی پیش کی دیتا ہوں اور انصاف کا طالب
 ہونا ہوں۔ سوال سامی بحیثیت مقصود و امر و نہ کو شتمین تھا۔ اول جواب نے بڑے
 جوش و خروش سے دعویٰ حقیقت اپنی اصول ثلثہ کا فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ یہ
 اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی ثبوت حقیقت اصول مذکور

آپ نے بیان نہیں فرمایا تھی پہر باوجود اسکے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر کوئی حساب
ہماری شرائط کو رد کریں تو محض لانسلم کہ نہ مال دین اور یہ حضرت کے مناظرہ
دانی تھے کہ دعویٰ بلا دلیل لکھیں اور حضم سے اسکی تردید میں دلائل کے طالب
ہوں جب آپ مدعی حقیقت اصول نشہ تھے تو آپ پر واجب تھا کہ اول اذکو دلائل
عقلیہ نفسانیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اسکے حضم کو کھتری کہ محض لانسلم کہہ
ز مال دین پہر اذکو جواب میں آپکا حضم آپکے دلائل پر جب قواعد مناظرہ نقض یا
سما رضہ پیش کرتا بلکہ جب آپکا حضم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب
قائد لانسلم ہی کہہ سکتا تھا۔ پس آپکو اپنے رتبہ کی اور اپنی محیب کے منصب کی خبر
نہیں لیکن باین ہمہ آپکو دعویٰ خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل
واوید شروع کر دیا۔ یہ حضرت کے انصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تھا۔ سہلی
ہمکو اسکی کچھ شکایت نہیں۔ امر دوم آپنے علماء اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ
وہ اپنی اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقلیہ سے ثابت کریں علماء
اسکے ذیل میں آپنے کچھ طاعین خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ
عسلیہ علیہم اجمعین ذکر کی اور باقی ماندہ بجا غیظ صاحب تحفہ منہجی الکلام و بدایہ و بدایہ کی
تعلیظ میں نکالا چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تھے بلکہ اولاد مدعی اور ثانیاً سائل تھی
تو حسب قاعدہ آپ پر واجب تھا کہ اپنی دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اسکو
اہل سنت سے اونکے اصول پر دلائل مثبتہ کی طالب ہونیکا آپکو منصب حاصل ہوتا
برخلاف اسکو اپنے اپنی دعویٰ کو اپنے رسم میں بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور
مسلمات حصہ پر سبھیکہ بلا دلیل نہ فرمایا اور حضم سے اسکو اصول پر دلائل کے خواہ
ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپکا حضم آپکو ایسے کب سینگا اور آپ سے ضرور دلائل مثبتہ خواہ
نشہ کی نسبت غلو گیر ہو گا یہ اٹو تحریر سامی کی کیفیت تھی اب بندہ کو جواب

کیفیت اہل انصاف سنیں کہ بندہ نے اول آپ سی اچکی ادس عوی کا جو شروع ہو
 میں بلا دلیل فرمایا تھا اثبات جاہ اور ثبوت اصول ثلثہ کی دلائل طلب کی اور سی
 پر گفتا نہیں کیا بلکہ بعد اسکی محض تبرعاً باس خاطر سامی آپ کے روایات مسلمہ سے اچکی ہو
 مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کے بزعم جناب اصول موضوعہ کی ثبوت کے لئے
 ایک بہت بڑی قوی دلیل تھی بعد اس کے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور باتناغ
 سامی تفصیل دلائل سے انماض کیا لیکن بطور مبنیہ و ایقاع اذکی ثبوت کا حوالہ جسما
 اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفصیل اقوال و افعال کو قوت
 تفصیل دلائل ثبوتہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر رکھا کہ تفصیل ذکر اقوال و افعال کا موقع اذ
 ہوگا جبکہ جناب اپنی اصول سنت کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت فرمائیگی اور ظاہری
 کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت کے اصول بطلان سے پیدا ہو ہی چکی تھی ہر
 مختار آپ کو مطاعن کا جواب دیکر اگر انا چند مفاسد مذہب سامی لکھی ہر صاحب تحفہ
 فتہی الکلام کے تعظیماً ابطال لکھ کر آئیں گے اما غلط پر ثبوت کیا۔ اب ہم
 کچھ نہیں عرض کرتے آپ ہی بزعم خود منصف ہیں آپ جو چاہیں فرمائیں چاہی
 اس کو اپنی دلیل و قی جواب تصور فرمائیں اور چاہی مناظرہ کے شکستہ ہی
 بتائیں اور چاہی گریز فرمائیں حق لکھ مگر تعجب ہو کہ حضرت نے اپنا نام نامی کہوں
 نہ تحریر فرمایا۔ تقیہ تو شاید انکو نزدیک علامت نفاق ہو یہ ہی شان پروردگار و
 حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو حرام اور منافقون کا نشان فرماتے
 ہا میں پھر ایسی خفیف امور میں تقیہ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب
 صاحب تحفہ جو اس فن میں اپنے اہل مذہب میں حمید عصر تھے اور تاخرین
 جمہور اہل سنت اس مناظرہ میں انکو مقتلہ میں یا اینہم تحفہ میں اپنا نام لکھتی ہیں
 وہ ہی تو یہ جو از قسم تقیہ ہی فرماتے ہیں چنانچہ اذ انما خاتمہ الطبع میں مولی محمد حسن

صاحب صدیقی فرماتے ہیں کتاب دارالافتاء عن حداثۃ الخلاف تصنیف عالم ربیع جنید زمانے
 محمد اسماعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی است و اخیر
 بعض کسان از عبارت تحفہ اثنا عشریہ الخ اقول ہماری حضرت مجتبیٰ اس جگہ
 تقیہ کا ذکر فرمایا اور مکتوبہ دم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو
 حرام اور منافقوں کا نشان کہتی ہیں پر خود ہی اوسکی ترکیب ہوتے ہیں کہ اپنی تحریروں
 میں تقیہ کرتے ہیں اور نام نہیں لکھتی یا لکھتی ہیں تو یہ لکھتی ہیں جو از جنس تقیہ ہی
 حضرت مجتبیٰ کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجھ گئی ہونگے کہ
 حضرت کو نہ حقیقت تقیہ سے واقفیت ہی نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب
 معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتی ہیں ایسی ضرورت ہو کہ ہم مختصر یہ بھی تقیہ کا ذکر کریں
 اور حضرت مجتبیٰ کے کمال علمی اور مناظرہ دانی اور انصاف کو آشکار کریں اول تو یہی
 سراسر غلطی جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا
 نشان کہتے ہیں اور یہ اہلسنت پر محض افتراء و بہتان ہے یہ دم تحریر نام اور توریہ تقیہ
 محمد بن داخل کرنا دوسرا طرفہ ماجرا ہی میر صاحب مدعی ہیں کہ انکو عن عفوان سن پتیر
 سے نہ باطرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کی مطالعہ میں انہماک رہا ہی بتلا میں تو سہتی
 اور ہونان نے دیکھا ہی کہ اہلسنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان لکھا ہی
 یا کہیں یہ لکھا ہی کہ توریہ از قسم تقیہ ہی یا نام نہ لکھنا یا غیر ہونا نام لکھنا از جنس تقیہ ہے
 اور اس کا ثبوت انکو کسی روایت معتبرہ اہلسنت سے ملا ہی۔ افسوس کہ میر صاحب
 اتنا برا دعویٰ فرمائیں اور اس کا ثبوت نذیر۔ بڑا افسوس یہ ہے کہ میر صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ
 کو ہی کہہ کر نہ دیکھ لیا اور میں کتنی تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں
 کہ اگر حضرت مجتبیٰ تحفہ کا ملاحظہ فرمایا لیتے تو یہ تحریر اس طرح چشم انصاف بند کر کے
 تحریر نہ فرماتے۔ جیاب میر صاحب۔ جس تقیہ کو علماء اہلسنت حرام اور منافقوں کا

نشان فرماتے ہیں وہ تقیہ وہی کہ علماء شیعہ جب کہ اپنی رسائل میں یہ تعریف فرماتے ہیں
 وہی موافقہ اہل الخلاف فیما یدینیون بدیعنی اہل خلاف کے قواف
 انکو دینی امور میں حسب شمول شمول گنگا گنگا واس جہا گنگی جہا واسن دزاسی
 خیالی نفع کی امید پر کہ ذرا تقیہ و تکلیف ہوگی یا توڑی سی وہی ضرر کے اندیشہ سے اگر خارج
 تو اس کے محافل میں جا نہیں سکتا معاذ اللہ بجا مذخوشنودی قوم سر پا یوم المہیت عنوان اللہ
 علیہم کے جناب میں بے محابا گستاخان کرنے لگے اور اگر کجا اس اہل سنت میں شریک
 ہوئی تو نزعی اعلاء اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان فرماتے لگے اور تقیہ حرام
 وہی کہ جو شیعہ کہہ کر اہل علیہم السلام (حاشا ہم) کی جناب پاک کی طرف منسوب کرتے
 میں چنانچہ کہتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ
 انکو کچھ خوف نہ تھا خلفاء رضوان اللہ علیہم سے بیعت کر کے تمام عمر سرفروشا ہی
 کلمہ پڑھتی رہے بلکہ انکی انتقال کے بعد بھی بیان فضائل و محاسن کا ورد رہا ہمیشہ
 باہم شیر و شکر ہے جمعہ جماعات و اعیاد اونہیں کے عجیبی ادا کرتے رہے۔ اکثر
 سائل خلفاء کی رعایت سی انکو موافق خلاف حق لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرتے رہے
 غضب خلاف وارتدادیت پر اسی تقیہ کے بدولت چون و چرانہ کی قرآن کی تحریف
 پر صبر و سکوت فرمایا جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلے قرآن منزل میں اسما صفحہ کائنات
 سحرگم ہو گیا۔ غضب مذکور پر نہ بولے معاذ اللہ تذلیل المہیت ہوئی اور حضرت سید
 مظلوم رضی اللہ عنہا پر حسب بقریح علماء قوم کیا کیا جور و جفائیں گزریں اور خبر ہوئی
 علیہ القیاس جبکہ تفصیل سے اہل ایمان کے بدن یر بال کہہ رہے ہوتے ہیں۔
 بعد اوسکے خلیفہ ثانی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ اسی تقیہ مشورہ کی بدولت خلعت
 خلافت نبوت جو نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانوں کے حقوق
 کی جوابدہی اور ذمہ داری اوسکو سہ تہ منوط ہی اپنی اوپر سے اوتار کر بنعم شیعہ ایک

کا فوکو پہنا دیا اور اس کو حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو بیٹھی اور لوگوں کو گراہی میں چھوڑ دیا
 علاوہ انہی آٹھ ائمہ کرام رضائے تو خلافت کا نام تک بھی کہی نہ دیا اور آخر میں خاتم
 سلسلہ امامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ شرمین راے
 عین بیت کبریٰ اختیار فرمائی کہ صد ہا برس گزر گئی اور شیعیان پاک منتظران قیامت کے
 جانیں لبون پراگبین سیکن حضرت اپنی جمال جہان آرا کو ششاقان زیارت پر
 جلوہ گر نہیں نہ ماتے۔ پہلے کچھ دنوں سلسلہ سفارت و خط و کتابت رفات جاری
 اب وہ ہی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہ خبر نہ ہو گی کہ اس زمانہ میں علاوہ اس کے کہ خواجہ
 و نواصب کا وہ زور شور نہیں رہا کتنی جگہ جان کا خوف اونکو نہیں ہے کیا مہدی
 سودانی کا حال معلوم ہو کر ہی آپ کو اس میں کچھ شک و تردد ہی رہا ہو گا یہی فرض کیا
 لہذا خوف کی بجگہ ہو ہی سہی اور کوہ الہند لکھنو وغیرہ کا اخلاص و ایمان قابل اعتماد نہ ہو
 لیکن اگرچہ نہیں تو بلا دہشتیں ایران ہی میں ظہور فرما کر اظہار دعوت حق فرمائی جہاں لاکھوں
 مخلصین کچھ فدائی ہیں اور جانبازی کے لئی تیار و مستعد بیٹھی ہیں مگر یہ کہ ہندو ہی
 اس میں سحر ہے جس کو دریافت حقیقت سے عقل و مہین کوتاہ و قاصر ہیں سچا کہ
 نہایتان عظیم اور بجل اللہ و قوتہ اس تقیہ کذیبہ کا ابطال آیات قرآنی و احادیث نبوی
 اور قصص انبیاء سابقین اور اقوال و افعال جناب ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم سے
 مثل آفتاب رقعہ التہار ثبات ہر آیات قرآنی سے ایک آیت مع اوس تفسیر جو کچھ
 صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی ملے گا نقل کرتا ہوں تا فرین اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں۔
 اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَقَّعْتُمُ الْمَلَائِکَةَ طَالِیْنِ اَنْفُسِهِمْ فِیْ حَالِ ظُلْمِهِمْ اَلْفَسْهَمِ بِتَوَکُّ
 الْحِجْرَةِ وَ مَوَافَقَةِ الْکُفْرَةِ قَالُوْا اِی الْمَلَائِکَةُ تَوْبِیْنُ اَلْهَم فِیْمَ کُنْتُمْ مِّنْ اَمْرِ
 لہ۔ جو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کی سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں و رشتی ذمہ
 جان کا توفیق از روی تو بیخ اس پر چہ بین کیوں ! امور دین میں تہہ را کیا حال تھا ؟

قالوا لکما مستضعفین فی الارض یستضعفنا اهل التبرک بالله فی ارضنا
وبلادنا بکثر عددهم وقوتهم ویمنعوننا من الایمان بالله واتباع رسوله
اعتذروا بما وجوبه لضعفهم وعجزهم عن الحجرة او عن الظهار الدین
واعلام کلمته قالوا ای الملائکه تکلذبنا لہم التبرک ارض الله واسعة فہما
جہان فخر جو امن ارضکم وودو کم وتعارقوا من یمنعکم من الایمان الی
قطر اخر کما فعل المهاجرون الی المدینہ والحجۃ فاولئک ما وہم جہنم
وسائت مصیرا و فی الایۃ دلالت علی وجوب الحجۃ من موضع لا یمکن

الرجل فید من اقامۃ دینہ وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فرید ید من
ارض الی ارض وان کان شبرا من الارض استوجب الجنة وکان رفیق
ابراہیم و محمدؐ انتمی ملتقطا۔ اہل النساء اس آیت شریف کو اور اسکی تفسیر کو
مع آیات ملتئمہ کے ملاحظہ فرمائیں اور حقیقت تقیہ پر قوت و اطلاع حاصل کریں
اگرچہ جبکہ بہت بحث کی گنجائش ہے اور اس تفسیر سی بہت عقیدہ حل ہو سکتی ہیں جو
تغویل اس مسئلہ پر اکتفا کر کے اور ضامین سبب کو اذعان صافیہ ناظرین پر حوالہ کر کے

لے تہ جواب دہ ہیں کہ ہم تقیہ مند تھے۔ یعنی ہماری ناک یا ریشہ شرک لوگ تھی انہوں نے اپنی قوت اور کثرت
تعداد کو سبب بنا لیا تھا اور خدا تعالیٰ پر ایمان لگا اور رسول کی پیروی کرنے سے کماؤ کو تہی بلکہ ہمیں و مرنش کے جواب میں
خدا تعالیٰ کے چونکہ ہم غلو پر بہت تھی اس لیے ہجرت کی انہارین اور ہما کلمہ حق مکر کو رب و ربی لکھو چاہا کہ کچھ کسی نے
کیا خدا تعالیٰ کا نیکو اتنا فراع نہ تھا کہ تم ہانس ہجرت کر جاؤ اور اپنی وطن اور گھر پر چل نکلتی اور جو لوگ تم کو ایمان لائے وہ کچھ
وہی قطع تعلق کر کے کسی اور طرف کا ریشہ جیسا کہ اہل بدوگ نے منہ اور ملک مشین طریت نکال کر۔ پس یہ لوگ کہہ چکا کہ ما دوزخ ہو
اور یہ بہت بڑا گشت ہی پس یہ آیت صاف دلالت کرتے ہو کہ جب کسی شخص کی مجاہدہ پر دین کا قائم نہ ہو تو وہ کسی اور ہتھم
چھوڑ دینا واجب ہے۔ اور آخرت پر وایت ہو کہ جو شخص اپنی کوشش اور لڑائی کے بعد اور جگہ ہجرت کرے اگرچہ پیافیت ایک ہی
بالت کی کہ وہ نہ۔ اور اس چہنٹ جب ہو جائے اور ہر ہیم محمدؐ کا رفیق بن جانا ہے۔۔۔

اگر چلتا ہوں احادیث نبوی سنی علامہ باقر مجلسی سید اول سجادین نقل کرتے ہیں
 ابن یزید عن محمد بن جہور القمی رفعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم
 یفعل فلیر لعنة اللہ۔ ابی عن عبد اللہ بن المغیرۃ و محمد بن سنان
 عن طلحہ بن زید عن ابی عبد اللہ عزاباؑ علیہم السلام قال قال علیہ
 السلام ان العالم الکاتم علمہ یبعث انن اهل القیمۃ یرحبا تلعنه کل
 دابة حتی دواب الارض الصغار۔ یہ روایات صحیح مطبوعہ تہذیبیہ اور علمائے شیعہ جو
 کچھ ان روایات میں تاویل فرما کر منسوخ و تحریف کرتے ہیں اور کہتی ہیں کہ مراد اسوایہ و
 تہذیبیہ کے ہے وہ برومی عقل و انصاف ہرگز قابل قبول نہیں اقوال و افعال ائمہ کی تفصیل نقل
 موجب تطویل ہو سکتی اور ہمیں یہ قدر قلیل کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں بہت سی اقوال مطبوعہ تہذیبیہ
 بیچ البلاغۃ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں اور ہمیں سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو
 بیچ البلاغۃ میں شریف رضی نے نقل کیا ہے لکھتا ہوں ومن کلام لہ علیہ السلام
 لما عرفوا علی بعت عثمان لقد علمت انی احق بہا من غیرہا واللہ لا سلمن
 ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ۔ اس قول سے صفات
 ثابت ہی کہ جناب نے تسلیم و انقیاد خلیفہ کا اوس وقت تک قبول کر رکھا ہی جب تک
 کہ مسلمانوں کے امور سلامت ہیں اور سوائی ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم و جور

۱۰ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں عالم کو چاہی کہ
 اپنا عالم ہر کسی پر اگر ایسا نہ کرے تو اس پر لعنت ہو ۱۱۔ ۱۲ فرمایا علیہ السلام اپنے کو چھوڑا والا اور ڈھایا جائیگا اہل
 قیامت میں سب سے زیادہ بدبو والا سب جافور و پرفعت کرنے میں یہاں تک کہ زمین کے چوٹے چوٹے کیڑے ۱۳
 جب لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی سمیت کا قصد کیا تو اس وقت جو کچھ جناب امیر نے فرمایا اوس میں یہ کلام ہی۔ تم جان چکے ہو
 کہ میں اپنی غیر نبوتی بات نہ کہتے ہوں خدا قسم یہ سچ ہے کہ وہ کافر تھا کہ جس کو مسلمانوں نے اس پر ایمان دیا وہ کافر نہیں تھا میری

نہوا و جب یہ ہوگا یعنی مسلمانوں کے حقوق ضائع ہو گئی اور ان پر جو یہ ہوگا تو پرہیزگار
 و انقیاد و نرمی کا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشہ شیر و شکر ہی
 کہی مخالفت نہیں فرمائی اور میر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ ذرا نرمی اور رات
 نفرمائی اول ہر طرح ہمائش فرمائی یہاں تک کہ آخر کار قتل و قتل سے ہی دریغ نہیں
 فرمایا اگرچہ کامیاب ہوئی اور قتلہ فرود نہوا وغیرہ کہ یہ قول اور یہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا
 میر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ میر معاویہ رضی اللہ عنہ
 سے مناقشہ نہ فرمایا لیکن نرید پلید جو آپ سے صرف بیعت کا ہی خواستگار تھا آپ نے
 ہرگز اس کی بیعت کرنا قبول نہ فرمایا اور آپ نے تلت اور اس کی فوج کی کثرت سے ذرا اس
 لکھا اور اپنے آپ کو اور جو انان اہل بیت کو طمع تیغ بے دریغ کر کے شربت شہادت پہنچا
 فرمایا اور سچ کی ایک فرض نہ رہی کہ جو تفسیر ہی تیغ و نباد سے اوکھاڑ دیا۔ یہ مقام استر
 ہی اور طول کا ہی اندیشہ ہی اسلئے ہم لبط و تفصیل سے عرض نہیں کر سکتے غرض یہ تفسیر
 جو مختلف فیہا میں الفریقین ہی اور جبکہ اہل سنت و جماعت کا نشان کہتے ہیں نہ تو یہ
 دساریض کجا تو یہ اور کجا تفسیر کجا یہاں و کجا اسماں۔ اہل سنت کے یہاں اکثر
 عزوات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہی اور تو یہ میں امر و مہین و
 ذو جہتین بضرض ابہام مقصود اور ابہام کلمات مقصود کے استعمال کیا جاتا ہے اور
 نہ لکھتا تو تو یہ ہی نہیں ہے چہ جائیکہ تفسیر مجرب ہو پس حضرت مجیب جیسی مدعی انصاف
 سے نہایت مستجاب ہے کہ ایک ذکر لایعنی لکھ ڈالا اور یہ خیال نہ فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں
 اور یہ نہ سوچا کہ میں انصاف کا دعویٰ ہی اسی تحریر میں کر چکا ہوں اگر کوئی ان کو
 جمع کرے گا تو کیا کہیگا۔ پہر اب ہم ان تحقیقات پر اپنی عجیب لیبس کر کیا انصاف کی
 اسیر رکھیں۔ اگرچہ تو یہ میں بحیثیت جواز ضرورت و عدم ضرورت و دینو مادی
 میں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج سہل و سہل ہیں مہذا تحفہ کی دہما

میں جو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ الغیر نے توریہ اپنا غیر معمولی تحریر فرمایا
 علاوہ اور مصالح کے ایک یہ بھی ضرورت اس طرف داعی تھی کہ اس زمانہ میں شیخ
 کا نہایت زور تھا اکثر بڑی بڑی فوجی منصب دار و رئیس منصب ہو تے تھے چنانچہ تقریباً اسی
 زمانہ میں حضرت نرائن پور جہان رحمتہ اللہ علیہ بدون اسکی کہ کوئی گناہ مستوجب قتل
 اور کسی سرزد ہو چکا تھا اور انکی دست بندی سی ٹھہرنا اچھل کر شربت شہادت نوش
 فرما چکے تھے اور اسکا کچھ تدارک و انتقام نہ ہوا تھا تو ایسی طوفان بے تمیزی کے وقت میں
 اگر یہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال
 کا یقین تھا اور اس فتنہ کی آتش کا شمارہ صد ہا خانان کو خاک سیاہ کرنا۔ اور بعض ارباب
 اسی زمانہ میں بارادہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں ہی آئے لیکن حق تعالیٰ
 نے اپنے فضل سے محفوظ رکھا اور انکی شر کو دفع کیا یہ قصہ کچھ بیت پرانا نہیں ہے
 اگر آپ تحقیق فرمائیں گے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہی بے تحقیق اعتراض کرنا اسکی
 ادعا کی انصاف پر زیا نہیں ہے اور انگیزی عملداری اور انتقام کو ملحوظ اس زمانہ
 کی اس وقت کو انتظامی امور میں خیال کرنا سراسر خلاف عقل ہے کیونکہ وہ زمانہ
 ابتدا عملداری اور تسلط کا تھا اسوقت جس قدر مدارات و مراعات و اغماض ہوتی تھی
 اسوقت اسکا نام و نشان ہی نہیں بلکہ جو کیفیت قبل از غدر تھی وہ بھی اسوقت نہیں
 شخص جانتا ہے کہ انگیزی تسلط تدریجی ہوتا ہی آج کچھ ہے کل کچھ پس جن دو
 زمانوں میں تقریباً سو برس کا فصل واقع ہو گیا ہوا وہ ہیں کسی ایک کو دوسری پر قیاس
 کر کے ایک حکم کرنا کس قدر بعید از عقل و انصاف ہے اور منبہ نے جو اپنا نام نہیں لکھا
 اسکی وجہ یہ ہوئی کہ تحریر سامی میری پاس بالواسطہ آئی تھی مجھ کو معلوم نہ تھا کہ یہ میری
 صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیونکر رکھا ہی اپنی ہی طرف سے اپنے عمار سے نیکہ
 جواب دیتی ہیں یا وہ ہی جواب جیسے پیش کر دیتے ہیں اور نہ منبہ کو اس شرط کی

اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تحریر میں کیا نام ہوگا تو آپ اس تحریر کو قبول فرمائیں گی اور کچھ
 نام آوری ہی مقصود نہ تھی تو میں نے خیال کیا کہ جواب عاری الزام سیرجی صاحب
 کی خدمت میں بھیج دوں پہراگی اور کمزور تیار ہی یہ جواب پیش کریں یا انکریں اور اگر
 پیش کریں تو خود جسطرح مناسب جہین پیش کر دیں گے تو نے تحقیق سے
 سائل سیرجی صاحب سلمہ اور مولوی ابوالطیب غفرلہ تھے اور انکو اس امر کی
 اطلاع تھی کہ یہ تحریریں عاجز کی ہی تو اس صورت میں نام نہ لکھنا نہ لوریہ ہے نہ تقیہ
 اصل وجہ جو کچھ تھی عرض کر دی اگر آپ کو اس میں شک ہو تو سیرجی صاحب سے
 دریافت فرمالیں۔ اب آپ اسکو چاہیں تو یہ فرمائیں باقیہ بنائیں انکی انصاف اور
 کی سب شایان شان ہی ہوگا اگرچہ شفیق کا وعدہ یہ تھا کہ مجیب کا ضرور نام ہوگا
 بلکہ اسی شرط پر مجسبی نام لکھو لیا تھا اور یہ اقرار تھا کہ اگر مجیب اپنا نام نہ لکھیں تو جواب
 نہ لکھنا مگر اب وہ ہی حیران ہیں اور کہتی ہیں کہ خیر گو یہ وعدہ وفا نہ ہوا مگر تو میری خاطر
 سی جواب لکھنے اقول پہلے گزارش ہو چکا ہی کہ انکی شفیق نے یا کسی نے مجھ کو آپ کے
 اس شرط کی اطلاع نہیں فرمائی ورنہ نام لکھنی میں کچھ تامل اور کچھ دریغ نہ تھا پہر یہ جو
 میر صاحب فرماتے ہیں کہ میرے شفیق ہی چاہو جو حیرت میں گرفتار ہو گئی اور عدم
 وفا وعدہ کو تسلیم کر کے جوابا جواب کے منتظر ہونے لگے سرسرفروشی اول
 اپنی شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپ نے شرط مقرر کی مولف جواب کو اطلاع دی ہو
 یا نہیں جب اسکو جواب میں وہ یہ فرماتے کہ میں اس شرط کی اسکو اطلاع دی ہے
 تو آپ نے دریافت فرمایا ہوتا کہ اوسنی نام لکھنی سے انکار کیا ہی کیونکہ احتمال ہی کہ
 نام لکھنا بوقت نقل سہوارہ گیا ہو اور اگر وہ یہ فرماتے کہ اس شرط کی اسکو
 اطلاع نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا ہوتا کہ اس شرط کو واپس بھیج دیا جی تاکہ وہ یا نام
 لکھی یا انکار کرے اور اگر یہ ہی ممکن نہ تھا تو بعد یہ ایک کاڑد کے آپ کے شفیق

دریافت فرما سکتی تھے کہ نام کیون نہیں لکھا اور عجب نہیں کہ میں اذکیو خاتمہ تحریر
اپنا نام لکھنے کے اجازت لکھ بیٹھا یہ موقع مرکزہ اسکے انکار کا تھا نہ اذکیو مبتلا حیرت ہو گیا
اور اصرار کیا۔ لیکن ان اصناف ادعا کا مقتضایہ یہی کہ بدون تحقیق بلا تفتیش اس پر
تقیہ کا حکم لگا دیا اور اس اذعان و یقین کے ساتھ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی
نازل ہوئی قولہ اگرچہ حضرت مجیب کمال علم و فضل کے مدعی ہیں حتیٰ کہ امتحان لنگر کو
مستحقین اقول میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہرگز مدعی اپنے علم و فضل کا نہیں ہوں بلکہ
تمام خاندان میں اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہیں۔ لیکن ان کا ہی بنظر حمایت
اسلام مخالفین کے زعم شکنی کے لئے مدعی ہے ہو جاتا ہوں اور یہاں یہ ایسا ہی مجبور
ہو جیسا کہ جہاد اعداء کے وقت پسندیدہ خداوند تعالیٰ ہی۔ اور واضح رہے کہ
امتحان لینی کے قصد سے جو ادعا کمال علم و فضل ستہا طو فرمایا ہے یہ شخص خوش
فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئے عرض کیا گیا تھا اسکو واسطی کمال علم
و فضل کی ضرورت نہیں اسلام کہ یہ دریافت کرنا کہ فلاں کتاب کا کون مصنف ہے اور
فلاں مصنف کی تصنیفات کیا ہیں اس کیسی بحال علم و فضل کی ضرورت نہیں ہے پس دلیل
و دعویٰ کو مثبت نہونی نسبت ادعا کمال علم و فضل سامی قابل تماشایہ جو عینال فرمائے
ہیں کہ ایک عالم ہماری مقابلہ میں ہر سکوت برب ہے سو بفضلہ تعالیٰ اس دعویٰ
کی صلیت عنقریب کشف ہوا چاہتی ہے قولہ اور بظاہر بڑی کروڑوں سید
منافروں میں قدم رکھا ہے اقول یہ کچھ طعن و تشنیع و شکوہ و شکایت کی بات
نہیں ہے حمایت دین اسلام بڑی کروڑوں مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی
حصہ ہی آخر یہ غم خود اپنے جواب میں تو اپنے ہی بڑا کروڑ دکھایا ہے قولہ مگر
ضعف تحریر میں سے ثابت ہی کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور طعن
تشنیع اور تہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض کیا اقول یہ حضرت کی فہم کی خوبی

جو آپ فرماتے ہیں کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ بھی تحریر فرمایا اور بخیر طعن و تشنیع تہذیب
 زبانی کے کسی بات کا تعرض نہ کیا ورنہ اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرماتے تو اوس میں اپنا جواب
 پائے چنانچہ اجمالی طور پر اوس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کی سامنی پیش کر چکا ہوں نظر
 انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جناب کو تو اختیار ہی چاہی مناظرہ کی نہت کشمکش تباہین یا
 گریز فرمائیں یا تہدید زبانی اور طعن و تشنیع تصور کریں مثل مشہور زبان کے آگے نہ کواڑ کھانا
 قول حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائی تحفہ اور کچھ سامان نہیں یہی چال چلی چاہی کہ
 وہ ہی امور جن کا تحفہ میں ذکر ہے اور ادھنیں ہی ادنیٰ زعم میں کچھ بحث ہو سکتی ہی اس ساجد میں
 چٹرنے چاہی اپنی میری وہی قول لئی کہ جنکی بحث تحفہ میں موجود ہے یعنی اول شراریہ
 ثلثہ است کی دلائل طلب فرمائی اقول یہ ہی حضرت کا تخیل محض ہے یا بذریعہ
 استعارہ طاق جھٹ کے معلوم فرمایا ہوگا کہ میں نے خیال کیا کہ میری پاس سوائی
 تحفہ کچھ سامان نہیں حالانکہ خود ہی ازالہ ادھنیں اور آیات بنیات کی میری پاس ہونیکا
 اعتراف فرماتے ہیں اور اس مرکب کا شیعہ کو بھی اعتراف ہی کہ ازالہ ادھنیں تحفہ سے ماخوذ نہیں
 اچھا پاس خاطر سامی مسلم کہ میری پاس سوائی تحفہ کوئی سامان نہیں اسلئے وہی قول
 لئی جنکی بحث تحفہ میں موجود ہے اور تحریر ہی ضعیف ہے اور لکھی پاس مواد تالیف ہر قسم کا
 موجود معادین متعدد ملکہ بدر بقصوی لیکن اگر یہ آپ کا زعم صحیح ہو تو آپ کو مبارک ہو جلد ہی
 فیصلہ ہو جائیگا آپ کو کچھ وقت ادھانی نہ پڑے گی پس ہی ایسا کہ بکھیر چکی کہ جسکے
 بحث تحفہ میں موجود نہیں اور میدان مناظرہ جیت لیجی۔ اور کوئی قول اپنے
 سوال میں ایسا بتلائی تو سہی جسکی بحث تحفہ میں نہیں ہے قول کلام حضرت
 کو حکم کی تعمیل کرتے ہیں اقول آداب عرض ہو قول کلام اور حسب وعدہ جواب کے
 منتظر ہیں اقول لیجے حاضر۔

تروید اصل جواب

قال انما فضل محب قال محب اللیب بسم الله الرحمن الرحیم وفضل علی رسولہ الکریم
 وعلی آلہ وصحابہ جمیعین۔ اقول۔ اس خطبہ میں یہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت و جماعت
 خصوصاً حضرت محب صحابہ کو آید یہ مقدم کرنا مناسب تھا نہ بالعکس کہ دیکھ
 بعد جناب رسول خداصل کے کل خلائق پر میں حیث الثواب لہ تہ تفضیل شخص
 کو ہی جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں جو اہلسنت کی معتبر کتاب ہی موجود ہے۔ فی فضل الشہر
 بعد نبی ابوبکر الصدیق ثم الفاروقؓ۔ انتہی اور حضرت محب کی خصوصیت کی جہی ہی
 کہ وہ خود ہی پرچہ میں تحریر فرمائی ہیں علی الخصوص خلفائے رضی اللہ عنہم کو
 اہلسنت نام است ہی باعتبار مرتبہ اعلیٰ وفضل اور ایمان میں ثبات و اہل اعتقاد کرتے ہیں
 الخ حالانکہ اسی عقائد نسفی بلکہ اور کتاب عقائد میں خلفاء اربعہ کی تفضیل ترتیب
 ذکر ہے مگر حضرت محب نے خلفاء اربعہ ہی نہ لکھا سہی مناسب تھا کہ صحابہ کو الہ مقیم
 فرماتے تاکہ زبان ساتھ قلب جنان کے موافق و مطابق ہوتے نہ یہ کہ دل میں
 کچھ اور زبان پر کچھ۔ **یقول العبد الفقیر لے مولائے** ہماری میر صاحب نے خطبہ
 ہی سی جو یہ بے سوچی سمجھی کلام و تردید شروع کی شاید اس سے یہ مطلب نکلا
 کہ چہال ہیں باعث فخر و تکیا می ہو۔ کہ میر صاحب نے بسم اللہ سے لیکر آخر تک کی تردید
 کروئی لیکن اہل علم و فہم کے نزدیک تو ایسی اعتراضات سے بچنا اہل اپنی نادانسی
 اور کم علمی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ
 تطویل لاطائل ہو کر بیان مقصود میں محال ہوتا ہے چنانچہ ہم نے اپنے پہلی تحریر میں ہی
 اسکو ترک کر دیا تھا لیکن بیاس خاطر حضرت مخاطب بحث لفظی کیجاتے ہے کہ اذکرک شہدا
 رفع واجبات سے ہے۔ پس واضح ہو کہ ہماری محب نے شہد و اعتراض میں
 مقدم لفظ آل کی نسبت لفظ صحاب پر مناسب ہونے کا حکم کیا ہی جو اذکرک کو مقتضی
 ہر اولت مقدم جو ذکر کی ہے مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہیں تاکہ زبان ساتھ قلب

اگر کسی آئینہ صحابہ نہ ہو

دجنان کے موافق ہو جائی زبان کا قلم کے ساتھ مطابق ہونا ضروریات دین کی ہی اور
 عدم التوافق نفاق ہے۔ بہر تقدیر اولاً میر صاحب کو ثابت فرمانا چاہی کہ عطف بالواو تیسرا
 ہی کو مستلزم ہے ہم اس کو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم کہتی ہیں کہ واو محض جمعیت فی الحکم کو
 مفید ہی چنانچہ واقفان فن عربیہ جانتی ہیں کہ کلام فصیح میں کہی تنزل اعلیٰ سے نازل
 کی طرف ہوتا ہی اور گاہی ترقی بہاں ہی اعلیٰ کی جانب کی جاتی ہی۔ قرآن شریف کی
 موضع متعدد میں جن تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو آپ کی اس دعویٰ کو بطل ہے
 آیہ و تلک جنتنا آئینا اخر چند آیات تک پڑھ جائی اور اگر یاد نہ ہو تو کسی حافظ
 سے پڑھو ایسی ہی یا قرآن میں دیکھ کر پڑھ لیجئے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پہلے سیدہ
 میں من کان عدو اللہ و ملکہ و رسلہ الخ پڑھ لیجی ثانیاً ہم کہتی ہیں کہ لفظ آل
 اصحاب کو ہی شامل ہے اور اوسکے مخالفہ مقابل نہیں اور کچھ ضرورت نہیں تھی
 کہ لفظ اصحابہ ذکر کیا جانا لیکن چونکہ اکثر حضرات مصنفین شیخ نے یہ طرز اختیار فرمایا
 کہ اصحاب کا ذکر خطبہ نہیں نہیں فرماتے اور شاید ان کا یہ جنمول اس وجہ سے ہو کہ انکی
 روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب میں سے کوئی شخص مصیبتہ تو درکنار رسوائی
 حضرت مقداد کی حصہ از تہاد سی ہی نہیں بچا چنانچہ اس جگہ ایک ہی روایت ہے
 اکثفا کرتا ہوں جناب قاضی صاحب شوستری مجالس المؤمنین میں تبدیل ذکر مقداد
 فرماتے ہیں دشمن ابوعمر و کشتی کہ از علماء امامیہ است کہ کتاب سما و الرجال بسناد خود
 از حضرت امام محمد باقر روایت نموده ارتد الناس الا ثلثۃ نفر سلمان و ابوذر
 و المقداد فقلت فہما قال کاں خاص حصۃ تہرجع قال ان اردت الذی لم
 یتک و لم یدخلہ متی فالمقداد۔ علی الخصوص حضرت مخاطب کی مذاق پر کہ
 سب اگر تہجد ہوگی مگر تین شخص تان ابوذر مقداد میں پوچھا اور غار فرمایا کہ وہ کچھ پر گیا تھا لیکن پھر لوٹ آیا فرمایا
 اگر ایسا شخص جیسا کہ کچھ شک ہو یا ہوا جسکی کوہ دل میں نہ داخل ہوا ہو تو مقداد ہے۔ ۱۲-

اوہوں نے تصحیح فرمائی کبھی مصیبت کرام ہونے سے بالکل خارج کر دیتی ہے چنانچہ فرماتے
 ہیں کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم اور خود اقوال
 و افعال صحابہ بلکہ خود صحابہ تحفہ کی تحقیق سے ثابت نہیں ہوتا سورہ جمعہ کے
 آخر کو ملاحظہ فرمائی۔ واذاروا بخبارہ اور ہوا انفضوا الیہا الخ۔ تو اس سے صاف
 ثابت ہوا کہ مصیبت کرامت کی بالکل خلاف ہی تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہویں اور
 جبکہ صحابہ کرام کا وجود ہی تحقیق نہوا تو شاید یہ سبب بھی مصنفین شیعہ نے لفظ اصحابہ
 کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ صحابہ کو ترک کرتی ہیں تو وہاں خلافت
 مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک امر شیعہ میں تشبیہ لازم آتا ہے تو بغرض دفع
 تو ہم خلاف مقصود اور خدا را عن تشبہ بطور تخصیص بعد تمہیم کی لفظ اصحابہ کو ذکر کیا تاکہ
 فرضنا لفظ اول اصحاب میں تقابل ہے اور لفظ آل اصحاب کو شامل نہیں تاہم یہاں تصریح
 باطالع کیونکہ اگر خلفاء کو فضائیت حاصل ہے تو وہ فضل کلی ہے اور فضل کلی اعتبار
 تقدم فضل خبری کو مانع نہیں تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعث بار فضل خبری یعنی
 جنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ رابعاً یہ اعتراض بلا تدرک کیا گیا ہے
 اور اس دلیل دعائیہ مثبت نہیں اسلئے کہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب
 کو آل پر تقدم کرنا چاہی اور اسکی دلیل یہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کل خلائق پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل شیخین کو ہی
 اور ظاہری تفضیل شیخین تدرج تفضیل سبع اصحاب رضی اللہ عنہم نہیں پس اگر لفظ
 اصحابہ کا آل پر تقدم کیا جاویں تو موافق زعم سامی ہوگا ہی کہ سبع صحابہ اہل بیت
 و فضل ہوں اور حاشا کہ اہل سنت ایسا اعتقاد رکھتی ہوں۔ لیکن میں نہایت شغیب
 بلکہ ہمہ تن حیرت ہوں کہ جناب والا نے باہر ہمہ ادعائی انصاف و دانش
 جب اس خطبہ پر جو بظاہر نے مجسمہ مسلک سامی کے موافق تھا کہ اسمین لفظاً

تقدم آل کا اصحاب پر واقع ہے جو مقتضی تقدم تہی کو ہی از سر صحاب کا ہی ذکر کیا گیا ہی
 غایتہ فی الباب آپ اصحاب سے وہی اصحاب سمجھیں گے جنکو برخلاف مقصود آیات صحیحہ
 اپنی کی آپ نے کرام اعتقاد قرار کیا ہی اس جو میں خروش سے معترض ہیں تو اپنے جہوں
 علماء مصنفین پر جو قدیم حدیث لفظ آل ہی پر کثرت فرمائی ہیں اور گویا اصحاب کے ذکر کے
 خطیونین صلوٰۃ و سلام کے لئی قسم کہا کہ ہی کیا کچھ اعتراض نہیں کیا ہوگا اکثر حضرت
 شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہیں اور بعض حضرت جیسی ہماری محبت مخاطب شاید
 اس خیال ہی کہ مبادا کوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل اصحاب ہر دو ترک فرمادیتی ہیں
 اور بعض متشیب اگر کہیں اہستہ میں جا پھرس اور وہ ان تصنیف کا اتفاق ہوا یا با بس تسنن
 میں کوئی کتاب تالیف کی تو لابد اصحاب کا ہی ذکر فرمادیتی ہیں پس ہماری حضرت محبت
 فرامین تو سہی کیا کسی دایت میں اصحاب کرام پر تباہ صلوٰۃ و سلام بھیجی کے حرمت وار ہو
 ہی یا کہ سببی ائمہ رضائین ہی حضرات وغیرہ میں اصحاب پر صلوٰۃ و سلام کی ممانعت فرمائی
 ہی جسکی وجہ سے حضرات نے یہ عہد موثق باندھا ہی۔ ہنسی تو صحیفہ کاملہ کے روایت میں
 یوں پڑا ہے۔ **اللّٰهُمَّ وَاصْحَابَ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً الَّذِينَ أَحْسَنُوا الْقُلُوبَ وَخَفِضُوا**
تَعِیمَہی ملاحظہ فرما لیجے گا۔ اگر یہ فرامین کہ اصحاب کرام معصوم نہیں ہم عرض کریں گے
 کہ آل ہی تمام معصوم نہیں بلکہ صرف انکو نزدیک ائمہ علیہم السلام ہی معصوم ہیں۔ پس بخ
 اس امر کو اور کیا سمجھا جاسکتا ہی کہ اصحاب کے ساتھ بغض عدالت کی بیان تک نوبت
 پہنچی کہ حرف بوجہ ہستہ تک لفظ کی جو کہ لفظ اصحاب میں ہر اور بوجہ ہستہ لفظ اصحاب
 اپنی معتقد علیہ اصحاب کو ہی جنکو برخلاف روایات کرام اعتقاد قرار کیا ہی صلوٰۃ و
 سلام محروم کر دیا۔ باقی رہا یہ ارشاد تا کہ زبان ساتھ قلب جناب کے موافق مطابق
 ہو جائے نہ یہ کہ دلسین کچھ اور زبان پر کچھ یا تو اپنی مذہب کی ناواقفیت سے آیا
 لے اسی جرت یہ اصحاب محمد پر نام نہ کہ جنہوں نے اچھی مصاحبت کی۔ ۱۱

زیادہ تر اصحاب کرام خلافت میں

یا انصاف کا مقتضا ہی۔ ذرا حضرت کلینی کی روایت کو تو ملاحظہ فرمائی وہ حضرت امام
 ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں انکہ علی دین من کتمہ اعزہ اللہ
 ومن اذا عدا ذلہ اللہ۔ عن الامام۔ پس جب دین اسلام کی یہ حالت ہی
 تو زبان کا قلب و جنان سے موافق ہونا مخالف شرع اور حرم قرار پایا اور زبان کا دل سے
 مخالف ہونا اصول دین ہی ٹھہرا لگے یہ کہ حضرت نے اس میں ابھی تفسیر فرمایا ہو لیکن غالباً
 حضرت حکیم کتاب مسموم بخواتیم الذب نامور باظہار حق ہی اور حضرت کو تفسیر جائز نہ تھا۔ اور
 یحییٰ آپ کے شیخ صدوق اپنے اعتقاد یہ میں فرماتے ہیں۔ ومن ترکھا (اسی التفسیر)
 قبل خروجنا فقد خرج عن دین اللہ و دین الائمة و خالف اللہ و رسولہ
 والائمة۔ عن کاشف اللثام۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ ماوتیکہ ائمہ نہ خروج
 و ظهور و نفرا و دین کسی شخص کو اظہار اپنے معتقدات کا اور توافق قلب زبان پر گز جائز نہیں
 بلکہ یہ خدا تبارک و تعالیٰ اور ائمہ رض کے دین سے خروج ہے کیونکہ وقت ظهور امام تک زمانہ
 چلنے دین نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت ہی کیوں چھپی بیٹھی رہتے اور کیوں ظهور و نفرا تے
 پھر معلوم نہیں کہ ہماری حضرت مخاطبے خصوصاً اور تمام تکلمین شیعہ نے عموماً برخلاف
 فرمودہ ائمہ کے اپنی معتقدات کو کیوں ظاہر فرمایا کیا وہ اس وعید سے مستثنیٰ ہیں اور اگر خیال ہے
 کہ یہ حکم علم اور نادانوں کے لیے ہی ہے اور جو صنعت جدال مناظرہ سے واقف اور ادستگار
 مشاق ہوں تو وہ اس وعید سے خارج ہیں تو ذرا حدیث شیخ ابن بابویہ کو جو کتاب
 التوحید و نفی التشبیہ الحجیرین روایت کی ہے ملاحظہ فرمائی حدیثنا محمد بن عیسیٰ
 ال قرات کتاب علی بن بلال علیہ السلام علیہ السلام عن ابائک علیہم السلام
 انہم یمنون بوجہ شخص اس کو چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو غرق یگا اور جو شخص اس کو سید اللہ تعالیٰ اس کو سبیل کرے گا۔
 بر غرض ہمارے یہ تفسیر چھوڑ دیا وہ شخص شک اللہ کریں اور ائمہ کے دین سے کٹ گیا اور اللہ و رسول و ائمہ کا مخالف ہوا۔
 اسے عیب بن کر لیا کسی مینی علی بن بلال کا خدا علیہ السلام کہتے ہیں یہ کہ ہمارا تبارک و تعالیٰ اس کو سبیل کرے گا۔

و انھوں نے ان کو دین میں کھل کر کلمہ لکھا کہ ان کے دین میں

عن ابن بابویہ
 عن محمد بن عیسیٰ
 عن ابائک علیہم السلام
 انھم یمنون بوجہ شخص
 اس کو چاہا کہ اللہ تعالیٰ
 اس کو غرق یگا اور جو
 شخص اس کو سید اللہ
 تعالیٰ اس کو سبیل کرے
 گا۔

انھم یفوا عن الکلام فی الدین فتناول حولیک المسکمون بانہ انما فی
 من لا یحسن ان یتکلم فیہ فاما من یحسن ان یتکلم فیہ فلم ینہ فہل ذلک کما
 تاولوا ولا فکت علیہ السلام المحسن وغیر الحسن لا یتکلم فیہ فان اتہا کبر
 من نفعہ۔ عنک اسف اللتام اور ظاہر ہے کہ حقیقت کے ساتھ کلام مجاہدین
 شراب و قمار کی نسبت ارتداد و فساد ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ
 کَبِیْرٌ وَمَسَافِحٌ لِلنَّاسِ وَذَاتُهُمَا الْکِبْرُ مِنْ نَفْعِہَا مَا تَوْحَشَتْ اِیْمَانُ لَمْ یَسْأَلْ عَنْ
 دَرَبَابِ مَا نَفَعَتْ کلام کہ گشتہ اس آیت کی طرف اشارہ فرما کر کلام فی الدین کو نمبر شراب
 و قمار کی دفعوں اور نادفعوں کے لیے برابر خرام قرار دیا۔ اگر اس بارہ میں چشم دید روایات
 مطلوب ہوں تو سنی سلامہ مجلسی بجا الانوار کے جلد اول اب کتمان الخمر میں جو بیست و
 روایات لکھی ہیں اور بیس چند روایات شیطانیہ للناظرین عرض کرتا ہوں۔ عن
 عبد اللہ بن یحییٰ عن حریر بن عبد اللہ السجستانی عن معمر بن یحییٰ
 قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا معمر اکتما امرنا ولا تذاہ فانہ من
 کتمان امرنا ولہ بیعہ اعزہ اللہ فی الدنیا وجعلہ نور ابن عیینہ فی الامم
 لے کہ انہوں نے میں نے کلام کو مانتا رہا ہے میں نے کلام کو مانتا کرتے ہیں یہ تامل کی جو یہ مانتا کرتے ہیں
 وہی ہے جو چھپے ہوئے نہ ہو جو کہ کلام کو مانتا کرتے ہیں وہی ہے جو کہ کلام کو مانتا کرتے ہیں
 تو کیا میں ہی جو چھپے ہوئے نہ ہو جو کہ کلام کو مانتا کرتے ہیں وہی ہے جو کہ کلام کو مانتا کرتے ہیں
 کیونکہ اگر نفع ہو گا گناہ دن کے فائدہ سے زیادہ ہے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 سے روایت ہے کہ نہ دیا آئیے اے محمدؐ کے ساتھ کو پوشیدہ رکھو اور اس کو آشکارا کر
 پس جو شخص اس امر کو چھپائے اور اس کو بیلائی نہیں خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں غرت دیگا۔ اور اس کتمان
 امر کو نور بنا کر قیامت کے روز اس کی پیشانی میں رکھے گا۔ ۱۲-

انکار شراب و قمار کے چھپانے میں نام کی افواہ کی

حضرات شیعہ کے اکابر کا جو بزم ادنیٰ مختص صحابہ نہ تھی یہ حال ہی کہ امام کی نافرمانی کرین عالم نہایت
 کری پڑی انہار سے باز نہ آئیں اور ان ہی پر کیا منحصر صحابہ مقبولین نے ہی تو امام بلا فصل کے ساتھ
 میں طاعت نہیں فرمائی تھی تو یہ کچھ نئی بات نہیں مگر تعجب یہ ہے کہ باوجود ان روایات
 کی یہ حضرات یہ روایتیں ہی فرماتے ہیں عن محمد بن جہور القمی قال قال
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علیہ فان لم
 یعمل فعلیہ لعنة اللہ۔ پھر آپ فرمائی کہ روایات مذہب کی ہر سی زبان کا قلب و جان کے ساتھ
 موافق ہونا اصل اصول دین ہے یا مخالف ہونا اور زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے سے دین
 اسلام سے خارج ہوتا ہے یا مخالف کرنے سے فاعتبہ و یا اولی الابصار قال الفاضل بحسب
 ثم قال۔ اما بعد اندون ایک سوال مجرہ مولوی فرزند حسین صاحب اثنا عشری متعلق بحث
 امامت میری نظر سے گزرا اگرچہ پہلے اس مسئلہ میں اور اسکی تعلقات میں طرفین سے دفاتر سیاہ
 ہو چکی ہیں اور منور فضیلہ نہیں ہوا اور نہ جب تک فائدہ توفیق راہ ہدایت کی طرف کشان کشان
 لاوی اور عنایت خداوند تعالیٰ شانہ دیکھیری فرمائی تب تک فضیلہ ممکن ہے۔ اقول۔ مجہ
 جیسی پھر ان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرمایا محض تواضع و عنایت سامی ہی ہمنون
 ہوں واقع میں میں بجا پرہیزگار و فارسی خان ہوں ہرگز مولویت کی لیاقت نہیں رکھتا ان یہ ضرور
 کہ تہذیب تہذیبی مناظرہ مذہبی کا شوق رہا ہی کیسے طرفین کی کتابیں دیکھی اور بائیں ہنری میں
 لفظ مولوی اپنی نام کے ساتھ لکھا جانا ایک قسم کی ہنسی و استہزا سمجھتا ہوں ایسی آئینہ معانی
 کا خوان ہوں **یقول العبد الفقیر الی مولانا** اگر آپ اپنی اس پانچین
 سچی ہیں اور آپ محض فارسی خوان ہیں اور عبارات عربیہ گوئیہ سمجھ سکتی ہیں نہ ترجمہ کر سکتی ہیں
 تو ضرور کہ آپ اپنی تحریرات کے مواقع اعتراض جواب میں جو عبارتیں اپنی یا خصم کی کتب عربیہ
 سی نقل کرتے ہیں جنکا سمجھنا بجز استعداد علوم عربیہ کی نہیں ہو سکتا اور عبارات کی نقل
 اور ادن سے ہستہ لال کرنے میں اپنی مذہبی ایماؤں سے مدد لیتی ہو تو اگر آپ کی علماء کی

تو یہ بات کہ کتب کے دلائل میں

اعانت و امداد و سمین آپ کو شامل حال ہوگی چنانچہ اس قسم کی تحریرات و خطرات شیعہ کی ان بڑی
 کمیٹی ہوا کرتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں میری مخاطب و میری محبت متعرض آپ سے اس
 قوت اور تائید برادران ایمانی اور صلہ قادر و حافی کی ہوگئی جو شامل حال سامی ہی علیٰ ہذا جس
 عنوان سے میں آپ کو تعبیر کروں آپ اس قوت کی ساتھ ملکر معبر غنہ ہوگئی تو اگر میں لفظ مولوی
 آپ کو لینی اطلاق کیا تو خلاف واقع اور بجا نہیں کیا کیونکہ میری مخاطب محض آپ ہی نہیں ہیں
 بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہیں اور اس کی انضمام کے ساتھ بیشک آپ مولوی ہیں تو مجموعہ
 یہ لفظ مولوی حمل کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ تقویت و تائید عوارض خارجیہ سے ہے لیکن چونکہ
 بنیاد و ازم غیر منفک عن الذات ہے سلیبی اسکو و صفا ذاتی سمجھیں لیسی اسکو محض تو اضع
 اور عنایت تحسول فرمانا محض تو اضع و عنایت ہے ممنون ہوں۔ قول ہدایت کو لینی
 توفیق ایزدی درکار ہے مگر جس فرقہ سے یہ توفیق بہانہ سلب ہوگئی ہو کہ فرقہ ثانی کی کتاب کا
 دیکھنا اور سننا امور متنازعہ ہیں گنگو کرنا خصوصاً اشاعت صحابہ میں گناہ سمجھتی ہیں
 اور ان باتوں کو اپنی مذہب کا محل جاننے ہوں عالم سبب میں اس فرقہ کی ہدایت کی کیا امید ہے
 اقول اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ کو توفیق کے معنی اسی اثبات ثانی ہے۔ جناب میں توفیق کے
 معنی توجیہ الحساب نحو مطلوب الخیر میں اور خارجہ میں کہ میں مطلوب خیرت کی تائید
 مقید ہی جو بیان مفقود ہی مطلوب شرکی توجیہ سباب کو کوئی ناواقف ہی توفیق نہ کہیگا
 اور اگر خیر غرضی مراد ہو اور مطلقاً ہر ایک فرقہ کی کتابیں دیکھنا اور سننا امور متنازعہ ہیں
 میں گنگو کرنا اور اسکو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خواجہ کو بی جو کہ اپنی کتاب میں ملہبت
 بنوت کو سبب شتم کرتے ہیں اور سواد الوجہ فی الدارین کہاتے ہیں جیسا کہ حضرات شیعہ
 نے بے ہدایت کیا صحابہ کی یہ بھی و تیرہ اختیار کر رکھا ہی شدہ ہو کہ حضرات شیعہ
 کہہ سکتی ہیں کہ جس فرقہ سے یہ توفیق بیان تک سلب ہوگئی ہو الخ تو اس صورت میں
 آپ ہی اقرار سے ایسی در تمام شیعہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی متدین خیال نہیں

کر سکتا کہ خوارج کی کتابوں کا دیکھنا جنہیں معاذ اللہ المہبت اہل ہمارے رستمون کی توہین و تہلیل ہو
 مستحب و بموجب تواضع اگر ہماری محبیب بروی اپنی مذہب کے واقعی ایسا ہی اعتقاد کرتے ہو
 تو ہمیں بھی طبع فرمائیں۔ علیٰ ہذا القیاس یہود و نصاریٰ و مجوس ثبت پرست و غیرہ سب
 بمقام حضرت شیعہ کے اپنی اوں کتابوں کی نسبت جنہیں حق تعالیٰ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نسبت کلمات مقدسہ و نامنہ لکھی ہیں یہی ترانہ ہوگا پہرہ کچھ اسکا جواب حضرت شیخ خوارج
 وغیرہ کو دیوں یہی ہماری طرف سے یہی قبول فرمائیں اور اصل یہی کہ جس فریق کے نزدیک فرق
 ثانی کے پیشواؤں کی یہ کتاباں جو مذہب ہو اور اسکو عبادت و عقائد و کتب چون بلکہ اپنی پیشواؤں کو یہ کہنی ہے کہ ہر
 اور دینی کتابیں اس قسم کی مضامین سے مملو ہوں اور انکی بائیں ایسی کلمات کی خورگفتہ ہوں تو بیشک فرق
 ثانی ایسی لوگوں کی مٹنی اور انکی کتابوں کی دیکھنی سے کارہ ہوگا اور اجماع سمجھ گیا کیونکہ منہج مجاہد سے علاوہ
 اہل حق و قاعدہ ہی کہ جب حق منتفع و محقق ہو جائے تو مخالفین کتابیں بھی اسی مٹا اور متنازعہ فیہا
 میں گفتگو کرنے سے سود و فایز اذات بلکہ کیفہ و خطرناک ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک امر کی تہمت
 کی اور اسکو عقول فاضلین چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے وَمَا أَوْثَقْتُمْ مِنَ الْجَحِيمِ إِلَّا قَلِيلًا
 فرما کر پتہ دیا اور حاجب کلام میں مخالفین کے ساتھ اختلاف اور انکی دوستی اور
 موالات کی ممانعت فرمائی۔ اور جب اہل سنت اپنی مذہب کو منتفع و محقق کر چکے اور موافق
 کتاب و سنت پا چکے تو انکو کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ منہج تحقیق حق شیخ خوارج سے
 ملین اور انکی کتابیں دیکھیں اور اپنی بزرگوں کا سب و دشنام سنیں اور دیکھیں۔ ان کا منہج
 حمایت اسلام و تہکیت لائے انھیں غرض الازامت مخالفین دیکھتی ہیں اور متنازعہ فیہا
 میں گفتگو کرتے ہیں اور اسکو کلامی حرام نہیں کہتا بہتہ زمین اگر کچھ فرامین و اہل حق
 و نفوی فرامین سودہ خارج از قانون بحث ہو۔ لیکن طلب توفیق اوس فرقہ سے دیکھنا
 چاہیے۔ کہ ان اسرار کس درجہ تک ہو کہ جو عام سکر کتب الہی حق دیکھتی ہیں کتاب اللہ پرستی میں
 اور اہل انجیل نصیب نہیں ہوتی اور مراد مستقیم سے منحرف ہیں خدا تعالیٰ شانہ کے لئے

۲
 ۳
 ۴
 ۵
 ۶
 ۷
 ۸
 ۹
 ۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰

مستندین ہی بزرگبری تو اگر اس جیسی آنکو فخر سابقین کہد یا گیا قصد قدم و سبقت علم تقدیر
 آپ کی طرف نسبت کیا گیا تو کیا گناہ ہوا۔ حضرات تبعہ تو اس سے شریک الفاظ اپنی علامت
 تاہین لکھتی ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہرگز آپ اذکو دراز نفسی اور بد تہذیبی کے ساتھ
 تبیین فرمائیں گے حالانکہ ایسی کلمات مستلزم توہین الہست دائرہ زمین اور اگر زمین
 تابدل کر کے ظاہر سے نہ پھیرا جاوے اور مجازی معنی نہ لینی جاوے تو انشاء اللہ آپ ہی
 ادھر کفر کا فتویٰ دیویں۔ فہرست علماء مصنفین تبعہ میں جو اس وقت میری سامنی
 موجود ہیں لکھا ہی ومنہم السیخ امام السیعة معین الدین مسعود بن علی
 البیہقی صاحب کتاب سلوة السیعة وفيہ الادلة علی تحقیق امان الی طالب
 اب آپ غور فرمایا لیجی کہ اس شخص کو امام کی لفظ سی تعبیر کیا سی اور آپ جانتی ہیں کہ
 غیر امام کو امام کہنا شیعوں کی نزدیک ایسا ہی بڑا ہی جیسا غیر خدا کو خدا کہنا اور غیر رسول کو
 رسول کہنا تو معلوم نہیں اس قسم کی کلمات کو جو سوگند علامت کی نسبت کتب شیعہ میں
 بلا تکرار پائی جاتے ہیں ہماری حضرت مخاطب کفر و سنگداری سے قطع سمجھتی ہوں گی اور انکی
 تائید کو کس درجہ دراز نفسی اور بد تہذیبی سے مطعون فرماتی ہوں گی۔ حالانکہ جو کچھ
 معنی عرض کیا ہی وہ ان کلمات کا عشر عشر ہی نہیں۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتے
 ہیں کہ ایسی الفاظ اور انکی ترکیب جو اب کو خلاف تہذیب سمجھتی ہیں اور بخیر سکتا
 کچھ جواب نہیں دیتی۔ بھائیہ آپکی اس تسبیح کی حیرت و تعجب الگ ہے۔ کیونکہ
 آپکی اسی تحریر میں باوجود احوال تہذیب کی کوئے دقیقہ رفاق خلاف تہذیبی کا
 ادھا نہیں رکھا خوش گالیوں تک دروغ نہیں فرمایا۔ چنانچہ آئندہ جب جگہ ایسی کلمات
 آپ لکھیں گے اس جگہ اشارہ کیا جائیگا پر معلوم نہیں آپ نے تہذیب کس چیز کا نام
 لیا ہے۔ گر شاید آپکی نزدیک گالیان خلاف تہذیب ہوں اور یہ کلمات خلاف تہذیب
 نہ ہوں تو ہمیں کس طرح انہیں سمجھنا سیکھنا ہے۔ مگر یہ تو ثابت ہوا کہ ان کی طرف سے ہرگز

پہرہا میں ہمہ اگر ان کلمات کو آپ اسوجہی کہ خاص میری قلم سے نکلی ہیں مکر وہ اور خلاف
 تہذیب خیال فرماتے ہیں تو لہجہ میں معافی مانگتا ہوں اور ممنون ہوں کہ اسکی جواب
 میں آپ نے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجھسی آپ کے ساتھ برابری نہوسکیگی قال
الفاضل المحیط۔ قولہ۔ وہ یہی کہ اپنی سلسلہ شریعت کے تحریر فرما کر ادنیٰ
 نسبت دعویٰ فرمایا ہی کہ یہ شریعت دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اسکی بعد لکھا ہی کہ جو
 صاحب جواب تحریر فرما دیں اوکو چاہی کہ اگر ہماری شرائط کو رد فرما دیں تو محض لاسلم
 کہہ کر نہ مال دین بلکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ رد فرما دیں۔ اقول۔ اسلاف سے بڑے قدم
 رکھنی اور سابقین سے سبقت کا قصد کرنا جو یہ سبب تحریر فرمایا ہی سمجھتے ہیں
 نہیں آتا کیا حضرت مجیب ان شرائط ثلثہ کو میری ایجاد سمجھتی ہیں اگر انکا یہ خیال
 ہی۔ تو وہ شخص کی باب ہفتم کو ملاحظہ فرما دیں کہ صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شریعت
 امامیہ پر لے اسلیبی امامت میں لگائی ہیں کہ خلاف خلفائے ثلاثہ کو عین دعویٰ میں
 برہم کریں۔ کل علماء شیعہ کثر بحم اللہ فی البریہ یہی شریعت لکھتی آتے ہیں۔
 یا اسلیبی کہ مینی اوکو مدلل دلائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہی۔ یہ ہی حجت امامت میں
 شرح مفصل موجود ہے۔ یا یہ کہ دلائل نہیں ہو داب تحریر یہی ہی کہ اپنی دعویٰ
 کو درست اسکی دلائل نہ لکھیں مدلل دلائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجیب نے
 ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و خلفائے ثلاثہ کی تمام امت سے افضلیت کے دعویٰ میں تحریر فرمایا
 کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال ائمہ شہداء انکی مدائج میں وارد ہیں حالانکہ
 ایک آیت قرآنی اور ایک قول عترت ہی نقل نہیں فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے
 جو سبب میر سبقت وغیرہ کا لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا بقول العبد
 الفقیر الی مولانا میں آپکی ادعائی انصاف اور جہارت فن مناظرہ پر کہ تہذیب
 سن نہیں سے اسی میں منہمک رہی نہایت متاسف ہوں کہ ختم کا کلام بحسب مع

محملاً نہ نہیں سمجھ سکتی یا یہ کہ سمجھتی ہیں لیکن صرف بعض ایراد اعتراض کلام کی ادس
مختل سے انما من سرانی میں جس پر بار و قائم ہے۔ پس اگر اس کا نام انصاف اور سنا ظہر
دانی ہی تو دیکھی یا انصافی کیسی کچھ ہوگی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسلاف سے بیکر قدم
رکھتی اور با بتین سے سبقت کا قصد کر لے کے جو جناب کے کلام میں سے میں جنماں
پیدا فرمائی ہیں کیا بجز ادون جنماں سے گانہ کے اور کوئی احتمال دس کلام میں پیدا نہیں
ہو سکتا۔ کیا کوئی دلیل حصر عقلی یا استقرائی جناب کے ادس پر قائم فرمائی ہے ظاہر
تو یہ کہ محض زبانی دعویٰ ہے۔ نے بحقیقت دیکھی تو یہ تینوں احتمال غلط ہیں اور مدار
نقدم سبقت اس پر ہی کہ جناب کے اول تحریر فرمایا کہ یہ مدعا بدلائل عقلیہ و لفظیہ
ثابت ہے اور بعد اس کے لکھا کہ جو صاحب جواب تحریر فرمادین تو محض لائیں کہ
ثمال دین۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بنعم جناب یہ شرائط اس درجہ ثابت
محقق ہیں کہ ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور ضم کو بجز لائیں کے اور کچھ نہیں
آتا کہ یا اہلسنت آتشک بجواب شرائط لائیں کرتے چلے آئی ہیں حالانکہ اس قدر وسیع
مسد میں کہ جس میں مجال کلام کو بہت وسعت اور گنجائش ہی بلکہ اگر انصاف دیکھیں تو علماء
شیعہ اس مسد میں محض محتملات بعید از لفظ اور دور از عقل سے ہمت ہدلال کرتے ہیں
اور بجز دعویٰ کفر و ارتداد و کبار صحابہ و صحابہ جہین و انصار و ازواج مطہرات رسول کریم و گار ہما
الوہین کے اور کوئی مساع نہیں پاتے۔ تو ایسی سکہ کی نسبت اتنا بڑا کلہ کیا بہت
بڑی مقدم و غم سبقت کو مقتضی ہے۔ جو بہت سی اکابر شیعہ سی صادر نہیں ہوا۔
پس حضرت مجیب کا بہ فرمایا کہ میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سبب میری سبقت وغیرہ
کا لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا اب نہ قابل افہوس ہو اور یہ جو ارشاد ہے کہ وہ
تحریر یہ ہی کہ اپنے دعویٰ کو گو سر دست اسکی دلائل نہ لکھیں۔ لیکن مدلل دلائل لکھتی
ہیں الخ۔ یہ اور ہی طرفہ تماشا ہی کیون حضرت یہ کہان کا داب تحریر ہے کہ خاتم

دعویٰ پیش کرین اور اسکی دلائل ذکر نہ فرمائیں کوئی شخص مناظرہ میں بمقابلہ جزم دعویٰ
 ذکر کر کے دلائل کو برات عاشقان بر شاخ آہو نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ جزم
 اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ خود جناب کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ دعویٰ ابلا دینا مسوع
 ہی تو معلوم نہیں کہ یہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہے رہا یہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے ہیں
 چنانچہ حضرت مجیب نے خلفا ثلاثہ کی فضیلت کو دعویٰ میں۔ الخ۔ اور بندہ کو بھی اپنی خطا
 میں شریک کرتے ہیں یہ اوس سے ہی زیادہ عجیب و غریب ہے بلکہ حضرت کے مناظرہ
 دانی کی نہایت قوی دلیل ہے اس سے اہل فہم صاف سمجھ سکتی ہیں کہ آپ کو دعویٰ اور حاکمی
 دعویٰ میں امتیاز و تفرق نہیں ہے۔ اگرچہ میں کیا بلکہ ہر ایک شخص اہلسنت میں سے اس فضیلت
 خلفا و رضی اللہ عنہم کا معتقد اور مدعی ہے لیکن اس عبارت میں جبکہ جناب نے نقل فرمایا ہے
 میری طرف دعویٰ کو نسبت کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ سیاق کلام بصرحت دال ہے کہ یہ عبارت حضرت
 دعویٰ ہی بلکہ معتقد اہلسنت کو مبنی ہے نہ یہ کہ متکلم کے مدعی ہونے کو مثبت ہے پس حاکمی دعویٰ کو
 مدعی کہنا آپ ہی جیسی مناظرہ دان کا کام ہے تو اسلمی بندہ کو عدم سوق دلائل منفرہ نہیں
 حضرت نے ہی اگرچہ ابتدا میں اختلاف نقل کیا ہے جس سے شاید آپ کو بھی یہ شبہ پیدا ہو
 کہ ہم بھی مدعی نہیں اور حاکمی دعویٰ میں اور بندہ نے جو آپ کو مدعی قرار دیا ہے اسکو غلط اور
 خلاف مناظرہ سمجھیں لیکن اس قدر اور بھی خیال فرمائیں کہ آپ نے آخر تحریر میں یہ فقرہ
 تحریر فرمایا ہے (جو صاحب جواب تحریر فرمادین وہ ہماری شرائط کو بدلائل رد فرمائیں الخ)
 جس سے صاف ثابت ہے کہ انکی عرض محض نقل حکایت مذہب نہ تھی بلکہ آپ کو دعویٰ سے مقتضی
 تھا ایسی آپ کو مدعی قرار دیا گیا جو جناب نے بلا رد انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تامل نہ کریں
 تو سمجھ جائیں گی کہ میں اس خط میں آپکا شریک نہیں ہو سکتا۔ قول اللہ عنہما یہ شرائط ایسی
 متحقق ذوات ہیں کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو شرطین تو تسلیم فرمالین
 افضلیت خلفا ثلاثہ کا تقریر اقرار ہی اور رض کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ (یہ دعویٰ

کہ اصل سنت اس باب میں نفس کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں) اس سے بڑھ کر ہمارے
 کی تہلکوں کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اقول۔ کہان میں اہل علم و فہم انصاف جو ہر
 فاضل محبت کے انصاف و مناظرہ دانے کو ملاحظہ فرما دیں اور حضرت کی شرائط مثلاً کا ایسا کمال
 ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا بنظر قائل و کہیں اور اس میں ثبوت کی کیفیت
 نہیں۔ اگر حضرات کی پاس اس سے بڑھ کر شرائط مثلاً کے اثبات کے لیے اور کوئی حجت نہیں
 تو اس سے یقین کر لینا چاہیے کہ حضرات کی پاس شرائط مثلاً کا کچھ ثبوت نہیں ہے جناب
 میر صاحب میں نے اگر خلفا مثلاً رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا تصریحاً اعتراف کیا تو
 اس سے بموجب کس قاعدہ مناظرہ کی خلافت کی لیے شرائط الفضلیت لازم آیا
 اور اگر یہی یہ لکھا کہ یہ دعویٰ کہ اصل سنت اس بات میں نفس کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح
 نہیں تو یہ کیونکہ مستلزم شرائط نفس کو مواخذہ کے لیے ذرا تو سوجھی اور کچھ تو انصاف فرمائی
 کیا وجودی اور شرائطی متحد ہیں حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ یہی ہی کہ شرائطی
 جو بعض اعتبارات سے موقوف علیہ ہوتا ہی نفس وجودی سے ایک وصف زائد ہی اور کو
 متفرع ہی جیسا کہ اور اوصاف ہی متفرع علی الوجود ہیں اور جو خواہ عین ذات قرار دیا جاوے
 یا زائد علی الذات سمجھا جاوے ہر طرح منافیہ شرائطی ایسی کہ اتحاد ذات مع الوصف
 محال ہی اور اتحاد و وصفین متضادین ہی ممتنع۔ یا یہ کہ وجودی مستلزم شرائط کو
 اور یہی بدیہہ غلط ہی کیونکہ ملائکہ لازم باہمی منتفی ہی ورنہ لازم آوے گی کہ تمام
 صفات موجودہ فی فرد واحد کا اشتراط مسلم ہو حالانکہ یہ صراحتہً باطل ہے اس لیے کہ
 مستلزم بطلان تعدد دائمہ بلکہ انبیاء کو ہی لونی اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہری کہ تمام صفات
 موجودہ فی شخص قطعاً یقیناً دوسری شخص میں نہیں موجود ہونگی ورنہ لازم آوے گی کہ تمام
 متحدین ہو جائیں۔ پس جبکہ اتحاد اور مستلزم دونوں باطل ہو گئی تو شرائط کا کہان
 پس آپ دیدہ بصیرت و انصاف کہو لکھ ملاحظہ فرمائیں اور تامل کریں کہ یہ جو بختی فرما

اعتراف فضیلت خلفائے راشدین

کہ اس سے بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے صاف ثابت
 ہوتا ہے کہ آپ کو اعتراف ہی کہ آپ کی پاپس شرائط مثلاً ثبوت کی ایسی کوئی دلیل نہیں ہے پس
 جبکہ آپ کو شرائط کے دلیل ہونے کا اعتراف ہے۔ تو ہلکاؤ کی تردید کی کیا ضرورت ہے۔ اور آپ کا
 ان کی تردید میں دلائل کا مطالبہ سراسر بجا۔ **قال الفاضل المحیب** قولہ بیشتر علماء
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیسی۔ اقول۔ تین چار سطر پہلے حضرت
 تحریر فرما چکے ہیں کہ اس مسئلہ۔ اور اس کی تعلقات میں طرفین سے ذکر سیاہ ہو چکی ہے
 اگر عبادت ہمیشہ اعتراض کیا کیسی تو یہ دفاتر کس نے سیاہ کیے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفاتر
 سیاہ کیا کیسی اگر یہ ہی تو یہ طرفین کی قید زائد محض ہے اور یہ بھی وجہ میں نہیں آتا کہ تاقوت کیا ایک
 فریق کچھ لکھ دسکا مخالف فریق خود بخود دفاتر سیاہ کیا کریں ابھی کہ کلام میں یہ تینا قضیہ جب اصلی بحث
 شروع ہوئی تو دیکھی کیا ہوگا **يقول العبد الفقير الى مولاه** اے بھگوان ہمارے حضرت میرے صاحب ہمارے کلام
 میں وقوع تناقض کا دعویٰ فرمایا۔ اہل دانش انصاف اس کے ملاحظہ کریں یہی تکلیف فرمائیں اور ہمارے
 حضرت انجیب کو ان کے اعتراض کے دلدین اور وہ وہ آفرین احسن کا شور عرش برین تک
 پہنچائیں میرے صاحب میں تو آپ کی مناظرہ دانی کا قائل ہو گیا جو حضرت فرمائیں وہ بجا اور درست
 جناب میرے صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہے۔ بندہ کی عبارت یہی ہے۔ "پیشتر عبادت
 شیعہ کا یہ دیر رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیسی اور جب کبھی خدا نخواستہ جواب ہی کا
 موقع آپ آؤں تو شرگربہ لانے لگے اور ایسی تقریریں فرماتے لگی جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اس اردو
 عبارت میں ہمارے فاضل محیب نے غالباً لفظ اعتراض کو جو ہم نے باب افعال سے لکھا تھا
 اعتراض باب افعال سے سمجھا اور وقوع تناقض کے ہماری کلام میں مدعی ہوئی یعنی مانا کہ ہماری تحریر
 میں یہ نقطہ تاء افعال کے مسہورہ گئی ہوئی۔ لیکن یہ سیاق عبارت کیا چلا کر نہیں
 کہہ رہا ہے کہ آپ کے اعتراض کے کچھ معنی نہیں ہے۔ اور یہاں لفظ اعتراض ہی مناسب
 کیونکہ دو امر متقابل ذکر کیے گئے ہیں اول اعتراض دوسرا موقع جواب

وہی خاطر ہی کہ اعتراض جواب باہم متقابل میں اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت
 اعتراض کو ہی تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہی کہ پہلی جوبکہ لگایا تھا وہ لفظ اعتراض باب
 افتعال سے تہا نہ اعتراض باب افتعال سے تعجب ہو کہ آدمی بے سوچ سمجھے اتنا بڑا اعتراض
 کر دے اور سیاق و سباق عبارت میں تامل نہ فرما دے جب اردو عبارت سمجھنے
 میں یہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجھ سکتی ہیں۔ یہ اس فہم بزرگ نے
 میں کہ ہمیں مذہب حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مگر شاید آپ یہ
 عند فرامین کہ میں ایک ایک جملہ لیکر تردید کرتا ہوں اور جب مفسر جو جملہ سابقہ کا تمام ذکر
 حافظہ سے نکل گیا اور سوقت دوسری جملہ کی نوبت آئی۔ لیکن جبکہ ابھی سے فقہ
 و تحقیق حق اور مناظرہ والے کا یہ حال ہے تو جب اصل
 بحث شروع ہوگی تو اس وقت دیکھیں کیا ہوگا۔ قول - تعجب
 کہ اعتراض کی نسبت ہماری طرف کیجائے ہے۔ حالانکہ
 معاملہ برعکس اس باب میں سکوت اہل سنت کا مذہب جو نہ ہمارا۔ اقول - یہ دعویٰ ہے
 میں ہرگز آپ کی عسما کی طرف اعتراض سکوت کی نسبت نہیں کی۔ آپ نہ کی عبارت
 نظر تامل ہو کہ ملاحظہ فرمائیں گستاخی عاف مینی اور مستریر میں آپ کی عسما کی نسبت یہ
 عرض کیا ہی کہ حضرات موقع جواب وہی میں تقریرات لغو اور لا طائل فرماتے ہیں جبکہ
 نشانہ انیت و ابطال حق ہے یا قلت استعداد و قصور بلکہ اور اسکو اعتراض کے ساتھ
 تغیر فرمانا صحیح نہیں ہے۔ کما ان اعتراض کہاں تقریرات سقیمہ۔ ان آپ نے اعتراض اور
 سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا یہ صحیح ہے بیشک علماء اہل سنت اعتراض سکوت
 ایسی مواقع میں بسیار فرماتے ہیں جبکہ دیکھ لیتی ہیں کہ حضم رحمت تمام ہو گئی اور حق
 منکشف ہو گیا اور حضم حق سے دست بردار ہو کر پسر و جدال و منکارہ آگیا یا یہ کہ
 کا مبتدا میں عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ حضم حق صحیح اور قابل خطاب پہلی ہیں

عن عبد الله بن سنان قال اردت الدخول على ابي عبد الله فقال له من
الطابق استاذن لي على ابي عبد الله فقلت له نعم فدخلت عليه فاعلمته مكانه
فقال لا تاذن له على فقلت جعلت فداك انقطاع اليكم ولانكم وجدتم فيكم
ولا يقدر احد من خلق الله ان يخصمه فقال لي يخصمه صبي من صبيان الكناينة فقلت
جعلت فداك هو اجل من ذلك وقد خاصم جميع اهل الاديان فخصمهم فكيف
غلام من الغلمان وصبي من الصبيان فقال يقول له الصبي اخبرني عن امامك
ان تخصم فلا يقدر ان يكذب علي فيقول لا فيقول له فانت تخصم الناس من غير
ان يامر لك امامك فانت عاص له فيخصمه يا ابن سنان لا تاذن له فان الكلام والنظر
تفسد التينة ونحو الدين - پس جب آپ کی سوسن الطاق کا شہادت اٹام یہ حال ہے تو
دوسروں کو حال کو اسی پر قیاس کر کے اپنی دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب بتقضاء اپنی دین
دیانت والصفات کے فرامین ہماری عرض کرنیکی کچھ حاجت نہیں رہے قولہ
میں اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ اسوقت تک دوستم کے اہل سنت سے گفتگو کا اتفاق ہوا ایک
رجس سے رابطہ تعارف و شناسائی ہے اگر ایسی حضرات سے کہیں گفتگو ہوئی تو سوامی منہی

۱۵۰ کہ میں نے ابو جبرائیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ارادہ کیا۔ تمہیں اطلاع نہ ہو تھی کہ ابوعبید اللہ میری دہلی ہی تاجدار
(مفتوحہ دست کی) لے چو۔ میں نے اس کو کہا بہت چاہا۔ پس جب میں خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا
کہ میں نے اپنے ہر چہ کو آپ کو دیکھ کر اپنی کی اجازت سے دے دیا۔ عرض کیا کہ میری بھانجیا آپ نے ہمدردہ تو سب سے پہلے چاہا کہ آپ کی بھانجی
اور اس کا توتا آپ کی ساتھ ہی اور اس کا لڑا جھگڑنا آپ کی خاطر ہی اور نہ کہ ان غلطیوں میں کہ کسی مجال نہیں کہ جو اس کو شرمی نہ
ہو۔ اس پر تو ایک فصل کتب ہی غالب ہو سکتی ہے میں نے عرض کیا میری جان آپ نے چاہا ہوا وہ تو اس کو چاہا کہ جی ہی کہہ
اوتے نام نہ ہو بلکہ اللہ ہی صمد کیا اور وہ تو ہر دماغ ہو ایک نہ کہ اس کو نہ کہ غالب ہو سکتی ہے پس کیا اگر اس کو ایک نہ کہ چاہی گیا اہم
نہ کہ کوئی جگہ کا حکم نہ کیا تو وہ نہ کہ چاہا ہو نہیں باقی کیا اور اس کا کیا ہے چہ نہیں نہ کہ وہ نہ کہ ایک نہ کہ چاہا ہو نہیں باقی کیا
نہ کہ چاہا ہو نہیں باقی کیا اور اس کا کیا ہے چہ نہیں نہ کہ وہ نہ کہ ایک نہ کہ چاہا ہو نہیں باقی کیا۔

مذاق کے جواب نہیں دیا اور یہی فرمایا کہ مابین دوستی ہی اور دوستی میں مذہبی گفتگو بھی جا
 یہ گفتگو کی طرح دل دوستی نہیں ہی اگر انصاف مد نظر ہو۔ اقول نے واقع عوام کو یہی چاہی ہی
 کہ جب انکو نہ اپنی مذہبیات پر عبور نہ دوسرے مذہب کے اطلاع نہ مناظرہ جانیں نہ مباحثہ کے
 دھنگ سے واقف نہ اپنا جواب دیکھیں نہ دوسرے مذہب کی جواب کی صحت و غلطی پر متنبہ ہو سکیں
 تو وہ کیا مباحثہ کریں گے اور کیا انصاف کر سکیں گے پس ایسی لوگوں کو یہی چاہی کہ مذہبی گفتگو
 ہی پہنچتی کریں بلکہ انکو قطع تعلق دوستی کرنا چاہی۔ آپ ہی فرمائیں اگر ایسی صورت
 عوام اہل تشیع کو پیش آدمی تو علمائے شیعہ اسکی نسبت کیا حکم فرمائیں گے۔ ظاہر ہی
 کیا ترک تعلق کا حکم فرمائیں گے یا تقیہ کا حکم لگائیں گے۔ اور سنی کہندہ نے جو کچھ جواب
 متمہدین میں عرض کیا تھا کہ حضرات شیعہ کے عادت ہی کہ ضعف اہل سنت سے اختلاف
 کر کے مذہبی چہر چہاڑ کیا کرتے ہیں اور میری صاحب اس امر کے بادی نہیں ہیں
 اس معروض کے تصدیق خود حضرت مجیب کے اعتراف سے ہو گئی آپ فرماتے ہیں کہ اگر اس
 حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ دشمنی تھا تو انہوں نے ہنسی مذاق کے جواب نہ دیا
 بلکہ گفتگو کو روکا اور نہ کیا کہ دوستی میں مذہبی گفتگو سچا ہی۔ قی اللہ دوسری حضرت
 جنسی یہ رابطہ تھا اگر انکی کہی اتفاق ہوا تو یہ مطلق سکوت اختیار فرامی یا بدشتی جواب
 اقول۔ بیشک سکوت اختیار فرمایا ہوگا میں پیشتر گزارش کر چکا ہوں کہ بعض مواقع میں
 علماء اہل سنت اعراض اور سکوت اختیار فرماتی ہیں لیکن اسکو علامت عجز اور دلیل
 تسلیم سمجھنا غلط ہی اور جن حضرات نے بدشتی جواب دیا وہ بیاداش الکی دوستی اور تعصبات
 کی ہوگا۔ قی اللہ میرے ہمدی صاحب مولف آیات بینات کہ جب کلام کو ہماری حضرت
 مجیب پڑے فخر بیانات سے اس جواب میں نقل فرماتے ہیں جس زمانہ میں سزاورد میں
 تحقیق مدار تھی اور زندہ رویہ رہی تھا اور یہ رسالہ آیات بینات میری نظر سے گذرا تھا
 انکی خدمت میں ایک نیاز نامہ لکھ کر بعض مسائل میں گفتگو چاہی تھی مگر میرے صاحب صحت

مطلق جواب نہ دیا اور اعراض ہی فرمایا۔ اقول میں عرض کر چکا ہوں میری علیحدگی
 بیشک آپ کو جواب نہ دیا ہو گا۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو مخاطب صحیح تصور نہیں کیا
 اور قابل خطاب نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار کیا یہ محض جناب کا
 خیال ہی خیال ہر قول خدا ہی شہر میں مجھ سے تین حضرات تحریر
 گفتگو کر چکی ہیں اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی اقول ایسی ہی حضرات کی
 بی اعتنائی اور کم التفاتی نے آپ کے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا۔ اگر یہ حضرات توجہ فرماتے
 تو آپ کی ان دعوؤں کی کیونکر یہاں تک نوبت نہ ہوتی۔ پس آپ کی جواب سے اعراض ناظر
 وجہ قلت اعتقاد و مسائلات کی ہی یا اس وجہ سے ہی کہ آپ نے حسب عادت مطاعن و تعریضات
 تحریر فرمائی ہوں گی اور ظاہر ہی کہ ان کی جواب میں ایسی ہی کلمات الزام لکھتی تھیں تو عجب
 کہ وجہ استکراہ ایسی کلمات کہ اگرچہ الزام ہی تھی جواب سے اعراض فرمایا ہو گا۔ پس یہ
 جواب فرماتے ہیں کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس میں مفہوم ہوتا ہے کہ وجہ عجز جواب
 نہ دی کہ میرے غلطی کیونکہ ہر میدان تحریر ایسا وسیع ہے کہ اس میں کوئی شخص عاجز نہیں
 ہو سکتا کہ ضعیف قوی کچھ نہ لکھ سکی اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا حیا نہیں کرتا
 کہ کوئی مخالف اس کا معارضہ حقاً یا باطلا نہ کر سکی یہ آپ ہی کا عقیدہ ہے کہ علماء شیعہ کی کتاب
 اس وجہ عجز ہیں کہ ان کا معارضہ خارج از امکان ہے حالانکہ شہادت امام معصوم امام مشکین شیعہ
 حضرت مومن الطاق ایک طفل مکتب سے مناظرہ نہیں کر سکتی تھی اور وہ ان کو ساکت کر سکتا
 اور اگر آپ اس خاطر سامی کو تسلیم کر لیں کہ یہ سکوت عجز کی وجہ سے تھا۔ تو یہ بھی انصاف اور حقیقت
 کی بہت بڑی دلیل ہے۔ بخلاف حضرات شیعہ کے کہ ان کا یہ افتخار یہ ہے کہ انہی لغین کی
 تحریر کا برائی نام جواب لکھا جاوے حق و ناحق سے کچھ بحث نہیں ہوتی اور یہ بھی خاص
 اہل سنت کی تحریرات کو ساتھ معاملہ ہے۔ صدقہ تحریرین رضاری و منوود آریون وغیرہ
 شائع ہوتی ہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہی کہ سلسلہ آخر کہیں نہ کہیں منقطع ہو گا

پہرہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض ایہات ہر آخر علمائے شیعہ نے بھی تو اس سنت
 کی بہت کتابوں کے جواب نہیں لکھے ہر کیا میر صاحب اپنی علم کا عجز بھی تسلیم فرمائیگی
 یا این ہمد اگر ہماری فاضل مخاطب کے نزدیک اہل سنت کا سکوت اسی وجہ سے ہی کہ آپ کی
 اسناد لالات کا جواب نہیں دی سکی تو واضح رہی کہ اس صورت میں فاضل مخاطب نے
 خود رسول صلعم اور ائمہ رضی اللہ عنہم کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جہاں مناظرہ سے اس وجہ سے مخالفت
 فرمائی کہ مخالفین بنا انقضائے مدت حجت ملحقین کئے جاتے ہیں پس اگر حسب اعتقاد فاضل
 مخاطب مخالفین آپ سے اور آپ کے علمائے شیعہ سے ساکت ہوتی رہے ہیں اور ان کو جواب نہیں
 بن آیا تو معلوم ہوا کہ ان کو حجت ملحقین نہیں ہوئی اور ائمہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ ملحقین حجت کی بات
 فرمایا ہے معاذ اللہ دروغ ہر روایت کی الفاظ سنیں آپ کے علمائے مجلسی جلد اول بحار میں
 نقل کرتے ہیں۔ عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 ایاکم وجدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن جحمتا لی انقضاء مدته فاذا
 انقضت مدتها حرقہ فقتلہ بالنار۔ انتہی اس سے صاف ثابت ہوا کہ اعراض سکوت
 عجز کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ بھی تو بندہ بھی عرض کر سکتا ہی کہ اس شہر میں بندہ
 کی بھی ایک حضرت سید صاحب سے جو اس نواح کے مجتہد سمجھے جاتے ہیں تحریر ہی
 گفتگو ہوئی۔ اور تفسیری یا چوتھی تفسیر میں اوہنوں نے اعراض سکوت فرمایا
 تو حسب قاعدہ حضرت مجیب میں کہہ سکتا ہوں کہ آخر کو ان کو اعراض ہی کرتے ہیں کہ
 قولہ اب حضرت مجیب کی نوبت آئی ہے۔ اقول ویکہ یحییٰ۔ بدیت قیس
 اولاد سے کہہ دو کہ وہ اس شکل سے بستر ابا مذہ کے چل دیں میری باری آئی قال
 الفاضل المحجب۔ اقول۔ اور یہ کہی خدا انخواستہ جواب دی کا موقع پڑا

شیخ ابو القاسم محمد بن ابی اسحاق محمد بن ابی اسحاق محمد بن ابی اسحاق

امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جانا اپنی آپ کو بکشتہ ہونے کی خبر دی ہو کہ ایک مفتون نے جو
 اپنی مدت نامی کہ حجت ملحقین کی جاتا ہے اور جب تک مدت تمام ہو جائے تو ان کا فتنہ اس کو آگ میں جلا دیا گیا۔ ۱۲۔

تو شکر گریہ لانی لگا اور ایسی تقریریں فرماتے لگی جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اقول اس کے جواب میں
 بجز خاموشی کیا عرض کریں۔ سخت افسوس اور تعجب ہے کہ ابتداء ہی میں یہ تہذیب الفاظ اور
 سخت کلامی شروع ہوئی ہی خدا خیر کرے دیکھی آئندہ کہاں تک زہت ہو سکتی ہے
 ہنوز دہلی دور بہت گزر گئی صاف۔ اس قدر عرض کی بہ دن رات نہیں جاتا کہ آپ نے
 محض یہ ہی ایک اصطلاح سنی ہی ایک اور شتر غزوہ ہی تھوڑی اگر آپ جنگ جمل کے
 واقعات کو نظر غور و تامل انصاف ملاحظہ فرماویں تو دمان آپ کو بہت سی شتر غزوہ معلوم
 ہوں۔ **بقول العبد الفقیر الی مولانا سجاد ہامری حضرت میر صاحب**
ابو دواتر ام تہذیب اختیار سکوت کے جو چوچہ بہ عشتینعات و تقریضات لطیفہ
 کی پیرایہ میں ادا کر کے اپنی بزرگوں کے ارجح کو ثواب پہنچایا ہر کسی نصف سپہ پختی نہیں چاہے
 خواہش نفس مقتضی ہے کہ ہم ہی اس کی جواب میں کوئی ٹکسین نہ عرض کریں۔ لیکن چونکہ ہم التزام کر چکے
 ہیں کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب نہ کہیں لہذا ہمیں اس کی جواب میں سکوت کرتے
 ہیں۔ **قولہ مضحکہ اطفال** لکھا ہی واقع میں پروردگار طفل و جوان بالغ و نابالغ میں محققین کے
 نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہی۔ گلستان میں یہ فقرہ لکھا ہی۔ بزرگی بغفلت بزرگ
 ہیں جو فوہ اصول دین عین شل سے دست بردار ہو جاتی کہ حسن قبح عقلی کا قائل ہو وہ عقلا کی
 نزدیک مثل اطفال ہے اور یا ہر ہی اگر وہ عتلا کی باتیں نہ سمجھی اور نہ ہی قوم مذکور ہی۔
 بیعت نگویند از سر بار نیچہ چرنے و کران ہندی نگر و صاحب ہوش اس کا دوسرا شعر گلستان میں
 خود ملاحظہ فرمایا جیگا۔ اقول۔ اس قول میں ہی حضرت مجیب نے ہر طور سے تحریر کیا کچھ نہیں فرمایا۔
 چنانچہ اہل خرد سمجھتی ہیں مگر ہم حسب التزام خود اس سے اغماض کرتے ہیں۔ ہاں
 حسن قبح کی بحث جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اس کی نسبت ہم پر طعن کیا کہ ہم حسن و قبح عقلی
 قائل نہیں ہیں تو اسے بمنزلہ اطفال موعی۔ اس کی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خود
 کرتے ہیں کہ کونساں رد عقل و ترع سے دست بردار ہے۔ لیکن اقل ہم اپنی

فاضل مجیب ہی سے اذکوانکی الصفات و مناظرہ دانی کی قسم دیکر پوچھتی ہیں خدا کی لہر
 ذرا انصاف سے فرمائیں کہ بزم جناب جو فرقہ اصول دین جن عقل سے یہاں تک دست بردار ہو
 کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہ ہو۔ تو وہ آپ جیسی عقلا کے نزدیک مثل اطفال ہی تو اب
 فرمائی کہ جو فرقہ اصول دین میں شرع اور شارع سے یہاں تک دست کش ہو کہ حسن و
 قبح شرعی کا بھی قائل نہ ہو بلکہ خداوند تعالیٰ اور عباد پر اپنی عقول کو حاکم قرار دی تو وہ فرقہ
 شارع کی نزدیک کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہوگا بد اون عصیت جنت
 و بلاحا و خوش و بگناہ جواب عنایت ہو۔ اس سوال میں دو امر ذرا حیرت انگیز معلوم تھے
 عقل کا خدا پر حاکم ہونا اور عقول کا عباد پر حاکم ہونا سب ادا کوئی نادان تھا اذکوا اس عاجز کا اندر تصور
 کرے اسلمی مجب ملّا اذکوا ثبوت ضروری۔ امر اول عقول کا خدا پر حاکم ہونا۔ سوا اس کا ثبوت یہ ہے
 کہ ابن بطرحلی باب حادی عشر میں فرماتے ہیں۔ الخافس فی انہ تعالیٰ علیہ اللطف

السادس فی انہ تعالیٰ یجب علیہ فعل عوض الا لام الصادقة عند (الی قال)
 و یجب زیادہ علی الالم۔ اس سے بصرحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر حکم عقل لطف اور
 آلام کا عوض واجب ہے اور جب لطف اور عوض حکم عقل اور سپر واجب ہوا تو نزدیک لطف
 و عوض حکم عقل اور سپر حرام ہوگا اور ظاہر ہے کہ وجوب و حرمت کا حکم حسن و قبح کا حکم ہی تو اس میں
 سن اذکوا خداوند تعالیٰ نے حکم وجوب حرمت و حسن و قبح اور اس فرقہ کی عقل کا حکم ہے
 جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالیٰ پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی حکم ہوا۔
 سبحانک اللہم تا ذکر حق تبارک۔ امر ثانی عقل کا عباد پر حاکم ہونا یہ میرا بہت ہی
 کیونکہ جب سن و قبح عقلی ہیں تو حضرات کے نزدیک عقل ہے محض اور قبح ہی اور وہی
 موجب اور محرم اور مبیح ہوئی نہ ذات پاک خداوند تعالیٰ نے شانہ توجب عقل ہی موجب ہو
 لے پانچواں اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ پر لطف واجب ہے چنانچہ اس بیان میں کہ جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے منہ
 پہنچیں خدا تعالیٰ پر واجب ہے کہ انکی عوض میں (منہ کے ساتھ) کوئے کام کرے۔

اور وہی محرم اور صحیح ہوئی تو عباد مکلفین پر وہی حاکم ہوئی نہ شارع سبحان اللہ انہی سے
 قربان حسین خداتعالیٰ نے سنا کہ ابہر تہہ کہ عقل کا محکوم ہو اور عقل کا یہ تہہ کہ خدا تعالیٰ نے
 تمام عباد مکلفین اور حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہیں اور بحث کی بڑی
 گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اور عجالت وقت بہ کو خست نہیں دیتی عجلادہ ازین حضرت
 محیب کی کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائلین حسن قبح شرعی علی العموم حسن قبح عقلی سے
 دست بردار ہیں۔ اور یہ محض غلط اور افترا ہے منشا اسکا یہی کہ نہ اہل سنت کی کتابیں کہیں
 نہ اپنی ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمایا ہے کبھی یہاں لے اعتراض فرمادیا۔ یا یہ کہ باوجود قنوت
 کی انصاف اور عائشہ نے حضرت نہ دی ہوگی کہ حق لکھتی اور محض بغرض عسوم و شمول اعتراض
 بلحاظ پسد پیش عسوم کے پیرایہ میں ملحق کو آد فرمایا۔ ایسی باتوں پر اگرچہ ناواقف نازد
 افترا کریں۔ لیکن واقف تو ضرور زیر لب قسم فرمائیگی۔ لیجی ہم اسکا غلط ہونا کیسی متبرک کتاب
 لکھتی ہیں النافع یوم المشرق فی شرح الباب الاحادی عشرین صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔
 اعلم ان الفعل ضروری التصور وهو اما ان یکون له وصف زائد علی حدوثه
 اولاً التانی کحکۃ السامی والاول اما ان یعمل العقل من ذلک الزائد اولاً ولاولاً
 هو القیصر والثانی وهو الذی لا ینفرد العقل منه اما یتساوی فعله وتركه وهو المباح او
 یتساوی فان لرجح تركه وهو اما مع المنع من النقیض فهو الحرام والا فهو المکروہ
 وان ترجح فعله فاما مع المنع من تركه فهو الواجب او مع جواز تركه فهو المندوب۔
 اسے واضح ہے کہ نفس ضروری تصور ہے پس تو نفس کے وہی ایک یا دو صف ہوں جو ایک حد و پڑا ہوا نہیں۔ دوسرے صورت کی
 مثال یہ ہے کہ جیسے غافل شخص کی حرکت اور سیرت ادا میں تاوید ہوگا کہ عقل اسے نہ نہی نفرت کریں یا بلکہ کسی سادہ دل قبیح ہی
 دوم وہ ہی کہ عقل اس سے شغف نہ ہو۔ سو یا تو اس کا کرنا اور نہ کرنا سادہ ہوگا اور اس کو مباح کہتی ہیں اور یا سادہ
 ہوگا۔ پس اگر اسے ترک راجح ہو تو اس کے نقیض منوع ہوگی میں مطلقاً جہ نہیں کہ وہ مکروہ ہی اور اگر اس کا نفس راجح ہی پس تاوی
 اس کا منوع ہوگا پس وہ واجب۔ یا اس کا ترک جائز ہی پس مستحب ہے۔ ۱۲۔

اذا تقرهذه افا علم ان الحسن والقبه يقالان على ثلثه معان الاول كون الشئ صفة
 كمال لقولنا العلم حسن او صفة نقص كقولنا الجمل قبيح - الثاني كون الشئ ملائماً
 للطبع كالمستلذات او منافياً له كالآلام - الثالث كون الحسن ما يستحق على فعله الممدوح
 عاجلاً والثواب اجلاً والقبيح ما يستحق على فعله الذم عاجلاً والعقاب اجلاً ولا خلاف
 في كونهما عقليين بالا اعتبار الاولين واما بالا اعتبار الثالث فاختلف المتكلمون
 فيه فقالت الاشاعرة ليس في العقل ما يبدل على الحسن والقبه بهذا المعنى بل الشارع
 فاحسنه فهو الحسن وما فحده فهو القبيح وقالت المعتزلة والا ما صير في العقل ما يبدل -

على ذلك فالحسن حسن في نفسه والقبيح قبيح في نفسه سواء حكم الشارع بذلك او لا
 انتهى بقدر الحاجة - اس كلام سي جيباً به ثابت هو تباہی کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہو
 اس کی طرف یہ نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن و قبح عقلی کا قائل نہیں غلط اور تقریر
 اس طرح اس کلام سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے
 وہ علی العموم باعتبار تینوں معانی کے حسن و قبح کی عقلی ہونے کا معتقد ہے گو شرع
 سے ایسی دست برداری ہے کہ کسی اعتبار سے حسن و قبح میں شریعت کے حکم کو دخل
 نہیں ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن و قبح شرعی بعض اعتبارات
 معانے کو وہی حسن و قبح عقلی ہونے کے یہی قائل ہیں اور جامع بین العقل والشرع ہیں

اس پر جب یہ قرار پایا جاتا چاہی کہ حسن اور قبح کا اصل تین معنوں پر ہوتا ہو اول ہونا ایک شئ کا صفت
 کمال جیسا کہ علم حسن یا صفت نقص جیسا کہ جمل قبیح ہر دو معنوں کا کسی شئ کی موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلذات یا مخالف
 طبیعت کے جیسا کہ آلام سوئم حسن وہ ہر حکم کرنے پر مدح عاجل ہوا اور ثواب اجل - اور یہ سچ وہ جب کہ نہ توحید میں ہو
 اور خدا یا عزت میں ان پہلی دونوں صورتوں کے عقلی ہونے میں اختلاف نہیں ہے - اور دوم کہ نسبت منطقیں خداوند ہر چاہے شاعر کہتی ہیں
 عقل کے نزدیک ایسی کہ جو چیز نہیں ہے جو سطح حسن و قبح پر دلالت کر سکے بلکہ شرع جس چیز کو حسن ہے وہ حسن اور جو قبیح کہہ دے وہ قبیح ہے
 اور تیسرا کہ ایک قول ہے کہ عقل میں ایسی چیز جو ہر دکان کی ہر دکان میں ہے اور جس میں حسن و قبح نفسی ہر دکان میں ہے خواہ اس پر شرع حکم دیا یا نہ دیا

اور قائلین بے حج عقل کے اعتبار سے حق تبارہ شرعی کے قائل نہیں ہیں اور جب عہدہ
مسلمہ خود شرع ہو گیا بالکل مست بردار ہیں بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا نفع اور نفع بھی
پہچانیں ہر طرفہ تماشا یہی کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کی مجرب ہو کر عقل سے
بیزار اور دست بردار ہوتے ہیں اور شرع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ ادھر کے ہوتی ہیں
نہ ادھر کے ہوتے ہیں۔ شیخ علم الہدی امامیہ نے جو مسئلہ تفصیل انبیاء علیہ السلام کے من لکھا ہے
اور کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ مسئلہ۔ فی تفصیل الانبیاء علیہ السلام

علیہم السلام من املاء علم الہدی۔ اعلم انہ لا طریق من جهة
العلم والعقل علی القطع بقضل مکلف علی اخر لان الفضل المرامی فی
هذا الباب هو زیادة استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفة مقادیر الثواب
من ظواهر فعل الطاعات وان الطاعتین قد تساویان فی ظاہر الاھرام ان
زاد ثواب واحد علی الاخر زیادة عظیمہ واذا لم یکن للعقل فی ذلك مجال
فالمرجع فیہ الی السمع فان دل سمع مقطوع بہ من ذلك علی شئ عول علیہ
والا لکان الواجب التوقف والشک۔ اسمین علم الہدی نے صاف طور پر فرمایا
کہ عقلی احکامات کے ظاہر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسری مکلف پر دریافت نہیں کی جاتی
تو لا محالہ سوائے حکم شرع اور کو دریافت کی کوئی سبیل نہیں حالانکہ یہ حکم آپ کے عقل کے خلاف

سے مسئلہ فضیلت انبیاء کی ملائکہ پر حسب تخریر علم الہدی کے۔ جانتا چاہیے کہ علم عقل کے وہی ایک مکلف کی
فضیلت دوسرے مکلف پر قطعی طور پر دریافت کرنے کا کوئی طریق نہیں ہے کیونکہ فضیلت اس موقع پر مراد ہے
استحقاق ثواب کا زیادہ ہونا ہے اور طاعات کی ہری پر تباہی کتاب کی مقدار شناخت کرنیکی کوئی سبیل نہیں ہے۔ اور
اوقات اور عین تہ مبارک ہر کے سادی ہوتی ہیں اگرچہ ایک کا ثواب دوسرے کا ثواب سے کہیں بڑھ کر ہو
اور جب اس معاملہ میں عقل کو دخل نہیں تو ہستماع (شرع) کی لڑت جمع کرنا پڑتا ہے پس اگر سماع سے یہ معاملہ قطعی ہے
اس طرح معلوم ہو چکا کہ اگر ہر کتاب جائز ہے۔ روزہ توقف اور شک واجب ہو گا۔ ۱۲۔

لیجی شمع ہر دان دست برداری تہی عقل سے بیان بنیاری ہے تو ایسی نہ تو کو
 جو عقل و شمع دو نو سے دست بردار ہو آپ ہی فرمائیں کہ کیا فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے
 اور اسی کچھ پانچ سو ہزار نہیں اس قسم کے بہت سے افادات ہیں قال الفاضل المحمید
 قولہ - مناظرہ فریقین کے کتابیں موجود ہیں جکا دل چاہی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر
 الضاف دیکھ لیوی - اقول - واقع میں آپنی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر الضاف دیکھنا
 تو درکنار بغیر سہری ہی ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ہرگز ایسا نہ فرما۔ **بقول العبد الفقیر**
الی مولانا شمس الدین اگر نظر سہری کی طرف راجع ہے تو مسلم لیکن آپکو مفید نہیں
 کیونکہ باادفات آدمی نظر سہری میں حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتا ہے اور اگر
 نظر تامل اور نظر سہری دونوں کی طرف راجع ہے تو غلط ہی اور کذب - کاش جسعی دم
 ریت خیالی کے نفی کو علت نہ فرمانے کی شہادت دے گی - اگر دیکھ کو علت گذارش منظور فرماتے
 تو کس قدر موزوں اور قرین الضاف تھا - بندہ نے علاوہ اور کتابوں کے تشبیہ المطاعن کو بطور
 عاریت چند روزہ دستیاب ہوئی تھی ملاحظہ تامل دیکھا اور نیز ایک جلد عیقات میں سے مطالعہ
 کیا پس انکی کیفیت کیا عرض کردن اگر کچھ کہوں تو ڈرتا ہوں کہ مباد آپ اپنی مصنفین و مصنفات
 کی اہانت و تحقیر سے تباہ فرمائیں اور بندہ کو بد تہذیبی کے ساتھ مضمون کرین بہتر سے
 دُچ رہوں اور آپ میری اس سکوت سے یہ سمجھ کر دل خوش کر لیجیگا کہ ہماری کتابیں
 شکست میں - لیکن ان بقول شخصی سبلی راجحہ مجنون باید دید - انکو آپ کی آنکھوں سے
 نہیں دیکھا ورنہ جب سہری کو کہہ بلفظ ہرگز ضرر صادق آتا۔ **نشر** و عین الرضا
 من کل عیب کلیلہ و لکن عین السخط تمدی المساویا - حق لا تعجب
 کہ برسوں سے تحفہ کی جواب چیکر شائع ہو گئے - منشی الکلام کا جواب ادب کی مصنف
 کی ہی زمانہ حیات میں شائع ہو اسی اہانت کے عالم بلکہ خود صاحب منشی الکلام کی حیرت
 لہ اور ضامنہ کی آنکھ پر عیب (دیکھنی ہی) ضعیف ہے - لیکن عدالت کی آنکھ پر ایمان ظاہر کرتی ہے -

دہمت نہوی کہ جواب لکھتا تھا کسی اجوبہ اور ہتھکڑی کا جواب تو ایک طرف ہرگز
 آیات بنیات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور اس کا مولف زندہ و سالم ہے اذکی یا انکی
 کسی ہم مذہب کی طاقت نہیں کہ جواب کی جرات کرے! اینہہ پیر ایسا لکھنا حضرت
 مجیب کا ہی کام ہے اقول یہ محض حضرت کی وہی لن ترانیان میں جنگی نسبت
 پیشتر گزارش کر چکا ہوں درجہ حضرت کی ہلاکت کو تو کہی یہ جرات دہمت نہوی کہ مقابلہ
 اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ اپنی منہ سونکالین اذکا تو یہ حال تھا کہ ذرا ذرا سی حدیث کے
 جواب میں اذکر دل درجہ کمانہتی تھے مبتلا ہی حیرت و تشویش ہوتے تھے کف
 افسوس ملتی تھے پھر ونشی اپنا سر ہوڑنے کو تیار ہوتے تھے ونشی سبجان علی صاحب
 خط بنام مولوی نور الدین صاحب جو رسالہ الکاتبین میں درج ہے اور اس کا خلاصہ
 رانخاب آیات بنیات میں ہی نقل کیا ہے اسکی عبارت ملے قضا عرض کرتا ہوں خطا فرمایا
 اور سوچی کہ ایسی اکابر شکمیں شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باہم مخفی طور پر
 ظاہر کجاتے تھے ایسی تھے اور بندہ خیال کرتا ہے کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کی اپنی ناہم
 کچھ ہی نہ سمجھتی ہو مگر اس پر قیاس کر لینا چاہی کہ آپ کی دلی حالت بروی عقل و انصاف
 اہل سنت کے مقابلہ میں کسی کچھ ہوگی ونشی سبجان علی خان اپنی اس خط میں جو بنام مولوی
 نور الدین صاحب کے لکھا ہے لکھتی ہیں چنانچہ الی بے پایان از بودن سند حدیث اصحاب
 کا لجنوم در طرق شیعہ از تحریر خدام دریافتہ برداشتہ ام برائی خدا زود رفتی گردد کہ چاہو
 دہان سند پیدا کردہ و سرگاہ سند چنین احادیث اور طرق شیعہ یافتہ باز سر
 بکدام سنگ توان زد۔ بجواب اسکی جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل
 ملاحظہ ہو وہ تحریر فرماتے ہیں۔ حیرانی و تشویش سامی از بہر سیدن سند حدیث
 بخورم کہ ماصب را اتفاق افتادہ بجائی خود است۔ پیر اسکی کچھ بے تحاشہ تحریر فرماتے ہیں
 دہندہ را حیرتی کہ در خصوص ابن امیرت نہ از آن جہت کہ امر باقتدار فلان و فلان لازم می

بلکہ حیرت ازان است کہ بعد از احاطہ است بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و حضرت ارشاد
 این بنی کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و حذیفہ و مقداد و ابن مسعود بخود ہدایت اندہ کہ
 افتد کثیر راہ دین و نجات خواہید یافت و مہندی خواہید شد چہ محمل است کہ باشد و مزید
 حیرت آنکہ بعضی از علما می گویند کہ مراد اہل بیت اند و درین معنی بہ بعضی از اخبار و آثار
 کہ خلاف انرا شیخ ابن بابویہ غالباً در ہدایہ نقل کردہ تثبیت دارند و درین صورت قطع نظر ازین
 مخالفند کہ و حدیث اول ہم معارض میشود و الا باید کہ بزرگان قائل شوند یا نیکہ معاذ اللہ حال
 اہلبیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعی براہ اہداث و رد ثبوت و بعضی بر حال خویش
 راسخ ماندند و لم یقل بہ احد۔ الے قولہ۔ لہذا حیرت بندہ درین باب نسبت بحیرت جناب
 مضاعف خواہد بود سخت حیرتہ دارم کہ گھما می دست را بہم می سایم ارتقا و قلب جگر خدام بر جا
 خود است بقضای بشریت نمیتوان گفت بلکہ عین درد دینی است۔ انتہی۔ پس اس سے
 آپکی فہم در اوصاف کا حال بخوبی واضح ہر ازین حجب آپ محض فارسی خوان ہین تو انکو
 علمی احیاء علماء کی کیا تعلق اور آپکا قول اسباب میں بروئی اعتراف سامی عند العقلا
 کیا وقت رکہہ سکتا ہی غایتہ مافی الباب جو کچھ اس باب میں آپ فرما تے ہیں مختصر
 سنی سنائی باتیں ہونگی تودہ بمقابلہ معانیہ کے کیونکہ قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ پس اصل
 یہ ہی کہ وہ جواب ہی اس لائن ہین کہ علما انکو جواب کی طرف التفات فرما ہین
 فق لہ اگر حضرت اہل سنت ان کتابوں کا ملاحظہ فرما تے تو یہ کب ممکن ہتا کہ وہی باتیں
 جو تحفہ میں مذکور ہین در انکی جواب نہایت متانت سے مسکت خضم تحریر ہو چکے ہین
 بدون انکی رد کی جی چوٹے چوٹے دو دو یا تین تین خبر دیا کم و بیش کرسا تحفہ میں سے خلا
 کر کے شایع کرتے جیسا کہ یہ شیعہ و بدعتیہ دے وغیرہ حضرات نے کیا ہی اقول
 یہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متانت سے مسکت خضم ہونا محض خیال سامی
 واقع میں نہ اول میں متانت ہی نہ اولی اسکا ت خضم حاصل ہے بلکہ نے نفس الامر

متصف بصلحت ہی نہیں۔ اب اسکو آپ ملاحظہ فرمائیجئے کہ بندہ نے یہی تو جواب سوال کا
 انکی گمان کو موافق تحفہ سے ہی حاصل کر کے کچھ لکھا تھا پھر اسکی تردید میں جناب نے وہی
 نقل کیا ہوگا جو تحفہ کے جوابات میں ادن مضامین کے جواب میں درج ہے پس خود آپ
 لکھ دیا تو عقل و انصاف سے دیکھئی کیا اسکا نام تنانت اور اسکا ت حضم ہی۔ مثلاً
 الزام تحریف کے جواب میں آپ ہی تحفہ کے جوابوں کی نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کی
 روایات سی ہی تحریف قرآن ثابت ہی اور روایات اس قسم کی لکھتی ہیں کہ ان کے مصنف
 بقیۃ العرب بہ تنہا علیہ القیاس تمام مضامین کا یہ ہی حال ہے جناب اسکا نام جواب
 متین مسکت حضم نہیں بلکہ اسکو موت کی پنجہ سے جان چوڑانا کہتی ہیں۔ باقی اگر
 یہ جواب فرماتے ہیں کہ چوڑے چوڑے رسالے لکھتی ہیں۔ اور جوابات تحفہ کی تردید میں
 لکھتی۔ پس اسکا جواب پہلے معروض ہو چکا ہی کہ علماء اہل سنت امر مفروع عنہ کی طرف
 بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہیں ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسکی طرف توجہ
 فرماتے ہیں۔ جب کہیں علماء تبعیہ وہی اپنے پرانی اعتراضات جو تہذیباً و ادباً
 نقل کرتے چل آتے ہیں علماء اہل سنت کی پاس بھیجتی ہیں یا صغفار اہل سنت کی سنی
 فخر آیا اغوا پیش کرتے ہیں اور وہ ادن اعتراضات کے جواب کے لئی اپنی علم کی طرف
 رجوع کرتے ہیں تو اسوقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطل الاعتراضات الزام تحقیقاً
 تحریر فرماتے ہیں جو کمال البصر انصاف پسندان روزگار ہوتا ہی۔ ہاں اگر جوابات تحفہ کا
 مسکت حضم ہونا اس اعتبار سے آپ فرماتے ہیں کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنی جواب میں
 کہ اوہن مضامین انصاف آمیز حق سے عاری اور انصاف سے خالی اور تقریرات باطلہ اور غیبا
 لاطالہ نہ کو رہیں اور اس پر سے مخالفین کو مسکت ہیں اور ضرورت جواب نہیں تو مسلم لیکن
 آپ کو کچھ غیہ نہیں اور اگر اس سے ہمارے مسکت حضم میں کہ اوہن ایسی مضامین عالیہ حق
 صحیحہ مذہب میں کہ اوہن نہ جائز گشت نہادن باقی رہے اور گفت و شنید

اور تحفہ کو کسی استدلال کو ہر ایک مجتہدِ سالم باقی نہیں چھوڑا تو غلطی کیونکہ ادل جواب تحفہ کا
جو نام نہ لکھا گیا ہے جب یہی نہایت متین اور مستحکم حصہ اور غایت درجہ شدہ اور شاد و جنتوا
دستیفا کو متضمن ہے چنانچہ ہماری حضرت عجیب ہی فخر اوسمین سے نقل کرتے ہیں
جبکہ کیفیت اپنی موقع پر واضح کیا گیا ہے اس کے بعد اس تھوڑی کی کیا حاجت تھی جو
مناظرین شیخ نے بعض بعض ابواب کے بعدم خود جواب تحریر فرما کر شائع فرمائی اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو اسنی مطلب میں کافی نہیں تھا پھر صاحب عقبات نے تو اور بھی رہی ہے
ابوہ سابقہ کی وقت کہودی اور واضح کر دیا کہ تحفہ کے مصائب سے شیعیان پاک کو قیامت
تک ہی سنگاری ممکن نہیں ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی و عجز واضح کرتا ہے
پس لکھا اور جو ابونہر ناز فرمانا سے خلاف انصاف ہے اور اس سے بخوبی اندازہ کیا جکتا ہے
کہ تحفہ کس تہ کی کتاب ہے اور اسکی مضامین کس قدر متین اور مستحکم ہیں۔ قول اگر
حضرت عجیب کو دعویٰ اور حوصلہ ہے تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرمادین آیات نبی
کی جواب کا ہے جواب لکھیں تحفہ الاشعرہ جواب بدیشیم چمکیر شائع ہوا ہے اوسکی جواب
جواب کی طرف متوجہ ہوں اور نہیں تو ایک چوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہے اوسکا ہے جواب
لکھیں مگر حجب مناظرہ کی کتاب میں ہی نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔ اقول جناب میر صاحب تاحی
معاف چونکہ ابتدا میں تمہارے کتب مناظرہ ہی آپ نے دیکھی ہیں اسی تحفیات کا طبع ملا رہا ہے
استیلا ہے اسکا علاج کتب میں ہے کہ معجون انصاف و جوارش تحقیق حق سے فرمائی
مبنی اس تخیل کا محض کبر و اعجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو انکی اسلاف مثل شیخ مفید شیخ
صدق وغیرہ کے رسائل و کتب ہی نہیں ہیں بلکہ تخیل الجواب کیا عسیر الجواب ہے
انہیں ان بزرگوں کے بعض رسائل و کتب موجود ہیں جنکی بحول اللہ قائلے آیت
تردید ہو سکتی ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ ہمارا اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی
کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اسطرح خوارج کو کہی کسی شمار میں نہیں سمجھا

اور ہمیشہ بحقیقت اور لاشعری محض سمجھتی رہی یہی وجہ ہے کہ کتب مذہب فقہ ہوں
 جب خلافیات مسائل ذکر کئی جاتے ہیں آپ صاحبزادہ کا کوئی نام نہ کسی نہیں سنا
 الاذکرہ و شذوذہ - اور انکی لمبی ہمارا مقابلہ اور ہمارا جواب دنیا میرا یہ ناز و الفت رہ چلا
 آپکی تمام کتب مذہبی انہی دعویٰ کے شاہد ہیں چنانچہ ہماری اقوال کا ذکر انکی کتابوں میں
 و تذکرہ ترک کرتی ہیں چنانچہ ہر کسی کے مقصود ببحث و الاعتناء وہی مذہب سمجھا جاتا ہے جو کہ اس
 کچھ وقت ہو جب ہم آپ کو اور آپکی مذہب کو کچھ سمجھتی ہو ہمیں تو اسکی البطل میں اس
 کیونکہ منہک ہونگی جس سے اسکی طرف عمتنا اور اتہام ثابت ہو ان وقت ضرورت
 ہے جس موقع میں عوام کی گمراہی کا خوف ہو ان سبب کچھ لکھ دینگے ہمارا مذہب مسند توحید
 اصول اور فروعاً غبار نقص عیب سر پاک و صفات ہے اور مخالفین کے ہر ایک کے توقع منقطع ہے
 اس فعل عیث کی طرف کیونکہ متوجہ ہوں علماء و ازمین آج کل ہندوستان میں بہت مذہب
 اسلام کے مخالف مثل نصاریٰ و ہنود و آریہ و برہمن وغیرہ رائج ہیں اور دوازہ انکی تحریک
 چلتی اور شائع ہوتی ہیں جو اصول اسلام کے مخالف دلوں پر حملہ آور ہوتی ہیں اور اسلام
 میں ہی کوئے اسکی جواب کی طرف تسلیم ہی نہیں اڑھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک
 یہ دلیل عجز و بیچارگی ہو سکتی ہے حضرت ہی سے پوچھتا ہوں کہ جس قدر تحریک ہنود و نصاریٰ
 کی مثلاً مخالف اسلام شائع ہو چکی ہیں کیا علماء شیعوں نے ان سب کا جواب لکھا ہے
 تو کیا اسکو دلیل عجز و بیچارگی تصور فرمائیں گے حاشا و کلام پس عدم تحریر جواب کو
 دلیل عجز و بیچارگی سمجھنا غلط ہے - قطع نظر اس سے جن رسائل کے جواب کی نسبت دعوت
 فرماتے ہیں اور جنکو اعجاز کے مرتبہ میں سخیل و جواب تصور فرماتے ہیں اگر اس عجیباز کی
 یہ وجہ ہے کہ ہم سے انکی فحش اور بیکارہ اور گالیوں کا انتہا نہیں ممکن ہے تو مسلم ائمہ تبار
 بیشک شکست خضم میں اور اگر باعتبار مسلمی مضامین کے اور دلائل ثبوتہ اصولیہ
 انکی بحث کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو آپ ان دلائل کا انتخاب فرما کر یہی بحثیں فرمائیے

کہ تخیل الجواب اور سکت خضم میں یا نہیں۔ رہا بندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی ناقصیت
 کا الزام کیفہ صحیح ہے کہ مجلو تو ابتداء میں شدہ سہ اسکا شوق نہیں ہوا اور نہ کبھی سہیں ہناک
 رہا البتہ آپ صاحبوں کی چھیڑ چھاڑ کے بدولت نے اس مسئلہ اس طرف توجہ ہوئی حضرات
 کی حصول ہیکے واقفیت حاصل کی۔ اور کتب مناظرہ کیفہ رد کیہیں۔ چنانچہ اسکی کیفیت
 مطاوی ابحاث میں منکشف ہو جائیگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ہماری حضرت مجیب
 کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا
 جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائی اور انکو
 بشارتیں دین سودینی فائدہ تو یوں برباد ہوا البتہ اگر کچھ دنیاوی نفع ہو تو مضائقہ
 نہیں لیکن وہ اہل دایت کو نزدیک نبوض نفع دینی قابل اعتبار نہیں مہر علوم
 نہیں اپر تانا زرافتخار کیوں ہے۔ **قال لفاضل محریب** قولہ۔ توجبات سائل کے
 اہل ستر جدید اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ واقعی تحقیق حق
 مد نظر ہے اگر یہی تو چشم باروشن دل ماشا و دوسری یہ کہ عوام اہل سنت کے لیے محض ترویج
 و تشویل ہے بہر کیف جو کچھ ہی وہ اپنی کہلا جاتا ہے سیرت بوقت صبح شود بچو
 روز معلومت ۴ باکہ باختم عشق در شب دیجورہ۔ اقول۔ حضرت یہ طرز جدید نہیں
 وہی قدیم طرز ہے کہ جسکا جواب آپ علمائے برعم خود دیتے آئے اور ہرگز عہدہ براہین
 ہو سکی۔ چنانچہ انشاء اللہ اگر آپ اس میدان میں ثابت قدم رہیں گی تو آپ پر بھی جلی
 روشن ہو جائیگا۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه** اہل سنت کا عہدہ
 نہونا تحریرات منشی سبحان علیخان صاحب دمولوی نور الدین صاحب سہی بخوبی واضح
 ہی اور نیز دیگر تحریروں ہی گویا خلاصہ مضامین سلف کا ہے اسکی جواب سہی ہی انشاء اللہ تھا
 بخوبی واضح ہو جائیگا کہ فریقین میں کونسا فریق دوسری کے جواب سہی نفس
 عہدہ براہین ہو سکتا اور کیفہ اس تحریر کے ابحاث سابقہ سہ واضح ہو ہی چکا ہے

پہرہ دوم نہیں کہ اسی فضل کمال کے پہرہ سی پر یہ دیکھ بیان ہیں کہ اگر آپ اس میں
 متنازعہ میں ثابت قدم رہی تو آپ پر ہی بخوبی روشن ہو جائیگا یا کوئی دم دہسین
 کسی خاص رقت کے لیے محفوظ رکھ چوڑا ہے۔ اہل انصاف ذرا غور فرمائیں یہ تو
 ظاہر ہی کہ مسئلہ امت مع اپنی شرائط و توابع و لواحق کے شیعہ کے نزدیک اصل
 اصول دین مثل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہی اور اہل سنت او سکواصل عقائد
 نہیں کہتی علیٰ ذہن القیاس اور کی شرائط وغیرہ میں گفت گوئی کہ سیدانکو واجب الایمان
 اعتقاد کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک اذکار کچھ ثبوت نہیں۔ توحید اور نبوت
 باہم متفق علیہ معاد و اخروی جسکو قیامت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں وہ بھی متفق علیہ
 آمد اور انکی ہر حقیقی ایندو معی شیعہ کا دار دنیا میں ہر رجوع فرمانا جسکو جنت اور
 صغریٰ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہی مختلف فیہ ہی کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہی اور
 اہل سنت کو نزدیک نہیں۔ پس اس صورت میں اہل سنت کا جو اعتراض ہے وہ اصل
 مذہب تشیع پر ہی اور اسکا بیج کن ہے کیونکہ اہل سنت اور اصول میں ہی جکی صرف علماء
 سید مدعی ہیں جس پر اعتراض کر سکتے وہ اعتراض اصول مذہب سید کو صدمہ بیان ہوگا
 اور اہل تشیع اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہیں کر سکتی کیونکہ توحید و نبوت
 معاد متفق علیہ اور امت خود فردوع میں معدود ہی تو علماء شیعہ اہل سنت کے
 اصول مذہب ہی کسی اصل کو اپنی اعتراض سے صدمہ نہیں پہنچا سکتی۔ ان غایت
 سے غایت باعتبار اصول مذہب یہ اعتراض کر سکتی ہیں کہ اہل سنت بعض اصول
 اعتقادات کو منکر ہیں خیر دار ایمان ہے اور ظاہر ہی کہ اس صورت میں اس امر کے
 اثبات کا عہدہ ہی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی اعتقاد ہی ہونا
 ایسی دلائل قطعیہ سے ثابت کریں جو اثبات مسائل صلیہ اعتقاد یہ کے لیے کافی
 ہوں اور حقدرد شولرمی مدعی اور مثبت کو ہوتی ہے نافی کو نہیں ہوتے

پہر اسکی ہمار ضد میں اہلسنت کہتی ہیں کہ آپ نے اون امور کو جنکا دلائل قطعیت سے
 اصلی عقائدی ہو یا پائیدار ثبوت کو نہیں پونچتا اصلی و عقائدی عقائد کو رکھا ہی اور
 عقائدی کا انکار مذموم ہی غیر عقائدی کو واجب الاعتقاد و اعتقاد کرنا ہی مذموم ہوگا
 تو اس تمام گذریشن سے جو اجمالاً عرض کے ہیں اہل فہم انصاف سمجھ سکتی ہیں کہ ہم میں
 کو نسا فریق عہدہ پر نہیں ہو سکتا اور کس قدر حق کو دوسرے کی مقابہ میں دشواری
 پیش آرہی ہے تو یہ سرد و احتمال بجائی خود نہیں خدا نخواستہ مجبور اپنی عقیدہ
 میں کی طرح کا شک و ریب نہیں میں نے اپنے علم و عقل کے موافق اپنی مذہب کے
 حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور یہ محض دعویٰ سالی ہی نہیں
 بلکہ بفضلہ تعالیٰ ثابت ہی کر سکتا ہوں باہمہ بفرض محال مثل شریک باری اگر کسی مخلوق
 حق ثابت ہو تو اسکی تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ اقول سبحان شہیدان تو
 ہماری حضرت مجیب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیہیہ شورشوری یا وہ بے نمکی یا تو
 یہ ارشاد تھا کہ میں محض فارسی خوان ہوں اور لفظ مولوی کی اطلاق کو ہی سخریہ دستہرا
 سمجھتا ہوں۔ یا یہ کہ اپنی مذہب کی حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ یہاں تک حاصل
 کر لیا ہے کہ اسکا حق یقین ہونا اپنی خصم پر ہی محقق و ثابت کر سکتی ہیں۔ پہر اس فضل
 و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ ایک تہم لیں اور آپ پر فدا ہوں تو انکا فخر ہے۔ اور
 اہل تشیعین اور فخر الاولین و آخرین کے لقب سے لقب کرین تو انکو زیبا ہے۔ اب اس سے
 حنبال و مالکیہ کی کہ مذہب نے جو سابقاً عرض کیا تھا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا
 جس پر اب جہلا اوٹھی وہ کچھ بجا نہ تھا مگر میں حیران ہوں کہ حصول مرتبہ حق یقین کے ساتھ
 جیسے اپنے قید لگائی ہے (اپنی علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہیں کیا
 مرتبہ حق یقین میں پہاغت بار علم و عقل اس خاص کے تشکیک ہوتے ہے اس سے
 اہل خرد بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ آپ محض تخیلات و وہمات کو مرتبہ حق یقین میں

سمجھتی ہیں اور جانتی ہیں کہ حق یقین کس کو کہتی ہیں اور ظاہری کہ حصول مرتبہ حق یقین بطریق کشف
 یا الہام یا حدیث یا آثار طاق حقیقت کو تو ہونگا۔ کیونکہ یہ طریق یقین میں اور نہ اپنی خصم پر عا کا
 اثبات ممکن اور نیزہ آپادان کی کسی مجرصادق نے خبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور علامہ انکی اور
 کوئی طریق علم یقین کا ایسا حال نہیں ہوا جو مشرقین کو مجبہ اسکی کہ یہ مرتبہ حق یقین کا جو چنی
 اصول اور قواعد حاصل کیا یہی بعد سنیفا اولہ تفصیل کے اور نہیں نظر دستہ لال سے اور بعد جتو اور موقوف علیہ
 الاولہ اور دوسری کما حقہ ماہر سرکار حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلید اس مرتبہ کا حصول مستمع ہی
 اور یہ ہی ظاہر ہے کہ یہ علوم الہیہ کے جانتی پر موقوف ہی اور نیزہ اس پر موقوف ہے
 کہ کتاب اللہ کو باہر اس سند متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو
 اور نیزہ احادیث کو باہر اسانید صحیحہ یاد کیا ہو حالات رجال سے آگہی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب
 سنت کی اولہ و ثانیہ عام و خاص و مؤل و مشترک و حقیقت مجاز و ناسخ و منسوخ وغیرہ
 کا واقف ہو اصل صحیحہ یا مبادی کی پاس موجود ہوں اور ان کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور موارد
 اجتماع ہی محفوظ ہوں جب یہ امور حاصل ہو گئی تو بطریق نظر دستہ لال یقین یقین
 مسائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ محض فارسی خوان ہوں نہ کتاب اللہ
 کی سمجھ ہی ہے سپرد دربار اصول عقائد کا ہی بلکہ کتاب اللہ مقل متواتر تحریف سے
 محفوظ شیعہ کے پاس موجود ہی نہیں ہے اور جو موجود ہی وہ نہ متواتر سیماں ہے
 ہی اور نہ حسب اعتقاد محدثین و مفسرین شیعہ تحریف سے خالی بلکہ متواتر محرف ہونا اسکا واثبات
 سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جادے کہ کتاب اللہ موجود متواتر غیر محرف ہی تو ادن
 اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتویٰ دین گے جنہوں نے بڑی شد و مد سے اسکو
 محرف ثابت کیا ہے چنانچہ بحث تحریف میں مفصل اسکا ذکر آگیا اور یہ آپ جانتی ہیں
 کہ مکذیب کتاب اللہ اور انکار متواتر کیا ہے۔ اور نہ حدیث سے آشنا ہی ہیں اور ان کے
 سمجھنی میں دوسرے کی محتاج ہیں کہ وہ ترجمہ عبارت کرین اور آپ سمجھیں خواہ غلط

ترجمہ کریں یا صحیح سلاوہ ازین علوم الہی کی یہی تقریباً ایسی ہی حالت ہوگی صرف و نحو
 بنیادی معانی و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت میں تو آپ کو صحت مذہب
 میں مرتبہ علم الیقین کا یہی حاصل نہیں ہو سکتا ہی چہ جائیکہ مرتبہ حق الیقین کا جو
 بالاترین مراتب یقین ہی حاصل ہو۔ بہر کیف اگر دعویٰ محض فارسی خوانی کذب و دروغ
 اور یہ سب مبادی مذکورہ آپ کو مستحضر ہوں تو غایتی سرفاتیہ آپ کو صحت مسائل میں علم الیقین کا
 مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہی لیکن آپ دعویٰ حصول مرتبہ حق الیقین میں جو اعلیٰ ترین
 مراتب سے ہی اور محسوسات و بدہیات اولیہ سے ہی زیادہ اطمینان بخش ہے اور
 انبیاء و صدیقین کے مراتب سے ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعویٰ
 نبوت یا امامت کمزور خاطر ہوگا مگر جیسا اجتماع محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کی
 حصول کا محال تھا اس سے زیادہ اجتماع کذب و حصول مرتبہ حق الیقین ممکن ہے
 پس میں متحیر ہوں حضرت یازمین پرہی یا آسمان پر جابیطی شاید فارسی خوانی
 اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ میں الزام کہا جائے تو کچھ ہیبت نہامت و دبا
 نہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی شہور ہو کہ ایک فارسی خوان تھا کیا ہوا جو الزام کہا گیا
 عرض اگر اس تحریر کو محاط کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہے
 بلکہ اس تحریر کی آپ کی طرف منسوب ہونی میں ہی شک ہوتا ہی اور یہی کچھ نہیں تو
 دوسرے کی ادا ضرور ہوگی اور اگر ادعا ہی حق الیقین کو دیکھ جاویں تو قطع نظر اس سے
 کہ اس دعویٰ کو یہ آپ کی تحریر زبان حال سے مذہب ہی محض فارسی خوانی
 غلط ہوئے جاتی ہے۔ ہم جہاں تک اس تحریر میں بنور و تامل نظر کرتے ہیں کہیں اس
 غلطی علم القدر دعویٰ کا ثبوت نہیں دیکھتی بلکہ بحث سے اسکی نقیض کا ثبوت پیدا ہوتا ہے چنانچہ
 بعض مضمین میں جو اجاث سابقہ کی ضمن میں مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہے اور اجاث آئندہ سے
 بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید و تخلیط سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو تحقیق حق ہرگز

مد نظر نہیں ہے کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہے و ثبوت سلاوہ ازین آخری فقرہ متضمن تعلیق
 بالحال نہ معلوم باہرین میں محال سے آخر تک اس کا کو آشکارا طور پر ثابت کر رہا ہے پھر معلوم
 نہیں کہ انصاف و تحقیق حق کا حکم بمقتداق قولہ تعالیٰ انا مردانہ بالبر و دوسری کی ہی ایسی ہے
 با این ہمہ عبارت آئندہ میں احتمال لکھنے کو تسلیم کر لیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت
 کی ہدایت غصوباً اور اپنی شفیق کی خصوصاً الخ اور بندہ کے غرض تزدیر و تسویل سے
 یہ ہی تھی پس انکار جہتالین اس مناظرہ دانے پر تعجب انگیزی قبول اور تزدیر و تسویل سے
 مجب کو کیا حاصل۔ مولوی میں نہیں سجد کا واعظ میں نہیں مذہبی خدمت سے معاش میر
 حاصل نہیں کرتا مرجع خلافت میں نہیں کو خواہ مخواہ دوکان جمانی کے لیے اسی بائین
 کردن پھر لوگوں کو فریب میں پھسانے سے مجب کو کیا ظاہری فائدہ ہوگا اقول معلوم
 نہیں حضرت نے ان اشارات و کنایات کا مورد اپنی ذہن عالی میں کس کو قرار دیا ہے اور
 یہ توضیحات کی طرف راجع ہیں۔ اگرچہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے
 اپنی علماء و اکابر و مقتدایان مذہب مجتہدین میں کسی نہ کوٹکا ہیکہ مراد رکھا ہوگا مگر عاثر یا
 اس کی دوسری ہم مذہب مراد ہونگی لیکن لغز میں تسلیم اگر ان توضیحات کا اطلاق ہمہ میں دہی
 ہو سیکے تو حضرات مجتہدین شیعہ جنہیں یہ سب اوصاف مع شئی زائد پائی جاتی ہیں
 ان توضیحات کو ساتھ ادا لے و احسن ہونگی بہت شاد مگر ازرقیان و دہن کشان گشتی
 گوشت خاک با ہم برباد رفتہ باشد قطع نظر اس سے ہماری حضرت مجیب ہی تو برعم خود
 درجہ اجتہاد حاصل کر چکے ہیں تو اور مرجع خلافت بنی۔ اور دوکان جمانی کے لیے کیا سریر
 سنگ نکلتی ہیں مذہبی خدمات سے معاش یوں ہی پیدا کیجئے ہی۔ قبلہ و کعبہ بنی
 کی دیر تہی کسب کچھ موجود۔ محالغین سے مناظرہ کر کے شہرت پیدا کی سرفتن
 فتویٰ دہی کنایہ ادعائی اجتہاد فرمایا پھر مجتہدین بیٹی پر کیا تھا چراغ روشن
 مراد حاصل۔ اسی حضرت آج ہی کیا تھا اس کت کا تمرہ آئندہ دیکھیں گے۔ خدا خواہ

قال لا تخافوا الناس فان الناس لو استطاعوا ان يحبوا لاجبونا ان الله خذ
 ميثاق شيعتنا يوم اخذ ميثاق النبيين فلا يزيد فيهم احدا ابدا ولا ينقص منهم
 احدا ابدا ابى عن صفوان وفضالة عن داود بن فرقد قال كان ابى يقول
 ما لكم ولداء الناس انه لا يدخل في هذا الامر الا من كتب الله له ان يدخل
 صاف معلوم ہوا ہی کہ اس غرض سے جہاں کہ لوگ اپنی مذہب سے پہر شیعہ بن جائیں گے
 اور ناجائز ہی پس اس سے آپ خیال فرمایا یعنی کہ اپنے جوانی غرض اس سبب سے کہ اگر آپ
 وہ کس قدر یہی اور چونکہ علت ہی عموم کو مقتضی ہے اور نیز بابتا بر وایات معتبر ثابت
 ہو چکا ہی کہ نور امام آخر الزمان تک زمانہ تقیہ مستمر ہی تو یہ نہی ائمہ گذشتہ کو
 امامت پر ہی منحصر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں اگر سبب و گفتگو سے آپ کی غرض
 اصلی یہی تھی تو اول غلطی یہ کہالی کہ اپنے اپنی آپ کو محض فارسی خوان خاک
 کیونکہ ہر شخص سمجھتا ہی کہ جسکو علوم کتاب و سنت کی خبر نہیں محض فارسی خوان
 وہ کیونکہ طالب عالیہ کتاب و سنت کی طرف دوسرے کو ہدایت کر سکتا ہی بلکہ وہ
 اس صرح کا ہی معنی او خوشی گمست کر رہی کند + معنیہ اگر لفظ ہدایت ہی ہدایت
 مراد ہی تو حسب قول مع برعکس نہ نام زندگی کا فورہ نشیہ ہی ہم صندہ اور اگر
 واقعی اور نفس الامری مراد ہی تو یہ حضرت کا کام نہیں۔ حق تعالیٰ شا
 اپنی فضل و کرم سے اہل سنت کو متمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بخو
 ہدایت فرما کر حقیقی نفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط و مستحکم فرما رکھا۔
 ۱۵ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سرمدی ہی فرمایا اگر کسی محبت و مباحثہ نہ کرے کیونکہ اگر ہر کو
 تو بیک دوست کہتی اللہ تعالیٰ نہ جہن انبا سے عہد لیا تھا ہمارے شیون ہی عہد لیا تھا اب او نہیں نہ کوئی
 ہو سکتا ہو نہ کوئی کہ ہو سکتا ہی ۱۶ میرا پ کہا تھا تبین لوگوں کو اپنی دین کی طرف بلانی کیا تعلق کہ
 اس دین میں کوئی شخص ہر آدمی کی جگہ نہ لے سکے رہا ہی داخل نہیں ہو سکتا۔ ۱۷

کہ تشکیک مشکک سے تذبذب محال ہے۔ محمد اللہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی
 لو ان ہدانا اللہ ولہ الحمد فی الاولی والآخرہ قولہ شعر جو حضرت نے لکھا ہے مخفی
 طبع پر ڈال ہے اسکا جواب کیا لکھیں مگر بات یہ ہے کہ ہماری عجیب عالم فاضلین
 اور اہل علم کی نظر آں پہ ہوتی ہے دورانہ پیشی فرما کر اپنے نفس نفیس سی ہی مخاطب ہیں
 اقول سبحان اللہ ابھی تو میں آپ کی نزدیک گناہ تھا ابھی عالم فاضل ہو گیا۔ خیر بہرہ
 اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمایا گا تو واضح ہو جائیگا کہ اس شعر میں
 آپ کا مخاطب آپ سے مخاطب ہی یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار کو
 دریافت فرمایا جائیگا۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں قولہ چشم مارو شن دل باشد
 تحریر فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپ کا دل شاہ و چشم روشن
 ہوتی تو شروع ہی میں یہ سخت کلامی نفرماتے بلکہ نہایت نرمی و ملائمت و اخلاق
 پیش آتے اقول کیسے سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی تعریضات
 مقابلہ میں کی گئی ہر دس۔ اگر آپ اسکی بنیاد نہ باندھتی تو بندہ سے یہی کوئی
 کلمہ ثقیل نہ سختی۔ معہذا مخالفین کے مقابلہ میں ہر جگہ نرمی و ملائمت و اخلاق اپنی
 چشم روشن و دل شاہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ بعض مواقع میں غلط و شدت
 محسوس ہوتی ہے تو یہ تفریع غلط ہی۔ جن اگر بجای اسکی یہ فرماتے کہ ہم کو تحقیق حق
 نظر نہیں ہے (چنانچہ ابھی صاف انکار کر چکے تھے) تو چشم مارو شن دل باشد فرمانا درست
 معلوم نہیں ہوتا تو بجا تھا کیونکہ چشم کارو شن اور دل کا شاہ ہونا تو تحقیق حق پرست رہنا
 ادب ہی جاتا رہا تو یہ بھی درست نہوا۔ لیکن شکل یہ ہے کہ اگر تحقیق حق سے انکار
 کریں تو کیونکہ کریں کہ صریح خلاف انصاف ہے۔ اور اگر اقرار کریں تو کس طرح کریں کہ مستلزم
 تشکیک فی المذہب کو ہی۔ خیر حسب موقع اقوار یا انکار جو مناسب ہوتا ہی وہ کہہ دیجئے
 قال الفاضل النحیب قولہ سہیلی مناسب خیال کیا کہ چند ہی اپنے وقت

حکماً اقضاه ومن ماری سفیها اردا ۴ اس حدیث سے علی العموم مباحثہ کی نفی ثابت ہوئی کیونکہ لایا میں فعل منفی ہے اور کفار فاعل و مفعول دونوں نہ و واقع ہوئی ہیں اور قاعدہ ہے کہ نہ مکرہ سیاق نفی میں مضموم و مضمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو کسی کی ساتھ مباحثہ کرنا جائز نہ ہوا۔ عن ابی عبد اللہ ۴ قال یھذا اصحاب الکلام و ینجو المسلمین ان المسلمین ھم الخبا۔ سمعت ابا عبد اللہ ۴ یقول لا تخاصمو النصار لدینکم فان الخاصمۃ مہر ضہ للقلب۔ سمعت ابا جعفر ۴ یقول انما شیعتنا الخرس۔ قال امیر المؤمنین ۴ ایاکم والجدال فانھا یورث الشک فی دین اللہ سمعت ابی عبد اللہ ۴ یقول مشکلموا ھذہ العصابتہ من شرار من ھم منھم اس باب میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اگر اونکا استیفائی جاوے اور سبط کے ساتھ ادون پر بحث کیجاوے تو ایک کتاب جدا گانہ تیار ہو سکتی ہے ہم صرف ایک قول فیصل پر اکتفا کرتے ہیں جو امام جعفر صادق ۴ سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اسلئے ملتقطاً نقل کرتے ہیں عن ابی محمد العسکری ۴ قال ذکر عند الصادق ۴ الجدال فی الدین و ان رسول اللہ ۴ والائمة المعصومون قد نفوا عنہ فقال الصادق ۴ لمریئہ عنہ مطلقاً لکنہ نفی عن الجدال بغیر التی سی احسن اما تسمعون اللہ یقول ولا تجادلوا اھل الکتاب ۴ کیونکہ جو حدیث سے مباحثہ کرنا وہ اسکو حق سے روک دینا اور جو کسی سفیہ سے جبکہ پیادہ اسکو ہلاک کر دیا ۴ ۴ امام ابی عبد اللہ سے روایت ہے کہ یہ کلام گستاخانہ کرنے والے ہلاک ہو گئے اور نہ نجات پا جائیں گے شک سلمان ہی نجات یافتہ ہیں ۴ ۴ مینی امام ابی عبد اللہ سے سند آتا ہے ابی بنی کے معاملہ میں لوگوں نے نہ جبکہ روکیونکہ جبکہ اول کو بیا کر نہوالا ہی ۴ مینی امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے ہمارے شیعہ صرف گونگی ہیں ۴ ۴ ۴ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی آپکو جبکہ سے بچاؤ کیونکہ وہ اللہ دین میں شک پیدا کرتا ہے ۴ مینی امام محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے اسکو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ معصومین کی ممانعت فرمائی تھی فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق ۴ نے تین تین میں بحث و مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ معصومین کی ممانعت فرمائی تھی فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق ۴ نے تین تین میں بحث و مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ معصومین کی ممانعت فرمائی تھی

[illegible]

بآن تجد حقاً لا یملک ان تفرق بینہ و بین باطل من تجادل وانما تدفعہ عن باطلہ بان
 تجد الحق فہذا ہوا الحرم لا ملک مثله تجد هو حقاً و مجدت انت حقاً آخر - انتہی قطع نظر
 تعارض ادن دایات سے جو اس بارہ میں دارہو کی ہیں اس قول فیصل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
 مباحثہ کرنا سوائے انبیاء و ائمہ کے دوسری شخص کا کام نہیں ہے بلکہ دوسرے کو ناجائز
 و حرام ہی کیونکہ سوائے انبیاء و ائمہ کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہیں پہچان سکتا
 اور نہ ضلعاً و اخوان یا مبطلین کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی انھوں
 ایسا شخص جس کو اپنی مذہبیات کی ہی پوری واقفیت نہ ہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو
 اس کی حق میں مناظرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بیشک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہے
 کہ اس باب میں علامہ مجلسی کے تحقیق نقل کروں۔ اہل انصاف اس کو ابھی ملاحظہ فرمائیں اور
 ہماری تحبیب کی واقفیت مذہب کی راہ دین۔ و عظیم من الاخبار ان المذموم
 منہ ہو ما کان الغرض فیہ الخلیفۃ و اطہار الکمال و الفخر و العصب و ترویج
 الباطل و اماما کان لاطہار الحق و رفع الباطل و دفع الشبہۃ عن الدین
 و ارشاد المضلین فہو من اعظم ارکان الدین لکن التمزین بینما فی غایۃ الصعوب
 و الاسکال و کثیرا ما یشبہ احدھما بالآخر فی بادی النظر و للنفس فیہ تسویدت
 خصیۃ لا یمکن التخلص منہا الا بفضلہ تعالیٰ۔ علامہ کی اس تحقیق میں یہی ہم بحث
 اغماض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے یہی تحبیب مجلسی متکلمین کے لیے مناظرہ کا
 ۱۔ کہ تو ایسی حق کا انکار کرے کہ جو حق باطل میں دشمن ہوتا ہو اور اس کا بطل کو حق کا انکار کر دے کہ تو یہ جہل و
 کیونکہ اس صورت میں اصل باطل کے ہر کوئی ایک حق کا انکار کیا اور تو دوسری حق کا انکار کیا، ۲۔ احادیث سے ظہر ہوتا ہے کہ کبرا
 متبادہ ہیں جس میں کبرا کا اظہار و فخر و راجح کے جائزہ اور باطل کی ترویج مقصود ہو اور جس میں حق کا اظہار و باطل کا رفع و دین
 شبہ ازالہ اور گمراہی نہایت ہو تو وہ کچھ عظیم کان میں ہے لیکن ان دونوں میں تفرق نہایت سخت ہوا اور شکل سے بے ادا
 بادی نظریں ایک دوسرے کی شبہ متبادہ ہوتا ہے اور اس میں نفس اور کسی ایسی چیز کی پیروی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے اور غرضی ممکن نہیں، ۱۔

عبادت نہو تاکہ حرام اور مستوجب لمن ہوتا ہے پر اب ہماری محبت فیہ ذرا اضافہ
 ہو تو امین کیا اعلیٰ درجہ کی عبادت ایسی ہے امور جو تے ہیں۔ علامہ ازین اگرچہ پہلے
 مذہبی خفیف کام ہوتا ہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے بڑھ کر ہو
 بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہونگی علیٰ غرہ خصوصاً ایسی حالت میں
 جبکہ چند ان ضروری یا مفید نہو اور محال فہم کے راہ یا بے کی توقع نہو تو ایسے وقت میں
 جو شخص دوسری امور مذہبی عالیہ میں مشغول ہو گا وہ بیشک مباحثہ میں اپنے وقت کا
 صرف کرنے کو وقت گرانما یہ کہیگا حق اللہ اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر
 تحقیق حق و ابطال باطل منظور نہیں بلکہ اپنے رائے یا مخالف کے مغلوبیت اصلی ہوتی
 اور انشاء اللہ تعالیٰ انہیں سے کوئی عرض ہی حاصل شدنی نہیں ہے اقول
 آپ کی نزدیک تحقیق حق مستلزم تک فی الذہب کی ہو تو واقعی مجاہد تحقیق حق منظور نہیں
 کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ درجہ مجاہد کو اپنی مذہب کی صحت و حقیقت میں کسی نوع کا شک
 و ریب نہیں ان ابطال باطل و مغلوبیت مخالف ہی مقصود ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ
 ہو حاصل ہے شعری مستعمل لیلیٰ ای دیں تدابیر واتی غزیرہ فی التقاضی فرہ
 قال الفاضل المحجرب۔ قولہ۔ پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و جہ
 و تشیع اثنا عشریہ کے بہت سے مسائل اصول و فروع میں مخالفت ہے لیکن مذہبی
 یہ صحیح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین
 کو اہل سنت تمام امت سے باعتبار درجہ اعلیٰ و فضل اور ایمان میں اہمیت و کمال
 کرتے ہیں۔ اقول۔ اصل اختلافی مسئلہ اذہبی منظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان
 بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امامیہ اہل اصول و فروع کو اہل
 سنی کہ بموجب حدیث متفق علیہ مسئلہ اہل بدعتی کہ فسنة نوح الخ نہایت
 اور موافق حدیث متفق علیہ الی تارک فیہم الثقلین کتاب اللہ و عزہ قلمنا حکم

حکم خدا سے جدا نہیں ہو سکتا اور صحابہ ہی انکی ہی تسک کے مامور تھے یا خود کرتے ہیں
اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنی دین اور ایمان کا ٹھہرتے ہیں اگرچہ
بعض انہیں سنیے یا صبیحین عداوت اہل بیت طاہرین اور قائلین ذریعہ رسید المرسلین اور قرین
اور قاضین و ناگشتین سے ہوں۔ جیسا کہ ملاحظہ روادہ صحاح اور غیر صحاح اہل سنت سے ظاہر
ہے حضرت مجیب نے جو مبتنی اختلاف کا معاملہ صحابہ ٹھہرایا ہے بجای خود معلوم نہیں جتا
کیونکہ اگر بفرض محال مثل شریک باری سب صحابہ عدول سے ٹھہر جائیں اور بخلاف احادیث
کثیرہ مثل حدیث حوض غیر و دیگر روایات فقلیہ و نقلیہ کے جس میں کتب ضخیمہ تصنیف ہو چکی ہیں
کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہو جائے تو اس سے ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اور انکا ثابت
ہونا کا سلیقے کہ عدم عصمت ادنیٰ اتفاقی بین الامت ہے اور شیعوں کے نزدیک بلکہ عقلمند
زیدک بجز اہلبیت معصومین صلاوۃ اللہ علیہم اجمعین کو فی ماخذ اصول و فروع نہیں سکتا
ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہے اس اختلاف
نیر کا مبنی صحیح جیسا کہ بندہ پہلے عرض کر چکا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاه**
امام ان روزگار اور منصفان قری و اصحاب کو صلائے عام ہے کہ ذرا اس بحث کو نظر
رد مال ملاحظہ فرما کر ہمارے مجیب کے اقتضا و تحقیق حق اور نفاذ و ادواتہ و مطلق کی داد و دین میرے
ایک مسئلہ امامت کے معظم خلافیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تھا کہ ہم اختلافیات اور
مختلفات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اور خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم خصوصاً
اہل سنت انکو تمام امت میں فضل اعتقاد کرتے ہیں اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہیں
اور اختلاف مسئلہ امامت ہی اسی اصل سے ناشی ہے۔ بجواب اس کے مسئلہ امامت کے مبنی
مظہم خلافیات ہونے کی تائید میں ہمارے حضرت فاضل مجیب نے باین خلاصہ ارشاد فرمایا
اہل خلافتی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
میکل اصول و فروع کو بموجب ارشاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت طاہرین سے

لیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا بہرہ قرار دیتے ہیں
 اگرچہ بعض ائمہ میں سے تابعین عدوت الہییت ظاہرین اور تابعین فرتہ سید المرسلین
 اور راقین اور قاسطین اور ناکشین سے ہوں۔ پس حضرت مجیبؑ جو مبنی اختلاف کو
 صحابہ شہرہ یا ہر بجای خود معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر لفرض محال سب صحابہ حد دل شہرہ
 تو اس سے بوجہ اسکر کو انکی عدم حصمت اتفاقی ہر ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اونکا
 نہوگا۔ پس کیونکہ ہو سکتا ہی کہ بہی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ مسدا امت
 اس اختلاف کثیر کا مبنی ہر اسی حضرات خدا کے لئے ذرا حضرت مجیبؑ کو اسرار
 ماحضہ فرامین کر اس سے بندہ کے عودین کی تسلیم و تائید ہونی ہے یا تغلیط و
 اب سنی کہ فاضل مجیبؑ فرماتے ہیں کہ ماخذ مسائل دین شیعہ کے نزدیک ذریعہ
 ہیں اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ رضہ وغیرہ ہیں تو اگر اس تقابل سے حضرت مجیبؑ
 یہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریعہ ظاہرین کو ماخذ دین نہیں اعتقاد کرتے تو بد
 غلط اور محض افترا ہی کیونکہ قضیہ کلیہ الصحابہ کلہم عدول خبیات ذریعہ ظاہرہ کو کشتی
 اور اہل سنت کی کتب صحاح وغیرہ روایات الہییت رضا سے مملو و مشحون ہیں
 انکی فضائل و محامد سے شرف و مزین ہیں اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً ماخذ
 ہی سے ہی۔ اہل سنت کے بزرگان طریقت خوشہ چین میاں الہییت کے
 دن دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم وصف مقتدائیت اور ماخذیت میں اہل سنت
 نزدیک بحکم حدیث متفق علیہ اصحابی کا انجم الخ شریک الہیت میں اور اگر اس
 حضرت مجیبؑ کے غرض انتفاہ ماخذیت الہییت عند اہل سنتہ نہیں ہے تو جہا
 اس صورت میں حاصل یہ ہو اگر الہییت باتفاق فریقین ماخذ دین میں اور
 علی اختلاف۔ الہیت اد کو ہی الہی کہ وہ مصداق کنتم خیر امتہ میں۔ ماخذ
 دینی ہیں۔ اور شیعہ اد کو ماخذ مسائل دین نہیں شہرہ لے اور شریعت اعتقاد کر

دین و ایمان کا بہرہ قرار دیتے ہیں

اور اسکی وجہ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بعض انہیں سے بزرگ شیعوں صاحبین عداوت اور دشمنی اور رشتہ اور قسطنطین اور ناکشیں ہیں اور فیض محال مثل شریک باری اگر کل صحابہ عدول ہر جہان میں تو عدم عصمت اتفاقہ مانع مآخذیت ہے۔ تو اس سے کاشمیں نے راجعہ النہار ثابت ہوا کہ دار الخلافہ مآخذیت کا خیریت اور شریعت صحابہ رضہ پر ہے۔ اور جب مآخذیت صحابہ کی ختم کی علت خیریت اور شریعت اور انصافیت اور نقصیت صحابہ رضہ ہوئی تو فوراً یہی اہوت اصل مبنی اختلافات معاملہ صحابہ کا جو بندہ نے عرض کیا تھا ہوا یا نہ ہوا اور اس جواب سے بندہ کی گزارش کی تائید و تقویت ہوئی کہ نہ ہوتی۔ سنا مبنی مخطم خلافت کا مآخذیت صحابہ والہیت رضہ ہی لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کی طرح ثابت نہیں ہوتا اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی مخطم خلافت کا مآخذیت ہی اور مسئلہ امامت ہی ہی اصل سے ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے ذکر کی ہے۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ مبنی مخطم اختلاف کا یہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے غلط اور غیر مرتبط اور دعویٰ بے دلیل رہے۔ خوش گفت مع۔ میں الزام اسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ چونکہ اس جگہ ہماری حضرت مجیب نے مآخذیت والہیت صحابہ کا ذکر فرمایا اور بہت خطبیاں کہائیں اور حق سے بمراصل دور ہو گئی پہلی کسی قدر اسکا بیان ہی واجب ہوا۔ پس ضیح کہ فی الاصل مآخذ دین ایمان ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جقدر دین ہے وہ مآخذ مشکوۃ نہرت ہی دین اور واسطہ تبلیغ دین میں اللہ تعالیٰ والا امت رسول ہی ہوتا ہی اور علاوہ رسول کے جقدر احاد امت میں وہ سب محتاج تبلیغ رسول میں اور مکلفین و مبلغین اور نے حقیقت متبع اور راجحین دین ہیں۔ نہ متبوع اصل کیونکہ اگر انکو مآخذ اصلی دین کا قرار دیا جاوے گا تو انکا خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور نبی ہونا لازم آوے گا اور یہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب اس سنت تو اسکا بطلان بدہی ہے۔ اور شیعوں اگرچہ ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے

خواص و لازم میں شریک کرتے ہیں جو اونچی نبوت کو مستلزم کر بلکہ انبیاء سے رتبہ میں
 بڑا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو تمام انبیاء سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خانات عقل و نقل افضل قرار دے کر آئین تیغ مفید اپنے رسالہ تفضیل امیر المؤمنین علی رضی اللہ
 میں فرماتے ہیں۔ اختلف الشيعة في هذه المسئلة فقال الجارودية انه كان علي السلام
 افضل من كافة الصحابة فاما غيرهم فلا يقطع على فضله على كافة من بعده
 ومن سلفه او فضله او يتك في ذلك و قطعوا على فضل الانبياء عليهم السلام كلهم
 واختلف اهل الامامة في هذا الباب فقال كثير من متعلميهم ان الانبياء عليهم السلام
 افضل منه على القطع والنيات وقال جمهور اهل الآثار منهم والفقه بالروايات
 وطبقه من المتكلمين منهم واحكام الجاح انه عليه السلام افضل من كافة البشر سوى رسول الله
 محمد بن عبد الله صلوات الله عليه فانه افضل منه ووقف منهم نفر قليل في هذا الباب فقالوا
 لسا نعلم ان افضل من سلفه من الانبياء او كان مساويا لغيره او دونهم فما يستحق به التوب
 فاما رسول الله صلى الله عليه وآله محمد بن الله فكامل على غير ارباب قال فريق منهم اخوان امير المؤمنين
 صلوات الله عليه افضل البشر سوى اولي العزم من الرسل فانهم افضل منه عند الله اولي العزم من الرسل
 سلك مسلك تفضيل ميشيرم مختلف من بارادہ کہتی ہیں کہ حضرت علیؓ نہ تو تمام صحابہ نہ تو تمام انبیا افضل میں
 صحابہ میں کسی سے افضل ہوئے کہ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ انہی صحابہ میں کون سے کوئی حضرت امیرؓ پر کہا جسرت کو بڑا یا
 ضرور ہو کہیں بارادہ حضرت امیرؓ کو تمام انبیاء کہتے ہیں اور امیر ہی اس باب میں مختلف ہوئی بہت سے مسکین
 کہتے ہیں کہ انبیاء حضرتؓ سے قطعاً بقیہ اصحاب میں اور جوہر اہل اخبار و حدیث اور فقہاء اور سنیوں اور اہل حجت کہتے ہیں کہ
 حضرتؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آدمیوں کو افضل میں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 جناب امیرؓ سے افضل میں اور ہوشی سے لوگوں اس باب میں توقف کیا ہی اور کہا جی کہ ہم نہیں جانتے
 کہ حضرت امیرؓ انبیاء کا رتبہ سے باعتبار زیادتی اختلاف تو ایک افضل میں اور ایک کم ہو جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیرؓ
 پر ایک توبہ نعل میں اور امیرؓ میں سے ایک فرق کہتا ہے کہ حضرت امیرؓ افضل البشر ہیں کہ انہی کو اللہ عز و جل نے حضرت امیرؓ سے افضل کر دیا

فصل فی تفضیل امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ
 فی تفضیل امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ
 فی تفضیل امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ

اگلی ٹیکہ یہ روایت لکھی ہے وقولہ علیہ السلام وقد سئل غرامیر المؤمنین ما کان منہ لکنہم الذی علیہ
 السلام قال لو یکن بینہ و بینہ فضل سویا لولسالة التي اور دھا۔ وجاء مثل ذلك بعینه عن ابیہ
 عن جعفر والی الحسن والی محمد بن العسکری علیہ السلام۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخود
 رسالت کے جناب امیرؑ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی
 وصف زائد نہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر ہتھ لاکر لیا جاوے
 اور اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دوسری ذرا بوجہ صفات جنہیں فضل کلی کا دار و دار ہے مثلاً کثرت
 ثواب و قرب من اللہ تعالیٰ وغیرہ میں جناب امیرؑ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
 افضل نہیں تو کم ہی نہیں اور ہر بیت سیماہ و الفسنا و انفسکم حب اور عار شدید خود مستلزم
 مساوات ہے اور وصف رسالت خود مستلزم فضیلت کو نہیں کیونکہ یہ امر بدیہی ہے کہ
 فضیلت نبوت رسالت رسل و انبیاء سابقین کے لیے ہی حاصل تھی لیکن باوجود اس کے جناب امیرؑ
 انسانی باعتبار دوسری صفات کے افضل ہیں تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضیلت کے
 نہیں۔ بلکہ رہنمائی امت متبرہ رسالت اور خلعت اور کلیمیت و روحانیت سے افضل ہے اور
 اگر ہم اس سے بھی ترقی کریں اور اصول و روایات شیعہ پر جناب امیرؑ کی فضیلت کے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مدعی ہوں تو بھی کہہ سکتے ہیں کہ علاوہ اولیٰ فضائل کے جو جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتے ہیں جن میں جناب امیرؑ کو شرکت اور مساوات ہے بہت
 فضائل جناب امیرؑ میں ایسی موجود ہیں جنہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم محمدؑ میں۔ جو سخا
 اور سخاوت اور فصاحت و بلاغت جناب امیرؑ کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہیں
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہی کلام مجید میں عناب ہو اور جناب امیرؑ کی نسبت بخیر محامد کے
 اور کچھ دار نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر عناب مواجب سے افضل ہے۔ ان سب سے
 اہم رضی اللہ عنہ سے کہیں پوچھا کہ جناب امیرؑ کا مرتبہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر تھا فرمایا بخیر رسالت
 و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور کچھ زیادہ سے نہ تھی۔ ۱۱۔

احوال شیعہ کو ملاحظہ فرمائیے جناب امیرؑ کی فضیلت سے انکار کیا ہے

بزرگوار یہی کہ اگر حسب روایات شیعہ جناب امیر کی انصافیت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نعماد عاکرین تو ممکن ہی۔ فَلَمْ يَسْتَوْجِبْ لَهُمُ الْقَصْرَ لَمْ يَقُولُوا هَلْ نَقَبُو الْعَمَامَاتِ وَالتَّوْبَةُ
 حق بقالے شائع ارشاد فرماتا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ نور خلافت سے افضل صمد شیعہ کی رہتا
 ہے ثابت ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ خلافت میں اور جناب امیر نور میں۔ علامہ مجلسی کا رد ابن ابی نضر
 ابن قایوس سے اور وہ امام صادق رضی سے روایت کرتا ہی قال السواد الذی فی القصر محمد
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور تفسیر معافی میں بذیل تفسیر آیت قَالُوا هَلْ نَقَبُو الْعَمَامَاتِ وَالتَّوْبَةُ
 و وَلَقَدْ رَوَوْا مَا نَقَبُوا اور تفسیر معافی میں بذیل تفسیر آیت قَالُوا هَلْ نَقَبُو الْعَمَامَاتِ وَالتَّوْبَةُ
 النور علی وفي الكافي عن الصادق ع النور في هذا الموضع علی والامام علاءه ازین اور بیت
 ایسی فضائل میں جو جناب امیر کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور ذات باریکات جناب سرور
 کمالات کے اور کسی خالی ہی جسکی تفصیل میں مستقل جداگانہ رسالہ تالیف ہو تو اس
 معلوم ہوا کہ بروایات شیعہ جناب امیر کا نہ بشر سے بلا استثنا افضل ہیں چنانچہ یہ
 مدعا حدیث متواتر المعنی سے جسکو شیخ فقیہ ابو محمد جوہر بن احمد علی القمی تزیل فرماتے اپنی رسالہ
 نوادر الاثر لعلی غیر البشر میں جو اس وقت میری دستبرد پہنچا ہوا کہہا ہی روایت کیا ہی اظہار
 اطرحت پر حدیث ابو محمد ثور بن مویس التلعکبری قال حدثنی احمد بن محمد بن سعید قال حدثنی محمد بن
 عبید عتبة الکندی قال حدثنی عبد الرحمن بن یزید عن ابيه عن الاعمش عن
 عاصم بن عمر عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله على خير البشر
 من شك فيه فقد كفر۔ لیکن باوجود ان سب امور کے خلیفہ فائز نبی ہی کہتے ہیں
 نبی دروہول نہیں کہتے قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں بذیل ذکر محمد علی
 لے نہ کہ اسی نابینا اور بیا بار برین یا تیرگی اور بیا بار برین ۱۱ ص ۱۱۱ مصادق نے فرمایا کہ چاند میں کی سیاحی حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۱ ص ۱۱۱ امام باقر سروری ہے کہ نور حضرت علی میں ۱۱ ص ۱۱۱ کافی میں امام صادق سے روایت
 کہ اگر سب کو نور سرور حضرت علی اور ائمہ میں ۱۱ ص ۱۱۱ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا علی غیر بشر ہے جو امین شک کریں وہ کارہی ۱۱۔

بن الحسین بن سجاد بن بابویہ القمی کہتی ہیں۔ زیرا کہ امام قائم مہم نہیں ست در جمیع امور گرد
 اسم نبوت و نزول وحی۔ توجب ائمہ خلیفہ او قائم مقام ہوئی علی الخصوص ایسی نبی کی قائم مقامی
 جو دین کو جمیع حیات سے مکمل فرما گیا اور کسی قسم کی کمی کو تا ہی باقی نہیں چھوڑی تو ایسی نبی کا نائب
 خلیفہ محض نازل و جا کی ہر دین۔ تودہ اصلی و حقیقی ماخذ دین ہرگز نہیں ہو سکتا ہی۔ لیکن انہیں
 چونکہ قرن اول میں محمد مدیہ علیہ الصلوٰات و التسلیمات کی قلوب انوار بركات افتاب عالم تاب
 نبوت سے منور ہو گئی اور بیض صحبت سر حلقہ انبیا سر تاج اصفیاء سے جو جس سنگ آلود و زل
 کر لئے کسرت احمد اور کسیر از موم حاصی کے لئے تریاق کبیر ہے مجلی و مجلی ہوئی اور ان کی قلوب
 میں شمع انوار نبوت نے پہنچا تک پر تو ڈالا کہ ان کو اس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئیں جو
 آئین کو آگ سے بلکہ سنگ پارس سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور مدارج امتلا میں حکم امتحان کمال
 العیار تک چلے تو شارع علیہ الصلوٰة والسلام نے ان کو بخوم ہدایت فرما کر امت کو ان کے
 اقتدا کی طرف رغبت دلانی اور ان کو ماخذ قرار دیا لیکن نہ ماخذ اولی و اصلی بلکہ ثانوی و فرعی۔
 اس کی بعوض ظاہر ہی کہ دین خداوند جل شانہ جسکا ماخذ مبلغ اصلی رسول ہے قرن ثانی سے آخر تک
 اس کا بلا واسطہ پہنچنا محال ہے تو ایسی ضرور ہوا کہ ہر قرن لاحق اپنے قرن سابق سے دین اخذ
 کری اس صورت میں ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے حق میں ماخذ دین ہوگا بلکہ ہر ایک
 استاد اپنی شاگرد کے لئے ماخذ ہوا۔ غرض کہ اولاد بالذات ماخذ دین ذات باریکات حضرت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً بالاتباع اصحاب کرام میں جنہیں المعبیت ہی شامل
 ہیں اور ثالثاً بالعرض ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے لئے ماخذ دین ہے جنہیں محدثین و اخبارین
 و مجتہدین و متکلمین و مفتیین و اصحاب ریالت و ارباب رقعات و روات آثار داخل ہیں پس
 اگر حضرت عجیب کی غرض لفظ ماخذ سے ماخذ اولی و اصلی ہے تو بالکل انوار غلطی کہ شیعہ مذہب کہ
 ماخذ قرار دیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی
 ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہیں۔ اور اگر ماخذ سی ماخذ بطریق عموم مراد ہی تو اور ہی زیادہ غلط اور

اپنی کتب پر چشم پوشی ہی بلکہ خود اسی قول کے مخالف ہر کیونکہ اس قول کے آخر عبارت سے خواہری
 کو را یا خذیت کا عصمت پر ہی اور عصمت نہ پائی جاوے گی و خذ دین ہوئی کی صلاحیت و
 قابلیت نہیں رہے گی۔ لیکن یہاں پر بھی اولیٰ کے منہج پر عصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم کے جو اخذ اول ہیں۔ صحیح و مسلم ہی ہیں۔ پہلی کہ بعد تکمیل دین کے کسی شخص کے عصمت
 ضرورت باقی نہیں ہی اور نہ کسی فرد کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم ہی۔ اور اگر
 کسی پر عصمت کی ضرورت ہی تو یہ ضرور ہی کہ تمام آخذ دین جمعی کے تہ تک پہنچے ہوئے ہوں
 اور وہ اسی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی موصوم نہیں ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ
 علماء اہل بیت جو مسائل شرعیہ اہل بیت سے نقل کرتے ہیں اکثر ان مسائل میں اہل بیت رضوان اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے محض نقل و حاکی ہیں نہ خود اخذ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت
 تسلیم کر لیں تو انہی جمعی کے درجہ والوں کی نسبت کلام ہی آوردہ بالاتفاق موصوم نہیں ہیں
 حالانکہ وہ اخذ دین ہیں۔ پس یہ دعویٰ کہ تنہا ہر عاقل کے نزدیک سوائے موصوم کی اور کوئی
 اخذ نہیں ہو سکتا غلط ہوا اور اس کی تعلیل خود معاملہ الاصول سے وغیرہ کتب اصول سے ہوئی ہے
 کیونکہ جو اجماعات بعد غیبت کبریٰ امام آخر الزمان کے منعقد ہوئی ہیں علوم نہیں انکو کوئی
 موصوم سے اخذ کیا ہی۔ غرض جب روایت مجتہدین وغیرہ ہی اخذ دین پڑی کہ شکی ہم
 عصمت ہی مسلمہ نہیں بلکہ انہیں سے بعض کافق و کفر ہی تسلیم ثابت کیا گیا ہی تو اب فرما
 کہ حضرت مجیب کا یہ قول کہ قدر غلط اور خلاف واقع ہوگا ادل ہم روایت کا اخذ دین ہونا ثابت
 کرتے ہیں بعد اس کی انکی کفر و فسق سے بحت کرنگی۔ علامہ مجلسی نے اجماع میں نقل کیا ہے۔
 الکلیسی عن اسحاق بن یعقوب قال سالت محمد بن عثمان العمری رحمہ اللہ ان یوصل لک کتابا
 سالت فیہ عن مسائل اشکلت علی فورد التوقیع بحط مولانا صاحب الرواں علیہ السلام
 نے کیسی مسجد ہی خوب کرداد کہ ابھی اسی کہا میں محمد بن عثمان عمری سے سوال کیا کہ آیا امام آخر الزمان کی حد میں میرا بار اور جس پر
 کہہ سائل شک پرچی ہی پچا ہی (یہاں کوئی جواب نہیں) مولانا صاحب دارالکرامت حضرت مولانا صاحب دارالکرامت سے

سبب انرا دی نامہ کار و کلام کو درجست من

وأما الحوادث الواقعة فارجعوا فيها إلى رواة حديثنا فانهم حجتي عليكم وأنا حجة الله
 - الخیر - اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ روایات حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کی طرف سے حجت میں اور ایم
 غیبیہ میں ہی مآخذ دین ہیں - اب دوسری دعویٰ کا جو کفر و فسق روایات ہی ثبوت لیجی
 اگرچہ حضرات شیعہ کی سہا م لعن سے + انبیاء کی بیعتی تو بچا رہے روایات کس شمار میں ہیں
 لیکن چونکہ یہ موقع میان محمد و مناقب روایات کا ہی پہلی بیان صرف روایات کی بیان ہے
 پر گفتار کیا جاتا ہے - انبیاء کی محمد و مناقب روایات کا ہی پہلی بیان صرف روایات کی بیان ہے
 اولاً میں اس دعویٰ کی اثبات کی اپنی معارف الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہوں جو
 خبر واحد کی معمول ہونے کی شرائط میں لکھی ہے - الثالث الايمان واشترطه هو المشهور
 بين الاصحاب وحجتهم قوله تعالى ان جاءكم فاسق فاصرفوه عن السبيل وحكى المحقق عن الشيخ انه اجاز العمل بالخبر
 الفطحي ومن ضارعه بشرط ان لا يكون متما بالكدب محتمل بان الطائفة عملت بخبر عبد الله
 بكبره والسماحه وعلي بن ابي حمزة وعثمان بن عيسى وبما رواه بنو فضال والظاهر ان واجب
 المحقق رحمه الله ان لا يفسد الى لان ان الطائفة عملت باخبار هؤلاء والعلامة مع تصريحه بالاستصحاب
 في المذهب الكثر في الخلاصة من ترجيح قبول روايات فاسدة في المذهب اس سے صاف
 واضح ہے کہ حضرات شیعہ کے روایات کفار و بد مذہب ہی ہیں - سبحان اللہ کیا اہلبیت کے ساتھ
 تسک اور دلا ہی کہ کفار و بد مذہبوں کی روایات قبول کرین اور ان کو ترجیح دین سبیک کفار
 سلفہ (اس میں کہا تھا) کہ حوادث واقعہ میں ہماری حدیث کی روایت کی طرف رجوع کر دینا کہ وہ ہماری حجت میں اور میں ان کی حجت میں ہے
 تیسری شرط بیان ہے اور ایمان کی شرط ہونا اصحاب میں شیعہ ہی بدلیل قول تاملے ان جاءكم فاسق فاصرفوه عن السبيل نے شیخ سے
 نقل کیا ہے کہ شیخ نے فطیحة اور دن جیسی (بہت بڑی) خبر پر شرط کیا ہے ساتھ میں نہیں عمل کیا اس میں سے جائز رکھا ہے کہ (اس میں)
 عبد اللہ بن مسعود اور علی بن ابی حمزہ اور عثمان بن عیسیٰ کی خبروں پر اور دن خبروں پر جو فضال اور ظاہر ہے - ذرا بت کیا ہے حسن جان کر کہا کہ
 محقق نے اس کا جواب دیا کہ اب تک ہم نہیں جانتے کہ انہ نے ان لوگوں کی خبروں پر عمل کیا ہے اور علامہ طوسی نے باوجود کہ ایمان کے شرط ہونا
 تیسری میں شیخ کی ہر تاہم خبر میں بد مذہبوں کی روایات قبول کرنے کو بہت ترجیح دی ہے - ۱۰ -

- الخیر - اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ روایات حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کی طرف سے حجت میں اور ایم

دین اخذ کر کے غنیہ نجات میں جفرات شیعہ ہی سوار ہوئی ہیں۔ حضرت بن عکین کہ
 تو میری بہتر کمان ہے۔ سید ولد علی نے اس اصول میں نقل کیا ہے۔ واما الذین
 للذین اشاروا الیہم من الواقفۃ والفقحۃ وغیر ذلک فمن ذلک جابان احدہما ان ما یروونہ
 ہولاء یحوز العمل بہ اذا کانوا ثقات فی النقل وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد اذا
 علم من اعتقادہم تمسکہم بالذین و تمسکہم من الکذب و وضع الاحادیث و ہذا کما
 طلقہ جماعة عامر والائمة نحو عبد اللہ بن بکر و سماعہ بن مہران و نحو بنی فضال من
 المتأخرین عنہم و بنی سماعہ و من تأکلہم فاذا علمنا ان ہولاء الذین استمالہم
 وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد من القول بالوقف وغیر ذلک کانوا ثقات فی النقل
 فما یكون طریقہ ہولاء جاز العمل بہ ابک بقتہ تفصیل اس اجمال کی سنی اور اپنے
 حضرت محقق کے تحقیق کے دو دیکھی اور دیکھی کہ جو خاص قاسمۃ ائمہ ہیں اور شیعہ کے اخذ
 ہیں ان کے کسی کسی عجیب و غریب حالات ہیں۔ آپ کے ثقہ الاسلام کلینی روایت
 کرتے ہیں۔ عن ابن الحارث و ابن الحسین ان یمنی یقول انہ تکلأ جوف الی السرة و انہ
 صمد کما یقولہ الجوالیقی صاحب الطاق۔ اور نیز کلینی نے روایت کی ہے۔ عن الحسن بن
 عبد الرحمن الحمائی قال قلت لابی الحسن کاظم ان ہستم بن الحکم بن زعم ان اللہ تبارک و تعالیٰ
 علیہم لیس فرق (باطل) و اقصیٰ و بطحی سے جبکہ ملت اشاد کیا اور کسی وجہ اب میں اول یہ کہ کسی روایت پر عمل کیا جاوے
 بہرہ علیہ نفس میں منبر ثقہ ہوں اگر اعتقاد کے دوسری خبر پر ہوں لیکن اولیٰ اعتقاد کے دوسری میں پہلے اور جہت
 اور ماہیت کی گہرت سے پرہیز کرنا مسلم ہوتا ہوا دواں لوگوں میں سے جو ائمہ کے ہم عصر کسی ایک جماعت کا یہ ہے طریقت
 چنانچہ عبد اللہ بن سماعہ بن مہران اور بنی فضال میں متاخرین اور بنی سماعہ اور جابانی شایعہ میں درجہ سنی جان بیکر
 جبکہ ملت ہی اشاد کیا اور اعتقاد میں سبب دفع و نالہ و نہ خطا ہوتی لیکن نقل میں ثقہ ہی توجہ کا مسئلہ ہے کہ مسلمان
 علیہم شیعہ کہتا ہے کہ کواۃ اللہ خدا تعالیٰ ان کہ کہو کہلا ہوا اور انی ہوں یہ سبب تحقیق و صاحب لسانی کہتی ہیں ان کے
 حالی کہتا ہے کہ سنی امام کاظم علیہ السلام تین عرصوں کا پیشام میں کہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ (سواء اللہ) جسم پر تو یا خدا و اس کا پاک کرے۔

قلہ یوزن فقال لو كان معاطب لاذن نجاء كلب سحره وجوابی بصیر قال اف
 اب ما هذا قال جلیسہ هذا كلب سحره وجهك كلها عرا الارغام تعجب یہی کہ یہی
 حضرات نجاء اللہ اور انار اللہ تھے اور تھے بزرگوار ان اللہ کے خواص مخلصین تھی عبدالمجید
 روضۃ المتقین میں انہ سے نقل کیا ہے متر الحمدین بالجنة یرید من معویۃ العجلۃ والبصیر
 لیت بن البحرۃ ومحمد بن مسلم ووزارة اربعة نجباء اللہ وامناء اللہ علی حلالہ و
 حرامہ کلاہولہ لا تقطعت آثار البوۃ اسال اصول میں لکھا ہے وقد ذکرہم الشیخ الثقلانی
 الجلیل الصدوق ابو عمر الکشی فی کتابہ فقال جمعت العصابة علی تصدیق ہولاء
 من اصحاب ابی جعفر واصحاب ابی عبد اللہ وناقدا والہم بالفقہ فقالوا فقہ الاولین
 زلزلۃ ومعروف بن جریوہ وبرید والبصیر الاسدی - ابی انا قال - وقال بعضهم مکان
 ابی بصیر الاسدی ابوبصیر المرادی - عن محمد بن عبد اللہ المسمع عن علی بن
 عن محمد بن عن داود بن مرخان قال سمعت ابا عبد اللہ یقول انی لا أحدث الرجل
 بحديث وانہاء عن القباس فیخرج من عندی فینا ولی حدیثی علی غمرا وینہ انی امرت
 قوامان یسکما وایبت قوما فکل یأول لنفسہ یرید المعصیۃ للہ ولرسولہ فلو سمعوا واطاعوا

علی اسکو پر دانی نہ ہو کہ کسی کا گریہ ہو سنا بلکہ ان کو تو یہی کہانی ہو جائے کہ اس کا انار اور وہ بکیر بہرہ ثروت کیا دیکھ کر بھی گھبرا جائے
 کہ اس کو دیکھ کر بھی گھبرا جائے کہ اس کی تیری سہیت نہ دیا ہی ہے اس کو تو کو جو نیز میں بدور بصیرت بن لسنری اندر میں علم اور ارادہ میں کافر وہ سب کچھ
 اللہ کر گیا دیکھ کر انہ کی مثال اور حرام اگر یہ نہ ہوتی تو نہ کیا اس موقع پر جانتے تھے تو بزرگوار کہ ان کو بکیر بھی کہی کہ اب میں اس کو کہہ رہا ہوں
 کہ کتاب ابو جعفر اور ابی جریوہ نے میں اس کو کہی تھیں کہ یہ بات حق ہے ان کی تفسیر کو تو نہ کیا کہ ان کو بکیر شیعہ میں پہلے میں سب کے بارے میں
 ذرا ابو جریوہ بن جریوہ سے اس کے مصداق بھی ابوبصیر سے کہی اور بصیر مرادی کہی ہے اسے داود بن مرخان سے مروی ہے کہ ان
 ابو جریوہ نے انہ کی کہانی میں کہیں جیت رہا ہوں اور قیاس سے اس کو روک دیتا ہوں یہ میری ہی بات ہے کہ ان کی تفسیر نہ
 تامل کر کہ یہی جی جی کہی تاہن میں ہی میں ایک گروہ کو کلام چنگو کی عبارت دی اور ایک گروہ کو اس سے روک دیا یہ بکیر دینی ہے ابی جریوہ نے اس کو
 اس میں تامل کر اور اس کے ساتھ ان کو کلاہولہ کہا کہ اگر یہی (مری) سنا کہ انہ سے کرتے۔

لاودعتهم ما اودع ابی اصحابہ ان اصحاب ابی کانوا زیناً احياء وامواتاً اعنى زرارة ومحمد بن مسلم ومنهم ليث المراءى وبريد الجعفی هؤلاء قوامون بالقسط هؤلاء قوالون بالصدق وهؤلاء السابقون السابقون اولئك المقربون - علاوہ ازین طرفہ تماشا یہی ہے کہ ابتداء میں غیبت امام میں سلسلہ سفارت و خط و کتابت جاری رہا ہے جو حضرات امام کا مآخذ دین کے اور ہری شیعیان پاک نے عریضہ لکھ کر امام کو خدمت میں بھیجا اور دوسرے کسی سفیر کے وسیلہ سے جواب لگیا اور سب سے زیادہ عجیب غریب یہی ہے کہ حضرت طرہ رتقات کو بہ نسبت سلسلہ سند روایت کے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی ہیں اس اصول میں نقل کیا ہے۔

الخامس منها ان الشيخ الصدوق قال في القصة بعد نقل توقيع هذا التوقيع عندي بخط ابی محمد الحسن بن علی وفي كتاب محمد بن یعقوب الكليني رواية خلاف ذلك التوقيع عن الصادق عليه السلام قال استفتي بهذا الحديث مشيراً الى ما رواه محمد بن یعقوب الكليني عن الصادق عليه السلام ابی ائني بما عندي بخط الحسن بن علی - تو اس صورت میں باخدا اصلی اپنے دین کا اہمیت کو قرار دینا سرسخت غفلت اور ساحت ہر ان شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ و انابت کے اور پی ہو سکے کسی متعلق شخص گزارش ہے کہ اسکا فیصلہ پہلے ہی آپ کی قاضی نور اللہ شوشتری صاحب مجلس المؤمنین ہیں اور علامہ مجلسی بجا میں عل شیخ الشائخ سے فرما چکی ہیں - قاضی صاحب بنو حنیفہ کے ذکر میں لکھتی ہیں - مخفی نہ اند کہ وجوب حسن ظن بحدیثی تقائے و انبیاء و اوصیاء معصومین بقول رسول رب العالمین است ابا بنیر ایشان کہ جائز خطا بائست ممنوع است علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں

۱۵ - توجہ کہ میرے باپ نے اپنے بارہ کو سونپا ہے میں ہی ان کو سونپا میری باپ کے یانہ ان اور نہ کسی بعد بہت اچھی تھے یعنی ان کے اور محمد بن مسلم اور ابی ہریرہ علی ہریرہ لکھنا انصاف بر پارکھنی والہ انایت سچ بولنی والے ۱۶ - باخوین یہ کہ شیخ صدوق نے قصہ میں بعد نقل ایک فرمان کے کہا کہ یہ فرمان میرے پاس امام ابو محمد کا خطلی موجود ہے اور کلینی نے امام صادق سے اسی فرمان کے خلاف روایت کی ہے پر کہتا ہے - کہ میں کلینی کے اس حدیث پر فتویٰ نہیں دیتا بلکہ امام کا وہ نسخہ فرمان جو میرے پاس موجود ہے اس پر فتوے

عن ابن عمار عن معمر بن محمد عن حماد بن القاسم باسنادہ رفعہ قال قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارجو ان یصلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ لصاحب بدعتہ الملقبہ قیل یا رسول اللہ وکیف نذلک
 قال انہ یترتب قلبہ جہنما۔ اور ان روایات میں یہی ثابت ہے کہ یہ حالات ان حضرات کے وقت
 مصاحبت اللہ کے تھے اور انکی آمد و رفت محض بغرض طمع نفسانی و ہوا پرستی و تخریب دین نہیں ہی
 تو ایسی شخصوں کے لیے توبہ و نابت کا قائل ہونا اور انکی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضروری توبہ
 ایسی لوگوں کو اخذ دین قرار دینا اور ہر المہیت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات شیعہ کے
 ہی جرات ہے اور زیادہ متبع سے تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ کتب ہدایت امام معصوم خارج
 و نواصب کی روایات کا بھی رد کرنا جائز نہیں ہونا مولانا مولوی حمید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 بحار الانوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہیں امام صادق ۲ نے فرمایا۔ لا تکذبوا
 محدثی انما کہ بہ مہرج و لا قدری و لا خارجی نسبنا فانکم کما تکتہون
 لعلہ تنی من الحق متکذبوا علی اللہ عز و جل موق عہشہ۔ اس سے صاف ثابت ہے
 کہ نواصب نام و خارج نہروان جو انہ سے روایات کرین اور انکا بھی رد کرنا جائز نہیں ہے
 توجہ روایات ہی اخذ دین ہوئی تو اس صورت میں صرف المہیت کو اخذ دین کہنا اور
 یہ کہنا کہ مافضل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرا کوئی شخص اخذ دین نہیں ہو سکتا۔
 سرسہ روایات اور خرافات ہی۔ ہر ایک ہمارے ہمارے فاضل مخاطب کے دیانت و انصاف پر
 کمال افوس ہے کہ اس قول میں اپنا اخذ دین تو صرف عمرت ظاہرہ کو ٹھکرایا اور فرمایا کہ تہذیب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمیہ کل اصول و فروع اہل بیت ظاہرین ہی پر واجب ہے۔
 اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دعوتی کی تو ابھی نہ فرمایا کیسی عرض کیا یا رسول اللہ اہل کیا
 درجہ سے رہا کہ اسکی دین اسکی محبت پر گئی ہے۔ ۲ کوئی مرجی یا قدری یا خارجی تمہاری کہا
 کوئی حدیث لاوی اور ہماری طرف مست کری تو ہم اسکو مست چھٹاؤ کیونکہ ہم نہیں جانتے سنا بدعت حق سے
 اور ہم خدا کی نکتہ دیک کر اذکر عرش پر۔ ۱۲۔

سفینہ وحدیث ثقلین لیتے ہیں اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو
 فرمایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان پر ہے
 اگرچہ ان میں سے نا صبیحین عداوت اور ثقلین ذریت اور مار قین اور با سطین ذاکشین سہوٹ
 کہیں حضرت کیا اسکا نام انصاف ہو کیا اسکو دیانت کہتی ہیں۔ اگر ماخذ سے عام ماخذ
 مراد ہی تو پہر اپنی لمبی عمرت ظاہرہ پر ہی کیونکہ انکفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ
 مراد ہی تو پہر اہل سنت کے لیے تو تابعین اور تبع تابعین کو کیونکہ زیادہ فرمایا وہ ہی تو صحابہ
 کی راکر اسکو نہین سمجھتی مگر شاید ماخذ سے عام ماخذ مراد ہو اور تمام شیعہ داخل عمرت ہوں
 لیکن اس صورت میں وہ عصمت جو آپ نے ماخذ ہونی کے لیے شرط ٹرائی تھی وہ
 مفقود ہو بہر کیف یہ انصاف محفوظ خاطر رکھنا چاہی۔ باقی رہا یہ جو ہماری فاضل
 محیب نے الحدیث سفینہ اور حدیث ثقلین کا ذکر فرمایا ہے اسکی متعلق مختصر گزارش ہو
 کہ حسب اعتراض آپکی مذہبی بیانی مولوی نور الدین کے حدیث نجوم معارض حدیث ثقلین ہے
 اور جب حدیث ثقلین کے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ کے بھی معارض ہو گئی لہذا ہما فی الحدیث
 اور یہی مولوی نور الدین کی کلام سے ظاہر ہے کہ معارضہ حدیث ثقلین وحدیث نجوم میں درجہ
 ایک جہ کے ہی جو عمرت ہی اور جزو ثانی یعنی کتاب اللہ کی بابت کچھ معارض نہین ہو۔ اور جب
 ہم معارض کی وجہ میں غور کرتے ہیں تو انہیں کچھ معارضہ معلوم نہین ہوتا کیونکہ جب الفاظ
 احادیث کو دیکھا جاتا ہے تو حدیث ثقلین میں لفظ تنسک واقع ہے اور حدیث نجوم میں لفظ
 اقتدا ہے اور کتب لغات سے واضح ہے کہ تنسک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہین اور نہ
 رکب سفینہ جو حدیث سفینہ میں واقع ہے اسکی معنی حقیقی اقتداء کے نہین اور ظاہر ہے کہ لفظ
 اقتداء کے حقیقی معنی پیروی کے نہین منتهی اللہ رب میں لکھا ہے اسکا چنگ در زدن نقل
 اسکا بالشی اذ تنسک تو پہر لکھا تھا ہے۔ تنسک چنگ در زدن و بار بار تہادن از چہرے۔ اور
 لکھا ہے اقتداء ہے بردن نجسی۔ جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ تنسک کے معنی اتباع کے نہین

بکری پڑنے اور چنگل مارنے کو ہیں۔ اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہیں۔ تو اب یہی قرآن میں مل گیا
 تو قرآن ہی سہی موم ہوا کہ حدیث ثقلین میں لفظ تسک کے معنی اتباع کے ہیں عزت نہیں
 ہو سکتی بلکہ معنی دلا، محبت کے ہیں جیسا کہ حسب تحقیق علامہ تیسوہ الامودہ فی القربا کا مدلول ہے
 کیونکہ اولاً تسک کے معنی اتباع معنی مجاہزی ہیں اور ظاہر ہی کہ صیور ت الی الجواز بلا قریۃ صافہ جائز
 نہیں۔ اگرچہ معنی محبت کے ہی اس اعتبار سے مجاہزین لیکن چونکہ اولاً کوئی معارض نہیں اور قریۃ
 صحت مضموم ہو یہی پہلی وہ صحیح ہوئی۔ لہذا حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں لفظ عزت
 لہذا طبیعت واقع ہوا ہی۔ اور عزت کے معنی حضرات سید کچھ ہی کون نہ اختصار کریں باہت بار
 اتباع کے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لئے عصمت شرط ہے۔ اور عزت
 علی الاطلاق غیر مضموم ہے تو حسب مذاق سید امامہ مسموماً اور حضرت مجیب خصوصاً محال ہے کہ
 غیر مضموم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائی۔ اور اگر عزت والہ طبیعت سے مراد صرف جناب امیر
 حسنین و فاطمہ رضی اللہ عنہم میں تو باقی ائمہ تسعہ خارج ہو گئی اور اگر مراد صرف دوازہ ائمہ
 تو قطع نظر اس سے کہ اس تحقیق پر کوئی قریۃ قائم نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عیناً خارج
 ہو جائیگی۔ غرض کہ اگر زید تبسبہ و اسماعیل حسن بنتی وغیرہ اولاد ائمہ عترت میں داخل ہیں تو ان
 حدیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل اور خلاف مذہب ہے اور اگر یہ عترت سے خارج ہیں
 پر ائمہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ثالثاً یہ امر یہی ہے کہ جزیب یا قرابت
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع میں سمجھ کر داخل نہیں ہے بلکہ صریح و ارباب اتباع اس
 کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور علوم سے استفادہ حاصل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت صلی
 علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جس قدر عزت گذرتی چلے آئی ہی صدہا دہین سے
 ایسی ہیں جنکو حضرات شیعہ کافرو فاسق سمجھتی ہیں اور ظاہر ہی کہ منک کی علت اس
 جزیبیت اور عزت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع
 ہوتی تو ہر تسک کو اتباع محمول کرنا بعید از عقل ہے۔ رابعاً ثقلین کتاب اللہ اور عزت

اور اولیٰ نسبت احدیٰ اعظم من الاخر اشادیٰ اور حضرت مجیب ہی فرماتے ہیں کہ عترت کا حکم خدا کے
 حکم سے چند نہیں تو جس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اسکو عترت کا اتباع حاصل ہو گیا تو اس کو توکل
 تسک کے معنی اتباع لینا عترت کی لیے محض تاکید ہی اور ظاہری کہ مناط عدم ضلالت جیسا
 اتباع ہی ویسا ہی محبت اور ولاہی تو تسک کو محبت اور ولاہی پر حمل کرنا تائیس موگا اور تائیس پر حمل کرنا
 باعث بار تاکید کی انتہا واولے ہی۔ خلاصہ۔ عترت میں سے واجب الاتباع صرف امام
 زمان ہوتا ہی اور باقی سب تابع ہوتی ہیں اگر تسک سے مراد ایمان اتباع ہوتا تو صرف امام کے
 تسک و اتباع کو ذکر کیا جاتا نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا
 سب کو امام بنانا ہی۔ تو اس وجہ سے تسک کے معنی ہیجگہ اتباع جائز نہیں۔ مان ولا محبت
 باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لیے حاصل ہے تو اس سے صاف
 سمجھ سکتی ہیں کہ ہیجگہ تسک بمعنی ولا و محبت ہی۔ سادہ۔ اگر تسک اور رکوب سفینہ بمعنی
 اتباع ہو تو پھر فرق شیعہ زیدیہ و اسماعیلیہ و فطحیہ و ناموسیہ و کیسانیہ وغیرہ جو برعم خود و تسک
 بر ثقلین میں اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہیں وہ بھی ناجی اور اہل حق ہوں وہو
 خلاف اصول اثنی عشریہ۔ باقی رہا کتاب کے نسبت سوا و سکی نسبت لفظ تسک کے معنی ہیجہ اتباع
 ممکن نہیں بلکہ معنی اتباع ہی ماخوذ ہو گئی۔ لیکن حدیث بخوم میں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا
 اصحابی کا بخوم یا ہم قدامتین تم صریح افتدرا بالاصحاب کو رہی اور ہر ایک کے اقتدار کو اہل تدویا
 اسکی سنی میں راہ ناول ہی محدود ہی۔ تو کسی طرح کا تعارض حدیث بخوم میں اور حدیث سفینہ
 و ثقلین میں نہیں ہے کیونکہ حدیث بخوم عمومًا اصحاب کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے اور حدیث
 سفینہ و ثقلین عمومًا عترت کے وجوب محبت اور ولاہی پر دلالت کرتے ہی مولوی نور الدین ^{رحمہ اللہ}
 کی خوش فہمی تھی کہ دونو حدیثوں میں تعارض سمجھ کر غلطان و پیمان ہوئی۔ اور ائمہ میں سے جو
 زمرہ اصحاب میں معدود ہیں انکی اتباع پر حدیث بخوم دلالت کرتے ہے اور باقی
 ائمہ رضا کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ تو اس حدیث سے کل اصحاب کو امام

بیشتر تقالے عدل اور ناجی ہونا ہی نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ ان کا مقصد اور مدعی ہونا ہی
 ثابت ہو گیا۔ پس اس تمام گزارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین و ایمان
 لعینین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امت اور کافرین اورارقین میں نہ ملے بہت
 طاہرین۔ اور اہل سنت کے ماخذ دین و ایمان اصحاب کرام نجوم الہدی علی لسان
 اور عزت طاہرین ہیں۔ بحمدہ اللہ علی ذلک۔ قولہ ملعونہ اگر بینی اختلاف کثیر
 یہی مسئلہ ہوتا تو صاحب تحفہ جنوں ایک کتاب ضخیم اس باب میں لکھی۔ اور اگرچہ اسکی
 لکھی میں اونکو چند ان وقت نہیں ہوئی صرف حواشی کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی
 باب خاص اس مسئلہ میں لکھتی حالانکہ کوئی باب تفصیل صحابہ میں نہیں لکھا۔ اقول
 اگر ہماری محیب بسبب کو اس باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند مذکور
 تو لیجئے مشہی الکلام میں خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک
 سوال نقل کیا ہے جو در باب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا
 اور جو کچھ اسکا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ یہی نقل ہے اوسمیں سے مقتدا
 عرض کرتے ہوں اوس سے آپ دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف
 مذہب کا کیا ہے۔ اسی برادر اول بنائی ہر مذہبی دریافت کن کتابی ہر فرقہ را کیسو گذا
 دو طاق نہ و چون بر بنائی بر یکی واقف شوی آن بنابر آیات قرانی مطابق کن و بنائ
 ہر کدام مذہب کہ محکم در نسخ مبنی آنرا مذہب حق دانستہ کتابا سے آہنا میخوان و بمل
 و بنا ہر مذہبی کہ باطل یا کجے کتابائی آنرا دساوس شیطان دانستہ در آب انداز و گردان
 و آہنا را پارہ پارہ کن و یقین دان کہ آن مذہب الہییت انیت بلکہ مذہب شیطان
 پس بدانکہ بنا مذہب الہیت بر ایمان و تقدی و صلاح و راستی ابو بکر و عمر و عثمان و علی
 و غیر ایشان از ہاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین است صلی اللہ علیہ و
 کہ ہزار اکس بودند و ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و نماز

حیات شریف ہمیشہ در نصرت و حمایت او بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل انصاف و راستی گزیدند و خدمت الہدیت و محبت انہا بجا آوردند و امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ بانہا نشست و برخاست نموده و ہمراہ انہا با کفار جہاد کرده و در پس انہا نماز خواندہ و ہمیشہ بانہا صحبت داشتہ و بعد وفات انہا در حق انہا دعائی خیر نموده و بسیار مدح و مناقب انہا بیان نموده و بنا بر مذہب شیعیہ بر کفر و نفاق خلفائے ثلاثہ و غیر ہم ہزاران صحابہ پسیدہ ابرار است کہ اینہا میگویند کہ ہمہ انہا ایمان بہ نفاق آورده بودند و ہجرت ہم برای ریاست و طمع دنیا کردہ بودند و ہمہ جہاد و عبادت انہا برای ریای بودند برای خدا و بعد وفات آنحضرت صلعم ہمہ بہ ہست او انداز سانیدند و مرتضیٰ علی را یار می نگردند و حق او را بزرگرفتند و متابعت و نماز علی رضی اللہ عنہ ہمراہ انہا بنا بر خوف و تقیہ بود حتی کہ علی رضا دختر طاہرہ خود را در نکاح عمر رضی اللہ عنہ برای تقیہ داد و نام پسران خود ابو بکر رضا و عثمان رضا و عمر رضا برای تقیہ نهاد۔ الی آخر ما قال بل غلطہ الشریف۔ اور تحفہ میں باب فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نسبت انکار باین معنی درست بھی کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہیں کیا۔ لیکن اسکو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے بہر حال بعید ہی کیونکہ باب امامت کا دار مدار بالکل فضیلت صحابہ پر ہی۔ باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مرو نہیں تو اور کیا ہی باب تو لا و تمہار کا مہینہ بخیر فضائل صحابہ کے اور کچھ نہیں۔ مہند حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تمکد تحفہ کے ایک باب تفضیل حدیث گمانہ تالیف فرمایا اور وہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوا میں نے خود اسکا مطالعہ کیا ہی اور اب بھی بعض احباب کے پاس موجود ہے۔ باقی رہا یہ ارشاد کہ صرف صواعق کا ترجمہ ہر کرنا پڑا ہی حضرت مجیب کے کمال انصاف اور نہایت واقفیت کی دلیل ہے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ صواعق کو دیکھتے تو ہرگز یہ کلمہ منہ سے نہ نکالتے آپ بی تحقیق جو بی خبرین سنی سنائی ببقایہ خصم لکھ کر ناحق خفیف ہوئی ہیں اسی حضرت تحفہ اور صواعق دو نو بندہ کے پاس موجود ہیں اگر آپ کا دل چاہی تو اپنی

اس قول کی صداقت و کذب کو دیکھ لیجی یہی ہمارا موضوع ہے یہی باتیں لیا ہی لیکن یہ کہنا کہ صرف
 صدائق کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہی بالکل غلط ہے اور اگر بالفرض صدائق کا ہی ترجمہ ہو تو اس میں کیا عیب ہے
 اور کونسا طعن ہے۔ اولاً ادھون نے تحفہ اپنی نام کی طرف منسوب نہیں فرمایا ہی۔ ثانیاً جو
 کچھ لیا ہی اس میں مذہب ہی اخذ کیا ہی کسی یہودی یا نصرانی یا شیعہ یا خارجی سے تو نہیں لیا جو
 سنا یہ محل طعن ہوگا۔ قول خلاف رائے کے افضلیت کا جواب اتفاقاً دہکتی ہیں تحفہ کے
 باب مقدم میں ہی بحث میں وہ فرماتے ہیں و در افضلیت ہم گنجائش بحث بسیارست وہ تو اس باب میں
 مشک اور مترود میں اور اکابر اہل سنت سے ہیں۔ اقول انہوں نے اس عبارت کو سمجھنی نہیں ہی
 اپنے خطا کی۔ مشک اور مترود میں ہر کونسا لفظ دلالت کرتا ہی کیا بحث کی گنجائش ہونا مشک اور مترود
 مستند ہی حاشا و کلام۔ صدائے مسائل فقہیہ و اصولیہ و کلامیہ حضرات متبعہ کے یہاں ایسی ہی جن میں
 گنجائش بحث بہت ہی بلکہ باہم اختلاف و جدال ہے کیا حضرات ادن سب میں مشک و مترود میں
 جناب امیر کی افضلیت انبیاء سے کقدر محل بحث و گفتگو ہی خود مسئلہ امامت اور اس کی اصول میں جو
 میں بہت کچھ قبل و قال ہے مسئلہ جعت جسکو قیامت صغری کہتی ہیں اس مسئلہ غیبت امام زمانہ
 جو اہل مسائل سے ہیں اور جن میں حضرات مترود میں باوجود کیا مہات مسائل سے ہیں۔ ان میں گنجائش
 بحث جعفری عقل پر محض نہیں۔ جب کوئی دلیل عقلی و نقلی ہیتم پونہچی تو یہاں تک مجبور ہوئی کہ مسئلہ
 غیبت میں یہ کہہ دیا کہ و انما ہولہ کے استاثروہا اللہ تعالیٰ باوجودیکہ یہ معتقدات کہ
 دلیل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں اور حضرات محض تنقید سلف الکی معتقد ہیں کیا آپ انکی نسبت
 یہ کہہ سکتی ہیں کہ حضرات سنیہ اپنی ان عقائد میں مشک و مترود میں۔ پس گنجائش بحث کا ہونا
 کی طرح مستند تک و تردود کو نہیں ہے۔ یہ صرف حضرت کی خوش فہمی ہے دین۔ علاوہ
 اذین اگر کوئی شخص آکر تمام معتقدات والہیات و نبوت وغیرہ کا انکار کر کے آئے بموت طلب کرے
 اسے امام کے خلاف کی وجہ سبب و متیدہ مکتوں کے ہی جسکو مانتا لے نے ایسے ہی علم میں رکھا ہے و دیگر
 اس پر طبع حسن نسبہ یا۔۔۔

تو مثل چہا ہی اور طول طویل بحث کے نوبت آئی حالانکہ یہ نہیں کہا جائے گا کہ آپ اپنی معتبر شہادت
 مشکوک و متروک ہیں فوق ہر حال۔ آپ ہم یہ دیکھتی ہیں کہ یہ اعتقاد اہل سنت کا
 مدلل مدلل عقیدہ و قلعہ مستند و یقینی ہے یہ محض نقلی سلف اور ظنی ہے۔ اس بار میں
 کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہیں چنانچہ نظر اختصار ایک دو قول ان حضرات کے نقل موقوف ہیں
 موافق قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۱۶ میں یہ عبارت لکھی ہے واعلم ان مسئلہ
 الافضلیۃ لا مطمع فیہا فالجزم والیقین ولیست مسئلہ متعلق بہا عمل فتکفی فیہا بالظن
 والمقصود المذکورہ من الطرفين بعد تعرضها لا یفید القطع علی ما لا یخفی علی منصف لکن
 وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحن قلنا بہم یقتضی
 بانہم لو لم یعرفوا ذلك لما طبقوا علیہ فوجب حلینا اتباعہم فی ذلك۔ خلاصہ اسکا یہ ہے
 کہ مسئلہ تفصیل قطع یقینی نہیں ہی بلکہ ظنی ہے اور سلف کیا یا ہم ہی کہ کہتے ہیں افضل ابو بکر
 بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں۔ نقل عن جمع البحرین۔ شرح عقاید نسفی میں تفصیل
 علی ترتیب خلافت لکھا ہے علی ہذا وجہنا السلف والظاهر انہ لو لم یکن اہم دلیل علی ذکرہ لما حکموا
 اور ہمارے اقوال ہی اسی قسم کے ہیں۔ اقول۔ چونکہ اس جگہ ہمارے محیب لبیب کو فہم
 مطلب عبارت موافق میں خطا ہوئی اسلئے اولاً ضروری کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے
 اور بعد اسکی جواب کے تقریر کی جائے پس منہج ہو کہ موافق نے شروع اس بحث میں
 دلائل فضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیں اور بعد اسکی حضرت علی رضی اللہ
 عنہ کی فضلیت کے دلائل ذکر کیں جو علما شیعوہ انکی فضلیت کے اثبات میں تقریر کرتے ہیں۔ بعد اسکی حسب
 انکا جواب دیکر یہ عبارت مذکورہ لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ فضلیت (حب مذاق و شکلیں)
 جزمی اور یقینی نہیں کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لئے یا تو کوئی دلیل عقلی
 جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ فضلیت
 جسکا مدار کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقریبیت الی اللہ ہے اس معقول نہیں چنانچہ

وہاں لکھا ہے کہ یہ عبارت
 صحیحہ ہے اور اسکی دلیل
 یہ ہے کہ اس میں کوئی
 شکوک و شبہات نہیں

اعمال و دلیل عقلی ہے

سابقہ بات ہدایت مسلم اہل ہدیٰ امامیہ بیان ہو چکا ہے۔ یا نفس قرآنی ہو جو عبارت اس
 اور کوشیت ہو وہ یہی نہیں ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ یہی مفقود۔
 احادیث اتحاد جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہیں
 تو اہل کلام کے طرز و اس سلسلہ کا ثبوت یقینی نہوا۔ لیکن ہماری عجیب اس سے یہ سمجھنا
 کہ یہ سلسلہ کی طرح یقینی نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اسکی آگے ہی صاحب مواقف نے
 بطور استدراک رد دفع توہم کے یہ فرمایا۔ لیکن ہمیں ہلف کو پایا کہ وہ فضیلت بہ ترتیب
 غنیمت کہتی تھی اور جن ظن حاکم ہے اگر انکی پاس کوئی دلیل ہوتی تو اس پر متفق ہوتے
 اور اجماع نہ کرتے تو ہم پر انکی پیروی واجب ہوتی۔ یہ عبارت صریحہ اس امر پر دلالت ہے
 کہ سلسلہ فضیلت صاحب مواقف کے نزدیک اجماعی اور اسکی نزدیک اجماع ہر واقعہ
 کہ فضیلت بہ ترتیب خلاف ہے اگر باہم تین کے فضیلت پر اجماع ہو تو یقین کی فضیلت
 تو قطعاً اجماعی ہے۔ اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہو کہ یہی تاہم باتفاق شیعہ
 و اہل سنت اصولیین اور فقہاء وغیرہ کی نزدیک حجت ہے جمال الدین ابی منصور حسن بن ابی
 بن علی بن احمد شہید ثانی شیعہ عالم الاصول علیہ السلام اور وقوع اور حجت اجماع
 کی تحریر فرماتے ہیں۔ ونحن لما ثبت عندنا بالادلة العقلية والنقلية كما حقق
 مستقص في كتب اصحابنا الكلامية ان رضوان التكليف لا يخلو عن امام معصوم
 حافظ للشرع تجب الرجوع الى قوله في فتنی اجتماع الامتہ على قول كان دلفلا
 فی حملہما لادہ سیدھا والخطا مامون علیہ فیکون ذلک الاجماع حجتہ۔ اس سے
 صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہے۔ اور امام معصوم کے شمول کے
 اسے اور حجت ہر نزدیک دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہر جگہ چاہے ہر جگہ کلامیہ میں حاصل ہو کہ ہر امام معصوم ہر جگہ
 جسکی نقل کی طرف رجوع ہو سکی زمانہ تکلیف کا خالی نہیں ہوتا پس جب کسی قول پر امت مجتمع ہو جائیگی امام کا قول ہی
 اور اسکی شمول ہوگا کیونکہ امت کا سرکار ہی اور خطا کا اور غرور نہیں تو یہ اجماع حجت ہوگا۔ ۱۲۔

نسبت جو کچھ فرمایا ہے یہ محض ایک لقو بات ہے امام کا شمول اس میں خود قطعی نہیں
 کیونکہ اس کو طاعت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ اجماع کے ساتھ قول امام کے تضام سے اگر کوئی
 دلیل خارجی مثل وجود امام عینہ یا وجدان قول عینہ اور تواثر نقل کے دال ہو تو اجماع کا
 نام لینا ہی لنوا اور بیفائدہ ہے کیونکہ اس وقت معتبر اور حجت قول امام ہی نہ اجماع اور اگر یہی
 اجماع قول امام پر دال ہے تو مغلطہ اور محتمل پر بنا بر اجماع ہے اور محض ٹوہمات پر مذہب کی
 بنیاد قائم کی ہے۔ اور ظاہر حسب مذہب شیعہ شن ثانی ہی کیونکہ صاحب معالم آگے بڑھ کر
 لکھتے ہیں **ولا یفتی ان فائدة الاجماع تعد عندنا اذا علم الاطام بعینه نعم یتصور**
وجوده حیث لا یعلم بعینه ولكن یعلم کونه فی جملة المجتہدین ولا ید فی
ذلك من وجود من لا یعلم اصله ونسبہ فی جملة تهم اذ مع علم اصل الكل ونسبهم
یقطع بخر وجود عنہم۔ اب آپ بغور ملاحظہ فرمادیں کہ یہ اجماع جہیں وجود امام اور اس کی قول
 دخول کے بنا محض تحیلات و توہمات پر باندہ رکھی ہے حجت ہی۔ ظاہر ہے کہ ایام
 غیبت کبریٰ میں امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی باطنی قائم ہے اور نہ اس کی قول کے دخول پر
 کوئی حجت ہی تو ایسا عجیب و غریب اجماع حضرات شیعہ کے ہے نزدیک حجت ہو سکتا ہے
 اگرچہ سبک بحث کی بہت گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہوں اس
 پہ کہ کیا بحث آپ جانے اور آپ کی شہید ثانی اور آپ کا اجماع صرف مقصود یہ ہے
 کہ اجماع اہل شیعہ کے نزدیک حجت ہی اور وہ کیسا ہی کچھ ہی حضرت شہید ثانی
 کی کلام سے حجت ہونا اور سکنا ثابت ہو گیا۔ اہل سنت کے نزدیک سن لجمعی حضرت ثانی
 ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع میں تفسیر فرماتے ہیں۔

اسے اور پر تشبیہ نہیں کر جب پسند نام کہ جو معلوم ہو تو اجماع کا فائدہ نہ ہو گی مان اور سکنا وجود اس کے تصور پر سب کا اجماع
 معلوم نہ ہو لیکن سب اہل اجماع کے اسکا ہونا معلوم ہو اور اس کی ایسی لوگوں کا ہونا ضرور ہے جن کی اصل نسب کی اطلاع ہو
 سکتی کہ اگر سب اہل نسب کی اطلاع ہوگی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہو گا۔ ۱۲۔

باید دانست که مذہب حق که اتاعہ است کرامتہ مساعیہ ہم بہاوت صحابہ و تابعین بآن فترت اند
 تفنیل حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق است بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی رضی و چہ حسن
 رضی و اندہ ستم جمعین را از عجاوب امور است کہ این ستم در زمان سلف از اجلی بد بیست
 کہ هیچ قاضی در آن شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ متبع آثار صحابہ و تابعین شیمہ ایشان نباشد و دیگر
 جسکہ ہی کتاب میں سریر فواتیہ میں۔ سادہ اجماع کہ اصل کثرت قرار دادہ اند از اصول الرب
 باوجودیکہ اسماعیل بن محمد نمی شود الا بعد قیام دلیل از کتاب و سنت و قیاس برای ہی دو فائدہ است
 یکی آنکہ سبب اجماع ستم قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی
 اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون محققین ستم اجماع کردند ماخذ را از فراموش
 میسازند و بعد از نقل ماخذ را فراموش میکنند و بحیث کفایت اسماعیل از ان ہند از اکثر مسائل اجماعیہ ماخذ آنها
 چنانکہ می باید ہی نباید بنقل است۔ پس جبکہ ہمہ باجماعی کہ جمیع علیہ علف کا ہی بلکہ نایہ سلف میں حلے
 بر ہیات سہی توبہ کہنا کہ مطلق اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کہ بر جمیع وجوہ ظنی ہے غلط ہو ہند
 سنا کہ بر ستم ظنی ہوا و کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی از کی اثبات بر قائم نہیں تمام ہماری محیب کو باقتبار ہی
 مذہب کی اعتراض کی گنجی ہیں نہیں کیونکہ حضرت محیب کے مذہب میں اصول فروع دین اخبارات و احادیث و ظنیات
 سر ثابت ہو سکتی ہیں یعنی وہی تمام اصول متداول و یکہ یحیی۔ خبر واحد جو ان مفیدہ للعلم ہی خالی ہوا کی کتب
 میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل لائل حمیت خبر واحد میں لکھتی ہیں۔ قال العلما متفق فی التہایہ
 اما الامامیۃ فالأخباریون منهم لم یقولوا فی اصول الدین وفروعه الا علی اخبار الأئمہ
 المروری عن الأئمہ والاصولیون منهم کانی جمع الطوسی وغیرہ واقفوا علی قول خبر الواحد
 ولہم منکرہ سوی الرضی اتباعہ شیعہ قد حصلت لہم ادراک سر کچھ اگی چکر کہ کھتی سہج
 سہ ملکہ نے نہا ہیں کہا ہوا میرے کو تین نے اصول از فروع میں اخبار احادیث ہے و ہما دیکھا ہے کہ سہج سہج میں
 اور میرے نے مثلاً بے جعفر طوس و فیرو کی خبر و ہما کہ قول کہنے میں ان کی موافقت کی ہوا اور او رضی او یار کی
 اجماع کہنے کا انجا نہیں کیا کیونکہ اسکو ایک شبہ ہو گیا ہوا۔ ۱۰۲۔

تفنیل حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق است بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی رضی و چہ حسن رضی و اندہ ستم جمعین را از عجاوب امور است کہ این ستم در زمان سلف از اجلی بد بیست کہ هیچ قاضی در آن شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ متبع آثار صحابہ و تابعین شیمہ ایشان نباشد و دیگر جسکہ ہی کتاب میں سریر فواتیہ میں۔ سادہ اجماع کہ اصل کثرت قرار دادہ اند از اصول الرب باوجودیکہ اسماعیل بن محمد نمی شود الا بعد قیام دلیل از کتاب و سنت و قیاس برای ہی دو فائدہ است یکی آنکہ سبب اجماع ستم قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون محققین ستم اجماع کردند ماخذ را از فراموش میسازند و بعد از نقل ماخذ را فراموش میکنند و بحیث کفایت اسماعیل از ان ہند از اکثر مسائل اجماعیہ ماخذ آنها چنانکہ می باید ہی نباید بنقل است۔ پس جبکہ ہمہ باجماعی کہ جمیع علیہ علف کا ہی بلکہ نایہ سلف میں حلے بر ہیات سہی توبہ کہنا کہ مطلق اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کہ بر جمیع وجوہ ظنی ہے غلط ہو ہند سنا کہ بر ستم ظنی ہوا و کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی از کی اثبات بر قائم نہیں تمام ہماری محیب کو باقتبار ہی مذہب کی اعتراض کی گنجی ہیں نہیں کیونکہ حضرت محیب کے مذہب میں اصول فروع دین اخبارات و احادیث و ظنیات سر ثابت ہو سکتی ہیں یعنی وہی تمام اصول متداول و یکہ یحیی۔ خبر واحد جو ان مفیدہ للعلم ہی خالی ہوا کی کتب میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل لائل حمیت خبر واحد میں لکھتی ہیں۔ قال العلما متفق فی التہایہ اما الامامیۃ فالأخباریون منهم لم یقولوا فی اصول الدین وفروعه الا علی اخبار الأئمہ المروری عن الأئمہ والاصولیون منهم کانی جمع الطوسی وغیرہ واقفوا علی قول خبر الواحد ولہم منکرہ سوی الرضی اتباعہ شیعہ قد حصلت لہم ادراک سر کچھ اگی چکر کہ کھتی سہج سہج ملکہ نے نہا ہیں کہا ہوا میرے کو تین نے اصول از فروع میں اخبار احادیث ہے و ہما دیکھا ہے کہ سہج سہج میں اور میرے نے مثلاً بے جعفر طوس و فیرو کی خبر و ہما کہ قول کہنے میں ان کی موافقت کی ہوا اور او رضی او یار کی اجماع کہنے کا انجا نہیں کیا کیونکہ اسکو ایک شبہ ہو گیا ہوا۔ ۱۰۲۔

و موافقوناً من اهل الخلاف احتجوا بمثل هذه الطريقة ایضاً فقالوا ان الصحابة
و التابعین اجمعوا علی ذلك بالمبدل لیل ما نقل عنهم من الاستدلال بخبر الواحد و عملهم
في الوقائع المختلفة التي لا تكاد تحيط وقد تكلمنا في ذلك مرة بعد اخرى و شاع و ذاع بينهم
ان یكبر علیهم احد و لا نقل و ذلك یوجب العلم العامی باتفاقهم كالقول الصریح - تو اسن بیانے
نہایت ہوا کہ فضیلت پر اگر دلائل ظنیہ یا اخبار احادیث قائم ہوں - تاہم ہماری محبت کو
گنجائش اعتراض نہیں حالانکہ اسپر دلیل قطعی سہ فریقین قائم ہے اور یہ حال خواہ بزرگوار
ہو او اس جزو احد کا ہی جو خالی عن القرائن ہو - چنانچہ شروع بحث معاملہ میں لکھا ہے
اور اگر جزو احد کے ساتھ قرائن مفید یقین ملحق و مضمم ہوں وہ خود قطعی حجت ہے چنانچہ
یہ ہی اوستی سالم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس سہلہ فضیلت میں قطع نظر
اجماع سے کیجاوے تو قرائن خارجیہ بھی مثل اشھاف و فی العبادۃ اور جہاد فی اللہ
اور کتب اجداد اللہ کفار و مرتدین اور تہجد و نماز و اسلام اور عدل و داد و بیعت شریک
اور اوکھا خلفا کو حمایت و نصرت و مدح کرنا وغیرہ نا جنکی شرح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل اثنین
بشرح و بسط مذکور ہے اسکی ثبوت قائم ہیں تو اگر اخبار احاد نے حد و دائرہ ظنی ہوں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ
اگر قطعی طبعیت بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں - تو اسکو محض ظنی خیال کہنا اور بلا دلیل عقلی
و نقلی سمجھنا اگر نا درست ہے تو صرف خطا ہے اور اگر دیدہ و درست ہے تو انصاف و تحقیق حق کا
خون کرنا ہے - حق غور کا حق ہم ہی کہ اس تفضیل پر جسک فقرات اہست قابل ہیں اور
اسکو محقق مدین داخل کر لکھا ہے خود انکی ہی علماء کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ

یعنی ہماری ہوائوں میں خلاف ہے اس صبی طریقہ بحث پر ہی کہ کسی بار تابعین نے اس امر پر جماع کیا ہل لیا
کو نام نہان میں خبر واحد پر سوال و رد سے استہلال منقول ہے اور یہ امر مرہ بعد از مرہ واقع ہوا ہے و درین اثنا
ذائع ہوا کہ کسی نے از بہر کار نہیں کیا و نہ منقول ہوتا تو یہ مثل قول صریح کے ادب کے اتفاق پر مسلم
عامی کو موجب ہے - ۱۲ -

۱۲

لکھتی ہیں کہ علیؑ نہاد وجدنا السلف اس قول میں اور نا وجدنا آباؤنا میں کیا فرق ہے حالانکہ
اسی طرح عقائد نفسی کے شروع میں لکھا ہی ہو وقرعہ العقائد عن الیہا التفصیلۃ بالکلام الخ
پر تفضیل خلفاء کا عقائد میں داخل کرنا اور بدولت اقامت دلیل اسکا قائل ہونا اور علیؑ نہاد وجدنا
السلف کہتا کیونکہ جائز ہوگا۔ اقول۔ گذشتہ سابقہ صریح یہ کہ یہ اعتراض بیاغور
و تدبر مقام کیا گیا ہے اگرچہ مقام غور کا تھا لیکن حضرت نے غور نہیں فرمایا درنہ بمقتضای نص
بہ اعتراض نفرا تے کیونکہ اسی گداز سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہت کا یہ اعتقاد بلا دلیل
قطعی نہیں۔ لیکن حضرت مجیب اپنا فکر فرما دین ادبی مدار و دیگر ساطین نے مبنی اصول
وفروع کا طنیات پر رکھ دیا اور جاری سید عالم الہدی کے دعویٰ تناظر کو انکی تسبیح ثانی
فی غلطی اور تبسجیح اصول فرمایا پس اسکو جواب کا فکر کجی قطع نظر اس سے اگر ایک ایسی اصل
کہ موت قطعی کا دعویٰ ہی تو مسلمہ حجت کو جو اصول معتقدات سے ہے چنانچہ شیخ محمد بن
الحسن البحر القانی نے بدایہ الہدایہ میں لکھا ہے بحکم الملک الاقرار بوجود اللہ سبحانه و تعالیٰ
وعده وعلمه وقدرته۔ وقد یمنعن المقص وسائر صفاته الواردة فی الکتاب والسنة والجماع
بالمعاد الحسم وهو القیمۃ الکبریٰ وبالرجعة وهي القیمۃ الصغریٰ محتمی لکھتا ہے اور
از ضروریات مذہب تبعیت کسی دلیل عقلی یا نقلی قطعی سے ثابت فرمادیجی اور اگر قطعی
نہو کی تو ظنی ہی سے ثابت کیجی ہاں نا انصافی کے راہ سے کہی جائیں کہ جارج نام
اصول وفروع دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا سید رضی کا خیال ہے اسکا کوئے
علاج نہیں باقی رہا انکی سوال فرق نا وجدنا اور علیؑ نہاد وجدنا السلف کا جواب ہم بوجہ اپنی
النظام تہذیب کی کچھ نہیں حرص کر سکتے مگر انما کہتے ہیں کہ فعلی نہاد اکث آبائی اور نا وجدنا
یعنے ملک پڑا وہ قتالے شاہ کے وجود اور احدیہ اور عدل الاسلام اور قدرت او ترزیہ کا انوم مفقود
جو کہ اب دس دس سو سال قرار واحد ہی درحد استقامت کمرے ہے اور رحمت امہ حقاً
صرے ادکا ہی اشرف واحد ہے -۱۲-

آباد نامین جس قدر فرق ہو اوسکی نسبت علی بن ابی طالب و جدنا السلف میں اور نام و جدنا آباد نامین زیادہ
 فرق ہو اقول۔ معہذا ان کل کتابوں میں تفضیل خلف اربعہ کی حسب ترتیب خلافت
 درج ہے مگر ہماری حضرت مجیبؑ صرف خلفا ثلاثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور باعث نہایت
 محبت و غایت تمسک بہ اہل بیت اپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا اقول۔ یہ امر
 بلاشبہ ہی کہ عدم ذکر شے اوسکے نقص و ایرانی کو مستلزم نہیں تو معاذ اللہ حضرت امیر المؤمنین امام الشہیدین علی
 عسدم ذکر اسوجہ کرنا نہیں کیونکہ خدمت میں دلاد و تمسک میں کوتاہی ہو حضرت کے ساتھ سوء اعتقاد ہی
 کو میں ایسی ہی جوینی اعتقاد کرتا ہوں جیسا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ
 سوء اعتقاد کو بے دینی سمجھتا ہوں لیکن چونکہ مناسطہ میں متفق علیہ کے ذکر کی کچھ ضرورت
 نہیں ہوئے مختلف فیہ کا ذکر البتہ ضروری ہی پہلی خلفا ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ذکر پر اکتفا کیا گیا
 اور یہ تو حضرت مجیبؑ ہی جانتی ہو گئے لیکن آخر کیا کریں آپ کو دینیہ انصاف اور تحقیق حق نے نہ چھوڑا
 کہ آپ یہ اعتراض فرمادیں قال الفاضل المجیب۔ قولہ صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام
 صفت احترامیہ ہی اور مقصود اس سے غیر صحابہ کرام سے احترام ہے تو حاشا و کلام کہ
 شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں بلکہ اپنی نزدیک جن لوگوں کو غیبر کرام جانتی ہیں اور انکا
 ایسا ہونا کتب و یقین سے ثابت کرتے ہیں انکو ہی برا جانتی ہیں یقول العبد الفقیر
 مولانا الغنی اسی اہل دانش و انصاف دای متجربان اعتساف ذرا ہماری حضرت مجیبؑ
 انصاف و تحقیق حق کو ملاحظہ فرمادے اور دیکھنا کہ کس شد و مد سی نہ ماتی میں کہ حاشا و کلام کہ شیعہ
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں۔ اس سبب کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ تہمتا۔ بندہ عرض کرتا
 غرات شیعہ کے یہ محض زبانی دعوے ہیں در نہ حضرات نے اپنی کتابوں میں تو انہیں
 اصحاب پاک کہا تم کفر و فسق سے چھوڑا تو یہ دعوے محض مخالف اپنے کتب
 رکھی ہے۔ لیکن نقل روایات سے پہلے یہ گزارش ہے کہ بطور مقتدمہ یہ قاعدہ
 اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں کہ حضرت مجیبؑ کے نزدیک معصیت مکرمت کی بالکل خلاف ہے

اگر حسین بن علیؑ کی کرامت مرفوع ہو جائیگی چنانچہ آئندہ عبارت میں بزعم خود اس قاعده کو
 ثابت کر کے بنا، اقرانہات اسی پر رکھی ہے توجہ یہ کہ یہ محفوف و محظوظ کا تو اب روایات شنبی
 انبیاء کو کفر تک نہیں چھوڑا حضرت شیخ صدوق عاقل ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن ابی بکر
 خصال میں روایت فرماتے ہیں - عن عبد الله عليه السلام قال اصول الكفر ثلثة
 المحرص والاستكبار والمحد فاما المحرص فادم حين ينفى عن الشجرة حلة المحرص على ان
 اكل منها واما الاستكبار فابليس حين امر بالسجود قالى واما المحد فابن ادم حين حبس قلب صاحبہ
 یحییٰ حضرت آدم علیہ السلام علیہ السلام و اولادہ من حبس اب ابی صدوق کے اور نقل کا
 ارتکاب جو اصل کفر ہے پایا گیا اور کفر میں اس کے برابر کوئی نہیں ہے ایک اصل کفر کی پائی
 جاتے ہے اور معاذ اللہ توبہ توبہ آپ میں ہی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھنی کریا تو
 یحییٰ کہ کرائے تک صغائر و کبائر سے کہو اور وعدہ معصوم تھے یا یہ کہ نودوا اللہ لہیں کے
 برابر کوئی اب حضرت مجیب تو نقل روایت کی تکذیب فرمادینگی اور یہ تو ممکن نہیں کتاب نمبر ۶
 پاس بوند نقالے موجود ہی حسین بیہ روایت سراپا غوامت مذکور ہی یا اس روایت کے تکذیب فرمادینگی
 اور یہ ہی ممکن نہیں کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہے اگر کسی تکذیب کیجی ادنیٰ تو اذکار و صف
 صدوق نے سب کا بلکہ کذب صادق اسکا عداوت کی اور کسی احتمال و تاویل کی گنجی پیش نہیں سچا
 حضرات ایسی کفریات روایت فرمادین اور ہر کوئی صدوق کے لقب سے لقب ہوں اور کوئی علم
 خطابا اپنے اہل بیت سے پادین - اور لیجئے یہی سب اس سلسلہ ابو الانبیاء و المرسلین
 میں جنکی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الزمنا میں ایک طویل روایت بیان فرمائی

۱۰ یعنی حصول کفر تب میں حرص اور تکبر اور حسد لیکن حرص میں آدم جبکہ منع کیا گیا درخت سے تو حرص نے اس کو اوسیر پر گنجائش کیا۔ کہ اوسین سے کہا دیا۔ اور تکبر میں جس جبکہ حکم کیا گیا سجدہ کا پس اس نے انکار کیا۔ اور حسد میں آدم کا بیٹا۔ جبکہ اس نے اپنے پہلی کو حسد قتل کر ڈالا۔ -۱۲-

انبار کے کھڑکے ابوت ذہیب کیسے موانع

اور تفسیر صافی میں بھی ولا تقر بانہ شجرہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حدیثاً عبد الواحد بن
محمد بن عبد ومن اللیثی اور ی العطار قال حدیثاً علی بن محمد بن قتیبة عن حمدان بن سلیمان عن
عبد السلام بن صالح الہروی قال قلت للرضاء یا ابن رسول اللہ اخبہ فی غن الشجرۃ الی اکل منها
ادم وحواء ما كانت فقد اختلف الناس فیہا فمنہم من یروی انہا الحظۃ فمنہم من یروی
انہا العنب ومنہم من یروی انہا شجرۃ الحد فقال کل ذلك حق قلت فما معنی هذا الوجود علی
اختلافہا فقال یا ابا الصلت ان شجرۃ الجنة تحمل انواعاً فکانت شجرۃ الحظۃ فیہا عنب و لیست
کشجرۃ الدنیا وان ادم علیہ السلام لما اکرہم اللہ تعالیٰ ذکرہ باسمادہ ملکئیلہ وادخلہ الجنة قال فی
نفسہ هل خلق اللہ بشرًا افضل منی فعلم اللہ عز وجل ما وقع فی نفسه فاداه ارفع لاسک یا ادم فانظر
الی سائر عرشی فرفع ادم لاسک الی ساق العرش فوجد علیہ مکتوباً لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی
ابن ابیطالب امیر المومنین وزوجتہ فاطمہ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سیدا
تشیاب الجنة فقال ادم یارب من هؤلاء فقال عز وجل هؤلاء من ذریئک وهم خیر منک
ومن جمیع خلقک لولاہم ما خلقت الجنة والنار ولا السماء والارض وایاک ان تنظر
لی یعنی عبد السلام بن صالح الہروی کہتا ہے کہ نبی مام رضام سے پوچھا اسی فرزند رسول اللہ صمدہ درخت کی تاجس سے آدم وحواء
کہا یا تھا کون نے اس میں اختلاک کر کہا اسی بعضی کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا بعضی کہتے ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا
اور بعضی کہتے ہیں کہ وہ حد کا درخت تھا اپنی فرمایا اسی ابا الصلت جنت کا درخت چند قسم پر ہوتا ہے یہ درخت اصل میں گندم کا
اور اس میں خوش انگور کے پتی اور جب خدا اقلے نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے مسجدہ کر اکر اور جنت میں داخل کر کے
برزخ کو عطا فرمایا تو اپنی اس میں کہا کہ کیا کوئی بشر جیسے افضل ہے۔ خداوند تعالیٰ نے خطر و تلبی لہم فرما کر فرمایا اسی آدم
اور وہ اس ساق عرش پر کھیا آدم نے دیکھا تو اس پر کہا ہوا تھا (لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المومنین
وزوجتہ فاطمہ سیدۃ النساء امین الحسن والحسین سیدتشیاب الجنة) تو کہا اسی پروردگار یہ کون میں فرمایا یہ تیری
اور اذان میں ہیں اور تجھ سے ارقام مخلوق سے بہتر ہیں اگر یہ ہوتے تو نہ تجھ کو پیدا کرتا اور نہ جنت دمار کو اور نہ آسمان
اور زمین کو اور خبردار انکو۔

اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لِّحَدِّ مَا خَرَجَكَ مِنْ حَوَارِي فَقَطِّرْ اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لِّحَدِّ وَتَمَيَّنْ مَتَلَتَهُمْ فَتَسْلُطُ اَللّٰهُ عَلَيْهِ
 الشَّيْطَانُ حَتَّى اَكْلَ مِنَ الصَّخْرَةِ الَّتِي نَهَى عَنْهَا وَتَسْلُطُ عَلَى حَوَارِي وَتَسْلُطُ اَلِي فَاطِمَةَ عَنِ الْحَدِّ حَتَّى اَكْلَتِ
 مِنَ الصَّخْرَةِ كَمَا اَكَلَ اَدَمُ مَا خَرَجَهَا اَللّٰهُ تَعَالَى مِنْ جَنَّتِهَا هَبْطُهَا عَنْ حَوَارِي الْاَرْضِ - یہ روایت
 بہت وجہ قابل غور ہے لیکن بیان حرف سقید ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بہت بڑی معصیت حضرت عائشہؓ ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ
 شانہ نے نہایت تاکید کے ساتھ حد کی ممانعت فرمائی یہ باوجود اس کہ حضرت آدم نے نہ مانا
 اور حد کی معصیّت کی بنا پر اپنی اور فی الواقع اس نے درجہ کا حد کبیر ہوگا چہ جائیکہ افضل الاولین
 والاخرین کے مراتب کا حد کیا جاوے گا اذ اللہ کشفہ حضرت آدم کے عرق حد جوش میں اپنی
 کہ خدا تعالیٰ کی یہی ایک نہی اور پہلے گزاریش ہو چکا ہے کہ اصول کفر کے حضرات
 تین قرار دیے ہیں - حوص اور حد اور استکبار تو پہلے حوص حضرت آدم حق میں بیعت انھیں
 بروایت صدوق ثابت ہو کر سادات اہلبیت ثابت ہو چکا اذ اللہ تواب اس روایت
 میں دوسری اصل کفر کی یعنی جو حد ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کا حد حضرت ع کے و بطور ثابت
 کیا گیا تواب معاذ اللہ توبہ و توبہ شیعہ کے نزدیک حضرت آدم علی نبینا علیہ السلام کا
 مرتبہ باوجود نبوت کے کفر میں اہلبیت میں سے دو چند ہوا بلکہ اگر غور کیا جاوے
 تو ایسی روایت ہے کہ استکبار یہی اہلوم ہوتا ہے آپکا یہ خیال کہ مجھ سے کوئی افضل
 نہیں ظاہر ناستی عرق استکبار سے ہے تو گویا مبارک سلسلہ انبیاء و اولیاء و اہل بیت علیہم السلام
 فی الارض بہ نسبت اہلبیت کے کفر میں مستہ گوئے زیادہ ہوئی کیونکہ بہت مراتب اصول کفر کے
 حد کی نگاہ میں نہ کہ نہایت توبہ ہی توبہ ہو چکا کہ تو آدم کو کہو حد کی نگاہ سے دیکھا اور انکی مرتبہ کے
 آرزو کی پس خدا تعالیٰ نے وہی شیطان مسلط کر دیا بیان کہ اس درخت سے کھا یا جلی ممانعت تھی اور خود
 غلطیہ کی طرف حد کی نظر سے دیکھا تو اس پر ہی شیطان مسلط ہوا اور اس نے ہی اسی درخت سے کھا یا پس غلطیہ
 کو ذکر ہے جس نے کھا لیا اور اپنے توبہ سے جدا کر کے زمین پر اتار دیا - ۱۱ -

معاوانہ آپ میں باقی گئی باقی رہی آپ تقلید فاضل جانی وغیرہ حسد کی تاویل غلطی کے تحت
 نفرادین در کلام کی اطراف و جوانب و قرارین کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ یہ غلطی اور حسد باہم متضاد ہیں بطور
 حقیقت اطلاق احدی علی الآخر صحیح نہیں غلط محض اُردو کرنا اس جیسی نعمت کا ہی جو دیکھو
 حاصل ہے بدوین قصد زوال کے اور حسد اس نعمت کو تمنا کرنا جو دوسری کو حاصل ہو اس
 زائل ہو کر اور غلط شرعاً جائز بلکہ سودی اور حسد ناجائز اور مذموم تو اس حدیث کو سچا غلط پر
 حمل کرنا محال ہے اور اگر بغرض محال حسد کے معنی غلطی کے ہوں تاہم جبکہ خداوند تعالیٰ نے
 سخت تاکید سے ممانعت فرمائی اور ان الفاظ میں فرمایا دایک ان تضرر الیہم بعین حسد تو اس کو
 محرم و مثل حسد ہونے میں کیا کلام باقی رہتا تو اس صورت میں اس کا ارتکاب مثل
 ارتکاب حسد کی سیوا اور ارتکاب حرام لازم آیا۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے
 حضرت آدم کو صرف ثنی منزلت ائمہ پر اس قدر غضب و درپردہ فرمایا حالانکہ اس وقت اس میں نہ
 اگر وہ بالفرض حاصل ہو جاتے تو کسی کا کچھ نقصان نہ تھا۔ لیکن دنیا میں جبکہ تمام عالم کے حقوق
 امامت کے ساتھ متعلق تھے امامت غضب ہو گئی اور ائمہ ذلیل و خوار ہو گئی اور خدا تعالیٰ
 کو ڈرا ہی غصہ نہ آیا اس لطیف کی قربان اور اس عدل پر قدابے شک یہ بے یمنی تین
 حضرات شیعہ کے خدا کی ہر شایان شان بین مگر یہ کہ جیسا امام نے تقیہ فرمایا شاید خدا تعالیٰ
 نے ہی ڈر کر تقیہ فرمایا ہو۔ اور روایت لیجئے۔ **روی محمد بن الحسن الصفار عن ابي جعفر**
قال الله تعالى لا دم و ذریبہ اخرجهما من صلب المستبریکم و هذا محمد رسول الله و علیهما
المؤمنین و اوصیائہ من بعدہ و لاۃ اخری و ان المهدي انتقمہ من اعدائہ و اعذب
طوعاً و کرہاً قالوا اقرضا و شهدنا و ادم لم یقر ولم ینکح لہ عزم علی الاقرار۔ عن المتحف
 سے خلاصہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے روز میثاق جب سب سے اقرار و حدانیت و نبوت و
 دو صابت لیا تو سب نے اقرار کیا لیکن حضرت آدم نے نہ اقرار کیا
 اور نہ ارادہ اقرار کا کیا۔

علامہ حضرت آدم علی نبیہ علیہ السلام حضرت یونس علی نبیہ علیہ السلام کے شان میں جو روایات
 مروی ہیں سنہی کلینی نے روایت کرتا ہے۔ عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ و
 هو رافع یدہ الی السماء رب لا تکل علی نفسی طرفۃ عین ابدا ولا اقل من دالک لما کان
 ما صرع من ان تقد بالدمع من جوانب لحيته ثم اقل علی فہال یا ابن ابی یعفور ان یونس
 ابن مثنیٰ وکلمہ اللہ الی نفسہ اقل من طرفۃ عین فاحدث دالک قلت فبلغ بہ کفر اصلک اللہ
 فقال لا ولكن الموت علی تملک الحال کان هلاکا۔ عن التحفۃ اور ظاہری کہ یہ حالت حسین
 موت ہلاکت کے ساتھ تعمیر کجادی یہ وہی حالت ہے جو معصیت کے ارتکاب کی حالت ہے
 اور لیجئے ملا باقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت
 نقل فرمائی ہے ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پیر عمر بن عبد اللہ
 زین العابدینؑ کو گفتگوئی کی گئی یونسؑ یا از برای این بشکم ما ہی انہ شدند۔ ابابہم
 امیر المؤمنینؑ برابر عرض کر دندوا توقف کرد انحضرت گفت بل من گفتہ ام ادرت بنوائی و
 نشینہ عبد اللہ گفت اگر راست میگوئی علامتی بر راست گفتاری خود کن بنما حضرت
 فرمود تا عصابہ بردیدہ من دبستند بعد از ساعتی فرمود کہ چشہا سے خود را بکشائید چون
 دیدہ انہی خود را کشودیم خود را در کنار دہائی کہ موہائش لب شدہ بود و بدیم پس پیر
 گفت کہ ای سید من خون من در گردن نست حضرت فرمود کہ اضطراب کن کہ ای حالت
 گوئی خود تو مینائم پس فرمود کہ ای ہا ہی ناگاہ ما ہی سر از دریا میرون آورد مانند کوچ غنیمت میگفت
 بیک ای ولی خدا حضرت فرمود تو کبستی گفت من ہا ہی یونسؑ ای سید من نہ فرمود
 کہ ما را خبر دہ کہ قصہ یونسؑ چگونه بود ما ہی گفت کہ ای سید حق تعالیٰ ہمیں پیغمبری عہد
 سے حاصل ہو کہ ابن ابی یعفور کہتا ہے کہ آدم عبد اللہ و ما کہ ہر چہ کہ انہی کو تیرے لئے لکھا کہ اگر وہ سہا اور سہا یا

کہوں کہ خدا تعالیٰ نے انہی کو فکر کثرت چک چپک سے کم سر کیا تھا تو اسی یہ حادثات کی پیروی کیا گیا اس سبب کہ
 پیروی کیا تھا یا نہیں لیکن ایسی حالت کو پیروی کیا تھا کہ اس حالت میں مرنا ہلاکی ہے۔ ۱۱۔

نکرده از آدم تا جبرئیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آنکہ ولایت شما اہل بیت را بر وجہ
 گردن پس ہر کتببول کرد سلام ماند و ہر کہ ایا کرد بہت ملکہ گردید تا آنکہ حق تعالی یونس را بہ پیغمبری
 گردانید پس حق تعالی وحی کرد با کہ اسی یونس قبول کن ولایت امیر المؤمنین علی دائمہ راشدین
 از صلب او با سخنان دیگر کہ با وحی نمود یونس گفت چگونہ اختیار کنم ولایت کسی را کہ اورا
 ندیدہ ام وحی شناسم و رفت بہ کنار دریا پس خدا بمن وحی فرمود کہ یونس را فرو برد و استخوان
 اورا ست کنن پس ہر روز در شکم من ماند اورا میگردانیدم در دریا و در تار و پود میگردانیدم
 لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ قبول کردم ولایت امیر المؤمنین دائمہ راشدین
 از فرزندان او پس چون ایمان آورد بولایت شما امر کرد پروردگار من کہ اورا انداختم بر ساحل دریا
 پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ اسی ماہی برگرد بسوی ہشتیان خود و آب از موج
 قرار گرفتہ - انتہی - حاصل یہ کہ حضرت زین علیہ السلام کو جب حکم خداوند می پہنچا کہ ولایت امیر
 ایمان لاؤ تو انہوں نے خدا تعالی کے حکم کو نہ مانا اور ولایت ائمہ کی ایمان سے صریح انکار کر دیا
 پس اسکی نر امین چلک جو کچھ کہ چکھا - اسکی طرح حضرت آدم ع سے لیکر حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء مبعوث ہوئی ولایت ائمہ ابوبکر پیش کے گئی اگر قبول کیا تو
 بیایات سے محفوظ رہی و نہ عقوبت میں مبتلا ہوئی چنانچہ حضرت آدم کا جنت سے نکلنا اور حضرت
 ابراہیم کا آگ میں ڈالا جانا حضرت یوسف کا چاہ کفان میں غیب ہونا حضرت ایوب کا
 مصیبت میں مبتلا ہونا وغیرہ اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ
 مولوی حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے - تو اس سے پایا گیا کہ انبیاء نے عقائد
 امامت ائمہ سے جو چڑ ایمان ہر انکار کیا - سبحان اللہ ع چونکہ از کعبہ بر خیز و کجا ماہر سے
 جب انبیاء ہی حکم نہ مانیں اور رد وحی کریں اور بیچارہ نکا تو کیا ذکر ہے - مجملہ حالات
 انبیاء کے کہ تو سن چکے اب ذرا ائمہ کے حالات بھی سن لیجئے جو حضرات بعد عیان محبت و ولایت
 روایت فرماتے ہیں - حضرت علی امیر المؤمنین و امام المتقین قائد الفرائض ہیں جنکی نصیبت

تمام انبیاء و رسل پر سوائے حضرت مسلم سے انکی شان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بفرستہ رسول
 جسکے شان میں من غضبہا اللہ تعالیٰ تفسیر تسلیم کرتے ہیں انکی زبان سے یہ کلمات نقل
 کرتے ہیں جو مولوی حمید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ملاحظہ فرما کر
 مجلسی سے نقل کیے ہیں۔ مانند جنین پر دہ نشین ہم تہ و تہ مثل خاندان درخانہ گرختہ
 خود را ذیل کردی گرگان میدرند می برند تو از جای خود حرکت نمی کنی محل اعتماد من
 دیا و من مست شد شکایت من بسوی پدر من و محاصمہ من بسوی پروردگار من اسکا
 اجمال کے کسب قدر تفصیل عبارت تذکرہ الائمہ سے واضح ہوتی ہے۔ دینی ہجرت
 و ہجرت حق و راستہ انچہ شیخین نسبت باہل بیت رسالت واقع ساختند و نسبت زنا۔
 استغفر اللہ بحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و ہشام دادن و ہشام دادن باو و غضب خداکے خلاف
 نمودن و کشتن و زدن اٹھ سو و مقلد شدن محسن شش ماہ و آئین نجاست پیغمبر اللہ و ختنہ
 یہ باتیں کہ جبکی شکایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی پس اگر حضرت امیر المؤمنین اس سکوت
 میں ناحق پر تھے اور محض بوجہ جہن و نامردی کے عاثر اجابہ عن ذلک یہ سب
 کچھ دیکھتی تھیں اور نہ بولتی تھیں تو قطع نظر اسکے کہ بعد اعلیٰ درجہ کے معصیت تھے
 یہ امر قریح استحقاق خلافت ہر ایمان لایستحق الا ائمہ فقیدہ سلمہ ہر اور اگر آپ حق پر تھے
 اور بوجہ وصیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ ساکت و صامت رہی تو اولاً
 کیا یہ وصیت ابوبکر اشجع کے قتل کی وقت فراموش ہو گئی تھے اور نیز اب حضرت عباس
 کو ہنگامہ میں تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا طبع حکم حضرت
 امیر نہ نہیں اور کیا حضرت امیر کی نسبت ایسی کلمات مستحسن جوار اول میں پہلے
 معیوب ہیں اور کونا جائز تھے۔ اور کیا انکو حضرت کا یہ ارشاد جو سچا رالا تو از من
 خاتم الملکین نے نقل کیا ہے لا یغصہ علیا فانہ ان غضب غضبت بغضبہ یا ورنہ ہوتا
 ہر کف اگر آپ کا سکوت حق تھا تو معاذ اللہ حضرت امیر سے کلمات مستحسن حضرت

ائمہ کے ثنائین کہہ معصیت سے نہیں بچ سکتی۔ علاوہ اسکی علماء شیعہ کو تو حضرت
 فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے میں کلام و تردد ہی چنانچہ صاحب ارغام
 شافعی شرح کافی سے نقل کیا ہے ان اہل بیت کل نبی اوصائہ وعلیٰ ہذا ایمان
 دخول فاطمہ فی اہل بیتہ باعتبار انہا ولیۃ وصیۃ اہل البیت (الی ان قال) ویمکن
 ان لا تکون داخلۃ فی اہل البیت۔ اور نیز دیگر علماء شیعہ کی کلام سے ہی اسکی تائید
 و تقویت ہوتی ہے چنانچہ شیخ مقدادی کنز العرفان فی فقہ القرآن میں لکھا ہے اور
 اجماع شیعہ کا بیان کیا ہے کہ آل صرف ائمہ معصوم ہیں اور کوئی نہیں اسکی عبارت یہ ہے
 الذین یجب علیہم الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ ویستحب فی غیرہا الائمۃ المعصومون لا طبایع
 الاصحاب انہم ہم الال۔ ولان الامر بذلک مشعر بعیانۃ التعظیم المطلق الذی
 لا یتوجہ الا بالمعصوم واما فاطمہ علیہا السلام فتدخل ایضاً لانہا بضعت منہا
 بلفظہ اسجگہ شیخ مقدادی نے دو دلیلین بیان کی پہلی دلیل بطرح تمام لفظ آل کے ائمہ کے
 ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہ کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتے ہیں
 اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کی ساتھ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہے
 دوسری دلیل جناب فاطمہ رضی کی معصوم نہ ہونے پر دلالت ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت
 تعظیم کے لیے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور ہر اس سے حضرت فاطمہ رضی کی خارج ہونے کا
 شیخ کو اہمہ پیدا ہوا تو بطور رفع توہم اور ہتدراک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق
 غایت تعظیم کو بسبب جبریت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ ازیں علماء
 نے تحقیق برنی کی اہلبیت اور صاحب ہوتی میں تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہ کا اہلبیت میں داخل ہونا ممکن ہے کیونکہ آپ
 اہلبیت کے چاہیے کا واسطہ ہیں (یہاں تک کہ کہتے ہیں) اور ممکن ہے کہ اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جن
 لوگوں پر نماز میں درود پڑھنا واجب ہے اور نماز کے سوا مستحب ہے ائمہ معصومین میں کیونکہ اصحاب
 شیعہ کا یہ اتفاق ہے کہ آل صرف معصومین ہی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ درود کا حکم ہونا نہایت
 تعظیم کو مشعر ہے جسکا سوا ہی ائمہ معصومین کے اور کوئی مستحق نہیں ان حضرت فاطمہ رضی کو وجوب صلوٰۃ
 میں داخل میں کیونکہ حضرت م کا جڑ ہیں ۱۴۔

شیخ زکریا حضرت فاطمہ علیہا السلام کی اہلبیت سے تعلق

مجلسی ہی تھا یقیناً من مقررہ حضرت کو لازم امامت تسلیم کر لیا ہی کہ وائینا صامی معصوم ہوں
 وانا دعوکم کہیں دلالت حضرت بخیرت مکنند عصمت لازم امامت ہے تو اس صاف معلوم ہوا کہ حضرت
 فاطمہ رضہ معصوم نہیں ہیں کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم ہی نہیں۔ پس ان دونوں
 دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام نہ آل امین داخل ہیں اور نہ معصوم
 ہیں۔ حالانکہ آیت تطہیر سے بعضیہ حدیث کہ حضرت فاطمہ رضہ کا اہلبیت میں داخل ہونا
 اور بقدر ثابت ہے جعفر ائمہ کا داخل ہونا ثابت ہے بلکہ اس سے ہی زیادہ۔ کیونکہ سوائے
 امیر رضا اور جناب حسینؑ کے باقی ائمہ رضہ قطعاً باعتبار نفس اوہمیں داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہ رضہ
 باعتبار نفس قطعاً یقیناً اوہمیں داخل ہیں۔ نتیجتاً کہ جو یقیناً داخل نہیں بلکہ قطعاً تطہیر سے
 خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً تطہیر میں داخل ہو اسکو
 تطہیر سے بلکہ آل مومنین سے ہی خارج کر دیں۔ سچان اللہ یہ حضرات متبعہ کا ہی دلائل
 و تسک ہے بیشک یہ دین حضرات ائمہ سے ہی احذ کیا ہوگا کہ حضرت فاطمہ رضہ تو اہلبیت اور عصمت سے خارج
 ہوں اور اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ تو خیر جب انکو اہلبیت سے ہی نکال حکم اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرمایا چکر
 تو اب عصمت کو بہ نسبت حضرت علی رضہ کے حضرت فاطمہ رضہ کی طرف منسوب کرنا آپکو سہل ہوگا
 حضرت امام حسینؑ شہید کر بلا کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ
 آپ نے غسل بیت المال بلا اجازت و قبل قیمت تنگ نہ کیا لکہ صرف کیا جو کبیرہ گناہ ہے اصل روایت
 امام عظیم شیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اور کائناتہ لغتین میں فاضل جالبی کی کتاب
 فوائد الصغیرہ و مواظبہ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے سلی وہ لکھتا ہوں۔ روزے بھانے
 پیش حضرت امام حسینؑ نازل گردید پس امام حسینؑ درمی قرصن گرفتہ مانے خرید نہان خویش
 نہاشت کرمان بایان حاضر سازد و دران روزہ چند مشک بھائی عمل از طرف میں بخدمت
 حضرت امیر فرسیدہ بود پس امام حسینؑ بقبر خادم سرودند کہ دین منکی را از مشک بھائے

بخشاید چون کشود حضرت بقدر یک رطل از ان مشک غسل گرفتند و جهان خوراندند پس چون
 امیر علیہ السلام خواست که مشکها را میانہ تحقیق آن قسمت نماید از قنبر پرسید کہ کسی
 این مشکها کشودہ قنبر عرض کرد کہ بلی یا امیر المؤمنین سرگذشت را نقل نمود چون حضرت امیر
 حرف اورا شنیدند در غضب شدہ فرمودند علی بن حسین را حاضر سازند چون حضرت
 امام حسین حاضر شد حضرت امیر در برداشت امام حسین گفت بحق عمی جعفر یعنی بحق و حرمت
 عم من از قصصین در گذر رضا بط حضرت امیر المؤمنین بود کہ ہر گاہ کہ بحق جعفر میگفت پس
 غضب انحضرت تکبیر مینماقت پس حضرت امیر مرد ماحاک اذ اخذت منه قبل القسمۃ
 چہ چیز باعث شد کہ قبل از قسمت آن بان متصرف شدی امام حسین عرض نمود کہ حق ما
 در دست چون قسمت میشد بقدر یک رطل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود کہ بدر تو
 فداتو باد کہ ترا نمیرسد کہ توازن منتفع شوی پیش از آنکہ مسلمانان منتفع شوند آگاہ
 باش کہ اگر غمی بود کہ دیدہ بودم کہ دندانهای ترا بغیر خدا اصلی و اللہ عبادہ السلام می بوسید
 من ترا درین وقت میزد و بعد از ان حضرت امیر خود در غمی کہ در کنار دایمی خود است بوقنبر
 دادند و فرمود کہ قسم اول غسل از بار خردیدہ ببار چون آورد و عقیل قسم خورده میگوند کہ گویا من
 می بینم کہ از مردود دست دهن مشک را حضرت امیر گرفته اند و قنبر غسل ارادان داخل میکند
 بعد از ان حضرت امیر علیہ السلام دهن مشک را بی دست دیگر است و میفرمود - اللہم اغفر
 للحسین فانه لم یحلم خداوند از قصص حسین در گذر کہ او نادانستہ این کار کرده انتہی لفظ
 بموجب مضمون اس روایت کے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے
 سیال مال کی شہدین سے بلا اجازت امام و قبل القسمت کہ جبہین دوسرے مسلمانوں کے
 حقوق پہی تھے لیکہ تصرف کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیانت کچھ نہ کی نزدیک محصیت
 نہیں کیا مسلمانوں کے مال میں با قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جائے
 سمجھ کر ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو طشت از بام ہے

کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نبیائے رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سونپ دی حالہ
 آپکی سائنہ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھے اور نے بحقیقت آپکو کچھ ہلکی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ
 آپکو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپکو خوف کس بات کا تھا تو یہ مصیبت اور ظلم و کفر نہ تھا
 نہیں تو کیا ہر جہاں کی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکو علماء شیعہ نقل کرتے ہیں
 لو جزا لقی کان احبالی ما فعلہ اخي الحسن یعنی اگر میرے ناک کاٹ جاتی تو اوس سے بہتر
 نہا جو میرے بہائی حسن نے کیا کہ معاویہ کو خلافت سپرد کر دی۔ جزا لقی کے آپ معنی جاکر
 ہو گئی۔ خواہ حقیقی لہجہ یا تمجازی بہر کیف یہہ خلع خلافت صلیح معاویہ ایسی حرکت تھی
 جسکو امام معصوم اپنی ناک کشی سے بدتر اور تاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کا قول حق ہے
 تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور مصیبت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کی کلام
 میں لازم آتا ہے اور کذب مصیبت کبیرہ ہے اور اگر نہ کی خلاف تو پھر معلوم نہیں کہ اصحاب
 کیا ایسی خطا کی جس سے ادنیٰ ادنیٰ مصیبت سے کرام ہونے سے خارج ہوئی اور اعتبار
 اور ائمہ رضی اللہ عنہم کا جو یکہ انکی کھڑو معاصی سے لے کر جاتے ہیں پیراؤں کو کرام کسی جاتے ہیں انبیاء
 و ائمہ کا کا حال تو مجملات میں لیا اب اصحاب سبولین کی کیفیات و حالات یہی ذرا ملاحظہ ہوں تاکہ
 اوس دعویٰ کی تصدیق جو ہمارے مجاہدین نے فرمایا ہے بخوبی ہو جاوے کہ حاشا و کلا کہ شیعہ
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبد اللہ بن عباس
 انکی نسبت قالہی نور اللہ شمسہی مجالس المؤمنین میں تخریر فرماتے ہیں سلامہ علیہ در خلاصہ
 الاقوال نے معرفۃ الرجال اردو کہ عبد اللہ بن عباس صاحب خاص حضرت امیر مہمید او بود و حال
 و زبیری و اخلاص اور حضرت اشہر از اہانت کہ مخفی ماند و شیخ ابوہریرہ کشتی در کتاب خود
 بعضی از روایات آوردہ کہ تتضمن مدح است در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس
 اجل و اعلیٰ از انست و اما آن روایات را در کتاب کبیر رجال آوردیم و جواب از انہا گفتیم ابن عباس تمام
 کلام سلامہ علیہ در بیست و دو حاصل جمیع قوادحی کہ از روایات کشی مفہوم میشود را جمع

صحابہ کرام و ائمہ کے حالات

اعمال ابن عباس سے مولف ابن کتب را با ایمان و اعتقاد است اما جو بہ کہ علامہ حلی
در کتاب کبیر خود ذکر کردہ بنظر قاضی شمس الدین سید محمد علی صاحب حضرت ابن عباس رضی
تو معلوم ہو چکا اب اول اعمال کے تفصیل سنیں۔ یہی حضرت ابن عباس جنکو آپ
اور آپ کی بزرگوار اصحاب کرام میں شمار کرتے ہیں جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے انکو
بصرہ پر حاکم مقرر کیا فرصت و موقع پاکر بیت المال و انکالوٹ کر اور خیانت کر کے اپنی گھر
۲ بیٹی حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط انکی نام اس معاملہ میں لکھا ہے دیکھیں
قابل ہر نوح البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ **وَمِنْ كِتَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ**
أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَئِكَ فِي أَمَانَتِي وَجَعَلْتُكَ شَعَارًا وَبَطَانَتِي لَمْ يَكُنْ فِي أَهْلِي رَجُلٌ وَلَوْ
مِنْكَ فِي نَفْسِهِ مَوَاسَاةٌ وَمَوَازِيَةٌ وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ إِلَى قَلَمِ أَمِيَّتِ الزَّمَانِ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلَبَ وَالْعَدُوُّ
قَدْ حَرَبَ وَأَمَانَةُ النَّاسِ قَدْ خَرِبَتْ وَهَذِهِ الْأُمَّةُ قَدْ فَتَكَتْ وَشَعَرَتْ قَلْبُ ابْنِ عَمِّكَ
الْمَجْنُونُ فَقَارِقَتْهُ مَعَ الْمَقَارِقِينَ وَخَذَلَتْهُ مَعَ الْخَذَالِينَ وَخَنَتْهُ مَعَ الْخَائِنِينَ فَلَا ابْنَ عَمِّكَ
أَسِيَّتَ وَلَا الْأَمَانَةَ أَدَيْتَ وَكَانَكَ لَمْ تَكُنْ لِلَّهِ تَزِيدَ بِجَهَادِكَ وَكَانَكَ لَمْ تَكُنْ عَلَى بَيْعَةٍ مِنْ رَبِّكَ
وَكَانَكَ إِذَا كُنْتَ تَكِيدُ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَرْدَنِيَاهُمْ وَتَتَوَى عَرْتَهُمْ عَزِيقَهُمْ فَلَمَّا امْلَأْتَكَ الشَّدَّةَ
فِي خِيَانَةِ الْأُمَّةِ اسْرَعْتَ الْمَكْرَةَ وَعَاجَلْتَ الْوَيْبَةَ وَاخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ

۱۔ اما بعد۔ میں نے شریک کیا تھا تجھ کو اپنی امانت میں اور بنا یا تھا تجھ کو اپنا جانی اور پہنائے۔ میرے
جہنم میں میری غمخواری اور معاونت اور دار امانت کے لیے میری اہل میں تجھ سے زیادہ معتد کوئی نہ تھا۔ پس جب تو نے
دیکھا کہ چچا کے بیٹی پر زائد و شوار و سخت ہے اور دشمن غضبناک ہے اور لوگوں کی امانت ذلیل ہو گئی اور یہ امانت قتل ہوئی
اور منتشر و پریشان ہو گئی۔ تو مال کی بیٹی اپنی چچا کے بیٹے کے لئے تو نے اولیٰ کر دی۔ اور جہاں ہو گیا
اوس سے جہاں ہونے والوں کے ساتھ۔ اور ذلیل چھوڑ دیا اوسکو چھوڑنے والو کو ساتھ اور تو نے ہی خیانت کی
خیانت کر نیا والوں کے ساتھ۔ نہ تو نے اپنے چچا کے بیٹی کی غمخواری کی۔ اور نہ امانت ادا کی۔ گویا تو اپنے
جہاد میں خدا کی رضا مندی کا ارادہ نہ کرتا تھا۔ اور گویا تو اپنی پروردگار پر ہوسا نہ کرتا تھا۔ اور گویا تو فریب کرتا تھا
اس امانت سے انکی دین کے لئے۔ اور دل میں سوچ رہا تھا انکی غفلت کو مال غنیمت سے پس
جب تجھ کو امانت کی خیانت میں حسم کی قدرت ہوئی۔ سرعت سے حسم کی اور
جلدی سے کو دھڑا۔ ۱۱۔

شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے بغداد نقل ایک دوسری خط کے کہتا ہے
اقول المروی ان الکتاب الاول الى عبد الله بن عباس كما هو في بعض النسخ حين كان
واليا له على البصرة - قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کے حفاظت
یسی الی بعض عالم تحریر فرمایا اور صاف نام نہیں لیا یہ خط کس قدر ابن عباس کے اعمال شنیعہ
اور احوال فطیسہ و رص و دنیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام حق وغیرہ کا ظاہر کرتا ہے معلوم
نہیں باوجود اسکی حضرت مجیب اور ذوقی حاکم پر کیوں کر اطمینان شمار کر رہا ہے حالانکہ
شہادت شہید ثالث گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کے اصلاح کے لیے تاویل کی
کچھ ضرورت نہیں۔ اور یہ ہی ابن عباس ہیں جنکا اصل اور اعلیٰ مونا شہید ثالث بیان فرماؤ
میں حضرت کلینی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ آیت
ومن كان في هذه اعمى فهو في الاخرة اعمى یعنی جو دنیا میں راہ حق سے نابینا ہی وہ آخرت
میں بھی راہ جنت سے اندھا ہوگا۔ اور اس سے بھی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس
اور ذوقی والد ماجد حضرت عباس کے حق میں نازل ہوئی آیت علیکم السلام اور یہ ہی ابن عباس ہیں
کہ حضرت مفسر صافی اپنی تفسیر میں ان کی حق میں روایت فرماتے ہیں - وعن الباقر قال
قال امير المؤمنين بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد والناس مجتمعون
لصبوا غلال الدين كبروا وصدوا عن بيل الله اعلى اعمالهم فقال قال لهم ابن عباس يا ايها
لو قلت ما قلت قال قرأت شيئا من القرآن قال فقد قلتم لا ثم قال نعم ان الله يقول في كتابه اشكم
الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا فاستشهد علي رسول الله انه استخلف ابابكر قال سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصي الامام قال فماذا يا يعنى قال اجتمع الناس علي الي بكر

۱۲-

لیکن حضرت رضی اللہ عنہ نے تعلل و تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول کی اور کیونکہ قبول فرماتے
آپ کو معلوم تھا کہ حق ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ نہج البلاغہ میں وہ خطبہ مذکور ہے جس میں حضرت عباس
کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب شوکت رحمہ اللہ نے مجلس میں بھین میں ذکر عباس
لکھا ہے تاکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر گرفت آمد دید کہ ابایک حتی
لا یختلف فیہ الاثنان باوجود حضرت عباس کے اس سدا یت کی کہ یہی سہام ملامت
نہیجی بلکہ جناب امیر نے انکی اس درخواست پر اعتماد نہ فرمایا اور اسکو نفاق پر محمول کر کے
قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے امیر معویہ رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور حضرت امیر
کر ترک رفاقت بلکہ مخالفت طشت از بام ہے۔ پس جبکہ انہوں نے معصیت کرامت سے نکال دیا
تو یہ حضرات باوجود اس ذمہ موضوع کی کیونکہ کرامت ہے۔ چونکہ بحث طویل ہو گئی یہی مختصراً
چند اصحاب کے حالات و احوال فقار سے ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ جس مسئلہ انکی ہاتھ بن زید
کہ وہ حسب تصریح کتاب نہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تھا اور تفسیر المصیبت سے واضح ہے
کہ حروف ثقات میں رفاقت حضرت علی کی ترک کی منجملہ دیگر خیر میں ثابت نہ ہوا تھا و تین
مجالس المؤمنین اور کامل یہائی سے واضح ہے کہ یہ حضرت اول دن میں ان کے چہنوں نے سعد بن
عبادہ کی خلافت پر اسکو غلام تھا منجملہ دیگر عامر بن داؤد میں جو امامت محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئی
اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا جس مسئلہ انکی ابوذر میں جامعین بیان ہیں اور اسی
انکی نفی اسلام پر دلیل لائے سن اور بقول ابو جعفر بن محمد بن علی قمی صاحب صفات ائمہ
اخوت پیغمبر سے خارج ہیں جس مسئلہ انکی برادر بن عازب میں کہ انہوں نے گواہی کا انھیں کیا حضرت امیر
نہ انکو بڑے عارفانی کہ نابینا ہو گئی کما فی الکشی و خلاصہ لاغزال اور امام حسین کے ساتھ کہ بلا جائے
نہ لفظ کیا کما فی مجمع البحرین و بیاض الفخری منجملہ دیگر ابن مسعود میں کہ باقر مجلسی نے
حیات القلوب میں درود مطاعن و ذمہ ابن مسعود کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہے۔
یعنی اپنا ہاتھ پہلا دین آپ سے بیعت کر لیں تاکہ ہر ایک بارہ و بیست شخص ہی اختلاف نہ کریں۔

منجملہ دیگر حذیفہ میں کہ بقول اصحاب منجیس الرجال کے حذیفہ اور ابن عوف و ابی العباس
 شہابین اور شیخ صاحب السنۃ الاقول نے بخبرہ المکین کے شمار کیا ہے اور عمار کو خلفاء حکم کو فہ کا مقبر
 کیا۔ اور سلمان کو حضرت عمرؓ نے مدین کا حاکم بنایا۔ اور ابو ذر و سلمان و مقداد کو پڑوسی پڑی
 لڑائیوں پر بھیجا کماض علیہ فی الشافی لہ حکم ارحالہ کلینہ فی فیض الامم باقر کے موجود ہے جسکا
 حاصل یہ ہے کہ اسی ابو بصیر کو فی شیعہ دینار بنی امیہ سے نہیں پایا بلکہ پادسی دین اور سکا
 مثل او سک اور امام کاظم سے مروی ہے کہ جو میں پہاڑ پر سے گر کر پان پان ہوں۔
 اس سے بہتر ہے کہ کسی سلطان کی طرف سے عامل ہوں پس بموجب ان روایات کے ابو ذر
 سلمان مقداد ہی زمرہ خلفاء سے ہو کر معصیت سے نہ بچی کلمہ من ادو الفقار اور قبول
 حضرت مجیب کے کرامتوں و عجائب علی علاوہ ازین اگر بالاجمال دیکھا جاوے تو کوئی صحابی خالی
 از معصیت نہیں لیجی چند روایتیں مختصر ذکر کرتا ہوں۔ مقداد کو ذکر میں قاضی صاحب
 مجالس میں فرماتے ہیں و شیخ ابو سعید رشتی کہ از علماء امامیہ است در کتاب سمار الرجال
 باسناد خود از حضرت امام محمد باقر و روایت نمودہ ارقد الناس الاثنتہ نفر سلمان ابو ذر
 و المقداد فقلت نعم قال کان صاحبہ تہرج قال ان اردت الذی لہ شک و لہ خلیفہ
 شی فالمقداد صدوق طائفہ شیخ ابن بابویہ سے در علل الشرائع باسناد خود از حضرت
 ابو عبد اللہ روایت میکند قال علیہ السلام لما کان یوم احداثہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم حتی لیرق معہ الاصلیہ ابیطالب ابو جابر و سہیل بن خثیمہ۔ عنکاش القلم
 اور تفسیر صفائی میں ہے لکھا ہے و لیرق مع رسول اللہ ابو جابر و سہیل بن خثیمہ و علی بن ابی حمزہ
 قیس بن سلمان سے مروی ہے جسکا ترجمہ باقر مجلسی نے حق یقین میں کیا ہے
 س۔ سواتین شخصوں کے سب مرتد ہو گئی۔ سلمان۔ ابو ذر۔ مقداد۔ میں نے توچا اور ثار دیا کچھ پر گیا تا
 پہر لوٹ آیا۔ فرمایا اگر ایسا شخص چاہی جسکو شک نہ ہو اور وہ سکے و لین کچھ (مرد) نہ آیا ہو وہ مقداد
 ہے۔ ۱۱۵ ام ابو عبد اللہ نے فرمایا جب احد کی لڑائی ہوئی تو سب اصحاب نے شکست کھائی اور ہر گئی
 اور حضرت کے ہمراہ سوائے علی۔ اور ابو جابر کے کوئی باقی نہ رہا۔ ۱۲۔

قال فلما كان الليل حل على قاطمة على حمار واخذ بيدي الحسن والحسين عليهما السلام فلم يدع
 احدا من اهل بيته من المهاجرين ولا من الانصار الا انا في منزله وذكروا حقه ووداعه الى الصلوة
 فما استجاب له الا اربعة واربعون رجلا فاهراما يصيحوا محلقين رؤسهم معهم سلاحهم على
 يابعوهم على الموت فاصبحوا الميواف منهم الا الاربعة فقلت ليمان من الاربعة قال انا وابودر
 والمقداد والزبير بن العوام - عز منتهى الكلام - مصنف كتاب اختصار شجر بني سحر ايت كبر
 قال سمعت ابا عبد الله ع يقول ان النبي صلى الله عليه وسلم لما قبض ارتد الناس على عقاب كفار الا ثلثة
 سلمان والمقداد وابودر الغفاري وانه لما قبض رسول الله جاء اربعون رجلا الى علي بن ابي طالب
 فقالوا لا والله لا نعطي احدا طاعة بعدك ابدا قال ولم قالوا اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
 في اليوم غد قال اتقوا قالوا نعم قال فالتوا غدا محلقين فاما هؤلاء الثلثة قال وجاء
 عمار بن ياسر بعد الظهر ففر بیده على صدره قال له مالك ان تستيقظ من نومة الغفلة
 فلا حاجة لي فيكم انتم لم تطيعوني في خلق الراس فكيف تطيعوني في قتال جبال الحديد فلا
 حاجة فيكم اوراسي كتاب بين دوسری جگہ روایت ہے عن ابن عیسیٰ فہر عن ابی
 عبد اللہ ع قال سلمان کان منہ الى ارتفاع النہار فعاقدہ اللہ ان وجی عنقر حتی صیرت

طے جب رات ہوئی تو علی نے قاطمہ کو گدھی پر سوار کیا۔ اور حسین کا ہاتھ پکڑا۔ اور عمار بن دینار و انصار اہل بدر میں سے
 کسیکو چھوڑا مگر اوسکو گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کی طرف دعوت کی۔ پس انھوں نے اہل بدر
 آدمیوں کے اور کسی بھی آپ کی اعانت قبول نہ کی۔ آپ نے انکو حکم کیا کہ صبح کے وقت سر نہ اٹھائیں
 ہو کر موت پر بیعت کے لیے حاضر ہوں۔ جب صبح ہوا تو سوائے چار شخصوں کے کہ ان میں
 سی اور کوئی نہ پہنچا۔ میں نے مسلمانان سے پوچھا چاروں کون کون بنے۔ کہا۔ عین اور ابوذر اور مقداد
 اور زبیر بن العوام۔ امام ابو عبد اللہ سے سنا فرماتے تھے جب رسول اللہ نے وفات پائی سوائے سلمان۔ ابو
 - مقداد کے سب لوگ مر رہے تھے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس جا لیس آدمی آئی۔
 اور کہا خدا کی قسم ہم آپ کی اطاعت کی بیعت نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کیوں کہ
 ہمیشہ حضرت کے سنا۔ کہ وہ خیر کے دن آپ کے باب میں فرماتے تھے کہ یہ فساد مارنے
 مرنے پر راضی ہو کہا ان کو فرمایا تو صبح کو سر نہ اٹھ کر میرے پاس آؤ۔ سوائے تین آدمیوں کے اور کوئی
 آپ کی نافرمانی نہ کیا امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عمار بعد ہجر کے آیا آپ نے اسکی سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا اپنی غفلت کی نیند سے
 اب تک نہیں جاگا۔ جاد چکو تمہاری کچھ ضرورت نہیں جب سر نہ اٹھی میں تمہیں میری اطاعت نہ کی تو یہی کہہ کر
 ساتھ لڑائی میں کہہ نہ اطاعت کر دئے تمہارا کسی جگہ کچھ حاجت نہیں۔ امام ابو عبد اللہ سے مراد ہے
 انہوں نے فرمایا کہ سلمان سے تاخیر دن چڑھی تاکہ ہوئی خدا نے اسکو یہ مراد ہی کہ اسکی گردن
 کو پھیل گیا یہاں تک۔ ۱۲۔

مثل السعة حراء وابو ذر منته الى وقت الظهر فاقبل الله الى انسلط عليه عثمان حتى حمله على قتب
 واكمل لم البيت وطرده عن جوار رسول الله ﷺ فاما الذي لم يتغير منذ قبض رسول
 ﷺ الله عليه واله حتى فارقت الدنيا طرفة عين فالمقداد
 ابن الاسود لم يزل قائماً قابضاً على قائم السيف عينا فعند الميعين ينظر حتى ياتي
 حاصل روایات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی معصیت سے نہیں بچا بلکہ ارتداد
 سے نہیں بچا حضرت مقداد اگرچہ داخل مرتدین نہیں لیکن فرار جنگ احد سے جو کبیرہ ہے
 اور جس کی حق میں وارد ہے فَقَدْ نَكَاهُ نَعَضِبُ مِنَ اللَّهِ وَمَا وَادُجَحْشَمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا
 آپ کی طرف منسوب ہوگا اور کرام ہونے سے بروایات مستبعد خارج ہوگی۔ پس اب کہنا
 چاہی کہ ہمارے حضرت محیب کا فرمانا کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو بڑا جانتی ہوں قرآن
 تو یہی وہ صحابہ جنکی کرام ہونے کے ہمارے محیب قائل ہیں وہ کون ہیں کون سے کوئی
 معصیت سرزد نہیں ہوئی وہ یہ ہے بزرگوار ہیں جنکی اوصاف کتب شیوہ سے مذکور ہوئی
 یا کوئی فرضی ہیں اگرچہ خصال ابو جعفر محمد بن بابویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جنکی صفت
 حسب مذاق محیب بسبب کرام ہو سکتی ہیں بارہ ہزار میں حدیثنا احمد بن جعفر الحمصی
 قال حدثنا ابراهيم بن هاشم عن ابيه عن ابن ابي عميرة عن هشام بن سالم عن ابي عبد الله
 عليه السلام قال كان اصحاب رسول الله ﷺ اثنا عشر الفاً ثمانمائة الف من غير الذين
 والقان من المدينة والقان من الطائف المريد منهم قدری ولا مخرجی ولا مخرجی ولا معتزلی
 ولا صاحبی کا تو ایسا کہون البلی والتمنا وبقولنا افضل واصحا قبل ان ناکل الخیر الخیر البلی
 سے کہ اصل مرجع دل بار رسول کے چوبیس اور بار ستر تھے مگر ایک ہوئی خدا تعالیٰ نے اسکو بہت زیادہ ہی کر عثمان کو اس سے
 سبھ کیا اور ستر کو بیس یا لان پر سوار کیا جس سے اسکا سر میں زخمی ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوبیس کو ستر
 دیا لیکن وہ شخص خیرہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں ایک مطلق نہیں بدلا۔ مقداد بن الاسود ہے ہمیشہ تلوار کا
 نصہ چڑھے اور کھنجر میں نہیں لٹکیں لڑائی مستعدی کے ساتھ تشدد فرما کر حضرت کعب حکم شہداء تھے جن میں ۱۰۰
 امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ ہزار تھے انہی بارہ ہزار میں سے ہمارے اور دوسرے
 کوئی دین میں داخل نہ ہوئے اور دین کوئی نہ تھا اور کوئی مخرجی نہ تھا اور کوئی خاکہ علی نہ تھا اور کوئی معتزلی نہ تھا۔
 ہمارے جان نکال گئے۔ ۱۰۰۔

صحابہ کرام میں سے کون کون سے صحابہ کرام ہیں

یہ تہذیب اور غیر مذہب سے دس ہزار اور طاقار دو ہزار تہی اسمین معلوم نہیں
 وہ حضرات جنکی مناقب و فضائل کتب شیعہ سے بیان ہو چکی ہیں داخل میں یا خارج
 اور یہ حضرات باوجود ان مجاہد کے مرتدین میں معدود ہیں یا نہیں یا ہی متناقض
 و تہافت روایات کچھ اسی موقع پر مختصر نہیں ہے۔ مانند یا واقعہ کہرت فی الاسلام
 صد ہار روایات میں یہی کیفیت تعارض و تناقض کے ہی بخیر تفہیم کوئی مفسر نہیں
 دیکھتا تری دلیل المعجز۔ پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ روایات معتبرہ قوم عاصی
 اور فاسق بلکہ مرتد ہوئی تو صفت احترازیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس وقت صفت
 احترازیہ ہو سکتی ہے کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہوں اور جب اہل سنت کے نزدیک
 سب کرام ہیں تو حسب مذہب اہل سنت صفت احترازیہ نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے
 نزدیک سب غیر کرام ہیں تو ان کے نزدیک ہی صفت احترازیہ نہیں ہو سکتی تو اس سے ثابت ہوا
 کہ اہلسنت سب کو بہتر و برتر سمجھتی ہیں اور یہاں کہتی ہیں اور شیعہ سب کو برتر سمجھتی ہیں اور
 بد کہتی ہیں پس حضرت عجیب کا حصر کے ساتھ فرمانا کہ ان کو ہی برتر جانتی ہیں جس سے پایا جاتا ہے
 کہ بعض مراد میں غلط ہوا باقی رہا کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہ ایک خیال
 باطل ہی کیونکہ اہلسنت کے نزدیک دو قاعدہ کلیہ میں اول یہ کہ بعد انبیاء کی
 کوئی معصوم نہیں دوم یہ کہ وصف صحابی کی ساتھ جلیس ایمان ہی مانو دہی
 کوئی معصیت منضرت نہیں پونچائی اور کرام ہونے سے نہیں خارج کرتے جیسا کہ
 شیعہ متعہ نکاح میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ متعہ کر نیسے درجہ حسین کا پادری اور دو دفعہ
 کر نیسے درجہ حسن کا اور تین دفعہ میں علی کا اور چار دفعہ متعہ میں خود حضرت افضل بن علی
 والمرسلین کا درجہ اور اسے یا حب ابیہیت کے باب میں فرماتے کہ باوجود کفر کے
 یہی ذریعہ نجات و قلاح ہے تو جب وصف صحابہ کے ساتھ کوئی معصیت و دین الکفر
 مفسر نہیں تو اہلسنت کی کتابوں سے غیر کرام ثابت ہونا محال ہوا غایت ماننے

ابواب کوئی روایت دال بر مصیبت ہو گئے سودہ کرام ہونے سے خارج نہیں کرتے
 تو یہ بھی غلط ہو اگر کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں ان کی کتابوں سے بیشک
 صحابہ کی غیر کرام ہونا ہی نہیں ثابت ہوتا بلکہ اللہ اور انبیاء کا بھی غیر کرام ہونا ثابت
 ہوتا ہے لیکن اس جگہ ہماری مجیب دہی اپنا قدیمی جواب دیکھتی ہیں۔ کہ یہ امر
 لازم مذہب ہے مذہب نہیں قس ~~لکھ~~۔ اور اگر لفظ کرام صفت کاشفہ ہے اور میطلبت ہے
 بھی یا کرام میں تو البتہ یہ محل نزاع ہے اقول حضرت مجیب کی ساغرہ دانی
 اور اجتہاد اس جگہ قابلِ کجی کے ہے کیونکہ حضرت صفت کاشفہ کسوکتے میں کیا
 بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بھی صفت کاشفہ ہے موصوف میں کو نہا ایہام تھا جسکے کشف کی
 ضرورت ہے اور اگر بالفرض ایہام ہو ہی اودہ باعتبار تعلق کے ہے یہ صفت کرام اس ایہام کو
 رفع نہیں کر سکتی بلکہ ایسی ہم کے رفع کے لیے تعلق کی طرف افضالت کرنا چاہی مثلاً کہ میں اس صفت
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ہم ایک بنائی دیتی ہیں ایسی صفات کو صفات مادہ کہتی ہیں صفت
 کاشفہ نہیں کہتی یاد رکھنا کہ یہ صفت مادہ ہوتی تو بس محل نزاع بننا دینیکم یہ ہی ہے
 قول ~~لکھ~~۔ کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور خود اقوال و افعال صحابہ بلکہ
 خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے جنگو اب خاتم الحمد میں فرما رہے ہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف ہے کہ ثابت
 ہوتا ہے۔ اقول بفضل اللہ تعالیٰ کل اصحاب کا کرام ہونا علاوہ کتاب اللہ کے خود آپ کی مدعا
 و قواعد ہی ثابت ہوتا ہے بھی مختصر گزارش ہے آیات (۱) حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
 كُنْزُ حَبْرٍ اَمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْخِرُوْنَ بِالْعُرُوْفِ وَتَتَمَوَّنُ عَنِ الْمُنْكَرِ
 وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ صَاحِبِ عَالَمٍ اَسْوَلُ كِتَابِہِی وَمَا وَضَعَ لِحَطَا۔ المتافہة نحو یا ایہا اللہ
 و یا ایہا الناس لا یعلم لصدقۃ من تاخر عن لمن الخطاب لانها بالنسب لهم بدل من الآخر
 لے ہو کر متر است جو کالے حصے ہو واسطے لوگوں کے حکم کرتے ہو تاہم اچھی طرح اور اسے کرتے ہو
 برائے سے اور یاں لے ہو تاہم اللہ کے۔ ۱۲۔ جو لفظ خطاب مٹ نہ کے لئے
 برضوع پر شل باجیب اس لہذا یا ایہا اللہ ان کے راہ خطا سے بچنے کی رو کو لکھا ہے صیو کے اصحاب کی مثال میں ہوتا
 انوکھی حکم دہری دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ ۱۱۔

بیشک نقصان صحابہ

ایک درجہ نقصان صحابہ

حیجان من الانصار وقبل مما بنو سلا من الخراج وبنو حار تمنن الادس وکانا جنات
 العسکر سبکہ حضرت مفسر صافی رحمی کی دیانت و دین قابل فائز ہے وہ طائفان شکم کی تفسیر
 میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی بنی منافقین اور اسکی اصحاب ہیں۔ اول تو
 اس سے لفظ طائفان جو ثنیہ واقع ہے صریح انکار کرتا ہے۔ بعد اسکی لفظ شکم اسکی لفظ
 ہے یہاں ہم حق تعالیٰ فرماتا ہے اللہ اور نکادلی ہے تو اگر منافقین کے ساتھ خدا تعالیٰ
 کی سوالات تسلیم کیا بیگی تو بہت سہ دلائل قطعیہ شیعہ کا استیصال ہو جائیگا۔ (۴)
 إِنَّ الدِّينَ تَوَلَّوْا أَنْتُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْجَمْعُ إِثْمًا سَيَرَّ لَهُمُ الشَّيْطَانُ بَعْضُ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ
 عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (۵) الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ
 مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ
 إِنَّ النَّاسَ دَخَلُوا أَلْكَرَ فَاحْتَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
 (۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلٌ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ نِسِي عَنْكُمْ
 مِنْ بَعْضِ مَا الَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَآذَوْا فِي سَبِيلِي وَقَتَلُوا
 لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيَأْتِيَهُمْ وَلَا دَخَلَتْهُمْ حَتَّى يَخْرُجُوا مِنْ تَحْتِهَا أَلَمْ يَأْتُوا بِنُورٍ مِنَ اللَّهِ
 وَاللَّهُ مَعَهُ خَيْرٌ النَّوَابِ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ہاجرین کے لیے تفسیر سیات اور
 ادخال جنات اور ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا جسکا خلف محال ہے اور تکفیر سیات سے
 اسطرح اشارہ ہے کہ اونی نوع سیدیکہ ممتنع نہیں ہے اور نہ قاضی (۷) (۸)

سے تحقیق جو لوگ مہینہ موڑ گئی تھیں جن سے اسدول کر لیں اور ان میں سے اسکی نہیں کر دیا اور شیطان سے بعض
 اور سچ سے کرنا یا تھا انہوں نے اگر تحقیق معاف کیا اللہ نے ادنیٰ تحقیق اللہ تعالیٰ والا نخل والا ہے۔ ۱۲۸
 جس لوگوں نے قبول کیا یا اسکی اللہ کے اور رسول کے پیچھے اسکی کہ ہوسکتی اور دھم داسے اور لوگوں کے کہی کرے
 جس اور جن سے اور برسرکاری کرتے ہیں ثواب بڑا۔ وہ لوگ کہتے انکو لوگوں کے تحقیق آدمی تحقیق جمع ہو کر
 میں یا اسکی تہا ری ہیں کہ وہ تو سب سے زیادہ کیا اور کہا انکو انہوں نے کلامت ہی کہو اللہ اور
 اچھا کارب آدمی۔ ۱۲۹۔ لیکن بدل کیا داسے اور کے رب ازکی نے یہ کہ میں نہیں ظالم
 کروں گا عمل کسی عمل کر دیا اسکا نہ میں سے مرد سے عورت سے بعض تہا ری بعد نسی میں
 پس جن لوگوں نے دین جو دیا اور کہا لوگ کہی کروں اسی سے اور ادا دی گئی سچ راہ میرے اور کہے اور اسی سے
 اللہ اور کہی سوا دنی برائیاں دیکھ اور البتہ افضل کر دیکھ میں انکو بہتوں میں پہلی میں عیسیٰ اور جسے سر نہر بن ثواب
 سربک خدا کے اور اللہ سربک اسکی ہے اچھا ثواب۔ ۱۳۰۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَانصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ
 الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت شریفہ میں ہاجرین
 و انصار کے ایسی فضیلت فی الایمان کی شہادت دی۔ اور فیضِ فضل کے توسط سے جو حصہ کرمفید سے انکی
 کمال ایمان کو محقق فرمایا اور انکی ایسی مغفرت اور ثوابِ فیض کا وعدہ فرمایا لیکن انفسوں کی حضراتِ شیعہ
 انکی حق میں مغفرتِ عظیمہ کو لعنتِ فاحشہ سے اور ایمان کمال کو کفرِ شدید سے اور ثوابِ کرم کو فسادِ عظیم سے
 بدل دیا۔ سبحانک اہبتانِ عظیم۔ (۸) وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
 وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا
 الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ہاجرین و انصار
 کی جو کچھ مدح فرمائی محتاجِ شرح نہیں حضرت شیعہ کی تادیل بلکہ تحریف میں بجز اسکی اور کچھ نہیں کر سکتے
 کہ اسکو ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ مخصوص فرمائیں اور پہلے انکی حالات معلوم ہو ہی چکی ہیں علماء
 اربعین جمع صرف بلام الفاظِ عموم سے ہیں بالاتفاق۔ (۹) إِنْ اللَّهُ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ الْجَنَّةَ لَيَقَاتِلُنَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَّ عَلَيْهِ
 حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَمْتَبِرُوا وَابْتَغُوا الْوَعْدَ
 بِأَعْيُنِكُمْ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ التَّائِبُونَ الْعَبْدُونَ الْحَامِدُونَ السَّاجِدُونَ
 الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْأَعْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ
 لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (۱۰) لَقَدْ نَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ
 اس آیت اور لوگ ایمان لائی اور وطن چھوڑا اور جاکر بیچ راہِ اللہ کے اور جن کو کون نے جاکر وہی اور وہی کی جہاد کوک وہی
 ایمان لانے والی ہے اسکی شش ہے اور رزق میں بابرکت۔ اس آیت اور آگے بڑھ جائیوالی میں ہجرت کرنا ہون سے اور مد
 دینی والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں انکے ساتھ نیچے کے راضی ہوا اللہ اور اسکی اور راضی ہوئی وہ اس سے
 اور پیار کے دہش اور بھی جلتے ہیں یہی اور کچھ نہیں ہش رہنی والے بیچ اسکی بہت سے مراد پانچ آیت
 تحقیق اللہ مول لیتا ہے سناؤں سے جا لیں اور مال انکی۔ سبب اسنے کہ واسطی اور انکی بہت سے کر دین
 بیچ راہِ اللہ کے پس ہاجرین کے اور ہاجرین جاوین گئے وعدہ ہی اور اسکی سبب بیچ فریست کے
 اور انجیل کے اور قرآن مجید کے اور کون شخص اور کون ایسی عہد دینی کو اللہ سے پیش شوق ہو کہ سودی اپنی کے سچ
 سوداگری کی کہنی ساتھ اسکو اور یہ وہی مراد پانچ آیت۔ توبہ کرنا والی میں عبادت کرنا میں تفریق کرنا اور میں ہر اہل میں ہجرت
 کرنا اور میں حکم کرنا اور میں ساتھ ہجرت والی کے اور منع کرنا اور میں نامعقول سے اور مجاہدہ کرنا اور میں حد دن اللہ کیسکو اور ہجرت
 دینی ایمان والوں کو۔ ۱۰ آیت ہے ہجرت راہِ اللہ اور نبی کے اور وطن چھوڑ دینی والوں کے اور مدد دینے والوں کے۔ ۱۱۔

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْحُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَرِيحُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُم بِرُحْمَةٍ رَبِّهِمْ وَغَدَا خَلْفَهُمْ أَوَّلَ الْآخِرِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَظَهِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

[illegible]

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمُ بَعْضًا لَفُتَّ صَوَامِعُ وَبَيْعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِزْمَكْنَا هُمُ فِي الْأَرْضِ قَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِاللَّهِ عَاتِبَةُ الْأُمُورِ (۱۵) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَتَّى يُخْرِجَهُمُ اللَّهُ مِنْكُمْ وَهُوَ جَابِلٌ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الَّذِينَ مِنْ حَرَجٍ مِثْلَ أَيْمَنِكَ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ تُهْمًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنَجُمُ الْمَوْتَى وَلِنَجْمُ النَّصِيرُ (۱۶) هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِيدَهُمُ الْإِيمَانَ وَأَعْلَمَ أَنَّهُمْ جُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ الْأَرْضَ الَّتِي كَانَتْ تُخْرِجُهُمْ مِنْهَا الْأَنْفُسُ خَالِدِينَ فِيهَا أَوْ لِيُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا (۱۷) قُلِ الْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُولَى بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا لِيَكُونَ عَلَى الْأَعْمَى حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْجٌ وَلَا عَلَى الْمَرْكُوبِ حَرْجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَكُ خَلْدُ جَنَّتْ حَرْجٌ مِنْ حَرْجِهَا الْأَنْفُسُ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْزِلْهُ عَنِ الْأَلَمِ (۱۸) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ

اور اگر ہونا دور کرنا اللہ کا لگوں کو بعضی اور کچھ بعضی سے اللہ کو دانی جاتے خلوت خانہ درویشی اور عبادت خانہ عبادت کی اور عبادت خانہ عبادت کے اور حیدرین کو نام لیا جاتا ہے حج اوسکی نام اللہ کا بہت اور بہت دور دور ہو گیا اللہ اوسکو کہ مدد فرمے اور کس کو تحقیق اللہ البتہ اور اوسکی غالب ہے وہ لوگ کہ اگر قدرت میں ہیں اور کچھ زمین کے قائم رکھیں نماز کو اور زمین کو رکھو اور اوسکو کہ زمین سے بیدار کرنا اور زمین کے اور وسطی اللہ کو ہی تمام سب کا مرنے کو اور زمین کے اور وسطی اللہ کے حق محنت اوسکو کے اوسینی پر گزیدہ کیا تمکو اور زمین کے اور بہتاری خبرین کے کچھ متکی دین باب متہاری ابراہیم کا اوسنی نام رکھا ہے ہمارا اسمان ہلے اوسکی اور جس کتاب میں ہے نام رکھا گیا اسمان کو کہہ ہوئے گواہ اور بہتاری اور مومن گواہ اور لوگوں کے اس قائم رکھو نماز کو اور زمین کو اور حکم کو وسائد اللہ کے دی جو دست متہاری اس بہت اچھا دست ہے اور اچھا دکار ہے جسے دی جی جی اوسکی لیکن بیچ دولان ایمان والو کو کہ شہرہ جاوین ایمان میں لے آئے ایمان ابنی کے اور وسطی اللہ کے میں لکھا گیا اسمان کو اور زمین کا اور وسطی اللہ جانی والا حکمت والا اللہ تو کہ داخل کرے ایمان والو کو اور ایمان والو کو بہتوں میں چلتی ہیں جسے اوسکی سے بہترین ہمیشہ شیعی دالی اچھا اوسکی اور درویشی اور شیعی برائیان کو اور اوسکی بہت دور ہے اللہ کے مراد ہا ہے اللہ کے مراد وسطی شیعی جو شیعی کیوں کے لئے گوارا دین سے کتاب بلانی حادی طرف ایک قوم سخت ایرانی دالے کی اور کئی قوم اوسے یا سلمان سو جاوین پس اگر اوس کے قوم دیو کی ہو اللہ تعالیٰ ثواب اچھا اور بہرہ جاتے ہم جیسا کہ کسی سے پہلے کسی عذاب کر گیا تمکو عذاب درد دینی والا نہیں اور ابراہیم کے شکی بارہ اور کئی بار شکی اور زمین اور بیابان کے شکی اور جو کوی دینا درویشی کے اللہ کی اور رسول ماسکو دینی داخل کر گیا اور کس بہتوں میں چلتی ہیں دینی اوسکی سے بہترین درویشی کو بہرہ جاتے عذاب کر گیا اور کس عذاب درد دینی والا اللہ البتہ تحقیق اسی ہوا اللہ

عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يَأْتِيَنَّكَ نَجْمَاتُ الشَّجَرِ فَاسْمِعْ مَا فِي قُلُوبِهِمْ قَاتِلَ السَّيِّئَةِ عَلَيْهِمْ
وَأَنبَأَهُمْ فَأَنبَأُوا فِي نُبَأٍ وَفَعَالَةٍ كَثِيرَةٍ بَادِعَةٍ وَأَنبَأُوا أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَاحِكُهُمَا (١٩)
إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ الْحَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةَ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (٢٠) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ أَلَّا يَحْبَدُوا يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ
أَنزَارُ الْبُحُورِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَآنًا ثُمَّ
فَاسْتَغْلَطَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوَاقِهِ يَجْعَلُ الزَّرْعَ لِيُغَيِّرَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (٢١) لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنفَقَ
مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدِ وَقَاتَلُوا
وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَ وَاللَّهُ بِمَا عَمِلُونَ خَبِيرٌ (٢٢) لَا تَحِدُوا قَوْمًا يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يَتَّبِعُونَ مَن جَاءَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَوْكَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَانُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانُ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَدَخَلَهُمْ جَنَّاتُ

[illegible]

فَیْرَی مِنْ خُجَّاهِ الْاَنْهَرِ یُخْلِذُ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولَئِکَ حِزْبُ اللّٰهِ اِلَّا
 اِنْ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُصْلِحُوْنَ (۲۳) یَنْفَقُ اَمْوَالُہَا فِیْ سَبِیْلِ الدِّیْنِ اُخْرٰی جَآئِزٌ بِاَیِّہُمْ
 وَاَمْوَالُہُمْ یَتَّبِعُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَیُصْرُوْنَ اللّٰہَ وَرِیْثَہُ اُولَئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوْنَ
 (۲۴) وَالَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الذَّارِ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِہُمْ یُجِیْزُوْنَ مِنْہَا جَآئِزٌ لِّیْہُمْ وَکَآئِیْدٌ
 فِیْ صُدُوْرِہُمْ حَآجَہٌ یَّمَاؤُتُوْا وَیُؤْتُوْنَ عَلَی الْفَرْسِہُمْ وَلَوْ کَانَ لَہُمْ خَصَاصَةٌ مِّنْ
 یُّوْقَ شَتْمَ نَفْسِہِمْ قَاوِلَیْکَ ہُمْ الْمُصْلِحُوْنَ - علی بن ابی طالب اور بیت آیات میں جو عسماً
 وخصوصاً صحابہ کرام کی مدح میں وارد ہوئیں اور جن سے صحابہ کبار و ہاجرین انصار کے فضائل و مناقب ثابت
 ہوتی ہیں نصف لیب کے وسطیٰ ثواب کی آیت بھی کافی ہے۔ اور انہی انصافی کے سامنے تمام قرآن ہی مفید ہیں
 اس لیے ہم نے یہی سب کچھ چند آیات کے مختصر بیان پر لکھا کہ بعض آیات کو خوف تعویل بلا تقدیر بہت لال ذکر
 کر دیا۔ مختصر اپنی اول و ایات کو سن لکھی جن سے صحابہ کرام ہونا کا شمس فی واقعہ الثہا ثابت ہوتا ہے
 یہ سید ولد اعلیٰ لکھنوی نے اساس الماصول میں صفحہ ۷۷ پر اور بحار مجلسی کی جلد اول میں
 صفحہ ۷۷ پر لکھی ہے ہم الفاظ اساس کے لکھتی ہیں - مٹھا ما اور مدہ الصدوق
 فی کتاب معانی الاختیار عن ابن الولید عن الصفار عن الخشاب عن ابن کلوب
 عن اسحاق بن عمار عن الصادق عن ابائہ و محمد بن الحسن الصفار فی بصائر اللہ ج ۱
 والشیخ الطبرسی فی کمال الاحتیاج اعز الصادق (رضی اللہ عنہ) قال ما وجدتم فی کتاب اللہ عز و جل

سے دی اور ان کو سب تہذیب کے اپنے طرف سے اور داخل کر گیا اور ان کو مشہور میں چلتی ہیں نیچے اور بھی گہرین ہیں مہرین
 بیچ اور کی راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوتی وہ اوس سے یہ لوگ ہیں گروہ خدا کے خبر واد ہو تحقیق گروہ اللہ کے وہ ہیں
 سلاح پانیا لے ۱۲ سے یہ مال اسطو فقیر دن وطن چھوڑ دینا لون کے جو نکال گئے گہر دن اپنی سے اور لون اپنی سے
 چاہتی ہیں نفس خدا کے سے اور رضا مند ہی اور مدد و مہرین خدا کو اور رسول اوس کو یہ لوگ وہ ہیں ۱۳ سے
 سے اور اسطو دن لوگوں کے کہ جگہ پکڑی ہے گہر ہجرت کے میں بیٹے مدینہ میں اور یان میں ہے اور شری
 دست رکھتی ہیں اور کو جو وطن چھوڑ کر میں طرف ان کی اور نہیں پاتے بیچ دنوں اپنے کے عیش اوس
 چیز سے کہ دینی جاوین ہمار ہیں اور اختیار کرتے ہیں اور جانوں اپنے کے اور اگر ہم ہوا ان کو تنگ اور
 خود کو بی بی یا جاوے بچیل جان اپنی کی سے - پس یہ لوگ وہ ہیں - سلاح پانیا لے ۱۲
 ۱۳ - امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) فرمایا جو کچھ کتاب اللہ میں پائو - ۱۲

قال عليه السلام لا ازم ولا عذر لكوني تركه والترك في كتاب الله عز وجل وكان فحسنة مني فلا عذر لكوني
 في ترك سنتي والامر بكنز في سنتي فما قال اصحابي فقولوا له مثل اصحابي فيكم كمثل النجوم
 بايها اخذ اهتدى وبأي اقاويل الصمابة اخذتم اهتديتم واختلاف اصحابي اليكم
 رحمة - قيل يا رسول الله من اصحابك قال اهليلجيه - به سوال وجواب جو خاتمه روايت من في
 به سر حضرت صدوق کی گہرت کی کیونکہ لفظ اصحاب کوئی پہلی جہتان نہیں تھا جو کل کی
 ضرورت تھی پہلی جہتان خذلاف خود اسکو مثل صحر علاء جامع الاستفسار کی روایت اس منصوصہ کو صریح ظاہر
 کر رہی ہے۔ (۲) حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن عیسیٰ
 الصوفی قال حدثنا محمد بن معیض بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال قال الرضا علیه السلام
 عن قول النبی اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم وعز قوله دعوا الى اصحابي فقال
 هذا صحيح - عزایات بیتا - از طبع الاخبار (۳) انا كما شمس على كالقسم صحابا
 كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم - عزایات بیتا (۴) اللهم واصحاب محمد
 خاصة الذين احسنوا الصحابة والذين ابلوا البلاء الحسن في نصره - صحیفہ کلام
 (۵) امام حسن مکتومی کی تفسیر میں ہے - ان رجلا من بغض آل محمد واصحابه او
 واحد منهم يعذب به الله عذابا بالوقسم على مثل ما خلق الله لاهلكم جميعين عزایات بیتا
 (۶) امام کی تفسیر میں ہے - فقال يا موسى اما علمت ان فضل صحابة محمد على عبادتي
 جميع المرسلين كفضل آل محمد على جميع النبيين - عزایات بیتا (۷) قالوا فابن

وہ وقت عدو کے ساتھ باقتدار اپنی ہر ایک چیز کے ساتھ ہو چکا ہے پہلے بیان ہو چکا۔ پس انصاف کا تقاضا تہ
 ہو چکا۔ اب میں اباب انصاف کی خدمت میں حضرت مجیب کے دعویٰ اجتہاد و تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش
 کرتا ہوں بغور و احتیاط و اہمیت۔ ہماری مجیب نے حدیث بخاری کو اور قصہ انصاف کو نماز جسد و جمل
 فرمایا ہی اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ جگہ گئی جو باتفاق اہلسنت سے عطا و خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے
 ہر کو صحابہ نہیں گئی تا مفسرین محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ خطبہ کی حالت میں پیش آیا چنانچہ مسلم کی
 روایت میں صریح مذکور ہے تو پہلی نسخہ کے کسے نسخہ میں قطعاً صلوٰۃ کو نہیں یہی روایت جابر بن
 عبد اللہ کی جو بخاری کے کتاب تفسیر میں دیکھو اور میں یہ لفظ نہیں کہ اس کی الفاظ اس طرح ہیں۔
 عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت عید یوم للبعۃ ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
 الناس الا اتنا عشر رجلاً فانزل اللہ واداروا تجارتہ الخ۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ حالت صلوٰۃ
 نہیں لیکن مقتضیاً کما لاینبض صحابہ کہ حضرت نے بطور اجتہاد ہر کو حالت صلوٰۃ پر محمول فرمایا تاکہ
 اہلسنت کی کتابوں کو نہیں دیکھا تو اپنی کتابوں کو ضرور دیکھ کر حق لعین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے تو اب غور
 سنی آپ کے والد امت صدق سے جو میری سانی جو یہ کہ نہ تو ہوا تو فی النہایں صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ
 علی التبر فی یوم الجمعة اذا جاءت عید لقریش فدا قبلت من الشام ومعا من یضرب بالذ
 ویضرب ویستعمل ما قد حطرہ الاسلام فانزل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المذبح وانقضوا منہ
 الی اللہ واللعب یغتفیہ وذاک فی صبح موعظۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واما تلحق علیہم من الغم
 فانزل اللہ عز وجل فیہم واداروا تجارتہ الخ۔ ابھی حضرت صدق صاحب کی شہادت سے یہ ثابت ہوا
 کہ یہ قصہ نماز میں واقع نہیں ہوا پس اب یہی تحقیق ہوا کہ یہ اجتہاد عطا ہوا دوسری نقیب میر محمد السیاح
 جو اس وقت میری سانی رہی اور میں یہی روایت موجود ہے۔ وروی عن ابی عبد اللہ اللہ انہ قال
 سلم جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے کوئی ایک خطا اور ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس اس نے بار بار اس کی
 سب آگ اس کی طرف اور دیکھے تو کہتے داراؤد بن ابیہامہ مع نازل ہوئی۔ سلم نے کہا اس کی یہ کہ جب کہ میں نے حضرت سے خطبہ پڑھا تو
 قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا اس کی پانچویں کعبہ رک رک گئے تھے یہی اور شاہی مشعر سے ہوا کہ اس نے یہی روایت
 کہ سرور جو کہ خطبہ سے بیعت کی سند ہو کر اس کو لب کو طرف چلے گئے۔ اس سے یہ واقعہ ہے یہ آیت نازل فرمائی۔ ۱۱۔
 امام ابن کثیر رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔ ۱۱۔

انفرقوا الیہما وتکون قائما تحت طبع المذنب علاوہ ازیں دوسری قاعدہ کہ دوسری ہی یہ خلاف
 قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہے اور محض قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہی شرح اس حال کے یہ ہے
 کہ جن تفسیریں شیعہ عقلمندی پر اور بحث دلائل شاعرہ شرعی - تو نماز میں سر یا خطبہ میں سے
 چلا جانا عقلاً عند شیعہ قبیح ہے خواہ ہی شرعی وارد ہو یا نہ ہو اور شاعرہ کہ نزدیک جب تک نہی و انہی
 اور سب پر طلاق قبیح کا نہیں ہو سکتا اور اس وقت تک انفس ل کے نہی وارد ہونا ثابت نہیں تو اس پر
 صحابہ نے کوئی امر قبیح اور نہ ہی عہد نہیں کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں جو
 حالت تعلیم کے مخالفت نہیں فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر منہی عہد ہوئی کی زیادہ تقویت ہو گئی ہے
 ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اوہنی کا قصد کیا تھا یا اوہنی تھی آپ مخالفت فرمادیتی تو اس کو
 اس زمانہ کو انہی نے مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع الفارق کیونکہ اس وقت بسبب رد وہی کے
 قبیح ہو چکا ہے اور اس وقت میں بوجہ عدم رد وہی کے قبیح نہ تھا دس اونچی فعلیہ البیان ہے
 اگر بالفرض تسلیم نہی ہی ہو چکی تھی اور شرعاً یہ فعل قبیح ہی تھا اس کے عموم میں وہ صحابہ ہی تو
 داخل ہیں جن کو مجیب البیہ بر خلاف شہادت قوم کرام سمجھا گیا ہے علی الخصوص سوم روایت صد
 و نو کی کہ وہی باقی نہیں چھوڑا پس اعتراض کا جو جواب اپنی صحابہ کرام کی طرف سے عطا فرما دیں گے
 وہی تمام صحابہ کی طرف سے قبول فرما دیں اور سب روایت اہلسنت بارہ شخص تثنی ہیں جو
 عشرہ مبشرہ اور پانچ اور ابن مسعود ہیں لیکن شیعہ کی روایت سے کوئی بھی تثنی نہیں ائمہ
 سے لیکر صحابہ تک سب ہی داخل ہیں پس فرمایا وہ کرام کون ہیں جو باقی رہی اور جن کو آپ
 کرام سمجھتے ہیں اور لوم و دلاست سے بچی ہوئی ہیں اسی میر صاحب بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت
 کی لوم و دلاست سے تو تمام بزرگان دین بچی ہوئی ہیں لیکن حضرات شیعہ کے لوم و دلاست سے
 بچنا محال ہے کہ اور سے ابتدا دار ائمہ اور صحابہ میں سے کوئی نہ بچا - ان یہ بات باقی رہی
 کہ آئیے نماز کو مخرج المؤمنین اور محل مناجات پروردگار فرمایا اور اس سے چل جائے کو
 لے اور کثرت چل گئے اور تکبیر پر کھڑے ہوئی اور خطبہ پڑھتی ہوئی چھوڑ گئے - ۱۲

مستحق لوم و ملامت قرار دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید پانچ ہفتہ کی حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔
 الحسین بن سعید عن فضالہ عن معاویہ بن عمار قال سألت اباعبد اللہ علیہ السلام عن
 الرجل یبیت بذکرہ فی الصلوۃ المکبوبۃ فقال لا یاس عمر۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز
 مراح المومن جو حسین ذکر ہے کہ ہیلین اور یہی کا نام محل سناجات ہے اور اسکی قطع کرنے سے لوم و ملامت
 سے نہیں بچتا۔ سبحان اللہ اگر وہ نماز یہی ہے ہو تو ایسی نماز کو سلام ہے ہمارے حق بائیں تو
 وہ محل سناجات و مراح ہو اور قطع نظر اسکی وہ ایسا فعل ہو جاوے کہ اس میں ذکر سے کہیلنا بھی ہر
قولہ ۱۱ احادیث پس بخاری کی کتاب عوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ
 فرمائی بہت سے احادیث میں یہی قول کہ مصدق پانچ گنا خوف طوالت عوض نہیں کرتا **اقول** سچ
 تو حضرت مجیب نے کمال ہی تجربہ فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتی چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ
 اجمالی طور پر بیان کیا ہے اسلیئے جواب یہ پیرایہ جمال گذارش ہوا ہے کہ عنوان اعراض سے
 معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو صحابین کے معنی سے اعراض جو شاید لغوی معنی پر اعراض کا دار و مدار
 رکھا ہے تو اس طرح ہو چکا کہ مسند کے نزدیک صحابیت کے لئے خاتم تک بقا مایمان شرط ہے
 تو ممکن نہیں کہ بخاری کتب مذکورہ کے احادیث معنیہ پہلی قول کے مصداق ہوں اور بعض محال اگر
 تسلیم کر لیا جاوے تو جو جواب آپ اپنی قبلین کی طرف سے تجویز رکھا ہے جواب یہ کہ یہ قبول
 قرار دیں۔ **قولہ** ۱۱ اقوال صحابہ بخاری کے کتاب الاحکام دیکھیں اور میں اجماع کی کیفیت
 معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ متعلقہ کتاب اللہ ہی دیکھی گا۔ **اقول** میں بخاری اور دیگر
 کتاب الاحکام دیکھ چکا۔ اجماع کی کیفیت معلوم ہی مسائل متعلقہ کتاب اللہ بجاوے تو وہ معلوم
 کر چکا ہوں لیکن ان باتوں پر مدعا سامی حاصل شدنی نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں یہ
 گول اصل تقریریں قانع بحث و التفات نہیں ان اسرت کہنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب
 صحابہ سے پر اقوال ائمہ اور دیگر مناقب پہنچنا میں جتنا محال ہے۔ اور کیا اقوال مسند میں
 ہے۔ میں نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ کوئی شخص ہمارے پاس آئے ذکر سے کہیلنا ہے کیا کچھ خوف
 مصائب میں ہے۔

کو روانہ من مینا وہاں بیٹہ عمر بن الخطاب چو دید کہ حال میں نوال است انجماعت را تہدید نمود کہ من نماز را بر
 شہ لوام سوخت و تحفہ صفت حق دین تہدید یعنی بر تہتبار و قیق است از حدیث پیغمبر کہ حضرت نیز روح کسانیکہ در
 جماعت حاضر نمیشدند با امام اقتدا نیکند کہ نہ ہمین قسم را شایان فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت
 باز نخواہند آمد من خانہ را بر ایشان خواہم سوخت چون ابو بکر تیر امام منصوب کردہ پیغمبر بود در نمازہ آنها
 ترک اقتدا آن امام حق بخاطر خود می اندیشیدند و دفاقت جماعت مسلمین دین باب نمیکردند سختی
 همان تہدید پیغمبر است نہ پس این قول عمر مشابہ است بفعول پیغمبر کہ چون روز فتح مکہ بحضور او عرض نمودند
 کہ ابن خطل کہ مرا از شہر افکار بود و بار بار بہ سجود پیغمبر در شہار خود ردی خود را بیاہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ منظر
 بردہ و در بردن می آنخانہ تجلی آشیانہ خود را بہمان ساختہ در باباد چہ حکم است فرمود کہ او را ہماہنجی
 بکشید و پانکسید و ہر گاہ این قسم زد و آن جناب الہی را در خانہ خدا پناہ نہ باشد در خانہ حضرت ہما
 چہ پناہ باید داد حضرت نہ ہر اچہ از شر او دادن کشتار فساد پیشہ مکرر کرد کہ تخلوق با خلاق اللہ
 ستیوہ آن پاک صہبت بود انتہی بقدر کما جہ۔ اگر چہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ پر بحث ہو سکتی او
 تشبیہ المطامن میں ہر قول منجج سامعہ رو کیا گیا ہے مگر اس قسم میں حضرت مجیب کی خدمت میں حضرت
 اسعد عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام شہی اور کتاب اللہ انکی فضائل سے پر ہو اور اقوال شہداء و کلمہ کرم و کلام
 بشمار دہین جیسا کہ قول اتیر میں آپ فرماینگی تو یہ لوگ صاحب حیانت اور شہار فساد و پیشہ دین
 قسم زد و ان جناب الہی جو خانہ حضرت زہرا میں جمع ہوتے ہتی کون شہی صحابہ ہی میں ہر شہی
 یا بیہود و فساد و شرک وغیرہ ہتے۔ **اقول**۔ اس جگہ ہی تشبیہ کے حسب عادت قدیمہ
 وہی اعتراض بابت مثال صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جسکا جواب ابی بکر سائبہ نے
 مکرر دیا جا چکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال تہمت کے تفصیل و تصدیق کا جہاز کم ہر اور چکا
 از زیادتی فوائد ہنہیں سلیسی اس جگہ ہی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہین لیکن بشور مشاہدہ جہاز
 محفوظ خاطر سامی کہیسی (۱) سوائی انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہین۔
 (۲) کوئی محصیت دون الکفر فضل صحبت کو رفع نہین کرتے۔ (۳) ہنگام

مسائل صحابہ میں مبارک کلام کی تفسیر

صحت کلی مثلاً جبکہ امور ہمہ میں احتمال کا اندیشہ ہو تو نفس کا لحاظ نہیں کیا جاتا (۴۷)
 ابوبکر صدیقؓ خلیفہ راشد اور امیر مومنین تھے (۵) مشابہت ایک شی کے دوسری شی
 کو ساتھ کسی خاص فعل میں یا کو مقتضی نہیں کہ مشابہت بہ جمیع امور میں مشارک اور مساوی ہو جادین اگر
 یہ مقدمات سابقہ برائے عقلیہ نقلیہ ثابت و متحقق ہیں لیکن ہجہ بحسب علم نیست نہ کر گئی گئی نہیں پس
 واضح ہو کہ اولاً جبکہ آپؐ مدعی ثبوت طعن کے ہیں تو حسب قاعدہ مناظرہ آپ کو لازم ہے کہ آپ یہ
 ثابت فرمایں کہ یہ لوگ صرف صحابہ ہی تھے سوائے صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ میں نہ تھا جبکہ آپ
 بہت ثابت کر سکتے ہیں کہ دعوی ثابت ہوگا کیونکہ مانع کو پہنچتا ہے کہ وہ اس شخص کو تسلیم کریں اور کسی کو تسلیم
 کریں کہ صحابہ ہی تھے بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین کا عید فتنہ بن سبب فتنہ گیری میں شامل ہوں کہ جن کو ثبوت
 اسلام کی دینی و برہمی کا خیال مرکوز خاطر رہتا تھا۔ اور جب ان کا مشمول محفل ہوا تو
 ہم کہیں گے کہ یہ طعن صرف انہیں منافقین کی طرف متوجہ ہے جو باعث اشتغال قضاوت ہے
 اگرچہ روایت از آلہ انخفا سے جو حضرت امیر جمعی انہی ہاشمہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبارت
 نفی غیر قطعاً دلالت نہیں کرتی۔ اور چونکہ یہ بزرگ سبب اس کے کہ ان ہی مشورت خلافت
 صدیقی نہیں کیا گیا تھا اور ناخوشی اس کی ستولی تھی نہ یہ اتفق میں متاثر ہے منافقین
 موقع وقت پاکر اور سکون زیادہ کشتعل کیا تو چونکہ اصل بنار اس اجتماع کی وہ ہونا خوشی صحابہ پر
 اور منافقین باہم ہوشاک دوا کر کے صرف باعث زیادتی اشتغال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع
 ایسی ہزار گونہ زیادہ تعجب انگیز تھا۔ تو ایسی روایت میں صرف ان ہی حضرات کے نام پر اکتفا
 کی گئی اور منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا کہ ان کا شریک ہونا ایسی امور میں بدیہی ہی کہ تسلیم ہر مسلمان
 و اہل اسلام کے ساتھ اور گناہ یہی دیر ہر کیا ہے۔ ثانیاً اگر سیاق عبارت میں توجہ سے نظر
 نامل دیکھا جادے تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردود ان جناب الہی ہرگز بحق
 صحابہ و راجع نہیں ہے کیونکہ اس عبارت میں (پس وہیں آنت کہ این تجویف و تہدید کس
 را بود کہ خانہ زہر ارض را بجا دینا ہر صاحب خیانت و کشتہ) لفظ و کشتہ صیغہ ماضی ہے

اور یہی فیہر راجع بسوی کسان ہر تو اگر صاحب خیانت سر اور صحابہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ وہ
 خود ہی اپنے آپ کو صاحب خیانت جانتی والے ہوں اور یہ بھی البطلان ہر بلکہ حاصل معنی نہیں
 کہ ان صحابہ نے جو مجتمع ہوئے تھے حضرت زہراؑ کے خانہ برکات امتیاز کی نسبت یہ خیال کیا
 کہ جو شخص خیانت کر کے اس میں شریک ہو تو یہ بوجہ عظمت و اقرام و جوار حضرت سیدہ نسا ر اہل انجمنہ
 کے لجا دامن ہوگا اور نہ ہی تو بڑے خود کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ اور اس طرح کلمہ مردودان جناب
 الہی صحابہ پر گزر نہیں اطلاق کیا گیا بلکہ بن خطل اور اس کی ادن ہم بنو نہر اطلاق کیا گیا جو کو خانہ خدا
 حرم محترم کعبہ میں پناہ نہیں اگر جملہ درخانہ خدا پناہ نباشد جو متصل نہ گورہی وہ اس کی دلیل اس پر نہیں
 تو نقد یہ عبارت اسطرح ہے درگاہہ این قسم مردودان جناب الہی اگر از ہجو مغیرہ مدعی خود کیا
 کردہ و چنان چنین کردہ درخانہ خدا پناہ نباشد آئندہ اگر از اطاعت امام حق انحراف درزید نہ
 و شور تھا پہنچ فتنہ و فساد میکردند بنانہ زہراؑ پناہ باید داد۔ تو اس سے واضح ہے کہ اطلاق لغت مردودان
 جناب الہی کا صرف ابن خطل اور اس قسم کے لوگوں پر ہے کیونکہ جب و منصفین با جہا میں اور حکم ہی
 ہر ایک کا علیحدہ ہے کہ ایک صنف کو ایسی عدم بیائیت کعبہ کے ہے اور دوسری کے ایسی عدم
 بیائیت خانہ زہراؑ کی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ایک کو دوسری محمول کے وہ کلمات جواب
 کو حق میں اطلاق کے گئے اور میں دوسری کو ہی شامل کیا جاوے کیونکہ شاہ نے اس میں جمیع امور
 میں شائبہ کو مقتضی نہیں۔ غرض کہ جب بیہشت کی نزدیک صحابہ معدوم نہیں اور معدومیت
 جائز ہے تو اس معصیت کے نسبت لعن بطور ایجاد کرنا یا کسی امر اہم کے متخام و اصلاح کے لیے
 کوئی امر کیا گیا ہو اس کی نسبت تشبیہ کرنا محض عدم تدبیر اصول کی وجہ سے ہے کہ کیا معلوم نہیں
 کہ حضرت امیرؑ کے زمانہ کے واقعات تو یہ رہا اس سے بڑھ کر میں باوجود کی بیہشت نہ آو
 معصون کرتے ہیں اور کو ملاست کرتے ہیں بلکہ کہتی ہیں کہ حضرت امیرؑ نے جو کچھ اپنے زمانہ
 خلافت میں انتظام کیا حق کیا مخالفین خطا پر تہی لیکن معذور حق تقالے اور انکی خطا میں
 حسب عمدہ بخشیدگا۔ عالی مخصوص ایسی امور میں کہ جسکی نظیر اور پیش علیہ موجود ہو اور شارع

کطرف سے اوسمین اوسے قسم کی تہدید کی گئی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل و نقل ہے معہذا
 با اینہم حضرات شیعہ بھی تو جن صاحب کو کرام اعتقاد کرتے ہیں انکو مرتدین اور خائنیں اور مثال
 ذلک عبارات سے تعبیر فرماتے ہیں بلکہ بغض ائمہ معصوم تک یہی خیانت کا الزام لگاتی ہیں
 یہ جو کچھ اسکا جواب تجویز کر رہا ہے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ **قول** تعجب
 و حیرت کا مقام ہے کہ اگر بحاری شیعہ بعض اشخاص کے شانین جہنوں موقع و فرصت پا کر
 تدابیر ملکی کر کے حکومت ذاریت حاصل کرنے اور چیمبر و فقہین و تدفین رسول کطیف ہی متوجہ
 نہوئی اور بدین المہیت کو بجائی تالی اور شفی اور عزت گھر جلانی کے دھکی دی اور طرح طرح کے
 ظلم و ستم کی اور کل جو رد جفا کے جو بعد میں عورت اطہار پر واقع ہوئی بانی ہوئی کچھ بے ادبی
 کریں تو رافضی اور کافر و بدین ہوں اور اگر خود اہل بیت پر ان خلفاء متغلبہ کی مخالفت کریں
 تو معاذ اللہ نقل کفر بنیاد ان کلمات کے جو انکی خاتم المحدثین تحریر فرماتے ہیں سخت ہوں
 کیا انصاف و دینداری ہے ہماری مقابلہ میں صاحب فیصل امت ہوں اور اگر اس خلافت
 کو برہم کرنے کی تدبیریں کریں جبہ پنجر اجماع صحابہ بنوعمل سنت کوئی دلیل عقلی نقلی و عرفی
 نہیں اور اس اجماع کا ہی بڑا ناز ہے تو مردود ان جناب الہی سے کفار و منافقین و کفرین
 جماعت کے مشابہ ہوں۔ **اقول** اس عبارت میں بلکہ آخر قول تک حضرت مجیب نے
 جہلا کر جو کچھ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی تا نگہوں کو بغض و جہد کو میں سے کور کر کے
 جو کچھ نہ ثابت نہ گھٹکو فرمایا ہم اسکی ترکیب کی جواب میں حسب الزام اپنے زبان آلود
 کرنا نہیں چاہتی سچی اسکی جواب سے اعراض و اغماض کر کے اصلی جواب کی طرف عنان
 توجہ پیرتے ہیں۔ تعجب حیرت کا مقام ہے کہ عجیب لبیب یا اینہمہ ادعائی انصاف و
 اول بحیار مشیعہ کے رافضی اور کافر و بدین ہونے میں متروک ہوں جہنوں نے اختیار
 علیہم السلام کو کافر و ملہیں سے دو چند و سہ چند کہا ائمہ کو خائن اور تارک واجب بنایا جو
 مقبولین کو مرتد و مغضوب من اللہ اور جہنمی قرار دیا۔ اہل بیت و عترت طاہرہ کی دوستی کے

پر وہ مین کو بھی بالانت ذہیل کے دو وہ مضمون تراشی کہ ایسے دو جاکو بحیثیات و شمرندگی مین خود
 زن کر دیا۔ اور ذات پاک خداوندی پر تودہ و دنبہ شین باندہیں کہ ایک مٹی کا پتلا بنا کر تھپا دیا۔
 جو حضرات کو عقل چاہی ہر کام ہی تو اگر کسی نام دار اہلیت ہر تو یہ وہ ولا رتبعیان پاک ہی کو مبارک
 رہی کیا انصاف و بنداری ہے کہ ہماری مقابلہ مین تو انبیاء و ائمہ معصومین اور صاحبین ہوں اور
 کرام کھلدین اور جب اپنی اقرضہ فاسدہ متعلق ہوں یا بددن بخافہ نقابل ان کو شیون بیان ہوں
 تو حادۃ نقل کر کفر نباشد عیا آپکی صدوق وغیرہ فرماتے ہیں انبیاء کا فرد حاسد ہوں اور خفا
 اور تارک و جبہ و معین کے اطمینان ہوں اور صاحب کرام تدرین بغض و عیب ہم شہرین اور
 باوجود ان باتوں کہ اہلسنت پر زبان و لاریان۔ روایات ان مضامین کے گذشتہ ابجاث کر
 مطامیر میں سیفہ کور ہو چکی ہیں اور کچھ تیندہ ابجاث مین اپنی اپنی موقع پر بیان ہو چکی۔ بعد
 اسکی اس قول مین چند وجہ سے کلام ہے۔ (۱) معلوم نہیں تجھ تبصیر بالخصص اور ترجیح
 بلا مرجع کی کیا وجہ ہے بعض اشخاص کہے کیوں ذکر فرمایا جب تصریح تشہید ثالت سوا
 حضرت مقداد سب کے سب مرد ہو چکی تھے اور رہی ہی مقداد ہی سولین اور نفعیین کے عموم
 مین شامل ہو گئی تو بتائی کون باقی رہا جو بچا رہی شیعہ کے سہام لعن و ملامت سے بچا ہو
 ۔ پھر تبعض کہانی لیتی ہیں اور اس کا غدی گشتی کو کہا تھاکے بیان کر۔ (۲) موقع و فرض
 پاکر اور تدابیر ملکی کر کے اوہوں نے حکومت دریا ست حاصل نہیں کی بلکہ یہ محض وعدہ و
 خداوندی ہے جو اپنی دقت پر ظاہر ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے صحابہ کے واسطے اختلاف فتح
 اور تکمیل دین مرفیہ کا وعدہ اپنی اوس کلام مجید مین جسکے شان یر خلافت مرغوم امامیہ لایا ہے
 الباطل من بینہم و بینک و فرمایا و عَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
 فِي الْآخِرَةِ اِلٰہِ توبہ دی موعود خداوندی ہے جو بلا تدریس کو مشورہ کے محض نسبت الہی
 ارادہ حقانے پردہ غیب سے منصف ظہور چر بلوہ کر ہوا جسکو حضرت عسکری علیہ السلام سے تفسیر کرتے
 ہیں انجیب لیب دراز کو اہل تختہ سادات معروض اقراض مین بے سمجھی پس کیا کرتے ہیں

چونکہ یہ وعدہ الحالہ واقع ہو گیا اور اسکا مصداق بخرا اسکی اور کوئی نہیں تھا تو مکنتہ طمع معین
 اسکی جو اسکو کوناہ اور حد حاسدین کا اس سے قاصر ہی حضرت صدوق نے اس آیت شریفہ کی
 تاویل میں اپنی رسالہ امامت میں جو اسوقت میری سامنی موجود ہی جسقدر پہنچ کتاب کہا لی میں
 اہل انصاف کے ملاحظہ کے قابل ہیں (۳) تجہیز و تکفین بول صلعم کا الزام اولاً شکر کہ یہی تکفیر
 یوم انتقال ہے حضرت تیسری روز دفن ہوئی پس اگر صحابہ تدابیر ملکی کے فائدہ میں مشغول تھے تو اہل بیت
 کس کام میں مشغول تھے جو نقش کو تین روز تک دفن نہیں کیا اگر یہ کہیں کہ غم میں مبتلا تھے جسکی غلبہ میں
 کچھ نہ کر سکی تو یہ بالکل غلط اور بالقریب بات ہے بقول حضرات شیوعہ کے اہل بیت میں کہ سے تو حضرت کے غم
 میں کوئی بھی یہیوش نہیں تھا کیا اپنی غصہ خلافت کا غم تھا کوئی اپنی میراث و فدک کے اندو
 میں معاوہ و ائمہ مجامع ہاجرین و انصارین در بدر پہر رہی تھے اور اسکی چھٹی مصطفیٰ کے غم کا
 خیال تھا نہ مرضی کے ارد کا پاس تھا تو جب اہل بیت کا یہی حال تھا تو جو الزام آپ صحابہ
 دیتی ہیں وہ یہی اہل بیت کی طرف راجع ہوتا ہے۔ ثانیاً یہ کہ خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تھا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر
 بڑے اور متعفن ہونے سے پاک و منزه تھا تو ایسی دفن کی عجلت کے ضرورت نہیں ہے اور امر
 ملافت میں اگر اشتغال واقع ہوتا اور جرح انصار کا منشا تھا اور بیطرح خلافت متفرق ہوتے تو ائمہ
 پر ہی سلام تھا ایسی اسکو مقدم کیا گیا (ثالثاً) ایک کام کی طرف سب کا مجتمع ہونا
 ضروری نہیں جب اہل بیت اسکی مٹولی اور متاغل تھے تو اور دن کی حاضری و شرکت چند ان ضروری
 نہیں تھی ایسی وہ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہو گئے۔ (رابعاً) حضرت امیر
 کی کلام سے جسکو انکی صدوق نے حفصال میں روایت کیا ہے جو اسوقت میرے در بدر و حاضر
 میں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے غسل و تکفین میں صحابہ کو خود حضرت امیر نے ہی دستہ
 شریک نہیں کیا تھا اور یہ حضرت امیر کا صحابہ کو شریک نہ کرنا جو کمال محبت کے تھا نہ یہ کہ صحابہ
 ہی تدابیر ملکی میں مشغول کہہ شرکت و حاضری سے باز رہے تھے۔ حدیث ابی محمد بن

الحسن بن احمد بن ابی یونس بن محمد بن محمد بن العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدیثنا سعد بن عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبہ عن الحارث بن المغیرۃ عن علی بن عبد اللہ علیہ السلام قال أبو بکر وعمر رضی اللہ عنہما عن الامیر المؤمنین علیہ السلام حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرنا انی لمرآۃ ہذا المرآۃ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فانہ قال لا یرى طعونی غیرک الا ذلک بصرہ فلا یرى کذا و ذلک ما بہ ان لا یرى
یہ حدیث نص مرید ہے اس امر میں کہ صحابہ نے شرکت تجنیز تکفین سے تقاضا نہیں کیا بلکہ حضرت امیر نے ہی بخیر خواہی اذکار شریک نہیں کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تھا اور حضرت امیر کی اگر جواب محبت امیر کے کیا معنی ہے اگر اذکار شریک کو تا ہی ہوتی تو حضرت امیر یہ فرماتے کہ تو خود ہی اپنی تدبیر کی میں شمول ہو کر حاضری و شرکت سے بارہی مینی تمکو شرکت سے کسب منع کیا تھا جو آج شکایت لیکر آئی علاوہ اسکی اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئی اول یہ کہ یہ لوگ جو حضرت کر تجنیز تکفین میں شریک ہوئے سب باز نہیں ہے۔ دوم یہ کہ حضرت امیر نے بخیر خواہی ہی نہیں کیا۔ سوم یہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتھ ایسا تعلق محبت تھا کہ انکی تکالیف میں بار خاطر عاظم حضرت امیر تھی۔ چہاں یہ کہ یہ حضرات کا فرد فاسق و غاصب نہایت نہیں تھی ورنہ ممکن نہیں تھا کہ حضرت امیر کو باوجود ان اوصاف کے کہ خشکی نسبت و غلط علیہم ارشاد ہی ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔ (۴) اہمیت کو بی بی تہمت کے گھر جلانے کے وسیلے کے من لیجئے اول حضرات شیعہ نے کونسی فرد پر افراد اہل بیت سے حضرت کا غم باقی جو پڑا ہی تو کیا جسکا ایسا اہمیت لے کر جادوی یا جسکا ایسا مری دفات پا جادوی اذکار و چند خرافات کے رجوع ان اور جو کونسی ریاست کے چہن جانے کا وہ تعلق ہو کہ اپنی باب یا مربے کے غم مانڈ لے امام ابو عبد اللہ سرمدی اور یاکو بکر و عمر رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ کو اس کیا جاہ امیر کے پاس آئی اسکا نقد قبول ہوا
اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ جواب امیر نے اذکار کہہ کر یہ جو سنے (شکایت) کہا کہ میری تمکو حضرت کے تجنیز تکفین میں عامر و شریک نکلیا اولی وجہ یہ ہے کہ حضرت فرمایا تھا کہ ستر کو سوائی تیری جو دیکھو گی اسکی عیانی باقی رہیگی ہیں میں نہیں تھا کہ تمکو یہ ایذا پہنچاؤں - ۱۲ -

ہماری محبت نصف مزاج نے روایت از والدہ آنحضرت کو حسین اجتماع حضرت علی و زبیر وغیرہ کا بت نہ
 میں ذکر تھا بیدینی فرمایا تھا تو یہ روایات کہ جنہیں عباد اللہ توبہ تو بخش دیا طلبی کی نصوص سے
 حضرت معتمد کا مجامع شائق و خیر و کفارہ شمار میں پہنچا کر ہی کس وجہ کی بیدینی بلکہ
 کو نسا درجہ جو بیدینی سے بالاتر ہی قرار دینگی۔ غرض کہ جب ان بیت طاہرین سے کسی کو حضرت
 کے انتقال کا غم تھا ہی نہیں تو نسبتاً تسفی کس کرتے (ثانیاً) پیشتر گذارش ہو چکا کہ اہل بیت
 چھ جہلانے کی دیکھی ہرگز نہیں دی بلکہ جو لوگ خلافت حقہ کی پریم کرنی کی مشورہ کرتے تھے اور ہرگز چلائے
 کی دیکھی ہی تھی جو میں اتباع پیغمبر تھا پس اگر ہمت اور صلاح تو یہ ہم اللہ شرفا اسکی برائی ثابت
 کیجی اگر یہ ایک برائی ثابت ہو گئی تو انشا اللہ تعالیٰ حضرت امیر کی نسبت دس گونہ زیادہ
 ثابت ہوگی (۵) طرح طرح کے غلام و ستم اور اقسام ستم کی جو وجہ اور انواع انواع کے اہم
 و مصائب جتنا اہمیت الہام پر واقع ہوا صحابہ کے دست تعدی سے بیان کیا جاتا ہے
 اور جبکی محبت تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر کے ساتھ غد کیا اور پرانے کینوں سے اپنی سنیوں کو
 بہرا اور خلافت کو غضب کیا اور فدک کو چھینا اور معافی کے سب کو بہاؤ ڈالا اور معاذ اللہ
 حضرت امیر کے گلی میں رسی ڈال کر چیرا بیعت اوشی لی اور انہی قتل کے درپے ہوئی اور حضرت
 سیدہ اکبر کو جلایا اور معاذ اللہ حضرت سیدہ مصومہ کے پہلو مبارک پر لکھ کا صدمہ پونچایا۔ اور
 ستر سالہ حضرت حسن کا اپنی ضرب کا صدمہ سے گرایا۔ حضرت سیدہ مصومہ کو دشمنوں کو غور
 علی الاعلان ہمت ناخشہ کے ساتھ متہم کیا اہمیت کے لئے کینوں کو غضب و عدوان کی طور
 پر یکسی قرآن تحریف کیا پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا۔ چنانچہ کینی اور فی اڑیوسی نے اپنی ایفا
 میں اور مجلسی نے بحار و حقیقین اور جلال العیون میں ان کے تفصیل لکھی ہے اور مولانا حیدر علی
 بعد نقل فرماتے ہیں و این ہمہ کہ گفتم بے شاہہ انراق حرفے اذان کتابیہ و فطی اذان خطا بہا
 و سنگی از بیستون و قطرہ از بیستون و خوش از خرمن و گلی از گلشن است۔ اور یہ محض اقرار
 دیہتان اور تراش مجرّس حضرات کا برا مامیہ کی ہے۔ حاشا کہ اہل سنت کو یہاں اسکا نام

نشان ہی ہو پس الہیت کو ایسی موضوعات و فقرات سے الزام دینا اپنی علم عقل و انصاف کو
 رسوا کرنا ہی۔ اور بانی ہونی سے اگر سبب قریب مراد ہی تو اسکی بانی حسب اصول شیعہ
 حضرت امیر و حضرت حسنین اور تمام نبی شہم و صحابہ مقبولین امامیہ میں کہ انکی خاموشی اور برائیت
 اور جبر اور مساحت نے تو یہ نوبت پوچھنی کی کاش ان فسادات کو عباس کے پر نالہ کی برابر
 وقت کے نظر سے دیکھتی یا ابوبکر اشجع کے ہم جنب سمجھتی افسوس کہ قوم عاقل کو تو بزدل دیکھا کہ تہ تیغ ہجے دروغ
 کریں اور میان اسلام خراب ہو اور الہیت ذلیل و خوار ہو اور حضرت فاطمہ علیہا السلام اور ام کاظمہ علیہا السلام اور ان
 پر چون تک نخل معاذ اللہ اگر سبب بعید مراد ہی تو پھر خود ذات پاک خداوند تعالیٰ شاہچہ تمام علم عقل
 اور سبب اسباب ہر اوسکو بھیجی بیچارہی خلفائے کیا قصور کیا کہ وہ بیچ سین سے پکڑی گئی (۶)
 خلافت صدیقی بخوالہ تعالیٰ حسب وعدہ خداوندی جسکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے قائم
 ہوئی اور مہاجرین و انصار نے اوسکو بسر و چشم قبول کیا اہل بیت نے اس پر اقدام نہیں کیا اور کیونکر
 کرتے وہ جانتی تھی کہ یہ حق صدیقی ہی ہر کیونکر اس پر اقدام کرتے نہج البلاغۃ میں خطبہ مذکور ہے
 کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیعت کر لیں آپ نے منظور فرمایا
 تو یہ تھا یا بوجہ خوف ہی اور یہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہیں سمجھتی تھی وہ عین الہدایت
 اپنا حق لہدیق۔ تو یہ کہنا کہ بجز اجماع کے کوئی دلیل عقلی و نقلی ہوئی نہیں غلط محض ہر خطبہ
 نہج البلاغۃ سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ **وہر کلام علیہ السلام** لما قبض رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ و خاہلہ العباس رحمۃ اللہ و ابوسفیان جرح فی ان یرایا لدی الحلاقۃ ایہا الناس فوا
 اوج الفتن بسفن النجاہ و عوجوا عن طریق المناظرۃ و وضعوا تجان المقارحۃ اقلح من ہنض یجناح
 و استسلم فاراح ماء احن و لقمة یغص بها الکلبا و مجتبی الثمرۃ بعیر قتاینا عما کالوا لہما
 ارضہ فان اقل یقولوا جرح علی الملائک و ان اسکت یقولوا جرح من الموت ہیہات بعد
 اللتیا و التي کیف اخرج من الموت واللہ لا یبذل ابی طالب انش الموت من الطفل ہدی امہ
 بل الذبح علی مکنون علم لوجبتہ لا اضطرتہ اضطراب الارشۃ فی الطوی البعیدۃ۔ انتہی

خطبہ عاقل و ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیعت کر لیں آپ نے منظور فرمایا

اب میں انشعاب کا یہ پیشوایانہ شرح کہ کہتا ہوں خیال تو ہے کہ گویا سہرے متوجہ فرمائی (ہنگام فحاشی سے روکنا) صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ حضرت عباسؓ اور یوسفؓ نے آپؐ کی خلافت پر حجت کی خواہش کی (اور یہ عباسؓ کی خواہش اور یوسفؓ تھی جبکہ حضرت خنیزؓ نے رسولؐ میں قبول فرمائی تھی چنانچہ علامہ کنوریؒ نے شیخ صریح میں قائل فرمائی اور جلیلا اور صاحب فتح اسل سے نقل کیا ہے حضرت علیؓ علیہ السلام بھتی نبیؐ تھے چنانچہ حسنؓ و حسینؓ علیہ السلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول فرمادیں عباسؓ نے فرمایا کہ دست خود دار از کن تا اب تو بیعت کرتے نامردمان خوانند گفت کہ عمر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر رسول خداؐ را بیعت کر دے ختلان نخواہند کرد و بر تو دو کس حضرت علیؓ علیہ السلام در حاکمیت آیا طمع خواہد کرد الی علم درین امر طمع کنندہ بغیر من عباسؓ کی نسبت قریشؓ کہ خواہی نہشت پس نہ گشت کہ خبر را آمدند کہ انصار سعد بن ابی وقاصؓ را نشانیدہ اند کہ با بیعت کنند عذر آید وہ ابو بکرؓ بیعت کر دے بیعت بردار انصار باین بیعت ابن ابی بکرؓ کیو کہ پیرس فی نام شد بر اینکہ بیعت عباسؓ را نگرفت انتہی نقل عن انما لہم (تو را شد فرمایا ای لوگو گفتوگو کی موجود کو بخات برکت بنویس چہاں وہ پسین نفرت ڈالنی کے رستی سے بچو اور یا ہمیں فخر کرنے کی تا جو کو آوارہ کہو) یعنی خلافت کا لینا جو ناحق طور پر ہوگا گفتگو کی تہیک نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو کیونکہ جب یہ دوسری شخص کا حق ہے تو فرو فرستہ فساد قائم ہوگی تو بخات اور ہمیں اتفاق میں ہے کہ خلافت کی بیعت اس وقت میرے ہاتھ پر بھیجادی (جو شخص قوت و ہارند کہ ساتھ ادھما دھنی صلاح بائی یا طمع ہو گیا تو ادھنی اپنی آپکو راحت میں رکھا) یعنی دو شخص میں ایک وہ کہ اس کا ظاہر ہی قوت اخوان و انصار کے اور باطنی قوت حقانیت کہ حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے ادھما دھنی فلاح بائی دنیا و آخرت میں وہ کون ہے وہ ابو بکرؓ ہی اور ایک وہی کہ جس کا حق اطاعت تھا وہ طمع ہو گیا ادھنی اپنی آپکو کھینچ کر راحت دی یہ اپنے نفس کی طرف کھینچ لیا (اس خلافت کی مثال کھربانی کی ہے اور اس لئے کہ ہے جو کھینچو الی کے حکم میں نہیں) یہی جو شخص ناحق اس کا طالب ہو تو اسلی میں اس کو منظور نہیں کرتا (پہلے چینی و افغانی) وقت میں ایسا ہی جیسا بغیر زمین کے بنیوالا۔) یہی اس کی طرف اشارہ ہے کہ آپکو معلوم تھا کہ ابھی تک میری خلافت وقت نہیں تو یہ تو خفا تو سعی ہے سود ہی۔ (اگر میں بولوں تو کہیں گے کہ بادشاہت کی حرص کی اور اگر کہوں کہ ان کو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا۔) حالانکہ نہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہی بلکہ اصل یہ ہے

کہ ابھی وقت نہیں آیا (بعید ہی) یعنی تمہارا مطلوب مجھ سے ہی یا ملک و بادشاہت کا حصہ کرنا
 ورموت سے ڈرنا بعید ہی (ان سب کے بعد کیونکہ موت سے میں بے صبری کروں قسم خدا کی اس ابی طالب اس
 بچے کے نسبت جو اپنی زندگی پیمان کی غربت کرتا ہی موت کو ساتھ زیادہ مانوس ہے بلکہ میں بسہی
 پوشیدہ علم کا واقف ہوں اگر اس کو ظاہر کروں تو تم بقیہ راہ جو باوا دراز زنی لگو جیسی سیان گہری کنوون
 میں) یعنی احوال قیامت جو کہ مجھ سے پیشتر ہیں اور شکر کے سختیان جو مجھ کو معلوم ہیں اور گہواروں اور گونگی
 حقوق میں دست اندازی کرنے والوں کی بد حالیاں جو میں جانتا ہوں اگر میں ظاہر نہ کشف کروں تو تم
 مضطرب ہو جاؤ حضرت کی کلام کو دیکھتی اور اپنے دعویٰ کے مطابق فرمائی۔ قول مولوی حیدر علی
 جنکو آپ فکیہ دیر غمدی خاتم الشکاکین مکتبہ دارالانصاف میں کنوور می علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خطبہ مد بلاو
 فلان میں عرض اس گمان ہے کہ انجی زعم علی علامہ علیہ الرحمۃ نے شرح ابن بیثم نہیں دیکھی جس بحث کو اپنی
 بڑی تازہ دہی سے ہدیہ جو واقع میں ابتدا یہی لکھا ہے کیا کیا زبان و رازیاں فرماوین متعصبان
 و تصنیف سے اذکار و اٹھائیں تعجب ہے کہ صاحب تحفہ کتاب الہ اخفا کوجی کا حوالہ خوباب ہفتہ میں بی
 میں اور گونگی مصنف کو اوت کا توثیق اٹھا رہیں زمانی مکر آمینہ سن آیات اللہ و معجزہ رسول اللہ و کبریا
 میں کہتی ہیں خود اس کتاب کو بلا حذر نظر دین تاکہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا میں کون بزرگوار جمع ہوتی تھی
 جنگلی شان میں گستاخانہ بی کلمات غفر لہم و انہم پر خاتم الحدیثین خطاب پائین۔ سبحان اللہ ع
 بین تفاوت رہ اور کجاست تا بحجا۔ اقول اس قول میں صحیح لیبے دو امر تحریر فرمائی
 جنگی خوب لکھنا اور اہل انصاف کی رد و پیش کرنا ضروری معلوم ہوا اول علامہ کنووری کے شرح
 ابن بیثم نہ دیکھنے کے نسبت مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراف کے تحقیر و تکذیب دوسری
 صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اذالہ اخفا نہ دیکھنے کا ادعا۔ پس جس طرح ہو کہ حضرت تعجب
 امر اول کے نسبت صاف طور پر یہ اقرار کرتے ہیں نہ انکا لیکن قرآن و فحوائی کلام سے صاف انکا
 مفہوم ہوتا ہے کیونکہ کہتی ہیں (محض اس گمان ہے کہ انجی زعم میں شرح ابن بیثم نہیں دیکھی ہوا
 قول میں شرح ابن بیثم کا نہ دیکھنا محض کے نزدیک بزرگوار حقرت خاتم الشکاکین گویا غیبی واقع ہے

لیکن میں پوچھتا ہوں اپنی انصاف کا نصب العین کر کے فرمائی کہ فی الحقیقت نفس الامریہ علامہ مذکور نے
 شرح ابن مہتمم کا مطالعہ فرمایا یا نہیں اگر مطالعہ نہیں فرمایا تو اس میں شروحات کے ساتھ یا پیش شدہ نکات تو جہاں
 کہ جو صاحب تحفہ نے کی ہیں کیا معنی جو کہ بحسب لیبی نے خاتم التکمیل میں حمد اللہ علیہ کے جواب کو زبانِ ہندی
 میں تعبیر فرمایا اسی سے مستحب لوم ہوا کہ مخصوص عبارت تحفہ کے اول و سپر جو کچھ علامہ کنتوری نے بے وجہ
 زبان درازی و زیادہ گوئی فرمائی ہے لکھی جاوے تاکہ اہل انصاف صریح ہو جاوے اور معلوم کریں کہ خاتم التکمیل
 جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ محض بحاجت حضرت علامہ کو زبانِ ہندی کی حکم لایحیٰ اللہ الخیر و الشور و من
 القول لا یکنز لہ جو تحریر فرمایا ہے۔ خاتم الخیر میں علامہ ہادی قدس اللہ سرہ الغزیر نے تحفہ میں
 بعد نقل خطبہ بعد بلاد فلان لفظ قوم الادود ہادی اسد الخ کی جو عبارت تحریر فرمائی ہے وہ میں لکھتی
 ہیں۔ ولہذا شاقین ہج البلاغت از امامیہ و تفسیر لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی لفظ اللہ کہ ابو بکر
 بعضی لفظ اللہ علیہ السلام کہ کور فرماتے ہیں۔ ان ہذا الکتاب میں ازین تا صبی باید پر سید کہ کلام
 امامیہ لفظ لہ مراد ابو بکر یا حضرت قال خاتم الخیر میں درین عبارت سرشارت ابو بکر ایدہ وصف عالی موصوف
 قال العلم ثبت الدار ثم انقش اول المعنی لایات باید بیانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر
 بعد از ان باین اوصاف لایات نقل الی بکر یا یہ محمود قال خاتم الخیر میں حمد اللہ علیہ سے ان توجہات
 نیز و ایشان است الخ قال العالمہ این ادعا کذب محض است احتیاج این توجہات شیعہ رافضی ہی فہم
 کہ در کتب شیعہ بجائی لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود چون لفظ ابو بکر موجودیت ایشان یا احتیاج
 از توجہات نیست پس آنچه ہا صبی بعد تقدیر این توجہات از مذہبات خود سر کردہ از حجت ایشان
 ان بفساد تفسیر بناو فاسد علی الفاسد باشد قال خاتم الخیر میں بعضی از امامیہ الخ قال العلم
 ہچک از امامیہ این توجہ نہ کردہ مگر ان کے احمیدہ اور بعد اہل لکھتا ہے و انین ہا صبی نیز ان
 کلام ابن ابی احمد یلدرج شیعہ میں قول نقل کردہ و چون این ہا صبی خود در باب اول تصریح کردہ
 کو فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت با اہل سنت موافق است باز مقلد زیدیہ را امامیہ نسبت دادون
 کذب صریح است انتہی ہا اہل انصاف علامہ کنتوری کی عبارت کو ملاحظہ کر کے کوئل تو بہ فرمائی

باب شیعہ بعد بلاد فلان امام کنتوری کی تفسیر

کہ علامہ کنٹوری کے زبان درازی کس نہاد پر ہی اور اگر جواب اس کی کسی خوشہ چین خرس میں اس
حضرت خاتم المحدثین کے کچھ سخت لکھ دیا تو کیا بچا کیا بعد اس کی یہ فرمایا کہ اس عبارت سے علامہ کا شرح
ارجح البلاء کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہے یا نہ دیکھنا کیا اس عبارت سے صراحتہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ علامہ نے شرح
ابن مہیثم کو خواب میں ہی نہیں دیکھا۔ ورنہ ان جملوں کے (یہ سچا کہ الامام میں اس توجیہ نکرده۔ ان ہذا
الافک مبین۔ این دعا کتاب محض است) تحریر کی ہرگز سمیت وجہات نہ ہوتی یہ معلوم نہیں
ہماری مجیب لیب کس انصاف کو اقتضا سے شرح ابن مہیثم کے مذکورہ کچھ کو محض غلط فہمی کی بنا پر
دیتی ہیں۔ اور اگر کے الواقع علامہ مذکور نے شرح ابن مہیثم کا مطالعہ کیا ہی اور اس میں واقعی لکھا ہی
کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر ہے یا عمر اور لکھا ہے کہ ابو بکر کے دس اصناف کے ساتھ مدح فرمائی تو پھر
آپ ہی علامہ کے حیا و انصاف کی شہادت دیجی اور انصاف سے فرمائی کہ کیا علامہ کی مشیت تھا
سے مانتا ہے ہر بخیر ہو سکتا ہے حاشا و کلا ہمارے راضی میں ہونا خاتم المسکین کا
بہت بڑا احسان ہے جو آپ کی علامہ کو پیش گردن پر لکھا کہ ان کو کتاب ابن مہیثم کے مذکورہ کچھ کے غدار
و حیلہ کا موقع دیدیا اور اگر علامہ کے وقور علم و فضل اور کمال و انماک مناظرہ کے اعتبار سے وہ
یہ فرماتے کہ علامہ نے بیشک کتاب دیکھی ہوگی۔ لیکن جب دار و گیر ختم سے مفر نہیں ملا تو
دیدہ و دہشتہ انکار کرتا ہے یہ ممکن نہیں کہ ایسی متداول کتاب مذکور ہو اور خیانت وغیرہ کا الزم دیتی
تو علامہ کنٹوری عالم برزخ میں ہی تہراتی اور مجیب لیب زیادہ ثابت پیچ کہا تے پس مجیب لیب کو
اس الزم پر خوش ہونا چاہی نہ کہ ناخوش ہوں۔ امر دوم۔ جو ادعا کہ نسبت مذکورہ صاحب
تحفہ علیہ الرحمۃ کے ازالہ اختفا کو فرمایا ہے ابرار دل سے ہی زیادہ عجیب ہے ای حضرت فرمائی تو ہی
اس امر پر کونسی دلیل قائم ہے کہ صاحب تحفہ نے ازالہ اختفا کو نہیں دیکھا کیا حضرت نے اپنی زعم سے
کافی دلیل تصور فرمالیا ہے۔ جو اس الزم سے آپ ہکو دم کا فی میں مگر ہر آپ ہی کیا کریں۔
مغذوہ میں جواب لکھنا ضرور ہوا تو ایسی ہی باتوں سے اپنا دل نہ ہلائیں تو او کیا کریں
و ا علامہ کی تکذیب و انکار کو خاتم المحدثین کی تحریر سے ملا کر انصاف سے دیکھی

اور پہر ہی اگر سچ ہیں نہ آدمی تو بندہ کی گندارش کو جو جواباً عرض ہے اسکی ساتھ منضم کر کے لفظ
 فرمایا ہے پہر آپ پلین پلین نہیں لیکن آپ پیکشف ہو جائیگا کہ خاتم المحدثین کا قول بالکل صاف اور بڑا
 ہی اور الہ انخفا کی ہی مخالفت نہیں اور علامہ نے شرح دیکھی یا نہیں پہر تقدیر علامہ نے اس
 انجمن کے لفظ فلان سے کسی شارح نے ابوبکر یا عمر یا زینب لیا بڑی غلطی کہانی پس اب دیکھیں
 ع بین تفاوت رہ از گجاست تا کجا۔ باقی آپ کے ناشائستہ کلمات کا ہم کیا جواب لکھیں۔
قولہ توضیحی لایم الزالہ انخفا کی عبارت نقل ہوئی ہے تاکہ آپ کو ہی معلوم ہو جائے کہ جو
 ش نہیں آپ خاتم المحدثین یہ کلمات تحریر فرمایا وہ کون حضرات تھے ایا انخفا کی مقصد دوم
 تاثر جمیلہ صدیق اکبر واقعہ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مطبعہ صدیقی مقام بلی پور ہے فرماتے ہیں
 درہمین بایام شکلی دیگر کفر و تبسیم کلمات تان شمر و بیش آردان این بود کہ زمرہ جمعہ از بنی
 ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ جمع شدہ و باب نقض خلافت شور تھا بکا میر و مہر و خلیفین
 آنرا بہ تدبیریکہ باستی ہرم زندہ و مہر کہ مالی کہ بر راج حضرت شکر عرض شدہ بود بحسن بلاغت فرمودند و
 قصیدہ کی چیز پر حفظ کرد و چہری ترک نمود و بنی چند روایت بنو لیم ناقصہ منقح کرد و۔ عن زید بن
 اسلم عن ایہ امہین یوئع لابی کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی والزید یدخلان
 فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شاور ہما ویرتخون فاجم فلما بلغ ذلک علم الخط ابخرج حتی
 دخل علی فاطمہ فقال ابنت رسول اللہ وامن الملوک اعلیٰ من اسک وامن لحد السیاب بعد ابیک
 منک وایو اللہ ما ذلک بانعی لی اجتمع هؤلاء انہم عندک انہم ان یخرج علیہم البیت قال اما
 خرج عمر و اہل بیتہ فقلوب ان عمر قد جانی وقد حلفت باللہ لنن عدتہ لیرقن علیہم البیت
 وایو اللہ ایضین لما حلفت علیہ فانہ فوارثہ میں فرمایا کہ لا ترجعوا الی فاطمہ فواعیہا انہم
 یرجعوا الیہا حتی یالوا لابی بکہ انہم جابن ابی شیبہ اور اگر اس روایت کی صحت میں کچھ
 کلام ہو تو اسی کتاب کے مقصد ثانی نے کر چہی فیہ شقیف عمر واقعہ صفحہ ۱۶۹ لفظ
 فرمایا کہ اس روایت کو ہمساد صحیح علی شرط بخین یعنی بخاری و مسلم کہتے ہیں۔

اقول یہ روایت نہ ایک چھپید ہی اور نہ اکی خصوصاً ہی کیونکہ جس بنیاد پر جہاں سے اس روایت کی کیا ہی فی حقیقت وہ بنا ہی فاسد ہی۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہ دلسوزی حضرت زبیرؓ کی اس طرح تو نہیں ہے کیونکہ انکو تو کافر جانتی ہیں تو صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے کہ انکو بدوین کسی سبیل عقلی نقلی عرفی کے منصوص اعتقاد کر رہا ہے یہ شور و غیب ہی اگر اہلسنت ہی معتقد عصمتِ نفرت امیر صحابہ ہوتے تو بے بہرہ ان کو سمیقدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو منصوص نہیں اعتقاد کرتے تو نہ ان پر یہ الزام دار ہوتا ہے نہ اس کی طرف التفات کی ضرورت ان کو نہ فصل امت اور کلام میں جانتی ہیں اور دعواتِ صلوات سے یاد کرنے میں اور ان کو حق میں کہتی ہیں سہنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا سہنا انک رؤوف رحیم اور کوئی معصیت ان کی مرتبہ عالیہ کو کم نہیں کرتی حسبِ عدہ خداوند ہی تھا ان کے مساعی جمیلے فی الدین بسر و مشکور اور ان کی زلات و معاصی منقور میں با انہمہ کا رد و باز تھامہ اور امور مہمہ کے احتمال کے وقت نہ حضرت صلی اللہ علیہ نے اس کی مراعات فرمائی اور فرمایا لو ان فاطمہ بنت محمد (اعاذاھا اللہ من ذلک) سہرت لقطعت یدھا۔۔۔ زانی کو رجم کر لیا تا ذن کو حد لگوانی شاربِ خمر کو ٹپوایا۔۔۔ توجہ دینے والے نے شخصے حقوق میں یہ نوبت توجہ اور میں نوعی حقوق تمام مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ کے متعلق ہوئی اور میں کو دیگر رعایت کی جاسکتی ہے۔ اور باوجود اس کی حضرت ایسی لوگوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا آپ جانتی ہی ہوگی۔۔۔ حاطب بن ابی بلتہ کا قصد در حضرت ارشاد آیکونکوم ہی ہوگا تو خلفا رضی اللہ عنہم نے یہی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یہ طریقہ اخذ کیا اور اس پر عمل کیا تو اگر سبطین کیا جاویں گا تو سیرت نبویؐ پر طعن عاید ہوگا بلکہ خود حضرت امیر کے طریقہ طعن الزام صرف ہوگا کہ ان کا فعل بد رہا اس سے زیادہ ہر حضرت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حبیبہ ام المومنین کا بھی بالاتفاق وفات شریف تک زوجیت میں رہی

۱۔ ای رب ہمارے پیش ہو کہ اور بیعتوں ہمارے کو جو آگے لائے ہم سے ایمان اور نہ کہ پیچ و اون مارے کے بڑے پہلی اور ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ای رب ہمارے تحقیق تو شفقت کو شہداء اہل زمان ہے۔ ۱۲۔ ۱۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا محمد کی بیٹی (اللہ اس کو پناہ میں رکھو) جو رمی کر گئی تو میں اس کا ماتہ کا ٹونگا۔ ۱۲۔

اس میں شک ہے کہ مشورہ فقہ ثلاثہ پر مبالغہ

وَجَلَدَ الْاَرْضَ فَقَالَ اَقَلَّتْ نَفْسًا ذَكِيَّةً يَغْيِرُ نَفْسٍ لَقَدْ حَسِبْتُ شَيْئًا ذَكْرًا - خاہر ہو کر جو کچھ
حضرت موسیٰ سے ظہور پذیر ہوا خطا و نادانستی کے طور پر واقع ہوا کہ جو شجاعت میں ان کا کتاب
نہر اوی کر بیٹھی جو کچھ کہ کیا بیطرح ان حضرات سے یہی ابتداء للعقاد و خلافت صدیقی میں خطا کوئی
امیرانہ فعل واقع ہوا ہو تو ہرگز سب طعن و لعن نہیں ہو سکتا۔ **قولہ** اس مقام میں بہت کچھ
بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ ضروری غرض یہاں یہ ہے کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہوئی
تہی وہ کون تھی یا یہ زیادہ نہیں لکھتی۔ **قولہ** اس تھوڑی بحث کا نتیجہ دھرمہ تو آب یا چکر اگر
بہت کچھ بحث ہوئی تو آپ ہی کے اجتہاد و الضافت بہت کچھ دہمہ آتا۔ اور اس روایت کی ذکر
سمرا کر تھی ہی غرض تھی کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہو تھے وہ کون تھی تو اس کا گنی
انکار کیا ہی کہ یہ حضرات ان میں نہیں تھی اور اگر مقصود یہ ہے کہ یہ بزرگوار جو بعد از کتاب انس کے
درجہ کمزرت اور بزرگی سے ساقط ہو گئے اور سب وجہ اس طعن کے ہوئی تو ثابت کیجیے اور ثابت
کر کے اپنی ائمہ اور مقبولین کو بچائی۔ **قولہ** مگر اس پر عرض کرنے سے باز نہیں ہو سکتی
کہ اس بگھ جو چالاک و ہوشیار سی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کی یہ وہ قابل دیدی فارسی
میں زیر جمعہ ازبکی ہاشم لکھا ہے جناب امیر کا نام نہیں لکھا تاکہ فارسی خوان یہ نہ جانے کہ جناب
امیر بھی مخالف تھی۔ **قولہ** حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجعہ کے توجہ چالاک ہی یا نہیں
لیکن حسیب کی دشمنی انصاف قابل دیدی ہے کوئی عاقل جبکہ وہ یہ جان سکتا ہو کہ یہ اجتماع دشواری
جناب علیہ حضرت زہرا خانہ میں ہوتا تھا کیا اس میں تردد کر گیا کہ حضرت امیر میں شریک تھی یا
نہیں تھی۔ بہلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے گہر میں اتنے بڑے غظیم الشان امر میں مشورہ ہونا ہو
اور اس کو اس سے لگاؤ نہ ہو علی الخصوص جبکہ اس کے ساتھ میں یہ بھی ضمیمہ کیا جاوی کہ حضرت
زہرا جیسی ذہن مکرہ مطیعہ کے ساتھ مشورہ ہونا ہو تو ہرگز عقل کو اس کی تسلیم کرنے میں تامل نہ ہو گا
اور عقل اس کو براہ راست بول کے کہ حضرت کو اس میں شمولیت ہے تو فارسی عبارت میں اس کا عدم ذکر
لے اور میں پر ہر چکا اور کہا تو نے مارا ایک تہری جان بن بد کسی جا کج فونے کی ایک چیزنا معقول۔ ۱۲۔

بوجہ ہدایت کر ہی نہ چالا کی و بہت یاری کیو جب سے علاوہ اسکی اگر بہ امر بدیہی نہوتا ہم فقرہ (و مذکر)
 مالی کہ برزخ حضرت رضی عارض شدہ بود جس بلا طفت فرمودند (اظهار اس مطلب میں ایسا
 صاف ہے کہ بہت شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت امیر اوسوقت ناخوش تھی۔ معتمدہ عجیب بسبب یہ
 جو فرمائے ہیں (تاکہ فارسی خوان یہ پہنچائے)۔ امین فارسی خوان سے کیا مراد ہے۔ اگر فارسی خوان
 سے مراد ہی تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اسکا جانیکا تو کیا حرج ہے وہ کب اعتقاد رکھتا ہے
 کہ حضرت امیر معصوم ہیں اہلسنت جیسی زمیر کی معتقدہ مضائل میں وہ سا ہے حضرت امیر
 کی ہیں جب زمیر کا ذکر اور مضر نہیں تو حضرت امیر کا ذکر کیون مضر ہوگا جیسا اکثر فعل کو
 خطا محسوس کرتے ہیں ویسا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول چٹا کر گیا۔ اور اگر یہ مراد ہی
 تو اولاً یہ کتاب شیعہ کی دوطبی لکھی نہیں گئی کیونکہ دلائل از امیر سیماٹ خصم ہیں سہل
 نہیں کیا گیا۔ اور ثانیاً سیدہ تو یہ لکھی ہی سے اعتقاد رکھتی ہیں کہ حضرت علی اس عبت حدیث
 کو مخالف رہی پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کے ہی شرکت جانیکا تو کیا حرج ہوگا۔ پس
 یہ عجیب بسبب کی نظر تعصب و عناد ہی جسنی دشمنی و انصاف کو خاک میں ملا کر کہا ہے
 مان چالا کی بہت یاری اکابر سار شیعہ کی قابل دیدہ ہی کہ وہ اپنی مذہب کے حفظ ناموس کے لیے
 روایات میں ترانس خراس کر دالتی ہیں۔ ملا باقر بکار الانوار میں ایک امام الحدیث کلینی کی روایت نقل
 فرماتے ہیں اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ میر صدوق مہاجر نے تغیر بدل کیا ہے۔ حد الخیرنا خود من الکافی فی
 تغیر عجیب قیامت سوء الظن بعدد وق وهو انما فعل ذلک لوافق مذہب
 اہل الحدال اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہیں جو نقل خطبات جناب امیر میں اور ہونے
 فرمائی ہیں جنکا تراجم کو ہی اعتراف ہے قابل شامی دکھا بہا فخر آردودہ۔ پس یہ چالاکیان
 ہمیشہ یاریان حضرت اکابر کر کے چلے آئی ہیں بفضل اللہ تعالیٰ نے بہت اہلسنت
 سے یہ جہان سے ماحذ ہے اور امین عجیب تعبیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سواطن ہوتا ہے کسی یہ تعبیر
 سلیبی کیا کہ اصل حد کے موافق ہو جائے۔

روایات میں ترانس خراس کر دالتی ہیں

شامین فرماتے ہیں **قولہ** جناب سیدہ کی نسبت یہ کہنا کہ اونچی پاس یہی شخص اس آتی تھی
 بی ادبی ہی نہیں بلکہ بیدینی ہے آج کوئی اونے مو کو بھی بیٹھی کے نسبت اوپر شاگرد نہیں سے
 یہ کلمہ کہہ سکتا ہے۔ یہ حضرات اہلسنت کی ہی کمال شادت ہی کہ اہل بیت جناب سالٹ بات
 کہ شامین یہ کلمات کہتے ہیں اور یہ خرافات میں داخل اور دعویٰ دلاؤ تسک اہلبیت میں **اقول**
 اسی اہل انصاف دلی اہل فضائل و کمالات کیا جانتی ہو یا سو گئی قطع نظر عجیب کی تہذیب اونچی
 اجتہاد اور انصاف اور علم و فضل اور دانشمندی و عقل و جرأت و ہمت اور حیا و شرم کو ملا نظر فرما
 اور حسین آفرین پر ہو کہ ہمارے حضرت عجیب اگر کتاب اللہ کی خبر نہیں تو چندان مضائقہ نہیں
 کہ معذوہ میں لیکر اپنی مذہب کے روایات پر بھی تو مسن نظر نہیں شاہ اشع این کار
 از تو آید مروان چنین کنند۔ اب یحییٰ اول کتاب اللہ کی شہادت سنئی حق تعالیٰ شانہ سورۃ
 نوین ارشاد فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَلَكُمْ**
عَلَى أَهْلِهَا خَلْفٌ یہ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیں کہ اجازت دیتی ہی اور حکم کرتی ہے کہ دو مرتبہ گھر و زمین جاؤ
 راستہ میں داخل ہو نہ کہ مضائقہ نہیں ہے اور یہ بزرگوار قطع نظر اس کے کہ اکابر صحابہ میں سے نہ تھی
 حضرت زہرا حضرت امیر کے ساتھ زبابت ہی کہتے ہیں تو انکی لئے بالاد کے اجازت دخول مع کو
 طابری کہ حضرت امیر پہنچے ہو یہی نا دیہا کی تھی اور جب حضرت امیر ہی شریک مشورہ تھی تو ممکن نہیں
 کہ یہ دخول حضرت کی بلا اجازت ہو اگر عجیب بیٹے ہی میں تو ممانعت ثابت فرمادین۔ اگر
 سوشی ہو تو اور سنی حق تعالیٰ شانہ مومنین کو اپنی بی کے گھر میں باذن داخل ہونے کی اجازت
 فرماتا ہے اور فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ**
 اور جبکہ خود نبی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہی تو اہل بیت نبی
 کے گھر میں داخل ہونے سے کون مانع ہے تو جب یہ حضرات داخلین اکابر صحابہ اور اعظم
 علیہ السلام ای ایمان والوں مت جاؤ گھر و زمین اپنے گھر وں کے سوا جب تک نہ بول چال کرو اور سلام دی لو
 ان گھر وں والوں پر۔ ۱۲۔ اسی ایمان والوں نبی کے گھر وں میں مت جاؤ۔ مگر جو تک
 اجازت ہو۔ ۱۲۔

خانہ میں کوئی شخص نہ ہو کہ وہاں سے کوئی شخص نہ آئے

سیدین سے ہیں اور جو علاوہ انکی دوسری لوگ تہی تودہ ان ہی کی معیت اور بیعت میں تہی
 اور باجائزت و مشورہ حضرت میرزا غل ہوئی تو کوئی قباحت شرعی عقلی لازم نہ آئی اور بچہ شد
 تقاضے نہ کچھ اصل سنت کی رشادت اور دلالت تک میں فرق و قصور آیا۔ لیکن اب حضرات
 ستید کی روایات معتبرہ کی شہادات پیش کر کے اہل انصاف سے ملتیں ہوں کہ مجیب
 بسیب و لکھا پر شیعہ کے رشادت اور دلالت تک کا مشاہدہ فرمادین۔ اور دیکھیں کہ ہمارے
 مجیب بسیب کا پایہ انصاف و تدبیر کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے بجا مجلسی کی روایت جو عن
 الراح میں مذکور ہے اسکا ترجمہ مولانا حمید رحیم نے لفظ فیہ نے از اللہ العزیز علیہ السلام
 نقل کیا ہے سنی حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابو بکر و عمر و امیر المومنین سوال کردند
 کہ شفاعت نماید و ایشانرا ہمراہ خود نزد خدا طلب نماید ہر گاہ داخل شد گفتند کہ انی شتر
 پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ حال داری سرورند بحسب اللہ بخیر تمام۔ الخ۔ یہ حدیث
 نص صریح ہے اس امر میں کہ شیخین حضرت زہرا کی پاس گہر میں داخل ہوئی دوسری روایت
 اگرچہ طول و بیل ہے لیکن منقطعاً فقرات موافق مطلب عرض کرتا ہوں۔ پس آنحضرت بہار شد
 و جناب ولایت تاب و اوقات نماز نامی پنجگاہ بسجد میرفت و ابو بکر و عمر پیش حال سید مئی
 نا ایک بیمار می آنحضرت سنگین شد آن ہر دو کس گفتند ای علی و بیان ما و فاطمہ بخششی کہ واقع
 شدہ بود تو بہتر میدانی پس اگر مناسب دانی اجازت فرما تا عذری از تقصیر گناہ خود بیان نمایم
 فرمود شما دین باب اختیار دارید پس آن سرور بسرو دروازہ حجرہ مطہرہ حاضر شد و آنجناب
 اندرون دولت سرا رونق افزا گشت و فرمود کہ شیخین حاضر اند و میخوابند کہ سلام نمایند
 بر شما پس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود خانہ خانہ شناسست و من درجہ بیلیہ شما ام پس
 ہر چہ مرضی شریف باشد بجا آرید فرمود چادر بر سر گیر پس مقننہ مطہرہ را بر سر کشید و ردی آورد
 جانب دیوار گردانید پس ہر دو آمدند گفتند کہ راضی شو از ما حضور راضی شود او تو۔ الخ۔
 یہ روایت بھی مثل روایت سابقہ کے آشکارا طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت شیخین حضرت زہرا

پاس گھر میں داخل ہوئی اور علی شیخ الشیخ کی روایت کا خلاصہ جو ازالہ الغم میں مذکور ہے یہی ہے
 بلکہ وہ میں یہ بھی پہلی آؤں حضرت سیدہ نے قسم کھائی کہ میں نہ اجازت دوں گی اور شیخین سے کلام
 کر دینی پس اس کی سفارش حضرت امیر اجازت دی اور شیخین اندر داخل ہوئی تو اب مجیب لب کی تہذیب
 اتنا اس کے کہ اگر زیور وغیرہ کا حضرت زہرا کے گھر میں آنا باوجودیکہ وہ اہلسنت کے نزدیک اعظم اہل اسلام
 اور عشرہ مبشرہ میں ہیں اور شیخین اور دیگرین بلکہ میدنی ہی قرار پائی تو اب بلحاظ ان روایات کہ حضرت
 شیخین کے حضرت سیدہ کے پاس گھر میں داخل ہونی کی نسبت باوجود اس کے کہ حضرت شیخین کے جناب
 میں کونسی برائی اور گستاخی ہو جو نہیں کرتے حضرت مجیب لب و بیان ان روایات کی حق میں کونسا
 میدنی کا مرتبہ ثابت فرمائیں گے اور کس وجہ سے میدنیوں کو ہر گز - اور کچھ ان روایات پر حضرت شیخین
 معاذ اللہ حضرت سیدہ کو جمع فساد اہل نفاق و شقاق میں جانے بلکہ ان میں سے ہر ایک کی در بدر ہونے کی
 روایت کرتے ہیں الفاظ روایت عنقریب ذکر کر آیا ہوں دو چار وقت اولٹ کر دیکھ لیجیے اور دیکھ لیں
 سے فرمائی کہ یہ روایت جو ازالہ کفایہ سے نقل فرمائی ہے میدنی ہی یا یہ روایات جو حضرت شیخین
 روایت فرمائی ہیں اگر آپ نے اس روایت کو بظرافت میدنی فرمایا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان روایات
 جو آپ کا علم کے نقل فرمائی ہیں بلا خطہ بشرط انصاف عدم عصبیت حجت امیر و مجالس کے ساتھ
 تغیر فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے آپ اپنی انصاف سے جو چاہیں فرمائیں اور اگر روایات گذشتہ کا
 دیکھ کر ان بار خاطر گرامی ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ میری متبع قاصر میں اور یہی روایات میں بخوف طوالت
 صرف تبصرہ سے جو اس وقت میری سامنی موجود ہے ایک روایت نقل کرتا ہوں - باب ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲
 معہامراۃ میں روایت ہے علی بن الحسین عن عبد الرحمن بن ابی الجراح و سندی بن محمد و محمد
 بن الولید جمیعاً عن عاصم بن حمید عن ابن زید بن خلیفہ قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فسا
 دل من القمیین فقال یا ابا عبد اللہ تصلى النساء علی الجنائزہ قال فقال ابو عبد اللہ ان رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یزید بن سلیفہ کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ کے پاس ہوا کہ اہل قمین کے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا
 اسی ابو عبد اللہ کی عورتیں ہی جنازہ کی نماز پڑھیں امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے - ۱۱۲ -

کائنات یہاں ہر دم المعینہ بننے کے العاص وحدث حدیثا طویلہ و ان مزید بت النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم توفیق و انفاطیخ خرجت فی سائہا فصلت علی احتہا یہ روایت حضرت سیدہ زکریاؓ
 نمکینی پر دلالت کرتے ہیں اور اس طرح ہر کہ یہ نمکینی دوسری روایات استیصار سے ہی ناجائز قرار پانا ہی۔ عہد
 عز العاص بن عامر بن المعراء صلواتہ علیہ لے نصیر علی عبد اللہ انہ قال لیس یلعی للمرأة
 انما تداں تخرج الی الجہاد فصل علیا الا انک کو امراۃ قد دخلت السن۔ علی بن فضل ابن
 محمد بن علی بن محمد بن علی بن عثمان بن ابراہیم علیہ السلام قال صلوة علی جنازہ ہما
 امراۃ۔ علاوہ اذین وہ روایت جو حضرت کلینی نے حضرت ابی عبد اللہ المعصوم ام کلثوم کی نسبت فرمائی
 کہ ان دیناری پینہی اس پر نہایت حیا اور دنیا داری سے اول فرج غصبت منا ام سے الہی نسبت رب
 فرماتے ہیں فی الواقع اس سنت سے یہ گزیر ممکن نہیں کہ ادنی مولوی سنہ کے ذکر کی نسبت ایسی خوش
 اور بازاری تہین کہیں چہ جائیکہ سیدہ مطہرہ کے جناب میں حاشا و کلا یہ حضرات تبعہ ہی کی کمال شایستگی
 اور نہایت دلاور و تسک و محبت اہل بیت طہرین کے کہ او سکرا زمین جو چاہنی میں فرماتے ہیں نہ خدا سے
 ڈرتی ہیں رسول سے شرم کرتے ہیں خدا کی نئی ذرائع کی انجبین کہوں کہ فرامین کر کوئی اس نے مجتہد یا
 مولوی تبعہ کے بیٹی کے نسبت کوئی شیعہ کی شاکر و نس یا ادنی دوستوں سے مولوی کلمہ جو آج
 آپ کو بزرگ کہتے کہ دشمنوں کے جناب میں کہتے ہیں کہ سکتا ہی لاوائتہ ثم لاوائتہ حضرت سیدہ کا اس مجمع
 میں کہ شریف عجب ناروایت کرنے کو رشادات اور لاوائتہ تک سے تغیر کر دن یا آپ کو بدر پیر نے کو رشادات
 اور لاوائتہ کہوں یا آپ کے پاس ایسی لوگوں کو آنے کو یا حضرات شیعہ کے اس شخص بیانی کو عزت کا
 کی نسبت رشادات اور لاوائتہ قرار دین ایک ہو تو عرض کر دن مع دل ہر دواع داغ شیعہ ہی کی کیا
 لانا لہ و اما ایہ رجوع۔ مگر غالباً یہ دوسری محض نفی البتہ اس میں اس بنا پر ہے کہ حضرت سیدہ
 حبیبہ البیت میں حدود و محسوب ہوں اور حضرت کا دخل البیت ہونا غالباً اس روز سہا کی ایسی
 سے کہ نہ کہ جبکہ طون مباح کر دیا تھا۔ بعیر قریب الی العاص بن ابراہیم بن قصہ بیان دیا یا اور کہا کہ یہ حضرت کی مہارت
 روایت ہائی اور حضرت فاطمہ عورت کی مثل نہیں لے سکتی ہیں کے خوارہ کے مہر ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہاں
 عورت کو نہایت عداوت تھی مگر یہ کہ سیدہ عورت ہر مسئلہ امام عبد اللہ سے مروی ہے کہ جس کو کہتے کہ عورت ہوں میں ہر روز

کیا گیا ہے ورنہ اگر حسب فرمودہ صاحب شافعی شارح کافی مکتبی مصاحب کنز العرفان دیکھا جاوے جس عبارت ہم
 اور نقل کر آئی ہو تو اس تطویل کے کچھ حاجت نہیں اور ان توضیحات کے کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جب حضرت سید کا
 اہلیت میں حدود و مہتممات کا احتمال ہے بلکہ اگر اہل بیت میں معدود میں تو مجازاً اور نہ تحقیقت اہلیت میں شامل
 نہیں تو پس قصہ ہی طے ہو چکا آپ کس موئذہ سے ہے اولیٰ اور بے دینی کا اعتراض فرمایا کیونکہ یہ سب قصہ
 تو اہل بیت کا کہتا تھا کہ اہلیت میں شامل کیا جاتے ہیں سو اگر صاحب شافعی اور صاحب کنز العرفان نے ایک
 کرشمہ میں ہمارا عقدہ سے حل کر دیا تو ائمہ میں یہ کہتا ہیں اہم نام تکلیفین **قول** اس عبارت اولیٰ اور
 سے وہ راستی و صدق نقل روایت جو صاحب تحفہ نے فرمائی ہے کہ حضرت زہرا ہم ازین نشست و برخاست
 انہما مکدر و ناخوش بود الخ خوب واضح ہے جناب امیر کو نشست و برخاست جناب زہرا معاذ اللہ حضور
 مکدر و ناخوش ہو کر ہو گئی۔ **اقول** صاحب تحفہ قدس سرہ کی صدق و راستی نقل روایت مثل و در شان
 ظاہر و باہر ہی لیکن اس کا کیا علاج کر آپ نے شاید قسم کیا رکھی ہے کہ عبارت کی صحیح مطلب کے مرکز فہم تک رسائی
 نہیں گئی۔ پس یہ کہ کیا کچھ حق لفظین کا ادعا اور انصاف کا کیسا کچھ زعم ہے لیکن آپ بھی مجبور ہیں
 آپ کیا کریں جیسا کچھ صاحب نہر تشدید وغیرہ نے غلط صحیح فرمادیا آپ نے اعتقاد کر لیا اور اگر کیا کریں
 تو کیا کریں حضرت میر صاحب کے متاضعی معاف کی اورین نشست و برخاست انہما کی نشست و برخاست
 جناب امیر اگر زیادہ نہیں تو صرف اتنا ہی کسی طالب علم سے دریافت کر کے سمجھ لینی کہ مجموعہ
 من حیث المجموعہ کا حکم از اہل بیت الا نزدیکی حکم سے مباین اور مغایر ہو کر رہا ہے اسکی حد ہمتا لیں
 عالم میں موجود ہیں اگر ایک تہ کو نہ را آدمی اوٹھا لے گئے ہیں تو ہر ایک ہرگز نہیں اوٹھا سکتا
 اور اگر ایک سے بہت سے ہاٹوں سے بنی ہوئی سے ہاتھی کو باندھ سکتی ہیں تو ایک بال سے
 ہاتھی نہیں باندھ سکتا۔ علاوہ ازین جو حکم قیدی خاص کے ساتھ ہے وہاں کو محض اپنے
 غلط خیال سے مطلق سمجھ کر متعرضانہ مخالف کے مقابل ہونا کہ قدر خلاف عقل اور نا انصافی
 یہ حضرات یہ خیال نہیں فرماتے کہ وہ قیدی جس کا تہہ چھ حکم مقید ہو رہا ہے۔ وہ علت اور
 حکم ہے گویا نے تحقیقت حکم اوس صفت پر جو بمنزلہ وصف ہے دائرہ اور وارد ہو رہا ہے لیکن

چونکہ عموماً حقیقات و اوصاف توابع ہوتے ہیں اور بدون وجود موصوفات کو وجود خارجی ہو سکتا ہے
 ہیں اپنی موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہی لیکن اس سے پہلے سمجھنا کہ ذات موصوفات کے
 مطلقاً محکم علیہا ہے بلکہ یا انکو خالی مانا ہی بعید ہی پس اس اعتراض سے حضرت مجیب لیسے کہ
 لون ہرگز اور نہ کسی جنہوں نے تمھارے اس قسم کے اعتراضات کی ہیں کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق
 و منہج ہوتے ہی مہندہ حضرت مجیب کا ناخوشی کہہ کر حضرت زہرا سے جناب امیر کے ساتھ ہر
 استغناء محض ان پر اکابر کے تصریحات کے ناواقفیت یا تجاہل کے وجہ سے ہے ورنہ حسب ترمیم علماء
 ہالین قوم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو (در ذمہ برگردان رادی) جین ہر وہ شہین تلمذ نہایت
 شہید دینا اور خائنین در خانہ گریختہ کے مثل فرمانا کو نہی خوشدلی پر اور صفائی طبع پر مبنی ہو کر انصار
 اس ملامت میں قرائن صفات طور پر دال ہیں کہ جناب سیدہ اس شہادت و برخاست سے مکہ و ماجر
 تہیں - ترمیم اول یہ ہے کہ جبہ تہدید حضرت عسکر کے حضرت سین نے ہاجرین و انصار میں سے
 کیا کہ دروازہ پر جا کر شکایت نہیں فرمائی کہ گو گو عمر میرا گھر جلانا چاہتا ہے تعجب ہو کہ چند خست
 خرا کو چھپی تو (معاذ اللہ در ذمہ برگردان رادی) یوں مجمع ہاجرین و انصار میں فریاد و فغان
 فرمادین اور اتنے بڑی امر کو سنکر اس طرح خاموش ہو کر بیٹھیں کہ دوسرے عسکر سے سنکر اپنے اذکار
 بطور نام حجت کر ہی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہی منشا تھا تفسیر کے یہ
 کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہی صلاح دی کہ جاؤ اپنی رائی آپ سوچو اور میری پاس آؤ میری معلوم
 ہوتا ہے کہ آپکا یہی مدعا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دیکھی کے پردہ میں ظاہر فرمایا اور پوچھ کمال
 کہ آپ اسکو بے پردہ نہیں فرماتے ہمیں پس حضرت مجیب خوب غور و تامل کے ساتھ نظر انصاف
 ملاحظہ فرماوین اگرچہ انصاف کی امید تو نہیں **قولہ** استناقض ہے جو صاحب تحفہ کی عبارت
 میں واقع ہے بخلاف طوالت اغماض کر کے حضرت مجیب کے احوال آتیہ کا جواب کہہ رہے ہیں **اقول**
 یہاں تک مجیب لیسے جس قدر اعتراضات فرمائے اور اغماض نہیں کیا انہیں حضرت کا ترمیم علم
 و انصاف و تحقیق حق و منہج ہو چکا اگر بیان ہی کچھ نہ مانتے تو بخیر اسکی ادراک تھا کہ ایک

صہ غلطی کا اور گناہا لیکن جس قوم ہوتا ہے کہ اپنی زمین کچھ بھیکری چکر ہو چکی ہو تہی ہی انصاف
 کو شک کر دے زمین کو تناقص کا ہوتا اور بوجہ طولالت اغراض کرنا تہدیدیان فرماتے ہیں **قال القاضی**
المحبیب (قولہ) چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ پر اور اقوال عترت بشمار ازکی مدائح میں وارد
 ہیں۔ (اقول) کیون حضرت شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو الخ لکھنا اور بعد میں فقط لفظ
 صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے ازکی فضائل کا ذکر ہونا ہو گیا کہ تہرین ہم تو بیاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی مگر آپ
 منصف ہیں آپ ہر ارشاد فرمائیں **میقول العیب الفقیر الی مولائہ الخ** سبحان اللہ
 ہمارے محبیب حبیب عبارت کو دیکھتی ہیں نہ طلب جہت ہیں اور اعراض فرمادتی ہیں۔ اسی حضرت
 بندہ کی عبارت کو تو دیکھیں کہ کیا عرض کیا گیا ہے یہ اعراض فرما کر اب میں اپنی عبارت نقل کرنا
 اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس پر اعراض ہمارے محبیب کا بجایا یا جا (لیکن میں
 موعظ اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین علیہم اجمعین
 کو اہل سنت تمام سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و افضل در ایمان میں ثابت و کمال اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ کتاب
 فضائل صحابہ پر ہی اور اقوال عترت بشمار ازکی مدائح میں وارد ہیں) یہ عبارت ہے جسے محبیب
 اعراض میں اور ناز کر کے فرماتے ہیں کہ ہم بیاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی۔ حضرت محبیب فرماتا
 شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھا اور عموماً
 صحابہ کا ذکر نہیں کیا تو محض غلط ہے شروع میں عموماً صحابہ کی فضیلت کو ذکر کیا گیا ہے اور بعد میں
 نیا بطور تخصیص تقسیم خلفائے ثلاثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا اور اگر حصہ مراد نہیں ہے تو صحیح ہے
 لیکن مفید نہیں بلکہ اعراض محض ہے اور اگر لفظ کرام سے آپ شروع و مشگ ہیں تو کیا آپ
 انہیں منظرہ والی اتنا ہی نہیں جانتے کہ اہل سنت کا مذہب جمیع صحابہ کے نسبت کیا ہے علاوہ
 کہ اگر بالفرض شروع میں صحابہ کرام کا ذکر نہ ہوتا اور صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ہی ذکر ہوتا اور بعد
 کے لفظ صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے ازکی فضائل کا دعویٰ کیا جاتا تاہم کچھ حرج نہیں تھا
 نہ حسب اصول اہل سنت کوئی اعراض تھا کیونکہ جو فضائل بحیثیت صحابیت اور مہاجریت اور

انصاف و غیرہ کی بیان کی گئی خلف اللہ رضی اللہ عنہم اوسین فرد کامل میں تو ان کی فضائل بہین
بالاولی ثابت ہو گئی مثلاً جناب امیر کا ذکر کر کے اگر فضائل اہل بیت کا دعویٰ کیا جادی ہو گیا
یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر کے فضیلت اس سے ثابت ہو گئی حاشا و کلامیکہ بالاولیٰ ایک
فضائل ثابت ہو گئی ہم سے آپ کیا دریافت فرماتے ہیں کسی نامل انصاف سے پوچھ لیں
آپ کو بتا دیگا کہ آپ کا اعتراض محض بے سبب ہے اور نا انصافی کی وجہ سے ہے **قول** ہمارے
ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام کے فضیلت سے انکار نہیں ملے صحابہ کے فضیلت میں گفتگو ہے جیسا کہ
قرآن شریف سے فضائل ثابت ہیں ایسی ہی دلائل و زرائع بھی ثابت ہیں چنانچہ بطور نمونہ ایک آیت
لکھ کر گئی۔ **اقول** وہیں یہ بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ حسب مقصود اکابر قوم صحابہ کرام
وجود غنا صفت محض فرمائی اور ادا عالی ہے پس آپ کا یہ فرمان صرف بوجہ اغراض تصدیقات اپنی
علماء کری اور اگر آپ ہی ہیں تو بسم اللہ ہمیں میدان ہیں جو گان ہیں گو۔ تشریف لائی اور اپنی
اصول پر جن صحابہ کو کرام سمجھتے ہیں کتاب اللہ سے ان کا کرام ہونا ثابت فرمائی۔ جبکہ صحابہ کو قرآن
شریف سے فضائل بھی ثابت ہیں اور زرائع سے ثابت ہیں تو کیا خداوند تعالیٰ کو معاذ اللہ یہودی
ہوا تھا یا بدو واقع ہوا جو اس اختلاف فاحش کا سبب ہوا یا یہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن ہے
انصاف کر دینی اور اگر یہ عرض ہے کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کو دلائل و زرائع مذکور میں تو برائی خدا
ذرائع سے کجی اور اپنی مقبولیت کے کو غیر مقبولین سے تیز تو دیکھی جن میں یہ ہے کہ قرآن شریف
میں حق تعالیٰ شانہ نے عموماً صحابہ کرام کے مزاج دینی و آخری بیان فرمائی اور خداوند
تعالیٰ ہولادہ اس کو بدو واقع ہوا اور کہ سنی قرآن میں کی سی کی اور خداوند تعالیٰ نے ازلی معاصی کے
معفرت کا وعدہ فرمایا جو ان کو گناہ میں وہ مغفور اور بقدر معاصی میں وہ مغفور **ذٰلِكَ فَصْلُ**
يُؤْتِيهِ مِنْ يَّاهُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور جو آیت بطور نمونہ لکھی تھی اس کی نسبت بھی ظاہر کر دیا
گیا کہ جس دعویٰ کے نبوت میں یہ نمونہ پیش کیا تھا نے کیفیت اس کی یہی نمونہ نہیں بلکہ حضرت کو کلم
وہم دار انصاف و تحقیق حق کا ایک عمدہ نمونہ ہے **قول** انان خلف اللہ کی شان میں

تخصیص کے بجز اسکی اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس باب میں خود کامل تھے اس سے سبب ہوا کہ پانچ
 صدیق قرار پایا جسکو حضرات ائمہ نے ہی میں فرمایا۔ علاوہ اسکی آیت امدار علی الکفار۔ خاص
 خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی صفت ہے اور اسکا مصداق جنگ کے مقصد میں دیا ہے ہرین ہر جہاد
 شیعہ نے ہی تسلیم فرمایا ہے علاوہ ان سب کے آیت استخلاف من بعدی اور خلیفہ رضی اللہ عنہم کے
 فضیلت کو ثابت کر رہی ہے علاوہ ان کے اور بہت سی آیتیں مستتر گذارش کر چکا ہوں بڑے
 خدا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادین قرآن کے تحریف کے درپے نہوں آئندہ اگر اختیار ہی
قولہ اقوالِ عترت جو شمار تحریر فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ اس سے آپکی کیا مراد ہے اگر مقبولہ خود
 مراد ہے تو وہ خصمِ حجبت نہیں۔ **اقول** اگر اقوالِ عترت مقبولہ خود مراد ہوں تاہم مطلقاً
 یہ فرمانا کہ خصمِ حجبت نہیں آپکا اپنے بزرگوں کے اقوال کی ناقصیت کی دلیل ہے بیتیک عدم
 حجت اور قوت ہے جبکہ غیر مسلم خصم ہوں اور جبکہ خصم انکو تسلیم کرتے ہوں تو اگر وہ مقبولہ خود ہوں
 خصمِ حجبت ہونگی اب نبی علامہ الزرقانی لاجبی نے گوہر مراد میں صحت روایات اہل سنت کے
 تصریح فرمائی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل انصاف در فرقہ سینا محدثین ایسا نہ کہ ہر حد از پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وآلہ و آلہ باہنہ اسید بے کم و کاست روایت می نمایند انتہی مختصاً عن الزعام۔ پس جبکہ خصم نے
 صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اس پر حجبت ہوں۔ **قولہ** اور اگر متفق علیہ ہوں
 تو سب سے چنان میں کہے بعد آپکی علی ہمارے کتا بوں سے بزرگ خود کل تو قول نقل کی ہیں جبکہ
 آیات بنیاد و اپنی رسالہ میں کہتے ہیں ہر ایک کا جواب اپنی محل پر دیا گیا ہی پس آجکا اگر
 اقوال شمار لکھنا مبالغہ نہ ہے۔ **اقول** حضرت میر صاحب آپ انہیں کہہ کر دیکھیں کہ آپ کی
 اللہ تعالیٰ علیہ اہل سنت نے کیا کچھ کیا باوجودیکہ آپکی علی نے اپنی تمام سرخشاں و محافل
 صحابہ و اہل بیت مثالب مطاعن میں صرف کر دی تو ایسی حالت میں آپ ایک قول کا ملنا جو صحابہ کے
 فضائل و دلائل کے عجائبات قدرت الہی سے ہے جیسا خواجہ کی کتا بوں میں فضائل و محابہ
 حضرت امیر رضا کا پایا جائے نہایت مستبعد اور درست جناب امیر ہے کہ جابگیر حسب اعتراض مامی

صحت روایات اہل سنت مستند ہر حد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ باہنہ اسید بے کم و کاست روایت می نمایند انتہی مختصاً عن الزعام۔ پس جبکہ خصم نے

فذلک غفور رحیم و مثاک یا عمر مثل نوح اذ قال رب انقذنی علی الارض من
 الکفار فذلک قال الله سبحانه و تعالی فی کتابه انک فی فیض من انوار
 افاضه حق اسیر گرفته بودند از آن جسد عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی الله علیه و آله در باب ایشان
 مشوره فرمود ابو بکر گفت که اکابر اصحابان قوم قارون عشار تو اند اگر هر یک بقدر طاقت دست شاست خدا
 بدیند باشد که روزی دولت بدایت بریند و حال اعدا و دشمنان زیاد شود عمر گفت یا رسول الله
 اینان کذب کردند تره میردن کردند اینها آنکه کفر اند هر را بقدر توانا کردن زنند و گمان ایشان خدا را
 عقیل یعنی سپارد عباس را بجزیره و فلان بن تا گردن زخم اخضر صلی الله علیه و آله فرمود که حق
 سبحانه و تعالی لها می مردم را گاه است که نرم بسیار و برتر که نرم تر از شست و دیگر دها بسیار شد که
 سخت تر از سنگ مثل تو ای ابابکر همان مثل ابی اسیم علیه السلام است گفت فضیلتی معنی خانه منی
 من عساکر الکفر و مثل تو ای عمر همچو مثل نوح است و تسبیح گفت رب انقذنی علی الارض من الکفار فذلک
 ذکر آرا این دو حالت که نرمی و سختی است که از انبیاء صادر میشود و محبت هم مقتضای وقت خوب است
 چه بعضی از کفار هستند که بسیار شدید اند در کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و نه از عقاب این گناه
 استصلان است اول سختی و اگر بخلاف است نرمی و خوشحالی بعد ازین حضرت فرمود اصحاب
 اگر خواهید بشید و اگر خواهید بستانید ایشان بت را اختیار کردند پس جناب مجیب کالفاظ میفرمود
 مبالغه شایسته همچنانکه محض بر جفا و نفیست اینی کتب که می و پس قوله معون العفار ثلثه
 شامین ان لو من به بعضی من - **اقول** حضرت مجیب بیدار اول اقول که عموماً مشایخ
 صحابه کرام من در ادب و بی بوجبه کمال دین و دیانت و علم و است خلفا ثلثه رضی الله عنهم
 که شامین منیم که بعضی از اهل حق فرماتے من حالانکه سیه غلطی کیونکه جو قول است و ما صحابه
 بنیقت پر دلالت کریگا خلف ثلثه رضی الله عنهم اولی از من است اولی از من است و ما صحابه
الفصل المحجوب - قوله - او شیخ اذکوف لاف ثقلین بتر از کفار و منافقین جانتر
 من (نمود با دشمن ذلک) **اقول** - ای اس قریل سے سلوم ہوا ہے کہ معاذ اللہ

کتب
 عقیدت
 انوار
 کبریا

شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتے ہیں۔ یہ محض افتراء ہی حاشا و کلام کہ شیعہ کا یہ اعتقاد ہو مقبول
العبد الفقیر الی مولائہ جناب مجیکے اس جہڑات کو آفرین اور اس بہت پر شاہیں
 نہایت دین دہن نہ اپنے علم کی شہادتیں بنیں بجا یہ گنہگارستی میں ہیں آپ کو بزرگواروں نے
 تو انبیاء و ائمہ کو یہی کفر و خیانت سے چھوڑا اور صحابہ میں سے توفیق و کفر و نفاق وارد نہ دیا سہ شاید
 ہی کوئی بجا ہو تو شاید کرام کو تسلیم کے سبیل الفرض ہوگی پس کو اہلسنت کا اقرار کہنا طرفہ
 تماشا ہے۔ یہ وصف تو گناہی معاف جناب کی ہے اگر کاہل ہے کہ ائمہ پر افتراء کرتے
 تھے یہاں باندہ تھے ہی بھولی روایتیں بنا کر ان کو طرف سے شائع کرتے تھے اور حضرت علیؑ کا کہنا کہ
 یہ بھی موجود ہے۔ الشیعہ کانوا یکذبون علی الاحمہ و ہم قد ما ذوا منہ علی ما ذکرہ
 الکلیۃ فی الکتاب عن ذوالفقار انہمہ اگر شیعہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور صحابہ کرام کو کرام جانتی ہیں اور
 اور اپنی بزرگواروں کے جنہوں نے کرام ہونے سے صحابہ کو خارج کیا ہے تکذیب کرتے ہیں تو مرید جابا لوفات
 وجہ الاتفاق۔ **قولہ** ان جنک نفاق انکو نزدیک ثابت ہے اور روایات اہلسنت ہیں اسکی ساعدت
 کرتے ہیں انکو ہی لیا سمجھتے ہیں کہ کل کو اسی گول مول بات لکھیں اور سب کو خطاطی کرنا انصاف سے بعید ہے
اقول وہ منافقین کہ جنک نفاق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اہلسنت کو نزدیک
 ہرگز عداوت صحابہ میں نہ وہ نہیں اہلسنت کو نزدیک صحابہ کی روایتی ایمان خاتمہ تک ہونا شرط ہے حاشا کلام
 کہ اہلسنت کو روایتیں نفاق صحابہ کی ساعدت کرنی ہوں لیکن ان حضرات شیعہ کے روایات صحابہ
 کرام کے ارتداد و نفاق کو صاف صاف بیان کرتے ہیں یہ حقیقت میں غلط خطاطی پر بزرگان دین نے
 اپنی روایات میں فرما رکھا ہے نہ نہیں۔ **قولہ** یہ کہ ممکن ہے کہ شیعہ خلاف ثقہین کے جن حضرات
 اہلسنت سے اسی امر میں تو بخلاف و جیکڑہ ہے **اقول** حضرت میر صاحب یہ محض آچا
 اور آپ کی بزرگوں کا زبانی دعویٰ ہے شیعہ کو اور اتباع ثقہین کو کیا علم اہل شیعیت تو اتباع
 ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور ہشام بن ابی حنفہ اور ابو بکار و ابو بصیر
 نے شیعہ ائمہ پر جوٹی باتیں توہینی ہیں۔ اور اہل شیعہ کی اذیت پاتے ہیں۔

کی ہوئی اور ایسا نہ رکھی ہوئی اور متعدد کے ساتھ لواطت کو جائز فرمایا (۲۷) متعدد دور یہ کہ بڑی
 قرار دیتی ہیں اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک عورت کو ساتھ متعدد مکرین اور دو رنوبت
 مقرر کر لیں کہ ہر ایک شخص اپنی نوبت میں جماع کرے علی بن القیاس بہت سے ابواب فقہ کے مسائل
 کثیر ہیں شتی نمونہ اور خرد وارد قطرہ نمونہ از بحار نہایت تنقیص و مختصار کے ساتھ صواعق و خوار
 نقل کر دی جناب محیب غور فرادین اور سوچیں کہ نقلین کا اتباع اسی کا نام ہے باقی ترانہ
 کلام اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث میں ذکر کیا جائیگا جناب
 محیب اگر زیادہ تفصیل چاہے تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضرین بعد اس کے اب یہ امر واضح ہو گیا
 کہ جو مسئلہ محیب نے تحریر فرمایا (اہلسنت سے اسلی امر میں تو مخالفت و جھگڑہ کی نہایت صحیح
 قال الفاضل المحیب - قولہ - ہلینہ حضرات شیعہ کی جہاں تک ترس کے مثال
 فضائل اور ظہار مطاعن میں بجد و جہد ساعی ہیں - آقول - بے شک جنکی فضائل کتاب اللہ
 و اقوال عزت سے گزرتا ہے نہیں اور اہلسنت خواہ مخواہ فضائل اور کچھ ذمہ لگالی ہیں اور مطاعن
 جو طشت از باغ افتادہ ہیں کہ چھپائے سے نہیں چھپ سکتے چھپا جا سکتی ہیں ان فضائل کے باطل اور
 مطاعن کے اظہار میں کدو کشش کرتے ہیں تاکہ امر حق ظاہر ہو یہ قول العرب الفقیر الی معول
 بحول اللہ و قونہ گذشتہ اثبات میں منافق محمد صابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے ہی اور اقوال
 ائمہ سے ہی مختصر کیا گیا اب ہم دیکھتے ہیں کہ محیب نے تسلیم فرماتے ہیں یا بخلاف تحریر خود فضائل
 نہایتہ کو باطل فرماتے ہیں بڑے مطاعن جناب محیب نے دو ذکر فرمائی تھے انفضاض جن مسئلہ
 اہلسنت و تحکیم عن ہجۃ الصدیق سید محمد اللہ از کا بھی تعلق و ارتباط رکھتا ہے کہ چھپا چکا ہے
 پس حضرات شیعہ جن مسائل و اثبات کتاب اللہ و ارشادات ائمہ فضائل صحابہ کی کتاب کو شہادہ
 خالص سے چھپا جا سکتی ہیں اور کچھ انوار اپنی مومنوں سے بھجایا جاتا ہے اور زبردستی اپنی تہاشی
 ہوئی و نام کے نجاسات سے ان کو دھواں و مٹھو کو مٹھ کرنا چاہتی ہیں اور جن صحابہ کو کرام نام کر
 رکھا ہے ان کو بھی تو سہام طاعت و قربانی نہیں چوڑتے ہیں - با این ہمہ صدق و تشیعین

باوجود ارتداد صحابہ کے خصمال میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار صحابی سی تھے جو کوئی انہیں
جبری اور قدری اور حروری نہ تھارت دن خدا کو خوف نہ دیا کرتے تھے دو ہزار انصار تھے
اور آٹھ ہزار مہاجر تھے اور دو ہزار وہ تھے جو ہنگام فتح مکہ سلام لائی تھے۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے
فضائل خواہ مخواہ اہلسنت ہی انکو ذمہ لگاتے ہیں اور انکی مطاعن جو پشت از بام میں بہشت
سی چھتا ہیں یا یہ انکی فضائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں
سعاۃ اللہ اگر بغرض محال ہے اسحق قرار بادہی جسکی در کچھ حضرات شیعہ ہیں تو نہ خدا کی خدا کی باقی
دستی نہ رسول کے رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ ائمہ کی امامت نہ اہلبیت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت
پھر اگر اسحق کے انہما کے سعی کا دعویٰ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اعلیٰ اعظم رسانستح بنیادین
قومنا باحق و انت خیر الفاعمین **قال النبی المحجیب** - قولہ - چونکہ امت یہ
اختلاف خلافت بھی سی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعہ کو اتنی بڑی فضیلت عمت با
اپنی اصول مذہب کے کب گوارا تھی اگرچہ نقلین اسکی ثبوت کو کٹا بہ میں ایسی خلافت کی
اصول و شروط ایسی وضع فرمائی کہ شک و کراہات سے مدعا حاصل ہوا اور ابطال استحقاق خلافت اپنی زعم میں
ہو جاوے (اقول) یہ اصل جو در اصل مجاہد خود نہیں جیسا کہ پہلے گذارش ہوا کہ کل صحابہ اپنی تہمتیں لگا کر کفار و کاذبین
بعض کے شاہین صاحب حیانت و شرار و افساد و پیشہ مرد و وان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں **مقول العبد الفقیر**
الاموالہ اس اصل کا در اصل مجاہد خود ہونا سابقا اپنی موقع پر مشر و حایان کیا جا چکا ہے حاجت عادہ میں سچا اگر
کسی جہاد عنانہ محجیب ایسا کا عادہ فرمائی تو تعجب کیا جانا اور خاتم الشریعہ کلمات کی نسبت بھی مفصلانہ کو رو چکا ہے لیکن جبکہ
ہی تقدیر عرض ہے کہ خاتم الشریعہ صحابہ حق میں یہ لفظ نہیں لکھو صلا لفظ مرد و وان جناب الہی مرکز صحیحہ کی حق میں نہیں لکھا یہ محض
یہ محجیب کا افتراء ہے اور بغرض اگر صحابہ حق میں لکھا ہے تو بطور الزام نقل نہ کرنا یہ کہ لکھا ہے پس اح و جناب محجیب نے
جو یہ جملہ تحریر فرمایا۔ (کل صحابہ اپنی تہمتیں) اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو البتہ کہا جا سکتا ہے
کہ یہ ایک جملہ سی جو انصاف و راستی و صدق سے بابتنا اپنی روایات و اصول مذہب کے سرزد ہوا ہے اور اگر کل
مجموعہ کی طرف نفی راجع ہے تو خلاف تصور روایات ہے۔ چنانچہ بارہ اس غلطی پر متنبہ کیا جا چکا ہے

دگو نسا رکھا۔ آرمایشون کے بھٹی میں انکی میل کچل در ہوئی اور وہاں سیض صحبت پیغمبر نے اونکو
 مصفا و نچلا کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے انکی قلوب نور ہوئی اور اشعہ ماہیات فیض
 برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی دل روشن ہوئی عالم خلق دہر کو قطع کیا ملکوت کے سیر کے
 حقیقہ تحقیق کو یک چشم شہادہ کیا جب انکی جان نثار یان اور خدایات نمایان برگزیدہ جناب محمدی
 صلی اللہ علیہ وسلم اور پندیدہ حضرت کبریائی جل علا شانہ ہوئیں۔ تو خداوند علام الغیوب کی بارگاہ
 عالی متعالی سے انکی صلہ میں رضا و خوشنودی کے تعمیسی ہوئی اپنی رسول کے زبان سے دخول جنت کا
 وعدہ فرمایا انکی خطایا و ذلالت کی مغفرت اور خاصہ و سیات کی کھاؤ کا شہدہ سنایا گیا تو گویا انکی
 ختم ہو چکی اور انکی محامد و فضائل مہر ہو چکی تو یہ نعمت و مغفرت پر زائیش کا حصر کرنا اور کہنا
 بر مقدمہ خلافت ہر سے فضائل و زرائع پر کہی جاتے ہیں ہر اس غلط اور بد بینی البطلان ہر معیار
 آرمایش اور محاکم امتحان وہ مراحل تھیں جو حضرت کے زمانہ میں طے ہوئی منافق و مخلص ممتاز ہوئے
 حق تقالے نے فرمادیا۔ مَا كَانَ لِلَّهِ لِيذِلَّ لِّلْمُؤْمِنِينَ عَلٰٓمًا تَعٰلٰی عَلَیْہِ حَتّٰی يٰۤاٰلِ الْخَبِيْثَةِ مِنَ الطَّيِّبِ
 وَمَا كَانَ لِلّٰہِ لِيَطْلُعَ عَلَی الْغَیْبِ الْمُنْہٰمِ حَسْبَہُمْ اَنْ تَتَّكُوا الْخَنَ۔ اور ایسی بزرگان دین اور
 اکابر اہل یقین کے عیوب کا کتب کرنا اپنی عمر عزیز کو راہ گمان برباد و تلف کرنا ہر کسی کی صحیح
 کاچی قلبیہ جویدہ و اضلاع العمر نے طلب الحال بد معنیہ اگر یہ ہی تھے ہر جس سے فضائل
 و زرائع پر کہی جاتے ہیں تو ہر فضائل کے سبیل تسلیم ہم کہتی ہیں کہ حسب تقریحات علماء شیعہ
 فضائل و زرائع پر کھ گئی انفس نے جفا و وصیت تجہیز و تکفین تھے حضرت کے جنازہ اطہر کو تین روزہ
 لا دفن رکھا حضرت کے وصال کا کیکو نہ غم ہوانہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور
 چند درخت خرمائی پر گئی جسکی سبھی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کا پاس کیا
 کر اپنے صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی نہ دودمان نبوی کے آبرو کا پاس کیا کیونکہ در پیر پیر لگی
 ۱۔ اللہ وہ نہیں کہ جو رو دیکھا۔ مسلمانوں کی طرح پر تم ہو۔ جب تک جدا انکے سے ناپاک کو پاک ہے
 اور اللہ یون نہیں کہ جس کو خبر دے غیب کی۔ ۱۲۔

منافقین کے ہم ہالہ وہم لوالہ یہی اپنی دین کو اونچی خواہشوں کے مطیع رکھ کر کسی شہر کو
 دارالاسلام بنایا۔ معاذ اللہ التھم نے توبہ ابراہیم کے ممانعت و احوال اور بعض نے حضرت
 دین کو اختلاف عظیم سے بچا کر سمجھایا۔ اور عالم میں شائع کیا ہزار ہا ملک فتح کئی ہزار ہا کو
 سک ہمام میں منہا کیا حضرت کو وصال کے صد مہینے بیتانک بیہوش ہوئی کہ آپ کے
 انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوی تو ہم کہتے ہیں کہ آپ
 ہی نے یہ فضائل و زائل کے امتیاز فرمائی ہیں چہرہ چہرہ فضائل منطبق کجھ اور چہرہ چہرہ
 زائل **قول** جب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص و مبالغہ فانی اس قدر غالب ہوئی
 کہ باوجود تہدید و ترہیب بخوف حضرت نبوی + حضرت علی الامارۃ و مسکونہ و امامۃ بن علیہ
 کما فی صحیح البخاری آپہنیں مخالفت و تباہ کر کے نعل اٹھ کر باطل خدا کو بے غل و شکن
 و دفن ہونے کے خلیفہ بن گئے اور اہل بیت کی جنگیں سک حکم تباہات ہی ہو چکی بات پوچھنی کے کیا
 معنی بجائی تلو و نفسی کے گھر جلانے کی دہلی دی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظہ فرمائی محبت
 تاریخ و سیر کو دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو کہ وقت انصاف و بعیت کیا کیفیت تھی۔ **اقول**
 یہاں تو مجیب بسبب جو من بغض و عناد میں اگر جامہ سے باہر ہو گئی تو سن بان بگام ہو گیا
 انصاف و تحقیق حق کو بالاس طاق کہہ کر جو ہونہ میں آیا فرمانا شروع کر دیا۔ خیر ہم انکلمات
 تشبیح کے جواب میں کچھ نہیں لکھتے لیکن اپنی بخاری کے حدیث سی استدلال کر کے صحابہ کی
 حرص و طمع کو بے غم خود ثابت کیا ہے اسکا جواب و تحقیق ضرور ہوتی پس واضح ہو کہ مجیب بسبب
 اپنی استدلال میں اس حدیث کو پیش فرمائیں تو اول انکو ثابت کرنا چاہیے کہ مستحقون و مستجاب
 اسکو ہر ظاہر ہے کہ تمام صحابہ و قطعاً مراد نہیں اپنی کہ بالاتفاق حرص علی الامارت تمام افراد
 صحابہ سے واقع نہیں ہوئی تو لامحالہ بعض صحابہ مراد ہوئی اور اس کے مصداق وہ بعض میں جو بلا
 استحقاق امارت کو طالب ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ مناہیر و مشکم
 امیر من لفظ امیر سپر قرینہ اور وال ہے اور حضرت امیر عبیدہ رضی اللہ عنہ کہ وہ بھی طالب امارت ہوئی

جو ہر شخص کو معلوم ہو کہ مسکونہ و امامۃ بن علیہ

اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر گز طالب امارت نہیں ہوئی اور نہ اس پر حرص کی آپ کتب سیر
و تاریخ ملاحظہ کیجیے حضرت صدیق اکبر نے اپنی خطبہ میں جو بقابلہ انصار پڑھا فرمایا کہ عمر یا ابو عبیدہ
کہا تمہیں بت کر لو۔ اور اس وقت حضرت فاروق نے اپنی اوپر سے دفع کیا اور صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ
پر بت کر لی اگر حرص دنیاوی اور طمع نفسانی ہوتے تو ہر شخص اپنی نفس کو امارت کے لیے مقدم
کرتا اور کچھ بھی نہ ہوتا تو اس قدر ضرورت کہ حضرت ابو بکر کے قول پر فاروق چمک کر ضرور ہوجا تو اس
بروئی مثل انصاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو گز طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہیں تھی
بلکہ امارت کی طرف استغناء ہی نہیں تھا لیکن ان تصفح تقریحات علم شیعہ کی صاف
معلوم ہوتا ہے کہ بروئی روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر حرص اور طمع ہی نسخہ سلیم
جن میں بلا لکھی روایت ہے ہر نقل کرنا ہوں۔ فلما کان اللیل حمل علی فاطمة علی حار واخذ بیدہ
الحسن والحسین فلم یذیع احد من اهل بدم من المهاجرین ولا من الانصار الا اناہ فی منزله وقد
مقدود علی انصرہ الخ یہ روایت کس طرح مراحۃ معاویہ حضرت کے حرص اور طمع پر دلالت
کرتے ہیں اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو بیچ البانۃ کو کہو یہی اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں جن
خطبہ متشقیہ کے شروع میں کہیں اس میں ابتداء ہی میں یہ الفاظ ہیں۔ واللہ لقد تقصصنا فلا
وانہ ليعلم ان محلی محل القطب من الریح۔ ان الفاظ سے کس قدر حسرت شکستہ ہے
جس کا نہ صرف حرص و طمع پر ہی ابن بیثم شارح بیچ اپنی شرح میں جو اس وقت میری سامنی کہیں
پر رکھی ہوئی ہے اس خطبہ کے شرح میں لکھا ہے۔ واذا ثبت اندنافس فی هذا الامر کان الظن غالباً
بوجود الشکایۃ ومن لم یسمع ذلک فضلاً عن ان امر الشکایۃ یبلغ مبلغ التواتر المعنوی لکن تھا
ومنہر تھا الخ۔ اور یہ ہی شارح اسی خطبہ کی شرح میں کیقدر آگے بڑھ کر لکھتا ہے۔

۱۵ خدا کے قسم سلطان شخص نے (بزرگ) قیص خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں سیرا مقرب کیا ہے
جب اکیلی کا چکی میں۔ ۱۶ اور جب ثابت ہو کہ جناب امیر نے اس خلافت کی طرف رغبت فرمائی تو غالب ظن یہ ہے
کہ آپ شکایت پاسی گئی ہوگی اگرچہ سمیع نہ ہو۔ مزید برآں یہ شکایت بسبب ہر ہر اور کثرت کر تو امر معنوی کی وجہ سے
ہو رہی ہے۔ ۱۷

واکتوبر مسدود کا نتیجہ و خلاصہ خبر مرانہ لاطعہ عمر خلت علیہ وجوہ الصحابہ و آلہ
 از مختلف جہاں رضاء قال احب ان الخلیفہ حیاً و میا فقالوا الاثیر علینا فقال ان حبس
 نقالوانم فقال الصالحون لهذا الامر سبعۃ و ہم سعید بن زید وانا خسر جہ منہم لانہ من اهل
 و سعد بن ابی وقاص و عبد الرحمن بن عوف و طلحہ و الزبیر و عثمان بن عفان فاما سعد بن عفان
 عنف و من عبد الرحمن فانہ قارون ہذا الامۃ و مرطلحہ فیکبرہ و من الزبیر شیخ و من عثمان جہ
 لقوم و من علی جہ صلی علیہ السلام ہذا الامر الخ و ادراودہ اسکی یہی الباقی کی بہت سی مواضع میں جناب امیر
 کی حرص و طمع لاریت پر صاف صاف ثابت ہوتی ہے اور اس خطبہ کی شرح میں جبکہ عنوان یہ ہے
 و حکم کہ ابی عثمان علیہ السلام کا الین ابن شہیم کہتا ہے و فیہ اشارۃ الی غرض من المناقب فی ہذا
 الامر جو صلاح حال المسلمین و استقامت امور ہمس و سلامتہم من الفتن میں ہے اگر کسی نے یہ کہتا ہے
 فان قلت السوال من وجهین کا دلما وجہنا استیضہ ہذا الامر ہم انہ منصب بتعلیق بامور الدنیا
 و صلاحہا ہم ما اشتہرہ من الذنوب و الاعمال غرض ہا و ذمہا و فضہا۔ اس تصریح سے کچھ حرف جناب
 امیر کے حرص و غیبت بطرف اہل بیت سے ظاہر نہیں ہوتی اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ حرص و ہلاوت
 سلب انوکہ ہصلاح حال اور دفع فتن کے غرض سے اعظم ارکان دین میں ہے اور اگر آپ کی نزدیک
 لاریت مطلق حرام ہے تو معاذ اللہ جناب امیر ترکب ہوئی اور اگر ہصلاح کے غرض میں جائز ہے تو اگر
 فرض کیں کہ جناب خلفاء نے حرص کو کچھ بھی محمل طعن نہیں کیونکہ انکی حرص علی الامارت نہیں
 ہصلاح حال است ہی چنانچہ انکی ایام امارت میں جو ہصلاح امور است ہوئی وہ شیعہ کو بھی تسلیم ہے

سہ شوریٰ مسدود ہے جیسا بخوبی۔ اور خلاصہ قصہ یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو جمع ہوئی تو مدعی صحابہ انکو بائیں کو لے کر اسی طرف
 کہ جبکہ پہلے قرآن میں غلبہ ستر فرمیں حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ میں اپنے جیسے کہ اگر بخل خلافت کا حاکم اور ہوت میں اسی طرف ہوں
 پر جواب دے چکا کہ بلکہ مشورہ ہی دیا و کبھی حضرت عمرؓ کے جواب دیا کہ ان اگر چہ جاہلوں میں نہ کہا جاتا ہے لیکن صحابہ انکو بائیں کو لے کر
 شات کلمی میں مسدود ہے اور اگر زمین او میں سے مکان جاہل و سول کہہ کر وہ میری اہل بیت سے ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص و عثمان بن
 بن عفان اور طلحہ و الزبیر اور عثمان اور سعد۔ لیکن جب کہ سعد سے تواضع کی اور شت حوالی ہوئی تو سعد بن ابی وقاص و عثمان بن عفان
 است کہ فتنہ کی دھمکی سے اسکا بھل اور زبیر سے اسکا بھل اور عثمان سے جب کہ کرم اور علی سے جس طرح خلافت کا ارادہ ہے اسکا بھل اور اسکا بھل
 کہ جناب امیرؓ کی اہل بیت سے جس طرح خلافت کا ارادہ ہے اسکا بھل اور اسکا بھل اور عثمان سے جب کہ کرم اور علی سے جس طرح خلافت کا ارادہ ہے اسکا بھل اور اسکا بھل
 کہ جناب امیرؓ کی اہل بیت سے جس طرح خلافت کا ارادہ ہے اسکا بھل اور اسکا بھل اور عثمان سے جب کہ کرم اور علی سے جس طرح خلافت کا ارادہ ہے اسکا بھل اور اسکا بھل

اور وہ استقامت ہرگز جناب امیر کے ایام خلافت میں نصیب نہ ہوئی اس کے ثبوت میں ہی ہم علماء
متبحرانِ مشرق کی ہر تحقیق پیش کرتے ہیں۔ سو قد کا لکم ممن سلف من الخلفاء استقامتاً لخلقات
کان لا تبلغ هذا کمال استقامتہا ولی حق۔ دفع فتن خود بدیہی ہے کہ ایام خلافت جناب امیر
فتنوں میں ہی گزری اور خلافت آخر تک منتظم ہوا غرض کہ حرص علی الامارت جو بظاہر مجرب کے
نزدیک مطلق حرام ہے جناب امیر سے پائی گئی۔ اگر یہ بھی کافی ہے نہ تو حفضالِ صدوق جو پشت
میرزا سامنی کہ سلی ہوئی رکھی ہے اور میں ایک روایت طویل الذیل نقل ہے جس میں بیانِ اندیش
و امتحان جناب امیر کا ہے ایک یہودی کے جواب میں کہ ادنیٰ سوال کیا تھا کہ اوصیا کے نیابت
مواضع امتحان کے حیات نبی میں ہوتی ہیں اور سات مواضع بعد وفات کی ہوتی ہیں تو اس روایت
میں اکثر مواضع سے آپ کی حسرت امارت پر اور طمع و حرص ظاہر ہوتے ہیں پس اگر متحرصون علی الامارة
میں خطاب اصحاب کو ہی تو جناب امیر باعتبار روایات آپ کی اولیٰ و اقدم اسکی مصداق ہیں کیونکہ
انصار تو اپنی دعویٰ سے باز بھی گئی لیکن (دروغ برگردنِ راوی جناب کے آخر تک یہ ہے
حسرت و تمار ہی پس آپ اس دلائل البیہ و محبتِ عنتر کی آپ کی مذہبی بہائی قرآن ہو جائیں کہ
سکونِ ندائے یوم القیامت کا اول مصداق جناب امیر ہے کو قرار دیا۔ اور واضح رہے کہ حضرت امیر
مامور بال سکوت اور سکوم علیہ بالصبر ہی کہ زمانہ خلفاء میں چون و چرا افراد میں کیونکہ خدا تعالیٰ کے رسول خدا
ہر قسم کی تدابیر کے معاذ و بعد عاجز ہو چکا تھی چند چاہا کہ حضرت امیر بعد حضرت رسالت کے جانشین ہوں
اور یہ طرح غصین کی سبزی یہی حق محفوظ رہے آخر کچھ پیش نہ چلی اور لاچار ہو کر صبر و سکوت کا حکم
کرنا پڑا لیکن اور صبر و سکوت ان سے نہ ہو سکا اور انہوں نے اگر اس طرف مخالفت کی تھی تو اوپر انہوں نے
اس طرف حکم کو ناسا۔ باوجود مجاہد کے حیات القلوب سے خاتم التکلمین نے منتہی الکلام میں وصیتِ نامہ کی روایت
طویل نقل کی اور میں سے مختصراً نقل کرتا ہوں اور جملہ امور یکہ بران حضرت شریعت گرفت بامیر جبریل از جناب
خداوند عالمیان ان بود کہ گفت یا علی وفا کنی آنچه درین نامہ است از دوستی کی کہ با خدا و رسول و حق

کنند و از دشمنی کسی که با خدا و رسول دشمنی کند و نیز از کسی نمودن از ایشان و بران که صبر کنی بر فرمود خداوند
 خشم ایشان بر برفتن حق و غضب کردن خشم و مضامع کردن حرمت تو حضرت امیر گفت بلی یا رسول الله
 اورا پس سے ہی سیری ہو تو اپنی ابن سیرم کی شہادت سنی شرح نبیہ الباقیہ میں تحریر فرماتا ہے و الله
 کان معہ و اعلیٰ لانہ اعز فی الاموال و لا یزالہ و لا یریدہ امیر یہی ہی کہ یہ شش و کوشش تہیب
 و مقامات نزاع کے میں جب تصریحات تو مگر حضرت کو ادسوقت اعوان ہم ہو چنچنی تو آب قبل
 قتال سے دروغ فرماتے پس اس دلاؤ تنک پر آفرین کہ عداوتہ حرمن طمع کے آپکو عاصی و مخالف
 امر آخر و وصیت رسالت پناہی ٹھہرایا۔ غرض خلاصہ یہ ہے کہ جب تصریحات شیعہ آپ کے حرمن طمع
 فرمائی اور یہ حرمن طمع آپ کی شرعاً جائز نہ تھی۔ اس سے صاف خود بر فعلیت خلافت ہی منتفی نہیں ہو
 بلکہ تحقیق ولایت خلافت ہی منتفی ہو گئی یا انہما اگر آپ استحقاق کا ذکر چھیڑ گئے تو آپ کو اول
 ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اسکی ہم معارضہ دوسری تحقیق او فعلیت سے کریں گے پس اگر
 آپ بر دئی تحقیق حدیث سحر صون میں سے بعض کو مستثنیٰ فرمائیں تو چشم مارو شن لاشاد
 ہم ہی بشرطیکہ علی سبیل القرض حرمن طمع خلفا کو تسلیم کر لیں یہ ہی عرض کریں کہ باقی جہد
 اس عبارت میں مختصر اخلاص و مباحث میں اور کیا جواب پیش کرنا ارش ہو چکا ہے حاجت تکرار نہیں ہوگا
 معاذ اللہ کہ جس امر کی ثبوت کی نقیض شایہ ہوں وہ شیعوں کو اور انہو شیعوں کا مذہب ہے نہ کہ شیعہ
 اور اسی امر میں ہمارا آپکا نزاع ہے۔ یہ مجھے محض آپکا خیال ہے اقول اگرچہ اس مسئلہ میں قریب
 ہم بحث کر چکی ہیں جس کو عائشہ کے پوری کیفیت واضح ہوئی ہے لیکن بیان ہی اتنی گداور
 ضرور ہے کہ جناب میری محاب یہ محض آپکا خیال ہے جسکا دار و مدار بقدر اس امر پر ہے
 کہ آپ اپنی روایت کو نسبت جو آپکی طلبہ کی تصریح کی موافق مطرود و مردود بارگاہ جناب مذہبی
 ظن بوجہ سادہ لوحی کے رکھتے ہیں اگر آپ نفسانیت کو چھوڑ دیں اور جذبات کو ترک کر کے ہدف
 اپنی ہی کہنا بڑکا ملاحظہ فرمادیں تو آپ پر یہ عیب بخوبی حل ہو سکتا ہے و اللہ بہید ہی ہر
 صلہ او حضرت امیر سے یہ عیب دیا گیا ہے کہ امر خلافت میں جہاد نہ کریں۔

الی صراط مستقیم مہند اگر ایسا ہی تمک ہی تو پہر اون ارشادات ائمہ میں جو فضائل صحابیہ و
 میں وارد ہیں کیوں تاویلات بعیدہ اور توجہیات رکیکہ کر کے اونکو مسخ کرتے ہیں اونکو اپنی نظر
 پر کہہ کر یہ ہی طرح تسلیم کر لیجی کہ واقعہ انفس الامری طور پر ہی تمک پایا جادی اور جب تک
 یہ نہیں تب تک ثقلین کا تو تمک نہیں ہاں اپنی اسرار کا تمک ہر اللہم حفظہ قونمانہ -
قول اصول و شرط خلافت واقعی ایسی ہی ہونے چاہئیں جتنا خود شرطوں کو تو آپ ہی
 تسلیم کرتے ہیں اور چونکہ خلفائے ثلاثہ میں عصمت کا تحقق ہونا محال ہے اسلئے اس شرط سے درگزر کرتے
 ہیں۔ **اقول** یہ وہ مسئلہ ہے جو پیشتر بار بار مذکور ہو چکا ہے اور اسکا جواب بھی مذکور ہو چکا ہے کہ یہ
 آپ کی غلطی اور ناقضیت ہے کہ آپ تسلیم وقوع کو تسلیم شرط خیال کرتے ہیں و نشان بنیہا ایسی
 توہمات اور خیالات ہیں تو مبتلا ہیں اکثر دلائل الہی ہی منوعات برتبتی ہیں عصمت خلفاء کا
 محال ہونا بیان کرنا اور سوقت اپنی موقع پر ہر کج کوئی شخص معی عصمت ہو واجب کوئی معی
 عصمت نہیں تو محض بنیادہ ہے پس برجل یہ ہے کہ ہم کہتی ہیں ائمہ میں عصمت کا تحقق ہونا
 محال ہے اور بخیر اہم دخیالات کے کوئی دلیل عقلی و نقلی حضرات ائمہ کی عصمت پر قائم نہیں ہے۔
قول جبکہ ہم نص کے قائل ہیں تو وضع اصول کی نسبت ہمارے طرف کیونکہ صحیح ہو سکتی ہے۔ **اقول**
 سبحان اللہ حضرت کا یہ فادہ کمال ہے نہایت سی اور علم اور دافقت اور فہم پر مبنی ہے۔ اسی
 حضرت آپ یہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ ہم اثبات اصول میں نص کے قائل ہیں۔ تو
 وضع اصول کے نسبت ہمارے طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلافت واقعہ کیونکہ نص کے قائل ہونا
 شرائط امامت و خلافت میں مد نظر ہے نہ اثبات اصول میں اور اثبات اصول و شرائط کے لیے حضرت
 کو پاس کوئی نص قطعہ موجود نہیں بسم اللہ اگر ہو تو ایسی اور اگر مقصود یہ ہے کہ ہم جب خلافت
 و امامت ائمہ میں نص کے قائل ہیں تو نسبت وضع اصول باطل ہے تو یہ بالکل وہی ہے اور اسی
 پوچھ دلیل ہے کہ ادا نے طالب علم ہی پیش نہ کر می کیونکہ آپکا خصم یہ کہتا ہے کہ یہ آپکا نص کا
 قائل ہونا یہ ہی انہیں اصول اور ضوابط میں سے ہے جنکی نسبت آپکی طرف کیجئے ہے وضع

اصول کے نسبت کو امتناع کو نفس الامت کے اصول میں ہونے سے کیا تعلق ہوگا اگر آپ ہمارے جواب کی
 تواس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بلاضمن کے اصول میں پہلی
 کڑی لائی ہوئی تو خود یہی اصل موضوع ہو گئی اور اس اقتساب کی تائید و تقویت ہو گئی۔ پھر اس
 عالم ہستیا پر ہماری محبت کے کیا کچھ دعویٰ اور فرماتے ہیں کہ ہماری حقیت بالہ میں وہ بھی گناہ
 اور وہ بھی تجریر۔ **قولہ** مان یہ ضرور ہے کہ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ تیسرے شخص کے خلاف
 ضرور باطل اور مستحق کے دستور تاب و قائم رہتی ہیں گو عوام الناس خلیفہ مانیں اور ظاہری ارباب
 حاصل نہ ہو۔ **اقول**۔ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ اگر ان کو تسلیم کیا جاوے تو مستحق و غیر مستحق
 خلافت کی جڑ کاٹتی ہیں بشرطیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کما شایستہ وجدان شرائط
 احاد انسانہ میں نقص اور تجسس کیا جاوے کیونکہ تمام افراد میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی
 معصوم نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کیا جاوے تو یہ وہ شرائط ہیں کہ مستحق و غیر مستحق کے خلاف
 کو ثابت و تحقق کرتے ہیں علی الخصوص جبکہ ایک سادہ بین اور طریقہ کا ہی اضماع کیا جاوے
 کہ جس طریقہ سے علمائے جدید وجدان شرائط ائمہ میں بیان فرماتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص کے
 دہش و دعویٰ وجدان شرائط گہرا جا سکتا ہے اور اس کی احوال مخالفہ کی توجیہ کیا جاسکتی ہے مثلاً زید
 کہتے ہیں کہ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما اس میں گروہ یہ کہیں کہ ان میں تمام
 شرائط عتصمت و نفس و فضیلت باقی جاتے ہیں اور اقوال مخالفہ کی تاویل کریں تو فرمائی کہ آپ
 کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان شرائط سے باطل فرمایا لہذا علی بن ابی طالب کو ان کا حق
 میں تو شیعہ اولاد ان کے بھی قائل ہیں تو انہیں شیعہ الکی الکی کہیں کہ باطل کرینگے۔ **قال الفاضل** احسب
 قولہ۔ جب دیکھا کہ شرائط اللہ سے تطویل کلام محل مقصود ہے اور تقریر بلام حاصل نہیں۔ سلیبی
 بعض حضرات نے ہاشمیت کو بڑا یا اور جب دیکھا کہ یہ عیسائی کی فلسفہ دہن میں
 ہوئی تو علویہ کو وضع فرمایا تاکہ مطلب پہلوت نکال آوے۔ (اقول) آپ غور فرمادیں کہ اگرچہ
 یہ کہنا کیونکہ صحیح ہو اگر تطویل کلام محل مقصود ہو تو ہاشمیت و علویہ کا بڑا مانا اور زیادہ تطویل

ہوگی پھر نکل کر بڑائی کی گنجائش سے کہے کہ **العبد الفقیر الی مولائہ** اس قول کے
 جواب میں ہمارے محبیب نے آخر تک جس قدر تحریر فرمایا ہے اوس میں حضرت کا اندازہ علم و جہاد وغیرہ
 فہم و ادراک قابل معانیہ ہے اور دیکھنا چاہی کہ میں نے کیا عرض کیا ہے حضرت اوس کے جواب میں کہ جب
 فرما رہے ہیں اسی حضرت آپ لفظوں کلام سے کیا سمجھی کیا اس سے آپ یہ سمجھی کہ بیان شریط میں
 عبارت کہ تھوڑی ہوگی یا آپ نے یہ خیال کیا کہ اثبات شریط میں عبت بلا خصم تھوڑی کلام ہوگی
 اول یہی بطلان ہے جملہ ایسی بعض حضرات نے الخ اسکو باطل کرتا ہے مگر یہی باطل ہے کیونکہ
 ثبوت قیاسی تو نہیں بلکہ ثبوت کا دار مدار کسی اصل شرعی پر ہے جو اسکا خصم کے لئے
 کافی ہوگی تو اس میں بھی تھوڑی کلام ہوئے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ شریط ثلاثہ میں عبت بارگاہ
 وقوع کی تقسیم ہے جو نفل مقصود ہے تو اسلیں زیادہ قیود لگا کر اوس میں تھوڑی شریط کی فرمائی
 اور بعض افراد کے ساتھ میں مخصوص کیا تاکہ اسکا وقوع مشترک کی تقسیم کی گفتگو
 کو تاہ ہو پس شریط علویہ کو بڑا ناگفتگو کو کوتاہ کرنا ہے نہ طویل کیونکہ ظاہر ہے کہ جس قدر قیود مخصوصہ
 بڑائی جائیگی اوس قدر تخصیص ہوتی جائیگی معنی ثانی کے یہی توجہ یہ ممکن ہے پس اچانکہ فرمانا
 نہ شریط علویہ کو بڑائی سے زیادہ تر تھوڑی ہوگی نہایت تعجب انگیز ہے اور نفل سمجھنا اور یہی مادہ عجیب ہے
 بلکہ یہی کسی قدر مفصل گزارش کرتا ہوں بغور و تامل متوجہ ہو کر کہ میں نے اول شریط ثلاثہ وضع ہونی
 و جب بعض دراندیشوں نے اسکی تقسیم کو نفل مقصود پایا۔ اور دیکھا کہ ہر شخص دعوی خلافت اور وجہ
 شریط کا دعوی ہو سکتا ہے تو اسلیں شریط کو بڑا یا بہر ہی کسی قدر تقسیم باقی ہے۔ کہ تمام شریط ہر
 باسید وغیرہ دعوی ہو سکتی ہے تو علویہ کو بڑا یا لیکن یہ تخصیص ہے حسب عا کا فی ہوا ہے اور اس میں
 بقیہ کا جدا خورشید لگا ہوا تھا اور خلیفہ کا علیحدہ کھڑا تھا اور روز کی تخصیص اور آئی
 کے تعلیمات سے بناوٹ کا زیادہ استنباہ پیدا ہوتا تھا۔ تو اسلیں اثنا عشر یہ دہشت و ن
 حسیہ لگائی کہ تمام جہگڑا ہی فیصلہ کر دیا اور کب دیا کہ یہ ہر شخص ہی ہے کہ بجز خاص بارہ
 نفلوں کے کوئی امام نہیں اور جو انکی سوا دعوی کرے وہ ایسا اور ایسا چنانچہ ہماری محبت

ہی اپنی ہی قول میں اس حصر کی تسلیم کو ظاہر فرمایا ہے۔ کاش اگر اول ہی سی اس تمہیک کا نام ہی
 نہ لیتی اور اس حصر کو مینائی توجہ میں دقت کیوں پیش آتی۔ لیکن کیا کریں جب قرون اولیٰ میں
 اسکا پتہ نشان ہی نہیں تھا اول ہی کیونکر کر سکتی تھے اگر حضرت مجیب کے دعویٰ ہو تو ہماری مجیب
 اپنی دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کرو کہ سلا میں۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا
 کہ یہ بعض ناکر ہوئی باتیں ہیں۔ یہ ہذا اگر شرط ہی میں ادسنے نال سے خیال کیا جاوی
 تو واضح ہوتا ہے کہ ان شرط کی وضع ہی نہیں کیونکہ ادسنے اور کم کو بھی شرط قرار دیا
 ہے حقیقت بعد نفس کے کسی شرط کی حاجت نہیں جب شارع کسی امر کی نسبت تخصیص یا و
 تو ادسنے کوئی حالت منتظر باقی نہیں رہتی غایۃ مافی الباب عصمت و فضیلت لازم ہوگی تو
 انکو شرط میں داخل کرنا بالکل لغو و فضول ہے اور غلط جب نفس پر جا سکی تو ادسنے کی لوازمات عصمت
 و فضیلت بھر پائی جائیگی اور انشی از ثبت ثبت بلوا نہ۔ **قول** واقعہ میں شرط مثلاً ہے جامع
 مانع میں کہ اگر کوئی مقصد حاصل و قریب مراد نام ہے **اقول** یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ جب تک
 انکرا ساتھ میں قیہ حصر نہ نکالی جائیگی تب تک ہرگز مانع نہیں ہونگی اور جب صحیح انضمام قیہ نہ ہو
 تو یہ فرمانا کہ انشی قریب مراد نام ہی غلط ہے اگر یہ دعویٰ صحیح ہوتا تو نتیجہ میں باہم اختلاف ہوتا
 آپ شیخ کے اختلاف لصوص کے اتفاقات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ اسکی کیفیت آپ سمجھ سکتے ہو
قول اگر یا ثنویہ سلویہ داخل شرط امامت میں تو انہیں شرط مثلاً میں داخل میں کیونکہ شرط
 ثنویہ میں ہر نفس ہی ہے اور انہیں حضرات کے شان میں ہے نہ غیر کے جیسا کہ آپ فقہوی حدیث
 اللہ میں قریش امامت و خلافت قریش کا ہے جسے ہر بن نہ غیر کا پس آپکا یہ فرمانا
 کہ بعد میں ہا ثنویہ علویہ کو بڑا یا بجائی خود نہیں **اقول** جعفر زافر و خاصہ ہوتی ہیں
 وہ سب پر عام کے بھی حائل نہ کرتے ہیں قاصد مسئلہ ہر اسکا کون منکر ہے لیکن کلام میں
 ہے کہ عام میں انواع خاصہ کے نقیبہ محض وجہ نقل و شتر اک بنائی گئی پس اسکا کیا جواب حضرت
 کی کلام میں پیدا ہوا ہے اور جواب اسکی یہ کہنا کہ خاص ہے اس عام میں داخل ہر حصہ

اس جملہ کا ہی کہ سوال از آسمان جواب از زمین علاوہ اسکے بعد داخل ہونا بانضمام تیسری
 فقہیہ کر ہے جو کہ خصم اسکو بھی موضوع قرار دیتا ہے مہنت اگر داخل ہونا ہی باعث ترک
 ذکر شرط ہے تو یوچہ ملازم نفس کے ساتھ عصمت و فضیلت کا ذکر بھی بیفائدہ ہے پہر آئی
 تفریح اور فرمانا کہ اضافہ شمشیر و علویہ بجائے خود نہیں محض اپنی ذہنی مقدمہ پر تفریح ہوگی
 اس عبارت موجودہ میں ہرگز بجائی خود نہیں۔ **قول** اور چونکہ امامیہ کے نزدیک امامت
 و خلافت شرط شریعت ہے مستحق ہوتے ہی نہ مطلق تہر و غلبہ لطف و حکومت دریاست ظاہر
 سے اور جو شخص میں نہ تحقق شرائط ثلثہ مقصدی اختلاف ہو اور گواہ کو حکومت دریاست ظاہر
 حاصل ہو وہ خلیفہ مستحق و راشد نہیں ہے۔ پہر عباسیہ کے خلش دور کر نیکی کہو کیا ضرورت تھی نہ تو
 شرائط ثلثہ سے محذور ہو چکی تھے جو اور خلفاء وغیرہ تحقیق کا حال ہے وہی عباسیہ وغیرہ کا۔
قول اختلاف فیما بینہم نفس کے بابت تو واقع میں ہے موجود ہے باقی ہے عصمت و فضیلت
 وہ ہر دو ایسی چیز نہیں جو بدائتہ معلوم ہو سکی تو لامحالہ کسی ایسی بدیہی امر کی طرف ضرورت داعی
 ہوئی جس میں مجال گفت گو نہ رہی اس سبب سے خلفاء وغیرہ تحقیق کے خلش دور کرنے کی ضرورت
 پڑی شمشیر - غلو یہ - فاطمیہ وغیرہ ایسی بدیہی چیزیں ہیں جس میں مجال کلام نہیں تو حسب سبب
 مصاحت وقت انکو اضافہ کرتے گئی۔ تو یہ فرمانا کہ کہو کیا ضرورت تھی یہ محض اسوجہ سے کہ کرنا
 سابق کو جبکہ باہم شیعہ میں تکاذب و تجاحد و تحالف تھا زمانہ حال پر قیاس فرمایا ہے اور مطلق
 قہر و تسلط سے تحقق خلافت راشدہ کو تعرض مگر راجع بسوی اہلسنت ہی تو اول اسکو دلائل سے
 ثابت کرنا چاہی پہر بعد اسکو طعن و تعرض فرمادیں۔ **قول** اور یہ بات ال حق ہے نہیں کہتر
 بلکہ اہل سنت بھی جن اشخاص میں انکو ملائکہ کے شرائط پائی نہیں جاتے وہ بھی اور انکو خلیفہ مستحق
 نہیں کہتر کو ظاہری حکومت اذکو حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شریعہ تاریخ
 اختلاف اربعین فرماتے ہیں و لم اورد احد من ادعی الخلافۃ و لم ینم لہ الامر کثیر من
 العلویین و قلیل من العباسیین و لم اورد احد من الخلفاء العباسیین لان امامتہم غیر صحیحہ بل مملو

منها انہ غیر قریشین و انما سمعہما اللہ علیہما جملۃ العوام ولا یفقدہم بحوسی انتہی بقولہما
اقول پہر اس سے کیا حاصل اسکا انکار کس نے کیا تب آپ پہلی اعتراض کو ہی نہیں سمجھو
 اڈال اس کے بغیر سمجھو اور سوقت جواب کے در پر ہو چکی۔ **قولہ** اور چونکہ یہ شریعت اللہ کا کتاب ہے
 اور حدیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ مجتہم سے ثابت ہیں اور واقعہ میں جامع عالم
 میں اس کی ہر جگہ اور شریعت کی وضع کرنے کی کیا حاجت ہے **اقول** شریعت اللہ کی تبت کی
 نسب کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ مجتہم کا اس وقت دعوہ کر
 فرماتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اپنی اس سبب الدین ان شریعت کی ثبوت کی بوقت وہ آیات و احادیث و
 روایات اقوال کیا نامہ اس میں راوی ہی پر ایمان نہیں ہوئی تھی یا فراموش ہو گئے تھے یا نیز اس میں جو ہمارے
 عجیب بیگانہ بن نظر مولوی شناق حسہ صاحب سلمہ مدرس ثانی اسکول لدینیانہ سے عصمت کے
 اشتراک میں ہوا اور عجیب سبب ساکت ہوئی اور ثابت نہ کر سکی اور رک کہا آئی کیا اس وقت تک
 یہ آیات و احادیث در روایات و اقوال ضعیف و تالیف نہیں ہوئی تھی لیکن یہ تحریر تو مناظرہ ہے
 ہی نہیں معلوم نہیں وہ کس دن کے دہ طر کھ گئی ہیں۔ اور شریعت کی نسبت جامعہ دماغیہ کا دعوہ
 ہی بالکل غلط ہے نہ جامع ہیں نہ مانع۔ جامع تو اسلیبی نہیں کہ ادا جناب امیر رضی اللہ عنہ اگر
 امور بصیر اور وحی بالکوت تھی تو اوہ ہونے اور حکم اور عصمت کی برخلاف کیا جو میرا عصمت
 اپنی اور خلاف عصمت کی نسبت کچھ روایات مذکور ہو چکی ہیں اور اگر زیادہ دل چاہی تو قصہ میرا
 عباس بن علی اور قتل ابوبکر شیعہ کو ملاحظہ فرمائیجی اور اگر امور بصیر و کت نہیں تھی تو پہر اہل بیت کی دلیل
 قرآن کی تحریف و بن کی تحریف کس کی کرائی معاذ اللہ حسب اصول شیعہ یہ سب حضرت کے ذمہ
 علاوہ اسکی ظنل بر حد جاری کرنا وغیرہ احکام صریح مخالف عصمت ہیں۔ تو اس شرط نے پہلے
 تو حضرت امام اللہ سید النبیین والمرسلین باخلاہ ظالم النبیین کو ہی خارج کر دیا۔ بعد اذ انکی امام ثانی
 شیعہ کو اوہ ہونے بے وجہ خلاف جو نیابت رسول ہی خود بخود ایک غیر متحق بلکہ قبول شیعہ
 کافر کے حالہ کر دی اور سلام دل اسلام کو موصوفت نف میں ڈال دیا یہ ہی عظم معاصی میں ہی تو اس

شرط سے آپ کو بھی خارج کیا۔ انکی بعد امام ثالث شیعہ نے حسب تصریح قوم بیت المال کے مال میں بجا و لازم کے
 تصرف کیا جو حرام تہا اور بنا و ادش اسکا امام نے اونکی زد و کو ب کا قصد کیا اور نیز تفسیر جو واجب تھا
 ترک کر کے جو انان ال بیت کو تہ تیغ سید ریغ ظلمان کرایا اور ساء و ذرارہ بیت کو ذلیل
 و خوار کرایا تو انکی اس شرط نے انکو بھی خارج کیا پھر اب تہلایمی جامع کیونکہ یہی ہے۔ اور اگر حضرت
 کو اقول کو دیکھا جاویں تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے۔ نہج البلاغہ میں حضرت عثمان کے پیام کے
 جواب میں ارشاد ہے۔ واللہ لقد دفعت عن حقی خشیت انکون اثما اس صریح صاف ثابت ہے
 کہ آپ کو اپنی انفس میں معصیت اور اثم کا خوف ہے اور آپ کا یہ ارشاد لا تملکوا عن مقالہ
 حق و مشورۃ بعد لافانیست بقول ان خطی یاد آتا ہے شاید نہج البلاغہ میں ہے یہ بھی تفسیر
 عصمت کو ثابت کرتا ہے پس ہر سہ شرط حضرت شکل کتاب کے قول سے باطل ہے جو محمد
 علی ذلک اور عدم غیبت عن قریب اقوال گذشتہ میں مذکور ہو چکی ہے با اینہم اگر حضرت مجیب کو دعویٰ تھا
 تو دو چار ہی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ **فقہ** مگر ان حضرات است
 چونکہ ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل ہیں جو بدو و دیں عقلی نقلی محض موقع و فرصت یا خلیفہ بن سبط
 ابستہ انکو ایسی اصول وضع کریشکی است ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اقول
 ابستہ ہرگز ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت یا خلیفہ بن سبط اور چکا
 خلافت و عقلی نقلی سے ثابت نہیں ہی بلکہ ایسی خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جنکا خلافت
 ثبوت کتاب اللہ سے مثل در روشن و روشن ہے اور ائمہ کو ہی انکو ہر اقتدار کا حکم تہا اور ہرگز اجازت نہ تھی
 کہ انکی مقابلہ میں دم لیں۔ یا چون و چرا کریں۔ تمام عمر ائمہ کا انکی مطیع رہنا ہے انکی حقیقت خلفاء
 کو یہی شاید عدل کافی ہے پس ایسی خلفاء تہا جو جن اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کیا بخت ہی انکو موید ہی ہے اصول
 و شرائط خلافت کو یہی ابستہ و قرار دی اور محمد اللہ وضع ال ابستہ کا بعد صحیحہ و قرار پائی بلکہ اصول میں جو اصل
 انکی انکہ گیت یا جو کلام ائمہ سے ہو قولہ اور جب نظر فرمادیکھا کہ ان میں یہ ایسی شرائط تہا نہایت ہی درست ہیں تو باوجودیکہ ہر
 مقت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہے۔ مگر پھر بھی ان میں سے

مفت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہے۔ مگر پھر بھی ان میں سے

دوسرے طریق پر یہ ہیں **اقول** شرط ثلثہ کی رستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو ہر سنی و کلمی اگر کچھ خود
 ہی ایک دن ان کی طرقت متوجہ ہوتے ہوگی تو آپ کا دل ہی جاننا ہوگا کہ دلائل سے ثابت ہیں یا نہیں اور تو شرط کا
 تسلیم کرنا وہ غلط ہے جو آپ کی زبان پر جاری ہے اور چند بار سپریم مرتبہ کر چکی ہیں **قول** اور جو کہ
 عصمت کی طرح خلفاء ثلاثہ میں ثابت نہ کر سکتی تھی ایسی ایک بات تھی سے مجبور ہی **اقول** جبکہ
 اہلسنت کا مقتدا پیشوا مسائل و مشیہ میں کتاب اللہ و سنت ہی وہ خلاف ادنیٰ کوئی لکری میں
 ثابت نہیں کرتے اور جو بقدر ثابت ہو گیا اوہیں چون و چرا نہیں کرتے بخلاف مقتدایان شیعوہ
 کہ اوہوں نے اپنا مقتدا اپنی اہل کو قرار دی رکھا ہے خلاف کتاب سنت جبکہ لکری جو دل چاہتا ہے
 کر دیتی ہیں اور جس سے جو دل چاہتا ہے جب موقع سلب کر دیتی ہیں نہ کتاب سنت کو بکچتر ہیں
 نہ ائمہ کی سنتی میں بخلاف ائمہ کے یہ مسئلہ عصمت ہے کہ تو بردستی ائمہ کے سر شدہ ہستی میں حالانکہ کتاب اللہ
 اسکو مساعدت کرتی ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے پس اہلسنت کو اس مسئلہ
 ماننی ہے مجبور ہی اسوجہ سے ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں نہ وہ کہ جو ہماری محبت ہے
 کمان کیا چاہتا ہے دوسری دونوں شرطوں کا بھی اسوجہ انکار کیا گیا ہے **قول** لے گئے خلفاء ثلاثہ کے لکری
 کی عصمت میں قبح کرنے لگو **اقول** اس جملہ کا مطلب تو آپ یا آپ کی مذہبی ہے سمجھنے
 خلفاء کے لکری انبیاء کی عصمت میں قبح کرنے سے کیا لڑ رہی اگر یہ مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم
 نہیں عقائد کرتے تو انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کریں گے تو خلفاء سے افضلیت انبیاء پر لازم آئے گی
 ایسی ہی انبیاء کی عصمت میں قبح کر کے انکو بھی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہیں تاکہ افضلیت لازم
 نہ آدھی تو یہ تو بالکل غلط اور انبیاء سے کمر نہ دب اہلسنت کے خلاف ہی صریح مذہب اہلسنت یہ ہے
 کہ انبیاء معصوم ہیں اور وہ انبیاء کی کوئی شخص خلفاء میں سے ہو یا ائمہ میں سے ہرگز معصوم نہیں
 اور اگر کچھ دوسرے لڑ رہے جو خلاف سیاق عبارت اپنی جن میں اعتبار کر رکھا ہے تو صاف طور پر یہ
 کرنا چاہیے لیکن بات اصل یہ ہے کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسی کو شیعہ ملاحی میں تو یہاں تک
 بڑھ کر ہیں کہ اسکو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں اور گرانے میں تو یہاں تک گراتی ہیں کہ

خلاف اہلسنت کے انبیاء کی عصمت میں قبح کرنا کہ نہیں

اعتدال سے شمالی میں مثلاً انہی سلسلہ عصمت انبیاء میں یہاں تک بڑھی کہ صفار و کبار سبھی ہوا
 و عہد قبل النبوت اور بعد النبوت معصوم قرار دیا یا اگر یا تو یہاں تک گرایا کہ انہی کی نسبت کفر اور غیرہ
 سبھی درج کیا انہی کی نسبت یا تو یہاں تک مبالغہ کیا کہ نبیین مرسلین سبھی ان کا درجہ اور پائی گویا یا اگر یا
 تو یہ نوبت پہنچائی وہ امور ان کی طرف منسوب کیے کہ کفار و فجار کو سبھی ان کی نسبت سزا و عتاب
 فروغ میں آئی اسی مثال پر کہ مثلاً صوم کی یہاں تک احتیاط کہ پانی میں غوطہ لگانی سبھی ٹوٹ جاتی یا بد
 احتیاطی کے تو یہاں تک کہ افلام سبھی ان کی پسندیدہ کیا سبھی مزار فیع السواد کی سچو یا مدح پر کہ بھی
 عرش پرین پر پہنچا دیا اور بھی تخت الشرائین گرا دیا یا میفر میر انیس کے مثنوی کے نہشتین میں
 کہ ہر شتر میں بشما مبالغہ کی نسبت جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ایسی لوگوں کی واسطی فرمایا ہی
 جو نہج البیان میں کسی جگہ شریف رضی نے نقل کیا ہے سبھی ملک فصفاً محب مقطر طیز خبیبہ
 الحب غیر الحق و مبغض مقطر یدھب البغض غیر الحق و خیر الناس فی حال الانط الاوسط
 قال صوہ والنوا السواد الا عظم فان ید الله علی الجماعۃ انتہی بقدر الحجة اور نہج البیان
 میں دوسری جگہ فرمایا یدھب فی رحل ان محب مطر و باہت مقطر حبارنا و جناب امیر
 تمام فرق شیعہ و فواجہ دونوں میں عید میں داخل ہوئی کہ قدر اہل مدح اور اوطافہ فی المحبت پر
 کہ حضرت کا مرتبہ انہی سبھی بڑا دیا جس حد اللہ تعالیٰ ہیست بیان ہی ثابت الاعتقاد اور بدست
 القدر ہی انہی کو انہی کی درجہ میں رکھا اور خلفاء کو ان کی درجہ میں رکھا ان کی درجہ میں اعتدال سبھی
 کی پیشی کی ان کی درجہ کو اعتدال سے گھٹایا بڑھایا۔ اور اگر روایات شیعہ کا متبع کیا جاوے تو صراحت ثابت
 ہوتا ہے کہ حضرات شیعہ نے انہی کی وجہ سے عصمت انبیاء میں جرح قذح کیا ہی حضرت آدم علیہ السلام
 کی انکارا مات کے روایت اور حد کا قصہ اور نضر کا ذکر اور نہ کو روچکا ہی علامہ ازین روایات خود
 ثابت ہوتا ہے کہ انہی علیہم السلام حقیقہ و صواب الامم میں مبتلا ہوئی سب بوجہ انکارا مات انہی مبتلا ہوئی

سلسلہ قریب ہے کہ میری باب میں دو گروہ ہاں تک کہ ایک تو افراد کو کہتا ہے کہ دوست رکھنے والی کہ میری محبت ذکر ناقص کی طرف ہی جگہ رکھ
 بہت بڑی کہ نہ تو ان کے ہر شے میں کثرت ہی جگہ رکھتا ہے کہ اب میں نے سال ۱۲۱۱ سے کہ بہترین پس ہر روز اس کو اور ہر شے قیامت کو
 اختیار کر دے کہ جماعت پرانہ آیت ہے ۱۲ ص ۱۲ ہاں کہ میری باب میں دو شخص افراد کے ساتھ دوست رکھنے والا اور مغربی یہاں نہ ہو ۱۲۱۱

اور یہ ہذا مذکور اسی انکار کو کہی اس سے اہل انصاف و عقلا صاف سمجھ سکتی ہیں کہ حضرات شیعوہ
 ہی ائمہ کی بنیاد کی عصمت میں جرح و فح کی ہی نہیں سنت نے قول غرضکہ است
 و خلاف کے بار میں ان حضرات کے اقوال نہایت ہی مضطرب ہیں اگر حضرت محیب یہ سلسلہ
 کہیں گے تو انشاء اللہ قائلے بحث است میں انکا ذکر بخوبی آئیگا۔ اقول سہ نہیں ہوتی
 مجھے پتہ کچھ جس جملہ کا اس سے پہلے کیا ہی اور یہ کہ کون اختلاف و مضطرب است کا مسئلہ
 است میں فرمایا ہی حکم طرف یہ غرض کیا کرنے ہی۔ اگر بالفرض اہل سنت کو مسئلہ است میں تاہم
 اختلاف ہو تو یہ اختلاف کچھ ائمہ قائل کہ کچھ قادیان نہیں کیونکہ اہل سنت کی نزدیک مسئلہ است
 فروغ میں کہی اور بالاتفاق اختلاف فی الفروع ممنوع نہیں ہے حالانکہ اہل سنت میں اس کے بابت
 کوئی اجتہاد اختلاف نہیں ہے لیکن اگر اختلافات فوق شیعہ کو مسمونا اور اختلافات فرقہ امامیہ
 و کچھ جادوی اور آپس میں تاہم جو کچھ نہایت و متناقص و کذاب و تباہی و اسکو غور کیا جادوی تو اختلاف
 آیت و کفر اللہ المؤمنین القتال زبان سے نکلتی ہے اور آیت ان الذین فرقوا دینہم و کانوا شیعۃ
 جنہم فی شیعۃ او سپر صادق آتی ہے خوف مطلوب ہے اور یہ مقام ہی طفلہ و سطرادی ہے ورنہ اہل
 کو ہم سلسلہ کے ساتھ قید تحریر میں لائے لیکن جب کہ اس اختلاف کو دیکھ کر کاشوق ہو وہ مبہوتات
 مثل مواقع و تفرقات عشریہ وغیرہ کو دیکھ کر لیکن سبب محیب میری اس گزارش پر باخوش ہوں
 کیونکہ یہ اختلاف تو حقیقت آپکا یا اکی کا یہاں کہ تصور نہیں ہے بلکہ جب تصریحات قوم یہ کہتی تھی
 تو غرض کی ٹڈی ہونی ہے یہاں اختلاف تو بقول حضرات شیعہ ائمہ کا والا ہوا اور ان ہی کا تعلیم کیا ہوا
 کلینی میں باب ثمانین الحدیث میں مضمون ابن ابی حاتم سے روایت ہے قلت لابی عبد اللہ اسئلک
 من لیس فی تحقیقہ فیما بالجواب ثم یحییٰک غیری فتجیب الجواب اخر قال ابی حاتم الناس علی الزیادۃ والنقصان
 ارجا الا انوار میں ہے عن محمد بن یحییٰ عن زید عن ابی عبد اللہ قال قلت لہ لیس شیعتنا علی مثل اختلاف

سید بن طاہر
 حضرت امام کاظم علیہ السلام سے

سئل عن من یروی عن ابی حاتم کہت کہ کہی امام ابو عبد اللہ سے کہ جہا کہیں آپ کے مسئلہ پر جہا ہوں انہا میں کہہ جہا ب و جہا
 ہر دو شخص میں کہہ جہا اس کا نام ہے اس کے آپ دو جہا جواب لے لے میں۔ فرما کہ کہہ جہا کہہ جہا میں جواب دینی میں پہلے
 جہا کہتے کہ کہی امام ابو عبد اللہ سے کہ کہہ جہا کہی جہا کہی اس کا نام ہے کہہ جہا کہہ جہا میں جواب دینی میں پہلے
 -۱۲-

تحریر ہوئی ہے ہر طریقہ کو ثبوت میں ہر خلیفہ کی خلاف ورزی و شہادت لکھی ہے پس میرا یہ کہنا کہ ناخدا ان اصول سے خود کا
وہی فتلا جھگڑا دفع ہے انصاف و راستی تو ثابت ہے درست ہے اور چنانچہ یہ کہنا کہ بجای خود نہیں واقفین بجای خود نہیں
اقول عنوان تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اعتراض ہمارے محسب سے کیا گیا تھا ہر دوسری ماہر بیشتر اسکی جواب میں جو کہ
ازرا اجماع لائے گئے ہیں انہیں اس وقت ہمارے محسب سے اپنی جگہ آجکیوں نہیں اسکو تا مل کے نظریہ ملاحظہ نہیں فرمایا لہذا ضرور
کہ یہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے گا کہ محسب سے کیا معلوم ہو جائے کہ یہ اعتراض محل گفتگو ہی نہیں بلکہ محض غلط ہے اور
منہ اسکا یہ ہے کہ زائد الخفا کو مطلب نہیں ہے پس واضح ہو کہ حاصل اعتراض دوسرے میں اول یہ کہ اہلسنت نے چند اصول وضع
کیے ہیں جن سے کوئی نزدیک خلاف متحقق نہ ہو چنانکہ یہ اصول اصول مذکور کتاب سنت سے ثابت نہیں تو باطل ہونے کی اوجہ
جسکا ثبوت ان اصول پر موقوف تھا وہی باطل ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ جن طریقوں سے خلاف خلیفہ ثابت واقع ہوئی ہے ان سے
طریقہ کا اصول قرار دیا ہے اور یہ ایک قسم کا مصداق علی مطلوب ہے لیکن یہاں تک غور کیا جائے کہ معلوم ہوتا ہے کہ لزوم مصداق
علی مطلوب بالکل غلط و باطل ہے کیونکہ مصداق علی مطلوب مگر کتب میں کہ ماکوین دلیل یا خبر دلیل قرار دیا جائے اور یہاں کوئی بھی نہیں جان
پس حضرت مجتہد کمال ملاحظہ فرمائے کہ زور کو اصطلاحی ہے خبر نہیں ہے بلکہ یہ جو تحریر فرمائی ہیں کہ ابتدا میں تفسیر و تفسیر
مذہب کا شوق و توجہ محض تفسیر ہی ہوتی ہے تاہم یہ شاہ حضرت کو در مصداق علی مطلوب ہیچ تفسیر ہو گئی ہوگی اور دوسرے مصداق
المطلوب سمجھ کر ہو گئی کہ ان اس بحث میں نہ لکھنا ہے بلکہ یہی حکم ہے جو اب کی طرف ہم سے عاصی ہو تو میں اسکی تقریر یہ ہے کہ اہلسنت نے چند
اصول وضع کیے ہیں جن سے خلاف متحقق ہوتا ہے اور خلاف کو حقیقت کہ ان اصول سے ثابت کرتے ہیں اور ان اصول کو حقیقت کو خلاف سے
موقوف کر کے کہتا ہے کہ ان کا خلاف قرار دی ہے کہ تو اہلسنت کو اصول پر لازم آتا ہے کہ انکی جاکھ کی طرف توجہ فرمائیے کہ اول سنت
تذکرہ میں ہے کہ وہ خلاف خلیفہ کا بارہ میں اہلسنت کو در مفسرین میں بعض کے راہ یہ ہے کہ یہ خلاف متصور ہے چنانچہ صاحب ازراہ الخفا تذکرہ
مذکورہ میں ہے کہ اگر او بعض فرماتے ہیں کہ متصور نہیں ہے بلکہ حجت الہیہ عقود و اجماع سے ثابت ہے لیکن چنانچہ صاحب ازراہ الخفا تذکرہ
گفتگو واقع ہوئی ہے کہ یہ محسب سے عباد ازراہ الخفا کو اہلسنت قرار دیا ہے تو اول اسکی ملک کر بنا پر جواب کی تقریر کی ہے بلکہ اگر
کہ مسدک فریق اول سے خلاف خلیفہ رضی اللہ عنہم نص شرعی سے ثابت ہے اور یہ اصول علیہ توضیح کتاب اللہ و سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اتوال اہلسنت و صحابہ تفصیل تاجہ بالذکر علیہ السلام الخفا میں مذکور ہیں اور ازراہ الخفا میں بھی تصدیق و تسلیم میں مذکور ہیں کہ یہ خلاف
نفس سے ثابت ہے کہ تو اہلسنت عند اللہ حق ہوگی اور ان کا خلاف و مخالفت واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بھی

الافتتاحیہ جو طریقہ انصاف و انصاف کے لیے ہے یہاں پر ازراہ الخفا مذکور ہے

حق ہوگی تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء ان مضمون میں ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اصول و اسول کو جن پر یہ
 حق مبتنی ہے وہی حق ہوئی۔ تو پھر یہ کہنا کہ جبر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطعاً حقیقت
 عند اللہ کے تحقق خارجی میں ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپ کو کچھ عقیدہ اور نہ کچھ ضروری کیونکہ جب دلہذا حقیقت
 خلافت کا نفس پر پڑا تو اگر بالفرض یہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہ ہوں تو بھی خلافت خلفاء اہل حق
 میں کچھ نہیں بلکہ برعکس اس کو جو حقیقت خلافت کی یہ اصول ہی حق ہو جائیگی اور اگر مراد یہ ہے کہ اصول
 جبر خلافت کے حقیقت کا تحقق موقوف ہے تو یہ بھی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت مضمون ہو کر حق
 ہو چکی تو اس کی حقیقت کسی اصل پر موقوف ہوگی اور اس کی حقیقت کے وہ حکم کوئی حالت مستطرہ باقی نہ ہوگی
 اگرچہ پس فقیر سے لازم دور کا بطلان بھی واضح ہے لیکن مناسب ہے کہ فیض رفیع علی جان حضرت مجتبیٰ
 میرا یہ میں اس کو ادا کیا جاوے۔ پس سنی اس قیاس میں اگر توقف ہے مراد توقف حقیقت ہے تو صغریٰ کو یاد
 اور قیاس غیر مستقیم اور اگر مراد توقف وقوع خارجی خلافت ہے تو کبریٰ کا ذب اور قیاس غیر سنی لازم توقف
 لستی علم باطل۔ دوسری یہ کہ اس قیاس میں جہت توقف متحد نہیں کیونکہ صغریٰ میں بطور نفس وقوع
 کی ہے اور کبریٰ میں بطور حقیقت کے توحید اوسط کر رہا تو نتیجہ کا ذب ہوگا مگر غرض ہر کیف اذالہ اختلاف
 و کچھ کہ یہ سمجھا کہ خلافت راشدہ ان ہوں موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اس کی کچھ ضرورت باقی نہیں رہی
 کہ دوسری مسلک پر جو آپ کے تقریر کیا ہے کیونکہ سنی اعراف میں اس کا مسلک ازل پر ہی ہے لیکن تبرعاً ہم دوسری
 مسلک پر بھی مقرر ہو جائے تقریر کرتے ہیں تاکہ ہماری محبت کے دل میں کوئی ہوس و انتظار باقی نہ رہے
 اس مسلک پر ہم کہتی ہیں کہ وہ اصول جبر خلافت کا تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہیں بلکہ اس
 ادن اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اس پر متفرع تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ اس کا دل معیت صغریٰ
 معیت حل و عقد و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے جو حجت بعید اس میں وعدہ آیت کہ تم خیر امت سے ثابت ہے
 اور نیز اس کی صحت حقیقت کلام جناب امیر المومنین جو چند جگہ انجیل بلاندہ میں مذکور ہے اور خود شام نے
 البلاغہ سے مفہوم ہوئی ہے (۱) اما التوری للہا جہین فلا تضار فان اهتمحو علی
 رحلہ سمعہ اما ما کان للہا سیر جبر کچھ مجتبیٰ کا اقرض ہے اور اس کو دلیل الزامی قرار دی ہے

اسکا جواب ہم اسی موقع پر بیان کریں گے۔ مگر مختصر یہاں اس قدر جاننا چاہی کہ خود اس عبارت کلیت
اور دوسری عبارات کا جو اس بابہ وارد ہوئی ہیں اسکا مذهب ہی - (۲) لایقہ ایضہ ولحد ولا یشتہ
فیہا النظر ولا یستأنف فیہا الخیار الخارج متہاطا عن المروء فیہا مداہن (۳) وکانت
امور اللہ علیکم ترد وعنکم تصدروا لیکم ترجع قوله وکانت امور اللہ الی قوله ترجع ای انکم
کنتم اهل الاسلام والحل والعقد فیدل انہم المهاجرون والانصار
شرح نہج البلاغۃ (۴) ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یخیرہا
عامة الناس الی ذلك سبیل ولكن اهلہا یحکمون علی من غاب عنہا ثم لیس الشہدان یرجع ولا
ازینجا آلا و آقا تل جلین جلائے اللہ علیہم الذی علیہ ترجہ این عبارت بزبان زواری امامیہ کہ علی بن
حسن نام دست نیست و قسم زندگانی من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان معنی باشد
بالعقاد امامت را ہی در پیچ زمان و این جواب انکا معاوید است و اہل شام اجماع را بر بعیت آن امام علیہ السلام
بنا بر آنکہ اجماع محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام باین وجہ کہ اجماع
بر این وجہ امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دشواری ہمیشہ دارد بلکہ معتبر در انعقاد اجماع
اتفاق اہل صل و عقد است از ہست محمد صلی اللہ علیہ وآلہ بر امری او امور چنانچہ اشارہ فرمود بدین لکن
اہل امامت حکم میکنند بکیا غائب است ازان پس ازان نیست مر حاضر رضی را ہمچو طلحہ و زبیر کہ از بعیت
ہر دو غائب و نہ غائب را ہمچو معاویہ کہ اورا برائی خویش اختیار سازد۔ الخ - نقلاً عن ازالہ الغمین - اور جمعیت
اہل عقد صحیح ہوئی تو جمعیت صدیقی حق ہوئی اور چونکہ خلافت ہما ہی باقیہ اسی پر متفرع از بیعت من ہ
ہی معہ اصول فقہ صحیح اور حق ہوئی اور اگر مجیب بسبب بعض صحابہ کی تاخر کا خیال کریں تو اوّل تو اسکا
جواب خود ارشاد است جنابا میر من بوجود ہر مہند ایہ ثابت فرمادین کہ یہ تاخر ہر وجہ تحقق خلافت
تہا جب تک یہ ثابت نہوگا اوسوقت تک اعتراض لغو اور فضول ہوگا۔ تو اس مسلک پر بر عکس دعوی
خلافت کو لیکر اصول کا تاخر ہونا مثل روز روشن ظاہر و باہری اور لزوم مصادره علی المطلب جواب نقض
برآب بلکہ معان سراب ہر - ہماری مجیب کی تقریر افراض کے بعد نہ مثال ہر جیسا غفلت کہ اہی چلت

یہ سیکھا ہوا اور ہیکر جانچ کر قصہ کرتا ہی اور کہا ہر جگہ پادشہ اور کٹر لڑاکا کسی حکم پر ہی غلبہ اور اثر میں راجا کے
 ہیکر نہیں ہیں۔ یہ سب پر دعویٰ کیا کہ یہ ہیں مسلک ثانی پر اخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول کو
 موضوع نہ کہنا بالکل غلط ہے اور مسلک اولیٰ خلافت کو اخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہے چنانچہ
 پہلی تحریر میں ہی اس کی طرف ایسا کیا گیا تھا لیکن اس کی نسبت یہ کہنا کہ بطور خود چند اصول
 وضع کیے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ جو کسی دلیل شرعی سے یا خود ہو اگر اس پر موضوع ہونے کا
 اطلاق کیا جاوے تو تمام دین موضوع ٹھہر جائے۔ علی الخصوص اہل تشیع کا تو دین اصول اور فروع جو اکثر فروع
 انہی پر ہی مبنی ہیں خود ہی قطعاً موضوع ہو گا غرض کہ سلفاً خلافت کا اخذ ہوا محل اثر میں نہیں ہے۔ اگر اول
 منصوصیت خلافت باطل کرتے اور بعد اس کی یہ لکھتے تو ضائع تھا۔ اور یہ قول اب قطعاً بجائے خود نہیں
 پس میری گزارش کے تردید اس بنا پر کہ اولاً اللہ تعالیٰ کے شطب کو سمجھا تو خندہ کی گذارش کو نظر ثانی
 اصناف کے ملاحظہ فرمایا سو جہاں کا کچھ علاج نہیں۔ قال الفاضل العجیب۔ قولہ کیونکہ بحقیقت
 یہ کا حضرت تبعہ کا تھا کہ مبنی انکی اصول موضوع کا محض ابطال خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم
 ہے جس فیہ الزم المسئست بکطرف نسبت فرائی ہیں۔ اقول۔ شیعہ اپنی اصول کو دلائل عقلیہ
 اور ادنیٰ دلائل نقلیہ سے جو مویہ عقل ہوں ثابت کرتے ہیں اور حکایات کو ہی اصول سے جاتی ہیں
 اس اصول کو ہی مثل اول اصول کی ہے دلائل سے ثابت کرتے ہیں بقول العبد الفقیر لے مولانا
 ہماری حضرت عجیب جن دلائل کو عقلیہ تصور فرما رہا ہے وہ ہے بحقیقت صدور خیالہ و وہ یہ ہیں
 علامہ ازین جعفر مخالف فرماتے ہیں سب اپنی اپنی اصول کے نسبت اس طرح شدہ وہ صحیح
 و حقیقت کے قائل ہیں۔ اگر یہ دعویٰ بلا دلیل معتبر ہو تو سب فرق کے حقیقت کے قائل ہو جیسی وہ
 اپنی اصول کے لیے دلائل حق کی نہ کہ جیبتی۔ ہم چنانکہ غور دلائل سے بنظر اصناف دیکھتے ہیں تو حضرت
 اصول مخصوصہ میں کہیں اس دعویٰ کی نشہ نہیں پاتے۔ ائمہ کا اپنا یہی افضل مونا آپ ہی فرما کر
 کہ یہ بات اولیہ میں ہے ہی۔ ائمہ اور انکی ہمارا کی رجعت۔ امام خضر الزمان کی غیبت۔ وجوب
 علی اللہ تعالیٰ۔ حسن و جہ عقلی۔ مساوات اول الائمہ کی خاتم الانبیاء کے ساتھ جیسا صاحب نفع

اپنی شرح میں تشریح کی۔ ائمہ کے عصمت اور کمال علم کا ان دلائل و دلیلات و حیات وغیرہ بہت ساری ہیں کہ انہیں صرف جدیدیات و اقلیات پر ہی قانع نہیں اگر انصاف سے ملاحظہ فرمادیں تو حقیقت حال متکشف ہو جاوے گی۔ لیکن جب عقل و انصاف کو کام میں نہ لاویں تو اختیار ہر جودل چاہے فرما دیں زبان و قلم کو کون روک سکتا ہے۔ **قول** اور ہر امر کی ثبوت کو لینی مقدمات و شرائط کا ہونا ضروری ہے اور **قول** اگر مقدمات و شرائط واقعی اور نفس الامری مردہ ہیں تو مسلم لیکن حضرت مجیب کو مفید نہیں کیونکہ شرائط مقبولہ کو لینی نفس الامری ہونا غیر مسلم ہے اور اگر عام مراد ہی تو خود غلط ہے **قول** پس جب بظہر تحقیق اس باب پر غور کیا تو عقل سلیم کتاب خداوند علیہم السلام و احادیث رسول کریم در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے بخوبی ثابت ہوا کہ عصمت فضیلت و خصوصیت خلافت و امامت کے لوازم ہیں چنانچہ ساری ان شرطوں کو ضروری سمجھا۔ **اقول** عقل سلیم تو یہ ہے کہ حضرت مجیب کو خصوصاً اور عام فرقہ شیعہ کو عموماً قسام اول ہے محبت ہوئی اور کتاب سلیم وہ ہوگی چو جا بسا پھر نے ایام تحلف بیعت گہر کے اندر تخلیہ میں جمع فرما کر اور ائمہ میں سے ہر ایک کی پاس کچر بعد دیگرے صندوق تفسیق میں بند چلا آئی اور احادیث رسول کریم در روایات ائمہ کرام وہی ہیں جو حضرات زراہ اور موسیٰ الطاق وغیرہ مقتدایان قوم جنگاں و صلحا نے مذکور ہو چکا ہے ان ہی صدیقین کے واسطے سے حضرات شیعہ میں شائع اور شہر ہوئی۔ اور اقوال صحابہ انہیں صحابہ کی ہونے کی حجتی مفصل حالات متفقہ میں پتا خبریں ملنے لگاں گات بیان فرماتے چلے آئی اور یہ سب ساری تین گہرا رشن ہی ہو چکا۔ پیرائیشی اور ایسی کتاب اور ایسی احادیث و روایات اور ایسی اقوال پر بناؤ اختیار فرمانا ہماری حضرت مجیب جیسے مصنف و شہساز کا ہی کام ہے ہم تو چہاں تک غور کرتے ہیں تو اسکو خلاف عقل اور خلاف کتاب ائمہ اور خلاف احادیث رسول اللہ اور خلاف ائمہ و صحابہ پاتے ہیں۔ اور اسلیئے شرائط ثلثہ کو ضروری نہیں سمجھتے **قال** وانا وانا **ایتا کہ لعل اھد اوئے صلاک اھدین** **قول** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ خلفاء ثلثہ میں بالمرہ منقول ہیں اور اس سنت بلکہ خود خلفاء و پیغمبر کی مقررین ایسی اولیٰ خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد نیابت رسول سے ہی نہیں جانتی۔ **اقول** یہہ شرائط ثلثہ جیسے حضرات ائمہ میں ہی بالمرہ

اصلاح امور در دیانت شیعه و سنی در کتابخانه کمالی

[illegible][illegible][illegible]

شاہد ہو اور جناب امیر شہزادہ کی حقیقت تسلیم فرمادیں اور اس کی حیثیت کو اپنی گردن میں لازم تصور
 فرمادیں۔ اور اگر صحت میں بروی دین دایمان کیا گفتگو باقی رہے۔ اور جب اس کی صحت و حقیقت میں
 شک و شبہ نہیں رہا تو خلاف تہائی باقیہ یہی صحیح ہوئی **قول** مگر جب اس خلافت کی انعقاد کا
 حال دیکھا جاتا ہے تووصاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایسی حالت مضطرب و مضطرب میں واقع ہوئی ہے کہ کسی
 شہادت کی یہی نوبت نہیں پہنچی۔ **اقول** جب اس خلافت کا حال دیکھا جاتا ہے
 تووصاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے علاوہ کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین مصنی خداوند تعالیٰ کی تکمیل ہوئی
 اسلام مسلمین کے غلبہ و شوکت ہوئی کفار و مرتدین مقتول و مجذول ہوئی اور وہ وعدہ خداوند تعالیٰ کا جو تھا
 حقہ کی نسبت تہا بر روی کار آیا پہلی ہجرت کے نزدیک ایسی خلافت کو ایسی اس کا حال مضطرب
 میں واقع ہونا اور کسی شہادت کا واقع ہونا کچھ مضرب نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ علیم و تدبیر اسکاذرہ
 ہو چکا ہے تو جو خلافت موعود من اللہ ہے وہی واقع ہوئی اور اس خلافت سے انکار رض
 قرآنی سے انکار اور اس سے ناخوشی یعنی ہم الکفار کا مصداق ہے علاوہ ازیں شہادت کی
 ضرورت اس وقت ہے کہ جب کوئی منکر ہو اور جبکہ وہ ان کوئی منکر یہی نہیں تھا تو شہادت کی پیش کرنے
 کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہ ہے کہ جناب امیر یہ ہے تو بوقت شوری کوئی شہادت پیش نہ فرمائی اور یہ
 امیر موعود کی ہر مقابلہ میں کوئی حجت بجز معیت اہل حل عقد کے پیش فرمائے تو اگر شہادت پیش کرنا
 دلیل عدم حقیقت خلافت کی ہے تو اب اگر اس قاعدہ سے جناب امیر کی خلافت کی عدم حقیقت ثابت ہو رہی
قول اس طوفان بے تمیزی میں کہ جناب امیر و کائنات کے انتقال فرمائی ہے سقیفہ نبی ساعدہ
 میں جو ایسی ہے کہ اس کی لمبی تہا ایک شور و غل مینا امیر و منکم امیر و منکم الامراء و انتم الوزراء کا بلند ہوا
 اور مگر وہ نفسی نفسی کسی نہ کسی لگا پہلا ایسی ثبوت و شہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہے نہ کوئی آیت قرآنی اپنے
 مطالب کے موید بیان کرنا ہوتا نہ دلیل عقلی معنی لانا ہوتا نہ اس باب میں کہ سینی غرت کی کچھ پوچھا۔
 بدوین قول فیصل بخوف اس کی کہ مبادا انصار کسی یا کسی اور قبیلہ سے کوئی خلیفہ ہو جائے اور ریاست چھوڑ
 جائے نہ سے نکل جاوے حضرت ثانی نے اہل کو خلیفہ بنا دیا چنانچہ روایت بخاری اس پر شاہد ہے۔

اقول مجیب بیگے کہ سات ناسخہ اور جن کا تو ہم کیا جواب لکھیں۔ مان اس قدر گذرے ضروری
 در عقل کے تواب نفسا سے خالی فرما کر سوچیں کہ جب تصور عقل منہ امیر و ملک امیر اور جن الامراء و اہم الذرائع
 کا بلند تہ اندر گرہ و نفسی نفسی کہتے ہیں تو ایسی نفسا نفسی میں باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل نہیں
 نہیں ہوئی ایک گرہ نے دوسرے گرہ کے دعویٰ کو کیوں قبول کر لیا اور با دلیل کو نیکر اطاعت
 منظور کر لی صرف ایک شخص کے معیت وہ ہی اپنی گرہ میں سے مخالفین کے معیت اور اطاعت کر لے لی
 کیونکہ حجت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گرہ کے اکابر اعیان اس حاسب میں موجود نہ تھے اور نہ
 مشورہ نہیں کیا گیا تھا اور وہ اسکی مخالف تھے تو ایسی حالت میں عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہے کہ انفسا
 جو ہی امت پر مصر تھی بلا حجت و دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معیت کیونکہ جو ہی معیت کر لیتی اگر ایسا
 ہوتا تو انصار میں سے ایک شخص ادھر سے مدین عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر شلا معیت کر لیتا کیوں انکی معیت کو
 اپنی ہی حجت قرار دیتی اور نہ کم انکم یہ ہوتا کہ تا حاضر ہونے یا قیام نہ گان وجوہ مہاجرین کے اپنی معیت کو
 موقوف رکھتی تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انصار نے جب تک کہ انہی حجت نام نہ ہوئی
 اور جن شکستہ نہیں ہوا اگر معیت نہیں کی تو حضرت مجیب کا یہ فرمانا کہ انانے نے نول کو غلط بنا دیا
 بالکل غلط ہے کیونکہ یہ خلاف حجت وجوہ مہاجرین اور اعیان انصار سے منع جہاں سے ان کی اس غفلت
 رائد کے اتفاق کی شرکت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی موافق ہوئی پس روایت بخاری کا ہجک
 ذکر کرنا بے سود بلکہ بے موقع ہے مہند احباب ہم جناب امیر عمر رضی اللہ عنہ کی ہستہ لال کو بچھتی ہیں جبکہ آپ کو
 حجت کی خبر پہنچی اور آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ ہی کہہ اس سے زیادہ نہیں ہے یاد آنا ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو مطاوی ابحاث میں نہ گورے جسکے حامل ہیں کہ درخت کو لیا اور اس
 جوڑ دیا۔ **قولہ** انہ کی سہاوان کا جو ذکر فرمایا ہے مقام حیرت ہی اس وقت امام بالغ جناب
 امیر تہی انکی کسینی بات ہے جو چہ وہ مجاہدین و محضین آنحضرت میں منقول اندر بیخ و بوم میں متبانی ہے کہ اگر
 خلیفہ بن مہاجر۔ **اقول** بیک مجیب بیگے لیے بیعت حیرت ہی کیونکہ جب حضرت امیر کو
 امام بالغ تسلیم کر لیا تو دوسری امت کے لیے شہادت کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہو گا۔ لیکن

فی الواقع یہ مقام کچھ ہفت مہریت نہیں کیونکہ یہ ہر جملہ (اس وقت امام الفل فلان جاب امیر ہستی) غلط ہے اور خلاف کتاب اللہ تعلیم کر رہا ہے جس کو وہ یہ سے اس حیرت اور پرومات میں گرفتار ہیں۔ صحت رضی اللہ عنہم کے ساتھ ولی عداوت اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ نہانے محبت کے اکثر جملہ اصول و فروع مذہب شیعہ میں اس طرح کے اور بجا دی اور یحییٰ گمان ڈال رہے ہیں کہ نہ آج تک وہ کسی سے سلجھ کر اور نہ قیامت تک سلجھیں ولعل صلح العظاما افسد الدہر۔ انہیں شہادت کہ بارہوی علیہ السلام ابن ہشتم نے اپنی شرح کبیر بیچ ابلاغتہ میں تحت شرح خطبہ اللہ بلاد فلان میں جو تعارض و تناقض بیان کر کے جواب تحریر فرمایا ہے قابل ملاحظہ اولوالابصار و منصفان روزگار ہر ذرا مجیب صاحب ہی ملاحظہ فرمالین۔ اور اگر یہ حیرت متعلق نفس و قوہ شہادات کی ہے تو اس کا جواب بخیر اس کی کچھ نہیں کہ اپنی کتب معتبرہ دیکھ کر اپنی طمانیت فرمالیوں۔ باقی رہا یہ کہ اولیٰ گمانی بات پوچھی سو جو امر بابت اختلاف صحابہ موجود تھا وہ لاحقہ واقع ہو نہوا لانتہا کچھ ضرور نہیں تھا کہ ہر ایک سے بوجہ اجماع اور مشورہ کیا جانا علاوہ ازیں وہ وقت ایسا گنگ تھا کہ اگر اس سر میں تاخیر واقع ہوتی تو ظاہر وقوع فتنہ کا اندیشہ تھا۔ اور نیز جب اکثر کار بر مہاجرین انصار موجود تھے تو بعض اکابر کا موجود نہ ہونا حالانکہ وہ قادیان میں تھے لہذا محقق سے نہ کہے کچھ ضرور نہیں۔ اور بیخ و الم میں مفید ہونا اس کا جواب ابجاث سابقہ میں گزر چکا ہے کہ حسب دایات سامی غلط ہے ہرگز بیخ و الم وفات شریعت میں مبتلا نہ تھے ان اگر تھے تو اپنی دنیاوی حکومت کے غصب کے بیخ و الم میں مبتلا تھے کیونکہ امامت دینی کا تو غصب کرنا ہی بغیر غصب کے دست قدرت سے خارج تھا۔ ظاہری تسلط ہی آپ کی قبضہ سے غصب مہا تھا تو اوسیکار بیخ و الم تھا علما اہل اہل بیت رضوان اللہ علیہم تو حلول صحابہ کے وقت عزت یعنی صبر و استرجاع کو اختیار فرماتے ہو گئے اور اپنی خدمت خاص یعنی ہدایت خلق میں مشغول ہوتے ہو گئے چنانچہ بحمد اللہ اکیسویں روایات سے موجود ہیں۔ حدیث شامحمد بن الحسن قال حدثنا الحسن مقلل الذاق قال حدثنا یعقوب بن یزید بن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکوفی قال لما حضرت اسمعیل بن عبد اللہ الوفا تخرج ابو عبد اللہ جزا عا شیدا قال فلما ان غمض دعا بقميص خلیل

بصیبت اوست و بعد از آن کہ حضرت علی بن ابی طالب حضرت علی بن ابی طالب فرمایا کہ میں نے اپنے

عمر میں

کیا ہے نام شہادت ہر اقول اگرچہ اس میں اسکا جواب مذکور ہو چکا ہے لیکن سبجہی
 چونکہ ہماری محیب بیعت مکر ذکر فرمایا اور اسکا اعادہ باضمانہ افادات کیا جاتا ہے پس اس طرح ہو کہ اگر مذہب
 تشیع پر بنا رکھنا ہو تو حضرت محیب ہر جواب کا فکر فرادین کا اول حضرت بسبب ترک تقید واجبہ و سکوت
 مامور و عدم منازعہ اٹھ ہوئے ہیں۔ اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بیفائدہ امر میں مبتلا ہوئی کہ عیب علم کا دیکھنا
 آپ کو ہم تھا کہ یہ ارشدان تلامذہ میں اور نیز اس حدیث کی یہی تکذیب ہوتے ہی جو آپ کی عالم النیب شہادت
 ہونے پر دلالت کرتے ہیں ثالثاً باوجود اس قوت و شجاعت مفرطہ کی جو روایت باطل سے بھٹا بلکہ
 در مقابلہ قوم عاد و معادہ قتل ابوبکر اشجع عامل مذکور ہوئی ہے اور باوجود اس عقل و فراست کا کہ
 جسکا بیان ناممکن ہے آپ کا زمانہ پردہ نشین میں حسب روایات شیعہ مانند جنین لم یطرح بجائے اور جنین
 سنہک بمعاضی بیعتات کو بیعت کر خفیہ مشورہ کرنا اور اپنی مدعا پر کامیاب ہونا اور ذرا سی دہلی سے
 اپنے دشمنی سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علامہ دہلوی کی اصول شیعہ پر حیرت انگیز اور عجیب خیرہ ہر مذہب و اہل
 جنین قریہ تو ان کے مخالف کی روایت کے ہیں۔ اور اگر مذہب اہل سنت کو اعتبار سے گفتگو نہ نظر ہو تو سنی اہل سنت
 جناب امیر کو مدد کم کب پتہ میں اور عالم کا کان دیا کیون کب تسلیم کرتے ہیں اگر آپ نے ابتدائے میں بالفرض
 نقض خلافت کی شور مچائی تو یہ خطا تھی مگر خطا اجتہادی کی اور بعد اسکی جب آپ متنبہ ہوئی
 اور اسکی حقیقت پر ملاحظہ و قوف حاصل کیا تو بیعت ہی کی اور شہادت ہی بیان فرمائی۔ غرض جب تک
 بیعت نہیں کیے ممکن ہے کہ شہادت بیان فرمائے ہوں اور جب حق منکشف ہو گیا اور بیعت کر لی اور
 بخش دی ہو گئی بعد اسکی شہادت ہی بیان فرماؤ ہوں اس میں کوئی تافض اور کیا احتمال ہے اور یہ تقریر
 اور وقت تک کہ ہم علی سبیل التسلل نقض خلافت کے مشورہ کو وقوع کو تسلیم کر لیں لیکن بحول اللہ تعالیٰ
 ہم کو یہ حال ہے کہ ہم ابتداً وقوع مشورہ کو بھی باطل کہیں گے۔ اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی
 حق ہے اور وہ بیعت اہل حل عقدہ وجوہ مہاجرین و انصار سے واقع ہوئی اور صحابہ میں سے کوئی فرد اسکا
 مخالف نہ تھا اور کسی کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استحقاق خلافت میں انکار یا شک
 نہ تھا نہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اگر ملال تھا تو اس امر کا تھا کہ ہم کو شریک مشورہ کیوں

کہ کیا۔ جب ہم اہل حل و عقد بن سہ تہی تو ہم سخت مشورہ تہی چاہتے جو خدا ہی کو گیا وہ بندہ ہی جناب ہوا
 اور یہ اسکی بخشش وہ ہو گئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ بکو اسمین کلام نہیں پڑے کہ ابوبکر احق بالخلافت
 ہیں چنانچہ اس ضمنوں کو حدیث بخاری صریحاً ثبت ہے اور جب ہم حدیث ازادہ انخفا کو جو جناب حبیب کا
 مسئلہ ہی دیکھتی ہیں تو وہ سمین یہہ الفاطمین فتناورہ و بنا ویر تبحون فی امرہم جسکا ترجمہ عجیب ہے
 یہ کیا ہے اور جناب سیدہ مسی مشورہ کرنے ہی اور اپنی کام میں مراجعت کرتے ہی اور ان الفاطمین
 کہان ہے کہ آپ نقص خلافت ہی کے مشوری کرتے ہی اور صرف مشورہ کرنے سے کہو کہ لازم آیا
 کہ وہ مشورہ نقص خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تھی اگرچہ حضرت
 اکابر شریک نہ تھے کیونکہ بیشتر روایات شیعہ سر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت کزادیک سب کا حاضر ہونا انعقاد
 کو دہش ضروری نہیں ہے تو یہ کہو کہ ہو سکتا ہے کہ آپ اسکی نقص کے بابت دیدہ دہستہ مشوری
 اور تدبیر کرتے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا کی جناب میں منسوب کر بن بلکہ فی تحقیقت یہ مشوری
 اس امر کے ہی تھی کہ جب اہل حل و عقد نے بیعت مدیعی میں بلا مشورہ بیعت کی اور استبداد کیا
 اگرچہ ضرور ہوا تاہم بمقتضائے بشریت باعث ملال اور باعث تاخیر حجت ہوا اور سمی صی کو آچکا یہ ملال
 اور یہ تاخیر باعث ناخوشی اور شہیدگی ہوئی تو جب کشتہ کی اور شکر یعنی مرفضین ہی ہوئی تو جناب امیر
 اور دیگر ساتھیوں نے چاہا کہ کیطرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا ہماری پاس میں اور ہم ادنیٰ برابر ازادہ نکلتے
 کہ بن اور وہ غدر و اجہی بیان فرمادیں تو ہمیں شکر یعنی دور ہوا و نظر ہر ملال رفع ہوا و حجت کر لیں کہ
 اگر یہ قضیہ مجمع میں ہو تو مبادا سب اگر مختلف الصباغ لوگ جمع ہو گئی کوئی ایسا امر نہ ہو جادی جو عہد
 زیادتی ملال ہو جس حرفت ہی امر میں مشورہ تھا اور اسی بابت تخلص میں گفتگو ہوتے ہی چنانچہ حضرت
 ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور گو حضرت عمر تنہا جانے سے منع ہوئی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز
 و تنہا تشریف لیگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑا اور اسمین ابوبکر کے حقیقت خلافت کا اثرا
 کیا اور ہم مشورہ اور استبداد بیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر نے بجواب اسکی کہی فتنا مل
 مان نامائی عدم مشورہ اسنے ادا حد کیا جو قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور مشورہ پھر بیعت ہو گئی

چنانچہ آخر تک باہم شہر و شکر ہی اور شہادت و فضائل و محامد و خلق و رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہی
یہ مدعا ہی صحیح اہلسنت و تصحیح علم شیعہ سے بدالالت و باقی ظاہر و باہر ہی چنانچہ محیر و باقر و داد و
نہر میں اسکو تسلیم کیا ہی اور شیعہ اطاعت کے مجوز تائید میں عبارت مذکور ہی چونکہ خوف تطویل انتہا سلیبی نہ
روایات مختصر عرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں
یہ حسب وجہ تحریر فرمایا ہی (جمع شدن در باب نقض خلافت مشورہا بکار میر و ند) یہ اسکی کیا معنی ہوگی
سو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً ظاہر ہی کہ نشا اس مال کا یہ ہی امر خلافت تھا تو جب گردہ مخالف
خطیہ مشوری کی تو اگرچہ یہ مشوری بابت نقض خلافت کہ ہوں تاہم عوام میں شورش و خمدال
پیدا ہونی کے باعث شمر نقض خلافت کی ہو سکتی ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ منافقین
اور اعدا دین و تخریب دین میں کین ہیں پیچھے ہونی ہوں تو چونکہ یہ مشوری منتج نقض خلافت
تھی تو اسلیبی انتہا اطلاق کیا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی اسکو صد ہا نظیرین عالم میں
چنانچہ قاتل خطا کو قاتل کہہ رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہراؑ کی دولت سر امین
ہو تاہم حضرت عمرؓ نہ تک ان بزرگوار و مہین سے تو کینی نہیں پہنچایا ہوگا جو باعث اس قدر
جوش و خروش کا ہو جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ نے ان مشورہ مذکور ظاہر ہی حالت سے
سبب نقض خلافت کا سمجھا کہ اس قدر تہذیب و فرائی اور استو جہ کہا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کو باہمیں تہذیب و فرائی
سہنا کہ یہ مشورہ ہی در باب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اسکی معنی یہ کہ انہی پر یہ کہی کہ یہ مشورہ
کرتے تھے کہ جس طرح ہو سکے خلافت کو توڑ دیں بلکہ در باب نقض خلافت مشورہا سیکر دندہ کی معنی یہ ہیں
کہ نقض خلافت کی بارہ میں مشوری کرتے ہی کہ آیا نقض خلافت مناسب ہی یا نہیں چنانچہ بالآخر
یہ قرار پایا کہ نقض خلافت حق مناسب نہیں اور بیعت و فرائی۔ ثالثاً سہنا کہ یہ مشورہ در باب نقض
خلافت باہمیں ہوا تھی جو حضرت حبیبؓ نے سمجھا لیکن یہ حکم حبس و کی طرف نسبت کیا گیا ہی جبکہ
مصدق بعض کے طرف نسبت کرنے سے ہی ہو سکتا ہی تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حکم حقیقتہً
باب امیرؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف راجع ہی بلکہ یہ فعل حقیقی طور پر ان حضرات کا تھا جو

انہیں ادنیٰ درجہ کی تھی اور جہات متبع ہر آدم کو اور اذوق حاصل تھا لیکن چونکہ حضرت امیر آرد زبیرؓ
 زمین پر گرہا ہی اور بڑی تھی تو بشریت جسمی مجاہدان حضرات کی طرت ہی وہ فعل منسوب کیا
 چنانچہ عبارت تھکہ کہ اسی طرت ناظر ہی بن الضانہ سے ملاحظہ فرمائی اگر بالفرض ان حضرات سے
 اس کم سنورہ واقع ہوئی ہی ہوں تو ہی وقوع استہادات کو مضربین بان ہند گزاسر باقی رہ گئی
 کہ ہری عجیب صاب یہ جو تحریر فرمایا ہے کہ خلیفہ ثانی نے اپنے گھر جلانی کی دھکی دی تھی اور
 پہلی تحریر میں یہ عبارت تھی اور بعینہ لینی کے لہجہ گھر جلانی کی دھکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت کا
 بہت سوال سنت کی کتب معتبرین درج ہے مگر چونکہ بعض عہد احکار کر لے ہیں اور شیعوں کا اقرا
 بتانی میں سہلی گزاش ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ مجیب کو دھکی اور قصہ احراق میں ہتھاراد تفرقہ
 نہیں حالانکہ فرقہ برہی ہے۔ **قولہ** پر خباب امام حسنؓ و امام حسینؓ علیہما السلام نے جو بالقوہ امام
 تھی خلیفہ اول ثانی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ منبر سے اتر کیونکہ یہ میری باب کی جگہ
 اور درو خلیفوں نے بجز اقرار کے کچھ چارہ نہ کیا چنانچہ کتب معتبرہ المست مثل تاریخ الخلفاء و
 کزاحمال میں یہ حال تحریر ہے ہر میں حیران ہوں کہ کس جرأت سے ہری عجیب فوا لے ہیں کی خلافت
 خلفائے شہادانہ سے واقع ہوئی۔ **اقول** ہمارے حضرت مجیب کے جو من و خردش کو دیکھنا
 کہ کس نہ دہ سے اپنی موابات سے چشم پوشی فرما کر فرما رہی ہیں۔ اجمی حضرت آپکی بیان تو بالقوہ ہر
 ہی مصوم نہیں جب چاہیے امام بالقوہ ہوا آپ اپنی کتاب کو تو ملاحظہ کیجئے اپنی علماء کی شہادت تو کو تو سنی
 تفسیر صافی میں جو اس وقت میری سامنی کہلی ہوئی دھکی ہے محمد بن رقتنی معروف امام حسنؓ حضرت آدمؓ کے
 قصہ میں تحریر فرماتے ہیں **وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الرِّضَاءِ قَالَ لَمَّا لَقِيَ بَاهُذَةَ الشَّجَرَةِ وَنَازَلَ إِلَى شَجَرَةٍ
 لَمْ يَخْطُ وَلَمْ يَقُلْ لَهَا وَكَانَ كَلَامُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ وَلَا مَكَانَ مِنْ حُسْنِهَا فَلَمْ يَقْرَأْ بِكَ الشَّجَرَةَ فَا
 أَكَلَا مِنْ خَبْزِهَا لَمَّا أَزْوَ سَعَسَ الشَّيْطَانُ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ وَكَانَ خَلْقُكَ مِنْ أَحَدٍ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَلَمْ يَكُنْ**

علامہ ابن سبیرؒ کے ایک اور قصہ جو درجہ اول سے ہے۔

۱۔ عیدوں میں امام رضاؓ نے مروی ہے خداوند نے آدمؑ کو گھوڑوں کے دھرت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس وقت کہ
 مردکے سب سوجھو میں جن میں وہاں تھا کہ اس وقت کہ ایک ہوا دے۔ یہی ہم صبح کے نور اور اس وقت کہ مردیک نہیں ہوئی اور ہر
 اور میں سے کہا یہ حکم سلطان نے اذکو ہنگام پر فرمایا اور یہ آدمؑ سے بہت سے مشیر واقع ہوا تھا۔ ۱۲۰۔

ذلک بذنب کبیر استحق بہ دخول النار وانما کان من الصغار الموهوبہ لقی تجر علی الکبری
 قبل نزول الوحی الیہم فلما اجتباہ اللہ لہا وجعلہا نیاکان معصوما لا ینیب صغیرہ ولا کبیرہ
 قال اللہ لہا فعضی آدم ربہ فغوی ثم اجتباہ فما علیہ وهذا وقال اللہ اصطفیٰ آدم وادعوا الیہ
 وفي رواية ان اللہ عز وجل خلق آدم حجة فی ارضہ وخليفة فی بلاوہ لہم خلقہ للجنة وكانت العصیة
 من ادم فی الجنة کما فی الاصل لتیم مقادیرہم اللہ عز وجل فلما اھبط الی الارض وجعلہ حجة وخليفة
 عصم بقولہ عز وجل ان اللہ اصطفیٰ آدم وادعوا الیہ۔ ان روایات صحیحہ کہ نبیل النبوة نبی
 بالقوة سببی معصیت کا حد درجہ کماداش میں جو ار خداوندک سے عبیدگی کی اور جنت سے کمال ہر
 اور توسط ائمہ معصومین دعا و اجتہاب الہی میں کی جب معافی ہوئی جائزہ سے بلکہ واقع پس اگر بقوة
 ائمہ سے کوئی ایسی معصیت جس سے شخص خلویٰ داخل نارہون اور وہ معصیت ہم جنب اس معصیت کے ہو
 جو حضرت آدم سے روایات سامی صادر ہو علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف میں جو صدق
 حدیث رفع تعلیم کی سے تو لحاظ روایات سابقہ کیا احتمال و استبعاد سے لیکن ہم اس قول کی حسب ارشاد جناب
 امیر بقصد ضامی میں اس فعل کے برابر سمجھتے ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و دوش مبارک
 سوار ہونے کی بابت مروی ہوا۔ قطع نظر اس سے مجیب کا مدعا او سوقت ثابت ہو جبکہ امور مفصل ذیل
 ثابت ہوں (۱) آپ کو او سوقت رفع تعلیم جائزہ ہو (۲) لفظ اب سے مراد حضرت علی ہوں (۳)
 مقصود بیان استحقاق امامت جناب امیر ہو۔ (۴) آپ او سوقت کامل العقل اور مکلف ہوں
 (۵) عرفا آپ کی اقوال و افعال زمانہ طفولیت پر محمول ہو کر قابل اعتماد و قبول بخانین جائینہ محل محال
 انما اول پس حسب عموم شیعہ جن فاسطین باریقین دنا کشین نے معاذا اللہ جناب فاطمی کے دشمنوں کی

۱۔ اور کچھ بہت بڑا گناہ ہی نہیں آپ کہ جس سے دخول نار کے مستحق ہوں اور وہ صرف گناہ صغیرہ و خشاہد ہوا ہوتا ہے
 سو نازل وحی سے پہلے جائزہ نہیں۔ پہر جبکہ خدا نے برگزیدہ کے کہ نبی بنایا تو معصوم ہو گئی کہ گناہ صغیرہ کرتے تھے کہ کبیرہ حق تعالیٰ نے
 فرمایا۔ آدم نے اپنی رب کے نافرمانی میں گناہ ہوا۔ پہر خدا نے اوسکو برگزیدہ کیا اور اوسکی توبہ قبول کی اور ہدایت کی
 اور فرمایا ائمہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت کے یہی
 زمین پر کیا تھا کہ اوسکا اچھی زمین میں جنت اور بیٹ شہر و زمین خلیفہ پیدا کیا تھا۔ اور گناہ آدم سے جنت میں ہوا تھا نہ زمین میں
 ناکار اللہ کے امر کی تعلیم پوری ہو پس جب زمین پر اونا را حجت اور خلیفہ بنایا تو معصوم ہو گئے کہ حق تعالیٰ۔ ان اللہ صغیرہ آدم وادعوا الیہ۔ ۱۲-

کہہ کر جلا یا اور ضرب شیشہ یا تازیانہ سے صدمہ پہنچا کہ محسن شش ماہ اسقاط کر لایا اور بر سر منبر فراموش
 سائیدہ متہم کیا اور اسے اللہ سے جبر اٹلی میں رہی اللہ کی عیبت اور بات طیبات کو غضب کیا اور فدک
 جہینا اون سے کیا توقع تھی کہ وہ ایسی شہ آئینہ یا تو نشہ سکوت کریں گے۔ اور ذمہ امین بہ صومین کا
 کیا رعب ہوگا جو ایذا رسانی سے باز رہیگی پس رفع نقیہ کی کوئی وجہ نہیں یہی تعجب ہے کہ خلافت
 صدیقی سے توجہ بظاہر حب لہر نکالتا تھا پس اس قدر ہتکروہ فرادین اور خودی بلا ضرورت اس خلافت
 حوالہ امیر موحیہ فرادین تو مسلم نہیں کہ حسب اصول اللہ خدا و رسول کو کیا جواب دیں گے۔ یاد تعجب صاحب
 تشیید الطاعن سی ہے کہ باین تجر او سی جواب محسن صدیقی کے عدم نقیہ کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ
 قرار دیا ہے اور یہ خیال نظر کیا کہ حسب دیات شیعہ یہی کونسا دقیقہ جو میری کا اوٹھا رکھا ہے جواب حضرت
 فاطمہ کا لحاظ کریں گی یا ذکر جانگی جسلا وہ اگر یہ علت خود زمانہ خلیفہ ثانی میں جو یہی قول امام ثانی سے
 صادر ہوا نہیں جاری ہوگی۔ اسرائانی کہم کہ میں کہ لفظ ابے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ
 جناب امیر کو کیا اطفال کے حادث ہے۔ جب اسی بند کے جگہ کسیکو مٹھا دیکھتے ہیں یا انہی بزرگ کہ
 کپڑا کیو پہنی دیکھتی ہیں نو ناگواری سمجھتے ہیں اور تعاضی نزع ہوتے ہیں تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اوجس بہہ دیکھا۔ اس پر جگہ دوسری لوگوں کو مٹھا دیکھ کر بقتضا غم غبطہ فرمایا
 اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے تیر اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اسکی نقدیق فرمائی
 اور فرمایا ہوتے سے ہی نفی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیری باپ کا منبر ہی میری باپ کا منبر ہے
 یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر جو میری باپ کا اور انکی مفاقت کو یاد فرما کر رو پڑھی
 پر صاحب تشیہ کا اسکو حاش تشیہ میں مضمر نفس پر محمول کر کے مقصدی جواب سنا طر فرماتا ہے۔
 اثرات اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ میں بیان کرنا جس میں ایسے ثبوت خلاف مقصود
 خلاف نصاحت اور نہایت مستبعد ہے اور کچھ غیب نہیں چنانچہ اس عبارت سے بغیر من محال اگر یہ ہے
 مدعا ہو تو کہ ایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور افاق تفسیر صحابہ
 تشیہ میں تفسیر کچھ حرف نہ تھا تو یوں فرماتے۔ ایہا الناس ان مستحق الخ لا قدر بعد جبکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا بی علی بن ابیطالب از ابابک رقصہ ما غصبا وعد وانا
 فانزلوه عن منبر حدیث فانه ليس له اهل - اس وقت شیعہ کو گنجائش استدلال ہوتی ورنہ ایسی بڑی
 امر کو ایسی طرح حیثیتان اور پسلی میں بیان کرنا اور ایسی عبارت میں ادا کرنا جس میں خلاف مقصود
 اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نہ کرے گا۔ امر رابع یہ بھی البطلان ہی البیان کی نسبت ارشاد ہے کہ فلما بلغ
 اشدہ واستوی جو مراد وہاں ہے کہ نبوت بعد بلوغ اشد اور سنوی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے
 اشد کے معنی کمال عقل کے فرواگے ہیں جس میں برقی المعرف لا محقق ہے صافی میں تحت قول تک
 قادد ربك ان يبلغا اشد هما العلم کمال الکرا فرماتے ہیں۔ تو اس میں صاف ثابت ہے کہ زمانہ
 بلوغ اشد ہی بیشتر کمال عقل و راسخ حسب شہادت لا محقق مفسرین استثناء اطفال کا عموماً
 تکالیف شریعہ کی دلیل اس پر واضح ہے کہ یہ بچہ نہیں۔ امر خامس کے بطلان کے لیے حاجت بختم
 استدلال نہیں یاد آتا ہے کہ خود جناب امیر نے حاجت نہیں کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی
 اور شیعہ روایت کرنے ہیں وہ یہ ہے کہ تم جانتی ہو کہ حضرت کریم مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے
 جس میں صاف ثابت ہوتا ہے کہ ادنیٰ حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ و اعتبار نہیں سمجھا پس اس پر
 استدلال ختم کے رد پر پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دشمن کا کام ہے مگر کیا کریں جب استدلال صحیح
 بہم نہ پہنچیں تو کیا ان البہ فریب تقریر و نسبی ہی دل خوش نہ کر لیں۔ پھر دوم نہیں کہ کس حصہ پر یہ جرح ہو
 اور کس پر یہ دعویٰ تناقض باہین اقوال ائمہ و شہادات ہے۔ قول کہ جبکہ یہ خلافت کتابت
 و شہادات ائمہ وغیرہ سے واقع نہیں ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اس لیے اہل سنت کو وضع اصول کی
 اشد ضرورت ہوئی۔ اقول جبکہ مجیب البیب کی شہادت کا استیصال قرار واقعی کیا چکا
 تو وہ ہی امر حق محقق باقی رہ گیا کہ خلافت خلفاء و نہ کتاب اللہ سنت اور شہادات ائمہ وغیرہ سے

۱۵۔ اسی کو مستحق خلافت بعد میری مانا صلی اللہ علیہ وسلم کے میری پر بزرگوار علی بن ابی طالب میں
 دراپو کر کے قبض خلافت غصب و فدی کے طور سے پہن لیا ہے۔ اس کو میری مانا کے منبر سے اتار دے۔ کیونکہ
 یہ اس کا اہل نہیں ہے۔ ۱۲۔ پس تیسرے پر درگاہ نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی کمال عقل کو پہنچ جائیں

واقع ہوا اور اہل سنت کو اس کی ایسی اصول بنانا کہ کچھ ضرورت نہیں قال القائل المحجب
 قوله - ان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ہی جن اصول و شروط
 پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کی نزدیک وہی اصول و شروط وقوع کر لیسی معتبر ہیں۔ اقول -
 اس آئینہ قول سے معلوم ہوا کہ سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کی کسی خلافت راشدہ کی ایسی
 اصول و شروط میں پہر ایک ایسا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچھ ضرورت نہیں۔ کہوں گے
 صحیح ہو۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه** اس اعتراض سے معلوم ہونا ہے کہ حضرت
 محجب اپنی پہلی تحریر کی اصل مطلب کو پہلی ہوئی میں جو ایسا بے سرو پا اعتراض فرمائی
 میں لکھتا ہوں اب میں مختصر اخلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہوں اور اس پر جو کچھ میں عرض کرتا
 وہ یہی مختصر لکھتا ہوں اہل الصاف خود دیکھ لیوں۔ کہ اس پر ہمارے محجب کیا فرما رہے ہیں اور
 جناب محجب تحریر فرمائی ہیں سیدہ کی نزدیک امت مشروط بشرائط لفظ نص و عصمت و ولایت
 اور اہل سنت ان شرائط کو شرط خلافت نہیں مانتی بلکہ بطور خود چند اصول وضع کرے میں جن سے ان کی
 نزدیک خلافت متحقق ہوئی ہے اور اذنان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفائے ثلاثہ متنازعہ فیہا کا
 دفع ہے اور یہ ایک قسم کا مصداقہ علی المطلب ہے انتہی۔ بندہ نے اس پر میں بعنوان عرض کیا کہ
 جبکہ خلافت خلفائے ثلاثہ کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت و واقع ہے تو اہل سنت کو اس کی
 اثبات کر لیسی اصول کی ضرورت نہیں لیکن ظاہر ہے کہ خلافت کچھ خلافت خلفائے ثلاثہ میں ہے
 شخص نہیں ہے اور اگر کہ لفظ خلفاء بمعنی ثلاثہ نہ تھا تاہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ
 نہ تھا ہی معلوم ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ بعد خلافت تھانہ کسی مقصودہ راستہ کی دوسری خلافت کو کہ
 اصول کے ضرورت تھی تو جب یہ خلافت تھانہ راستہ حق ہو کر اور انکا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور ائمہ
 انکی حقیقت کی نسبت شہادات فرمائی تو جن اصول پر یہ خلافت تھانہ راستہ واقع ہوئی میں وہ اصول
 اجماعی ہیں نہ کہ اگر جو خلافت ان اصول کے مطابق واقع ہوئی۔ وہ یہی حق و حقیقت ہے جس پر
 یہ فرمانا کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کی ایسی سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کے یہی

اصول و شروط میں تو آپ کا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ صحیح عہد
 فہم مطلب عبارت سے ناشی نہیں تو کیا ہی کیونکہ اولاً اس کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مجاہد کے کتاب
 و شہادات کو ہی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہی کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف واضح ہے کہ
 اس کے اصول سے وہ قواعد کلیہ راہین جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوں نہ تضایح و عداوت اس کی کتاب
 و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کہ یہ وہ اصول ہیں جو بطور خود وضع کیے ہیں جس کا
 الزام لگایا گیا ہے۔ ثانیاً یہی یہ عرض کیا ہے کہ خلافت تہا سے متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول
 کی ضرورت نہیں لیکن جو اصول کہ ان پر تنبیہ ہیں وہ اصول وقوع و صلوح کے لیے معتبر
 ہیں اور اس سے ہر ایک کی دلیلیہ سمجھ سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اصول تنبیہ جو
 خلافت تہا سے متنازعہ فیہا سے پیدا ہوئی ہیں اپنی ہی صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہونگی اگر ان کا اعتناء
 ہوگا تو آئندہ کی لیے ہوگا۔ لیکن ہماری محیب لبیب اپنی کمال دشمنی سے یہ سمجھ گیا
 کہ گویا لفظ صلوح و وقوع کا مضاف الیہ نہ ہو وہی خلافت تہا سے متنازعہ فیہا مراد ہیں اور غلط
 سمجھ کر اعتراض فرمادیا۔ ثالثاً حضرت مجاہد نے جن کثرت و ان اصول کا الزام لگایا ہے جو جگہ جگہ
 شرعیہ کی بہوئی نفسانی از خود وضع کیے جاوین اور بندہ کہہ رہا ہوں کہ ان ہی اصول موضوعہ کا
 انکار نسبت خلافت تہا سے متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض میں جواب دیتے ہیں کہ ہمارے محیب
 اپنی جہلی قیہ کو فراموش فرما گئی ہیں جو متعلق اثبات اصول کی دیکھ رہی ہیں۔ اور یہ تمام گفتگو
 او سوقت تک ہے کہ ہم جناب محیب کی خاطر سے تسلیم کر لیں کہ از الہ تحفا کا مطلب جو ہماری محیب نے
 سمجھا ہے وہ صحیح ہی اور نہ فی الحقیقت اگر وہ کہہ سکا کہ جو ہماری محیب اس مطلب نے الہ تحفا نام ہے
 نہیں پوچھی مگر رسول اور اہل علم و انصاف سے پوچھیں بندہ نے ہی ابحاث سابقہ میں اس کو مجاہد و
 بیان کیا ہے۔ قولہ معجزہ تا وقتیکہ وہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہوں اور دلائل خارجی سے
 ثابت نہ کیے جائیں یہ کہہ سکتا ہے کہ جن اصول و شروط پر واقع ہوئی ہیں اہل سنت کے نزدیک ہی اہل
 صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہیں مصداقہ علمی مطلوب ہی اقول سبحان اللہ حضرت مجاہد

منظرہ دالی ختم ہی کیوں جناب میر صاحب ذرا سوچ کر فرمائی تو یہی کہ مصداقہ علی المطلب کی کو
 بہتر ہیں اور بیان مصداقہ علی المطلب کیونکہ لازم آتا ہے **قولہ** اور نیز اس تکرار سے بظاہر
 کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تواضع
 کر آجکین کہو لکھ چکی در نہ کسی دوسرے سے پوچھی کہ یہ تکرار ہی یا نہیں پہلے ہی تو فرمائی کہ تکرار کیونکہ
 میں تعجب ہی کہ جناب اپنی تکرارات بیفائدہ نہیں دیکھتی جو کہ بندہ بنظر اغماض رساحت ظلم
 انداز کر آیا ہے نفی خلاف کی مشوری۔ مگر جلالی کی دیکھی فعلیت بہت جناب بائیں۔ جناب امیر کی تکرار
 جو کہیں حضرت میں مشغولی۔ ابتداء درجہ والہ من کیسات بات ہو چھا و جب سر تا یہ سب امور اور
 علامہ اگر بہت سی امور جو اسی ایک صفحہ میں مذکور ہیں قطع نظر تکرارات نام کتاب سے اگر یہ تکرار
 بیفائدہ نہیں تو کیا ہے اب انصاف ہی سوچ کر دیکھی اور فرمائی کہ تکرار بیفائدہ اس کو کہنی ہیں
 جو آپ کے عبارات میں موجود ہے یا اس کو کہتی ہیں جو آپ نے بندہ کی عبارت میں پیدا کیا **قولہ**
 فان لفظان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس خلافت کا ذکر حضرت نے پہلے کیا ہے وہ خلافت راشدہ
 ہیں۔ **اقول** عبارت کا مضمون سمجھنا یہ خاص ایسا ہی حصہ ہی متیک خلافت کا ذکر پہلے
 اس طرح اس عبارت میں کر چکا ہوں (در نہ جبکہ ثبوت خلافت خلفاء راشدہ کتاب اللہ و شہادات اللہ سے
 واقع ہے تو اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں ہے) اور مرکب ذکی و بلیغ اس عبارت کو کچھ
 سمجھ سکتا ہے کہ جو خلافت کتاب اللہ و شہادات اللہ سے ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت
 راشدہ ہونا اپنی اختیار ہے جو چاہا راشدہ کہہ دیا جسکو چاہا امارت سلطنت کہہ دیا کتاب اللہ کی سنی
 نہ اللہ کی عرض نہ یہ مضمون ہمارے مجھے خوب سمجھا لیکن ہم کچھ نئی بات نہیں حضرت مجیب
 انداز کا بڑا ہمیشہ کتاب سنت کے مضامین ایسی کہ سہی چلی آئے ہیں یا بندہ اول بار در
 کسرت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ میں ہی یہ ہی بات ہے **اقول** جو خلافت کہ کتاب اللہ
 اور شہادات اللہ سے ثابت ہو اس کو خلافت راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہمارے مجیب صبیحی منصف کا ہے
 کام ہے پس یہ محض ہمارے جناب مجھے ظن میں ہے نہ واقعہ میں **قولہ** حضرت کا یہ فرمایا

کہ شہادت ائمہ سے خلافت راشدہ ثابت ہے سمجھتے ہیں نہیں آتا کیونکہ خلافت راشدہ امامت و
 لفظ مراد ہیں۔ ائمہ خود خلفاء راشدین ہیں انکی شہادت اپنی سوا کسی خلافت راشدہ پر
 کیا جاسکتی۔ اگر وہ ائمہ ہیں تو خود خلفاء راشدین ہیں اور اگر خلفاء راشدین ہیں تو وہی ائمہ ہیں
 پھر سوائے خلفاء راشدین کے انکی غیر کو ائمہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے **اقول** ہجرت
 ہماری محبت صاحب نے اپنی کمال لیاقت و دقت سے ہی جو دو اعتراض خلط کر کے ذکر فرمائی اول
 متعلق وقوع شہادت اور ثانی متعلق اطلاق لفظ ائمہ ان دونوں اعتراضوں سے اس علم پر بخوبی روشن
 ہو سکتا ہے۔ سچ کہ تاجکباش سید است پائنگاہ علوم۔ پھر شہادت ائمہ سے ثبوت خلافت
 راشدہ کی عدم فہم کی دلیل جو کچھ ارشاد ہوئی وہ اور بھی نور علی نور ہے لہجہ سنی اس تقریر کے افراط
 مختصر گذار میں ہیں اولاً خلافت راشدہ امامت کو (مراد) مراد فرمایا یہ اس پر سنی ہے
 کہ آپ نے بنائے میزان منطق اور تہذیب ہی نہیں دیکھ کر جو حضرت کو مراد کی تعریف معلوم ہوئی
 اور اگر از انجف کے بعض عبارت الیکوشتہ ڈالیں تو واضح ہو کہ بعد تامل وہ آپ کی مفید مدعا نہونگے
 جو کچھ فرماتے ہیں سوچ سمجھ کر فرماتے ہیں۔ ثانیاً کہ یہ مرد و لفظ اصطلاحاً مترادف ہیں لیکن
 کس کے نزدیک اگر شیعہ کے نزدیک مراد ہے تو اس حق پر انکی مسلت حجت نہیں اور اگر اہل حق کے
 نزدیک مراد ہے تو بدائم غلط ہی آخر یہ تو آپ نے ہی سنا ہوگا کہ امام مالک سے امام شافعی سے
 امام غزالی سے امام رازی سے علی العہد مطلق کرتے ہیں اور انکو ہر خلفاء میں سے نہیں سمجھتے اگر آپ
 ایسا ہی مراد سمجھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہی ہر جگہ یہی سمجھتے ہوئے ہیں تو پھر
 ائمہ الکفرین کیا کہیں قرآن کو اگر میں کیجیگا تو پھر انکو خصم کو بیت وعت اور گنجائش ہو جائیگی اور
 آپ تنگ ہو گئے ہمارے آکر ابن بابویہ نے حاصل میں روایت کر کے عز ابی عبد اللہ ۴
 قال ثلثہ یدخلہم الجنة غیر حساب و ثلثہ یدخلہم النار غیر حساب فاما الذین فیہم خلاہم الجنة
 غیر حساب فاما عادل و ناجہ صدق و شیعہ افعی عمرہ فی طاعة اللہ عز و جل و اما النلا
 لہ الامام ابو عبد اللہ سے مراد ہے جو قرآن میں خاص ہیں جو جنت میں حساب و اعلیٰ ذلی اور جن شخص ہیں جو دوزخ میں حساب و اعلیٰ ذلی
 ن پر حساب و اعلیٰ ذلی ہو کر وہ امام عادل اور ناجہ ہوں اور وہ بد اجتناب ہیں اور وہ عورت کرہی اور وہ عیون ۱۷۔

الدین و خلافت امام الثانی حساب فاما متجانس و ناجر کذب و شیخ زمان - تو اس روایت میں ہر
 کو ہی کچھ پتہ نہ ہو مگر یہ کہ نام سے کیا مراد ہے چونکہ اس وقت نقل و روایت سے مقصود اسی قدر ہے پہلی اس حدیث
 نہایت کوفہ میں تھی کہ کسی دوسری وقت پر مقرر کرنا ہوں تھا کہ عملاً انہ کا خلفا راشدین ہونا یہ ہے
 اپنی ہی سمات سے ذکر فرمایا ہے چھت نہیں ہو سکا کیونکہ اس بنا پر اس حدیث میں ہی - رابعا اگر حدیث میں ہے تو یہ
 خلفا و غیر مسلم سے جس سے دریافت کیجیگا آپ کو تھا دیکھا کہ جب خلفا اور انہ باہم متقابل منافقین کے ہیں
 تو انہ سے انہ اہل بیت مراد ہو گئے اور خلفاء سے خلفائے ثانیہ سے خلفا اور انہ باہم متقابل منافقین کے ہیں
 ثابت اگر انہ خود خلفا راشدین ہیں اور خلفا راشدین انہ میں تو ہم کب کہتی ہیں کہ وہ اپنی سوا
 کسی خلافت راشدہ وراثت دیں ہیں بلکہ بعضہم بعض شہادت دیتی ہیں اور اسکو کوئی انہ
 نہیں پس انہ سوائے کسی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے نتیجہ
 آدسا ہے فرمایا کہ اگر وہ انہ میں تو خود خلفا راشدین ہیں الخ نے کچھ مسلم ہی لیکن قبضہ
 محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہے اس سے نفی غیر کی سمجھنا سہرہ غلط ہے پس عبارت حقیر کے
 معنی بلا غبار ظاہرین یا باہم سے اگر جن حضرات کے اسات کی ہم عقیدہ سوا نہیں کی شہادت
 سے خلفائے ثانیہ کی خلافت راشدہ ثابت ہو چکی ہے یا یہ کہ جو متفق علیہم فی الدین ہیں انہ شہادت
 ثابت ہو جائے کہ خلافت تھا ثانیہ راشدہ میں یا یہ کہ وہ انہ جکی خلافت و امامت اپنی زمانہ میں رہے
 متفق علیہ ہیں انہی شہادت ثابت کرتے ہیں کہ خلافت تھا ثانیہ سابقہ خلافتیں راشدہ میں ادا
 سے توجہات میں کچھ خلل نہیں ہے اگر اب بھی آپ یہ نہیں اور ہٹ دہری کریں تو خدا سمجھو
 قولہ اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادت انہ کا جواب بے گناہ چکا ہے **اقول** اس کا جواب
 ان جواب ہی دہین بلا غلط فرمایا **قال النضر الحبیب** - قولہ بخلاف حضرات شیعہ کہ
 کہ انہ اصول ثانیہ باوجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں مسلمہ درجین یا لغویہ ادل یا آخرین لان اشی
 از ثبوت قیام بلو ثانیہ قولہ درم صادرہ علی الخلاف علی اصول اہل بیت بالکل باطل ہے - **اقول** - اصول کہ

نسبت آپکا یہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں دعویٰ بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو تحریر کیا جاتا۔ **بقول العبد الفقیر الی مولائہ** سبحان اللہ ہمارے محبیب حبیب بائیں ہمہ اوداعنا منظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ میں اپنی اصول ثلثہ کی نسبت اپنی خلافت منصب پر دلیل دعویٰ فرماتے ہیں کہ ہماری شرط ثلثہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اور جب مانع ہے اسکی ثبوت کو منع کیا تو اولیٰ اوس سے اسکی منع پر دلیل کے طالب ہوتی ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ہمارا منصب کیا ہے اور اوسکا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو پہچان سکوم کہ دعویٰ کسکو کہتی ہیں اور منع کیا چیز ہی اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہیں پہچان سکتا کہ یہ کچھ ہیں مگر اسات **قولہ** معہذا سوامی عصمت کے دو شرط تھے یعنی فضیلت خلافت و رفیعہ حضرت اہل سنت ہی قائل ہیں اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں تو حضرات ان شرطوں کو کین دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ **اقول** یہ وہی غلطی ہے جو بارہا ہمارے محبیب سے سرزد ہوئی ہے اور ہم متنبہ کر چکے ہیں اور اب بھی ہم متنبہ کرتے ہیں کہ حضرت یہ آپ غلط سمجھی ہوئی ہیں اہل سنت مرکز ان شرط کو شرط نہیں جانتی آپ وجود کو اشتهار سمجھ رہے ہیں جو نشان اس غلطی کا ہی حالانکہ یہاں ہمہ وجود اور شرط میں چون جب اس غلطی سے پہچانی ہوگا **قولہ** یہ کب ہو سکتا ہے کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کی قائل ہوں۔ **اقول** بیشک آپ یہ صحیح درست فرمایا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اسے کسی امر کی باقیام دلائل شرعیہ قائل ہوں اور یہاں تک متحمل شیعہ ہیں کہ انکی پہچان تو حق ہے ہی شرعی ہے و لکن اسے افضل یا شہادت بالاعداء **قولہ** کو خلافت پر کوئی دلیل شرعی قائم **اقول** کیون حضرت اس کی کہتی ہیں پس اپنی پہلی حالت پر آگئی اچھی حضرت کیا آگے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہیں لیکن اس واقعہ میں تو آپ اسکی قطعیت کا اعتراف فرماتے ہیں گو آپ کے اکابر اسکی خلافت ہو چنانچہ اوس موقع پر انشاء اللہ ہم اسکو ثابت کریں گے نہ خلافت براہ میں کیون قابل قبول نہیں اگر ائمہ رضی عنہم نے تقیہ کچھ نہ فرمایا ہو تو حق کے شاد نہ تو تقیہ نہیں یا ہوگا ذرا اوسکو باطل صادق دیکھی اور اپنی علم کی تاویلات کو اسکی ساتھ میزان ان میں

وہ امام خلق و نائب رسول ہے (قیاس کی طرح ہوگا۔ الرسول یوجد فی ہذہ الشرائط
وکل من یوجد فی ہذہ الشرائط ہو امام و نائب عن الرسول ینتج الرسول نائب
عن الرسول اور یہی بدیہی البطمان ہے اور از دم تقویٰ کے جواب میں تو آپ طرح ہی دیکھیں معلوم
ہوتا ہے کہ شاید سمجھ ہی نہیں در نہ اگر ہی نبوت کی معارضہ فاسدہ سے مالتی قولہ اور از دم مصادر
علی المطلوب آپ کی یہی پہلے قول سے ثابت ہے اقول ای جناب گستاخی معاف پہلے آپ
مصابرہ علی المطلوب کے تعریف سے کیجیے اس کی بعد اعتراض کیجیے اس کا کیا علاج کہ آپ یہ بھی نہیں
جانتے کہ مصادرہ علی المطلوب کس کو کہتے ہیں یہ آپ کا عذر کافی نہ ہوگا کہ میں مجھ فارسی ہوں قال
الفتاویٰ الحیب - قولہ - پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف میں بحث منظور تھی
تو ازل صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و فضائل میں بحث شروع کی ہوتی جو آخر منجر بہ بحث اہل
ہوتی - اقول - مجھ کو کسی اختلاف میں خواہ اصل ہو خواہ فروغ بحث کی ضرورت نہ تھی کیونکہ بحث
مناظرہ فریقین موجود ہیں اور ادین ہر قسم کی بحث لاکھ ہے منصف و حق کے طالب کے لیے کافی ہے
صرف بیاسی خاطر غرض عنایت فرمائی دلی جنکا حال شروع میں تحریر ہوا ہے الی اللہ کیا اور کچھ کہنا چاہتا تھا
جائے محض ذکر خاطر سے ہوگا میقول العبد الفقیر الی مولانا الغفر - ای جناب - آپ
اصل نہ سوال ہی نہیں سمجھ آئے اپنی سوال میں تجسیر فرمایا ہے (فرقہ اہل سنت و جماعت
و شیعہ اثنا عشریہ میں اگرچہ اصولاً فروغاً بہت سے اختلاف ہیں مگر بہت بڑی مخالفت از اختلاف
میں ہے) تو اس میں میں جناب نے گویا فرمایا ہے کہ علت تخصیص با بحث مسئلہ خلافت کے
اوس کی اہمیت ہے بندہ نے اوس پر یہ عرض کیا کہ اگر یہی علت ہے تو اصل سے نزاع معلوم
صحابہ ہی اس پر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی بندہ نے کب آپ کی ضرورت کا اثبات کیا
جو آپ نے اوس سے تیسری بحث فرمائی شروع کی اور منہر مانا کہ اصلی غرض خبر سوال سے باہر
خاطر غرض عنایت فرمائی دلی تھی لیکن یہ تو جناب نے تحریر نہیں فرمایا کہ اصل فرمائش از کون ہے
ہی مسئلہ امت میں ہے سوال کہ جس پر بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس کا مدعا یہ ہے کہ کسی

سلمہ میں بحث شروع ہو جاتی کیونکہ وہ خود چند ان اس ملک سے واقف نہیں تھے لیکن یہ تفسیر
 چنانچہ بطور خود مناسب سمجھ کر فرمائی سو یہ حضرت درپاس خاطر عزیز کا بھی بجا نہیں **قول**
 پہلے گذارش ہو اگر اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے نہ محض فضائل بعض صحابہ **اقول**
 اوس جگہ یہ بھی عرض ہو چکا ہے کہ اس اصل کے اصل بھرہ ہی سالمہ صحابہ ہے کیونکہ اُنکی تافہ تہ
 اور ہم ماخذ تہ باعتبار ان اوصاف کے ہے جنہیں فریقین اہلسنت و تہجد یا ہم مختلف ہیں -
قول حضرت نے یہاں محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جائے کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل
 و ایمان میں گفتگو کر رہی ہیں عا شا و کلا یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کے فضائل کے مستحق ہوں
 یا کل کے ایمان میں کلام ہو بلکہ بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت بہت گفتگو ہے - اور یہ صرف اہل حق
 ہے نہیں کہ ہر بلکہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ پہلی ثابت کیا گیا ہے کہ کل صحابہ کے
 فضائل کے یہ حضرات ہی قائل نہیں - **اقول** شروع سالہ میں کس قدر تفصیل کے ساتھ
 بیان کیا جا چکا ہے کہ علمائے شیعہ کل صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے یا بعض کے اور کونسی ثابت
 کیا گیا ہے کہ حضرات شیعہ علی مخصوص ہمارے مجیب کو نام صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے کیونکہ
 اکثر نزدیک معصیت خلاف کرتے ہیں اور صحابہ میں سے بالاتفاق کوئی معصوم نہیں اور حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے سماک بن خرشدہ یوم احد جبکہ سے قرار کر چکی اور بعد انتقال حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرتد ہو چکے تو فرمایا
 وہ کون سی صحابہ ہیں جنکا ایمان اور فضائل و محامد مسلمین اور بغرض محال اگر پانچ چار بلکہ دس تیس ہیں
 ہوئی تو انہوں کے شمار میں کس قدر او میں محسوب ہوں گا باقی اہل سنت کی نسبت یہ الزام کردہ ہے کہ کل
 صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض وہ کہ وہی اور اقرار ہے اہلسنت کے نزدیک تو کوئی ولی امت ہے
 صحابی کے رتبہ کو ہی نہیں پہنچ سکتا مگر یہ بھی عصمت صحابہ مسلم نہیں ہے بہت بلکہ اہلسنت
 صحابہ کی خطایا اور کج مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا اہلسنت کو باوجودیکہ انکی فضائل کا
 اعتراف ہے انکی عصمت مسلم نہیں تو انکو یہ روایات کچھ مضربین **قول** فضائل اکبریت بعض

ایک خانہ المحدثین صاحب خیانت و شر افساد پیشہ و مردودان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں۔

اقول بحول اللہ و قوتہ اسکا مفصل جواب اباحت سابقہ میں جبکہ ہماری حضرت محبت بڑی

شہ و مدہ سے یہ اعتراض فرمایا ہے کہ تحریر ہو چکا ہے حاجت تکرار و اعادہ نہیں مگر اس قدر گذارش ہے کہ اگر

بالفرض یہ کلمات الزام نہیں لکھی تاہم یہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الہی لکھتی ہیں محض اسکا

انتقاد اور بہتان ہے۔ **قولہ** ان اگر ان امور میں خلفائے ثلاثہ کی بابت تحریر فرمائی تو مضائقہ نہ تھا

کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہیں یہ ہم **اقول** اگر آپ کو ادو علمائے شیعہ کو صرف خلفائے ثلاثہ رضاکر

فضائل و ایمان میں گفتگو ہوتی تو بیشک کچھ بے مضائقہ نہ تھا کہ خلفائے ثلاثہ کے ہی بابت تحریر کیجئے

لیکن آپ کو تو حسب روایات کافی فیغیر سواری چند چہار یا چھ صحابہ کے سب سے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے

مجنہد آپ ہی اگر سواری خلفائے ثلاثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ سیم فرمائی ہیں تو ہم صرف

معاہدہ خلفائے ثلاثہ سے پیش کرینگے اور جبکہ آپ کو ہزاروں بلکہ لاکھوں صحابہ کے فضائل و ایمان میں کلام ہو

تو ہر خصوصیت خلفائے ثلاثہ بالکل بجا ہوگی اسوقت عام طور پر بحث ہوگی جس میں خلفائے ثلاثہ ہی دخل

ہوگا باقی رہے یہ کہ اہلسنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضیلت کے قائل نہیں محض کذب و افتراء ہے

نشا اس غلطی کا یہ ہے کہ فضائل کے مدعو عصمت تصور کر رہا ہے اور یہ سراسر غلط ہے **قولہ**

و نیز یہ بحث ہی اگر قول کے موافق بالاتر منہج بحث امامت ہے ہوتی سو خیر میں ہی اہل ہی شروع کر دی

اب آپ کا اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کچھ ہے آپ کچھ سمجھ رہے ہیں سوال اہل اسلام

جواب اولیساں۔ تاہم جو کچھ سو آپ نے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت بدایت کے موافق ہو یا مخالفت

آپ نے بہت اچھا کیا۔ آفرین اور حبا اصل غرض میں یہ ہے کہ علت کچھ بیان کی اور بحث کچھ شروع کی

تو شاید نیز ہم خود اس خاص بحث میں و توفیق کچھ زیادہ ہوگا ورنہ ہمارے طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع

کبھی ہم خود کیا دعویٰ کریں جناب کو خود موم ہو رہیگا۔ **قال** اللہ منہج الحبيب

قولہ۔ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت میں زیادہ دعویٰ ہے اور اسکی بحث پر توفیق

دانتا ہوگا اسلیٰ ازل اسکی کو چیرا۔ اقول۔ ہر مسئلہ مختلف فیہ میں دعویٰ اور نفی و اعتقاد ہر کسی
 مسئلہ کی خصوصیت نہیں۔ یہ قول الغیب الفقیر الی مولانا الغنی۔ حضرت مجتبیٰ
 دعویٰ اور نفی و اعتقاد کا حال سیفہ راجحانہ گزشتہ میں اہل انصاف و دوستی پر مشکاف ہو چکا ہے
 اور ہر مسئلہ امیدہ کہل جا گیا لیکن یہ بھی ہے کہ باوجود محض فاسد خوانی کے یہ اعتقاد و نفی
 کس راہ سے آیا اور مرتبہ حق اہل حق کا کیونکر حاصل ہو سکتا ہے جب تک مجتہد کو دیکھنی میں اس کے
 تو صرف یہ تسلیم ہو جائے کہ ہر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ بعض
 اوقات میں آدمی کو غلطی پر بھی اعتقاد اور نفی ہو جاتا ہوگا جیسے بعض بیوقوفانہ آپر ایک پوچھنا
 تصور کر لیں میں اور بعض جاہل اپنی زعم میں عالم میں بھی ہیں آخر آپ کو تسلیم ہوگا کہ علیٰ غلہ ایک
 قسم بقیں کا جہل مرکب ہی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا نام ہے۔ قول
 مگر چونکہ اس بناء میں پہلی سے گفتگو تھی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہ بھی تسلیم ہوتا
 اسلیٰ کہ چیرا گیا اقول یہی عذر جانا ہے اسے تحریر میں نہ لایا اگر اصل میں
 اسکو ظاہر فرماتے تو کچھ گفتگو نہ تھی۔ باقی اہمیت متنازعہ نہیں اس مسئلہ کے تو آپ ثابت کر کے
 منکر اور کچھ ثابت فرمایا وہ مفید مدعا نہیں تو محض اہمیت مسئلہ میں جبکہ دعویٰ اس
 عبارت میں کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ قال الفاضل المحیب
 قولہ۔ پس چاروں شرط منظور کر کے گذارن کرتے ہیں۔ جناب مخاطب مدعی میں کہ شرط ثانیہ
 یعنی نفس عصمت و فضیلت و دلائل عقیدہ و فقیہیہ سے ثابت ہن تو اوّل جناب کو لازم ہے کہ تعریف
 است کی فرادین اور بعد اسکی شرط ثانیہ میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو دلائل ثانیہ
 سے ثابت فرادین۔ اقول۔ آپ کی اس غیایت کا شکریہ ادا کرنا ہوں یہ قول الغیب الفقیر
 الی مولانا حضرت تسلیم قولہ محب کو امید ہے کہ بفضل الہی آپ اس مسئلہ سے شرط
 کی تعریف بخوبی جانتی ہوں مگر بخیال میری اس قول (اور اپنی اصول خلافت جو کہ ہیں) پہلے
 آپ کی تعریف سے شرط ثانیہ کی منقلب کرنے کے لیے ایسا مجتہد فرمایا اقول میں جانتا ہوں

خواہ نہیں جانتا آپ سے دریافت کر نہیں کیا حرج ہی اگر میں جانتا ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ آپ
 اسکی موافق ہی ہوں مہربانہ آجکو جمیع مسائل میں وثوق واعتماد ہی اور حق الیقین کا تہ
 حاصل کر لیا ہے تو محض پوچھنی ہی پر منقلب کرنے کی ڈر سے کیوں گہم رانی میں اور آپ ندید
 موزہ کشیدہ کیوں ہوئی جاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ یہاں تو منبہ کہ علم کی ایسی معتقد ہو کر
 کہ یہ امر خود بخود تسلیم کر لیا کہ میں امامت اور اسکی شیراز کی تعریف بخوبی جانتا ہوں چکا اور سب سے
 فروم میں ہونے پر مبنی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے وہ ان کیوں اس پر ناخوش
 ہوئی کہ میری جانتی کو یہی بے علمی سے تعبیر کیا **قولہ** اخوس کہ جانب میری عرض قبول
 نقرانی میں آئی است کی تفصیل سبب چشم کرتا ہوں متوجہ ہو جی۔ **اقول** جانب کا ارشاد
 ہر موقع بے محل تھا اسلیں کہ دعویٰ ہو کر اپنی مدعا کی اثبات سے گریز اعراض کرنا اور دوسرے
 مطالبہ اثبات معتقد اہم کرنا بے محل است اسلیں جانب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جانب باخبر
 احب سے سبکدوش ہو جائیگی اور اپنی دعویٰ کو ختم بر ثابت فرما دینگے تو ہستہ اسوقت جانب
 تحقیق سبب دلیل ہو گا ورنہ خطر القیاد۔ باقی رہا منبہ کی گزارش قبول فرمانا گو جانب نے
 اپنا ذمہ ہی وجوب سے بزم خود فارغ کیا ہو اور نے تحقیقت سمجھ کر یا نہوا سکنا منہ منون
 عنایات ہے **قولہ** امامت کی تعریف یہ ہے دین دنیا کے جمیع امور میں نیابت پیغمبر سے
 کل امت کا مقتدا و پیشوا ہونا عصمت ایسی حالت سے مراد ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لطف
 و عنایات سے کسی شخص میں ثابت ہو کہ اس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کریم ہی و گناہ
 کی خواہش و رغبت اس شخص سے منتفی ہو جاوی۔ نص سے یہ غرض ہے کہ خدا اور رسول سے صفا
 حکم اسکی امامت کو ثابت صادر ہو۔ افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جکا امام موصوفہ
 حمیدہ و اخلاق ستودہ میں اس **اقول** یہ تعریفات جوہ جہ محل بحث میں اولاً
 یہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہے یہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہے یا لفظی یہ تعریف نہ
 ہے یا اصطلاحاً اگر اول سے تو بے محل اندیز غلط کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہ معنی پائی

ہی نہیں جانتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرع یا غیر شرع اگر غیر شرع ہو تو قابل انتفات نہیں
 اور اگر اصطلاح شرع ہو تو لسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہو ورنہ دعویٰ بے دلیل کب
 قابل سماعت ہو کہو تو فتح موارد کلام شارع سے جس مواقع میں یہ لفظ بلا قرینہ اطلاق کیا گیا ہو
 جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونی کے ہو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حد اپنی محسوس ہو
 منطبق نہیں کیونکہ جامع نہیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا۔
 اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اور یہ انبیاء کا رب میں ارشاد فرمایا۔ وَجَعَلْنَاکُمْ اُمَّةً یُّعْذِرُکُمْ
 اور یہی ذکر انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کر صحیح نہیں ہے۔ تاہم اسکا کہ یہ اصطلاح
 شرعی اور حقیقت شرعیہ ہی تو جب جگہ بلا قرینہ صادق اسکا اطلاق ہوگا یہ ہی معنی مراد ہوگی
 تو یہ کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہیں انتی اور جو کچھ امام علیہ السلام نے نسبت یحییٰ فرمایا
 ہا امان عادلان اوہین کیوں سننی حقیقی شرعی مراد ہیں لہٰذا اسکو اس طرح تاویلات بعید
 اور عقل فرمائے ہیں۔ تاہم یہ تعریف انہی ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف ان انبیاء پر ہی جاری
 آتی ہے جو کسی رسول کے بعد اسکی شریعت کے احبار کے واسطے جدا اللہ سے ہوا بیعت ہوئی حالانکہ انبیاء
 اس اصطلاح کے انکوائام اور خلیفہ راشد نہیں کہتے۔ رابعاً عصمت کو تعریف حالت کے ساتھ کیا
 ہے کہ جب تک نبوت پر نسبت لگے میں اسکی سبب سے عصمت کی غیبت منتفی ہو جائے اور یہ غلط ہے کیونکہ علم
 مسنین میں بھی بعض اوقات یہ حال اجابت آہی رہا ہو جاتی ہے کہ غیبت عصمت اوس
 حالت میں منتفی ہو جاتی ہے اور اسکا انکار مکارہ ہے حالانکہ آپ اسکو عصمت نہیں فرماتی
 اور تعریف عصمت اس پر صادق آتی ہے ان اگر ملک کے ساتھ تعریف کیجئے تو شاید صحیح ہوئی
 کہ اوس میں سنی مسیح کے ہیں اور حالت میں یعنی تغیر و تبدل کے۔ خامساً لفظ خواہش و رغبت سے
 یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدو ن رغبت کے مثلاً یہ ہونا اسکی کی حالت میں صدور عصمت جائز ہے
 حالانکہ آپ اسکو قابل نہیں ہیں۔ سادساً تقیہ کی آڑ میں تو حضرات نے کہا یہ بلکہ کفر و شرک تک

ہی انہر پر ثابت کر دیا جو خواہش و غیبت کرتے ہیں کیونکہ تقیہ حسب تعریف قوم و بھی موافقت حاصل کر لیا
 فیما بین یوں یہ یہی تو پھر عصمت کس کا نام ہے۔ سب بے افضلیت کی تعریف میں تو ہمارے محبت سے
 رہا سہا اپنا تمام علم ہی شرح کر ڈالا اسی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنی معرفت پر محمول تو فرمایا گیا اور پھر
 ذرا یہ بھی قائل فرما کر دیکھ لیں کہ جو یہی کہ دو در صرح لازم آتا ہے یا آپکا وہ ہی مصداقہ علی المصطلوب و بعد
 اس مرحلہ کے یہ بھی تحقیق کیجیگا کہ نبی افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر ہے اور ہر ایک
 بالغض ہے یا نہ اکثر ثواب اور قرب من اللہ تعالیٰ ہے پر ہے اور غیر مدح الالباب الشریع بعد ان سب کے
 اپنی تعریف صحیح فرما کر دینے جواب کیجیگا کہ چونکہ خوف طوالت تھا اس لیے مختصر اعتراضات بہت داخل ہونا
 فی بعض عنین کر دیے۔ **فقیر** کہہ اور ان ہر تہہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ ائمہ گذارش کر فرمے ہیں
 کہ جب امت ثانی مرتبہ نبوت ہے اور نیابت بھی ہے مراد ہی پس جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہیں
 وہی یہی ہے یا کچھ تغیر ہے عصمت ائمہ پر دال ہو کر اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کا آپ قائل ہیں ہونگے
 افضلیت خلفاء کی آپ معتقد ہیں نص کے باب میں ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہلسنت نص کے
 علی الاطلاق مستکر نہیں ہیں اس صورت میں ہمارے ہر تہہ شرائط کے دلائل کے بیان کر نیکی جنہاں ضرورت
 نہ تھی مگر چونکہ آپ نے پاس خاطر یہ بحث منظور فرمائی ہے اس لیے یہی رعایت ہمارے ہی ضرور ہے اقول
 یہ تقریر بقریب بالکل تمام ملکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ مذکور
 تو اس کی شرح کرنے چاہیے اور اس کا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت ہی مراد ہے اور جبکہ (نیابت
 ہی مراد ہے)۔ مع عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہونگے
 وہی یہی عصمت ائمہ پر دال ہونگے اس سے غلط ہے کیونکہ اس کا مدار اس پر ہے کہ اصل میں جبکہ اوصاف
 ہونگے وہی فرع میں ہی ہونگے حالانکہ یہ بدلتے غلط ہے ان اگر فیما بین اوصاف اصل و نائب ہے
 فرماتے تو تصافق نہ تھا اور اگر یہ مراد ہے کہ بعض اوصاف اصل نائب میں ہونگے تو قطع نظر تر جمہ
 مرجع یہ کہ آپکا قیاس غلط اور بطل ہوگا۔ عصمت انبیاء کا میں قائل ہوں اور اس امت کو احیاء شریعت کے

اور اجرائی مشائروں میں غیبت نبوت اعتقاد کرنا ہوں لیکن اگر وجودِ اہل اوصاف نبوت کو
 بنی کے ساتھ مختص سمجھنا ہوں اور اوصاف امام کو اس کے ساتھ۔ اور عصمت کو انم نبوت سے پہلے
 پس نبوت عصمت کے پیش امام میں بجا ہی دلائل کے است کو صرف غیبت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا
 محض چار عجیب کے ناجائز تفسید ہے کہ ان کو یہ ہی غلط فہمی تسمیہ ثالث وغیرہ کو یہی سدا رہ حق ہو
 دو مجالس المؤمنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی میں فرماتے ہیں زیرا کہ امام قائم مقام نبوت و جمیع امور
 کو در اسم نبوت از دل وحی اور اگر نادرہ متبع کیا جاوی تو نزول وحی کا بھی مختصات نبوت سے ہونا
 باطل ہوگا اپنی امام کلینی کے حدیث ملاحظہ فرمائیے عن السیاحۃ علی بن علی طالب الکاتب عن محمد بن
 وهواللذی یرسل الله الیہ الملائکۃ فی کلام صوته ولا یرى الصوۃ عن شخضہ اور کہنا یہ
 محتوم کجا یم الذیاب و یصح فاطمہ اگر بطور وحی کے نازل نہیں و کی تو کیونکر آتی۔ بہر کیف معلوم ہوا ہے کہ
 شاید خصو صیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد اور پیدائش سے نکاح کا ہونا وغیرہ
 مختص بنسب عوام کی ہیں نہ نسبت اللہ کے اور اس میں اصل پر اور اگر اہل غفلت کی ہر قسم کی خیال
 حق کے اور اپنی مسلمات سے خصم کو الرام دیا یہ آپ عیسیٰ مناظرہ دان ہی کا کام ہے عسلا وہ کہ یہ
 محض قیاس ہے جس کو آپ فرما میں بھی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو معلوم نہیں کہ ایسی کیا مجبور ہیں
 کہ جسکو بدلت اصل عقائد میں اسکو تسلیم کر کے استدلال قرار دیا۔ معہذا ابیدہ دلائل آگے دے گا کہ کیونکر نسبت
 ہوگی کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار اوصاف کے دار کی ہیں کہ یہ
 انبیاء کی عصمت صرف زائد نبوت میں تسلیم کے گھر میں اور عصمت معتقد علیہا ساری جسکو آپ انبیاء
 در پی میں وہ ہی جو صفات و کلمات سے سہواً و عجزاً از جہد تا لحد ہو و جس پر عامر آپ یہ دلائل دراز
 میں خصم پر ادنیٰ حجت لانا بالکل لغو اور باطل ہے۔ پس میرا انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا اللہ کے
 عصمت کو تسلیم نہیں اور آپ کا قیاس مع الفارق اور غلط ہے۔ باقی رہا ہفتہ مضامین
 ۱۔ امام سہروردی جو حضرت علی ہمدانی سے تہذیب اور محدث وہ ہوتا ہے کہ کبھی لڑتے تھے ازبشتہ بیچو وہ اس کو بچا
 کہ اور اسکی آواز سن کر اور صورت کیجیو ۱۱

ثبوت میں صرف میری اعتقاد و فضیلت کو جو خلفاء کے نسبت ہر کافئی سمجھنا اور میری اس قول کو
مکتفی خیال کرنا کہ اہل سنت علم الاطلاق نص کے منکر نہیں وہ بدیہی غلط ہے جو اوس نے طلبہ ہی نہیں
اور ہماری علامہ مجیب گذشتہ اجابت میں بہت جگہ لکھا ہے اور ہم متنبہ کر چکی ہیں اب اس
تقریر میں صاف واضح ہو گیا کہ ہماری مجیب بسبب کو ہر تہہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنے کی کس قدر
ضرورت تھی لیکن کیا کریں ہماری پاس خاطر کے رعایت لابد میری پہلی جواب کوئی دلیل ہم
نہ پہنچی تو امام رازی کے ہر مؤلفین پناہ لی کا چین مناص۔ **قولہ** لہذا گواہی ہے کہ اگرچہ
دلائل عقلیہ و نقلیہ عصمت امام پیشوا میں اور نہیں ہے بہت سی ہماری علماء کرام نے کتب مبوطہ
کلامیہ میں تحریر فرماتے ہیں مگر بیان صرف اس قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ آپ کی محققین فحاشی نے ہر اذکار
لکھا ہے تاکہ آپ کو پہنچے اعتراض نہ ہو۔ بہت خواہی کہ شوہر فہم تو عاجز و سخن بدی مند بکار قول
پیران کہیں ہر خصم از سخن تو چون نگردد دلزدہ اور اب سخنہاں خودش لہزم کن۔ **۱۰ قول**
اسی حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجیب کے اشبدیز انصاف کو دیکھنا چاہی کہ اس میں ان
میں کس قدر طریق عدل ہے منحرف ہے کہ بحث اثبات عصمت ائمہ از مہد تا مہد میں دلائل عصمت
انبیاء کے جو زمانہ نبوت میں ہے تسلیم کی گئی ہے پیش فرماتے ہیں اسکا نقص محبتاً گذشتہ
قول کے تحت میں عرض کر چکا ہوں اور انشا اللہ تعالیٰ ہر دلیل کے ساتھ اس پر جرح قدح
کر کے اوس خط پر متنبہ کر دینا کہ جو ہماری مجیب اور اذکار ہم نہیں کو واقع ہوئی ہے پہر یا انہیں
خوبیا کس ناز و افتخار سے رباعی زیب جواب فرماتے ہیں۔ **قولہ** پوشیدہ نہ رہی کہ امام
فخر الدین رازی صاحب نے سولہ دلائل عصمت انبیاء و ائمہ پر قائم کی ہیں کہ وہ سب بغیر
عصمت ائمہ ثلاثین جاری ہیں بنظر اخضار و ہمیں میری بعض لکھ جاتے ہیں حضرت مجیب
تفسیر پر ملاحظہ فرمائیں۔ امام صاحب موصوف سورہ بقرہ اول رکوع ۴۴ میں ذیل
قرآن کے قائل ہیں انہیں عصمت انبیاء و ائمہ اختلاف نہ اس کے ذکر کر بعد فرماتے ہیں انہیں
عندنا ان لم یصد عنہم الذنبا الذین الذین البکیرۃ ولا الصغیرۃ یدل علی وجہ احدی الیہ الذین

غم کہ تو اتنی درجۂ منہ صاۃ الامت مظلک خید جاؤ نہ بیان اللزۃ از درجۃ الایضیا کانت
 نہ غایت لال و شرف و کل من یکن كذلك کا قصد مراد اللزۃ عنہ الخش الا توی الی قولہ
 یا ساما الی منوات متکن بباحثہ منیۃ لیا عاف لہا العذاب صغیفین والمحصن رحم وغیر
 ید و حد العبد نصف حد الحر ما اقل لا یخیر انک فی البی اقل جلال من الامت و ذلک
 بالاجماع انتہی۔ آپ ہی غور فرمایا کہ یہ دلیل بعینہ عصمت ام میں ہی جاری ہے کہ ائمہ کے
 درجہ ہی بہایت شرف و جلال میں ہیں پس ای گناہ کا صادر ہونا ہی فحش ہوگا اور یہ
 بات کہ ائمہ کی استسما کہ درجہ ہونا جائز نہیں ہے افضلیت کی بحث سے ظاہر ہے چنانچہ
 اسکا بیان یہی آگے آئیگا آپ افضلیت خاطر کی معتقد ہیں۔ **اقول** یہ دلیل جو ائمہ
 رازی نے عصمت انبیاء میں وارد کی ہے کثیر علیہ عصمت ائمہ کو مثبت نہیں ہو سکتی ہے
 لہذا جو وجہ محل بحث ہے آدلا ظاہر ہے کہ ائمہ مطہرین انبیاء اور داخل افراد است ہیں انبیاء نہیں
 جو جلال و شرف انبیاء کو محصل ہے ائمہ کو ہوگا کیونکہ بالاجماع مرہبی اپنی تمام است سے اہل
 و اشرف ہے ائمہ اگر جلال و شرف کی کسی مرتبہ میں واقع ہوں تمام افراد است سے خارج ہیں
 ہو سکتے اور انبیاء کی جلال و شرف کو نہیں ہو سکتی تو صدور معصیت اگر منافی ہے تو اس
 غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافی ہے جو صرف انبیاء ہی کو محصل ہے اور افراد است کو محصل
 نہیں ہو سکتا افراد است میں ہے اگر کسی کو کوئی شرف و جلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کا جلال
 و شرف بہ ائمہ ہوگا تو صدور معصیت کو بھی منافی ہوگا پس در صورت صدور معصیت مستلزم
 کو کسی استیلا کو ہوگا اس میں کیا مخالفت ہے کہ است میں کافر و اعلیٰ فرد ساقط ہو جائے۔ تاہنا افراد
 است میں ہے ائمہ سی لیکر عدول صلی دامت تک جس قدر افراد و اصناف میں سب کو اپنی مرتبہ
 کو موافق جلال و شرف محصل ہے صی مقبولین غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں بلکہ اصیاء
 مثل ابوبال غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں ازواج مطہرات میں آپر نزدیک حضرت
 ام سلمہ سے غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں الہیت سواہی ائمہ خصوصاً حضرت

نہ غایت لال و شرف و کل من یکن كذلك کا قصد مراد اللزۃ عنہ الخش الا توی الی قولہ

فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تطہیر میں بھی داخل ہیں ثنائیت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں
 تابعین اہم احسان ثنائیت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں علی بن ابی طالب و محمد بن قحط
 خیار میں صدیقین و شکوکین خصوصاً حکمرانان میں ہر دو لاکھم لاکھ قطعاً انوار اللہ علیہ غایت درجہ
 شرف و جلال میں واقع ہیں سلاوہ ان کے نائب صاحب الزمان جو ہنگام عنیت کا رکن ہیں
 جس پر تمام دین کا دار و مدار ہوگا ثنائیت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں اگر شرف و جلال
 مطلق مستلزم عصمت ہیں تو تمام مذکورین معصوم ہونگے۔ ول یقل بہ احدہما اور اگر شرف خاص ہے
 تو وہ فقط انبیاء کا شرف و جلال ہے جو ثنائیت اعلیٰ درجہ کا ہے ائمہ کی شرف و جلال کا مستلزم نہیں
 دوسری دلیل سے ثابت فرمائی۔ و در خط الخطا ثنائی بنی کا امت سے شرف و اجل
 و اعلیٰ و افضل ہونا اور اقل حالانہ ہونا امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود
 افراد امت میں داخل ہیں آپ ان کا اس طرح اجل و اشرف ہونا بھی بالاجماع ثابت کیجیے
 ورنہ اس دلیل سے ہاتھ دھو لیجیے اور ائمہ کو قیاساً علی الانبیاء امت سے افضل کہنا ہماری
 عجیب جیسے ہمہ دان کا کام ہے ورنہ تھے حقیقت یہ تفضیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال ہے
 تفضیل اس اجمال کے یہ ہے کہ ائمہ احاد امت میں داخل ہیں پس اگر تمام امت سے افضل ہونگے
 تو اپنی نفس سے بھی افضل ہونگے اور یہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال ہے و ہو فضل الشی علی نفسہ
 فضلیت ائمہ قیاساً علی الانبیاء و باطل ہوئے اور اگر ائمہ سے مراد اعدائے انفسہم ہی تو پھر انبیاء پر
 قیاس کرنا بدیہی البطلان ہے اور تمام دلیل لغو۔ راجعاً آپ ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم
 کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہتی ہیں کہ جو علت عصمت انبیاء ہے وہ بسینہ ائمہ میں بھی پائی جاتی ہے یعنی
 جیسے انبیاء غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں اس طرح ائمہ بھی واقع ہیں اور نہ طرح انبیاء کا
 امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ائمہ کا بھی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں تو بوجہ اشتراک
 اس علت کے جیسے انبیاء معصوم ہیں ائمہ بھی معصوم ہونگے اور یہ صریح قیاس ہے کیونکہ انہما سے کم

ہے اگر یہ لوگ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہو جاتے۔

تعریف صاحب معالم الاصول نے یہ کی ہے۔ القیاس هو الحكم على معلوم عقل الحكم الثابت معلوم
 اخر لا يستلزم الكمال في العلة اور یہ تعریف بذاتہ اس کے صادق آتی ہے اب ہم اس کی صحت کو
 دیکھتے ہیں غامضی کہ یہ علت منصوصہ تو نہیں ہے۔ تو مستنبط ہوئی ہے اگر آپ معالم الاصول
 وغیرہ کتب اصول دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ وہ قیاس جس کو علت مستنبطہ ہو آگئی نزدیکی بالاجماع
 باطل ہے معالم الاصول میں مذکور ہے۔ والمشتراك جامعاً وعلتاً وہی اما مستطلا و مصغرة
 وقد اطلق اصحابنا على اصح العلى المستطلة الا من استدوا بحكم اجماعهم في غير واحد منهم
 وتواتر الاخبار بانكاره عن اهل البيت والجملة فمنعوا عن ضرب من الاستدلال المذكور بالقرائن
 سمی تسلیم کیا کہ علت منصوصہ ہے ہوئی تاہم ستائز مجوزہ عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ
 اب اعتقادات میں خفیات کو دخل نہیں ہے پس یہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ میں بالکل
 کافی ہوئی۔ خامساً وصف جلال و شرف جو انبیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی معلول
 کسی علت کا ہی اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت ہی ستائز عصمت
 اور ظاہر ہے کہ وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت واقع ہے ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے تو یہ فیما بین
 ہی لغو ہوا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع میں مشترک ہی نہیں ساداً حکم علی المشتق
 باخذہ دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر حکم اصل و اشرف ہونی کا کیا گیا ہی تو دلیل ہے کہ اس
 حکم کے علت نبوت واقع ہے۔ یعنی یہ شرف و جلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اس کی علت نبوت
 اور بظاہر خداوند تعالیٰ شاہ ہے اور یہ حکم جبکہ معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہو گا
 اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اس کا لازم المعنی عصمت وہ بھی زمانہ نبوت پر مقصور ہو گی
 پس اگر بفرض محال یہ دلیل عصمت ائمہ میں جاری ہو تو ہماری محبت کے وعدہ کو نسبت ہونگی کیونکہ
 ۱۔ قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہی مثل حکم دوسری امر معلوم کے سبب ہے کہ وہ زمانہ نبوت پر مشترک میں
 ۲۔ انما مشترک کو علت اور جامع کہتے ہیں اور علت یا مستنبطہ ہے جو باسناد جاری اصحاب پر مشتمل ہے
 ۳۔ سبب بھی میں کہ مستنبطہ عمل مع جو اس میں لوگوں نے آمین اے یا میں کیا ہے اور اس میں سبب ہے کہ انکار تواتر ثابت ہے
 ۴۔ اس کے ساتھ مرویات دین کے ہے۔ ۱۲۔

یعنی اثبات عصمت از جهت تالیف ہی اور اس دلیل سے غایت سے غایت یہ ثابت ہوگا کہ ائمہ زمانہ اہل
میں مخصوص ہیں و این نہ امن ذاک - چنانکہ اس دلیل کا اس پر یہی کہ اگر انہیں سے عصمت صحابہ
ہوگی تو انہیں با انہیہ جلال و شرف عصمت است سے اقل درجہ ہو گئی اور ظاہر یہی کہ اسکا بیان
اوسی وقت ممکن ہے جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہیں تو امت کہاں ہوگی کیونکہ امت بعد
بعثت ہوگی اور جب امت انہی تو اقل درجہ ہونا و صورت صد و مصیبت لازم نہ آیا و عصمت
قبل نبوت ثابت انہی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامت کیونکہ ثابت ہوگی پس ہماری حضرت
محیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرماوین کہ یہ دلیل عصمت ائمہ میں کیونکہ جاری ہو سکتی ہے۔
قولہ پیرام صاحب موصوف فرماتے ہیں تائیداً از بقولہ را قدامہ علی الفسق وجب
الان يكون مقبولاً بشهادة يقول كما ارجاءكم فاسق ببناء تقيينوا لكن مقبول الشهادة و
الامكان اقل جالاً من عدول الامم وكيف لا نقول ذلك وانما معنى النبوة والرسالة الا
ان يشهد على الله تعالى شرح هذا الحكم وذاك واليضاً فهو يوم القيمة شاهد على الكل يقول كما لا يكون
شهادة على الناس فيكون الرسول عليه السلام شهيذاً - چونکہ امام ہی احکام شریعت بیان فرمایا
اور شہادت دیتا ہے کہ خدا و رسول نے یہ حکم امت کے یہی مشروع کیا ہے پس یہ دلیل ہے عصمت
امت میں جاری ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالہ الخفا میں قول خلیفہ کو دین میں
نجات اور خلافت کے حیرت کا مخلص فرماتے ہیں چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم میں یہ عبارت
رج ہر صفحہ ہم مطبوعہ مطبع ندکور کے آخر میں شروع ہوئی ہے۔ و از لوازم خلافت خاصہ است
قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بان معنی کہ تقیید علوم مسلمین اور صحیح باشد زیر کہ این
لوازم اجتہاد است و در خلافت عامہ بیان آن گذشت نہ بان معنی کہ خلیفہ نے قصہ بے اعتماد و
غرت واجب الطاعت باشد زیر کہ این معنی غیر یہی را میں نیست بلکہ مراد اینجا منہدی است میں
یقین تفصیل این صورت است کہ آنحضرت ۴۰ سالہ فرمودہ باشد بعضی امور را بطریق خصوص
ام پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم میشود متابعت اہل بیت و آنحضرت ۱۲ مقرر فرمایا

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آجین است و خلفہ شد این منیاید کہ قول بدین ثابت را در زانفس مقدم
 سافت پرتوال معتبرین بجز قول سید القدر من سعود را در قرأت و نقد و قول ابی بن کعب و دیگران
 بر قول دیگران و قول اہل بیہ را رد و یک اختلاف است بر قول دیگران انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عزوجل
 را پسندید کہ بعد تحمیر اختلاف طایر را چاہد است در بعض مسائل بحیرت و تذکرانست کہ
 انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہننا و مودہ و غلبہ آن حیرت برای ایشان معین فرماید و درین باب مجتہد
 است تا کم کنند و این معنی ثابت است بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اربعہ - انتہی بقدری حاجت - پس یہ دلیل
 عصمت امام بن جباری ہر او جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت
 ثابت ہر بین وہ جناب ہی معصوم ہن - **اقول** یہ دلیل بہر ثبوت عدما ہین اور وجود
 سید اسمین احتمال ہر چاہیہ وجود اختلاف دلیل اولیٰ البطلان میں بیان کی گئی ہن اس دلیل
 میں ہی جادو ہن در عدلہ و انکی اور ہی بعض وجود ہن جو قاضی استدلال ہن - پس ثبوت
 اولیٰ اس دلیل کا مدار سہیہ ہی کہ رسول قلم نفس تمام است پر شہید ہر با اہل بیت خداوند
 پر شہید ہر کا دینی یہ احکام شروع فرما ہی اور نیز سہیہ ہی کہ رسول کا عدل است ہر کم رہ
 ہونا باطل ہے اب ہم امام کو کہتہ ہن کہ نہ وہ حکم نفس تمام است پر شہید ہر خداوند
 پر ادکی تشریح احکام کا شہید ہی - اس قول کا وجہ یہ ہر کہ حق تعالیٰ ارشاد فرمایا ہو قل لا
 جہلنا کہ امس و سطا لک کو تو استہد ام علی الناس و یکن ان الذول علیک کہ سہید
 اور اس آیت تشریح کا حاصل یہ ہر کہ یہی تمکو است وسط ملیہ بنایا ہی کہ تم اہم فانیہ ہر جبکہ
 اسی رسل کے تبلیغ کا انکار کی گئی اور ہی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول نہا ہر ہر
 فرادی اور ہر ہر صدق نہ شہادت ہر شہادت دیوی تو ہمیں حسب قاعدہ اصول
 سامی یا خطاب اول کو کو نکو ہی جو شکام نزول آیت موجود ہی یا خوار است کو با تمام است
 بہر کیف اگر یہ شہادت اول مستلزم عصمت ہر تو نہ را احاد است معصوم ہر کہ نہ
 اسے اسیر ہر یا ہر نکو کردہ عدل کا تم لوگوں پر گواہ ہر اور رسول ہر گواہ ہر

اثبات عصمت امام بن جباری ہر او جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت

اس شہادت میں سب شامل ہیں اور شہادت رسول میں حق تعالیٰ شانہ کو کیا دامت میں ہر
 شریک نہیں فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی نفسہا کیا کم ہر جو کسی دوسری کی شریک کرنے
 کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اسکو ہی کہ جو شخص احاد امت میں سے شریک شہادت رسول ہوگا اور
 شہادت اپنی صدق و توثیق پر ہوگی دہو بد ہی البطلان اور ظاہر ہر کہ جب یہ شہادت
 جناب امیر کے واسطے ثابت نہوئی تو عصمت بھی ثابت نہوئی۔ امر ثانی کے وجہ یہ ہر کہ جملہ
 وانہ لا معنی للنبوۃ والرسالة الا ان شہدا علی اللہ تعالیٰ انہ شرع ہذا الحکم و ذاک
 کہ یہ معنی ہیں کہ رسول بلا توسط کسی شریک بلکہ توسط وحی الہی کے یہ شہادت دیتا ہر کہ یہ حکم
 خداوند تعالیٰ نے مشروع فرمائی اور یہ شہادت قطعاً امام کو میسر نہیں کیونکہ یہ شہادت شہید ثالث
 شہوتاً ثابت ہو چکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہر امام اگر شہادت دیتا ہی تو رسول پر شہادت
 دیتا ہر اور بواسطہ رسول کے کہتا ہر کہ حق تعالیٰ نے پہلے اپنی رسول کے امت کے لیے فلان احکام
 مشروع فرمائی اور یہ امر کچھ محض امام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علمایہ فقہاء
 مجتہدین و قضات و نواب و روات وغیرہ سب اپنی اپنی درجہ کے موافق اس امر کی
 شہادت دیتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بواسطہ اپنی رسول کے یہ احکام امت کی لیے مشروع فرمائی
 تو یہ شہادت ہی کی طرح مستلزم عصمت کو نہیں ورنہ یہ سب فرقہ معصوم ہوں پس
 اس تقریر سے صاف واضح ہر کہ ہماری محبت نے جو عبارت ازالہ اخفا سے استدلال کیا ہر وہ محض
 لغو و قلت فہم ہر ورنہ اگر ہنوز ہی سے ہی فہم ہو تو ازالہ اخفا کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر ہر
 اور اس سے سمجھا جاسکتا ہر کہ خلیفہ کا قول بلا استقلال بلا توسط تنبیہ رسول دین میں
 نہیں وہ فرماتے ہیں دنہ بائیں کی کہ خلیفہ نے نفسہ بے اعتقاد بر تنبیہ آنحضرت واجب الطاعت
 باشد اس عبارت سے جو مطلب بصرہ ظاہر ہر وہ ادلے فارسی خوان ہر سمجھ سکت ہر
 لیکن معلوم نہیں ہماری حضرت محبت نے با اینہمہ ادعای ہمہ دانی کیونکہ اس کو اپنا مسئلہ قرار دیا
 اسے جن و باریات کی اور کچھ معنی نہیں ہیں کہ ہر اور ہر کی کہ اپنی ہی راہ جسٹم شروع فرمایا ہر۔ ۱۳

اہل اعتدال دھنخہ فرامین اور اگر اور یہی کچھ نہ کریں زینت کے خوش فہمی کے تو ضرور ہی داد دیں۔
 باقی رہے حبیب سہا کے جناب امیر کے ساتھ ہونا انادیت ال سنت سے ثابت ہے یہ بعض بات ثابت
 پشایع آہو کہ سیدان سے اگر واقعی ثابت ہے تو لایبی ہم ہی تو آپ کا پایہ علم دیکھیں عسکرو
 اس کے احادیث احاد کو اگر بالذمن صحیحہ سے تسلیم کریں تو آپ حضرات سے فرمائی ہیں کہ عقائد
 میں احادیث احاد کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ مخصوص جگہ جس کے معارض واقع ہو۔ مہذبہ ہم سے
 جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہے لیکن یہ شہادت مستلزم عصمت نہیں کیونکہ اگر
 یہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہزار احادیث معصوم ہوں گے۔ اور امام کے امت سے حکم درجہ ہونی کے
 پہلے دلیل کے جواب میں اس کی بحث گزرجی ہے۔ ہم خوف تقویٰ اور اس کا احادہ نہیں کرتے۔ نہایت
 بفرض محال اگر جناب امیر کے رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو بھی نہ ہم آپ کا مدعا
 نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ مرت عصمت جناب امیر ہی کی تو قائل نہیں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک امر
 احد عشر باقی ہے معصوم میں ان کی شہادت ہی ثابت کیجی در نہ ان کی عصمت سے دست
 ہو جی۔ تا لٹا یہ دلیل مثبت مدعا محیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے عصمت
 منفرہ اور کسیر سے ہو اور خواہ عمدہ اور اس سے ثابت نہیں ہونا وجہ اس کی یہ ہے کہ اس
 دلیل کا بار در صورت صدور معصیت کو عدم قبول شہادت پر ہے اور فی ہر حال یہاں سے معصیت
 کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ صدور مستلزم شہادت ہو پس جو مدعی اس میں جبکہ صدور مستلزم
 رو شہادت کو نہیں لٹا سہو اگر کوئی منفرہ گناہ صادر ہو یا معصی کردہ ممتنع ہو حالانکہ اس کا صدور
 بھی مثل کبار کے ممتنع الصدقہ معتقد ہے۔ راجع اس دلیل میں قیاس و قیاس واقع ہے کیونکہ جناب
 امیر المؤمنین ہم کو حضرت علی علیہ السلام پر قیاس کر کے عام عصمت کا لٹا یا ہے لہذا باقی گیا یہ
 امر کہ جناب امیر پر قیاس فرمایا دو ظاہر الظہان قولہ ہر امام ہر امام سے صاحب فرائض ہیں
 لو صلیت المعصیۃ من الانبیاء لکانوا مستحقین للعذاب لکن لا یصلون لہذا لا یصلون لہذا لا یصلون لہذا لا یصلون
 ناجز ہم خلافتنا ولا یستحقون العذر لکن لا یصلون لہذا لا یصلون لہذا لا یصلون لہذا لا یصلون لہذا لا یصلون

من الانبياء ليركن مستحقا لللعن كذا ثبت انه ما صدرت له عصية ثم انتهى بسطح هم
 میں کہ اگر ائمہ علیہم السلام سرگنا و صادر ہوتا تو مستحق عذاب و لعن کے ہوتے اور اہل اسلام کا اجتماع
 ہو کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ علیہم السلام مستحق لعن و عذاب نہ تھے پس ثابت ہوا
 کہ ان حضرات سرگنا و صادر نہیں ہو سکتے **قول** یہ دلیل جو مثل دلائل سابقہ مخدوش و محل
 بحث ہو ہم کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ اور صحابہ مقبولین اور ذریعہ طہرہ غیر مستحق لعن و عذاب کہتے
 تو یہ یہ بھی معصوم نہ ہوگا۔ بلکہ ادا دے ادا دے صلوات است و اہل تقویٰ مستحق لعن و عذاب خود دار
 نہیں منشاء اس تلبیس اور سقط کا یہ ہے کہ امامت کو ہم جنب نبوت جیسا کہ خود معتقد ہیں دیکھا
 خصم کی نزدیک بھی سمجھ لیا ہو حالانکہ خصم اسکو تسلیم نہیں کرنا اور چونکہ وصف نبوت بالبدنہ
 بالاتفاق ایک ایسا وصف ہے جس میں غایتہ تقرب اور کمال خصوصیت حق تعالیٰ کی جناب کے ساتھ صل
 ہو اور کوئی وصف امامت وغیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہنچتا تو جو منافات کہ اس وصف کے
 وعدم تحقیق عذاب و لعن کے ساتھ ہوگی وہ منافات کسی دوسری وصف کے ساتھ نہ ہوگی اور جو
 استحالة و فساد اس وصف کے ساتھ اجتماع مستحق لعن و عذاب ہو لازم آوے گا کہ کسی وصف کے ساتھ
 اجتماع ہو لازم نہ آوے گا تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کرنا یہ بعد از حد پیش نہیں ہو سکتا
 علاوہ اسکی یہ چاہیے فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہی کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و دیگر
 ائمہ طہرین مستحق لعن و عذاب نہ تھے پہلی آپ ان تمام حضرات کے بالا جماع امامت تو ثابت
 فرمائی۔ اسکی بعد اجماعی ہوئی عدم تحقیق لعن و عذاب کا دعویٰ کیجیے اور بالا جماع ثبوت
 امامت محال ہے غرض اس دلیل سے بھی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

قول میرا امام صاحب مدوح فرماتے ہیں کہ انھم کا لوا یا مرون الناس بطاعة فلولہ
 یطیعوہ ان خلوا تحت قوۃ ثلث اما مرون الناس بالبر و تقیوں انفسہم فی قوۃ کیف
 سبب الانبیاء اخرین امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات و غنین است کو لائق نہیں کیونکہ ظاہر ہو
 کردہ اہلبار کے طرف نسبت کیجانی ائمہ ہی آدمیوں کو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے تھے کیونکہ امر بالمعروف

اور بنی علیٰ بن ابی طالب کے قریب تفصیلی امت میں داخل ہو پس اگر ائمہ خواجہ گشت داشتہ جل شانہ مکرمین تو اس وقت میں داخل ہوں اور جو بات کہ در اطمینان است کو لائق نہیں وہ ائمہ کی دین کیونکر ثابت کیجے
اقول یہ وہاں سے ہی ثبوت عصمت ائمہ میں مثل دلائل بقہ کے مجروح و منحہ و ریش ہو گیا کہ اگر مشق امر بالمعروف اور بنی علیٰ بن ابی طالب کے مثل عدم عصمت عند المجیب ہو تو یہ قضا دنا بمان اور نہ
 وغیرہ کو ہی معصوم تسلیم فرمائیں اور یہ امر بدیہی ہو کہ رتبہ امر بالمعروف اور بنی علیٰ بن ابی طالب کے ائمہ کی نسبت
 اور عصمت میں شک کیا کہ بالاجماع نہیں تو امام رازی ہم نے فرد اصلی اعتبار فرما کر تحقیق عصمت میں شک
 حاصل کیا کہ نصف امر بالمعروف اور بنی علیٰ بن ابی طالب کے اولاد بالذات ابنائے کو ثابت ہو اور انما وبالشیخ
 و ثقات و مستبان و دلائل میں ہی پایا جاتا ہے تو جو امراد نے درجہ کی گونگ کر نشان کے لائق نہیں اور
 درجہ انکو کوئی متمتع و محال ہو گا کیونکہ اس مرتبہ کے ساتھ اس امر کو منافات تامہ ہو گی اور یہ ضرور نہیں
 کہ اگر کوئی امر علی درجہ والو کو واپسی متمتع ہو جادوی نواد نے درجہ سے ہی متمتع ہو جادوی لائق نہوا
 دوسری بات یہی اور متمتع نہوا دوسری مان اس قدر مراتب متفاوۃ میں ضرور ہو گا کہ جو مراتب میں
 درجہ عالیہ کے ساتھ ہونگی انکو کوئی درجہ در قرب اثر نہ ہو اس مرتبہ کے ساتھ زیادہ ہو گا اور جو مراتب
 ساتھ سے قرب ہونگی انکو اس درجہ کے اوصاف کے ساتھ زیادہ تشرک ہو گا پس چونکہ مرتبہ
 امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سے زیادہ حقوق و قرب ہے تو ایسی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر معصوم
 نہیں تو محفوظ ہیں۔ اس لئے کہ اگر اس طرح ہو گیا کہ یہ معارضہ اسی صورت کے ساتھ مختص ہے جبکہ
 حکم فرد عالی سے تجاوز ہو کر کسی دوسری مرتبہ یا عصمت میں ہی جاری کیا جادوی اور اگر اسی مرتبہ
 پر منحصر رکھا جادوی تو معارضہ نہیں ہو سکتا۔ معہذا اس ہوا و سیان میں یہی دلیل جاری
 نہیں ہو سکتی پس ما حضرت مجیب ثابت ہونا یہی متمتع ہے اب بعد ختم جواب اور دہائی
 جو امام رازی سے مشغول ہوئی مختصراً اس قدر اور گزارش ہے کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عسوم
 اگر ہستہ لال میں یہ فساد ہے کہ اگر کوئی یہ بھی معلوم نہیں کہ عدم عصمت ابنائے کے صورت میں
 جو محال لازم آ رہی ان محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت میں کوئی لازم نہیں

ایمان ہوتا ہے جس کے لئے ان کو ایمان ملے گا اور ان کو ایمان ملے گا اور ان کو ایمان ملے گا

مدعا سی اور کوئنا نہیں اپنے صرف اپنی قلت استدلال کے سبب سے وہ کہا کہ آیا اور کہ کوئی حقیقت
 آپکی جلی وغیرہ نے الغین وغیرہ میں جنکو آپ خوشہ چین میں ہم غلط کر کہا ہے۔ اسی علم اور اعلام
 کی نسبت قلت استدلال کا گمان تو مستبعد ہے لیکن ان اتصاف کے سبب سے اس طرح فرض فرمایا
 وہی جہاں ان کے کتب کو نہ نکلیں ان کے یہ بھی کہ امام رازی نے دلائل نقولہ میں عدم عصمت ابنیہ اور کثرت
 میں جو لزوم نکلیا ہے کہ ہر دلیل سے عصمت ثابت ہوگی اور دلیل ثانی میں غیر مقبول شہادہ ہوئے گا
 لزوم سے اور غیر مقبول شہادہ ہونی میں عدل است سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم سے اور دلیل
 ثالث میں مستحق لعن و عذاب کا لزوم سے اور دلیل رابع میں دخول تحت قورقہ کے لازم ہے
 اتقاس۔ الخ۔ کا لزوم سے پس عدم عصمت ائمہ کی صورت میں ہم لزوم محالات تین طرح
 ہو سکتا ہے یا بالوحدت ہوگا یا بالسادات ہوگا یا بالضعف و قلت ہوگا لزوم بالادویۃ
 اور بالسادات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعوی نہیں۔ لیکن
 ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ میں محال۔ کیونکہ مستلزم فضیلت یا مساوات ائمہ کی ایسا ہے ہی جو اگر
 سو ثبوت لزوم بالادویۃ والادویۃ اور بالسادات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف و قلت مفید
 مدعا نہیں تو اس پر استدلال کا مدار کہنا محض قلت فہم استدلال یا ہو کہ وہی پر مبنی ہے جو آپیری
 گذارش کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیے اور سو چین و اعداء الہادی قولہ غرض کہ اس طرح کل دلائل
 جو امام صاحب نے عصمت ابنیہ میں تحریر فرمائی ہیں وہ بعینہ یک یقینہ تغیر سے عصمت ائمہ
 میں جاری ہیں بخلاف محال است سے پرکتفا کیا گیا ہے کہ تفسیر کبیر کا یہ مقام ملاحظہ فرمادین اقول
 مبنی ارشاد سے ہی کی تشکیل کے اور تفسیر کبیر کا یہ مقام دیکھا اور کسی کو پہنچے گا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ
 ثبوت پر بخوبی منکشف ہو گیا ہوگا۔ غالباً جناب نے یہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ بلا تفسیر
 عصمت ائمہ میں بزعم جناب جاری ہوتے ہیں سو ان کا بعینہ کیا بلکہ بتفسیر ہی عصمت ائمہ میں جاری
 ہونا جناب پر خصوصاً اور ارباب انصاف پر عموماً منکشف ہے اور ان دلائل سے جو تفسیر کبیر
 عصمت ائمہ میں بزعم جناب جاری ہوتی ہیں چشم پوشی اور انکار فرما حالانکہ ثبوت عصمت

بین پس ادن و لائل من هر اقوی ہی خالی ار ملت نہیں۔ غرض اس عقل و انصاف کی نزدیک دلیل
 مذکورہ سے جو بعیدہ عصمت الہیہ میں بزرگ محیب صاحب جباری ہر سستی میں حال دلائل غیر مذکورہ کا قیاس
 کیا جاسکتا ہے۔ **قولہ** اب آپ کی خاتم الحدیث صاحب کی تقریر جو حقہ کے باب ششم عقیدہ دوم
 میں تحریر فرمائے ہے کہ ہی جاتی ہے۔ اس سے ہر عصمت ثابت ہے کہ صاحب تحفہ اس کے منکر میں وہ
 عبارت یہ ہے۔ **و** الحق مرتبہ نبوت و دائرہ لغبت بعضی عصمت ابن بر گواران است بچند وجوہ نقل
 کہ اگر انبیاء گناہان سے اصاد شوند و است اموست اما جماع ایشان قلی الکتم تحسوں اللہ
 فاتعوی۔ و خود ایشان اس حاصی و گناہان مردم را باز میدارند و ہی میکنند پس منافق و ریا
 دعوت نولی و غلی لارم آید۔ دوم اگر اگر گناہ کنند البکہ با بند عذاب معذب شوند بقولت
 ادالاد فاعصوا الحیوة وضعف الحیات و لقولت یا ایہا النبی من آیت منکون لقاؤ
 منین لقاؤ العذاب صفتین و معذب شدن خاصہ باشد عذاب منافی و مخالف منصب
 منوت است زیرا کہ ہی شفیق است و شام ہر و ہی ایشان است و چون خود و کار خود
 در اندر باشد شفاعت کہ کند و سہادت کہ ادا نماید۔ سوم اگر اگر گناہ مسکند مذمت سلاطین
 جبار میندند کہ مردم را زجر میکنند و سیاست می نمایند بر رسوم فاسدہ و رشکاب فواحش خود
 می آرند و لابد درست کنیا لرلوک جبار و سلاطین قاطع مناز و سیان می باید۔ چہارم اگر اگر گناہ
 کنند مستوجب ایاد و امانت و عقوبت گردند و نقلا قال اللہ تبارک ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ
 اللہ فی الدنیا و الاخرۃ و اعاد لہم عذابا عظیمنا۔ چہم اگر اگر گناہ ایشان بر امت ظاهر شود
 نماید اطاعت ایشان و از نظر ایشان بقیقتہ بلکہ من لب بتقدیر میکنند و مذنب نمایند
 اگر ایشان در اخبار و مواعد خود دست میگفتند خود چہ ترکب این کار ہمیشہ نہ انتہی میان
 ادل یہ ہے کہ شد جل شانہ فرمانا ہر کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت
 مثل اطاعت خدا و رسول ہے و مذہبی کہ جبکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے و وہ معصوم ہوں
 در نہ وہ ہی منافق لائم آگیا مبالغہ تفاسیرین ترقین اولی الامر سے مراد انکہ و خلفا ہیں۔ و اولی الامر

آیت میں جو توحیدیات بلیغہ و جامعہ کو آیتوں کو اصل سنت کرتے ہیں اور سب کو لفظ الصیغہ
اقول جریان اس دلیل کا عصمت الہیہ میں جو دخیل بحث ہے مخفیہ اگر
 ہو اولاً اس استدلال میں غلطی یہ ہے کہ اطاعت کو اور اتباع کو ہم معنی سمجھ لیا حالانکہ ان دونوں
 الفاظ کے معانی میں جو ہمیشہ متاخر ہی وہ ادنیٰ طلبہ پر ہی محض نہیں رسول کے حق میں
 اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہیں اور اولوالامر ہی اگر مراد ائمہ ہی ہوں تاہم ازکی تعقیب میں
 اطاعت وارد ہو اسی اتباع وارد نہیں ہوا اور سلامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے استدلال
 عصمت انبیاء پر لفظ اتباع سے کیا ہے اطاعت سے نہیں کیا پس یہ ہماری محبت کے پیش
 فہمی وارد عالیٰ سمجھ دانی ہے کہ اس استدلال کو لفظ اطاعت میں لگایا حالانکہ وہ میں جاری نہیں
 ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ائمہ سے عصمت صادر ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم انکی اتباع کی مامور
 نہیں جو عصمت میں ہی اتباع لازم آوے اور انکا عصمت میں ہی اتباع کرین اور اگر
 عصمت کا حکم کرین تاہم اطاعت واجب نہیں کیونکہ مطاع مطلق نہیں بلکہ مطاع محدود میں کیونکہ
 د اطاعت خدا اور رسول ہیں اور نیز لا طاعة لخلق فی شئ معصیت کا لفظ مانع ہے بحدیث اتباع کے
 کہ اول اتباع محض ائمہ منصوص نہیں ہے اگر کہیں وارد ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ اتباع مطلق نہیں بلکہ
 وہ بھی محدود ہے اور حق تعالیٰ شانہ رسول کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کو ساتھ مرتبط
 کیا ہے جو کسی امام کے حق میں نہیں ہو سکتی فرمایا **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي**
يُحِبِّكُمْ اللَّهُ وَيُغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ عی تک شانہ رسول کے اتباع کو سبب محبت خدا
 اور سبب مغفرت و نوب قرار دیتا ہے اور ائمہ میں یہ امر سرور مفقود ہے۔ ثانیاً اس آیت
 میں دعویٰ کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا اور رسول ہے بالکل غلط ہے ہرگز آیت سے کمال
 ثابت نہیں ہوتی اور نہ آیت میں کوئی لفظ مماثلت پر لفظ تقدیر اولیٰ ہی اور حرف

سے جس میں ظاہر کے عصمت ہوا وہ میں محض ان کی اطاعت نہیں ملے تو کہہ اگر تم ائمہ کو دوست رکھو تو میرا
 اتباع کرو اور ائمہ کو دوست رکھو گا اور تمہاری گناہ بخشے گا۔ ۱۲۔

تسبیہ بلفظ یا مقدار ہر پس یہ محض ہماری محبت کا کمال علم ہے دس۔ تیسرا یہ ہے کہ اولوالامر کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری محبت کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہے کہ اگر مائت سے مراد صرف تشرک اور مائت نے اس مسئلہ پر تو مسلم لیکن بدائتہ مفید مدعا نہیں کیونکہ نفس مائت مستلزم نہیں کہ جو حکم شہ بہ کیو اسطر ثابت ہو وہ شہ کے واسطے بھی ثابت ہو ورنہ تالیف ہی فخرس ہو اور صورت انسان علی الجبار ناطق علاوہ اس جو حکم کو اب ائمہ میں جاری کرنے میں وہ ہی ہم اون اولوالامر میں جاری کر چکے جنکو امام عام خاص دلائل یر عامل و حاکم مقرر فرما کر بھیجی جیسی زبا دین امیہ دعی الی سفیان کہ جناب امیر کا عامل بت وہ بھی واجب الاطاعت ہونے میں آپ کی نزدیک مثل خدا و رسول کے ہی تو وہ بھی مخصوص ہو معہذا ہم یہ بھی سوال کر سکی کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہو اور آپ کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مائت سے نوا ائمہ کو خاصہ رسول یعنی عصمت میں شریک فرما کر کہ کیا ہر کسی کو عصمت صرف رسول پر تو رسول کے ساتھ ائمہ کی مائت ائمہ میں عصمت کی ثبوت کی تقاضی ہوگی لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کو ساتھ بھی مائت فرماتے تو اس مائت کے اعتبار سے ائمہ کو خداوند تعالیٰ کو کوئی خاصہ میں نہ فرمائے گا اور اگر مائت سے مراد مساوات ہی تو فلفظ اور غیر مسلم ہر اولوالامر کی اطاعت مساوی اطاعت خدا و رسول کے برابر نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول کو کچھ امر فرما دی اور میں نے چون و چرا کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سرسہ تشریح ہی اور اولوالامر کا امر تشریح نہیں آتا بلکہ ہو سکتا ہے اگر موافق کتاب و سنت ہے تو واجب الاطاعت ہو گا ورنہ نہیں چنانچہ خود امیر نے سکی نسبت شہادت فرمائی جو بیچ الہامیہ میں منقول ہے لا تکفوا عن صفاتہ الخ و بعد فالی است بغیر ان لفظ خود خداوند تعالیٰ نے اپنی کلمہ محمد میں اس طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا۔ (۱) تسانعتہم فی فیہ وہ الی اللہ والرسول الخ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے

کہ امراء و الامرین متنازع ممکن ہو لیکن امر خدا و رسول پر حال واجب اطاعت ہو اور اوسین متنازع
 ہی ممکن نہیں بلکہ تنازع کا فیصلہ ادنیٰ کے امر کے ساتھ منوط ہو تو اس سے صحت ظاہر ہی
 کہ دعویٰ مساوات بین الاطاعتین صحیح دہو کہا ہی جیسا منشا رکھ نہیں ہو۔ سبباً اگر اول الامر
 مراد ائمہ و خلفائین اور ان کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہو تو حسب شہادت جناب شہر
 جسکو شریف رضی نے فیج البلاغہ اور ابن ہشیم جلالی نے اپنی شرح میں نقل کیا ہی ابوبکر و عمر و عثمان
 رضی اللہ عنہم ہی امام حق اور مصلح و مکرر علامہ رضی فیج البلاغہ کے خطبہ و من کلام لہ علیہ السلام
 لما اراده الناس بالبیعة بعد قتل عثمان میں نقل فرماتے ہیں وان تو کتونی فانا کا حد کہ
 ولعلی اسمعکم و اطوعکم لمن ولیتی و ابن شہیم اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں قتل و اذکے متو
 ای کنت کا حد کہ فی الطاعة کا میر کہ ولعلی الکون اطوعکم لای لقوة علیہ و طاعت لہما
 اس عبارت کو اگر آپ دیکھیں تو مختصر شرح ابن ہشیم میں نہ یکمین بلکہ شرح کبیر میں ملاحظہ فرمائیں
 ظاہر ہے کہ جو شخص خود امام مفسر من الطاعة و خلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطاع ہوگا اوسے
 کی اطاعت لازم نہیں اور جناب امیر اہل حل و عقد سے انکی بیعت کے ارادہ کے وقت یہ ظاہر
 فرما رہی ہیں جمہین صاف لزوم اطاعة امیر ذمہ جناب ثابت ہوتا ہی تو اس سے صاف مفہوم
 ہوتا ہی کہ اوس وقت خود جناب امیر امام مفسر من الطاعت نہیں ہی بلکہ امام مفسر من الطاعت
 وہ شخص ہی جسکو اہل حل و عقد امام بنا دیں اور جس سے وہ بیعت کریں اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم
 و عقد کی بیعت سے امام ہوئی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفسر من الطاعت اور اولو الامر ہوں گی اور انکو
 اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعتبار اوس مائت کے جو مائت کہ آپ مراد ہیں ہو کر
 خاصاً یہ جو چار ہی محیب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ باتفاق مفسرین و تفسیرین اولو الامر
 سے مراد ائمہ ہیں اگر اس سے مراد حصہ ہی کہ سوامی ائمہ کی اور کوئی مراد نہیں تو غلط ہی باتفاق
 مفسرین جو باطل ہی کیونکہ اس کم میں امر و اعمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ائمہ ہی
 شامل ہیں بلکہ نزول اس آیت کا حسب تفسیر محمد بن و مفسرین اہل حق امر و ایسے واقع ہوا

[illegible]

الحمد لله الذي جعل في كل شيء حكمة
والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

[illegible]

مِنْهُمْ لَعَلَّ الَّذِي تَتَّبِعُونَ مِنْهُمْ اور اگر کسی را نہیں ہی بلکہ جو لفظ اولی الامر ہی وہ
 اس حکم میں شامل ہی تو پھر ہماری محبت ہی فرما لیکن کہ ایک ثبوت مدعا کی کیا سببیں ہی کہ
 عصمت کو خصوصیت کس دلیل سے ثابت کیجیگا اور اس کو عام خصوصیت البعض کس دلیل سے
 قرار دیکھیگا۔ سادسا۔ اطاعت نامور ہر اس پر عام مراد ہی کہ وجوب اطاعت بطور تقیہ ہو یا بلا
 تقیہ۔ یا خاص مراد ہی اگر عام مراد ہی تو پھر حضرات شیعہ کو اس کا فکر فرمانا چاہیے کہ تمام سلاطین جابر
 حتی کہ نیز یہ ہی حسب اصول شیعہ واجب الایمان ہو کر اولو الامر میں داخل ہو گیا اور معصوم قرار پایا
 کیونکہ تمام مراد جو با اعتبار تقیہ کے واجب الایمان ہیں۔ اور اگر خاص مراد ہی یعنی وہ خاص اہل
 جو بلا تقیہ ہو تو چشم مار کشن ہم ہی اطاعت خاص ہی کہتے ہیں یعنی وہ خاص اطاعت جسمیں
 خدا و رسول کی معصیت نہ تو اس صورت میں حضرات شیعہ نے بھی اطاعت میں ایک قید
 لگا کر اس کو مخصوص کیا اور یہی ہی ایک قید لگائی اور اطاعت کو خاص کیا۔ لیکن کوئی وجہ نہیں ہے
 کہ حضرات شیعہ نے جو قید لگائی ہے وہ تو صحیح ہو اور یہی جو قید لگائی وہ غلط ہو جانی بلکہ سیاق
 آیت ہماری ہی تخصیص کے صحت کو مثبت ہے تو مدعا شیعہ جو اثبات عصمت ائمہ ہی باطل ہوا۔
 سابع حضرات ائمہ نے حضرات شیعہ کے لیے اس آیت سے عصمت ائمہ پسند لال کر لیگی لیکن
 ہی نہیں جو پڑی۔ لیکن یہ ان حضرات کی کمال دانش و علم و حیا و شرم ہی کہ اس آیت سے عصمت
 ائمہ پر بظاہر اہل حق پسند لال لاتی ہیں جبکہ یہ ہی کہ عصمت ائمہ پر اس آیت سے صحت پسند
 اس امر پر موقوف و منحصر ہی کہ لفظ اولو الامر ہی صرف ائمہ معصومین ہی مراد ہوں کیونکہ اگر یہ
 لفظ غیر معصومین کو ہی مل ہوگا تو پھر اس کی دلالت ثبوت عصمت پر قطعاً باقی نہ رہیگی
 بلکہ اس وقت اس کا دل دل ہی بدعا ہوگا جو کہ اہل حق اس آیت سے کہتی ہیں۔ پس میں کہتا ہوں
 کہ جناب ائمہ رضی اللہ عنہم نے حسب نقل و روایت عرۃ المحدثین شیعہ ابن بابویہ قمی امامت
 بصیرتین عارفہ حسب ما دل تصحیح خاتم المحدثین علی محمد بن عبد سبب شیعہ علامہ باقر مجلسی تصحیح فرمادے
 کہ اولو الامر ہی بلکہ مراد میں اوجب بلکہ مراد ہوئی تو وہ ہی معصوم ہونگی کیونکہ عصمت

او تو لا امیر بیت نصیر و دایت سینی ابن بابویہ قمی نے فضل بن ورق ۵۳ پر نقل کی ہو اور
 اس سے علامہ مجلسی بحوالہ انوار کے جلد اول مطبوعہ سلطانی ۱۲۵۵ صفحہ پر نقل کرتے ہیں ہدایت طریقت
 مختصر عن کرنا ہون۔ القطان عن احمد الہمدانی عن علی بن الحسن فضل عن اسید
 عن مہمان بن مسلم عن النبی عن ابن طریف عن ابن تہانہ قال قال امیر المؤمنین کا
 الحکماء فیما مضی من الدہم تقول ینبغی ان یکون الاختلاف الی الابواب بعشرۃ
 او جلوا لہا بیت اللہ عز وجل لقضاء نسک و القیام بحقہ واداء فرضہ و الثانی ابواب
 الملوک الدین طاعتہم منصلہ لیا علیہ اللہ عز وجل و حقہم و احب و نفعہم عظیم و ضررہ
 شدید و الثالث ابواب العلما الذین یستفاد منهم علم الدین و الدنیا الی الخ و قال
 علامہ مجلسی اگر شرح کرتے ہیں ان فرماتے ہیں بیان یحتمل ان یکون المراد بالملوک ملوک الدین
 من الامم و لا تقہم یحتمل الاعم فان طاعتہ و لایۃ الجور البضائقیۃ من طاعتہ اللہ انتمی
 حدیث سے صاف روشن ہے کہ جسکی اطاعت خدا تعالیٰ کی اطاعت کے متصل ہے جیسا کہ آیت علیہ السلام
 و اطیعوا الرسول و اولی الامر من باقی جاتی ہے وہ ملوک ہیں اور یہ بھی ہے کہ ملوک کا اطلاق ائمہ پر نہیں
 ہوتا بلکہ ان ہی امراء و سلاطین پر ہوتا ہے جنکو تسلط ظاہری حاصل ہو لیکن علامہ مجلسی نے
 اپنی حفظ مذہب کے لیے دو احتمال یہ ایک ہی اول یہ کہ ملوک سے مراد ملوک دین ہیں جو ائمہ اور ان کے ولاء
 کو شامل ہے دوسرا احتمال یہ کہ ملوک سے عام مراد ہو جو ملوک دین اور ملوک دنیا کو مشتمل ہو۔ برآں اگر
 اول قطع نظر اس سے کہ یہ اطلاق غلط اور خلاف عرف ہے شیعہ کے سرسرا سر مخالف اور ہمارے

سے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام وایا کہ شہداء کے حکم کا بھی ہے کہ اس قسم کے دروازوں پر آدھ وقت رکھنا مناسب ہے اول
 میت نہ پر آدھ وقت اور کسی لشک اور کرنے اور اسکی حق کے پر پھر کہیں اور اسکی فرض کے بجالانے کی نیو۔ دوسری اور ان
 بادشاہوں کے دارہ جنگی فرمان برداری خدا تعالیٰ کے فرمان برداری کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور انکا حق واجب ہے اور انکا
 مع برہم ہے اور انکا ضرر سخت ہے۔ تیسری ملک اسکی دربارہ جن سے دین دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے۔ ۱۲۔
 سے بیان۔ احتمال ہے کہ بادشاہوں سے مراد دین کے بادشاہ ہوں جو ائمہ اور انکی صوابیہ میں اور احتمال ہے
 کہ عام بادشاہ ہوں۔ کیونکہ ظلم بادشاہوں کی فرمان برداری یہی بطور تقیہ اللہ کی طاعت سے ہے واجب ہے کہ

مدعا کو مثبت ہے۔ کیونکہ جب علاوہ اللہ کے انہی ولایت و حکام کی اطاعت ہی خدا تعالیٰ کے احکامات
 کو متصل ہوئی تو وہ ہی لفظ اولوالامرین داخل ہوئی اور اسی طرح ہی اطاعت کے مثل خدا
 رسول و اللہ کی مامور ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ یہ بھی معصوم ہوں لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک
 سوامی ائمہ کے اور کوئی دوسرا معصوم نہیں۔ تو اگر اس آیت سے عصمت اور اولامر پسند لائے ہوں
 اور اس آیت سے عصمت اور اولامر قطع الثبوت سمجھیں تو پھر سوامی ائمہ کے عصمت و ولایت و حکام اللہ
 کی عصمت بھی قبول فرماویں اور ان کو بھی معصوم اعتقاد کریں ورنہ ائمہ کی عصمت سے بچنا ہوتا ہے وہی
 اور بروی احتمال ثانی علاوہ اس کی کہ یہ معصوم اطلاق بھی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور تخریج
 گزشتہ بیان سے وارد ہوتا ہے یہ حدیث تمام ملوک جائزہ بنی امیہ و عباسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی
 عصمت کو پہنچا ہے کیونکہ وہ بھی اولوالامرین داخل ہوئی اور وہ بھی واجب اطاعت حسب
 شیعہ کے مثل خدا تعالیٰ کی ہوئی و لولہ فیہ۔ تو وہ بھی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادہ میں ہم سکون
 کر چکے ہیں لیکن امید ہے کہ حضرات شیعہ کو معصوم قرار دینا تو پھر ائمہ کی عصمت کا بھی ثبوت اس
 آیت سے محال ہے۔ محمد ائمہ کذاب امیر کی ہی ارشاد سے بطلان دلیل شیعہ ثابت ہوا اور عدم
 عصمت ائمہ اس آیت سے واضح ہو کر فیصلہ ہوا۔ بعد اس کے ہم ارباب انصاف کو تکلیف دینی ہیں
 ذرا متوجہ ہو کر ہماری محیب کی اوس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع و دخل مقدار اور حفظ لفظ
 کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرمائیں تو سہی اور ہماری محیب کے دین و دیانت و عقل و فراست کو سپر
 قیاس فرمائیں پہلے تو یہ دیکھیں کہ مابعد کے امتیوں سے کیا مراد ہو سکتی ہے جسکو محاذ سے اہل سنت
 اس آیت میں تو جہات کہتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ یہ آیت لفظ تا دیکھا پر ختم ہو چکی اسکو
 مابعد کے آئین بلکہ تمام کوع جو لفظ مابعد سے متبادر ہے الفہم ہے وجوب اطاعت خدا و رسول پر
 صراحتہ دل میں وارد ہو کر ہو کہ نہیں۔ تو ان آیات کے محاذ سے اہل سنت کوئی ایسی توجہ نہیں کرتے
 جس سے وجوب اطاعت خدا و رسول میں فتور پڑے اور اگر اہل سنت بمحاذ مابعد کی آیات کی کوئی
 توجہ کریں تو کیا قیامت ہے جو معتون ببعض الکتاب و تکریر ببعض میں کیوں داخل ہوں

اور قاسمہ القرآن یفسر بعجمہ بجمہ کو کیون ترک کرین اور اگر مابعد کے آیتوں سے مراد جسم
 شریطہ تفسیر ہے جو فان تنازعہ فی شریع ہو تا ہے اور تہمت اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے
 کہ یہ اعلان محاورہ میں کس درجہ غلط ہے اسکی بعید وہ تفسیر کہ کوئی محدیہ دین ہو اور پست
 لافقرہ والصلوہ سے نہاد کی مماثلت پر اور کٹواوتر ہوا سے وجوب طہ سنی اکل و شرب پر لال
 کری اور کہی کہ میں حج توجہات بھی مابعد کے مخالفین کرتے ہیں اذکو لفظ لا تقر بوا
 اور کوا و شرب بوا بطل کر تا ہے سبحان اللہ علم و فہم کچھ ایسا اور صفات ہو تو ایسا۔ ع
 ہرین عقل و دانش بیانیہ گریست۔ اور اگر مابعد سے مراد الفاظ میں جو بعد اسکی قرآن میں
 بعید واقع ہوئی ہیں۔ تو اول تو سیاق کلام اور سہر دلالت نہیں کرنا چہر جمعیتات صحیحین
 علاوہ اسکی یہ کہنا کہ لفظ اطہروا بطل کر تا ہے بالکل غلط ہے **قولہ** اور دلیل دوم کا بیان
 اولہ امام رازی صاحب کے بیان میں ہو چکا۔ ہی شفاعت سوائہ ہی شفیع ہونگی فاضل
 رشید ریناح لفظہ الثقل میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر میں کتاب مفصل
 الخطاب سے نقل کرتے ہیں۔ عبد الرضا لہ قال من بعد مرحلہ الی سائرہ استحب دعائہ و عظم
 ذنوبہ و من رارنی فی ذاک البعدہ کان **من زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکتب**
تواب اللہ جنتہ و مرۃ و اللہ عظمہ مقبولہ وکتب اما و ابائی سفعانہ یوم القیمہ یہ روایت
 اسپر ہے کہ حضرت امام رضا ام داد کو ابدا ہرین زائرین قبر اقدس امام کی شفاعت
 فراہمگی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لازم سے ہی پس جسے اللہ کو
 ہی اعتراف سے عصمت ائمہ ثابت ہے۔ **اقول** اس دلیل کا جواب بھی بیان اولہ امام کی
 جواب میں گدہ چکا ہی لیکن شفاعت کے بابت جو مجیب یہ روایت مفصل الخطاب سے ہو گیا
 کہ کہ غلطیوں میں پڑی ہیں اور نہ متنبہ کرنا ضرور ہے اسلی ختم کر کہ اس سبب سے روایت حسب
 حدیث ہے نہیں بعد اسکی محنت میں کلام ہی صاحب مفصل الخطاب استلزم صحت روایات
 نہیں کیا ہے جو اسکا وارد کرنا تصحیح روایت سمجھا جادی جائزہ میت سے روایات ابن

بہت شریطہ تفسیر ہے جو فان تنازعہ فی شریع ہو تا ہے اور تہمت اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے

بابوہ قہمی کے نقل کے ہیں جس سے بعض روایات سے ہماری محجوب السبب نے آئندہ احکامات میں تہلیل
 کیا لیکن اس کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ کے بشرح لفظی ہو گا نہ کہ اور ہوا اور ہماری کہ ابن بابوہ
 اس سنت کے روایت میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نصر اللہ مثلاً صواعق میں
 اس کو زائد الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں مہذبہ قاعدہ ہی کہ جو روایات ثواب اعمال میں
 مردی میں اور ان میں تھوڑی تھوڑی اعمال پر بڑی بڑی ثوابات موعود ہیں وہ اکثر ضعیف
 و موشعرات ہیں۔ خاتم المحررین قدس سرہ العزیز عجائب نافذہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع فرما
 بیان میں فرماتے ہیں: **ثُمَّ افراط و برفان** یہ یگانہ صغیر یا افراط و برفان نظم پر
فلیس خیر من فی کہ تیزی سے سبع الف دار فکل دار سبعون الف میت
و فی کل بیت سبعون الف بہرہ و علی کل سریر سبعون الف جاریہ۔ بلکہ
 احادیث میں اس قدر خواہ در ثواب باشند و خواہ در عذاب موضوع یا بدشاخت۔ ہم اگر عمل
 قلیل ثواب حج و عمرہ کو فرماید انتہی۔ باوجود اسکی یہ روایت حدیث لاشد الرجال کے ہی معارض ہے
 پس قابل ہونی بضرر حال مسلم کہ یہ حدیث صحیح سالم عن العاصمہ ہے لیکن تاہم ہماری محجوب
 ہستہ لال اس سے خطا ہے و یہ سہا کہ یہی کہ شفاعت دو قسم ہے شفاعت عامہ کہ تمام امت
 کہ شفاعت ہو یہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت ضعیف شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص
 کو کوئی کچھ اور یہ شفاعت ضعیف عوام صلی مومنین کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ
 اس بات و شیعہ کے کہتا ہو کہ اس کے موید مردی میں اور یہ شفاعت جو اس روایت میں مردی
 میں ہے وہ شفاعت خاصہ و ضعیف ہے کیونکہ دائرین قرار دے کے ساتھ مختص ہے تو یہ مقتضی
 حجت کو نہیں ہو سکتی قطع نظر اس سے یہ جو فرمایا کہ شفاعت شاہ صاحب کے افادہ سے
 صحت کے لوازم سے ہی یہ بھی غلط ہے شاہ صاحب کے کلام سے اگر یہ افادہ نہیں کہ شفاعت
 سبب جو در کتب پر ہی اسکی ہی ستر تبار گہر اور ہر گہرین ستر تبار دالان اور ہر دالان میں ستر تبار گہر
 اور ہر گہر پر ستر تبار چوکیان۔ ۱۱۔

اسرار
مافیہ
مکملہ

نہایت شرف و احترام کے ساتھ

اسرار
مافیہ
مکملہ

عصمت کے لوازم میں سے ہے ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ شفاعت و عصمت دونوں ہی میں مجتمع ہیں
 اور ہی کے اوصاف لازم میں سے ہیں تو مستبعد نہیں لیکن ادعائی ظالم اور پیر شاہ صاحب
 اگر ان ادوی سرسرخ غلطی پس اگر یہ یکا نام احترام عصمت ہے جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب
 قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو بیشک آپ سیدان مناظرہ جیت چکے ہیں تو فہرستی
 خالی کا ہی حلیہ شاید کچھ پسین بچا ہے۔ **فقیر** تیسری دلیل بھی اجنبیہ ائمہ علیہم السلام عصمت میں ہے
 کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرتے تو مثل سلاطین جابر کے ہوتی کہ اور آدمیوں کو رسوم خاصہ اور رنگ لباس
 فواحش بر زجر و سیاست کریں اور خود وہ لمود عمل میں لائیں اور ضرور ہے کہ ائمہ و خلفاء راشدین
 روش ملک جابر و سلاطین خاتم کے روش میں جہاں ہو۔ **اقول** یہ دلیل بھی عصمت کے
 مثل دلائل سابقہ بوجہ سابقہ منقوض ہے۔ اور ہر تائید سبب و دلیل اس دلیل سے عصمت ثابت
 کیجئے تب یہ ثابت ہوگا سادوس کہ سورن دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو قبول جاتے ہیں تب ہی
 خیال نہیں رہتا کہ مدعا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کر رہے ہیں سلاوہ ازین وہ ائمہ خیالی جو ان ہر
 کا کلام کے زعمی میں سے اور نام سمر ہی کچھ رائج حکومت کا نہیں ہو سکتا نہ لہر و نہی کا حنیہ
 ہوا نہ زجر و سیاست کبھی کی ہیستہ دوسری محکوم و مطیع رہی ان کو لوگ سے کیا مسابقت
 اور سلاطین سے کیا نسبت پس اس دلیل سے ان کی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے معنوں سے جہنم
 پستی تعامل کرنا ہماری محیب جیسی نصف کا ہی کام ہے۔ ہاں اگر اس دلیل سے ہاضم عام شاد
 حباب امیر کہ جو اجماع البلاغۃ میں منقول ہوا ہے واللہ لا سلامنا سلامت امور المسلمین
 خلفائے راشدہ کی عصمت پر استدلال کیا جاوی اور شارح ابن شیم نے جو کچھ اپنی شرح کبیر میں انکی
 شرح میں تحریر فرمایا ہے بخود کہا جادی تو ہماری نصف مزاج محیب کسی کچھ نہیں کہ اس استدلال کو حق
 سمجھیں شارح ابن شیم فرماتے ہیں وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من الماخذ فی هذا الامر صلاح
 حال المسلمین واستقامۃ امورہم وسلامۃ متہم عن الفتن وقد کان لہم من سلف
 من الخلفاء قبل استقامۃ وان کانت لا تبلغ عنده کمال استقامۃ ہاں ولی جو ہذا

الاخر فذلك اقسام ليس من ذلك الامر ولا ينافي فيه - فاقبل حجاب امير کے ارشاد
 کو دیکھو بعد اسکی شارح کے عبارت میں غور فرماؤ تو تحقیق امت حجتہ اور خلافت راشدہ کا
 اس میں سچا سلوک ہوگا اور پہلے اس سے عنقریب گذشتہ اقوال میں حضرت رضا کی ارشاد سہ
 خلفاء کی اطاعت کی تعلیم گذارش کر چکا ہوں تو اس سے عصمت خلفاء کو بخوبی ہمارے محیب
 مستند کر سکتے ہیں مگر یہ خوف تقویٰ اس ارشاد میں ہم بسط کے ساتھ بحث نہیں کر سکتی
 لیکن تاہم اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس ارشاد سے وہ الزامات کہ جن سے شیعہ
 خلفاء ثلاثہ کے دامنہا سے پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ بشہادت حجاب امیر باطل اور لغو ہیں نہ
 حجاب سیدہ پر کوئی ظلم ہوا نہ معاذ اللہ بنات طہیات غصب ہوئیں نہ قرآن تحریف ہوا
 نہ صحابہ کرام ذیادنی ہوئی یہ سب ہشامین ذرہ ذراہ و ابو بصیر و غیرہ کے جامہ ان اور ابن بابویہ
 و مجاہد و غیرہ کے انبان کا ذخیرہ ہی جو ہر موقع میں نیازگ پر نما ہی اور سیح ٹھیک نہیں
 ٹھہرتا خود حجاب امیر کی کلام اسکی مذہب ہو رہی ہے قولہ اور وجہ ہمارے کی تفریق یہ ہے
 کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب ایذا و اذیت و عقوبت ہو۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الَّذِينَ يُؤْذُونَ**
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا ظَهْرًا خَلْفًا يَكْفُرُوا بِالْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ كَيْفَ يُؤْذُونَ
النَّبِيَّ أَوْ النَّبِيَّاتِ لَكَهْتُمْ فِي قِيلَ نَزَلَتْ فِي النَّاسِ مِنَ الْمُنَافِقِينَ كَانُوا يُؤْذُونَ صِلَاهُمْ اللَّهُ وَ
أَرْبَابِهِمْ أَحَادِيثِ سے ثابت کہ حجاب امیر علیہ السلام کے ایذا و رسول خدا کی ایذا ہی من اذا علیا فقد اذانی
 اور جب ایک امام میں یہ بات ثابت ہو تو کل میں ثابت ہوگی **اقول** یہ وجہ بھی نبوت
 عصمت ائمہ میں غلط اور پوچھ رہی اور نہ یہ دلیل وہ دلیل ہے جسکو شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 عصمت انبیاء میں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ صرف ہماری محیب لبیب کا ایجاد شدہ ہے شرح
 اس اجمال کی یہ ہے کہ دلیل شامی صاحب کا حاصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ انبیاء کے
 حق میں ارشاد و فرمانا ہے **سَرَّ الْقَائِمِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ**
 سلمہ جو گناہ و ذی ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو خدا نے انہو پر عذرت میں لعنت کی ہے اور انکی بی نظاری کا تاب تیار کیا ہے۔

انبات استبراد و عصمت ان کے نبوت و نبی میں فرقہ کا طحال

واعدلهم هذا يا محمدنا۔ امین حق تعالیٰ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور حق تعالیٰ کو سبب
 لعن و عذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوتی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے
 کہ اور نہ معصیت کا قصد و ممکن نہیں ورنہ مستوجب ایذا اور کہ ہوتے اور انکی مطلق ایذا سبب
 لعن و عذاب کا ہوتی اور یہ دلیل ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ میں جاری
 کی ہے اور اسکا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مومنین کے شان میں فرماتا ہے واللذان یؤذون
 المؤمنین والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً واتهاميناً۔ اول حق تعالیٰ
 شانہ نے اس آیت میں عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہ حکم فرمایا اور مومنین جمع صوفیہ
 سے استفادہ کی اور نیز حکم علی التثنية علیہما فذہر دلیل ہے جو سبب عداوت پائی جاوے گی یہ حکم یا سبب
 سکتا کہ نزول خاص جناب امیر کی ہے نسبت ہو سکتا۔ البقیہ لعموم اللفظ لا لخصوص
 السبب قاعدہ سبب فریقین سے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاص صوات
 اور خاص لوگوں کی حق میں نازل ہوتی اگر خوف تضلیل ہوتا تو ہم اسکو فریقین کے تفاسیر میں ثابت
 کرتے افسوس کہ ہمارے عجیب کو اتنی ہی خبر نہیں دوسری یہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالیٰ شانہ
 اپنی ایذا نہیں فرمایا جیسا کہ رسول ص کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت میں ذکر جناب
 بشور تو طبیعہ و عہد کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح ایذا اور رسول صلی اللہ علیہ
 و آلہ و سلم کے ہے اس طرح ایذا مومنین ایذا بنی آدم کے نہیں ہے اس میں ماہ الفرق اگر چہ ہوگا
 تو یہ ہی ہوگا کہ رسول ص معلوم ہے اسلیئے اسکی ایذا میں حق تعالیٰ نے اپنی ایذا کو شامل
 فرمایا اور اسکی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین و مومنات معلوم نہیں تو یہ بھی ایذا کیستہ
 اپنی ایذا کو شامل فرمایا بلکہ بغیر اسکی قید کے سبب مقتید فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے
 کہ ان سے کتاب الیسر افعال کا جنہر مستحق ایذا کر ہون ممکن ہے۔ تیسری یہ کہ مومنین سے

سے اور جو کہ ایذا دینے میں ایمان والوں اور ایمان و یمن کے بدون کبھی کام کے تو اسکی ایذا انہوں سے ہو سکتا
 ہے اور جو کہ ایذا دینے میں ایمان والوں اور ایمان و یمن کے بدون کبھی کام کے تو اسکی ایذا انہوں سے ہو سکتا

مراد انہ کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لپکا کر ڈالیں گے اور کس محل محمول کیلگی۔ چوتھی یہ کہ خدا تعالیٰ
 فرمایا مومنین کو بغیر اکتبہ کے ساتھ مقید فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ناحق بدین
 یا و اس کسی جرم کے مومنین و مومنات کو انیدادیتی ہیں وہ محال اور ارہبان اور اٹام من اور جو
 لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ میں انیداد دیتے ہیں وہ اس عید سے خارج ہیں۔ تو اس سے کراشل
 اور روشن واضح ہوا کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسی اعمال کے ہو سکتی ہیں جسکو پاداش
 میں مستوجب انیداد کے ہوں بخلاف رسول کے کہ حق تعالیٰ نے اوسکی انیداد کو کسی عقید کے ساتھ
 مقید نہیں فرمایا بلکہ اوسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اوسکی عصمت
 ثابت ہوتی ہے اور اُسے کی عصمت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ پانچویں یہ کہ جب نص قرآنی سے
 ثابت ہو گیا کہ مطلق انیداد مومنین مجرم نہیں تو یہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ من اذا علیا
 فقد آذانی۔ نہ ہو کچھ مضحکہ اور نہ ہمارے عجیب کے مقید مد کہہ نہ کہ یہ انیداد جناب امیر کو
 اپنی انیداد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دوسری انیداد جو بغیر اکتبہ ہونے مطلق انیداد
 اگر ہمارے عجیب البیہ ایسی ہی مطلق انیداد جناب امیر کو انیداد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں
 اور رسول کے انیداد خدا کی انیداد ہے اور خدا کی انیداد کفر ہی تو ہر اون کلمات موزیہ کے نسبت جنکا
 جناب سیدہ زکیہ ربان مبارک سے نکلتا نسبت جناب امیر کی علم و طائفہ شیعہ بیان فرماتے
 ہیں کیا فرمایا لگی۔ مائتہ جنین پر نشین شد۔ الخ ظاہر ہے کہ ایسی کلمات نامنہ اگر باکتبہ
 مائتہ نو عصمت سے منہا لی ہے اور اگر بغیر اکتبہ مائتہ تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ
 عنہا کہ ایمان سے معاذ اللہ ناہتہ و نہایت کفر کی ایسی کلمات جگر خراش ممکن نہیں کہ باعث کوفت قلب
 و سوزش دل ہوں۔ علمی مخصوص ہے و چنانچہ اور یہی ضیق کی حالت میں چنانچہ روایت فصول
 ابن ابویہ سے جو ایک ہرودی کے جواب میں جناب امیر نے اپنی مواضع امتلاء ذکر فرمائی ظاہر
 اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت سامی جبکہ بعبرہ کی بہت المال کا مال غنیمت کے
 مکہ آئندہ یہی جناب کے انیداد کا باعث ہے۔ چنانچہ جیسا کہ ہمہ درد انگیز خط اپنی انیداد کو کہا ہے

روایت سے
 کہ بعض
 انیداد

دو کسی برفنی نہیں۔ ہم سابقین میں خیر اہل ائمہ سے اسکی نقل کر آکر ہیں خود حضرت عباسؓ نے یہی
جبکہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے بجز خلاف رضا حجاب نہیں بطبع نفسانی کیا کیسی کہ
حجاب کو ایذا پہنچائی عقیدت و صفات امیر موعود سے جا ملی یہ یہی آپکی ایذا کا باعث تھا
صاحبزادین نے سوائی عقدا کے آپکو مخدول کیا اور عین اس وغیرہ میں اطاعت نمکی یہی
آپکی ایذا کا سبب تھا۔ امام حسینؓ نے بیت المال کے عمل میں بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ
بہا تک ناخوش ہوئی کریمان رسول کے جھکواپ ۲ دوش مبارک پر سوار کرتے ہنی مارنے کا
عقد کیا۔ اور اہل ہری یہ ہر ایک کا فعل دوسری کے سخت ایذا کا باعث ہوا۔ امام حسینؓ نے
خلاف امیر موعود کے سپرد فرمائی۔ یہ یہی آپکی ایذا کا سبب تھا۔ اگر آپ بقید حیات ہوتے
تو قطعاً متاوی ہوئی۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا تھا
کہ آپ نے اسکو اپنی ناک مبارک کے کشی سے باہر سچھا۔ محمد بن الحنفیہ نے امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے
ہمہری و اعانت سے ناخود تلقا کیا یہ کس قدر آپکی ایذا کا باعث ہوگا بعد اسکو امام سجادؓ سی است
کی امت متارح کیا یہا تک کہ نوبت حوالا سود کی حکومت کی پہنچی یہ یہی یقیناً حجاب امام سجادؓ
کہ ایذا کا باعث ہے کہ ہا تک عرض کردن یہ آپکا قاصد و انتہا تھا کہ یہاں کوئی
سلامت باقی نہیں چھوڑے گا۔ اگر آپ اہل علی العمود الاطلاق قائل میں جوان بزرگوں کو ایذا
نکر فرمائی چھٹی اگر ایک امام میں عصمت ثابت ہوئی تو پھر کل الامون میں اسکا ثبوت یا
قیاس ہوگا۔ اور وہ باب اعتقادات میں عقیدہ نہیں یا کسی دوسری طریق سے ہوگا اسکو بیان
کرنا چاہی کہ وہ کیا ہے اور دیکھتے ہیں کہ وہ شرعاً باب اعتقادات میں کار آمد ہو سکتا ہے یا نہیں
غرض کہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکھ کر ہمارے عجیبے خیم و صفات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں
ہم اس سے زیادہ کیا عرض کریں۔ قولہ وجہ خیم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر ائمہ کے گناہ امت
ظاہر ہوں تو اطاعت سے استنکاف کریں۔ اور انکی نظر و نگاہیں گرجا میں اور انکی احکام وغیرہ کی تصدیق
نہیں کریں۔ بلکہ تکذیب کریں کہ اگر یہ مواعید وغیرہ کے بیان میں سچ ہوتے تو خدا کیوں انکی

二、**行政訴訟**

مکتب ہوتی۔ اقول۔ عصمت ائمہ میں اس دلیل کا ذکر سننے کے قابل ہی اہل الصواب سمجھیں گے
 ہنرمند کہ عصمت ائمہ میں اسکا بیان اصدان اس شعر کا ہے بیت چہ خوش گفت است معنی در نیکی
 الایا ایہا الباقی اور کا ما واداب ایہا الباقی اس دلیل کا معنی اس امر پر ہے کہ ائمہ بالاسیستفادہ سیل
 شریعت ہیں۔ پس اگر کسی کو یہ سنا کہ ائمہ شیعہ کے مسلمات سے کسی کو قیام امور شریعت کے مثلاً تحلیل و تحریم
 وغیرہ سب ائمہ کو سپرد کر رکھی ہیں۔ اہل حق ہرگز اس کو تسلیم نہیں کرتے وہ ابنیاء کو انبیاء سے بہتر ہیں اور ائمہ
 کو ائمہ اصل کو اصل اور تابع کو تابع پہر اپنی مسلمات سے حقہم کو الزام دینا ہمارے عجیب جیسے فعل
 والاضافہ پرست کا ہی کام ہے ظاہری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات میں جن
 تکمیل ہو چکا تھا انور الیوم اکملت لکم دینکم نزول اجلال باجکا تھا اور امام مرت مریع شریع ہی
 اور اسکا کام یہ ہے کہ است کو شریعت تکملہ پر چلاویں تو وہ اگر مکتب معصیت ہو تو اسکی اطاعت سے
 استنکاف کر کچھ نہیں انہیں ہیں اور انکی احکام جو مطابق شرع ہوں عدم مقیدین نہیں کے
 کوئی صورت ہے اور جو احکام کہ شرع کے موافق نہ ہوں وہ خود بعض واجب الاطاعت انہیں تو امام کے
 اطاعت میں حیث انہ متبع الشرع ہے نہ بخت متبع تو لزوم ان امور کا مطلق نہ ہو گا۔ معصیت
 حق سے شانہ نے اللہ کی اطاعت کی یہاں بصر صاف ارشاد فرمایا **فَاذْكُرْ مَا كُنْتُمْ فِي شَيْءٍ مِّنْهُ**
وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی امر میں است وادوا الامر باہم تنازع کریں اسکو
 کتاب و سنت کی طرف لوٹا دیں اگر موافق ہو قبول کریں ورنہ رد کریں تو ہر شخص سے یہ سیکھا ہے
 کہ یہ کچھ ضرور انہیں کہ امام کا قول و فعل اس شرع ہے ہو اور یہ ہی عدم عصمت ہے پس حکم است کہ
 ائمہ میں میزان استقیم شرع مجہدی تو اذن کو امام کے غیر معصوم ہوتی سے کیا ڈر اور کسی حکم میں
 امام کی تصدیق نہ کرنے سے کیا خوف بخلاف نبی کے کہ اگر اس سے استنکاف کریں اور اسکی تصدیق
 نہ کریں بلکہ مذہب کریں۔ تو دین بکسریت ہی درہم جویم ہو جائے پس اس دلیل سے عصمت ائمہ
 میں استدلال کرنا ایک تعجب انگریز قلم ہے علامہ اس بحث کے باقی نقوض و اعتراضات جو اس
 استدلال پر درہم ہوتی ہیں۔ وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال میں بیان کر دیں

انبات بہتر و احسن است انکہ ہرگز دلیل و قیاس سے امور مذکور کا ابطال

ابن عباسؓ کے نزدیک یہ بھی یکسیف ہے۔ یہی کیونکہ جناب خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے اس قول کے جواب میں کہا
 ان لم یختلف سکوت فرمایا۔ اور وہ نہیں کیا اور ثانیہ فرج دلی کے ہے تو یہی وجہ ہے کہ
 اس وقت تا بہت ہو چکا ہے ابن عباسؓ کے قول میں لطائف نہایت ہیں اور یہ اسباب عدم تردد و
 کو ثابت ہو جاوے اور یہ حال ہے۔ پس اس نہایت سے مسئلہ حل کرنا اس پر مبنی ہے کہ ہماری
 محیب حبیب اپنی دعا سے متنازل ہیں۔ ابن عباسؓ کے اس قول سے اگر بعض سال جواب نص
 ثابت ہو بھی تاہم مسئلہ شترانہ نہیں کہ مفید نہ رہا ہو۔ آپؓ دیکھا ہوگا کہ امام نوویؒ نے
 اس حدیث کے شرح میں مذکور ہے کہ جب اس پر اجماع لکھا ہے تو نہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ
 نص کی ادلی مستحسن سمجھتے ہوں۔ لیکن غرض اس مسئلہ میں عمل میں مثل واجب سمجھتے
 ہیں اور نیز قاعدہ ہے کہ شترانہ اپنی دعا کو حتی الوسع مدلل دیر میں بیان کیا کرتا ہے تو اصلیتی
 اور ہونے اور اس کا دل میرا یہ میں ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر ضروری
 نہ تھا اس لیے سکوت فرمایا اور مکرر اس باب میں لب کثافتوں کی کیونکہ جو دلیل حضرت عمرؓ
 نے ذکر فرمائی وہ بالنتہا اس امر پر دل ہے کہ اختلاف و عدم اختلاف ہر دو جائز ہیں واجب نہیں
 اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ انہی میں سے دو حضرت ابن عباسؓ کے ذہن میں لزوم نص آیا ہو
 لیکن جبکہ حضرت امیر المؤمنین فاروقی رضی اللہ عنہ کی زبانی دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہو گیا
 تو اپنی قول سے رجوع فرمایا۔ مہمنا جبکہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں عدم وجوب نص
 بیان فرمایا اور صحابہ میں سے کسی نے اس کا رد و انکار نہیں فرمایا تو اجماع سکوت ہو گیا۔
 پس غرض کہ دلیل پر جو کچھ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ محیب نے یہ کہا
 وہ کہاں قاضی کے دلیل سے دعا کو دلیل سے ثبوت کی ہو بھی نہیں ہو سکتی اور زبان درازی
 شروع کر دی حضرت ابن عمرؓ کا عقیدہ ہے شترانہ نص کا جو مسئلہ عدم غلبہ و خلاف غیر
 منصوصہ کو بھی پہلے ثابت فرمایا ہوتا اور اس کے بعد کچھ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت کل
 فہم و انصاف سے خالی ہو تو مجبوز سکوت کے کیا جواب دیا جاوے۔ تو یہ کہ جناب ابن عمرؓ

ہی پر محض نہیں ہر اور صحابی کا بھی یہی ہے اعتقاد ہے چنانچہ خواجہ کا بلی صواعق میں حکایت ہے
 آپ کی خاتم محمد ثانی نے فرما کر اور تورا ساقیہ تبدیل کر کے تحفہ کہا ہے۔ ذیل قول خباب بن الارت
 بالیغ القوم الذین یابعدوا ابائکم و عمرکم مطلب ثانی مقصد رابع است میں فرماتے ہیں و
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه نقلاً جليلاً او خفياً والیہ ذهب
 عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذیفہ ابن الیمان والنس بن مالک والوہب بن
 وجم غیرہ من المحدثین بشرط من الاصولین وطایفه من المتکلمین فجاءه من الفقهاء انه حیر
 و تعجب ہر کہ آپ کی خاتم محمد ثانی نے باوجودیکہ اس کتاب کا اکثر بلکہ کل معنی میں ترجمہ کسی میں اس مقام کو
 لحاظ نظر آیا رد اس ثبات سے اس عقیدہ کی نسبت نفی فرما کر یہ عقیدہ عقل نقل کے خلاف ہے۔
 اقول یہ دلیل ہر زبان حال سے چلا کر کہہ رہی ہے کہ ہماری محیب کو اپنی مدعا کی خبر نہیں
 ہے اور نیز اس دلیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری محیب یا ہماری محیب کے ادس بزرگ نے
 جس سے وہ اسکو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواعق میں کمال دایت فرمائی ہے اور جو جہد کہ اپنی
 مذمب کے مخالف اور اس عبارت کو باہد بیت ہے قریب نہ کو رہی اور گواہتہ اس عبارت کا ہے کہ
 حذف کرو یا سمجھا ہو گا کہ صواعق عزیز الوجود کتاب ہے کہان دستیاب ہوتی ہے جو کوئی معاند
 کر کے غلطی نکالی گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کو یہ کتاب بلا دقت میری
 اسیر ہل گئی ہے ہر بوری عبارت اہل الصاف کے سامنے پیش کرتا ہوں اہل الصاف لحاظ
 فرما دیں اور یہ بھی کہیں کہ ہماری محیب کہیں کی مدعا سے اس دلیل کو کچھ تعلق ہے یا نہیں۔
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوباً عليه نقلاً جليلاً او خفياً والیہ ذهب
 عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذیفہ بن الیمان والنس بن مالک والوہب بن
 وجم غیرہ من المحدثین و بشرط من الاصولین وطایفه من المتکلمین

اثبات ہر صورت میں اس کی اور سی دلیل کا احوال

۱۔ بعض اسطوٹ گئی ہیں کہ امام کہ منصوص ہوا خواہ غیر علی ہو یا علی واجب ہے اور یہ سیرت نبوی میں عبد اللہ بن مسعود اور ابو
 اور عبد بن ابی ہون اور اس پر نہ کہ اور ہر راویہ میں ایک بڑی جہد اور ابو یوسف کا ایک گروہ اور شیعہ میں کہ ایک فرقہ ۱۲۰

و جماعت من الفقہاء و تسمکوا بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعة و
فی النص الجلی علی انہ جماع علی انہ خفی و الی ذہب الحسن البصری و اتفقوا علی انہا تثبت
بالاجماع ان لم یتمعین الا فضل و لم یوجد النص انتہی۔ اس عبارت کے آخر کا جملہ
و اتفقوا اس پر جو بدایت مدعا کی نفی میں ثابت کر رہا ہے ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ ائمہ راست ہو پس
اگر یہ نقل میں خبیثات نہیں تو کیا ہو۔ لیکن اگر اس جہ سے قطع نظر کیا دی تاہم یہ عبارت عام
مجیب کے ثبوت مدعا میں کچھ فائدہ بخش نہیں ہو۔ کیونکہ نص عام ہی جلی ہو یا خفی اور اگرچہ دعویٰ
انہما نص جلی کا ہی تو اس صورت میں آپکا دعویٰ خاص ہی اور دلیل عام ہے اور دلیل
عام ہی خاص کا ثبوت ناممکن ہو اور اگر بغور داخل دیکھا جاوے تو دلیل مدعا میں باہم مسموم
و خصوص نہیں بلکہ تعارض و تباہن ہی تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپکی نزدیک انقطاع و است کے لے کر
یہ شرط ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نص وار ہوئی ہو کہ فلاں شخص بعد فلاں
بنی یا فلاں امام کے اسکا خلیفہ ہو اگر اس طرح نص ہوگی تو امامت و خلافت متحقق ہوگی
اور صحابہ میں سے کوئی اسکی لزوم و شرط کا قائل نہیں اور کبھی اسکو ضروری نہیں سمجھا
اور نص جلی سے یہی مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہی۔ چنانچہ جب مدعا تسمکوا
بالاحادیث الواردة فی خلافت الخلفاء الاربعة اس مدعا پر ہی دلیل ہو تو بس دلیل مدعا باہم
متعارف ہوئی پس ایسی بوجہ اور غلط دلیل پر اس قدر ناراض و غصہ۔ اور شاید صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی نسبت صدائق میں اس صفت کے نہ سمجھنے کا الزام بالکل لغو اور ناجائز ہی علی الخصوص جبکہ
شاہ صاحب صم کی عبارت کو جو تحفہ میں مذکور ہے دیکھ کر جاوے وہ فرماتے ہیں وہاں یہ
سیکونکہ کہ نص امام بر خدا واجب است پس میباید کہ مخصوص بودہ از جانب خدا و این محبت

اسی اور فقہ میں سے ایک جماعت اور ان احادیث سے دلیل کو ہی جو خلفاء و اہل بیت کی خلافت کے بارہ میں واقع ہو کر ہیں
اور فقہ کا باب میں اختلاف جو جمہور اس پر ہیں کہ نص جلی ہی اور ایک جماعت اس پر ہے کہ وہ نص خفی ہی حسن پوری
اسی طور پر کہ ہیں اور اس پر سب متفق ہیں کہ اگر ان فضل متعین نہ ہو اور نص میں شک ہے جاسے تو مخالفت اجماع
کے ساتھ متفق ہو جائے ہی۔ اور۔

مخالف عقل و نقل است معلوم نہیں بیدار صاحب دین کا جو درجہ کوشتہ صاحب دین
 عقل و نقل فرما رہے ہیں اسکو ہماری محبت کیونکر موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا انصاف فرما کر
 اپنی دلیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور جسکو نسبت شاہ صاحب فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اسکو
 بھی دیکھیں اسکو جس عیب اور سبکی اپنی طرف کو مینا انصاف میں کہہ سکتے ہیں تو صاحب دین
 کو کچھ کہ کر آپ نہ عداوت صواب کو سمجھیں اور نہ تقصیر کو سمجھیں اور نہ خود اپنا دھاری ضبط فرمایا تھا
 تو فی انصاف وراہ صاحب عشا فرمادی۔ قولہ اگرچہ اہمیت میں ہم سب کچھ گفتگو
 کر سکتے ہیں مگر بفراموشی از سر نو کہ کہے ب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض کتاب میں
 مذکور ہے کہ جتنے ہیں کہ یہ حضرت بابا بہشتی کی خانم امی تین بیوہ والہا ہیں اگرچہ تھیں مگر
 ابوت میں توریہ فرمایا ہے کہ بنات ہی درجہ کی تخریب و سناٹا فرمائی کہ تہی کر تہی کر اپنی
 الہی معجزہ و معجزات جناب رسالت نہاں ہی انکی شان میں لکھ رہے ہیں کہ یہ سب ہی گزشتہ
 اقوال بنات افسوس ہے کہ اس مقام پر آئے ہیں کچھ گفتگو نہ فرما کر۔ جس قدر اس
 مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اس میں آج کے عالم و فہم و انصاف کی کیفیت اور بہتہ مال کی حالت
 بخوبی نکلتی ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہو کر اس
 دعوے کو باطل کرتے جو آپ نے اجتہاد جواب میں فرمایا جو بہتر تھا کہ آج کے ہتھمارے سپرینس کو
 ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ بنا بہشتی ہو گیا کہ تعریف فرمائی اور جو
 ادعا تہذیب و اخلاق کے بد تہذیبی کا جامہ پہنا اسکو جواب میں ایسی تعریفیں بلکہ اس میں بھی کہ
 ہم ہی بہت سے مجتہدین حال و صنی و غیرہ کو نسبت عرض کر سکتے تہی لیکن ہم غرور نہ کر سکتے ہیں
 اسکا کچھ جواب نہیں دیتے۔ اسکی بعد جو سناہاتین کہ نقل کے غیوت کی بابت حضرت شاہ ولی
 اللہ علیہ السلام سے نقل فرمائی اور کچھ کیفیت بھی لکھی ہو۔ قولہ آپ بفرمودہ ملاحظہ فرمائی کہ جو
 تعریف ہم بعض کتاب میں کرتے ہیں ہمیں وہی حضرت شاہ صاحب از انہ گفتا میں رقم فرمائی
 ہیں مفصلہ اول و فصل دوم و از انہ خلافت خاصہ کے نکتہ سوم میں جو صنوعہ میں و انہ

واجب ہے کہ وہ خلافت خلیفہ لاحق پر پیش فرمادی اور اس کو ہرگز جایز نہیں کہ وہ بعض مکرری اور
 اس کو چھپا دی تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت سے بیان شدہ ائمہ سے ہے۔ لیکن
 اس میں کوئی ایسا لفظ جو علم قرآن کے کما حقہ ائمہ کے لئے مخصوص ہوئے ہو نہ ہو۔ بلکہ ائمہ کا
 صریح و قوی کما حقہ پر دل ہے چنانچہ اہل کتاب یہودیہ کی اسکی مصداق ہیں تو اس سے معاذ اللہ
 ائمہ کے دشمنوں کا بروایات حضرات شیعہ کا تین عت مونا ثابت ہوا اور علامہ مجلسی کو یہ دھوکہ
 شایع قریبی روایت سے بڑھ گیا ہوگا کہ اس میں وقد قالوا امام الارض نہ کوئی تو اسکی تفسیر
 سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ تفسیر لاعتون کے ہی نہ کا تین کے گریہ اس وقت سے کہ جبکہ یہ مقولہ ائمہ کا
 تسلیم ہوا اور اگر اسکو مانع مع کرمی اور کہی کہ یہ جملہ بعض روایت شیعہ کا اپنی ناسوس نہ رہے
 حفاظت کے لیے تراش ہو ہے تو اس سبب علامہ کا یہ توہم ہی باطل ہوگا۔ مگر وہ تماشہ یہ ہے
 کہ علامہ مجلسی کو خود ہی اس سبب کی نسبت یقین نہیں کہ یہ سبب ائمہ کا مقولہ ہے بلکہ علامہ کے نزدیک
 احتمال ہے کہ یہ سبب ائمہ کا ارشاد ہو اور احتمال ہے کہ مولف کے جس سے علامہ نے نقل کیا ہے
 اور احتمال ہے کہ بعض روایات کا اضافہ ہو یہ سبب اس قدر احتمالات قائم ہیں تو ہست لال نہیں
 ہو سکتا ہے علامہ مجلسی فرماتا ہے وقد قالوا اماما کلامہ علیہ السلام فضیلت الجمع
للمعاصروا کلام المولف والروایۃ فی تحقیق احیاء اہل البیت علیہم السلام انہما بقرین محال
 کہ ضمیمہ ہم لا عین کی طرف سے راجع ہے اور حضرات ائمہ ہی بقول حضرات شیعہ کے لا عین ہیں
 لیکن ہم کہتے ہیں یہ ہی برابر سے خالی نہیں کیونکہ جناب امیر نے اپنی شیعہ کے مسابیانہ اہل
 ہونہ کو کمرہ اور ناپسند فرمایا ہے تو جو امر اس لئے لغت کے لئے ناپسندیدہ ہو ائمہ کو جناب میں کیونکہ نسبت
 کیا جاسکتا ہے۔ ومن کلامہ وقد سمع عن اہل البیت احیاء اہل البیت علیہم السلام بقرین محال
للمعاصروا کلام المولف والروایۃ فی تحقیق احیاء اہل البیت علیہم السلام انہما بقرین محال
 (مشرقیہ) کہ اسے اور سری نادہ کا کلام ہے تو اس صورت میں احتمال یہ ہے کہ یہ سبب نسبت کی طرف راجع ہو۔ ۱۲
 ۱۳ کہ کلام علیہ آیت ایک گروہ کو اس کا اہل شام کہہ کر لے میں اور یہ کہہ میں جنگ صلیب کے میں۔ میں نہ
 یہ کہہ اور ناپسند سمجھا ہوں کہ تم سب (بڑا کہی) ۱۴۔

سبائین۔ تعجب ہے اپنی شیعہ کے لیے تو ان رسبب ہونا ناپسند فرمائیں اور خود اس قدر انان
 ہوں کہ خدائے اولیٰ اس وصف سے ذکر فرمادی یہ حضرت حضرات مدعیان دلا و متسک
 کر زبانی دلائل مقتضائیں تو اور کیا ہے **اقول** اب بعض کا بیان ہے کہ اپنی پیغمبر اپنی
 خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہے کہ باوجودیکہ دلائل شرعی سے ثابت نہیں ہو سکتا
 دوسرے (مگر بعض کے) وجوب اقوال صحابہ و علماء کرام المسبت سے ثابت ہے صحیح مسلم کی کتاب
 الامارت میں باب الاختلاف ملاحظہ فرمائی کہ جناب ابن عمر ترک اختلاف کو ضعیف و کلام دوم کہ
 سبب جانتی تھی چنانچہ اپنی اہل عقیقہ وہیں ایسی راہیں تھیں کہ ان کی بد پر نگوار بدون
 اختلاف دنیا سے انتقال فرمانا چاہتی ہیں تو نہایت ہی بدین ذریعہ سے اپنی باب اور امام
 وقت کو نصیحت فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہیں کرتے آپ دیکھ لیں کہ وہ اختلاف
 کو نہایت ہی ضروری سمجھتی ہیں اور اس کی ترک کو عین تضییع و فساد مردم جانتی تھی اور اس کی تارک
 اوس امر سے شاپہت دی ہے کہ شہر و غنم کو چل چوڑ کر کہیں چلا جائے غور فرمائی کہ آگے
 خاتم المحدثین جو اہل عقیقہ کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہیں کیا حضرت ابن عمر کے شائین ہی ہیں
 ہی فرمایا کہ یا خاتم المحدثین صحابہ صحیح ملاحظہ نہیں فرمائی تھے۔ **اقول** بحوالہ قوت
 یہ کہ ہم دلائل عصمت کا ابطال استیصال کر چکے تو اب کو کچھ ضرورت نہ رہی کہ ہم ابطال دلائل نص و
 فضیلت میں اپنا وقت گران ہا چنانچہ کریں کیونکہ جب عصمت ہے باطل ہو گئی تو تمام امامت ہی
 اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی تو یہ شہر استراطافضلیت و نص باطلہ کے ابطال کے کچھ حاجت نہ رہی
 لیکن ناظرین مناظرہ کے رفیع خیال اور اپنی محبت بیب کے مزید اطمینان کے لیے ہم اس طرف
 ہی متوجہ ہوتے ہیں اور مختصر آگذا رشتہ کرتے ہیں چونکہ ہماری محبت کے عادت ہے کہ مسئلہ کے
 وقت اپنی دعویٰ کو تسلیم لادیتے ہیں مدعا کچھ ہوتا ہے اور دلائل کچھ لاتے ہیں اس لیے مناسب
 کہ ماہہ النسخہ سے مجمل بیان کریں اور ناظرین اوراق اور پھر محبت کو یاد دلائل میں کہ کچھ دعویٰ ہے
 اگر دلائل اس کے مطابق ہوں تو اہستہ قابل التفات ہوں ورنہ لائق توجہ ہی نہیں سمجھی جائیگی

میں صریح ہو کہ اس جگہ اہل الذریعہ سے مستثنیٰ ہو کر نفس فیہا بیت ہو مستثنیٰ نہیں
 کہ اگر آدم کے جو نفس انصبتا منہ عنہ متعلق ہو اگر نفس فیہا بیت ہو یا لا یصلہ باطل ہو
 اہل سنت کہتے ہیں کہ عیسائی اور یہودی پہلی صفت شریعت ہیں کہ صریح نفس فیہا بیت ہے اور شریعت
 عصمت سوائی انبیاء کی کسی استبرین نہیں ہوتی جائے سن و نفسیہ کا تحقق ہو سکتا ہو
 لیکن اگر ایسا تحقق ہو تو یہی اہل سنت تحقق ہو سکتی ہے ہماری حسب جگہ اور اہل کی انساب کے یہی
 ہیں کہ ہنتر اہل نفس کو بت دہان در اسکراما کے لیے جو کہ اس کے اعتقاد کے یہی دلائل قطعیہ
 ہیں جو چاہیں تو بس غاصد و دعویٰ محیب بسبب یہ ہے کہ اس کے یہی شریعت علیٰ مذاہب و مذہب
 کی شریعت شریعتی اگر اس نے لی جائیگا تو اس سے وفادار سنت ہوگی اس کا کو اپنی عافیت میں
 محفوظ کہہ سہا ہی کہ اس میں شین کرب پیسہ لگائی نزدیک اصول بلکہ اصل اصول دین
 میں یہی تو اول واجب تھا کہ اس کے انبات کے دلائل قطعیہ ہیں کہ اسے اس معاملہ
 جسد اپنے دلائل ذکر فرمائی ہیں اگر انکی ٹالھیں اور مفاسد سے جو کہ متنازعہ ہیں یہاں
 جاری کرنے سے لازم آتی ہے جو چشم پوشی کیجادی اور فیہ من محال انکو صحیح تسلیم کر لیا ہو کہ ہر ایک
 مدعا کی شہد نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی مدعا دلائل ظنیہ سے کہو کہ ثابت ہو سکتا ہے مہذب قطع
 اس سے کہ انکا مدعا قطعی ہو یا ظنی اس قدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کری کہ در صورت
 تحقق نفس کے عدم تحقق اسے ہوگا اب آپ فرماتے کہ انکی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ لائق
 یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگر نفس نہ ہو تو اس سے تحقق ہوگی۔ اب میں نفسیاتی طور پر دلیل دلائل
 بحث کرنا ہوں بعوض الصفات سنی۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو اب
 عمرؓ کے قول کا حاصل نقل کر کے اس سے اس مدعا پر یہ لالہ کیا ہے بالکل غیر مفید
 مدعا ہے اور غلط کیونکہ ابن عمرؓ کے قول سے انکا مدعا اور وقت نام ہوگا جبکہ آپؐ یہاں
 فرماتے ہیں کہ جو خلافت و امامت بلا نفس کے اختلاف واقع ہوئی وہ انکی نزدیک باطل ہے اور اہل
 کہ خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ ابن عمرؓ کے نزدیک بد نص واقع ہوئی بلکہ اولیٰ کے ہے

اثبات ہنتر اہل ذریعہ کا اصل دلائل

بهر عبارت تجزیه می یابند سوّم که خلافت از خطی است و نفوس بنی آدم مجبور به انجام سهوا و شیطان
 در بنی آدم جاری مجری آلام چون خلافت برای شخصی مستقر شود احتمال دارد که جویش گیرد
 در مفاصل خلافت نهادن طریق بعمل آرد و عزرائیل خلیفه راست مرحوم باشد باشد آخر ترک
 اختلاف دی و این احتمال کثیر الوقوع است نمی بینی که بادش بان همه الاما را الله درین
 همگی گرفته اند و میشوند تا وقتیکه این احتمال برانداخته نشود بعهده آبی یا اوصافی که نزدیک
 حصول آنها جوهر نهادن متنوع عادی گردد - وطن قومی بعد از قیام خلیفه با برکت بطور رس
 اختلاف چنین شخصی خیر محض نباشد و نفوس بنی آدم تا است او اولینان پیدا نکنند و یک
 مرشد شائق گردد و یکی ایشان در طریقه باطن مجتهد که در علم و حال خود غلط کرده باشد و دیگران
 بعضی قرائن متمسک شده همان غلط را رواج داده باشند و اما الحسن - بیت اسی بتایید
 آدم دوی است پس بهر دست نشاند و دوست و تا اعتماد بر علم و حال شخصی حدیث مستفیض
 صادق و مصدوق و اشارات او حاصل نشود کار تمام است بفرقت کامله تا آنکه ثبوت
 بصاحب آن داشته باشیم مفصل شایع و اشارات او انهر بقدر حاجت - اس عبارت کوتاهی را نشان
 می ملاحظه عجیبی جیسی که اس سے نفس کا جو ب ثابت ہوتا ہے دیسی ہی عصمت خلیفہ ہی ثابت ہے
 بابت خوف طوالت ہم اس کے الفاظ پر لبط و نشاط سے بحث نہیں کرتے اسقدر اشارہ
 کافی سمجھتے ہیں۔ **اقول** اس دلیل کو بھی عاسی کچھ ربط نہیں ہے - اور بیان ہی اپنا
 مدعا پہنچا - جو نفس کہ عبارت منقولہ از انہ اعقاسی مفہوم کو مستنبط ہوتی ہے اگر وہی نفس
 حقیقہ علیہ جناب مجیب در او کی ہم مذکور ہی تو مر جبا بالوافق لیکن یہ نفس ہی جو آیت سورہ
 نہ وعدا لله الذین آمنوا منکم اور حدیث ان تو مر و ابابکر اور اسکی امثال سے ثابت ہوتی ہے
 در نیز یہ وہی عہدہ خداوندی ہے جسکی احتمال اتباع ہوگا استیصال کر دیا اور وقوع جوہر
 نادن کو متنوع عادی بنادیا اور یہ نفس و اشارات وہ ہیں جن سے صرف تحقیق خلافت
 استخراج ہوتا ہے نہ انقطاع اور یہ نفس و اشارات متعدد اشخاص کے در سطح ہی ایک وقت میں

ختم انفس کی تجزیہ کا بیان

بداندین قسدم وافر متنع نہیں ہیں اگر آپ اسکی قائل ہوں تو یہی ہر امر کو کچھ ترس میں
 اور اگر نفس متنع علیہ سامی جسکو انبات کا دعویٰ کیا گیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ وہ نفس جلی ہے جو
 علماء قوم ائمہ عشر کر و اسطر دعویٰ کرتے چلو آئی میں نواؤں کو استراط کو اس دلیل سے پاک
 دلیل سے ثابت فرمائی میں اس ہلال سپہ تن حیرت ہوں کہ عجیب بسبب نے انہی کو کلمہ
 فارسی خوان تو ضرور چہ تسلیم کیا تھا کیوں اس ہلال سے تو اس دعویٰ کے ہی ثبوت میں تردد فرما
 ہے۔ کیونکہ اگر فارسی خوان ہوئے تو کیا اس عبارت کا ہر مطلب نہیں سمجھ سکتے نہ ہی کہ جسکا
 سہل لیاخذ ہوتا مثل نوز روشن ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر انکی سامنی کسبنی یہ عبارت پر کیا سناوی
 ہوگی آپ لفظ نفس کے سنکر کمال دشمنی سے سمجھ لیا کہ بس ثبوت نفس میں حجت قاطعہ ہے
 اور ختم کے سامنی میں ہی کر دیا۔ اسوس کہ آئینہ بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر بحث
 نہیں فرمائی۔ ہر جیکہ آپ اس عبارت سے نفس کو جو سکا سوق لیا ہوتا ثابت نہیں کر سکا
 تو عصمت کو تو کیا ثابت کر سکی۔ **قول** اور سامنی مقصود اول کے اصل مقیم کے مقصد دوم
 سند نخستین صفحہ ۷۸ مطبوعہ مطبعہ کورہ من یہ فرماتے ہیں دلیل اول استعار احادیث
 کہ در باب فتن و ادب میکند دلالت ظاہرہ دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 دلائل آتیہ تقریر فرمودہ سب در واقعہ رابطہ فی ادا کردہ کہ رضائی خدائے یا سخط بان
 مفہوم شود چنان اپن مقدمہ رہنما سیم بعد س قوی یضین می نامیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 خلیفہ اول دانی و مالک کہ مرزوبک بودند در اختلافات قوم در اختلاف ایشان فتنہ برکاب
 کار و عظیم شتم تافع فارسی ہم ہم بخیر و لہبہ یضین فرمودہ اند عاقل تواد بخیر کر کہ اسم ہات لگو
 و زمانہ در جریہ تمام نامید بچانک ہذا ایضاً عظیم استہر بقدر حاجت یہ دلیل بعینہ ہی ہم پر سکا دل
 شمع ص ہو میں بیان کرتے ہیں از حضرت شاہ صاحب اس دلیل کے بار ہی ہی تقریر سے افکار
 بعض الفاظ را آہ اپنی فرسہ زاید کہی میں اور بجائی مطلق خلیفہ را کہ خلفائے کبار کا بعضوں کا کہ
 حال یہ ہے جو کہ کہتی ہیں کہ جناب رسالت آبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی اس پر بسبب

و عطف رکعتی تھی کہ احکام خبریہ مسائل فروغیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی تھی کہ
 آپ کی مصاحبت و حورو توشی مبارکت بلکہ بیٹا نکاح کو آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کہ
 جو نیز کر سکا کہ جو حضرت یا ایہیہ شفقت و رافت ایسی اہم بات کہ کہ امت کے جمیع مصالح دینی و دنیوی
 اور مسو و ابہ میں عمل جو دین اور اس پر نفس نفرا دین اور امت کو سزا و اللہ عجلہ اختلاف
 و تنازعہ میں دل و دل **اقول** ۱۲۴۱ عی سلمہ عجیب جو اس جگہ عبارت از اللہ
 سے نقل کی وہ بالکل بے سود و کیونکہ ثبوت مدعا عجیب سے اس کو کچھ مسلم نہیں علی الخصوص حضرت
 صاحب الزلہ اخفاء سید اراکین بحث میں تفریح فرما چکا ہیں ہمیشہ از شروع و تقریر ان کتبہ است
 مدعہ کہ ترقیب و لائل و تقریب ان مسائل بروقت و موقوف است دآن کتبہ است کہ مراد از این
 خلیفہ کہ بوجوب و لزوم ان زبان میکشایم نہ آست کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزد ایک با
 خود مسلمانان را جمع فرمایند و بیعت ان خلیفہ امر نماید انہ اس سے صاف واضح ہو کہ وہ
 فعل حکما و دعوی کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وہ اس کی بحر لطلان کے اور کوئی نہیں اور طیار
 جب دفاع آیتہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سطح خدا شوی اس کو ساتھ مضموم ہوئی تو وہ
 خلافت حقہ حسین اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تھا اور پڑی بڑے اعلیٰ درجہ کی
 کاموں کے درمجم بہم ہونے کا خوف تھا اولیٰ داعی بالیان ہے بہ نسبت اس خلافت کے
 کہ حسین بہ اندیشہ نہ تھا بلکہ او میں خود اختلاف واقع ہو گیا لہذا اور اس اختلاف
 پر بھی طبع فرمایا اور یہ تقریر و اطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور اجابہ با غیب واقع ہوئی
 تو یہ غلط ہے کہ بیجا می مطمئن خلیفہ کے خلفہ و ثلثہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفہ و ثلثہ رضی اللہ
 عنہم کے ذات مقدسہ کے ساتھ وقائع عظیمہ متعلق تھی کہ حسین کوئی ان کا شریک نہیں
 ہے سببی بالخصوص ان کا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہ کہ یہ دلیل حضرات
 شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچھ الفاظ کم و بیش کی گئی ہیں سوال انصاف چہ نوع
 اول سے آخر تک کتاب از انہ اخف کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علیہ ان کی

ہیں نظر میں معلوم کر سکتی ہیں کہ ابتدا و حدوث یہ سب شیخ سیاحین و زہری کو اس انداز میں
 علم اور بے حجاب نقیہ کا چہرہ نہ سب سے اوٹھا کر طریق کلام کو جاری کیا آج تک کلمہ حق
 علماء شیعہ میں سے بیان معانی کتاب و سنت میں باین خوبی و سہولتی کوئی تقریر نہیں ہو
 اگر کوئی ہو تو مجیب البیب ہی نام لینے علاوہ اسکی ابتدا و زمانہ خلافت خلفاء و ائمہ و اشیاء
 عندہ میں جناب خداوند ہی کے ہم مشرب رہی اور ہی کی موافق مسائل فرماتی رہی۔ دینا قرآن
 جو متمک اعظم و ثقل اکبر ہی پر وہ نقیہ میں یہاں چھپا یا کو بخیر آمد کی اور کو نہ کہیں پڑا نہ کہیں
 دیکھا اپنی زبان خلافت میں ہی نقیہ کے وہی حالت رہی اور بعد اسکی تمام ائمہ علیہ السلام بعد گوئی
 حضرت ہی کی قدم بقدم چلی آئی ہمیشہ تقاریر علیہ اور مسائل دینہ موافق اس سنت کے
 بیان کرتے چلی آئی پھر اگر یہ اکابر اہلسنت سے اخذ نہیں کیا تو کہاں سے آیا اپنی مفسرین کے
 کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان میں شیخین حسن و حسین فیوض اہلسنت میں تفسیر صافی کو دیکھیں کہ اسکی
 مسنف نے اس بارہ میں اپنی مفسرین پر یہی شیخ فرمائی تفسیر جامع البیان جو نہایت
 معتبر تفسیر میں سے ہے ایک صفحہ اسکا آپ پڑھ لیں تو میری قول کے مقتدیق ہو جائی
 اگر زیادہ تکلیف گوارا ہے سامی ہنو تو ساتھ اسکا تیب ہی دیکھ لیجی کہ فاضل اجل مرحوم نور الدین
 حسین اس بارہ میں کس درجہ اگیز افوس کے ساتھ فرماتے ہیں صحیح ہے اور یہ عبارت مکتوب سے تیار
 لیب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر را در ادراک نکرده بکاسہ لیبی عامہ پر داقتہ اند
 و منشایں امر غیر از قلت استعدا و در فن حدیث شریف چہری دیگر ملحوظ نیست جبکہ علماء
 اہل شیعہ باعتراف خود ہمیشہ کا تیس اہلسنت ہی تو بڑی شرم کے بات ہو کہ شاہ صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ پر چھوٹا الزام اخذ دلیل کا لگائی ہیں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی اور اپنی
 علماء کی حالات کو محاذ نہیں فرماتی۔ بیشک ایک حلالی ہے کچھ نام سے لیکن جو دلیل عجیب
 بسبب ثبوت نفس میں بیان فرمائی اور اگر اکابر بڑی افتخار کے ساتھ ثبوت اس امر
 میں بیان فرماتے چلے آئی ہیں کہ سب سے اوٹھا کر اور اسکا جواب ضرور دے پس واضح ہو

کہ حضرت شیعہ کو مثل مشہور القرآنیت شیش ایک حلیش جب کوئی دلیل ثبوت مدعا میں نہیں
 پہنچتی تو ایسی ایسی دلیلیں سی ہی اپنا دل خوش کر لیتی ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جیسا
 مدعا ہوتا ہے اور کونسی دلیلیں ضرورت ہوتے ہیں جبکہ امت اور اس کی شہرۃ الہی
 موقوف علیہ اور اصل اصول دین میں تو کیا اور کما ثبوت ایسی ایسی دلیلیں جو محض
 خیالی ہیں اور جس کو تائید کسی کتاب و سنت سے نہیں ہوتی بلکہ بالعکس کتاب و سنت
 سے ان کی تائید ہوتی ہے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں قطع نظر اس سے یہ دلیل خود مستدل
 منقلب ہے کہ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں جسکی معنی ظنت کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا
 مشورہ سنایا اور اصول دین میں ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہو
 بلکہ فروعات فقہیہ عبادات و معاملات میں سے صوم و مسلوۃ و حج و زکوٰۃ و نکاح و طلاق و بیع
 و شرا و عتق و غیر ذلک بیان فرمائی تو باوجود اس رائے و رحمت کے کہ خداوند تعالیٰ اپنی بندوں کو
 سناٹہ ہی کوئی مسلمان کیونکہ بخیر کر سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کے فروعات کو تو بامین اہتمام کر
 سکتے کہ یہ بیان فرمادی اور کسی اصول دین اور اہم لہما سے کہ اصل جوڑی جسکو تہ عباد
 تمام مصالح دینی و دنیوی منوط ہوں اور مسند عباد کو متنازع و شجر میں ڈال دی
 بلکہ علامہ فرمودہ دین کے مشلین اور بڑی قصی ہا کہ متشا بہات تک فراموشی اور اصول دین
 چھپا رکھی اور نفس فراموشی اور تارک واجب ہو۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ تعجب ہے کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت و رتبا کے کتب سابقہ میں خداوند تعالیٰ نے خبر دی اور حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام نے نصائح نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ وَصِيَّتُكَ اَبُو سُلَيْمَانَ يَا مَرْيَمُ
 اَسْمُكَ اَحْمَدُ۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ راشد جو ابیا و رسل سابقہ سے افضل ہے اور اسکا اکبر
 ذکر نہیں فرمایا حالانکہ عباد کا ایمان اس پر موقوف تھا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اصول
 دین ہی ہیں کہ انہیں روز خود خداوند تعالیٰ ہی اپنی کلام میں نص فرماتا۔ معذرت کہ کہتی ہیں
 لے دو ہمارے کہ اس میں پس چھپا رکھا ہے۔ ۱۱۔ اور بخیر دینی والا رسول جو تھیک میری عجیبی نام اسکا اسم ہے ۱۲۔

کہ اگر امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہل چھوڑ دیا اور عہد امت کو بالائینہ شفقت بہت
 اختلاف و تشاجر میں ڈال دیا اور یہ کچھ اسی نتیجہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نام بنام نفس فرمائی اور کہتے کہ میری بعد فلان اور اس کے بعد فلان خلیفہ و امام ہی بلا مرگ
 خداوند تعالیٰ اس میں کہ شکیں جو اور ممکن ہیں کا عہد فرمایا اور حضرت رسالت ہوا ہی
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم کو کیا حسب وعدہ خداوندی جو خلافت و ارفع ہوگی و وحی ہوگی
 اور مہاجرت پر ہوگی تو آپ کو کچھ حاجت نہ رہی کہ آپ خلافت پر تفضیل خاص
 فرما دیں لیکن آپ نے خلفاء و ارکان کی اوصاف اور مدت خلافت کو صریحہ اور شریعتاً بیان فرمایا
 اور سب سے آخرین بطور ہدایت یہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی قائم مقام
 امام صلوات سطر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و السلامات کہ بعد ازاں
 خداوندی نے جلوہ ظهور پکڑا اور خلافت موعودہ بر روی کا را آئی اور عین دین رضیہ حاصل
 ہوئی تو اب اس سے جو کو ذرا ہی عقل ہی سلوم کر سکتا ہے کہ نفس ہونے کی صورت میں
 کس کا احتمال باقی رہا اور کون تنہا خلف و تشاجر کر جائیں است کو ڈال دیا تا آخر و تشاجر
 اندیشہ کو تو خود خداوند تعالیٰ کے ہی وعدہ و صداقت نے بیچ دین سے اکوٹھا دیا تھا بلکہ اگر
 بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس فرمائی تو باوجود اوس شفقت و عطوفت و رافت جس کے
 چہرہ مرحومہ کی حالت پر مبذول تھی تمام امت کو جس کو سالہا سال کے محنت و مشقت میں
 حرج کی اذیتیں اور ہتھکڑیاں لگائی تھیں اس نفس کے بدولت در طہ صلاوات میں اندھا ڈال دیا
 اگر یہ نفس نہ ہوتی تو کیوں لاکھوں آدمی کفر میں مبتلا ہوتے۔ کیا توحید و نبوت و معاد کا
 اعتراف کا فی نہ تھا سب سے جبر و مفاسد کو یہ نفس متضمن ہے ترک نفس ہرگز نہیں جائز
 نفس ہر ہی یوم عذیر ختم فرمائی یا کوئی اور اس کے نفس نہ ہوتا تو ظاہر ہے اور اگر کوئی اور ہو
 تو لایہ پیش کبھی سلامہ الدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالائینہ رافت و رحمت
 نفس فرمائی ہی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو ممکن نہ کر دیا اور اپنی دلیل کو

جو لطف تھا اپنی دہر سے نہ اوتا را تو جو امور دینی و دنیوی اوسکی ساتھ وابستہ تھے وہ کیونکہ
جس میں موٹی اور نیر نص سے کیا فائدہ ہو اچانکہ امام نے غائب ہو کر باوجودیکہ تمام منافع دینی و دنیوی
اوسکی ساتھ وابستہ تھے سب کو خاک میں ملا دیا اور امت کو عمدہ اختلاف و تنازع دلت بر سین ڈال دیا
کیونکہ کوئی شخص جبکہ ذرا دین اسلام کا محاط ہو گا وہ ایسا کہہ سکتا ہے عملوہ ان سب کی باری محبت
نزدیک اگر قطع عورت تنازع رض ہے پھر پھر تہا تو یہ ہے بدانتہ غلط ہے کیونکہ جو تنازع دلت جو
و کاذب و تجاہد و بارہ رض فرق شیعہ میں عموماً اور امامیہ میں خصوصاً واقع ہوتا ہے اوسکو کیونکہ
بر اختیار آیت و کفر اللہ المؤمنین القتال زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس کی صاف ظاہری
کہ اگر واقعی رض ہوتی تو یہ اختلاف و تنازع جو نظر میں نہ کی ہی اختلاف و تنازع سی بدرجہا برکری
واقع ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ باتیں تراشی ہوئی ہیں پس۔ اگر خوف لظول نہ ہوتا تو اس اختلاف
کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ حواضع و حنف و شافعی و مالک و حنبلی و غیرہ میں شرح و بسط نہ کر سکا دل
چاہی وہاں دیکھ ہی **قوله** اگرچہ اس عبارت پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے مگر خیال
اختصار و عزم بصر کے اس قدر گذارش ہے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع ہی خلفاء اہلسنت کے خلفاء
راست ہیں اور دیگر خلافت بھی مدت سی سالین ہو واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب نے کمال
تورم اور تندی سے محض خلفائے ثلاثہ کا ہی ذکر کیا ہے یہ بھی قابل غور ہے تمسک حضرت ابوہریرہؓ کی یہی
معنی ہیں۔ **اقول** یہ تو اپنے اپنی ہی حق میں بہت اچھا کیا کہ اس عبارت پر بہت
شکوک نہیں فرمائی کیونکہ جقدر زیادہ گفتگو فرمائی اوسقدر اچھی استعداد و لیاقت کی زیادہ ہو
ہے نہ کسی سوا کا کسی پر کچھ احسان نہیں۔ باقی رہا شاہ صاحب پر خلیفہ رابع کے نزدیک کرنا
الزام ہے محض عدم فہم عام و دوسرے ہی ظاہر ہے کہ خلافت رابعہ کے حقیقت متفق علیہ ہیں
فہم نہیں ہو سکا بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اثبات اگر مقصود ہے تو خلافت تہا ہی
ہے جو مستلزم نہیں ہے سوا کا بیان کرنا ضروریات سے اگر ایسی حواضع میں خلافت رابعہ کا
انکار کیا جاوے تو جبکہ اوسکو خلافت حقہ تسلیم کر لیا ہے تو ہماری شک و دوا میں کچھ قصور

واقع نہیں ہو سکتا اگر آپ مدعی ہیں تو وجوب ذکر کو کسی دلیل نقلی یا نقلی سے ثابت لیں
 وہیات سے موقع ہستہ دل میں کام نہیں پاتا۔ اور نیز بیان کرنا اس امر کا معقول ہوتا ہے کہ
 خداوند تعالیٰ اخذات واقع ہوتا تو اجماع ہات دینی و دنیوی کو یہ خلاف قیاس متضمن نہیں
 فتح دوم در میں وغیرہ مما یک اور شیعہ و علم اسلام کے دو سب و دہم و دہم ہو جاتے ہیں کہ یہ
 خاص خلاف نہایت ہی کاسی و اسلی و اسلی و اسلی بیان کے بعضی میں تو انہیں کا ذکر کیا گیا
 مسئلہ دازین ہم اجماعی روایات میں بہت جگہ و کچھ ہیں کہ حضرت جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے
 اور باقی ائمہ کا نہیں ہوتا تو کیا اس سے ہستہ دل ہو سکتا ہے کہ حضرات کو ائمہ باقیہ سے بعض تھا
 قرآن شریف پر جو تے کے ساتھ بعض مواضع میں بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا بہتر بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ انبیاء و
 منهم من قصصنا علیک منهم من اقصص علیک حالانکہ وہ ہی انبیاء ہی اور نہ صرف ان کا
 ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھیں گے۔ یہ حضرت ہی کی منافرہ دانی ہے کہ ترک ذکر کو
 دلیل بعض کے قرار دینے میں اور بلا دلیل خلاف ولادت کا کہتی ہیں۔ **قول** اور نیز اس کا
 اہم الہامات ہونا ہی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا شاید آپ کو انکار ہے۔ **اقول**
 جبکہ آپ میری انکار میں شک مسترد ہیں تو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ اس کا جواب لکھا جاوے
 بلکہ چونکہ یہ شک نہیں محض خیال ہے اس لیے ہم آپ کو ایک غلطی پر متنبہ کرتے ہیں کہ اس میں
 ہمارے اور آپ کی مسئلہ امت میں یہ اخذات ہے کہ آپ اس کو اصول دین میں سے مثل فرجید
 و نبوت کے سمجھتے ہیں اور ہم شروع دین میں سمجھتے ہیں اگر اس کی اہم الہامات ہوتی کا انکار
 تو این عبارت کے یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں ہے اور اس عبارت سے اس کا ہرگز اصول دین میں
 ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امت کا اصول دین سے ہونا
 ثابت فرماتے تو بجا ہی خود ہوتا ورنہ صرف یہ فرمانا کہ اس عبارت سے امت کا اہم الہامات

ثابت است که این پیرینی که کاتب نے محل نزاع سے مجاہد فرمایا ہے جو قول ادنیٰ سے متصل و
 مقصد مقدرہ میں بصرفہ عکس یہ عبارت مرقوم ہے دتیل ثانی ہر کہ کتاب فضائل انصاریہ را
 از اہول خواندہ باشد و فن معرفت انصاریہ را تتبع نموده باشد ابستہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم در حق پریمی از اصحاب خود داشت و برخاست بان حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم داشتند نفس رانی فرمودہ است و کلمہ کہ مرآت حاصل عمر او تواند بود بزرگان
 شریف جاری شد و این قصص بیرون از شمار است ہر گاہ برای ہر کسی کلمہ روان ساختہ
 ہر کبار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ دیر کشید و بود و نہ بعد
 دی صلی اللہ علیہ وسلم تحمل عبارت خلافت نمودند چہ نفس رانی فرمودہ باشد و خلافت
 ایشان از دو حال بیرون نیست یا خیر است یا شر اگر خیر است بہترین جمیع خیرات است
 من سن سنة حسنة الاسلام کان لہ اجرہا و اجور عمل بها این بزرگواران را
 مثل اجور جمیع عبادین جو جمیع آنانکہ سعی الشان بہتہ کردہ اند حاصل است و اگر شر است
 بدترین شر است زیرا کہ دین محمدی را بہم زدند و امام معصوم را رسانیدند بہر تقدیر آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم امور خیرہ اصحاب خود را کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بان متصف
 شدند بیان فرماید چہ امر عظیم اما الی الخیر و اما الی الشر بیان فرماید اگر خیر است لطف
 خدا کے تعالیٰ و اوست حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا مینماید کہ بران
 خیریت مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بان اہتمام نمایند و اگر شر است لطف الہی
 و اوست حضرت رسالت پناہی تقاضا مینماید کہ بد شریت آن مطلع سازند تا مردم آنرا
 شریعہ اند و حجتہ اللہ بر ایشان قائم شود اگر نوع ثانی می بود آن نیز بیان امر خلافت است
 و نوعی از تعیین خلفاء اگر فلان فلان بتفاوت حقیقہ نیستند و حقیقہ غیر ایشان است پس بعد
 است تقریر بہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حکم بر احوال صحابہ دلالت طہرہ دارد کہ خلفاء
 بیان فرمودہ است و تعیین خلفاء را بوجہ اتم کردہ است انتہی بقدر انجاء سیدہ تقریر جو خلفاء

و جوب نفس کے بارہ میں حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہے نہایت ہی متین و لطیف ہے تحقیق
 و تحقیق کی داد دی ہے خلق پر و جوب نفس کو خوب ظاہر کرتے ہے چونکہ ہمارا مطلب ہے کہ حضرت
 اس قدر ہے کہ خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا واجب ہے اور یہ شاہ صاحب کی اس دلیل سے کہ جوب
 و نسخ ہے لہذا اس باب میں کلام کہ شارع علیہ السلام نے خلق و ملتہ کی صحبت و خلافت میں ہمارے
 فرمائی یا بطلان خلافت میں اس قدر صحت خلافت میں فضول معلوم ہوتی ہے اقول
 یہ دلیل ہی جو ہماری مجببات سے ازالہ اشخاص سے نقل ہے کہ اس سے خبر مرید سے بیان ہی ہے
 مدعا یاد نہ حضرت اچکا مدعا اشتراط نفس کا اثبات ہے یہ مرید خدا زاد تو دیکھی کہ اس
 عبارت میں اشتراط جس کے یہ فہم ہوتا ہے ہی انصاف کی آنکھوں پر ایسی ہی آواز ہوتی ہے
 اقول تو اس عبارت سے جوب نفس ہی ثابت نہیں کیونکہ نفس متنازعہ فیہ کی اثبات
 یہ عبارت متضمن نہیں ہے اور جس نفس کو یہ عبارت متضمن ہے جسکو ہمارے مجببات ایسا
 مستدل قرار دیا ہے وہ متنازعہ نہیں ہے اگر یہ ہے تو اس وجوب نفس متنازعہ فیہ میں جاری
 کرین اور یہ مقصود ہے کہ اسی دلیل سے وجوب نفس متنازعہ فیہ ہی ثابت ہے جو غیر مسلم ہے
 بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وجوب نفس متنازعہ فیہ کو یہ ہی دلیل مانع ہے کہ یہ کہ جب رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم نے بیان دفاع و اوصاف سے بچہ بیان فرمایا اور ہر ایک سستی کی آواز
 نصیب ہے خبر فرمادی تو اب نفس متنازعہ فیہ کے کچھ حاجت نہ رہی۔ اے میرے ہم راہیگا
 کہ آج کے نزدیک وجوب نفس میں وجوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت و شکر و مخالفت میں دلیل
 ایسا اثبات ہے ملحوظ کہ یہ ہے یہ ہذا اگر وجوب نفس غیر من محال ثابت ہے ہو تو اشتراط
 کی ثبوت کو یہ مستلزم نہیں پس ثبوت اشتراط میں اس کو پس کرنا قلت تو پر رہی ہے۔ قطع
 اس سے یہ دلیل شرعی ہے جو اثبات اصول میں کار آمد نہیں ہو سکتی۔ لیکن جس مدعا کے اثبات
 یہ حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سو اول تو وہ اصول میں نہیں ہے ہر جہت و دلائل انعامی و
 ذکر فرمائی ہیں وہ سب بطور مودعات کی اس دلیل کے ذیل میں واقع ہیں جو بعضی طرح

انصاف سے نہیں دیکھا جاتا

قرآنی سے مدعا کو ثابت کر رہی ہے لیکن وہ مدعا آپکی مجلس میں داخل بعید ہے۔ فی الواقع یہ تقریر
 بلکہ تمام تقاریر جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت میں و لطیف میں اور تحقیق حق کے
 راوی ہیں۔ ع۔ والفضل ما شہدنا بہ الا حمداً و لیکن آپکو کچھ مفید نہیں چنانچہ
 گذارش ہو چکا **قول** کہ تاہم اس قدر لکھنی ہے باز ہمیں وہ سکتی کہ ایسی دلیل ہے خلافت
 خلفائے ثلاثہ کی صحیح معلوم نہیں ہو رہی کیونکہ اذکا غیر منصوص علیہ ہونا ایسا واضح ہے کہ
 آپکی خاتم الحدیثین تکلف میں اسکا اقرار کر لیا ہے چنانچہ باب ہفتم تحفہ میں وہ یہ تحریر فرمائی
 میں زیر کہ خلفائے ثلاثہ نہ ملے نہ نہ معصوم نہ منصوص علیہ دو فضیلت ہم گئی لیکن بحث یہاں
 پس جبکہ ضلیفہ کا منصوص علیہ ہونا آپکی خاتم الحدیثین کے والد ماجد کی دلیل سے ضروری ثابت
 ہوا اور یہ خلفاء اربعہ کے ہی حسب اقرار صاحب تحفہ منصوص علیہ نہیں تو اذکا خلافت
 صحیحہ نہ ہی **قول** اسی حضرات اہل انصاف و زہاد میں مدعی انصاف مجیب کے اس
 دلیل کو جو ابطال خلافت خلفائے ثلاثہ سے بقائم فرمائی ہے ملاحظہ کیجئے اور اس کو آپکی غور فہم
 عزائم علم اور مرتبہ اجتہاد و انصاف کا اندازہ فرمائی اور دیکھیں حضرت کو کیسی سی بوج و دلچر
 شبہات سدا رہے ہیں یا انہیں دعویٰ یہ ہے کہ ہم نے حق لکھیں کارنبہ تحقیق مسائل
 میں حاصل کر لیا ہے اس دعویٰ کو دیکھیں اور اس دلیل کو ملاحظہ فرمائی زمین و آسمان کج فرق ہے
 زیادہ فرق باپگیا اگرچہ اس نو دلیل کے ابطال کے اور اوس میں تفصیع اوقات کے چندان ضرورت
 نہ تھی لیکن چونکہ ہماری محبت بے بیغ و بڑی ہمارا ذوق و اشتیاق سے بیان فرمائی ہے سلیبی مسائل سے
 کہ مختصراً اذکا بھلان پر متنبہ کیا جاویں۔ پس وہ کہ اذکا تو آپ نے یہ غلط کہا ہے کہ آپ نے جو
 وجوب انصاف و اخلاص سے مستنبذ کیا ہے اسکو شرط اور موقوف علیہ سمجھت خلافت سے سمجھ لیا
 حالانکہ اگر بالفرض وجوب تسلیم ہے کہ لیا جاویں تو سنہ ازیم شتر اہل نہیں دوسری بڑی خطا یہ ہے
 کہ جو وجوب انصاف حضرت شاد دلی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے سمجھنا صاحب تحفہ مع کی
 اعتراض عدم مضبوطیہ خلفاء کو اس سے نہیں محمول فرمایا جسکا جو عبارت ازالہ اخفا سے سمجھنا

حالانکہ یہ سی بدی ظہر ہے جس سے کوئی طلبہ بھی شرابین جس شخص کی عبارت فارسی کے
 سمجھنے کا ہونا اس سی سلبہ ہو رہی ہو جو بی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب الزادہ اخفا نے نص سے کہ کوئی
 نص مراد رکھ کر سی۔ یہ سی مبتدا زعم فیہ ہے یا کوئی اور کلام ہے کہ یہ نص متنازعہ فیہ تو مراد نہیں
 کیونکہ وہ عبارت جو ہم ادھر بیان کرانی ہیں بدلا لٹ مطابق ہے سپر دال سے وہ فرمانی دال
 نکتہ آنت کہ مراد ازہ تعین تالیف کہ بوجوب دندوم آن لب میکشائیم نہ آنت کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک وفات خود مسلمان را جمع فرمایا دید و بیعت آن خلیفہ امیر نماید
 با فعل از افعال طلبہ استخلاف درین حالت عمل آرد۔ چنانچہ احوال تحت نشان دین و تحریر
 بہت دن منہم استخلاف میباشد اور بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوبیت سے کہ کوئی
 عدم منصوبیت اگر کسی ظاہر سے کہ وہ سی عدم منصوبیت اگر کسی سی جو متنازعہ فیہ بین الفریقین ہے
 اور وہ منصوبیت جبکہ وجوب صاحب الزادہ اخفا نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اسکا ہرگز انکار نہیں
 جسکا صاحب تحفہ کو انکار ہے وہ اس سے بالکل جدا ہے پس یہ ہماری محبت فارسی مالی اور
 خوش فہمی سے کہ دونوں کو یک سمجھ گئی۔ ہر ان باتوں پر کیا کہیم دعویٰ انصاف ہے ہاں اگر
 آپ انصاف سے اپنی بیان کی ادبابت و عبارات کو ملاحظہ فرمادین تو معلوم کریں کہ اس
 عدم ہمت لول نصابت ہوا ہے زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں صرف انہی الباقیہ کی شرح
 ابن سینہ کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ (۱) المیناق ما ازہ من بیعت الی بکر بعد الیقاھا الی فاذا
 میثاق القوم قد انقضی فلم یکن الخالفہ لعدا۔ اس عبارت کو بغور دیکھیں اور فرمائی کہ خلافت
 صدیقی الکی نزدیک ہر حال غیر مخصوصہ ہے تو ہر خلافت غیر مخصوصہ کا میثاق لازم کیونکہ
 تھا اس سے معلوم ہوا کہ اکثر اہل نفس باطل بلکہ یہ سی دلیل طلبان اکثر اہل عصمت و افضلیت
 کو یہی ثابت ہے اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل پذیر رکشن ثابت ہے (۲)
 ملہ بیان وہ کہ جو کہ آپ پر بیعت الی بکر اسکی واقعہ کہ بعد لازم ہو گئی یعنی ہاں۔ قوم کا جب بعد لازم نہیں
 ہر اس سے بھی مخالفت محسوس کی۔

اس خطبہ میں جسکی ابتدا یہی ہے ومن خطبة له لما خصمهم روايت نقل فرما تے ہیں الا تحب
 من قرئين جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو عام قریش میں شائع فرما دیا تو
 بلکہ جو شخص تخصیص نہیں اٹھا عشرین محض ترسی ہوئی بابت معلوم ہوتی ہے اور وہ آیت
 وہ نص جسکی ثبوت کا دعویٰ فرمائی ہیں اسکو مخالف ہے شارح ابن قیم کے جواب کو بھی چونکہ
 افادہ فرمایا ہے ملاحظہ فرمایا گیا۔ (۱۴) وہ خطبہ جسکی ابتدا یہی ہے ومن خطبہ
 الی معریۃ اما بعد فقد اتى منک موعظۃ من شرح میں علامہ ابن قیم نے جو خطبہ
 امیر کا نقل کیا ہے وگنت امراء من المهاجرين اوردت لما اوردوا واصدہا کما
 اصدرها وما قال اللہ لیجمعہم علی الضلال ویضربہم بجمع اس عبارت سے مراد
 ظاہری کہ جب ہاجرین کا اجماع خط پر نہیں ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۱۵)
 اس خطبہ میں اسکی تہہ سی مذکور ہے واما منیرت بین اهل الشام واهل البصرة وبنی
 بین طلحہ والزبیر فلم یح ما الا انهم ذلک الا واحد لا یفایعہ ولحدۃ اللہ فی
 لا یفایعہ اس عبارت کو بنظر تامل وکیہ جائی معلوم ہوگا کہ کس صرح سے اشتراط نص کو
 باطل کر رہی ہے اور اگر اطراف جو اس کا نام کو محفوظ رکھیں تو یہی معلوم ہو جائیگا کہ یہ
 دلیل میں بابت مجاہدات انھیں ہے (۱۶) پھر پہلی دلیل کے ہے کہ اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ
 و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اس طرح
 نص فرمائی جیسے میں کوئی حقا باقی نہ رہتا۔ بلکہ یہ امر اصول دین سے تھا اور جب اس نزاع
 ہوئی دالالت تضررت کہ اکثر مجالس نشست و برخاست میں اسکی نسبت تخصیص
 فرماتے بلکہ قرآن منزل میں بشور وحی متلو کے منازل کو در زبان اکا ہدا صاعرا فرماتے ہوتا کہ

علی امام قریش میں کو ہیں ۱۷ میں ہی ایک شخص ہاجرین کو ہون دارو ہوا میں صرح دے دیا ہے
 اور اس صرح دہ لٹے اور ادا دنگو گراہی پر کہنے لگو گئے اور انکو جس سزا میں دیا گیا ۱۸ لیکن فنی جو کہہ اس میں
 اہل بصرہ میں داری میں لٹو دے بصرہ میں فرق بیان کیا پس ان پر حاکم کی قسم عرفت یہ ایک ہی امر ہے کہ ایک ہی ہے۔

اودا دسین ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا تا کہ میرے کچھ اور دسین مجال نمود و انکار باقی
 نہ رہتی۔ اور اگر بالفرض تفصیل تھقیق کے صورت میں اور لوگ اس میں مخالفت ہوتی تو شاید
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو باہم کچھ اختلاف واقع ہوتا لیکن حسب الکی سی باہم کچھ نزاع نہ
 ہا یا جاتا ہے۔ تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ محض خیالی ہوتی باتیں ہیں بشرط
 کسی دوسطی نہیں ہوتی پس میں یہ کہ جو فقہ المسلمانہ میں باہم اختلاف مروج ہے
 الامتین قرین اور نفس وہی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویہ اہل سنت سے ثابت ہے
 (۲) مجسہ بن خنیسہ اور امام سجاد کا باہم نزاع اور حجاز سود کا حکم بنائے امامان دین
 کو امامت مفہوم نہیں دے کیا محمد بن خنیسہ پر ہی بحث ہوتا جو حجاب لیس کا اٹل بازو کی ہے
 اگر محمد بن خنیسہ کو معلوم تھا تو نہایت سبب ہے کہ نفس خداوندی اور حالت بنیادی میں تو چون
 چرا فراہمی اور حجاز سود کو فیصلہ کو منظور کر دیا حجاز سود کو فیصلہ کے نسبت آنا ایسی یاد رکھنا
 اس میں ہی باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حجاز سود نے امام سجاد کو کلاست کی نصیبی کی
 اور بعض کہتے ہیں کہ امامت مجسہ بن خنیسہ کے شہادت دی سادہ الکی اور میت وائل میں
 محبت وقت انکی نقل کے فرصت میں دنیا اسیر ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ **قولہ** شرک
 بار میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل مبنی ہستی مقصد فصل مقصد میں
 میں تحریر فرمائی ہیں دلیل ثالث ہر کفر مخالفی راتبع نموده باشد ہیستہ میداند کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم پر گاہ برامی غزوہ از مدینہ شرحہ سفر میفرمودند شخصی را حاکم مدینہ غنی
 مسکین را گھسی ہن گزشتہ ہے پس چون کہ مسرحت از دنیا فتنہ وغیبت گیری
 پیش آمد آن سیرت مرضیہ خود را چراہ راغات نفرمائید اگر کامل کنی در وقت آمد آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم تندر و مذکور شدن است بغیر نسق محال دانی دیگر اسلاح عالم کہ سبب
 بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود است میں نظر واری شاہ گزشتہ میں آدمی
 سنی علیہ در میت و اسلاح آہنا تھاقت و تناقض انگاری دیگر بسیرت علیہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و تقویٰ ہر امری مستحق آن نظر بر گمار ہی نہیں
 اختلاف پیدا و کردن دنیا سنگر و تبعہ شمار ہی استقر او اکثر افراد و احوال و حکم کردن
 بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کی از اولہ خطا بہیست کہ در معرفت احکام بآن الکفایت
 کرد و قصص نصب ثواب بعد پشاندن در عز و ذات از آن مناسج نہست کہ بنقل شدہ از
 احتیاج افتہ انتہی یہ دلیل ہی نہایت مستین و لطیف ہو اگر اہل عنایت بلکہ اہل سنت
 یہ دلیل بیان کرتے تو حضرات سید کیا کیا کہہ نہ کہتے اور حماقت و عقل کے سخافت و غریب
 کرتے عقل و نقل کے خلاف فرمانی مگر چونکہ حضرت شاہ صاحب نے یہ دلیل بیان فرمائی ہے اب
 حجاب نہیں کہ اس کے ترح و تسبیح میں چون ہی کر سکیں۔ **اقول** اس ضعیف اور داہمی
 استدلال پر ہمارے عجیب بسبب کیا یہ نازد افتخار و جوش و خروش قابل تاشا ہی اخفت
 میر صاحب جناب کو اسکی ہی کہہ خبر ہی کہ وہ مدعا ہے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
 اس دلیل کو اپنا مستدل قرار دیا ہے کچھ اور سی اوردہ مدعا ہے آپ اس دلیل کو کھینچا تا کہ
 کہ گئے ہیں میں کچھ اور ہی باہم سرود و عود کہ تغایر و تباین ہو گستاخی معاف پیراگر
 اہل سنت حماقت و سستی و غفلت کے طرف آکھو مشوب نکرین اور تحقیق و تجسس نکرین اور کیا
 کریں کیونکہ حماقت کہ کام پر کچھ تحقیق ہی نہیں ہے۔ اور تغایر حضرت شاہ صاحب کے دعویٰ
 آپ کے دعویٰ سے ایسا بد ہی ہو کہ محتاج بیان نہیں اور ماضی میں ہم سیدہ ربیان ہو کر آؤ
 مین اب ہی اگر شک ہے تو کسی فارسی خوان سے دربارت کر لیجیگا عبارت از از اخفا
 کہ یہ بکرات از اللہ سے آکھو تباد لیگا اور اس دلیل کی آپکی مدعا میں جاری انہو ما یہ ہی ہے
 بد ہی ہے چنانچہ اسکی سیدہ قرآب ہی متنبہ ہوئی اور آئندہ عبارت میں نہ عم خود اس میں
 کرنے کرنے میں ناعم سلم اصول و معقول کو خرچ کر ڈالا۔ چنانچہ ایسکی کیفیت ہم اسی
 قول کے شرح میں آپ پر اور ناظرین چڑھ سچ کر نیکی چونکہ یہ دلیل مستین اور لطیف حسب
 اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری سفید و ہشت ہے

مستند حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور کچھ تخریبیں چون دھارکی پیش آئیں یہی ہم کو کچھ نال ہو نہ آپ ہی کہہ چون کر سکتے ہیں لیکن
آپ کی دعا کو نہ صاحب عمر کی دعا کی مباحث ہو ہرگز نسبت نہیں آتی بھول اللہ وقت اور
سمت است بہت کچھ تخریب کر سکتے ہیں اور سب کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن جناب کا یہ خیال کہ یہ
ذیل چونکہ نہ صاحب بیان فرما کر مایوس آئیں چون دھار نہیں کر سکتے محض غلط ہے مثلاً
اگر کچھ کہیں کہ اہل سنت کی کتابوں کو بعد از غلط نہیں فرمایا ہمیشہ اہل سنت قول راجح کی تائید
اور ضعیف کے تضعیف و ترغیب کرتے رہے ہیں اگر آپ ارادہ اخفا کو یہی دیکھیں گے تو اس کو
غیوت پانگہ۔ **قول** اگرچہ صاحب کی پہلی کلام اس دلیل میں استغراقی و راجح ہے
لیکن شروع کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ دلیل قیاس بالا ولویت پر بالاتفاق معتبر ہے
اور افضل ہے کہ اسکی ابتداء پر صریح دلالت کرتے ہیں راجح ہے۔ **اقول** یہی قول ہے جو
ہماری محیب بیٹے نے ہم عدم عدل خرچ فرمایا اور چند اصطلاحات بطور دفع خلل مقدم کرنا
لیکن یہاں شہود ہر دو اہل دورست مطلب کو ہو چکا تو درکنار کسی غلطی میں غلطان و بیجان ہوتی
کہ جو حضرت کے دعویٰ فضل و کمال مسلم و جہاد کی نقیض ہے و اسح و دلائل میں اس میں نہج ہو کہ اس
فہم میں ہے اس دلیل کو قیاس بالا ولویت فرمایا اور یہی حش خطا ہے کیونکہ قیاس بالا ولویت اگر
تسلیم کریں کہ قیاس ہے اس جگہ ہرگز جاری نہیں ہو سکتا اسکو مثال و نقل لہذا اس میں نشان
مرست فرمایا و شتم جو دلائل حرمست تا قیافہ سے معلوم ہوتے ہیں کہ اس جگہ اصل میں حرمست
حکم مسموع ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فیض منلو حرمست تا قیافہ بیان فرمائی تو جو کہ اس میں
چہ حکم قطع ہے اور فرع میں بالا ولویت ثابت ہوا تو قطعاً مباحذات و محکم فیہ کی کہ اس
اصل میں جو فرع فرع نہ اصل ہیں حکم وجوب بعض قطع ثابت ہے بلکہ نفس وجوب ہے ثابت
نہیں پس جبکہ فرع قولہ دی کہ اس میں لیکن کیونکہ وہ حکم بطور وجوب قطع کی ثابت ہوگا
تفصیل اس لہذا کہ یہ ہے کہ احوال و سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر غزوات و غیر
میں ہائی جاتے تھے اس امر سے دال ہیں کہ آیت جب کہ سفر فرمایا تو کسی کو دین پر غلطہ حکم

مقرر فرمایا اب اسکو بشرع غور ملاحظہ فرمائی کہ آپکی قیاس بالادولیت کی اگر اصل ہو تو یہ ہی سفر
غزوات وغیرہ ہی پس اسکی اصالت کو دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ اسین حکم کو نسا ہی اور وجوب اسکا
کس دلیل سے ثابت ہی اور علت اس حکم کی کیا ہی اور جبکہ اصل کے یہ کیفیت ہی تو فروع
کی کیا حالت ہوگی پس اسکا قیاس بالادولیت کہنا صحیح غلطی ہے۔ علاوہ ازیں لفظ لیکن
کو سبب جملہ سابقہ کا استدراک فرمایا جبکہ حاصل یہ تھا کہ شاہ صاحب کی آخر کلام
استقراء کی طرف رجوع ہی اگر اس استدراک سے یہ غرض ہی کہ ہر گاہ شروع کلام میں دلیل
کو قیاس بالادولیت ہونی پر دلالت کرنی ہی تو رجوع الی الاستقراء ہونی کا اعتبار نہ ہوتا
تو یہی غلط ہی کیونکہ آخر کلام اول کلام کے یہی معنی ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالادولیت
ہونا باطل ہے نہ رجوع الی الاستقراء۔ معیناً جبکہ دربارہ تفتیح دستقرا احوال پر ہی ہی تو
اوسکو کوئی کیونکہ رفع کر سکتا ہی اور اگر غرض یہ ہی کہ قیاس بالادولیت جو شروع کلام
مفہوم ہوتا ہی وہ اس دلیل میں بجائی خود معتبر ہی اور رجوع الی الاستقراء جو پہلی کلام
معلوم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو مزاحم و مصادم نہیں تو
اس سے یہی زیادہ بدیہی غلطی ہی کیونکہ یہ ایک دلیل ہی جو اعتبار قیاس بالادولیت
اس دلیل کے قطع ہونی کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستقراء اسکی ظنیہ کو مقتضی ہی
تو ایک ہی دلیل قطع ہی ہونی اور اظنی ہی معیناً اٹنا تو آپ ہی جانتی ہونگی کہ قطعی
اور غیر قطع سے مرکب قطع نہیں ہو سکتا نیز معلوم نہیں کہ اس استدراک نے آپکو کیا
فائدہ دیا اور بفرمان محال اگر قیاس بالادولیت ثابت ہی ہو تو آپکو کیا مفید ہی ہو سکتا بعد
اسقدر اور گوارش ہی کہ یہ ہی منہج راسخی عالی ہی کہ قیاس بالادولیت کو قیاس کہنا
صرف علامہ طوسی کے نزدیک ہی درجہ آپکی یہاں محقق وغیرہ نے اسکی قیاس ہونے سے
انکار کیا ہی محال اصول بحث قیاس میں تذکرہ ہی۔ دھبہ العلائق فی التہذیب و کثیر العالی

الى ان تعدد المحكم في تحرير النافق الى انواع الادي التي لا تعدد عند من بالقياس وسمو القياس
 الجدل واكمال ذلك المحقق وجميع من الناس - ادرج لوگ كه كمي قياس هو اني كه منكر بن ده اسكه
 مفهوم الواقعه ادر فحوى الخطاب وغيره اسما وسمي كه تے من اس كه بهر بهر بهر
 ہو سكتا هر كه بهر بهر مضمون كه دوسري بجا جاري نهيمن ہو سكتا بهر بهر مضمون نهيمن بهر بهر
 محجب با اينهمه سلم فضل البكر كيون بهر كه اپني اصول و فروع كي بهر خبر نه هي - سلم نه مانا
 كه حضرت كه قياس بالادولت مطلقا معتبره ليكن كهان معتبره بهر بهر جگه جاري هو اسكه بجا
 معتبره بهر بهر جگه جاري هو و نه ان بهر كه معتبره بهر بهر جگه جاري هو اسكه بجا
 اعتبار كنه دالي صرف بهر بهر فاضل محجب بهر كه عقل هو اسكه بهر بهر بشر كي نهو كي - والله
 يهديك الى صراط مستقيم قوله ادريني بهر بهر صفيه من فروع من دليل مانع
 اگر شريعتي را كه حضرت صلي الله عليه وسلم برائي دفع مفاسد عالم و صلاح جهان بجا آورد
 بچشم عبرت تبصرت كني شك نه ادری در انكه آنحضرت صلي الله عليه وسلم ان عقوبات كه افروخته بهر بهر
 را از حقيقه صميميت با وجه حكاييت رساند بيان فرموده بعد از ان هر چه حاجت بان باشد
 از آداب مهميت و مكاسب و معاملات و تدبير منازل بسياست بدن همه را شروع ساخته و
 بهر بابستي كه در انجا بود از ان منع و زجر نموده و از ان همه كه مشته تخينات و سد ذرائع مفاسد را
 انهم را بوجه مسمين گردانيد و بهر خبري بيان كده اركان و مشهوره و آداب مفصل ساخته مثل ان
 حكيم دانا و شفق مهربان عقل تجويز ميكند كه اس خود را در عين هلكه بسيار و تدبير خلاص ايشان
 تفرايد در غره تبوك متوجه شام شود انارده قوه غصبيه در ميكند و ايشان را تحليف نمايد
 و نامه كسري نويسد كه آتش غيرت بسبب آن بر مانم ادرسد و وي از كمال عذرت خود قاصدا
 پيش آنحضرت صلي الله عليه وسلم فرستد و قصد انانته و تنبیهان اماند ميگردد كه اب
 سلم كه ادر سلم كانه بهر بهر عوت بايف هر انوا كه كليات كه برت جو بايف هر بهر بهر اب نه بهر بهر ادر سلم
 قياس حله نه كه بهر بهر عوت بايف هر انوا كه كليات كه برت جو بايف هر بهر بهر اب نه بهر بهر ادر سلم

و اسودنی از زمین عرب برخاسته باشند و مردم ضعیف الاسلام در پی تردید کفر افتاد و با
 دستور قرآن اندر عصافیر و دست مردم برگزیده باشند بجهت این حکیم و انا و رافت این شفق
 مهربان مناسبت دارد که تدبیر صلاح عالم نگارده است خود را زیر سنک خلیفه سپرده از علم
 بگذرد - سوال اگر گویی همه احکام در شرع مبین نشده است بلکه بسیاری از احکام بقیان مبین
 حواله کرده است اندر نصب خلیفه هم از احکام غیر مبینه باش گو - جواب گویم خبری که در زمان
 آنحضرت صلی الله علیه و سلم واقع بود خبر آن بان حضرت رسیده لایه صلاح آن حضرت صلی الله
 علیه و سلم فرموده است اگر خیر است تقریر نموده و اگر شد است منع فرموده و الا تقریر بر محصیت
 لازم آید و آن محالست و تضاد هم عصمت و چیزی که قریب الوجود و قریب الحصول بود آنرا بیان
 فرموده آری آنچه جمیع الوقوع است اثبات شبهات بان نکرده و آن عین رحمت است حکامیکه
 بقیان مبینین حواله کرده اند آن وقایع جمیع الوقوع است نه قریب الوقوع و واقعه که تقریر
 آن کردیم قریب الوقوع است پیش پا افتاده که هر عقلی وقوع آنرا عذرا بعد عذمه اند شتان
 بین القیاس و بین بازرقیاس محبت بین از حواله کرده که عقل تحقیق آن شغل باشد نه آنچه تعبیه
 محض باشد و یقین خلیفه که در زمان آنند تغییر و تبدیل نکند و سعی او مفید مطالب
 مقصوده باشد امری که کل تبر جهان سان غیب که عقل را مدخل نتوان بود - انتهی خود فرمای
 که پس دلیل کار حرف ہماری مدعا که کیسان ثابت کرنا ہی آورده چارون اصول اتفاق و دعیت
 خصوصاً اصل اول که حضرت تا به صاحب اس کتاب که شروع مین که ہی بین کسی باشد
 هر گاهی بخوف طوالت زیاده ندین که بکسی **اقول** یہ وہیں ہی مثل دلائل سابقہ
 ہماری فیاض محبت کے مدعا ہی ہر حال جیہ ہی کیونکہ اولاً یہ دلیل ہی دلائل خطابیہ مین ہی
 از ظنی ہی تو ایس مدعا کو جو اصل اصول دین مین ہی ہرگز مثبت نہوگی - ثانیاً جو رض
 کہ اس عبارت ہی مفہوم ہوتی ہی یا اوس رض پر محمول ہی جو مدعا شاہ صاحب مدعا علیہ
 کا ہی اور یا اوس رض پر حمل کیجیگا جو ہماری فیاض محبت کا مقصود بالاثبات ہی اگر نہیں

محال می نفس مراد بود چنانکه اثبات کی موجب در پی بین نام نامی گنجایش هر که ده اس
 است لال که منع کری اورده بهیچ که تحمل هر که ده نفس مراد بود که جوید عا حضرت شاه جبار
 رحمة الله علیه که هر ارقاعده سی اذا جاء الاحتمال بطل استدلال توبیه استدلال تنبیه
 که رفع احتمال کیا جادی باطل بود که اورا اس احتمال کا رفع بود نامحال هر ارقاعده سی که اگر
 اس نفس کو اس پر محمول کیا جادی جو شاه صاحب هم که مدعا هر ادر بودی عقل نقل اس هر
 پر محمول هر دو اس صورت بدین اس پس هر هاری محبک مدعا کی ثبوت کی کوئی سبیل
 نہیں - باقی رہا یہ جو آپ فرماتی ہیں کہ اس دلیل سے چاروں اصول انقضا و نہیبت کے
 خصوصاً اصل اول پر منشاء ہو گئی سو یہ ہماری قاضی محبک خوش فہمی سے منشاء اور
 یہ ہے کہ اول نفس سے وہ نفس سمجھی جو اپنا مدعا تھا بعد اس کے یہ سمجھی کہ یہ نفس انقضا و نہیبت
 کا فی تہی حال لاکہ یہ ہر دو امر فاسد تہی نہ نفس سے وہ نفس مراد ہی جو محبک سمجھے کہ ہر
 اور یہ نفس انقضا و نہیبت کی کافی ہے کیونکہ یہ نفس محض کاشف و قانع از نہیبت استحقاق ہے
 پس بطمان اصول کا دعوی محض غلط فہمی سے ناشی ہے اور نہ ہی فاسد علی الفاسد -
 قولہ ہر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں دلیل خاص سلبہ پر جمیع ادیان پر رسالت آخرت
 صلی اللہ علیہ وسلم منطوی بود کما قال عز من قائل هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰی
 وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ وکادوی عن النبی صلی اللہ علیہ
 بالتواتر انہ بشر فہم قادیس والردم اول سبعتیکہ و فی اول قدومه بالمدینہ و عند وفاته
 اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریب عباد بان فریضہ مقتوتہ کنند او امی واجب کردہ شد
 حاشا من ذلک زیرا کہ فتوح فارس و روم از آن قبیل نیست کہ بدون نصب خلیفہ راشد میر
 و عشق اہی ب خلیفہ اتی خلیفہ کان کفایت نمیکند زیرا کہ برای امر قوت بر نفسی سعاد
 نیست سخن با غیر سخن مستحب است و قریب اختیار برای کسی زدن کہ برای آن موفق با
 د آن امر برای شیر گرد و از سوم امتیان بیرون است و قریب الواجب واجبہ نیست

نصر کا وجوب ثابت ہو گیا تو ہمارا مطلب بجا مل ہو گا اور اس باب میں ایک نیا شہ پہنچا
 دیا جائے گا۔ **اقول** یہ دلیل ہی مثل دلائل گزشتہ کے ہرگز آپ کی نسبت مدعا نہیں ہے
 اور اگرچہ آپ اس دلیل کے تعریف فرماتی ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا مثبت مدعا
 اعتقاد کرتے ہیں لیکن نے حقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائیگی تو ایک واضح معلوم
 ہو جائیگا کہ یہ دلیل اگرچہ من مطالب کے لیے صاف آتش بادی ہے کہ جس سے اصول مطالب کا
 بیخ بن ہی کہ استیصال کر دیا قطع نظر مفاسد ہستہ لالات سابقہ کی جو بیان ہی لازم آئی
 ہیں اس اجمال کے شرح ذرا گوشت الضافات دہوش سے سنی و اضم ہو کہ مختصر اخبار سے مطالب
 دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا
 جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تھا چنانچہ لفظ **موسیٰ علی الدین** کلمہ ارشاد ہوا اور ضرور علم و ہوا
 کہ دین اسلام کو تمکین کامل دیگر اور خوف کو زائل کر دینگی اور اس کی جگہ امن و اعظم فرمایا گیا کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور یہ امور سب قوت سے
 مسند غیب سے پہلے چلو گئے ہوئی کیونکہ خود دو سلطانین چشمہ پہلو بہ پہلو تھے وہ اس وقت تک
 اس قوت و شوکت پر تھے کہ جبکہ ہر طرح غلبہ تھا اور انسانی اسون ہونا عقل سلیم ہرگز تسلیم
 نہیں کر سکتی تھی تو لامحالہ ایسی شخص کے ضرورت ہوئی جو نبی کے قائم مقام ہو اور اس کی
 فعل نمبر افضل رسول ہو اور مراد خداوند تعالیٰ کی ظہور کا جارجہ بنی ہر دو سلطانین پامال
 ہوں مریدین نہ جو بد وقت سے روٹا یا تھا ان کی سرکوبی فرمادی اور ان پر فتن سے مدد نہ کرنا
 نہ انہیں سے فرو کردی اور بقدر امور داخلی و خارجی میں تشدد ہوا اس کو منقطع فرمادی
 اور اس شخص کی دریافت ہوا عقل نامہ سے خارج ہے تو ایسی ضرورت ہے کہ ایسی عزیز الوجود کو
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرما کر متعین فرمادی کہ جبکہ وہاں پر یہ جہات
 صریحاً نام ہوں اب یہ پہلی دلیل کے مطابق ہے اگر اللہ کی حالات سے مطابقت کر کے
 دیکھتے ہیں تو یہ مثل روز بروز شہ سے عافیت اور اضم طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے

ہاتھوں نہ روم فتح ہوانہ فارس فتح ہوانہ مرندین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غارت شد نہ ہوا
 نہ دین کی نگین ہوئی نہ خوف وائل ہوانہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اسکی ہمیشہ مخالفت
 و مختلفی و غیر یاسون رہی دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار منافقین کی خوف سے ہمیشہ جھوٹ
 بولتی رہی اور غلط سائل است کو بتلاتی رہی ثقل اعظم آج تک شیرہ سوسن گذر گئی ہے
 حضرت اور غلط است میں مروج رہا کبھی اسکو نہ سبب نہ لاقول الصغر کے ساتھ کیا کچھ سلوک
 ہوئی اور کچھ اسکا چارہ نہ ہو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنی بدن سے جدا کر کے ایک ایسی
 غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھ دین و اسلام میں فتن پھیلی کہ جنکو نظریہ عالم
 میں نہ ہو پھر کیا ایسی ہی شخص غیب سے انصاف مہات کے لیے متعین ہوئی میں اور ایسی
 حضرات معاذ اللہ بقول اکبر جو انحطاط دولت دین کے جارح ہوئی سبب غلبہ دین کے
 ہو سکتی ہیں سچا کہ نہایتان عظیم ہم کہا تک عرض کریں درخانہ اگر کس است یک حرف
 بس است پس اگر بغرض محال اس دلیل سے وجوب بض مدعا یہ ثابت ہو جاوی تو اسکا
 مصداق کو نسخہ ائمہ کو قرار دیجیگا۔ اور ثبوت اشتراط نص محال سے وجوہات گذشتہ سے
 یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قولہ اگرچہ کچھ طویل ہو گیا
 مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لکھی ہے فضیلت کے دلائل گوش توجہ سے اصفا فرمائیے
 انصاف کرنا اچکا کام ہے عبارت مسطورہ کی متصل سے فرمائی ہیں و ایضا دقیقہ است
 اگر فہم کنی اکثر مفصلات آسان شود سنہ اللہ جاری است برآں کہ چون اکثر خلق
 بشدتی در مانند بر اسموات والارض الہامی با تقریبی مؤخر ست تا اصلاح عالم بان تدبیر
 و رفع شدت صورت گیر و بعثت رسل و نصب مجددین بر سر مایہ و چیز نامی بسیار متفرع
 بر میں اصل است سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر در آفاق
 تقاضا کردہ است۔ لکھا فی الحدیث القدیۃ ان اللہ یحق عریہم و یجسم الہامیا من اهل الکتاب
 والے ارادت ان ابتلیک ہم وان ابتلیہم بآیات الحدیث

ہمان سرچون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنیٰ بعالم اعلیٰ انتقال فرمود ہنوز ہرگز
 حق چنانکہ می بایست نشده و سبب اختلاف دین حق بہر سببیدہ باشد کہ ہر دفعہ از ہم
 کشاد و تعین خلیفہ ثم خلیفہ نمود تا آنکہ مراد حق تمام شد و موعود او متجرب گشت و چنانکہ سمرت
 شخصی کہ تحمل اعیان نبوت می نمود از علوم بشر خارج است و لہذا جاہلان گفتند کہ لا اعلیٰ
 هذا القدر علیٰ رجبی کہ الترتیبین عظیمیتر میمان سمرت شخصی کہ اعیان خلافت صلوات علیہ و آلہ و
 حتی کمال رساند مقدور بشر نیست انجہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کار نامیکند و لا بد
 کہ پنا میران شخص معین ارشاد فرمایند انتہی بقدر الحاقہ بہہ کلام بلاغت نظام اس حق کہ
 مطلب کو ہنایت ہی مراد حق ثابت کرتے ہر اذہالب حق کو ہدایت کے منزل پر پہنچانے
 سچ کیونکہ اس سر بذر یہ وحی نیروانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا ہر اولیٰ
 و اعلیٰ پر بالوجوب ثابت ہے کہ وہ ہمہ بی صاف ظاہر ہر کہ انسان کا مقدور نہیں کہ تحمل
 اعیان خلافت اور بلائق سزا است کہ چنان سکر اقول اس کلام بلاغت نظام کہ
 نسبت جعفر تعریف و توصیف طرح و تفسیر فرمائی بجا و درست ہے وہ اسکی قابل ہر لیکن
 اس تعریف کے نسبت وہ اور کہتا ہوں جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا تھا
 کہ حق ارید بہ باطل اگرچہ لائل ببقہ کی جوابات میں انکی تمام مسئلہالات کا تجزیہ الیاد
 ہو چکا ہے لیکن بیان ہی استہدائے سنس مزدر ہے کہ یہ جواب فرماتے ہیں کہ اس سر بذر
 وحی نیروانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہ ہر لکھنا
 کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سر مراد حسب قعدہ وجوب علی اللہ ہے اور اس دلیل سر وجوب
 علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بہ ہیبت ہے ہی زیادہ و آسان ہے بلکہ وجوب علی اللہ کا ثبوت
 جا بجا قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوٰات اللہ علیہ وسلم اور اقوال ائمہ سر ثابت
 معہذا اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ پرعت رسل استخلاف اللہ واجب ہے تو اسکی علت فاعلی
 یہ ہے کہ عالم کے اصلاح پر آوردہ شدت کہ جہین لوگ مبتلا ہوں رفع ہو جاوے تو اسلئے

عالم کی بیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالیٰ پر واجب ہوئی تو یہ وقوع فساد و بخراسا
 کیونکر ممکن ہو کہ خدا تعالیٰ تبارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن نہ ہو تو بیست رسل کی کیا
 ضرورت رہی اور اسکا وجوب محض لغوی ہو گیا تو وجوب نفس خود اس دلیل سے بطل ہو گیا
 علاوہ ازین جو عبارت کہ بعد متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہے اور جبکہ ہماری فاضل نجیب
 اپنے مخالف مطلب سے چمکے نہیں لکھی ہے وہ خود اس استدلال کو بیخ بن سے ادا کیا ہے یہی ہے
 حضرت شہناہ صاحب رحمہ اس عبارت منقولہ کے بعد ہی فرماتی ہیں۔ و اگر فرض کنیم کہ بعض الزام
 تعیین بگزارد و آن نخواهد بود الا از جهت اعتماد بر تکفل آبی کہ یا اللہ للمؤمنین اہل البکر اس
 صاف حق ہے کہ جب کہ خداوند تعالیٰ شائد اس سرانجام کا تشکف ہو چکا ہو ضرورت نہیں ہے
 کہ تعیین در تقصیر خاص فرمادی تو وہ نفس جسکی آپ تمام عبارت میں در بی اثبات ہیں ہمارے
 منشور ہو گئے۔ لہذا چاہیے کہ آپ خاص نفس عایدہ کی ثبوت کی لئی دلیل کے فک فرمادیں
 دلیل عام کے ضمن میں مدعا خاص کا ثبوت محال ہے۔ اور یہ جواب فرماتی ہیں کہ بشر کے مقدر
 نہیں کہ متحمل اعتبار خلافت اور لائسنس نہ لاسم کو پہچان سکے اس سے اگر مراد یہ ہے کہ جو خلافت
 کی بوجہ کو اٹھا سکے اور مواہید خداوندی استخلاف سے اسکی تابہون پر پوری ہوں اور کفار
 و خجارت وقت دہشتہ کا ہم پیادہ ہم نوالہ نہ بنی تو مسلم نے الواقع ایسی شخص کے پہچان مقدر
 عوام اناس نہیں لیکن یہی ہے کہ لہذا کچھ مفید نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ ایسی خلیفہ کی
 پہچان مقدر و بشر نہیں ہے جو بوجہ خلافت اور اٹھا سکے بلکہ کفار و فاجر کے ہمیشہ ہم نوالہ
 ہے بلکہ اسکی مساحت و نہ انت اور ضعف اور جبر کے سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور
 باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اس سے نہ ہو سکے یا فرض کر دو ایسا شخص ہو کہ جسکی نسبت
 انصرام مہانت خلافت میں تردد ہو اور یہ معلوم ہو کہ سرانجام امور خلافت اس سے ہو گیا
 یا نہ ہو کیگا تو یہ غیر مسلم اور یا غلط ہے کہ محتاج دلیل نہیں ہے یا وجود اپنی علماء کی تصریح
 دیکھنے کے جو ائمہ کے حالات کے متعلق ہیں یہ فرمایا کہ انکی پہچان مقدر و بشر نہیں

آپ ہی کے علم و انصاف پر زیبا ہے۔ علاوہ ازیں اس بیچان اور عدم بیچان کا فیصلہ تو خود
 حضرت امیرؒ نے ہی مفید فرادیا اور ان خطبات میں جو بیچان البلاغۃ اور اوسکی سلسلہ میں
 منقول ہیں یہ قصہ چمک دیا شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ علامہ ابن میثم بخاری اپنی شرح کبیر بنہم
 البلاغۃ میں اس خط کی شرح میں جسکا عنوان یہ ہے و من کتاب لکالی حیۃ ابیہ بعد فقد
 انتنی منك موعظۃ و صلاۃ فرمائی ہیں و کنت امرًا من المهاجرین و اودت کما اودوا
 و اصدت کما اصدروا و ما کان اللہ یجمعہم علی ضلال و یفرہم بجمی جس سے سنات معلوم
 ہوا ہے کہ اہل حل و عقد ہمارے ہیں و اشارہ ہے اتفاق کر لین اور مجتمع ہر جہادین وہی امام غایت
 برحق ہی خواہ وہ اہل اصول کی حصول کو جو مقاصد خلافت ہیں اسکی نسبت جسکا امام بنادین
 معلوم کریں یا کریں اور بیچان میں یا نہ ہی نہیں کیونکہ کثرت ہدایت جناب امیرؒ اور انکا اجماع
 ضلال پر مجال ہے تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیرؒ بیعت اہل حل و عقد کا فی حیا ہے
 دوسری خط میں ہے اسکی کتب خاتہ خاہر فرمایا و انما الشوری للہ و اخرجہ فی اللہ انما فی اللہ
 علی حل و عقد اماما کا فذلک للہ رضی اس ارشاد سے بدلتہ واضح ہے کہ اجماع اہل حل و عقد غلط
 رضی حق ہو نہیں سکتا تو حسب ارشاد جناب امیرؒ آچکا سوئہ نہیں کہ ہم پر امام چہاں ہے
 اسکی مفہوم ہونے پر یہ نہیں کریں۔ قول ہے پس بعینہ ہمارے ہی تقریر ہے کہ ہم کہتے ہیں
 کہ چونکہ امت میں عصمت شرط ہے اور عصمت کا علم عقد و بشر نہیں ہلی ضرور ہے کہ امام اسکا
 اللہ والرسول ہو۔ پس فرق لفظ عصمت کے ہونے انہوں نے میں ہی ورنہ مطلب ایک ہے
اقول اول تو یہ ہی غلطی کہ بجز عصمت کی آپکی تقریر میں اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر
 میں درباب نفس کچھ فرق نہیں کیونکہ اولاً آپ اسکو جو ب علی اللہ کے قائل ہیں اور حضرت شاہ
 اسکی قائل نہیں اور نہ کوئی عاقل مومن اسکا قائل ہو سکتا ہے۔ اور ثانیاً آپ ایک نفس کو فرما رہے
 مثبت ہیں جسکا اثبات نہ عقل سے ہو سکتا ہے نہ نقل سے اور ثلثاً وہ حسب حمد اللہ کے بیان سے
 ہرگز اسکا اثبات نہیں ہوتا۔ معنی یہ ہے فرق جو عصمت کے ہونے کا ہے کہ ہرگز

و ما کان اللہ یجمعہم علی ضلال و یفرہم بجمی

ضیاء و ظلام کے فرق سے بھی زیادہ یہی کیا آپ کو نزدیک کچھ فرق نہیں ہے۔ اسکی اوپر تو دلیل
کی صحت و غلط ہونے کا مدار ہے۔ چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گزارش ہو چکا اسلیے جو
اوس پر مبنی ہے وہ بھی از قبیل مبارقاہ علی الفاسد اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی
دلیل ایک ایسی امر حق پر متفرع حسین مخالفین کو بھی چون کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پس
ہر شخص کو کچھ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھنا اور یہ کہنا کہ ذرہ مطلب ایک
ہمارے محیب صاحب جیسے دعویٰ انصاف کے سوا کسی دوسری عاقل کا کام نہیں۔ قولہ
اگر حضرات اہل سنت ہماری تفسیر لفظ عصمت کے سبب پسند نہ فرمادیں اور اس سے گہرے
اور انکار کے لیے آمادہ ہوں تو حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں پیش نظر
ہو گئیں اور ہمارے لفظوں کا خیال فرما کر تنازع لفظی افراد میں بلکہ مطلب کے اتحاد و برسر کر کے
سکوت پسند کریں اگر ہم عبارت منقولہ از ازالہ الخفاء پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جاتے
و بہت طویل ہوتا محض اس خیال سے حرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت محیب صاحب
فرما کہ ملاحظہ فرمائیں انہیں عبارت سے عصمت ہی بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا
جائے تو عصمت کی یہی اہم امور کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں مگر چونکہ خلفاء
ثالثہ میں عصمت مفقود ہوئی ان معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہی انصاف کے یہ نہیں
معنی ہیں۔ **اقول بفضل اللہ تعالیٰ** حضرت شاہ صاحب ہم کے عبارتیں اہل سنت کے
پیش نظر میں آوردہ انکی مطلب مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور بقدر آپ بھی سمجھتے ہیں
چنانچہ آپ ہی فرما چکے۔ (کہ اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ان فصیح کلموں اور عمدہ عبارتوں سے حضرت
شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے) لیکن آپ کیا کریں اپنی انصاف کے دہرے سے لاچار ہیں مگر
ان عبارتوں کو اپنی مدعا کی طرف نہ کھینچیں تو اور کیا کریں۔ کتاب رسالت سے تو دلائل کا سیر
ہر نامعلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت میں اپنا دل بون ہی خوش کر لیں پھر اسکا
نام جواب کہہ چکے ہوں اور اس پر یہ جو شہ و خروش و ن شاہد عوام کا انعام تو دہو گیا

کہا جائیگا اور کہہ دیجیے کہ جناب میرے صاحب نے دلائل میں تحریر فرما کر دینے میں علم الغماں سے جو بات
 سکوت بہتر سمجھتی ہیں۔ جب نس کے یہ حال تھے جو سوسق دین دلائل کو ہی تو دوائی ہر حال
 تہوت عصمت کے جسکی طرف اشارہ ہی اشارہ ہی اور نیز عصمت جبکہ دلائل سے بھی ثابت
 نہیں کی جنہر کیا کیا کچھ ناواقف تارہت دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکیں گے مستی ہنوز
 اور خرد واد قطرہ انودج بجا حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح
 صحیح انداز ذکر کیا گیا ہے بحقیقت آپ نے دہشت سی کو کام فرمایا کہ کلام میں بسط نہیں کیا
 اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا۔ کہ بندہ نے ہی بجواب اسکی محض اشارات پر ہی اکتفا کیا اور
 مجسما و مختصر آگاہی غلطیوں پر مشتبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کے طرقت متوجہ ہوتی تو اس
 آپ ہی اندازہ فرما لیجیے کہ بندہ ہی بجواب اسکی کیا کیا کچھ آگاہی ہستہ لالات کے ساتھ سلوک
 کرتا اور آپکی ذخیرہ دلائل پر کیسی مواقع اعتراضات نازل ہوتی باقی رہے خلفا ثلاثہ رضی اللہ
 عنہم میں عصمت کا مفقود ہونا سو یہ اصل سنت کے نزدیک کچھ خلفا ثلاثہ کو ہی ساتھ منظور
 نہیں بلکہ اس میں وہی بلکہ سوائی انبیاء تمام افراد انسانی میں شامل ہیں لیکن اگر خدا تعالیٰ
 اس سنت ہی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیوعہ کے خلاف کے لیے دعویٰ عصمت
 ہوتے اور انکی عصمت کے لیے ہی ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ انکی کی لیے پیش کرتے ہیں میں نے
 قرآب کے دلائل سے کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر المسنت کا امام مقلد ان کتاب و سنت ہے
 جو اس سے ثابت ہونے پر نہیں بخلاف حضرات شیوعہ کے کہ باوجود کہ عصمت کتاب اللہ با
 کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہوا اسکی لیے معتقد ہیں کہ اصول دین میں ہے سمجھ رہا ہے
 اور اسی پر کیا منحصر ہے ہیت مسائل فردعی اعتقاد دی ہیں جنہیں ہمیں ہی حال ہے کہ کتاب
 کو معانی کو پھر پھر کر اوسط و کھینچتی ہیں اور نہیں کھینچتی تاویلات بعیدہ رکھ کر کرتے ہیں
 اور کسی کل سمجھ ہی نہیں مٹھتی واقعی انصاف کے یہی معنی ہیں اصل سنت کو حاشا خدا
 یہ انصاف کہاں نصیب ہو سکتا ہے قولہ اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں

اور فضیلت کو شروع کرتے ہیں اسکو دلائل مبنی بہ یہی عقل و نقل سے ثابت ہوا اول ایک
 دو عقلی دلیلیں عرض ہیں غور سے مبنی خلاف ریاست عامہ دین و دنیا سے مراد ہی اور
 عرض اس سے شرائع الہیہ و معالم ربانیہ کی تردید اور مسائل مبنیہ و احکام شریعیہ کا ہیلا
 اور حدود و ثغور کا ضبط و ضبط و کرنا اور ظالم سے منطوقہ کا انصاف لینا وغیرہ ہر اور
 سب کام اس طرح ہونی چاہئیں کہ رضا و الہی حاصل ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص
 اعلم و اتقی و اور عدل و عقل و فضل ہوگا بیشک اس شخص سے جو علم و دور و تقویٰ وغیرہ
 میں کمیت اسکو کم ہوگا خلاف کے امور منطوقہ بوجہ احسن یہ لایگا اور حصول رضی
 حق کے جملہ اس سے ہوگا حصول سے ہرگز نہ ہوگا اور یہی ہے کہ ایسی شخص سے جو خلقت
 کو امور بوجہ حسن انجام دے کر فضیلت لیکر ایسی حصول کو دین کہ یہ امور اس سے
 ویسی ہر انجام نہ ہو سکے عقل تقیم و راضی سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے۔
 اقول یہ شرط ہی نہیں کہ خلیفہ کے خلاف عقل و نقل و باطل ہے اور حقد و دلائل اسجگہ
 ذکر ہوئی ہیں وہ ہرگز نہایت مدعا محیب نہیں ہیں بلکہ فضیلت کے معنی جو ہمارے محیب
 لبیب ہے سچہ رکھیں اور اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے اور سابق میں تعریف فضیلت
 میں ہے تحریر کرانی میں وہ ہی غلط اور خلاف تقریحات علماء قوم ہیں ایسی ضرور ہو کر اول
 محیب لبیب کو اولیٰ علماء کی خصوص سے فضیلت کو بتلا دیا جاوے گی کہ اسکا واردا کرنا
 امور پر ہی ہے اسکو ناظرین کہ اس محیب صاحب کے غلط کو خود سچہ لینگے اور تہوی سے
 ہنہ کے بعد فاضل محیب ہی اپنی غلط پر متنبہ ہو جائینگے۔ پس اس سے کہ پہلی فضیلت کے
 تعریف ہماری فاضل محیب سے فرمائی (افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جبکہ اہم
 صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو) اسجگہ ہمارے فضیلت کا صفات حمیدہ
 و اخلاق ستودہ پر ایک کہ نکات نفسانیہ ہیں اور اس دلیل کے ضمن میں فرمایا (جو شخص
 اعلم و اتقی و اور عدل و عقل و افضل ہوگا) گویا اسجگہ ہماری محیب صفات حمیدہ و اخلاق

تفصیل بیان کردن - قطع نظر اس سر که اجمال و تفصیل با هم منافقین یا نہیں حسب انہما آدم کے
تصیحات کو اس بابہ میں دیکھیں کہ میں تو صاف سے صاف دوسرے ہوتا ہوں کہ تاہل فیہ کی تفصیل کرنا
بہ اعتقاد و با کمال خفا ہر اور در مقابل کا اور نہ ہرگز نہیں ایک ہی تخیل سفید و ماحیا بنی یا انہما
امیر المؤمنین میں بڑا سوت میری سامنی ہر وجود ہر غرور فرماتے ہیں فصل و فضل اعلم انہما
المطر فی الفضل علی ثلث طرف احاطا خواہر الامال والکمال علی السمع الوارد بمقادیر
الثواب و مادلت علیہ صفا کلام و الثالث المانع فی الدین بالاعمال انہما بقدر کمال
اس عبارت سے صاف ظاہر ہر سر کہ انصافیت کا مدار اعمال و اخلاق پر نہیں ہے بلکہ صاحب
اسی سر میں دوسری جگہ بیان اخلاق و صفات سے تفصیل میں فرماتے ہیں تو وقف ہنرم نہ
طلب فی هذا الباب فقالوا لسا نفهم ان کان افضل من سلف من الانبیاء او کان مساویا لہم
او دونہم فیما یستحق بہ الثواب آپ کے حضرت علم الہی ہی اپنی المائید میں فرماتی ہیں -
اعلم انہ لا طریق من جمیع العلم والعقل فی القطع بفضل مکلف علی الخیر لان الفضل الہی
فی هذا الباب هو زیادة استحقاق الثواب ولا سبیل فی معرفتہ مقادیر الثواب فی ہذا
حل الطاعا - الہی کی کچھ فرماتے ہیں فان دل سمیع مقطوع بہ من ذلک علی شئی عمل علیہ
والا کان الواجب التوقف عند الشک فیہ اگر علم الہی صاحب ہے تو فیض الہی کو
کہ انصافیت کا مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہر اور اس میں عقل کو کچھ دخل نہیں صرف
اوس نقل سمع پر جو قطع الہی ہو قوف و منحصر ہر پہر اب آپ اپنی افادہ کو اس سے
مطابق کچھ اور انصاف سے کہیں کہ آپ ان کی موافق میں یا مخالف - سہو اگر انصاف
مدار اخلاق و صفات پس ہندیدہ پر ہو تو لازم آدمی کہ حضرت فاروق حضرت موسیٰ

وہاں لکھا ہے کہ انصافیت کا مدار اعمال پر نہیں ہے بلکہ صاحب اسے

فصل میں انصافیت میں تین طریقوں پر اعتقاد کیا ہے - ایک تو فیہ اعمال دوسری شایع سے ہر سر
تھا دیر اس میں وہاں سے ہر سر ان کلامات کریں - تیسری دین میں شایع ہو استعمال سے حاصل

انتم ارجون کیونکہ جب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علی نبیا علیہ السلام حالت دریافت کرتے ہیں
 تو آپ کی افلاک کے نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں بجائی اخلاق حمیدہ کی محاذاتہ اخلاق
 ناپسندیدہ تھیں تفسیر معانی سورہ کہف میں ہر معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنی اوستاد حضرت
 واقع ہوا قابل یہ ہے۔ **القصہ عن الباقی ما اخبر رسول اللہ** قریشا جبر اصحاب الکھف قالوا
 اخبرنا عن الاصل الذی امر اللہ موسیٰ ان يتبع وما قصد فانزل اللہ عز وجل ان قال لیس
 قال وكان سبب ذلك انما كلم الله موسى تكليما فانزل عليه الاواح وفيها حكم قال وكتبنا له
 في الاواح من كل شئ موعظا وتفصيلا لكل شئ رجع موسى الى بني اسرائيل فصعد
 المنار فاجابهم ان الله قد انزل عليه التوراة وكلمه قال في نفسه ما خلق خلقا اعلم مني اوحى
 الله الى جبريل ادرك موسى فقد همتك واعلم ان عند ملتقى البحرين عند الضفة جبريل
 سنك نصرانيه وتعلم من علمه فتمت جبريل على موسى واخبره ودل موسى علم انه اخطأ
 ودخل الرعب وقال لوصيه يوشع ان الله قد امرني ان اتبع رجلا عند ملتقى البحرين وانعلم
 منه فتردي يوشع حقا محلو حاشرج اگرچہ اس وایت میں بہت سے نوائید سطور میں ہیں لیکن
 بنی اسرائیل کے یہاں فرین پر عائد کیسے مرت بیان مقصود پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بعض
 خدا تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعظم تھے اور ہم کہ خداوندی
 حضرت خضر علیہ السلام سے تقلید اور ان کی اتباع کی ضرورت تھی اور بارشہا خداوند تعالیٰ
 بقصد غاشمہ برداری تلمذ واسستہ شاد اپنی اوستاد کی تلاش میں اپنی وحی کو سیکر

میں نے اسی نے امام بقرہ سے روایت کی ہے جب حضرت ۷ نے قرین کو، جو بکھٹ کا نقشہ سنایا اور ہونے کہا کہ ہیکو اس
یڑی کا خاکہ کا نقشہ سنا دیکر اہتمام کا خدا نے سنی کو حکم فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت والو تو اس سنی نقشہ نازکی
فرمایا۔ کہ سبب یہ ہر جب خدا نے سنی کو حکم فرمایا اور اسے اس وقت جب ارشاد پریشی کی شفقت اور پریشی کی
تفصیل کے لیے سنی کو حکم فرمایا کہ خدا نے اسے اس وقت فرات نازل فرمائی اور حکام کی اور اپنی زمین کہا
اور اس کے ایک چوتھوں میں جسکو زیادہ جانی والی زمین پیدا کیا خدا نے جس کے سر کی طرف وحی کی کہ سنی کی خبر لی کہ وہ ملک ہو گا
اور اس کو خداوند متقی نے ہجرت میں سفر کے ایک شخص پر وہ جس کو زیادہ جانی والی ہو گی اس کی طرف ہمارا اور اس کی علم ہو گیا کہ سنی کی خبر لی کہ وہ ملک ہو گا
اور اس کو خداوند متقی نے ہجرت میں سفر کے ایک شخص پر وہ جس کو زیادہ جانی والی ہو گی اس کی طرف ہمارا اور اس کی علم ہو گیا کہ سنی کی خبر لی کہ وہ ملک ہو گا

بیابان خود دشت غربت ہوئی اور پیر بعد ملاقات کو گلے سے عہد و پیمان کر ملو ہوئی کہ میں کسی
 معاملہ میں چون اور چرانکر دیکھا چنانچہ بصرحت تمام نص قرآنی میں مذکور ہے۔ اسکی بعد کا قصہ سینہ
 غلام کے قتل پر حضرت موسیٰ کو کیا کچھ جوش آیا اور اپنی عہد و پیمان کو یک سخت توڑ ڈالا۔
 اور اپنی اوسناد کی کیسی مجبوری فرمائی۔ فالعلل عز الصادق فغضب موسیٰ ولخذ
 بتلیمیبو قال قتلت الایہ قال الخضر ان العقول لا تحکم علی امر اللہ بل امر اللہ بحکم
 علیہا فلیہ لما تری واصبر علیہا فقد کنت عامت انک لن تستطیع معی صبرا
 اس پر یہی یاد رکھنا کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالعکس جیسا کہ حضرت شیعہ معتقد ہیں
 اور اسکی کچھ اکی مذکور ہے۔ القہ عز الرضا فی تمتہ لکتاب السابق فرما لہم حتی انتہوا
 الی ساحل البحر وقد سخت سفینہ وہی ترید لغیر فقال ارباب السفینہ محل ہوا لا
 نفر فانہم قوم صالحون فملوہم فلما سخت السفینہ فی البحر قام الخضر الی جواب سفینہ
 فکرها وحشاها بالحق والیقین فغضب موسیٰ غضبا شديدا وقال للخضر لہم قہا
 لتغرق اہلہا فقد جئت سببا امر اھل الخضر الر اقل انک لن تستطیع معی صبرا
 قال لا تواخذنی بما نسیت ولا تہقن من امری عسرا فخر جوا من السفینہ فظفر الخضر
 غلام یلعب بین الصیدان حسن الوحہ کا نہ قطعہ قہر فی اذنیہ دربان فنامہ الخضر وقد
 فوئب موسیٰ علی الخضر وجلبہ الارض فقال قتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا
 نکرا فقال الخضر الر اقل انک لن تستطیع معی صبرا اور اس پر یہ بھی ثابت ہوا کہ
 مستلزم انصافیت کو نہیں کیونکہ حضرت خضر اعلم تھی اور افضل نہ تھی اور سنی کہ قارون کے
 لیے خلاف رضا خداوندی غذا کی خواستگار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو مر حید قارون
 نے مل میں ام صادق سے مروی ہے کہ موسیٰ غصہ ہوئی اور حذر کی گردن پکڑی اور کہا قتلت نفسا زکیۃ خضر کا کہ غفل
 مد کہ اور یہ حاکم ہیں میں بلکہ اللہ کا امتوں پر حکم کرے جو کچھ وہ چاہے اسکو تسلیم کرے اور ہر حکم میں تو
 جہاں چکا تہاں کو تو میری سب بندہ صبر نہیں کر سکیگا۔ ۱۷۔

عن
 عن
 عن
 عن

شمع وزاری کی لیکن شدت غضب میں ایک مسموم ہونی جو جناب خداوندی میں ہاں
 ہوئی اور حق تعالیٰ نے انہیں کمات کر ساتھ موسیٰ کو عار دلایا جن کمات کے ساتھ قارون کی
 آپ عار دلایا آپ مختصراً عبارت تفسیر لکھتا ہوں۔ وقد کان قارون قد امر ان یخلق
 باب القصر فاقبل موسیٰ فامی الی الباب فانفجرت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انه قد
 ادنی بالعداب فقال یا موسیٰ سلک بالرحم الذی بینی وبینک فقال لموسیٰ یا ابن لاوی
 لا تزدنی من کلامک یا ارض خذیر قد دخل القصر ہا فیہ فی الارض ودخل قارون الی رکبہ
 فیکہ وحلف بالرحم فقال لموسیٰ یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامک یا ارض خذیر فاقبل
 بقصره وخرانہ وھذا ما قال موسیٰ لقارون یوم اھلکھ اللہ عزوجل فغیر اللہ عزوجل یا
 قال لقارون فغیر موسیٰ ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد عیرہ بذلك فقال یارب ان قارون دعائے
 بغیرک ولودعائک لاجنبہ فقال اللہ عزوجل یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامک فقال
 یارب لو علمت ان ذلک لک مرضی لاجنبہ انتے بعد الحاجہ علاوہ اسکی قطعی کو ماؤا لہ
 اور اپنی بڑی بہائی بگناہ کی جو سبھی تھوڑی کچھ کر گھینا الواح تورات جو عطیہ خداوندی تھا اور جبر
 سوغتہ اور تفصیل پر ایک شی کے مذکور تھی شدت غضب میں ڈال دینا حضرت کو اخلاق و اوصاف
 پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے اخلاق کی نسبت جو ہم تفسیر صافی میں لکھتے ہیں تو اسکی تفسیر سورہ
 اعراف تحت آیت واخذ براہمن خدیجہ الیہ قال ابن ام۔ میں لکھا ہے وکافی علی بن ابی حمزہ

قارون نے حکم کیا تھا کہ محل دروازہ بند کیا جادی موسیٰ اُلی اور دروازہ کھلتا اشارہ کیا وہ کہل گیا اندر اسکی پاس گویا موسیٰ نے فرمایا
 وہ جس جگہ کا خطاب آیا۔ کہ ای موسیٰ میں تجھ کو پہلے اس دم کے جو میرا زبیری درمیان ہے سوال کرنا ہوں موسیٰ نے اسکو کہا ای
 لادی کبھی مجھ سے زیادہ کلام نہ کر ای زمین لی اسکو پہلے محل اور جو کچھ اوس میں بہت زمین میں اور گیا اور قارون بھی گھنٹوں تک وہیں
 پہر قارون اور پھر اوروں کے رحم کی قسم دینی لگا موسیٰ نے کہا ای لادی کو بھی مجھ سے زیادہ بات نہ کر ای زمین اسکو لی پس زمین اسکو اور اسکو
 محل اور زمین اسکو لے لیا یہ وہ بہت جو قارون کو ملائی کے دن موسیٰ نے کہا۔ پہر خدا تعالیٰ نے موسیٰ کو اس کلام جو قارون کو کہی تھی عا
 دلایا اور موسیٰ کو بھی کہ خدا تعالیٰ نے اس کلام کو عار دلایا عزم کیا ای پروردگار قارون نے تیری غیر کے پہلے سب کچھ رات اگر تیری
 و اگر تیری بکارت تو میں تیرا کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ای لادی کہ تیرے مجھ سے زیادہ بات نہ کر موسیٰ نے عرض کیا ای پروردگار اگر میں یہ
 جانتا کہ میں تیرا کہتا ہوں تو میں قبول کرتا۔ ۱۲۔ ۱۳۔ کافین جناب امیر مہدی اندھنہ سے خطبہ رسیدین مروی ہے ۱۲۔

نے خطبۃ الرسولؐ انہ کان الخاء لا بیہ دامہ والقیۃ مثلہ عن الناقۃ والصادق قبل کان ہاربا
 اکثر من مہمی بثلث سین وکان جموعا لینا ولداک کان احب الی بنی اسرائیل امی
 اب ہم ادن روایات میں ہمارے نظر سے دیکھتی ہیں اور حسب فائدہ حضرات تیبہ کے عقل کو چھوڑ
 و قہر میں خدا پر ہی حاکم ہر اس معاملہ میں حکم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ بن
 اخلاق ناپسندیدہ تھی اور اگر بالفرض ہمارے ہی بہرہ کی تریویل ہی اب فرما لیں تو غایتیابی اباب
 یہ ثابت ہوگا کہ فی کسب بعض مواقع میں درشتی دشمنی و غنمت و غنات محسوس ہوتے ہیں
 لیکن بروی عقل جبکہ احکام کا کمین کہنا اب کی قاعدہ کے بموجب واجب ہے بدانتہ یہ ثابت ہوتا ہے
 کہ علی العموم بہن درفت بہ نسبت درشتی و غنہ کی زیادہ محسوس و پسندیدہ ہیں اور اگر ہم تسلیم
 کریں کہ تو لادم آئیگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں
 اب کہ نسبت حق کے ارشاد فرماتا ہے۔ فمما رحمۃ من اللہ لک الحمد اور دوف رحیم اب کی صفات
 خاصہ میں محسوس و قانع و احوال اب رفیق بہ نسبت و زہد و حمت کو شاہد حال میں اب رہی ہوا
 قصہ شاہد اب کو یاد ہوگا۔ اب اصل اگر ہمارے فضل کا اخلاق حمیدہ ہر ہی تو حضرت تہوونؑ و عزو
 جنین رفیق بہ نسبت اب کی جاتی ہے حضرت موسیٰ سے افضل ہونگی اور نیز حضرت امام حسنؑ و ابوہریرہؓ
 علیہما السلام اب میرا مین والد بزرگوار سے افضل اور امام سجادؑ و ابی والد سے افضل ہوں اور ہم
 اب کی نزدیک بہر ہی البطلان ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے فضیلت کا اخلاق حمیدہ
 پر نہیں ہے جو درک بال عقل ہو بلکہ ہمارے زیادتی استحقاق ثواب پر ہی اور غیر درک بال عقل
 چنانچہ بیان تریف فضیلت میں ہم اس کی طرف ابکار ہیں اب بعد اہل گذارست سے عقل
 ہونی کی قید ہی ایجاد و اختراع ہی قطع نظر اس سے عقلاً غفلت کا جاننا اس پر موقوف ہے
 اسے کہ ادن مری کا حقیقی معانی ہے اور فی ش اس کی امام ہارمہ اور امام صادقؑ غرض روایت کے
 کہتے ہیں کہ ہارمہ موسیٰ کو تین سال بڑی تھے اور ہایت منہل او زمر خراج تھے اسی سبب سے نہی سرزویل
 انکو زیادہ دوست کہتے تھے۔ ۱۱۔ میں خدا کی رحمت سبب تو انکو بھی نرم ہو گیا ہے۔ ۱۲۔

کہ در باب وقائع و غیرہ معاملات میں اوس سے تداخیر نہ ظاہر ہوں اور شہر تاج مسجد کو
 ہوں اور اپنی ناخن تداخیر صاحبہ چچیدہ معاملات کی کلچر کو کو عمدہ طور پر سمجھا دی اور جب
 ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آپ عقل فتح
 اور نہیں تو قصہ حکیم کو ہی ملاحظہ فرمایا جس پر یا خلع اپنی خلیفہ مانی کو ہر دیکھ بھجی غرض کہ ایام
 خلافت میں جبکہ معاملات پیش آئی اور میں سے کوئی ہو چکا اور کوئی ہی ہو بلکہ ہوا اور خلافت سے جو خبر
 حق تعالیٰ کی تھی کہ ترویج شرائع الہیہ و معالم ربانیہ ہو اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ پہلین کہہ کر
 حاصل ہوئی اور جب کچھ حاصل نہ ہوئی تو انکو قاعدہ کلیۃ معلوم ہی ہوگا اذ اخلا الشی عن غصو
 لفا۔ علاوہ ازیں عقلیت کی ضرورت تو اوسوقت ہی جبکہ معلوم نہ ہوں اور جب معلوم ہو
 اور ہو اور ائمہ احناف کا صدور ہونا اوسے محال ہو تو پس یہ قیہ محض لغو ہے۔ اعلم ہونی کی قیہ
 ہی غلط ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جب امامت مانی نبوت ہی تو اوصاف امتثال کہ میں ہی فرشتہ
 ہو کی نبوت کو جب نظر مائل ہو دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا مدار محض صطفی
 و جدیت خداوند تعالیٰ شانہ پر ہی حق تعالیٰ اپنی عباد میں سے جسکو چاہی برگزیدہ فرمادی کیو
 کچھ نور خداوند تعالیٰ پر نہیں اور نہ کچھ اعتراض لایسئل عما یفعل اوسکا شانہ ہو اور نہ یہ ہے
 کہ جو علم اہل زمان ہو وہی نبوت کو دیکھ کر برگزیدہ ہو طہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم امی پیدا ہوئی اور بعثت تک امی رہی کسی قسم کی ظاہر ہی تسلیم نہیں پا کر
 اور اس زمانہ میں صدہ علماء و اصحاب دین موسوی و عیسوی کی موجود تھی جنکو کتب سماوی
 از بر تھی اور مسائل شرعیہ متفقہ لیکن خلعت رسالت ہمارے پیغمبر ہی امی معلوم است اللہ علیہ
 کو ہی عطا ہوا اِنَّكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ گو بعد نبوت کہ حق تعالیٰ نے اپنی
 بنی کے سینہ کو مبرات لوح محفوظ بنادی اور اوسکی قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرمادی
 اس طرح امامت کمال ہونا چاہیے کہ جو امام ہو وہ محض اصطفی خداوند ہی سے ہو چنانچہ پیغمبر
 نفس سپرد الہی ہو اور قبل امامت اور کما اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہ ہو بلکہ بابتا رسول

گو بعد است بسبب محدثی کی کہ خاصہ امام ہر علم و جادہ لیکن پہلی ہر اسکی اعلیٰ کا مدعی
 ہوا خطا ہی اور آپ اس بحث میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ یاد ہوگا یا وجہ دیکھ خضر اعلیٰ تھی
 تو ہی حضرت موسیٰ اور افضل تھی۔ باقی رہا یہ کہ خلافت فاضل سے ایک مفضل کو
 دینا عقلاً ہائیت قبیح ہی اس میں یہ تو فرمائی کہ فاضل سے خلافت یعنی کے کیا معنی
 میں لیا فرع استخلاف کی ہر وجہ استخلاف نہیں نہیں کیونکہ متحقق ہوگا ہاں اگر اسکی
 معنی یہ میں کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو خلافت دیا ہی ہو صحیح ہی مگر کلی سبب از برای
 کہ ہم اسکی قبیح کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ مفضل قرآنی ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے فاضل کو جہت
 مفضل کو استعطا و اتی حضرت شمول پر یہ سلام خواہی فرما نہ من بنی اور اس کے اور
 اور اہل اور اتقی تھی جس سے کہ انکو چھوڑ کر خلافت کو امام بنایا جو اور نہ کم تھی تو اس سے کہ بت
 کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو امام بنانی کا قبیح محض اگر حکم اہل کسین مفضل سے ناشی ہے ورنہ
 عند اللہ کہ قبیح نہیں بلکہ نافع سہی لیکن یہ ہی سبب و شناعیت و جہت
 نواب و عمل میں ہی جاری ہے کیونکہ جیسی است تالی نبوت بنیاب تالی است ہر مفضل
 قبیح ہے کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کر کے بھیجا جائے اور
 اس سے زیادہ اہم و مستنع یہ ہے کہ حکومت اس شخص سے لیکر جو بعد کی سے اسکی فراموش
 بجا لارہ ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جسکا حال ایسی نہ کہ تجربہ میں نہ آچکا ہو اسکی بعد آپ
 شیعہ نبی الباقیہ یا مین ہی کو کہو لیبی اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمائی کہ آپ نے کس
 کس کو حاکم بنایا اور کس کو عزول فرمایا اور کہاں تک اس شہر کی رعایت رکھی تاکہ
 آئی اسکی شہر کی بابت مذکور قول کی تصدیق ہو جائے اور ہم ہی کسی موقع پر اللہ تعالیٰ
 آپ کو متنبہ کریں گے **قولہ** اور نیز افضل کے سوتے مفضل کی خلافت کے بطلان پر
 اور طرح ہی دلالت کرتی ہے اگر مردہ یہ کہ اگر مفضل افضل کے سوتے تھے تو لائے کی نکل
 مفضل کا محکم ہو اور اشرف اودن کی تواضع کا امور ہو کہ انکو افضل مفضل کی رائے یا

ہوگا اور عیا خلیفہ کی تواضع کر لیں یا وہی اور یہ بات عقلاً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری
 عرض قبول نہیں کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر سنی دہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں
 جس قسم ہے کہ ان لوگوں کو دلائل بیان کی ہیں کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفصیل دیتی ہیں یہ فراموش
 ہیں۔ و آخر سن قال بفضل الانبیاء علی الملأ کہ ملائکہ یا مورا لحدھا ان اللہ تعالیٰ المرسلین
 بالعبود لا ادم وثبت ان ادم لم یکن کالقبیلہ بل کانت السجدة فی الحقیقۃ واذا
 ذلک فوجبا ان یكون ادم افضل منہ لان السجدة نہایتہ التواضع وتکلیف الاشراف
 نہایتہ التواضع لا دون مستقیح فی العقول فانہ یفصح ان یومر ابو حنیفہ ان یخدم
 اقل الناس بضاعۃ فی الفقہ فذل هذا علی ان ادم علیہ السلام کان افضل من الملأ
اقول یہ دلیل ہی برہن کا ہی بعید ہے اور بوجہ چند محل بحث ہے اولاً یہ کہ گفتگو
 اشتمل افضلیت پر ہے اور یہ دلیل ہرگز مثبت اشراط نہیں کیونکہ اشراط اوسوقت ثابت
 جبکہ دلیل مفضل کے امامت کی عدم انعقاد پر تقیید دالت کر ہی بیان اگر ہی تو لزوم قبیح ہے
 جس پر تقریب بحث کی جا سکے ان اگر اصل حل وعقد کی کو خلیفہ کریں تو البتہ افضلیت کو
 رسمی رکھیں اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مقصد می خلافت ہونو اور کسی
 خلافت کو عدم انعقاد پر یہ دلیل ہرگز دالت نہیں کرتے۔ ثانیاً افضل کا مفضل کے لیے
 امور ہونی اور اشرف کا اودن کو یہی محکوم ہونی کا لزوم ہی غلط ہے ہم کہ بہت سے میں کہ قابل
 مفضل کا امور اور اشرف اودن کا محکوم ہو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ قانون شریعت جبکہ
 حق کے شانہ نے یہ واسطہ رسول کے است کی لیے دستور العمل مقرر فرمایا ہے تمام امت کیا افضل
 بہا مفضل اور کیا شریف اور کیا وضع سب اویسی محکوم داسور میں امام کا حکم اگر وجوب
 لاطاعت ہے تو اوس ہی حیثیت سے ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری
 نسل مجیب ہے فرما چکی ہیں کہ غرض اوس سے شرائع الہیہ و معالم ربانیہ کی تردید ہے پس
 رکوئی ایسا نہ ہو اوس حیثیت و اعتبار سے خالی ہو تو وہ ہرگز واجب اطاعت نہیں ہوگا

مثلاً اگر امام کہی کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا اپنا تمام مال میرے حوالہ کر دے۔ ا
 فی سبیل اللہ لٹاوی یا مجھ کو سب دے کر سی تو یہ حکم ہرگز واجب الاستقلال ہوگا چنانچہ قرآن
 فان تکاننتم منہم سوا کسی طرف اشارہ ہر خلاف رسول کے کہ جمیع قول افعال کے برخلاف
 وغیرہ سب است کر لیں تشریح ہر کیونکہ است کو یہی شریعت کا حصول بدون اور طریق
 کو ممکن نہیں۔ مجسمہ ہر گز افضل کے مفضل کے محکوم ہونا لازم نہیں آتا۔ مثلاً سلسلہ افضل
 مفضل کے محکوم ہو لیکن ہم اس کا قبیح ہونا تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بالاتفاق حالات میں
 حضرت شیخین بلکہ حضرت داؤد افضل تھے اور اسکی حکوم در تابع ہوئی اور حضرت خضر سے
 حضرت موسیٰ افضل تھے اور اذکی امور و مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کے مفضل کے مطیع
 قبیح نہیں ورنہ لازم آدی کہ معاذ اللہ شارع امر یا القبیح ہو جو کہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ جائز
 تو از قلم نسخ عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ رابعاً بالفرض تسلیم اگر افضل کے محکوم سے مفضل
 کو یہ قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی یقین نواب اعمال و حکام سرایا دیوش و نصب و تنصاف
 وغیرہ میں سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ میں جناب امیر کے حالات کا متبع
 کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ہرگز اسکی پابندی نہیں کی ہے اور اس قبیح کو قبیح
 نہیں جانا آپ شیخ ابلاغتہ ہی کو ملاحظہ فرمایا لہجی محقر تنہا گذارت کرنا ہوں کہ آپ نے
 عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ائمہ المؤمنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی ریب ہتی بحرین کی حکومت سے معزول فرما کر نعمان بن عجلان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت
 عمر بن ابی سلمہ نے امارت کریمات کو ایسی طرح آدھا کیا کہ مورخ حسین آفرین کے چنانچہ اسی کی پابندی
 موجود ہے تو کیا نعمان عمر سے افضل تھی اور ظاہر ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیر کے کسی ہم
 سو فرت ملیہ تھی اور نہ حضرت آپ کی محتاج تھی ہر بلا ضرورت داعیہ کیوں اپنی از کتاب قبیح
 فرمایا اور بالتمام عصمت اور ہی زیادہ اقبیح و شنیع ہے اور اسطرح محمد بن ابی بکر کو اس
 معزول کے ہشتکر کو مقرر فرمایا اور اپنی حبیش سے دو امیروں پر جو زیادہ بن نصرانہ

نیا و محض تاجی حال

ابن ہانی ہتی اور ذکی التاج پر مالک بن حارث اشتر کو امیر کیا اور انکو کہا فاسمعالہ و
 ان سب کو ہستی و یحییٰ بن زیاد بن ابی سفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصر حال گذارش کرنا
 ضرور ہے آپ شروح بیخ البلاء سے مطابق فرمالین یہ شخص سید لوئندی کا بیٹا کہجست
 زبان کا فصیح و بلیغ و زبان آدورتھا ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور و مجلس میں اسی تقریر
 کی کہ حاضرین کو نہایت پسند خاطر ہوئی عمر بن العاص بن ابی کاش اگر یہ قریشی ہوتا تو تمام
 عرب کو اپنی لاپٹی سے ہارکتا۔ ابو سفیان بیخ کہا خدا کی قسم یہ قریشی ہی اور اگر ترجائی تو معلوم
 کر لے کہ یہ قبیلہ کو عمدہ کو کوئین ہے عمر بن العاص نے پوچھا کہ اسکا باپ کون ہے تو فرمایا
 کہا کہ اپنی اسکو اسکر مان کے رحم میں رکھا ہوتا عمر بن العاص نے کہا تو پھر اسکو اپنی سا ہنسب
 میں کیوں نہیں ملا لیتا۔ اونسی امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ
 کر کے کہا کہ اس سے ڈرنا ہوں کہ میری بدن پر میری کہاں ہی جلاو گیا چو کہ اسکو باپ کا
 تعین نہیں اسکو زیاد ابن سمیہ اور زیاد بن ابی سفیان اور زیاد بن ابیہ کہتے ہیں۔ جناب
 امیر نے اپنی زمانہ امارت میں اسکو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اسکی حضرت کعبہ بن
 امیر معویہ نے اسکو خزینہ میں غائب ہی رہا ہے اور اپنی کتہ ملا جا ہتا ہے تو اپنے زیاد کو
 خط لکھا جو بیخ البلاء میں ہر دی ہے۔ اوس خط کو پڑھ کر قسم کیا کہ کہہ کہ حضرت فی ہی بوطینا
 کہ دعویٰ کے صدق کی شہادت دی قد شہد بہا و رب الکعبہ انجام بہد ہوا کہ حضرت
 امیر المؤمنین کو چوڑ کر امیر معویہ سے جالما اور اسکا جو کچھ نتیجہ نکلا اسب کو معلوم ہے غرضکہ
 ایسی شخص کو جس پر ولد الزنا ہونے کا ظن غالب تھا اپنے فارس کا حاکم مقرر فرمایا حال
 ولد الزنا بخش عین ہے اور اسکا جو ہوتا تک بخش ہے من لا یخفر من ہے ولا یخون الوضو بیول
 الہی و الذی فی وذل الزنا و المشرک اور گرد ولد الزنا مومن نہیں ہوتا این برقی غرض حال میں یہ کہ
 عن ابی عبد اللہ لا یدخل حلقۃ الايمان قلبہ ندی ولا خودی ولا یخفی ولا کفر فی کلین
 لے ہر دی و غرضانی۔ ولد الزنا۔ مشرک کی چوڑے ہانی سے و غرض جائز نہیں ہے۔

عمر بن العاص

ولا ینکثر فی دلائل من حمله من سائر الدلائل - تشریح بن حرات کو جو خلفہ کی زمانہ سر قاضی تھی اپنی
 قاضی مقرر فرمایا ان حالات کو دیکھنی سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے تعین میں ان فضیلت کو
 محمود خاطر نہیں فرمایا۔ پس اس پر عدم ہشتہ اور فضیلت ائمہ میں یہی ثابت ہوا۔ قرآن
 امام رازی ہم کی دلیل کو جو ان فضیلت اسباب میں بیان کی ہے اپنا استدلال قرار دینا غلط ہے اور
 اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ امام کی دلیل کے ہستہ لال کا دار اس جو پیش
 جو نہایت تواضع پر اور نیز سجدہ ہی اس طرح کہ بالاستقلال حضرت آدم کو ہی تو ماہیہ نہیں
 کہ سجدہ نے بحقیقت خدا تعالیٰ کو نہایت اور حضرت آدم محض واسطہ تھی اور افضل محبت کے دلیل میں
 نہ نہایت تواضع پر کہ امت امام کی اطاعت کر لیں اور ہی بستر خشک حکم موافق شرع ہو اور یہ
 اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہیں نہایت تواضع جب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ اور کلمہ
 لیس مامور ہو پس یہ کہنا کہ رعایا حلیہ کے نہایت تواضع کے لیے ہی نہایت ہے اور نہ تواضع
 یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حیثیت سے ہی کہ وہ واسطہ اطاعت خدا
 و رسول ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ مقصود امت سے ترویج شرائع الہیہ کے مسلم دینیہ ہے اور اگر
 آپ کو دعویٰ ہو کہ امام کے یہی امت مامور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال مہتر ہے
 مطیع ہے تو تاب کیجیے اور دلیل دیجیے۔ سادتا اس دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا جواب خواہم
 رازی مثلاً ان لو کو نکچ طرف سے دیا ہے جو ملائکہ کے تفصیل کے قائل ہیں نہ کہ نہ کہ مقتدر انسانی
 ہے۔ یہ بھی ہم اس جواب کو نقل کرتے ہیں اور جواب ہستہ لال کو اس پر ختم کرتے ہیں۔
 احاب القائلون تفصیل الملک عز الحق الاولی فقالوا فی سقی بیان ان من الناس
 قال المراد من الخوہ بالتواضع لا وضع المہر علی الارض ومنہم من قال انہ عبادۃ عن دفع
 امام ائمہ شیعہ کی ہر بیان کے شرعی سند ہے اور حرمی اور نجی اور گوی اور جری اور یک اور
 امام سے عبادۃ وادارے کے دلائل ۱۰۔ جو لوگ دشمن کی خدمت کے قائل ہوتے ہیں اور ان کے
 جب باحد دیا کہ پہلی گدہ چکا کہ جس لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ سے مرد و امع ہے۔ یہاں تک کہ انہ
 کہتے ہیں ۱۳۔

الحجۃ علیہ الارض لکنہ قال السجود لله تعا وادم قبلہ السجود علی ہذین القولین لا اشکال لہما
 اذا سلما ان السجود کان لادم فلم یقلتم ان ذلک لا یجوز من الاشرف فی حق الشریف وذلک لان الحکمۃ
 قد تقتضی لک کثیر من حب الاشرف والظهار النہایۃ فی الانقیاد فان للسلطان ان یجلس
 اقل عیدہ فی الصدہ وان یامر الاکابر یسجد متسویکون غرضہ من ذلک اظہار کونہم مطیعین
 فی کل الامور منقادین لہ فی جمیع الاحوال فلم لا یجوز ان یکون الاحقر ہنا کذلک والیفا العلیس
 من مذہبنا انہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وان افعاله غیر مجملۃ وذلک قلنا انہ لا یستلزم
 علیہ خلو الکفر فی الانسان لہ فی تعذیبہ علیا بد الابد واذا کان کذلک فکیف یعرض علیہ
 ان یامر الاعمہ بالسجود للادون انہ قولہ **اب تفسیر ضیاء** وی ملاحظہ کبھی تحت آیات
 فلما انبأہم باسمائہم الخ ویدہ کہتہ ہیں واعلم ان ہذہ الایات تدل علی شرف الانس
 فی تہ العلم وفضل علی العبادۃ وان شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیما انہ بعد الحاجۃ اور
 نیز کی انہ میں یہ کہتے ہیں وان ادم افضل من ہولاء المذہب لک لانه اعلم منہم ولا یعلم فضل
 لقولہ تعا اهل سبتوا الذین یعلمون والذین لا یعلمون ویکہنہ کی قاضی صاحب اسکوٹ
 خلافت بل العمہ فرماتے ہیں۔ **اقول** یہہہ استدلال تو اوس استدلال کو ہی کہیں
 بڑھ کر ہی جیسا کہ میں نے لکھا ہے اسلوة سے کیا تھا اوس کجبت نے تو صرف فیدہ ہی
 بوضف کر کے معنی مقصود کو بجا راتھا اور جملہ کے معنی حقیقی شیک رکھی تھی لیکن ہمارے
 فصل مجاہد نے تو نہ میاق عبارات کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکھے ہیں انہی میں

اشرف انہی است انہی میں کا افعال

کہ سجدہ ہوتا کہنا ہی ہو لیکن سجدہ وہ نہ تھا کہ ادا تھا ادم سجدہ کو ہی بطور قید کہتے ہیں اور ان دونوں اقوال پر کچھ اشکال
 نہیں لیکن جب پہلے تسلیم کریں کہ سجدہ ادم کو تھا تو ہم یہ کہیں کہ ہرگز یہاں شرف سے شرف کی حق میں جائز نہیں اور یہ
 اس وجہ سے کہ ان اوقات حکمت کے مقتضی ہوتے ہیں کہ اشرف کی محبت اور اوس کی نہایت اطاعت خارجہ کیادہی۔ یاد کہ وہ اختیار کر
 کر کہتے ہیں خدا مان کو صدر میں پہلا دی اور اگر کبر کو اسکی خدمت کا حکم کر ہی اور اسکی غرض ہنس سے اظہار اطاعت و انقیاد
 تمام مورد احوال میں ہو تو کیا جائے نہیں کہ یہاں ہی اسکی طرح ہو اور نہ ترک کیا جانا مذہب نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے کہنا ہی اور کیا
 ارادہ وفاق حکم کرنا ہی اور اسکی افعال میں ہنس ہی اسکی سب سے کفر کے پیدا کرنے میں است ان میں اس کے کچھ لفظ عرض نہیں جو اور نہ
 پہلے کہنا کہ لانا تا کہ غراب کہ میں کچھ عرض ہے اور عین حال ہی تو اس پر ہنس کیونکہ اکثر عرض ہو کہ وہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی سجدہ

اشرف انہی است انہی میں کا افعال

کہ ابتدا اس قصہ کے یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ہم زمین میں نائب بنانا چاہتے ہیں
وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۚ تَوٰبٌ اِسْحٰی اِلٰی الصّٰلٰتِ
و علم و عقل و فہم بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ خلافت سے کوئی خلافت مراد ہے اور حضرت آدم
کس کو کسی کا خلیفہ تھی کیا سچکہ وہ خلافت جو ہماری اور ہماری محبت کے متنازعہ نہیں ہوا
جس میں اس وقت گفتگو ہو رہی ہے اور جس کی لفظی شراط ثلاثہ نص و عصمت و فضیلت مختلف ہیں
بین الفرقین میں وہ سی خلافت مراد ہے اگر وہ سی خلافت مراد ہے تو فرامین تو سہی
کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کسی نبی کے خلیفہ تھی یا کوئی اور خلافت مراد ہے انیسویں کہ ہمارے
محبت کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس سچکہ خلافت سے کوئی خلافت مراد ہے اگر قرآن شریف یا
ہمیں تھا تو کہو لکہ دیکھ لینا ہوتا یا کسی شئی حافظ سے ہی پوچھ لیا ہوتا تاکہ سیاق و عبارت
سے واضح ہو جائے کہ یہ حضرت آدم کا قصہ ہے اور خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے علامہ
لذین اس سچکہ ہماری فاضل محبت کے علم و فہم پر آفرین ہے کہ اس عبارت کو ہشت تراہ فضلیہ
کی دلیل سمجھ کر پیش کیا ہے اور اپنی کمال شہادت دی اور فوراً علم سے یہ سچہ سچہ شراط ثلاثہ
میں دانہ کی صنمیر شرف یا فضل کی طرف راجع ہے حالانکہ اطفال کا فیہ لڑان ہی سمجھ سکتے ہیں
کہ یہ غلط ہے ہر اور سپرہ یہ ہے کہ اس سی الکی فرماتی ہیں کہ دیکھیں آپ کے قاضی صاحب
اس کو شرط خلافت بل العمہ فرماتی ہیں اس سچکہ ہی لفظ (اسکو) پر اکتفا فرمایا اور یہ
کہ قاضی صاحب کو شرط خلافت فرماتی ہیں سہلنا آپ کی سیاق عبارت کی خلافت
صنمیر (ذائقہ) کا علم ہے اور لفظ اسکو ہی علم ہی کی طرف راجع ہے لیکن تاہم مدعا
بجائے ہے کہ یہ جب ثابت ہو کہ جب اعلیٰ فضیلت کو مستلزم ہو حالانکہ یہ مسئلہ
آپ کے اقراء سے بطل ہے آپ نے افضلیت کے تعریف میں اسکا دار و مدار اخلاق حمیدہ
صفات پسندیدہ پر رکھا تھا اور شرع و دلائل میں اعلم دار و مدار تقی و اعقل جو نے
کہا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ مستلزم افضلیت کو نہیں بلکہ اسکا

لیو اور صفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علی الخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہے
 پس حکیم اعلیٰ مستلزم افضلیت کو نہیں ہے تو یہ استدلال ہی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے
 جب ہم نفس اس عبارت میں تامل کی نظر سے دیکھتی ہیں تو بدایتہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت
 ہرگز مثبت مدعا نہیں کیونکہ قاضی رحم فرمائے ہیں وائے شرط فی الخلافۃ بل العدم تو فیہا اولیٰ ہے
 کہ لفظ بل اس جگہ ترقی کے واسطے نہیں ہے کیونکہ شرط بد نسبت عمدہ ہونی کے اعلیٰ و اقویٰ ہی تو ترقی
 ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیا جاسی تو اعلیٰ ہی جو شرط ہوا دینی
 طرف جو عمدگی ہے ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہے اور عمدگی کی گزرتہ ہے نہ موقوف علیہ
 تو بلا لفظ بل اس جگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور اتیان بلفظ اس شرط محض لغرض مزید تاکید ہوگا تو گویا
 قاضی رحم نے لفظ بل عمدہ فیہا کہہ کر یہ ثابت کر دیا۔ وائے شرط فی الخلفۃ ہی ہرگز نہیں
 کردہ موقوف علیہ خلافت کا ہے اور اگر یہ معنی نہ ہوگی تو لفظ بل عمدہ فیہا محض لغو و لاف
 محض مقصود ہوگا پس قاضی صاحب کا یہ قول آگاہ کچھ مفید نہیں بلکہ مضری ہے کیونکہ عمدہ شرط
 برداشت کرنا ہی نہ مشترک پر قولہ حدیث سنن ابی کی علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع بحوالہ
 جامع مغیرین روایت کی ہے۔ ابارجل استعمل ہر جلا علی عشرۃ النفس و علم ان فی العشرۃ
 افضل ممن استعمل فقد غش الله رسولہ و غش جماعۃ الموصنین ع۔ عن حفصہ بنتہ
 اب ذرا الصفات فرمائی کہ جب مفضل (ع) حکومت دس آدمیوں پر جائز نہ ہو اور اوسین خدا و
 رسول جماعت مومنین سے دینا لازم آوی پس تمام مومنین پر مفضل کی حکومت میں کہہ کر
 و النفس وغیرہ کا شل نبی ادا کی صورت ہو کہ قدر قیامت و شفاعت لازم نیگی اقول اس
 حدیث کو معنی آئے جو کچھ صحیح غلط ہیں یہاں افضلیت سے افضلیت متنازعہ نہیں
 ہرگز مراد نہیں کہ من حیث نریۃ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اس جگہ افضلیت سے
 مراد بفضل انجمنی ہے کہ جو متعلق بجا آدمی مقاصد ریاست و شرف و بزرگاری کی ہو مثلاً اگر کسی
 سریر یا حبش پر حاکم مقرر کیا جادے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا جو خاص فن حرب و معان

و قرب میں زیادہ ماہر و مجرب ہوا۔ ترجیح ہوا اور خداع و حروب اور اس کی چال و نشرو واقف ہو
اور اگر کسی کو کسی ملک پر حاکم کیا جاوی تو وہ صرف تالیف قلوب بغیر دہن اور سیاست
بدون ظلم و ستمین اعلیٰ درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کمی کے کسی خاص شخص کو ترجیح
مقدم کیا جاوی۔ مثلاً کسی خاص شخص کو وجہ سے اس کی سعی و کوشش و سہمن زیادہ ہو کر
مستور ہو آ یا کو معلوم ہو گا کہ حالات سے حضرت شمول علیہ السلام و اود علیہ السلام افضل تھے باوجود
اس کی حق تعالیٰ نے مفضل کو انعام مقرر فرمایا اور ظاہر ہی کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس شخص کو
زیادتی احتیاق ثواب حاصل ہو اور دلی کامل ہو وہ بہم متعلقہ کہ یہی سب سے عمدہ طور پر
انجام دیو می علاوہ ازیں ہم کب کہتے ہیں کہ مراعات افضلیت نہیں چاہی ہم اگر انکار کرتے
ہیں تو اس شرط کا انکار کرتے ہیں۔ اس حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی
عالم بنایا جاوی تو لحاظ افضلیت ضرور ہے ہم یہی کہتے ہیں کہ جب کسی کو اسیر یا غلام یا
نوافلیت ملحوظ رکھنا چاہی لیکن اس سے یہ کہیونکہ ثابت ہو کہ اگر افضلیت فوت ہو گئی
تو لارست غیر منعقد ہوگی اور اس کی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر مال کی نظر سے دیکھا جاوی
تو اسی ادایت سے اتفاق و مفہوم ہوتا ہے کیونکہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ غش تو اسی
و نہت ہے جبکہ اس کی لارست منعقد ہوگی اور وہ واجب اطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب اطاعت
ہی نہیں ہوا اور اس کی لارست ہی منعقد نہیں ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا غش ہوا وہ ماہر
ہی نہو ہوگی نہ صرف افضلیت کے مراعات سے انکار نہیں بشرط اسے انکار ہی تحفہ اثن عشرت
کی بحث افضلیت میں نہ کرے آیت دیکھا ہوگا آری اگر غضب رئیس یہ بعین اہل حل
و عقد باشد می باید کہ غضب افضل گنندہ در ریاست و شرائط سرداری نہ در امور دیگر آری
ہو ادلی کامل عالم مشہور سید حبیب اللہ ظفرین کہ از وی امور سرداری یک خانہ سرانجام نمی تواند
در حیا افضلیت دیگر می باید۔ اس سے قطع نظر آیت کو بحث میں عنقریب معلوم ہو چکا ہے
کہ جناب امیر نے اس شرط کا لحاظ نہیں فرمایا کیونکہ جب زیادتی کسی شخص کو ایک ملک

حاکم بنا دیا تو بس اس سے بڑھ کر اور کیا عدم رعایت اس شرط کی ہوگی پس اس سے معلوم ہوا
 کہ یہ شرط جناب امیر غم کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول برہنہ یا آب معصوم نہیں کہو
 خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ عیش کیا۔ معاذ اللہ قولہ ایک دو اور حدیث
 ولی اللہ صاحب علی نقل کلام میں آئیگی اس مقام میں عزت کی شہادت میں جمعی الکی عالم
 حبیب و فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود شہور مجید پارسانی باوجود سخت تعصب کے
 کتاب فضل الخطاب کے آخرین بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر مرقی علیہ الرحمۃ سے علامات
 امام میں جناب امام رضا سے ایک طویل روایت لکھی ہے چونکہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے
 ہی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اہل ہارین جیسا ذکر فاضل رشید نے ہی ایضاح
 میں کیا ہے نقل کی ہے ابتدا بخوف طوالت شیخ صاحب دہلوی کی ہے فارسی روایت پر
 التفکر کرتے ہیں وہ اس سے کہ کی اخیر میں بعد ذکر ائمہ فرماتی ہیں عبارتہ کہذا و ابن ابو جعفر
 مرقی تک اور علامات امام و فضل دی از امام علی رضا آورده است کہ فرمود امام را علامات نیست
 کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر و دیگران باشد و لاوت کرده شود
 خشتون و وی پاک باشد و از پیش دین کیسان بنید و چون از شکم او بر زمین آید مرد و کف و
 افتد و از او سببها دین بر آورد و محترم نشود و چشم او بخواب رود و دلش سیدار بود و محدث باشد
 و درہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروی راست آید و نزد وی سلاح آنحضرت ص باشد و شمشیر او
 زوال فقر و نزد وی مصحف فاطمہ نہ بود و نزد وی صحیفہ یوسف کہ در وی نامہای مخافان او تاروز
 قیامت باشند ثبت بود و بول و غائط اور کسی بنید و زمین بوکل بود و فرو بردن آنچہ میر
 آید از وی و بوی وی خوشتر از بوی مشک بود و بر مردم از نفس ہائی ایشان نزدیکتر بود
 ہرمان تر از مادر پدر و متواضع ترین مردم بود و مرحق را عذر و علل او معذرت کنند
 نبی از منکر کنند و تر بود و از سہم خلق دعائی او مستجاب بود کہ اگر پر سنگ دعا کند
 پارہ شود و موید بر روح قدس بود و میان او و خدا نمودی بود از نو کہ بنید و در وی

اعمال نیکو کار و بر حسب به آن محتاج بود گاهی بسط کرده شود و برای او پس بداند و گاهی منقبض
 گردد و از وی پس نماند و امام فرموده شود و بزرگوار است بود و در بعضی بسط و بجز و در بعضی
 و جهان کند و بسط و در زمان شود و نگین نشود و بخیل و دیگر بزرگوار و در بعضی بسط و در بعضی
 و زیارت کرده شود و حشر کرده شود و بسط کرده شود و در وقت عرصات و عرصت کرده شود
 برای اعمال پسیده شود و از آنها که ارام کرده شود و شفا عتس قبول کرده شود و دلیل در
 و خصالت است یکی علم و دیگر استجابت و دعوات و ائمه بعد از پیغمبر صلی الله علیه و سلم
 کشته شده اند بشبه سب و زبرد و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است و چنانکه
 غلات گویند علیهم السلام که ایشان کشته شده اند و در حقیقت بر مردم شبه ایشان انداخته
 و این سخن دروغ است چه این مخصوص از اینها و اولیا بعضی بن مریم است چه ویرا
 از زمین زنده برداشته در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند و چون بر آسمان پدید
 روح او را در بدنش باز آوردند و امام است بزرگتر و منظم تر است از آنکه مردم بعقل بکنند آن
 و او را کسب حاصل کنند امام مخصوص است به تمام فضل و طلب کسب بلکه محض اخلاص
 و فضل و اب حکما و عقلا قاصد و او با عاجز و بیگانه محصور از وصف نشانی از نشانی است
 و فضل از فضائل او میدهد و او را حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود آنچه معنی دهد غیر از این
 اگر چه اس و ادایت سی و خرابی کند و سب است و خلالت و امامت خلفا و ائمه و دیگر خلفا
 متغلبه بر که این اوصاف سی و موصوف نه تهی آئی سی بسبب کی بلکه اولی صاحب فهم بر
 بنین گریان و در نظر صرف شرط افضلیت امام کما ثابت گردناهی آورده اس روایت سی
 از مفسرین شمس سی قطع نظر از اوصاف سندرجه روایت نذا که شروع علامات امام
 بیهم الفاظین عالم تر و حاکم تر و سلیم تر و پر پیروزگار و متجاع تر و عابد تر و دیگران باشد و
 افضلیت بر و ال بین که اهل حق خلافت و امامت که شرط جاتی بین حضرت مجید
 کسی هم ندید کوبیده و هم نه که چون که بیروایت ابو جعفر محمدی علیه الرحمة سے منقول هر سب

ہل سنت پر حجت نہیں کیونکہ یہ وہم فاسد چند وجہ سے مردود ہی آؤں یہ کہ خواجہ پارسا اور
 شیخ عبدالحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہے اور ہرگز انکار یا رد کا اشارہ
 تک نہیں کیا اور اگر خاتم المحدثین بجز نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہے تو وہ نہایت
 شیخ ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کی نزدیک مقبول شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج و رد و است
 کو میں چنانچہ اس سے پہلی چند روایتیں نقل کر کے کہتی ہیں۔ اخرج هذه الاحادیث
 الخمسة ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابويه القمي وكان من شيوخ
 وشيوخهم استشهد به البخاري في كتاب الطب الخ اور شیخ عبدالحق صاحب
 اس سالہ میں فرماتی ہیں۔ واین پنج حدیث ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ
 القمی اخرج کرده و ابن بابویہ و شیوخ شیعہ مشہوران ایشان است بخاری در کتاب خود و کتاب
 الطب بوی ششہاد کردہ و در حقیقہ مضمونش انیت کہ شفا در ستہ چیز است حجامت کردن غسل
 خوردن و داغ نہادن گفتہ مراد القمی عن ابیہ عن مجاہد عن ابن عباس انچنین آورده است
 در کتاب الانساب امام ابو سعید عبد اکرم محمد اسماعیل انتہی۔ اقول ہماری ہمار
 محیب اس روایت کو نقل کر کے خوشی سے بیوی نہیں ساقی جا رہے ہیں ہر بیوی جاتی ہیں
 اللہ ہے کہ کیا کچھ ترالی میں اور کیا کچھ نازش و افتخار ہے گویا میدان مناظرہ آج آپ ہی کے
 نامہ ہے اور بزرگ خود مدہب اہل سنت پر کیسی کچھ خرابی ڈالی مگر یہ خبر نہیں کہ اس وقت
 بہت بظرف و فرح کے بدلتی حزن و غمگینی اور نازش و افتخار نہ عوض دولت و شرف کی نصیب ہو
 ہم تو کیا عرض کریں اہل انصاف خود دیکھ لیں گے اور انصاف سے بول اوٹھیں گے کہ یہ آپکا نادر
 افتخار بجایا یا جیسا اوٹھنی و ترفع روا ہے یا نادر و اہم کو سخت افسوس ہے کہ آج کے فضل الخطاب
 کو ماقبل و بعد سے ذرا ہی نہ دیکھا کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ روایت کس موقع کی ہے اور کس
 عبارت سے اسکا ربط ہے اور کس دعا کی یہ نقل کی گئی ہے اگر آپ متبادل کتاب کو ملاحظہ فرماتے
 تو میں یقین کرتا ہوں آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ میں نقل تک بھی نفرمائی

چہ جابجا کہ آپ ناز و افتخار اور سپہ فرما میں اگرچہ آپ نے اس روایت کو رسالہ شیخ عبدالحق محمد
 دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کے ہے اور یہاں کتاب
 میں ہے اسی سے ترجمہ لیا گیا ہے۔ پہلی ہم اصل فصل الخطاب ہے کہ پیش نظر رکھ کر
 جواب ہوتی ہیں کہ یہ ترجمہ کے جواب سے بھی منفی ہوگا۔ بلکہ ضرورت نہ تھی کہ جواب اس
 روایت کو ہم ابو جعفر رادی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کو تغلیط و تزئیف کی طرف متوجہ
 ہوتی کیونکہ بول اللہ وقوتہ ہماری پاس اسکا جواب ہادم میان استدلال اور قاطع حق شبہ
 موجود ہی جبکہ ہم آئندہ گذشتہ آپسکشن کر نیکی لیکن جبکہ ہماری مجیب صاحب نے بطور دفع
 دخل مقدمہ کے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کر دیا کہ نہ رادی کے تکیب ممکن ہے
 اور نہ روایت کو تغلیط ہو سکتی ہے تو ضرور ہوا کہ ہم اپنی مجیب سب کو اذکی غلط پر متنبہ
 کر دیں صلیح ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت باتفاق فریقین لکھا
 و عدم عدالت اور صدق و کذب روایت پر منحصر ہے۔ آپ کے شہید ثانی صاحب معالم الاصول
 میں تحریر فرماتے ہیں لمخصاص عرض کرتا ہوں۔ وللعلم بخبر الواحد شر الطکلہا متعلق بالاد
 الاول المتکلف التام الاسلام الثالث الايمان الرابع العدالة وهي ملکہ فی النفس
 عنہا عن فعل الکبار و الاحرار علی الضغائر و منافیة المروءة الخامس القبط
 سی ہذا القیاس آپ کو معلوم ہوگا کہ السنن کے نزدیک بھی روایت کا اعتبار ایسی اعتبار پر ہے کہ اگر آپ
 شیخ عبدالحق محمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کوئی رسالہ متعلق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا
 ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتی ہیں اور طریق معرفت عدالت پر
 چہ نہ امور پر موقوف ہے علم الاصول ہی میں دیکھ لے جیسی لکھا ہے
 لے خراج برسم کے کہ یہی شرط ہیں۔ متعلق مذہبی کے ہیں پہلی شرط کف جو ہر دوسری اصنام غیر
 یاں عسی مدب اور وہ جس میں ایک ملکہ ہے جو اسکو سیر و گما ہو کر کرنے اور صغیر و گما ہوں پر امر کرنے کو
 بکتا کر درود کے محالہ با تو سیر یا کچھیں مبط ہے۔ ۱۳۔

تعارف صلی اللہ علیہ وسلم بالاحتساب بالحبہ المتاکدہ و ملازمہ بحیث نظر احوالہ و محصلہ
 علی سریتہ بحیث یکن ذلک ممکنا و هو واضح و مع عدم ما یشتہر ہا بین العلما و اہل
 الحدیث و بالقرائن المتکثرۃ المتعاضدۃ و بالتزکیۃ من السالکین الی ما یتبی بقدر الحاجة
 پس جب ہم روایت مذکورہ کی راوی ابو جعفر قسیمی کی حالات کو طرف تفصیل کے نظر سے متوجہ
 ہو کر دیکھتی ہیں تو اہل حق کے اسما و الرجال میں اسکا کہیں نام و نشان ہی نہیں پائی عدول
 و خفا و بین تو کہاں خفا و مجاہل میں ہی حضرت کا کہیں پتا و نشان نہیں تقریب
 القہر سیب غشی میزان الاعتدال نہیں کسی میں آپکا ذکر نہیں ان شکمیں نے مناظرہ
 کی کتابوں میں آپکا ذکر کیا ہی ہے بلکہ اصحاب ہی خاصہ کسی میں مولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ اللہ
 فرماتے ہیں اور حضرت خاتم النبیین علیہ السلام دہلوی نے تحفہ میں ذکر فرمایا ہے مولانا خواجہ
 نصر اللہ رحمہ تو اسٹال کلمہ زائتہ الکذب سے یاد فرماتے ہیں اور تحفہ میں آپکے خود ہی
 ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ جس درجہ کی تکذیب فرمائی تھارہی کی طرف نسبت کرنا کہ اوسنی اپنی
 صحیح میں ابو جعفر قسیمی فرماتے ہیں کہ اسے غلط ہے بخاری اور اسکی شرح فضائل کا نا وجود
 نہیں جبکہ دل جا ہے دیکھو یو اوس میں مگر ابو جعفر قسیمی فرماتے ہیں کہ وہ قسیمی جس سے امام بخاری
 فرماتے تھے فرمایا ہے اور شخص ہو اور اس قسیمی کے مخالف ہے قسطلانی میں ہی رواہ القمہ بضم قاف
 و قد بین الیم المسوۃ یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن عمار بن عاصم بن عاصم
 العامری الا شجرہ من اہل قمر مدینہ عظیمہ حصہ بنتہ و اہلہا شیعہ حوا و صلہ الزار

راوی کے حالات اس قدر مختصر و معصومہ کہ ساتھ آرائش بھی ملو مہ جاتی ہی کہ اسکی احوال خاصہ ہو جائیں
 اور اسکی جیسی ہوں حالات پر اطلاع ہو جاوے گی جگہ ممکن ہو اور یہ امر واضح ہے اور جب یہ نہ ہو سکی تو ذلت علماء اور اہل
 میں شہرت سے معلوم ہوتی ہے۔ اور قرائن سے جوہیت سی ہوں اور ہم ایک دوسری کی تقویت کریں۔ اور نیز کسی نے اپنی
 ذکر کیا ہے کہ اسکا علم ہوا کہ اسکا علم ۱۲۰۰ قریب بضم فاء اور شہید یہ کہ کورہ سے یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک
 بن مالک بن عامر بن ابی العامر طبری قریب کے لوگوں سے تھا اور ہم ایک بڑا مستحکم شہر ہے۔ اور اسکی شہرت
 شیعہ ہیں۔

خاکہ کا ماحول انصاری نے بیان کیا ہے کہ اسکا علم ہوا کہ اسکا علم ۱۲۰۰ قریب بضم فاء اور شہید یہ کہ کورہ سے یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن عامر بن ابی العامر طبری قریب کے لوگوں سے تھا اور ہم ایک بڑا مستحکم شہر ہے۔ اور اسکی شہرت شیعہ ہیں۔

اور اس طرح دوسری ترویج میں ہی اسکی تشریح ہو و اس سے ثابت ہوا کہ یہ ابو جعفر شافعی و حاکم
 ہی میں نہیں بلکہ اہل حق اسکو دفن عین و کذا میں سے سمجھتی ہیں خواجہ یار سا اور شیخ محمد
 علیہما کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہوا ہے کہ بخاری اس سے کہتا تھا و کیا اسکو توثیق سمجھنا بالکل غلط اور نقض
 برآب یلعان ہر اب ہے کیونکہ یہ توثیق نہیں بلکہ حکایت ملزوم توثیق ہے بلکہ حکایت ہے
 حکایت کیونکہ خواجہ صاحب الساب سے معانی سے حکایت کرتے ہیں اور صاحب الساب بخاری سے
 اور یہی جو صحت حکایت محکم غنہ کی برائقت پر موقوف ہے اگر حکایت محکم غنہ کی مطابقت ہے
 تو حکایت طبع اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکم غنہ کی مطابقت نہیں ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے
 اسلئے حکایت مروی محکم غنہ کی مطابقت نہیں بخاری کے استہاد کا حال تو واضح خدمت ہوئی
 حکا ہی دوسری حکایت الساب کے نسبت منقرب واضح خدمت کیا جا چکا۔ باقی رہا خواجہ صاحب
 رحمہ اللہ کا خلاف واقع حکایت کرنا اگرچہ الواقع صحیح ہے اور یہ جملہ بحاقیہ ہو چنانچہ قرآن اور
 احادیث پر اہل میں اور ہم عرض خدمت کر بن گئے باعث کسی حرج یا خوف کا نہیں ہے کیونکہ
 ہمیں کب دعویٰ کیا ہے کہ خواجہ صاحب ہم سے خط سے معلوم میں اگر ادھون نے ایسا لکھا
 اور خط ہوئی بحمد اللہ مذہب المسند ایسا عجیب بیچارہ ہے کہ اس میں نہ کسی غلطی سے حرج و
 نقصان ہو اور نہ غلطی کا اتباع کیا جاسکتا ہے کیونکہ اصل اہم کتاب و سنت کو قرار دے
 رکھا ہے نہ اپنی ہوا کو و بحمد اللہ علی ذلک لیکن جب ہم قرآن میں غور کرتے ہیں تو
 غریب یقین کے ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب یار سا کی کتاب فطس الخطاب میں یہ عبارت
 استمد بہ البھا و حجتہ فیکما الطیب فقال فی حدیث الشفاء فی تلمذہ شرطہ حج و عمرہ
 عمل و کتہ بنار و ہا القہ عز لیت عزما ہد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ فی کتاب
 الامام ابی عبد اللہ الذکر بن محمد بن معاذ ہم الکافی ہے کیونکہ اولاً جو جملہ کہ اس عبارت سے
 لے لیا ہے اسی کتاب کے طبع سے پہلے لکھا گیا ہے اور اس میں یہ عبارت ہے کہ میں نے اپنے شیخ ابو جعفر سے سنا کہ
 کہ اس میں یہ عبارت ہے کہ میں نے اپنے شیخ ابو جعفر سے سنا کہ میں نے اپنے شیخ ابو جعفر سے سنا کہ

ہر شخص کو یہ دوکان میں شیخ الشیخہ مشہور رہا اس کی ہر کھلی مخالفت منافی ہے کیونکہ وہ جملہ
 پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ شخص شیوخ شیعہ اور شہرین اولیٰ کسی ہی تو قابلِ دو انکار ہے غالباً اہل
 کراچول حدیث کو سامان میں علی الخصوص شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کوئی تحریریت
 میں جہاں کے سطرانہ فرمایا ہوگا کہ جو شخص متہم بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے اور
 بدعت تشیع میں ماوث ہونا جسکو اہل حق رفض سے تعبیر فرماتے ہیں اسکا ادنیٰ شبہ منقطع
 اعتبار سے اور جو اسکی یہ کہ روایت کی صحت کا مدار صدقِ راوی پر ہی اور ان حضرات کے
 نزدیک کذبِ لقیۃ جائز بلکہ فرض قطعی ہے جسکی تارک کو دین سے خارج فرماتے ہیں تو انکو
 صدق و کذب کی حالت ایسی نہیں کہ جو کسی کی جسمانی استیاز احد ہمارے ائمہ محال
 و متمنع ہوگی تو جس شخص کے نسبت یہ کہا گیا کہ یہ متہم بدعت رفض ہے تو گویا اس سے
 یہ ملو ہوئی کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے تو جس شخص کے لیے اذعانِ یقین کے ساتھ یہ لکھا
 گیا ہے کہ یہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور امام ہے اور از سر تا پا تشیعِ مصلح میں غرق ہے
 تو اس پر قیاس کر لینا چاہی کہ اسکا سقوط اعتبار کس درجہ میں ہوگا اور جب اسکا
 سقوط و عدم اعتبار اس درجہ پر پونہ پایا گیا تو اب یہ جملہ استہداد بد بخاری الخ جو فی الجملہ
 وثوق و اعتبار پر زوال ہے گویا جواز اجتماعِ تقيضین کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں بخاری اور
 اسکی شرح خزینۃ الوجود نہیں اور ہر زمانہ میں اسکی یہ ہی تلاؤل و کثرت رہی ہے چنانچہ خود
 امام سے اسکی روایت آلفاں کے درجہ کو پونہ پائی تھی اور نیز خواجہ پارسا اپنی کتاب میں بخاری
 سے روایات نقل فرماتے ہیں اور اسکی بعض شروخ سے ہی نقل کرتے ہیں تو اسی
 حالت میں عقل سلیم سرگز تسلیم نہیں کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ
 سے ہی بلا مہجرت اصل کتاب کے انحصار سے معاف کرنے کو نقل پر اسکو اس درجہ معتبر اور صحیح سمجھیں
 کہ اسکو اپنی کتاب میں ہی داخل کر دین غرض یہ کہ یہ سیاق و سباق کو دیکھ کر اس
 جملہ کے احاطی ہو چکا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ معاذ اللہ کہہ کہ اس روایت کی نقل کے

بعد سکوت کیا اندھیر مڑا انکار نہیں کیا اس سر غلطی کیونکہ جب ماضی میں بیان ہو چکا تھا
 کہ اس روایت کا رادی شیوخ شیعہ اکثر ہرین میں سے ہی تو اس حاجت اسکو رد انکار کیا
 باقی نہیں رہی کیونکہ اس سے معلوم ہو چکا تھا کہ جعفر روایات پر سلسلہ اس رادی کے نہیں
 یہ متفرق ہو گا مڑی ہو گا وہ قابل اعتبار نہ ہو گی سو فی الحقیقت کلام سابق میں اس روایت
 پر ہی رد و انکار ہو چکا تھا اور نیز بعد ختم روایات اہلبیت سے نقل کیا اسکو وہ اپنی دعا میں کہا
 کرتے تھے اللھم العن الزافضۃ فانھم ینھموننا۔ تو اب یہ مرجع رد و انکار نہیں آ گیا
 یہ ترجیح ہے کہ اب یہ فراموش کر دو انکار کا اشارہ تک نہیں کیا اور بضر من محال اگر یہ
 صحیح ہوتا ہم ہماری عجیب کا ہند لال یا کل فاسد ہی کیونکہ جب یہ بات محقق ہو چکے کہ جعفر
 رادی شیوخ کلبہ سے ہی تو پھر اگر کسی روایت میں استہاد کیا تو اس سے جمیع روایات کا
 نسبت اعتبار اور فون سمجھا سر غلطی اور نادقیقی ہے کیونکہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی شہم میں
 وثوق و اعتبار ہے ہو تو اسکی روایات کا اعتبار مقصور ان ہی روایات تک ہے کہ جن روایات
 میں اپنی مذہب کی طرف دعوت نہیں کی اور جن روایات میں مذہب کی طرف دعوت پائی
 عادیگی وہ قطعاً واجب ارد و انکار ہو گا سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت میں استہاد
 ہی کیا ہے تو یہ روایت وہ روایت ہے جس میں دعوت اپنی مذہب کی طرف نہیں پائی چاہے وہاں
 روایت سے استہاد اہل حق اسکو وثوق پر دل نہیں اور اس سے اس روایت کی تصحیح و ثبوت
 نہیں ہو سکتی جبکہ ہماری محبت نے اپنا استدلال قرار دے رکھا ہے کیونکہ اس روایت میں منان
 اور عریض اپنی مذہب کی طرف دعوت ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری محبت
 استدلال فرمایا ہے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن مجسب اللہ تعالیٰ و بجلو توثیق ہو اس کے
 کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ابو جعفر کے مذہب میں کرین یا روایت کے عدم اعتبار کو اس بناء پر ثابت
 کرین۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اسکی باقیل سے دیکھا جاتا ہے تو کھاف معلوم ہوا ہے
 کہ ابھی رافعیون پرست فرما کہ وہ ہمہرست لکے تھے میں۔ ۳۔

کہ خواجہ پارسا نے کچھ سابق سے مذہب شیعہ ائمہ کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ
اس مدعا کی یہی ضرورت تھی کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لا محالہ ان کی روایات کو نقل فرمایا
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جملہ استشہاد بخاری الہم اپنی مابین سے بڑے جوش اور بی باک
ہے اور ایسی ہی ہونے کا گمان ہوتا ہے لیکن نقل روایات کے اثناء میں بعض روایات شیعہ کے
جو موافق روایات السنن کے واقع ہو گئی تو اس میں ان کو بعد ہی چند روایات اہل سنت کے بھی
ذکر کر کے پھر اصل بیان کی طرف عود کیا جو کہ مقصود تھا یعنی بیان مذہب شیعہ ائمہ کی نسبت مشہور
کر دیا تو اس سے یہ سمجھا کہ خواجہ نے روایت مذکورہ اپنی مقبول بیان کے ہی سر اس غلطی سے منشا
اس غلطی کا یہ ہے کہ اہل تو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ مذہب شیعہ کا ان کی روایات سے ہی بیان ہو رہا ہے
دوسری غلطی یہ ہے کہ جو روایات ائمہ میں تبعاً اہل سنت کی مذکور ہوئی تھی ان کی نسبت یہ
نہیں خیال کیا کہ یہ محض بطور جملہ معترضہ کہیں اور اس کی بعد یہ غلطی ہوئی کہ جب روایات اہل
کوشم کے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اس کو یہ نہیں سمجھا کہ رجوع الی المقصود ہے کہ اپنی
دشمنی سے یہ سمجھ گئی کہ خواجہ صاحب سے یہ ایمان مذہب اعدائے متفقہ پر کیا کر رہا ہے
حالانکہ یہ گمان بالکل غلط تھا اب میں تمام عبارت متعلقہ میں دہا اسے آخر مفصل لکھا ہے
کہ نقل کرتا ہوں اور ناظرین جو اس کے مذاکرات میں عموماً اور اپنی محیب کی خدمت میں خصوصاً
گزارش کرتا ہوں کہ درامنا خطہ فرما دیں اگرچہ نقل تمام عبارت خالصاً از انصاب و تلویل نہیں
لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہی اسلی آپ مجھ کو معاف فرمائیں گی۔ وقال الامام فخر المجلد
والدین الرازی البصائر حجة الله في كتابه المحصل اما الامامية فالذي استقر عليه رأيهم ان
الامام بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم علي بن ابي طالب رضي الله عنه ولده الحسن بن علي بن الحسين

سنة او ذہب امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب محصل میں فرمایا ہے۔ لیکن جبرائیل کی ای ہری ہی ہے
کہ امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کو فرزند حسن رضی اللہ
پھر ان کو پھر ہی حسین رضی اللہ عنہ۔

اولاً حیرلہ احرہ وکیہ لیسک امة انا اولہا وانا اخرہ خلیفۃ من تعبدکم والمہجر عیسیٰ بن
 مریم لحدود آوہ کتاب قواعد الاصول فی معرفۃ احارار الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تالیف
 الشیخ الاحامد ابو الی الی عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی قدس اللہ
 روحہ وولد صریح الاصل الرابع والعشرین والمایۃ حدثنا الحسن بن عمر بن سقیۃ
 قال حدثنا سلیمان بن طریق عن معکول عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہما قال قال یہا
 انہ فعصاۃ علیہ وسلم حیرلہ اولہا واخوہا وروی مطہا الکذب حدثنا صالح بن علی
 قال حدثنا علی بن معویہ النضر عن عیسیٰ بن عبد اللہ المرہ عن عیسیٰ بن علی اللہ عماد
 قال یہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل اعنی ا بطریق لا یدیک اولہ حیرلہ واخرہ آخیرہ صالحہ
 للامم عن قات البہانی عن اسیرہ اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا اللہ
 بن محمد حدثنا ابراہیم بن الولید بن سنان بن عوف عن ابي عبد اللہ بن عوف
 الاخر فی الواسطی عن ابی یوسف عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن عبد الرحمن بن سمرقان
 لعنی خالد بن الولید استبزی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم موتہ فلما دحا
 علیہ قلت یا رسول اللہ فقال علیہ وسلم ما عبد الرحمن احدا اللہا زید بن
 فغانل ید حتی قتل رحمہ اللہ زید انہ احدا اللہا وجمعہا فغانل حفرتہ قتل رحمہ اللہ
 اولہا کمال شری یا آحاد اہ امت یکونکم ہر کی کہ کی اول میں مبارک رہے میری پہلی کسب اس علم
 میں یہ کتاب زادہ الاصول سورۃ ہجاء رسول کا یہ سمجھ اس میں اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی قدس اللہ
 عنہ کی ایک جو میں اس میں جو اور دوسری سند مذکورہ اولیہ ہر گاہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
 اول اور احاد کا ہر ایک میں ہجرت میں ہا میں عمر سے سند مذکورہ دوم میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 اس کی مثال میں ہر ایک کہ جو کہ میں ہا جانا کہ اول شری یا آخر اور واسطہ انہس رہے کہ مذکورہ اول
 علیہ وسلم سطل ایک ہی ہر اربعۃ الرحمن بن سمرہ سند مذکورہ دایت ہی وہ کہنی ہے کہ ہر جگہ جگہ سورہ کے اور
 فرمایا کہ شری میں کہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہا جب میں ہا فرمایا اور کیا یہا
 دیا اہم اس درجہ کہ رد میں عارضہ جہا لیا اور قتال کیا یہا تک کہ فغانل ہا اللہ تبارک و تعالیٰ
 ہر عقرہ جہا لیا اور چاہا تک کہ مقتول ہوا اللہ تبارک و تعالیٰ رحمت کرے -۱۰-

اخذ اللواء عبد الله فقاتل قتل رحيم الله عبد الله ثم اخذ اللواء خالد ففتح الله الحاد
فخالد سيف من سيف الله فبكي اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم قتل
فقال ما يبكيكم فقالوا وما لنا بالبكي وقد قتل خيارنا واشراقنا واهل الفضل منا
قال لا يبكيوا فانما مثل امتي مثل حد يقة قام عليها صاحبها فاجتث رواكبها
وهي اء مساكنها وخلق سفعها فاطمعت عاما فوجا ثم عاما فوجا فاعل اخر
طعا يكون اجدوها قنونا واطولها ثم اخا والذى بقى بالحق لتجدن ابن مريم في
امتي خلفا من حواريه حدثنا علي بن سعيد بن مسروق الكندي قال حدثنا عيسى
يونس عن صفوان بن عمرو السكسكي عن عبد الرحمن بن جبير بن نفيل الحضرمي قال لما اشتد
جزع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على ما اصيب مع زيد بن حارثة يوم مونة
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدركن المسيح من هذه الامة اقوام انهم مثلكم
او خير منكم ثلاث مرات ولن يجزي الله تقا امة انا اولها والمسيح اخرها قال ابو عبد الله
رحمه الله فمن الله سبحانه على هذه الامة خصوصا ثم عدد المنة فقال كنتم خيرا امة
اخرجت للناس فذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس والموصوف
بالسطة هو الموصوف بالعدل لا يميل الى افراط ولا الى نقصان فالمنزلة السابعة في وسطه

سابعه عبد الله في جهنم ايا اور كز مقتول هو الله فقتل رحيم الله عبد الله ثم اخذ اللواء خالد ففتح الله الحاد
فخالد سيف من سيف الله فبكي اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم قتل
فقال ما يبكيكم فقالوا وما لنا بالبكي وقد قتل خيارنا واشراقنا واهل الفضل منا
قال لا يبكيوا فانما مثل امتي مثل حد يقة قام عليها صاحبها فاجتث رواكبها
وهي اء مساكنها وخلق سفعها فاطمعت عاما فوجا ثم عاما فوجا فاعل اخر
طعا يكون اجدوها قنونا واطولها ثم اخا والذى بقى بالحق لتجدن ابن مريم في
امتي خلفا من حواريه حدثنا علي بن سعيد بن مسروق الكندي قال حدثنا عيسى
يونس عن صفوان بن عمرو السكسكي عن عبد الرحمن بن جبير بن نفيل الحضرمي قال لما اشتد
جزع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على ما اصيب مع زيد بن حارثة يوم مونة
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدركن المسيح من هذه الامة اقوام انهم مثلكم
او خير منكم ثلاث مرات ولن يجزي الله تقا امة انا اولها والمسيح اخرها قال ابو عبد الله
رحمه الله فمن الله سبحانه على هذه الامة خصوصا ثم عدد المنة فقال كنتم خيرا امة
اخرجت للناس فذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس والموصوف
بالسطة هو الموصوف بالعدل لا يميل الى افراط ولا الى نقصان فالمنزلة السابعة في وسطه

اب اہل علم والصفات اس عبارت میں نہ بظن ناقل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اول خواجہ پارسہ
 فی مذہب یہ کہ ائمہ اثنا عشر کے نسبت امام رومی سے نقل فرمایا اور اسکی بعد از ان روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن
 سے ائمہ اثنا عشر کی امت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ان روایات کی منہج کی مذہب کو بیان کر دیا تا
 لوگ اسکی ادنیٰ روایات سے دھوکا نہ کھاویں جو متضمن بیان مذہب کو ہوں۔ اور اگر اسحاق بن عمار
 تو غلطی سے استہداجاری نقلاً عن الانساب نقل کر دیا بعد اسکی اوسی قسمی راوی سے پہنچی ہو
 جو کتاب بحضرت ابن مریہ سے۔ اور مطابق روایات اہل حق سے نقل کی اور اسکی مختصر اہل سنت کی
 روایات سے کر کے اسکی روایات سابقہ کی طرف اشارہ کیا اور انکو یاد دلایا اور اس روایت کی
 نقل سے اس امر کی طرف ایسا کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مختصرہ ہیں
 اور صحیح یہ ہے ہی جو موید بر روایات اہل حق سے بعد اسکی ساتویں روایت اوسی سے نقل کی جو
 کتاب الحضال میں مذکور ہے اور دسویں بطور بشارت کر دو امر ارشاد ہوئی میں ایک یہ کہ ائمہ کے
 مسئلہ باران جیسی جو جسکی اول و آخر کی تیسر (تیسریت و نفع رسانی میں) دشوار سے دوسری ہے
 کہ جس امت کو اول میں اور ائمہ اثنا عشر ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں وہ کیونکر
 ہلاک ہو سکتی ہے چونکہ فی اسماء یہ روایت ہے روایات اہل حق کے مطابق تہی جزو
 اول اور مطابق ہی خود میں کہ خلفائے اثنا عشر حضرت عیسیٰ نے اپنی طرف سے تراش کر بڑا دیا حالانکہ
 اپنی مذہب کے ہی خلاف ہے کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اہل امت میں شمار کرنا غلط ہے امام قائم
 بالامور آخر امت ہیں متصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں نہ اوائل امت میں پس حضرت
 صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا خیال نہ دہاؤں فرماتے انا واحد عشر خلیفہ من بعد علی ہذا
 والامام القائم بالامر عیسیٰ بن مریم آخر ہے۔ اور اگر ترکیب عبارت اسطرح ہے انا اولہا و اثنا عشر
 خلیفہ من بعدک والمسیح بن داود آخر ہے کہ مسیح کا عطف اثنا عشر سے ہی تو اول سے ہی زیادہ غلط
 چنانچہ خود بدیہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے بیکر آخر تک جانب آخر امت میں کہنا
 بدیہی البطلان اور خلاف واقع ہے تراسیں خواجہ یار علیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی مجملہ اس روایت کو مطالبہ تہی ذکر و اشارہ کر دیا کہ اس روایت میں لفظ و دنیا عشر خلیفہ
 بعدی حضرت عقی کا اثر و اختراع ہے پہر یہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کی طرف جو ائمہ
 کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا ہوتا ہے جو کیا اور اسی ابو جعفر عقی کے روایت علامات امام
 میں نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل مجیب نے اپنی ہستہ لال میں پیش کیا اور اپنی کمال و اہمندی سے
 یہ سمجھ گئی کہ یہ روایت خواجہ پارسا کی مقبول ہے اور دوسرے پہر یہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل
 روایت سکوت کیا تو یہ سکوت یقیناً تسلیم روایت ہے اور یہ نہ سمجھی کہ مقصود اس روایت کو
 نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہے اسکو قبول و عدم قبول روایت سے کچھ تعلق نہیں ہو سکی بعد
 دور در آئین شیعہ کے متعلق مسائل ائمہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام روایات شیعہ کے جو ائمہ کی
 حق میں مبالغہ آمیز روایتیں کرتی ہیں اور انکی مناقب و مانج میں غلو و اغراق فرماتی ہیں یہاں تک
 کہ انبیاء کے مرتبہ سے بھی بڑا دینی ہے جس پر حجاب امیر کی پیشین گوئی خوب صادق آتی ہے یہاں تک
 فی صنفان محب مفسد الخ روایات اہلبیت سے تذبذب فرمادی اور کہا اہل بیت سے نقل فرمایا
 کہ وہ اپنی دعا میں بجنب بادی خوشانہ عرض کیا کرتے تھے اللہم العن المرافضۃ فانہم یتحموننا
 انہوس کہ اس پر ہی آپ یہی فرماتی ہیں کہ خواجہ پارسا نے بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسکو
 آپ تسلیم کر دیا تو یہی ہیں۔ اگرچہ یہ بحث کس قدر طویل ہو گئی ہے لیکن ایک گذریش باقی ہو گئی
 ذرا گوسن انصاف و ہوش اس طرف متوجہ فرما کر سن لیں یہ وہیہ کہ کمال تعجب اور نہایت انہوس ہے
 کہ آئے باوجودیکہ میں نہیں سہی ہے کہ منظر دین تو غل و انہاک اور اہلبیت کچھ کہتا میں دیکھ ڈالی
 اور اہلبیت کو گونہ سباحتہ کیا گیا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ آہیں صرف کیا اور مسائل خلافہ
 وغیرہ میں جن اہلبیت کا مرتبہ بھی بزرگ و عظیم حاصل کر لیا اور گویا اپنی مجتہدین سے ہی گویا سبقت
 لیگئی با اینہما دعائی ہمہ دانی تحفہ کو بھی ملاحظہ فرمایا جو اس دستبان کے اطفال کا یہاں سبقت ہے
 کہ اسکی مصنف خاتم المحدثین محمد فاضل مدینہ نے اس شبہ کا کیا استنباط کیا ہے چھپی اسید ہی کہ اگر
 آپ اسکو اپنے فرمائی تو اس دلیل کا نام ہی نہ لیتی یہی اب میں تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہوں

خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تحفہ کے باب سیوم در ذکر احوال اسلام شیعہ فرماتی ہیں۔ محمد بن
 علی بن بابویہ القمی بنی سہمی غیر آن قمی است کبخاری بوی استشهدا کردہ است دور روایت
 الشفاء فی ثلث شرط مجیم و شربة غسل و کتبه بنار در کتاب الطب و صحیح خود گفته است
 و رواہ القمی عن لیث عن مجاهد زید الدین بابویہ سہمی از قرن اربع است و لیث از ابن قریظ
 ثانی لیکن نیست کہ لیث را روایت باشد از وی و لیث کردہ و اگر ایت عن لیث از براسان روایت بابویہ اصل کتب
 متعارف بخاری است و اسناد این حدیث نیز درست نمی شود زیرا کہ بنی سہمی و بنی یثرب است پس ابن بابویہ از وی
 متاخر است بزمان بسیار بوی چه قسم استشهدا تواند کرد و انعم ما قبل فی میلاد البخاری فادہ
 و سنی حمہ و ولد فی صدق و عاشق حمید اومات فی و زود و این قسم بمعنی از بزرگان ساز را
 در فهم عبارت سمعنا غلط افتادہ چنان گمان برود اندکہ این قمی همان سہمی است کہ بخاری بوی
 استشهدا نمودہ و در بی نقل عبارت سمعنا کردہ شود و منشا غلط بیان کردہ آید قال السمعی فی
 المنسوبین اقم و ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی نزل بغداد و حدث
 ما عن ابيه و كان من شيوخ الشيعة و مشهور الرافضة و عنه محمد بن طلحة النعماني
 يعقوب بن عبد الله بن سعيد القمي استشهد بلمبخاری فی صحیحہ فی کتاب الطب
 نال فی حدیث الشفاء فی ثلث شرط مجیم و شربة غسل و کتبه بنار و رواہ القمی عن لیث
 بن مجاهد عن ابن عباس و الاسناد العمد الوطاس هر سعد بن علی بن عیسی القمی
 از وزیر السلطان سنجری بن ملکشاہ الی اخر ما قال عبارت الاتساب و صرح شراح
 اری بان القمی الذی استشهد به البخاری هو یعقوب بن عبد الله بن سعيد القمی

۱- سہمی کہنے او کہ بیان میں جو قم کی طرف منسوب ہیں کہا ہی اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ سہمی بغداد میں پیدا ہوئے اور بنی
 سہمی ان حدیث کے شیعہ کے شیوخ اور رافضیہ کی شہرت یافتہ ترین ہیں محمد بن طلحہ نے ان سے روایت کیا اور یعقوب بن عبد الله
 قمی بخاری نے اسے صحیح کے کتاب الطب میں ذکر کیا ہے استشهدا کیا ہی اور اس حدیث میں جبکہ حاصل یہ ہے کہ شافعیین و حنفی
 و سنی گونا گونا گشتہ دنیا آگے ساتھ داغ و لولہا کہا ہے (روایت کیا ہی سہمی کہ قمی لیث سے اور اس کی بجائے اس کی روایت
 سے ابو سعید الوطاس ہر سعد بن علی بن عیسی قمی جو سلطان سنجری بن ملکشاہ کا وزیر ہو گیا تھا آخر عبارت سہمی کا کہ اور بخاری
 نے تصریح کیا ہے کہ بخاری نے ہر سعد بن علی بن عیسی قمی ساتھ استشهدا کیا ہی وہ یقیناً سہمی بن عبد الله بن محمد سہمی ہے۔ ۱۲۔

۱- سہمی کہنے او کہ بیان میں جو قم کی طرف منسوب ہیں کہا ہی اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ سہمی بغداد میں پیدا ہوئے اور بنی
 سہمی ان حدیث کے شیعہ کے شیوخ اور رافضیہ کی شہرت یافتہ ترین ہیں محمد بن طلحہ نے ان سے روایت کیا اور یعقوب بن عبد الله
 قمی بخاری نے اسے صحیح کے کتاب الطب میں ذکر کیا ہے استشهدا کیا ہی اور اس حدیث میں جبکہ حاصل یہ ہے کہ شافعیین و حنفی
 و سنی گونا گونا گشتہ دنیا آگے ساتھ داغ و لولہا کہا ہے (روایت کیا ہی سہمی کہ قمی لیث سے اور اس کی بجائے اس کی روایت
 سے ابو سعید الوطاس ہر سعد بن علی بن عیسی قمی جو سلطان سنجری بن ملکشاہ کا وزیر ہو گیا تھا آخر عبارت سہمی کا کہ اور بخاری
 نے تصریح کیا ہے کہ بخاری نے ہر سعد بن علی بن عیسی قمی ساتھ استشهدا کیا ہی وہ یقیناً سہمی بن عبد الله بن محمد سہمی ہے۔ ۱۲۔

لا ابن بابويه والضابطہ فی کتاب الانساب ان یعطف احد المتوبین بنسبہ واحدہ
 آخرہ او عطف مکتوبہ بالحرمة فاعلنا سفر نسختہ ذلک البعض سہا فکتب ثلاث الواو
 بالسواد حتی ظن من رواة ابن بابويه وان ما بعده وهو قوله مستشهد بہ البخار
 ما يتعلق بحال ابن بابويه والواقع لیس كذلك بل تمت ترجیة ابن بابويه الی قوله
 روى عنه محمد بن طلحة النخعي وابتداء بقوله ويعقوب بن عبد اللہ بن سعد
 استشهد بہ البخار فی ترجمة اخرى وكل هذا انشاء من غلط المتأخر وتصرف النسخ
 اشدد تعظیما من هذا القدر والله العاصم عن كل زلل - انتهى
 ملاحظہ الشریف اب اس تقریر صاف واضح ہو گیا کہ ابو جعفر قسمی ہی نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے
 استہدایا کیا اور سنا سنا اب میں بخاری کا اس ہی استہدایا منقول ہو صرف بعض متاخرین کو کتاب
 کی غلطی غلطی واقع ہو گئی ہے اور واضح ہو کہ بالفرض اگر بعض سے مراد عدلہ داودی حم کی خواجہ باب
 ہی تاہم اس تقریر کا مدد اسی امر پر ہی کہ اس عبارت کو خود بعد ہر کی تسلیم کر لیا دی اور اس میں ایک ایسی
 نسبت جو ان چار کی عبادی - چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قرآن خارجہ ہی پر ہی حسین گفتگو کی
 گنجائش ہے اور جواب بدون اس کی ہی محصل تھا تو علی حضرت خاتم المحدثین صاحب تحف نے اس سے بڑھ
 جواب پر اس طرح کی ہی تسلیم و فرض کر کے جواب بخیر فرمایا جواب بعد اس کی اس تقریر میں اور تقریر
 میں جو مسلسل الحاق بیان ہو چکا ہے باہم کچھ تضاد من و تناقض نہیں ہے اب اس قدر گوارش کرنا اور
 رکھنا ہے کہ حسبہ اللہ تعالیٰ ایسی کسی راہیہ و مومنوعات و فقریات سے اہل سنت کی مذہب پر خراب
 واقع ہونا محال ہے - لیکن یہ ہے روایت کج کی ناصیہ کا ذبیہ سمارات وضع و افتراء کا
 اس سے اس بابی قسمی و کتاب الانساب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کج ایک نسبت کرنا متنبہ میں اس سے ایک کی دسری پر خراب
 ماوراء میں کہہ کہ عطف کرنا ہی نہیں ہو سکتا کی کا ذبیہ پید اوس پر اس سے ایک کی کج کہ ایک کہ عطف بن مہر کہ اس
 باب کی روایت سے گمان کیا گیا اور یہ کہ قاعدہ خود مستند ہے ہماری اس بابی کے حال متعلق جو ملاحظہ واقع میں ایسا ہیست
 کہ میں بابی کا حال نقل دی غرض محمد بن طلحہ النخعی کہ ہم جو کیا ہے اور بن عبد اللہ بن سعد استشهد بہ
 البخاری سے اصل حال شرم کیا اور یہ سب کا بنوں کی غلطی سے آئی ہے اور انہوں کی غلطی سے ہی زیادہ سنت ہوئی ہے
 اور لفظ سے ہی کہاں ہی ہو ایک تو بہت سے - لا -

وہاں میں حضرات شیعوں کی غلبہ پر خرابی ڈالنی کے واسطے کافی ہی سبب اس اجمال کے مختصر بیان
 کہ اس روایت میں بعضی جہاں میں جو دوسری روایات کی معدن مناسبت میں اور نیز باہم متعارض
 ہیں (۱) اس روایت میں مذکور ہے کہ کثرت ہو اور جب ہم تتبع روایات و حالات ائمہ کرتے ہیں
 تو نفیس شجاعت ثابت ہوتی ہے رقی الاخباریوں کلہم من الامامیۃ عن ابی حمزہ
 الثانی عن علی بن الحسین قال ابو حمزہ قال لے علی بن الحسین کنت متکماً علی
 الحائط وانا حزین متفکراً و دخل علی رجل حسن الثیاب طیب الرائحة ففطرتی و
 ثم قال ما سبب حزینک قلت اتخوف من فتنۃ ابن الزبیر قال فضحک ثم قال یا علی بل کنت
 احدا خاف الله ولم یخبر قلت لا قال یا علی هل رايت احدا سال الله فلم یضبطه قلت
 فر فطرت فلم ادر قد احمی احداً فنجبت من ذلک فاذا بقائل اسمع صوته ولا ادری
 متخصه یقول یا علی هذا المختصر عن یحییٰ قطع نظر اس میں اس روایت سے قرائن اور حالات
 کو حسب تصریح علما شیعہ جب کہا جاتا ہے تو کچھ نفی شجاعت ہی نہیں پائی جاتے بلکہ عاقلانہ توبہ توبہ
 طبع نظر عدم شجاعت ہی بغیر یہ جو بعضی حضرات کو دشمنوں کی طرف منسوب ہوتی ہے جناب امیر اور جناب
 سنین انھوں نے انھیں کی نسبت خلفاء ثلاثہ یعنی ائمہ غنم کے زمانہ خلافت میں ان کی نفس لومی کے
 بغیت بیان کرنے پر اتنے ہیں تو شجاعت ہی جو بڑی ہیں اور نہ غیرت جمیت ہی باقی رہی دیگر
 بن بلکہ دین ایمان ایک خیر یاد کہہ دیتی ہیں (۲) و محدث باشند یہ بالکل خلاف کتاب ائمہ
 و کلام قرآن مجید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت بصرحت تمام مذکور ہے و لیکن رسول اللہ
 ائمہ النبیین نبوت آپ پر ختم ہو چکی اب ائمہ کو احدث کہنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل باطل ہے
 ۱۱۵ یہ کہ تمام اخباریوں نے بواسطہ ابو حمزہ ثمالی کے امام علی بن الحسین سے روایت کی ہے ابو حمزہ نے کہا جیسی امام بنی
 ایما میں اندوہ انہی کے کہ حالت میں دیوار سے سہارا لگائی ہوئی تھا گا کہ ایک شخص عمدہ لباس میں بھی خوشبودار آواز دہریے
 کی طرف و جب اور کہا کہ تیری اندو کا کیا سبب ہو مینی کہا کہ میں ابن زبیر کے فتنہ سے ڈرتا ہوں فرمایا وہ ہنس پڑا یہ کہنا
 کی توئی کیسے و جب کہ خدا سے ڈرا ہوا اور اس کو بھارت نہ دی ہو۔ میں نے کہا انہیں۔ کہا اے امی کیا تو نے کسی کو دیکھا ہے
 اس کو اس کی اور سوئی نہ دیا ہو میں نے کہا انہیں پر مینی مگر تو اپنی مانتی کیسے نہ کہا جیسا کہ اس کو تعجب ہوا گا کہ ایک کسی نے کہا
 اس سبب جسکی صورت کو نہ کہتا تھا کہنا تھا اب ای علی یہ حق ہے ۱۱۶۔

کیونکہ کیفیت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہو لیکن اس طرح پر کہ فرستہ کی طرف
 آواز سموع ہوا اور اسکا پیشا بدہ ہو خواہ او سکنا نام وحی ارکھا جادی یا نہ رکھا جادی یہی اگلی
 اختیار ہے اگر کسی حضرت کلینی نے امام سجادؑ کو روایت کی ہے وان علی بن ابی طالب کان محمداً
 وهو الله يرسل الله اليه الملك فيكلمه وليسمع الفتوى ولا يرد الصورة (۳) و نزول وحی صحف
 فاطمہ ہم بود۔ کیا جناب سائید کا مصحح نے تھا جو صحیفہ جناب فاطمہ کی ضرورت بڑی (۴)۔
 و امر معروف کسندہ و نہی امر منکر کنندہ و تربود کیا اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ
 غلط سائل خلق کو متباہر گمراہ کریں استنبصار کو دیکھ لیجی حال شکست ہو جائیگا اور ہم کہا کہ امر اور جوہر
 کی جوہری تعریفیں اور وہ شاہد کریں خطبہ شد بلا و فلان و غیرہ کی کیفیت شکست ہو سکتی ہو اور
 کیا امر بمعروف و نہی امر منکر اسکا نام ہے جو جناب امام حسن نے خلق خائف کر کے کہا (۵) دعا کی
 اس جناب بود کہ بر سنگ دعا کند و دایرہ شود۔ افدوس کہ حکام ظالمین کے حکم دنیا دیتا کہ نقیض
 ذلیل و خوار ہوئی دین و دنیا ایک عالم کے دو ہم و برہم ہوئی تمہارا سکادع کر سکتی تھی اور نہ کیا اگر
 ظاہر سے صبح و سپاہ فوعدہ و وعدہ نہیں تھی تو کائن کوئی دعا ہی سحری ہر کام کرتے جس سے
 معاہدین دین کا کام تمام ہوتا است کی اصلاح جو حق حق دار کو ہو چکا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے
 کہ جب قدرائے کی زمانہ میں حکام دلائر نہی جابر و ظالم دشمن دین تھی اور نہ پھر اس جناب کس کے لیکر یہ
 چوڑی تھی (۶) در میان او و خدا نمودی بود از نور کہ بہید و روی اعمال بندگان دہرہ
 بدان محتاج بود یہ جب ملے اور دیکھو جو کہ بعد متصل فرمود ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جب ملے یہ کہ
 و گا ہی بطور کردہ شود رائی اریں بلانڈ و گا ہی قبض کردہ شود از روی پس نہ جلد اول دلالت کرتا ہے
 کہ ہستی کو بروقت معلوم کر سکتی ہیں تو بروقت بدون تخصیص شئی دون شئی و زمان دون زمان
 ہر ایک شئی کی حاجت معلوم کر سکتی ہیں اور جب ملے دوسرا اسکا مدعا یہ ہے کہ ائمہ پر دو چہاں
 صلح او میں نے غالب نام محمد تھی اور محمد تہ ہر جسکی طرف اللہ فرستہ بھیجی وہ اس سے کلام کری
 اور آواز سنی دار کی صورت مدیہی ہو۔

طاری ہوئی میں ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بطل کی حالت بطل میں بغیبات کو
جانتی ہیں اور حالت قبض میں بغیبات کے ساتھ علم متعلق نہیں ہوتا اور نیز جس علم ثانیہ اور سکی
بھی منافی جو آپ کی علم ارجمند میں غائب لا تہجیر میں ہے جناب امیر کے واسطے علم کا ان دیکھوں اس پر
روایات سے ثابت کیا ہے کہ شاید بعض مرتبہ میں درجہ تواتر کو پہنچتی ہوں چنانچہ آپ کی اہم
کتابیں کفر کا فتن اور ابن بابویہ کے خصال وغیرہ میں ثابت کیا ہے بشرط اطمینان و سنجیدگی صرف ایک
روایت خصال پر کتب کفر کرنا ہوں۔ حدیثنا ابی محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال حدیثنا
ابن عبد اللہ قال حدیثنا محمد بن عیسیٰ بن عیسیٰ بن عبد البر اہم بن اسحق بن ابو اہیم عن
عبد اللہ بن صالح الاضاری عن صباح المزین عن الحارث بن حصرون الاصبغ بن مہذب
عن امیر المؤمنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الف
بائمن الحلال والحرام واما کان وما یكون الی یوم القیمہ کل باب منها فی الف باب فی لک
الف الف باب حتی علمت علم الملتایا والبلا یا وفصل الخصمات۔ اب اس روایت کو
ملاحظہ فرمائیے اور اس سے مطابقت دیجیے بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ
جناب امیر کو جعفر علیہ السلام کا ان دیکھوں تھا وہ اس سلیم کے طفیل تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مرض کے حالت میں سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ عمود نور می محض
حضرات کا اختراع ہی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سلیم ائمہ باقیہ تک انہیں پہنچی تو چاہی کہ ان کو
علم کا ان دیکھوں نہ ہو علاوہ ازیں کتاب اللہ کی ہی مخالف ہے حق تعالیٰ کے شانہ فرماتا ہے
وَمَا تَذَكَّرْهُیْ نَفْسٌ مَّا ذَاكَ تُكْسِبُ غَدَلٌ الْقَصْبُ عَنِ الصَّادِقِ هَذِهِ الْخَمْسَةُ شِیْءٌ لَمْ یُطْلَعْ عَلَیْهَا
مَلَكٌ مَّقْرَبٌ وَلَا نَبِیٌّ مَّرْسَلٌ وَهِيَ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی اور فرمایا ہے عالم الغیب فلا ینظرون

۱۔ منبع بن بنانہ جناب امیر سے روایت کرتا ہے کہ آپ امیر سے سنا فرماتے ہیں کہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ نے حلال و حرام سے جو کچھ کہا ہے اور جو آئندہ ہوگا ان کو اب تعلیم فرمائی کہ ہر باب و مسئلہ کا ہر باب
کہوں ہی تو یہ اس کتاب باب ہوتی ہیں تاکہ کرمیوں اور مستحقین کو دیکھیں کہ علم کہا گیا ہے۔ ۱۲۔ کہہ کر نفس میں جانا ہے
کل کتاب کا ایک کتاب صاف ہے کہ ان پانچ چیزوں پر مذکور ہے اور نہ ہی برکت سلیم جو امیر اللہ کی صفات سے ہیں ۱۲۔

علی علیہ السلام احد الامراء من رسول الله (ص) ابن بابويه شیخ جوادیت خصال میں
 علامہ میں کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں بعض اوقات بیان کر رہے ہیں۔ عشر خصال من علامہ الامام علیہ السلام
 عزاء علیہ السلام حضرت محمد علیہ السلام قال عشر خصال من صفات الامام العظمی و
 النفس من ان کون اعلم الناس انهم لله واعلمهم بکتاب الله وان کون صاحب
 الوصیة الطاهرة ویکون له المعجزة والادبیل وینام عند ولا ینام قلبه ولا ینام قلبه ولا ینام قلبه
 من خلفه کما یری من بین یدیدہ قال مصنف ہذا الکتاب رحمہ اللہ الامام ودلیلہ فی
 العلم واستجابة الدعوة فاما اخبارہ بالحوادث التي تحدث قبل حدوثها فانک تعلم
 معہود الیہ من رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وانشاء لا ینام قلبه لانه مخلوق من نور الله
 عز وجل واما رایتہ من خلفہ کما یری من بین یدیدہ فذلک لما اولی من التوسم والتفہیم
 فی الاشیاء قال الله عز وجل ان فی ذلک لآیة للخواص من انتم انتہی ابوابہ ہر باب
 روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں کہ آپ کے صدق صاحب نے اس روایت میں جو روایت سابقہ
 کی بقدری کف ہی ائمہ کی یہی معجزہ ہی ثابت کرنا ہے بعد اس کی آپ اپنی صدق صاحب کی
 تامل ملکہ تحریف کا یہی معائنہ فرمائیے کہ اوہنوں نے معجزہ کو علم کے ساتھ مخصوص نہ فرمایا اور
 باحوادث کو معجزہ ہونے سے خارج کیا اور اسکی نسبت فرمایا کہ اخبار بالحوادث یہی
 معہود من الرسول ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہونا چاہیے جو اپنا خانہ زاد ہوا کسی
 خانہ نہ ہو تو آپ حضرت صدق نے علم کو حضرت امیر کا خانہ زاد سمجھا اور یہ خیال کیا کہ یہ
 بعد معہود الیہ من الرسول نہیں ہے حالانکہ اسکی اپنی کتاب بحفصا کی در روایت جوابی

سلمہ ہبید کا جاسی والہ میں لکھا ہے کہ اسی ہبید کو کسی پروردگار نے لکھا کہ اسے امام کی صفات میں دس صفتیں ہیں
 اول نفس اور ہبید کہ زیادہ عالم اور زیادہ پر میر لگا رہا وہ زیادہ کتاب اللہ جاسی والا اور جادو صفت والا ہوا اور اسکی بی
 سوز اور دلیل حاصل ہوا اور اسکی نگاہ سوزندہ دل میداد ہوا اور اسکی جایزہ اور یہاں سامنی سے دیکھی ویسا ہی
 صحیح سے دیکھی سامنی کتاب کا مصنف کہتا ہے امام کا مجسمہ اور دس علم اور قبولیت اس سے اور امام کے پیش
 کرنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحیح حاصل ہیں اسکی اسکی ہیں ہونا کہ وہ حاکم و محقق ہیں اور
 دیکھنا کہ وہ ہبید کے کہی کہ کو حضرت عشاہر کی جو قدر تعالیٰ فرما کر ہیں مسایاں میں درست والہ لکھ لیں ۱۱۰-

حصول سے نقل کی گئی علی الف باب خود بطریق مشورہ روایت فرمائی ہی حضرت کو وہ یاد
 نہ رہی علاوہ اسکی جب اخبار یا کچھ اداث بہہ نہ ہو دلیہ ہی تو وہ عہود نور ہی جو روایت
 سابقین بنایا گیا ہی وہ محض صنع و اختلاق ہی اور نیز قصہ قبض و بطن کا ہے غلط ہوا
 قول سیوم یہ کہ فاضل رشید نے شیخ عبدالحق صاحب دہلوی کی توصیف میں کتاب
 ایضاح لطائف المقال میں لکھا ہے کہ تصانیف مشہورہ علوم دینیہ سلم الثبوت نزد علماء اہل سنت
 و جماعت و کلاسن بہت القوافل یجود و القوافل کثرتہ اصحاب یانت و براعت است
 انتہی بقدرہ الحاجۃ۔ اور یہ روایت ہی شیخ عبدالحق صاحب تصنیف دینی میں بار و انکار منقول آج
 چاہی کہ یہ ہی سلم الثبوت علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہو۔ **قول** فاضل رشید
 رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم و سہو و خطا ہی بغیر محال
 اگر یہ باب ثابت ہی ہو جاوی کہ یہ روایت بار و انکار علی سبیل تسلیم نقل کی ہی تو ہی دیگر
 صحت کو مقتضی نہیں کیونکہ جب بدلتہ نقل مطابق منقول عنہ کے نہیں تو کیونکر واجب تسلیم
 ہوگی۔ معذرا اگر یہ قاعدہ آپ کا سلمہ ہی تو ابن بابویہ کی تمام روایات اور اس طرح اپنی طوسی
 صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہونگے علاوہ ان کے کافی کلینی جو کتاب اللہ سے ہی
 صحیح سمجھے جاتے ہی اسکی روایات تو ضرور ہی واجب القبول ہونگے۔ اور مقدمہ میں سے
 جو الیقینی صاحب الطاق وغیرہ ہی سلم الثبوت میں انکی روایات ہی ہوا دلیل برہم و قول ہونگے
 لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور غیر معمول ہے ہر شام میں کہم نے جو الیقینی اور صاحب الطاق
 پر د لکھا ہے عالم المسلمین محمد بن علی بن شہر آشوب میں دیکھ لیں ہر شام میں کہم کے ترجمہ میں لکھا
 جس جگہ اسکی مصنفات بیان کی ہیں۔ المد علی ہشام الجوالیقی اور پھر لکھا ہے کتاب علی
 سلطان الطاق اور دوسرے جگہ یہ مبارک لقب لکھا ہے ابن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہے منبہ کے
 طرف سے نہ خیال فرمادین کہ منبہ نے یہ کتاخی نہیں کی۔ آپکی امام کلینی جو سلم الثبوت اور
 کتاب کافی جو صحاح اربعہ میں اعلیٰ مرتبہ اور امام پر پڑ ہی گئی ہی آپکو معلوم ہے کہ اوسین تحریف

واسقاط آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہیں حالانکہ ابن بابویہ نے اون روایات
 کو موضوع و مفسری اور اذکر فی کل کما ذوب فرمایا ہے۔ وقال شیخنا الصدوق رئیس الحدیث
 محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ تراه فی اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی
 انزلہ اللہ علی نبیہ ہو ما بین الدفتین وما فی ابدی الداس میں اکثر من ذلك
 قال من سب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فہو کاذب نقلہ الخلیف العباسی صفیہ نمبر ۱۸
 ای طرح ابن طہر علی نے حدیث لیلۃ التعلیس اور حدیث ذی الیدین کو موضوع کہا ہے حالانکہ کلینی
 میں ہسناد صحیح مروی ہے ازین شریف تفسی نے اپنی ہستادالات شیخ ابن بابویہ کی حدیث
 جویشان کتابت روایت کی ہے کہ مذہب کی ہے اور موضوع کہا ہے باوجودیکہ اسکی سند بھی صحیح ہی
 لیکن اتنا فرق ہے کہ ہماری اس روایت کی ہے جبکہ سند حسب قاعدہ بالاتفاق مجروح ہے نہ کہ یہ
 کی ہے اور حضرات نے اون روایات کو موضوع و مفسری کہا ہے جبکہ سند کی صحت مسلم الثبوت
 فرقہ ہر چہ جواب ہمارے عجیب اپنی روایات کی طرف سے تجویز فرمادیں وہی ہماری طرف
 براہ مہربانی قبول فرمادیں۔ باقی رہا رد انکار کے نسبت پہلی گزارش مفصل ہو چکا ہے قولہ
 چہا ہم یہ کہ اگر یہ روایت جو خواجہ ہارسا و شیخ عبدالحق نے علامات امام میں نقل کی ہے موضوع
 و مفسری ہے اور ہم جانتے ہیں کہ حضرات اہل سنت کو شاید مجید را یہ ہے کہ ہمارے ہی سوا لازم آئے گا
 کہ حضرت خواجہ ہارسا و شیخ عبدالحق صاحب الہدایت ہی صاحب حیا و غیرت ہیں کہ خود ہی اپنی
 میں اہل حق پر اس گمان و وہم سے کہ وہ امتیں موضوع نقل کر کے جناب امیر اکیافضیلت ثابت کرنے
 میں نہایت ہی تشبیہات شنیع و ترغیبات قبیح وارد کی ہیں یہ کیا اندہیر ہے کہ بغوی انا کہ
 الناس یا لایر و تلکس و انفسک کہ تو ہم اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر اسی امر کی توجہ کر رہے

جگہ ہمارے شیخ صدوق رئیس الحدیث محمد بن علی بن بابویہ قس طیب اللہ نے اپنی اعتقادات میں کہا ہے ہمارا
 اعتقاد یہ ہے کہ قرآن منہد ہے کہ اس پر مادل فرمایا ہے اور وہ ہر جہد و ہموکی دیکھا ہے اور وہ کہ
 پاس سے وہ ہر سیکہ مایہ و سیر ہے اور ہر طرف لست کرتے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ ریہہ ہے۔

کہ جب کا طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی ایسی حدیث موضوع در روایت مجہول کہ او کلمہ زعم میں محض
 کذب و افتر ہی حضرت امام رضاؑ کی نام لگا کر روایت کی اور اس کو دینی کتاب میں جو حدیث
 خلق تیار اہل سنت کو ایسی تصنیف کہ یہی لکھی اور کچھ یہی اوسکار و دو انکار نہ کیا بلکہ برعکس اس کو روایت
 کی توشیح و بخاری کا اعتماد نقل کیا اور سنی مسلمانوں کو جو فضیلتوں کی ایسی خرافات سے پاک میں گمراہ
 کیا کیونکہ جب وہ دیکھیں کہ ایسی عالم ثقہ و جلیل معتقد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب میں لکھا ہے
 اور بخاری و ردو انکار کے اوسکی راوی کی توشیح کی ہے تو بیشک اس کو حق سمجھیں گے اور یقین کریں گے
اقول یہ جو شہ و خروش ہماری محیب کا محض اپنی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب
 ہے کہ عبارت فضل الخطاب و رسالہ مناقب حسین ترجمہ فضل الخطاب نہ کر رہی ہیں سمجھ رہی ہیں تحقیق
 خدا میں روایت کو انہیں توشیح ہے بلکہ ردو انکار ثابت ہے اور نہ کسی گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتاہ
 فہمی سے گمراہ ہو اس کا الزام ان کی ذمہ نہیں ہو سکتا اگر راوی معانی قرآن کے نہ سمجھیں گی
 وجہ سے گمراہ ہو گئی معاذا اللہ خدا تعالیٰ پر اس کا الزام آپ کے نزدیک نہیں حالانکہ جو بے لطف
 کی ہے آپ فائل میں پس بسما اللہ بقول سامی بنی مسلمان اب یہی ایسی خرافات سے پاک مندرجہ
 میں اور اہل سنت کو تشبیحات و تعریضات کچھ مضائل اسے کہ یہی بابت نہیں میں بلکہ تمام الہیات
 و نبوت و اعتقادات و عملیات کو نسبت ہیں اگر آپ ہتھوڑی سے یہی تحقیقات اپنی روایت
 و روایات کو فرمائیں تو آپ پر یہی واضح ہو سکتا ہے اور مشرح جو اب اس دلیل کا ابحاث راجعہ
 کو ضمن میں گزر چکا ہے اس سے انکو واضح ہو گیا ہو گا کہ ہر کچھ مجبوری نہیں کہ ہم اس
 روایت کو موضوع و مفتری ہی کہیں گے اس حقیقت موضوع و مفتری ہے پس
 آپ کیا یہ فرمانا حرف آپ کی کمالی فہم و نہایت دانشمندی کی دلیل ہے۔ باقی کہات
 نامائکم کا جواب ہم دانتہ قلم انداز کرتے ہیں قولہ اب فضیلت کے باب میں حضرت
 خلیفہ اول کی شہادت لہجی۔ کثر العمال کے فرع اول خلافت ابوبکر باب ثانی کے
 فصل ثانی کتاب الامارات حرف ہمزہ میں لکھا ہے عن انس قال لما ابطاء الناس

عن معاذ ابی بکر قال سالت عن الامام عن الاست من صلی الاست فذكر خصالا
 خلیفہ اول کے یہ کلام میرے سپرد ہے کہ سبقت اسلام میں حضرات رضی اللہ عنہم اپنی کو اپنی خلعت
 کی فضیلت پر دلیل لائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بھی حق خلافت وہی ہی
 جو انسل ہو۔ **اقول** اجماع میرے صاحب ہستی یہ کہ کہا جی انصاف حق باختلاف نہیں
 ہے مدعا کچھ تھا آپ کچھ فرمائے مگر مسلسل عاجلی اثبات کا آپ نے بیڑا اڑھایا ہے وہی
 اہل حاکمہ شریفیہ سے نکل گیا ہے پہلی اس کو سوچ کر یاد کر لیجی یہ اس روایت سے اس مدعا پر
 استدلال کبھی۔ انوس کہ جناب نے یہ خیال نفرا کیا کہ ثبوت احقیقہ متبیت استرطافضیلت
 نہیں ہے بلکہ اگر آپ بغیر مائل ملاحظہ اس دلیل کا کریں تو اس کے یہی دلیل سے اثبات
 عدم استرطافضیلت ہونا ہے کیونکہ جبوقت ایک فرد کے یہی افضلیت اور احقیقہ ثابت
 ہوئی اور ظاہر ہے کہ افعال التفصیل میں زیادتی کسی ہوتے ہی جھکاو کی دفع مقتضی ہے
 نو افراد باقیہ کے یہی نہ ہے اس لئے فضل احقیقہ باختلاف ہونا ثابت ہوا یہ اگر خلافت تھا
 کو کسی وجہ سے نہ پونچھی اور حقیقہ کو ہو و پنج جادوی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ منعقد ہو کیونکہ جب
 حقیقہ باختلاف ہونا اس کی یہی پایا گیا تو وہ خود بالبدانہ مستلزم انقضاء کو ہی ورنہ حقیقہ
 ہونا باطل ہو گا و ذلک خلف تو اس سے ثابت ہوا کہ افضلیت شرط انعقاد خلافت نہیں
 و نہ اہل سلب۔ **قولہ** چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالہ الحقائق میں اعتراف
 کرتے ہیں کہ اثبات خلافت خاصہ میں افضلیت کو دخل ہے سند ابی بکر فضل رابع مقتضی
 واقع صفحہ نمبر ۴۴ میں یہ عبارت لکھی ہے اما اثبات سد بنی نہ خلافت حضرت فاروق را
 بافضلیت او۔ فقدا خرج الزمردی عن حاسر بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا مایز الہاتر
 بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر ما انت اقلت ذاک فلقد سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر و اخرج ابو بکر
 بن ابی شیبہ عن زید بن حارث ان ابابکر حین حمزہ الموت ارسلکم یخلفکم فقال

الناس تختلف علينا فظا عليظا ولو قد ولتنا كان افظ واغلظ فما تقول
 لربك اذا القيت واستخلفت علينا عمر قال ابو بكر ابرئ تحو فتني اقول اللهم
 استخلفت عليهم خير خلقك الحديث واخرج ابو بكر بن ابي شيبة عن محمد بن
 رجل من بني زريق في قصة طويلة قال ابو بكر لعمر انت اقوى مني فقال عمر انت افضل مني
 ناظر بنصف درين آثار مضطرب شود وراکه اين اوصاف را داخل ميست وراثيات خلافت خاصه
 که در طبقه اولے بعد والا ذکر اين کلمات در محبت اثبات خلافت خارج از قانون مني طبقات شد
 انتهي۔ دیکھي حضرت خليفه اول کے نزديک افضليت خلافت کي يسي اسي ضروري تھی کہ باوجودیکہ
 حکماء کرام خليفه ثانی کو فطريت کے ہي پري اوکي خليفه کرنے سے خداوند تعالیٰ سے ڈرتے ہی مگر چونکہ خليفه اول
 کے نزديک وہ افضل مختص کچھ پہنچي ان کے اور خليفه کے ہی دیا۔ اقول یہ دلیل بھی مثل ديسين
 کے موافق نہ عاينين اور اس سے ہی اشتراط افضليت ثابت نہيں ہوتا کیونکہ حسب اعتراف فاضل
 محیب اس دليل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ افضليت کو اثبات خلافت خاصہ میں داخل کر
 اور اس کا ہمنی انکار نہيں کیا۔ لہذا صرف اشتراط کا ہی اور مطلق داخل نہ ہونا بدلتہ مستلزم اشتراط
 کو نہيں پس اثبات اشتراط کی يسي حکوميش کرنا بجا ہے خود نہيں اور جبکہ افضليت کو داخل ہے تو
 نہ تکام استخلاف ضرور اسکو ملحوظ رکھا جائیگا اور افاضل احق بالخلاف ہوگا لیکن اس سے اشتراط
 افضليت سمجھنا اور عدم انعقاد کا قائل ہونا خطا ہے اور خليفہ بنانا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر
 فاروق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگوں کی ڈرائی کے ایسا مقرر خیرات و متعج حسنت ہوا کہ ایک
 عالم میں خدا تعالیٰ کی وحدانيت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ڈھنگا بجایا اور
 حسب ارشاد جناب امیر و اللہ بنحو وعدہ خداوند تعالیٰ ثناء کا وعدہ استخلاف ظاہر ہوا اس
 سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ فرستہ صدیقی اس عالم میں رضائی خداوند تعالیٰ کے موافق
 ہوئی اور جو لوگ اس باب میں مخالف تھے انکو فرستہ خطا پر تھی۔ باقی رہا فطری و غلیظ ہونا
 یہ وہ صفت ہے جو قبول پندیدہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکا اور اس کے برکے کی

قصہ میں اسی وصف میں حضرت نوح علیہ السلام سے شبہ عطا ہوئی اِسْتَدَا عَلَی
 الْكَافِرِ حَتَّىٰ كَانَتْ يَنْفَسُهُمْ اُنكى شائق اور نہر عمر ارض بیغیرہم الكفار کا مصداق ہے۔ **قول** اب
 حضرت خلیفہ ثانی باقی مہمانی خلافت خلیفہ اول کی شہادت لکھی بخاری کی کتاب التاریخ
 باب الرابع الحبل من الزنا اذا احصنت من حدث فلتنه مشور ہے وہ بیت بڑی
 روایت ہی انفا و بیعت خلیفہ اول کے کل کیفیت لکھی ہے اس کے شروع سے مطلب کے فقرہ
 لکھتے ہیں آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے۔ ولیس ویکرم یقتطع الاعناق المید
 مثل ابی بکر الخ اب کفر فرمائی کہ باوجود اس بیعت کی فتنہ یعنی کاربہ اندیشہ بدون مشورہ ہو
 کی چونکہ آپ کی خلیفہ ثانی کے زعم میں خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ و اجماع وہاں یہ بیعت صحیح
 ہو گئی چنانچہ آپ کی خاتم المحدثین مطاعن ابوبکر طعن نعم میں یہ عبارت لکھتے ہیں کہ در آخر ایسا
 کلام کشیدہ اور برائی تیویج شبہ خود نقل کردہ اند بن لفظ ہم واقع است و ایک مثل ابی بکر
 یعنی کیت در شما مثل ابوبکر در فضیلت و خیریت و عدم احتیاج بمشورہ و تامل در حق او۔ انتہی
 بقدر حاجت۔ **اقول** افسوس ہماری فاضل محبت نے اس استدلال میں جو وہ سی غلط کہا ہے
 جو دلائل سابقہ میں کہا چکر ہے اور یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھ مربوط نہیں ہے کیونکہ
 اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت میں مدخل ہے اور ہم سے کہتے ہیں
 کہ افضلیت کو خلافت میں مدخل ہے افضل احی باخلافت ہے لیکن اس سے اثبات ہستند
 افضلیت خیال محال ہے باقی رہائش کے معنی کاربہ اندیشہ بددن مشورہ کے فساد کہ نفی
 اجماع کر فرمانا ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتی گستاخی میں شمار ہوگا۔ لیکن جناب ہی فرمائیں
 کہ یہ کہاں کی دیانت ہے کہ جو مفہوم لفظ کا نہیں ہے اس کو اور سپر چکاتی ہیں۔ ذرا دیکھو
 تو سمجھو کہ اجماع کفالتہ سے کیا تعلق ہے اگر آپ اگر نظر انصاف سے ذرا ہی تامل فرمائیں تو خود انہم
 ہو جائیگا کہ پہلی سے کام میں تامل مشورہ نہ کرنا دو ملزم ہے اور بے تامل مشورہ ایک امر کو
 بالاجماع قبول کر لینا دوسرا یہ اول کے نفی سے دوسری کے نفی سے سمجھنا حضرت کی خوش

اس قدر نصیر کے انہوں میں کمال

فہمی کہ دلیل ہے قولہ تعجب حیرت ہو کہ آپکی خاتمہ الحمد میں انضلیت کو شرط خلافت نہیں
 مانتی بلکہ اسکو ہماری مفاد میں خلافت عقل و نقل فرماتے ہیں اور خود ہی اس مقام میں تحریر فرماتا
 ہیں کہ سبب افضل وغیرہ نے خلیفہ اول کے مشورہ و نال کے ہی احتیاج نہیں۔ **اقول**
 یہ آپکی حیرت و تعجب و قابل حیرت و تعجب ہو کہ چونکہ اس قول سے نہ کہ سبب افضل وغیرہ نے
 خلیفہ اول کے مشورہ و نال کے بھی احتیاج نہیں ہے ہرگز استطراد انضلیت پر دلالت نہیں
 بلکہ اس سے صرف اس قدر مفہوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالخلافت ہے۔ پس اس سے استطراد سمجھنا
 آپ جیسی منصف و مناظرہ دان و فوکی دوزمین سے البتہ لائق سخت حیرت و تعجب کہ ہوا گاہ پر آدم
 اظہار حیرت و تعجب باعث مزید حیرت و تعجب اصناف مضاعفہ ہو۔ آپکی دلیل انضلیت
 کیجیہ کسی ممانی ہو کہ آپکی عادت ہو گئی ہے کہ جب جگہ آپ نے لفظ انضلیت دیکھا ہے جہاں کہ
 استطراد انضلیت کی دلیل ہے اور جہاں پیش کر دیا سیت بلکہ در جان نکار و چشم
 میدارم توئی + ہر کہ پیدا شو از دور پندارم توئی + اور یہ نہیں خیال فرماتی کہ بمقابلہ خصم
 ایسی دلائل پیش کرنے سے بجز ندامت و شرم نہ کی کچھ حاصل نہیں۔ **قولہ** اصل اجماع
 جو حضرات سینہ نے محض اس خلافت کے لیے وضع کی تھی اور اس پر پڑنا نہ ہی اور نہ کچھ
 خیال فرمایا **اقول** اسی اہل دانش و انصاف خدا کے لیے دلائل سے سبب کے مصلب کو فرمانا
 اور اس تعارض و تخالف کو جو دنیا میں فتنہ اور اجماع کے ہماری فاضل محبت کے واقع کیا ہی
 دیکھنا اور ہماری محبت کے لیے ہم کے داد دینا کیا لا حل اعتراض طبع و قوادسی ایجاد فرمایا۔
 سبحان اللہ۔ ایک حضرت مشورہ و نال کو اجماع کے ساتھ نہ دے دی اتحاد نہیں ہے کہ اگر مشورہ
 و نال نہ ہو تو اجماع ہی وضع کیا جکتا کہ مشورہ و نال ہوا اور اجماع نہ ہو یا مشورہ و نال نہ ہو اور اجماع ہو جا
 اس میں کوئی استسنا نہیں اور نال فرمایا اور سوچیں۔ **قولہ** افسوس ہو کہ آپکی خاتمہ الحمد میں
 اپنا قول بجز یاد نہیں رکھتی اور یہ بجز کچھ ہی مقام میں منحصر نہیں بلکہ تحفہ میں اکثر جا ایسا
 ہوا ہے اور سبب اسکا آپ جانتی ہی ہیں ہم کیا عرض کریں **اقول** جہاں تک ہم کو علم ہو

اور اگرچہ شاہی سپہ سالاروں میں کیا تو آپ کو اور آپ کی ان بزرگوں کو جو تحفہ پر اعتراض کرتے ہیں خوش
 فہمی سے بعض عداوت و عناد ہے جسکی بدولت ع عیب ناپید نہیں در نظر نہ کا مصداق
 ہو رہا ہے۔ اپنے اپنی اعتراض کا حال دیکھ کر لیا ہے اور حضرات کا حال بھی اسی پر قیاس فرمایا گیا
 پس آپ کا یہ انوس لائق انوس کے ہے کہ مطلب خود سمجھیں اور الزام قائل کے ذریعہ نکالیں
 علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہے کہ زبان عناد و عناد کے لئے اور اسکی کتاب پاک اور رسول پر نہیں
 بھی تو مبتلا اور انکے تحفہ و صاحب تحفہ کے کیا حقیقت ہی با اینہم ہم صاحب تحفہ کو سہو
 نہ بیان ہے معصوم ہی نہیں سمجھتے قولہ علاوہ اسکی اور بہت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط
 افضلیت پر دلالت کرتے ہیں بخوف طوالت اونکو ترک کیا جاتا ہے اقول جبکہ اپنے ان
 احوال سے فرض نہیں فرمایا تو ہم ہی انسی اعراض کرتے ہیں اگر آپ ان احوال کو ذکر فرمائیے
 ہم ہی انشاء اللہ تے در پی استبدال سے لال کی ہوتی قولہ مگر اسقدر گزارش
 کرنا ضرور ہے کہ خلیفہ ثانی کا افضلیت کو شرط خلافت جاننا ایسا صریح امر ہے کہ محققین اہل سنت
 نے اسکا اقرار کیا ہے چنانچہ صدہ المتحققین ابن حجر مہذب الباری شرح صحیح بخاری میں کتاب
 الاحکام نے اور آخر کتاب باب کیف یباع الامم میں حدیث شوری کی شرح میں
 ابن بطال سے نقل کرتے ہیں فان قيل بعض هؤلاء المستد افضل من بعض وكان رأي
 عمران الا حق بالخلافه ارضاهم دنيا وانه لا يصح ولاية المفضل مع وجود
 فالجواب انه لو صرح بالا فضل منهم لكان قد نص على استخلافه وهو قصد ان لا يقلد
 العهد من ذلك فجعلها في سنة متقاربين في الفضل لانه تحقق انهم لا يجتمعون
 على تولية المفضل ولا يالون المسلمين نعم في النظم والشروط فان المفضل منهم
 لا يتقدم على الفاضل ولا يتكلم في منزلته وغيره احق بهامته وعلمه رضي الامه عن من
 به المستد - انتہی اس سے صاف ثابت ہے کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک
 انعامیت خلافت کے ایسی شرط تھی کہ وہ مفضل کے خلافت صحیح نہ جانتی تھی اقول

مزید حق یقین کا حاصل کر لیا ہے۔ افسوس کہ اتنا بڑا دعویٰ کیا اور اسے ثبوت کہیں پہنچا
 پس بجز اس کہ اسکو سہو و سپان پر حصر کر کے ٹال دیا جاوے میں تادیر کچھ عرس نہیں
 کر سکتا کاش خود ہی چشم الضافت کہو مگر ملاحظہ فرماؤ۔ علاوہ ازین ترجمہ عبارت میں جو کچھ
 غلطیاں واقع ہوئی اور انکو ہم خوف تطویل ترک کرتے ہیں قیلاً بہ تعجب و حیرت ہے کہ آپ کی
 خاتم الحدیثین سے نہ با اہمہ ترجمہ فتح الباری کو ہی ملاحظہ فرمایا کہ باوجود خلیفہ ثانی کے ہر صحابہ
 کی فضیلت کو شرط خلافت جانشینی کے اس شرط کو لازم نہیں مانتی اور نہیں توفیقہ ثانی کے
 تقلید تو انکو لازم تھی اقول یہ تعجب و حیرت سامی اس سے ناشی ہے کہ با اہمہ ادعائی
 سہمہ داتی آپ نے فتح الباری کے عبارت کا مطلب نہیں سمجھا۔ لیکن طرفہ یہ ہے کہ اس
 بی جہی برائے سچہ برہمہ کچھ ناز ہی کہ خاتم الحدیثین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے مذکورہ
 الزام لگاتی ہیں حالانکہ خود ہی علامہ کنوری کے شرح ابن عثیمہ مذکور ہے کہ الزام کے جواب میں
 یہہ فرماتے ہیں (کچھ نزدیک کہ علامہ نے شرح دیکھی ہو یا دیکھی ہو اور اس کا مطلب مختصر ہو)
 افسوس کہ یہاں اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا ہوتا تو کیا وہ نہ ذرا ہی محو خاطر سامی ہو گیا ہوتا
 قولہ آپ نے جو تقلید اپنی خاتم الحدیثین کے ان شرائط کو دلائل شرعیہ کی خلاف فرمایا ہے
 ظن غالب ہے کہ اب تو آپ ہی اس شرط کو مان لیں کیونکہ اگر امتناعی حجاب جعفر و خلیفہ ثانی آپ کو
 لازم ہے۔ اقول جو کچھ میں ان دلائل کی نسبت گزارش خدمت کیا ہے وہ محض تقلید
 ہی نہیں ہے چنانچہ احاث سابقہ سے حجاب کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا پس جبکہ امید ہی
 کہ حجاب میری مردمان کو نظر انصاف و عامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ
 آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائیں گے و اللہ یہدی بنی شاد الی صراط مستقیم قولہ
 اور نیز خلیفہ ثانی اور صحابہ کی یہہ راہی کہ انضامیت کو شرط خلافت جانشینی نہ کر اگرچہ اس راہ
 سے بخوبی واضح ہے مگر توضیح اس قدر اور گزارش ہے کہ بخاری کی کتاب فضائل
 میں حدیث سفینہ ملاحظہ فرمائی کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب میں فرمایا۔

بل نبی علیک انت فانت سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور خلیفہ ثانی کی یہ کلام صحیح دلیل اس کے ہے کہ جو شخص سیدنا و خیرنا و احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہو
 اقول ہم ہی کہتی ہیں کہ بیشک وہ شخص جو افضل ہو احق بالخلافت ہو لیکن اس سے
 آپ کا دعایا حاصل ہوا بلکہ وہ ہی غلط ہے جو اکثر استدلالات میں آپ کو واقع ہوئی ہے
 پس اسکا ہی پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہی انفس فہم کا یہ حال ہے کہ ان
 ترانہ کا وہ حال۔ قولہ اور یہ بھی ثابت ہے کہ اب کے الرسول ہی احق بالخلافت ہو سکو
 یا دیکھ اگر آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا تو پھر کس کام آئیگا۔ اقول یہ سلسلہ گزرا ہوا
 کو بندہ کو پہلی سے پر یاد ہے لیکن تبیل کم یاد کر لیا ہے اور اس وقت کا ہی منتظر ہوں
 جو وقت یہ لفظ کام آئیگا۔ قولہ لہر غنما اس وقت میں یہ نے خلیفہ ثانی کے اس فعل کو
 تسلیم کر لیا اور یہ نہیں کہا کہ افضلیت کو خلافت میں کیا دخل ہے شرط خلافت
 افضلیت نہیں تو مسلم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط ہے اقول اجماع
 اہل انصاف ہماری فاضل محبت کے اس دلیل کی خوبی و مناسبت و جریتمند و لطافت کو تو ذرا
 ملاحظہ فرمائیگا کہ طرح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک مشترک افضلیت ثابت فرمایا ہی
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو خلافت میں دخل ہے
 اچھا مسلم لیکن اصل موافق یہ ہے کہ لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت ہی ہو گئی علاوہ ازیں
 بجز اب اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکہ مشترک اظہار کے واسطے حجت ہو گیا لیکن یہ کہ یہ
 سکوت اسوجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کہنی اور کسی
 حقیقت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہو اور کہنی کسی دلیل سے مثلاً اجماع نہیں ثانی سے
 اسکی حقیقت سمجھو ہوا بعض نے احادیث سے اور بعض نے اذکر ساتھ دلائل تیسری یہی منضم
 کی ہوں۔ نو چونکہ دعا اور مظلوم ہر ایک کا متحد تھا تو کیا ضرورت تھی کہ ان دلائل میں
 اور کہتی ہو اپنی ہی مدعا کو سوید تھی اور نیز باعتبار نفس الامر کی صحیح ہے اور مطابق واقعہ ہے

پس اس سکوت کو حجت سمجھا البتہ باعث استعجاب ہے۔ عہد انس سکوت کو تو آپ دلیل
تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہے کہ جناب امیر کی سکوت کو جو زبان خلفا رٹھ فرمایا
بلکہ سائل ہی ان ہی کے موافق بتلاتے رہے اور سامنی ہو کر یہ کہی تقریاً کہ اہل بیت کے
سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا یہ تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علیٰ القیاس جناب
امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت بکارت تسلیم نہ کی تسلیم نہیں کرتے اور یہ طبع ائمہ باقیہ میں سے جنہوں
سکوت فرمایا اور سب کچھ دیکھتے رہے اور کچھ نہ بولے تو اسکو یہی تسلیم تصور کیجیگا۔ ملاحظہ کیجئے
وجہ فقہ کا جھگڑا وہ خود ایک ابو ذریب بات ہے کہ اصول شیعہ کے موافق ہی کوئی اسکو
تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ حرف اہلبی عرض کیا ہے کہ آپ نے سکوت کی حجت کو تسلیم کر کے
اس مسئلہ لال فرمایا درہ حضرت سر رضی اللہ عنہ کا قول فانت سیدنا و آخرنا و اجبتا الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کہ اس اعتبار سے پہلی تسلیم تھا کہ باعتبار
واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اوصاف حاصل ہے اور اس اعتبار سے یہی تسلیم تھا کہ ان
اوصاف کو خلافت میں دخل ہے **قولہ** اگرچہ بعض صحیح جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن
عمر و یونس و کثیر لای کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازادہ انخفا وغیرہ میں مفصل درج ہو اراد کیا
کہ گذر میں جو کچھ اہل انساب باز دیا اگر حضرت مجیب چاہیں ازادہ انخفا ملاحظہ فرمادیں اکثر
علما اہل سنت کا یہ ہر مذہب ہے کہ افضل امام ہوتا ہے چنانچہ شرح مفاد کے تحت ہر کس
خاتمہ میں تحریر ہے۔ ذہب معظم اہل السنۃ و کثیر من الفرق الی انہ یتمیزون لامامۃ
اہل العصر۔ **اقول** ظاہر ہے کہ جن دلائل سے جانب شیعہ ارا فضیلت پر استدلال
فرمایا ہے تو وہ دلائل بہ نسبت ان دلائل کے جو ترک فرمائی اوضح و اقویٰ ہوں گے تو جب
میں دلائل مذکورہ کو جو اوجہ اوضح و اقویٰ تھی دیکھ چکا اور انکو باطل کر چکا تو مترکک دلائل کے
دیکھنے کے کیا حاجت باقی رہی بہر کیف جنکو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ سے کچھ کم
درجہ کے ہی ہوں گے تو جو انکا جواب ہے وہی جواب تقریباً انکا ہی ہے لیچہ شرح مفاد کے

عبارت آپکی مثبت مدعا نہیں اور اسکی مطلب کو آپنی نہیں سمجھا افضل اہل العصر کی امت
 کو یہی متعین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اہل حل عقد بیعت خلافت کے یہی امام کو منتخب
 ترجیحاً افضل امت ہوا پس اسے بجا و ذکر کے کسی دوسری کو امام بنادین۔ افضل کے ہوتے
 فاضل یا مفضل امام بنا نہیں چاہی اور اسکی یہ معنی نہیں ہیں کہ افضل بدون بیعت
 اہل حل عقد کے امام ہو جائیگا اور اسکی انفاق و خلافت کے یہی بیعت اہل حل عقد
 حاجت ہوگی اور اگر افضل کے ہوتی فاضل یا مفضل امام ہو گیا تو اسکا انفاق و ہموگا اور
 اسکی انفاق لازم ہوگی پس اس سے یہی اشتراط کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ قیاس
 تعجب ہے، عبرت کا مقام ہے کہ آپ کے خاتم الحدیث بابائے ہمہ والی ان شریکتوں میں احادیث
 و اقوال صحیحہ و علمائے ائمہ کا اس شرط کو مخصوص و افضل سے فرماتے ہیں اور اسکی لغت
 کتاب اللہ سے اپنی نعم میں ثابت کرتے ہیں۔ **اقول** یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عباد
 مطالب کہ ذہن سائنس کی نہیں فرمائی دینا اگر نظر انصاف سے اہل دلائل کو ملاحظہ فرمائیں
 و برہانات فقیر کو نظر انصاف دیکھیں گے تو خود اپنی فہم پر تعجب فرمائیں گے کہ اسکی
 عبرت کا مقام سمجھیں گے چنانچہ پیوستہ ہی سر من کیا جا چکا ہے۔ **قولہ** اگر یہ اور بیعت
 یہ بات اسکی ثبوت میں ہیں مگر بحیثیت احوال ان سب سے قطع نظر کر کے اب کچھ شہادتیں
 آپکی خاتم الحدیث کے والد بزرگوار کے ہیں کرتے ہیں دو کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں
 کہ۔ ابن محسن حق است کہ تا اعتقاد و افضلیت مبلغ قرآن و سنت و حسین و علی و محمد
 خاطر یہ اخذ شرائع جمع نکرد و اور یہ بھی لکھا ہے ہر شیعہ قائل شدہ اندہ با کہ امام می باید افضل
 است با سند معصوم و مفسر من الطاعت و منصوب من سمت اللہ و رسولہ و این قول متضمن
 حتی باطل ہر دوشہ است قول محقق است کہ افضلیت از امت بر نسبت اہل خلافت
 و نبوت کہ متضمن قوانین و مبلغ شرائع و مروج دین بشیائے لازم است و الاغنا و کلی حال
 نشود و بجا حکم عصمت حفظ الہی و تائید ربانی بحسب دلائل و اثبات کرد و بجا قرآن

طاعت و نسیب من عند الله و رسولہ اختلاف بنفس و اشارت می باید ذکر کرد تا سخن درست گردد
 ازہی اگر چه اس عبارت اس صفت ظاہر ہی کہ محقق خلافت خلفاء و ملتہ بجانبی کے یہو شاہ صاحب
 یہ تادیل علیل بدن دلیل فرماتے ہیں اور خود انکی اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا دعویٰ
 ثابت ہے مگر چونکہ یہ محصل صرف انضامیت کی ثبوت کا ہی ایسی ہم اس سے تعرض نہیں
 کرتے اور انضامیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ انضامیت از امت کو لازم کہتی ہے نیز
اقول چونکہ ہماری محیب ہدیت ہے آج کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلاموں سے
 استدلال فرمایا ہے ایسی مناسب کلام ہونا چاہیے کہ سیدہ ربط و تفصیل کے ساتھ جواب گذارش
 کریں تاکہ وہ شبہات جو ہماری فاضل محیب کو عبارت از انہ انضام وغیرہ سے واقع ہوئی
 نہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں شریعہ الغنیب سے دو جگہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں لیکن
 ہم صرف دوسری عبارت کو جسکو ہماری محیب صاحب نے ثبت نہ عاز زیادہ سمجھ رہا ہے
 ہمارے نقل کرتے ہیں اس سے یہ ہی واضح ہو جائیگا کہ بعض مواضع میں نقل عبارت میں
 شاید سہو یا غلط واقع ہوئی ہے نیز اس میں بحسن بدان ماند کہ شیخ قائل شدہ اند با اینکه امام مٹی نے
 افضل است باشد معصوم و مفتقر من الطاعت و مضموب من عند الله و رسولہ و این قول
 مستحسن حق و باطل مردود شدہ است قول محقق نسبت کہ انضامیت از امت نسبت اہل خلافت
 نبوت کہ متفق قوانین و سبب شرع و مروج دین ایشانہ لازم است و الاعماد کلی جماع
 نشود و بجائی فصحت حفظ الہی و تائید رحمانی بحسب عادات اللہ می باید اثبات نمود و بجای
 اعتراض طاعت و نسیب من عند الله و رسولہ اختلاف بنفس و اشارت می باید ذکر کرد
 اہل سنت و جماعت میں قول محقق و منفعہ دشمنین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودن تفصیل میں
 اجا آئے کہ انضامیت کہ سیکوئید در طبقہ اولیٰ می باید کہ ہنگام احکام دین و تدریج شریعت
 و تقنین قوانین آن را بدو در ملک معصومین زیر کہ در ملک معصومین عامل علم دیگر شدہ و صاحب
 دولت دیگر چنانکہ فتویٰ ہی از قوف بود بر علم شیر کمال انہمہ فتوایہ را منفعہ کردہ نوشتہ اند

ایں عبارت دانی می باید و پس آتی۔ اس عبارت میں لفظ اہل خلافت نبوت تبرکات
 اضافی واقع ہوا اور ہماری محیب بسبب کی عبارت منقولہ میں داد عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت
 و نبوت منقول ہوئے فرق باہمی صرف اطلاق تقید ہے اور عجیب نہیں کہ اصل نسخہ منقول
 عندہ میں یہ غلطی کا نسب سی ہوئی ہو غرض کہ ہم کو اس سے چند ان تعرض نہیں ہے اسکی
 بعد گذارش ہے کہ جو کچھ انصافیت کے بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر
 فرمایا ہے نہ وہ آپکی مدعا کو مثبت ہے اور نہ اسکی معارض و مخالف ہے جو حضرت خاتم النبیین
 رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ امتا عشریہ میں شتم اہل انصافیت کی نسبت تحریر فرمایا ہے وہاں کہ
 یہ ہے کہ خلاصہ مطلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی میں بیان
 فرمائی ہیں یہ ہے کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی سچی افراد مختلفہ میں اور انکی عوارض جدا گانہ
 اور اس کلمہ کا اپنی افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہے پس محال ہے عایدہ ہی کہ خلافت جو طبقہ
 اولیٰ میں پائی جاتے ہے وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رت
 سفین تک ہے اور تصنف بعض خلافت نبوت ہے اور افراد خلافت میں اکمل ہے ایسی اسکی
 خواص میں سے چند امور ہیں۔ مثلاً اول لانعم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضران خاصہ اور
 حاضران نزول سورہ نور اور حاضران مشاہد عظیمہ مثل بدر و تبوک میں سے ہو۔ دوسری یہ کہ بیشتر
 با نخبہ ہو تیسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ساتھ لیا میا مالہ فرمایا ہو جیسا کہ اہل
 مشطرات کے ساتھ مع لکھا کرتا ہے۔ چوتھی یہ کہ جن امور کو ظہور کا وعدہ حق تعالیٰ
 شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض اہلین سے اسکی باتہ پر ہی تھا ہر
 ہوں۔ پانچویں یہ کہ اسکا قول دین میں حجت ہو بسبب ترویج و تنبیہ حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کی۔ ساتویں یہ کہ افضل امت ہو اس کی صفات ظاہر ہے کہ انصافیت گواہی
 اوصاف دیوار ہوت ساتھ کا ہے اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتے ہے
 و خمسہ خلفار اور پھر ہی اس کے مخصوص اہلین کے ذوات محدثہ کے ساتھ ہے اسکی

بعد میں کہ جو لو ازم خلافت خاصہ کو مذکور ہوئی اگر ان میں سے کسی کا تحقق خلیفہ میں نہ پایا
 مثلاً افضلیت ہی منقود ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں کہ وہ خلافت منعقد ہو جائیگی لیکن مرتبہ اہل سیر اور کا انحطاط ہوگا اور
 مرتبہ غریبیت سے نکل کر درجہ رخصت میں مستقر ہوگی لیکن اس کے خلیفہ کی اطاعت واجب
 ہوگی اور اس کی تحت حکم جاری ہوگا اور کمالیگا اور کا نصب عمال و قضات و اخذ زکوٰۃ و صدقات
 صحیح ہوگا حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو
 مطلق خلافت باطل ہو جائیگی اور اس کی اطاعت امانت اور اس کی سہاۃ ہو جائے جو محصیت ہوگا پس
 انشاء اللہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب افضلیت وغیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہے
 جس کو فوت ہونے سے نفس خلافت فوت نہیں ہو سکتی اور حضرات شیعہ اس کو شرط نفس خلافت
 ٹھہرایا ہے جس کی فوت ہونے سے اوّلیٰ نزدیک اصل خلافت فوت ہو جائیگی پھر لکن حضرت شاہ
 عبد المعز رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں بمقام شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہے تو وہ ہرگز
 مبارض اوّلیٰ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے تحریک نہیں ہے کیونکہ حضرت صاحب تحفہ
 نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہے جس کی شیعہ قائل ہوئی ہیں وہ یہ کہ
 افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے نہ وہ اشتراط ہے کہ جس کی شیعہ مثبت ہیں اور صاحب
 تحفہ نامی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہے جو نفس خلافت
 کی طرف سے نفی و اثبات میں مختلفین کی طرف راجع ہیں اور آپ کو شاید معلوم ہوگا
 کہ تناقض میں آئندہ حد میں ماخوذ و معتبر میں جیسا کہ میں نے کوئی فوت ہو جائے مگر تناقض رفع
 ہو جائے اور اجتماع جاری ہوگا اب اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جعفر بن ابی ہاشم و زید بن
 عیینہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثبت اشتراط تحریر میں ہماری عجیب بیسی کا ادنیٰ
 بہ شہاد صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اوّلیٰ مدعا کی موافق نہیں اور نہ مدعا اثبات اشتراط

انفصیت کا ہی نفس خلافت کو واسطی اور ادون عبارتوں کا نہ عاقبت استراط فضلیت کا اور
 نفس خلاف کر نہیں ہے بلکہ کلیت خلافت کو واسطی ہے پس اگر یہ بار یک شوق نگاہ عباد
 میں تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر ہماری محیب لبیب پر پونیدہ رہا تو ہم معتد بہ سمجھتے ہیں
 عبادہ ازین ہم پہلی لکڑی کر آئی ہیں کہ آپ کا عباد احوال دین میں ثبوت قطعی کو مقتضی
 ہے اور ہماری واسطی اسکی ثبوت کے لیے دلائل قصہ کے اسلی ضرورت نہیں کہ اسکو اصول
 میں کر نہیں سمجھتے تو ہمکو دلائل غنیہ کافی ہوگی لیکن آپ ادنا کو ہماری مقابلہ میں اپنی
 دعا کی ثبوت میں کیونکہ پیش کر سکتی ہیں اور وہ آپ کے دعا کو کیونکر ثابت کر سکتے ہیں
 پس ان دلائل کا اپنی دعوی کے ثبوت میں پیش کرنا صریح غلط ہے جتنا نشانیا یہ ہے
 کہ آپ ہمیشہ اپنی دعوی کو بھول جاتے ہیں اور یا یہ ہے کہ وہ کہہ دیں مگر علی ہے
قولہ اب ذرا از انحناء کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمائی مقصد اول کے فصل دوم
 واقعہ صفحہ ۱۶ کو دیکھیں یہ عبارت تخریر ہے و لا و از م خلافت خاصہ آنت کو غلط ہے
 است باتد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً از انجبت کہ در نکتہ اولی تقریر کر دیم کہ چون
 خلافت ظاہرہ ہمارے دین خلافت حقیقیہ ہے و قطعاً سنی و مرجع خود ثابت گرد و لیکن ایجا انجبت
 باید شناخت کہ یہ بعض خواص را لائن نسبت پس خلافت او مطلق نباشد
 نصب غیر افضل حکم رخصت دارد بہ نسبت غزنیہ و رخصت خالی از ضعفی نیست مگر
 مع مطلق تواند شد و از ان جهت کہ در خلافت خاصہ لیکن دین مرنی من کل وجہ مطلق
 دین غیر استخلاف افضل صورت نہ بند و چنانکہ حضرت رقی بن زید استخلاف امام حسن فرمود
المرء لله بالما خیرا ایجمعهم یسک علی خیرهم - رواہ الحاکم -
 بجائے خلافت مارکہ ایجا تکلیف دین رقی من بعد دون وجہ مطلق آئن کل الوجہ از انجبت کہ
 خدمت خاصہ نیست از نبوت زیرا کہ در حدیث آمد خلافت علی منہاج النبوة و نیز آمدہ
 تكون نبوة و جهة فخر خلافت و جهة و جمع مراد است امامت دین ہرینا ظاہر و باطن

پس چنانکہ استیفاء شخصی دلالت میکند بر فضیلت وی بر امت تا قبح از مستغنی جل ذکره مرتفع
گردد چنانکہ اختلاف شخصی بر امت دلالت می نماید بر افضلیت وی بر امت و از این جهت
که عامل ساختن شخص مفضل حیات است عن ابن عباس قلن قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم من استعمل رجلاً من عصابة و فی تلك العصابة من هو ارضی الله
فقد خان الله و خان رسوله و خان المؤمنین و عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول
الله صلی الله علیه و سلم من امر المسلمین شیئاً فامر علیهم احداً بما مائة فعليه
لعنة الله لا یقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً حتی یدخله جہنم اخرجهما المحاکم
از اینجا میتواند است که اختلاف بکبری چه خواهد بود آری نزدیک تر از هم امور اختلاف طاهر و مشر و عدم نظام
اصلی با هو حققتیوان در راه تخصص پیش گرفت و از این جهت که در وقت مشاورت صحیح برادر
اختلاف افضلیت را نباید و لفظ حق نیزه الا کثرتند و همچنین ساقطه داشتند در این حد
صدیق اکبر چون خطاری خود بر ایشان ظاهر شد قائل شدند با فضیلت او و این متبسی است
بر آنکه اختلاف فضیلت صادق باشد و فضیلت خلق را بر بعد ثابت است بترتیب خلافت برادر
بسیار اینجا بر سه سبک گفتیم سبک اول آنکه اختلاف این بزرگواران منجر و اجماع ثابت
و اختلاف که لازم است فضیلت را که مقرریه نهی بقدر حاجت - این عبارت کو بطور خود انصاف
ملاحظه فرمایید که عقلاً و نقلاً فضیلت که قائل بین او در حدیث کا هم و عده که آنرا سبک
ده بی سبب مذکور هر **قول** قول سابق کے جواب میں جو تقریر مطلب بعد حضرت
شاه ولی اللہ صاحب کی عبارت کی کہ آیا ہوں بصراحتہ بیان جاری ہے فہو
کہ آئینی با وجود اس وضع مرام اور ظہور مطلب کہ عبارت کوئے سمجھا اور مثل لا تقربوا صلوة
کہ استلال فرمایا پس مختصر اگر ارش ہے متوجہ ہو کر سن بھیجی وہی مدعا بیان حضرت شاہ صاحب
فرماتے ہیں کہ جو خلافت بنو تہ کہ تہ کمال میں واقع ہے اور عالی تہ ہر دو سبکی پس
افضلیت عقیدہ لازم ہر جس حکم یہ خلافت پائی جائیکہ افضلیت ہی ضرور پائے جائیکہ

اور حجۃ الفضلیت فوت ہوگی بہ خلافت باعتبار اپنی اس مرتبہ کے فوت ہو جائیگا۔ دلیل اس کے خود
 شاہ صاحب کے اسی عبارت سے ظاہر ہی فرماتے ہیں کہ نصب غیر افضل حکم خصیت وار نیست
 و خصیت خالی از منفعت نیست و مورد مطلق تواند شد (اس سے صاف ظاہر ہے کہ غیر افضل
 کو اس وقت خلافت منعقد ہو جاتے ہے۔ لیکن تشریح میں نہیں رہتی اور مطلق مورد مباح
 نہیں رہتی تو افضلیت شرط کھیت خلافت ہوئی نہ شرط نقص خلافت۔ اور اس سے کہی
 فرماتے ہیں۔ آری نزدیک تر از ہم مورد اختلاف خیر و شر و عدم انتظام علی ما موحہ می توان
 ترخص پیش گرفت لیجب ہو کہ آگے اس عبارت کو نقل کیا۔ اور اس سے استدلال
 فرمایا اور ان جملوں کو نہ دیکھا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا۔ اسی کا سن کچھ نہیں فہم لایا
 سو کام لیتی اب ملاحظہ فرمائی کہ آگے استدلال ان عبارتوں سے اور جو انکی محاش میں
 کیونکہ صحیح ہوگا اور حدیث موعودہ کیا کار آمد ہوگی **قول** حضرت ہے کہ حضرت شاہ
 صاحب تو اس شرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہیں اور انکو خلف رستید یعنی آگے خاتم المحدثین
 اس عقیدہ کو مخصوص بن و فیض جابین اور کتاب اللہ سے اسکی مخالفت بزرگ خود ثابت
 کریں اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر۔ کا سن یہ کتاب اپنی پر بزرگواری ہے جکا حال
 خود فرماتے ہیں ملاحظہ کرتے **اقول** اس افسوس کا مورد ہماری حضرت فاضل مجیب کے
 فہم شریف ہی ہے اور یہ امر عبارات ازالہ احتفاء وغیرہ کو دیکھ کر اور بندہ کی گذشتہ سطر میں
 سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقلاً و نقلاً قائل ہیں حضرت خاتم المحدثین
 رحمۃ اللہ علیہ آپس پر گزشتہ مخالفت نہیں یہ معارضہ محض فاضل مجیب کے خوش فہمی سے
 ناشی ہے حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا وہ نہ سرتابا صحیح ہے یہ عقیدہ مخصوص
 شیوہ کے ساتھ ہی اور مخالفت عقل و نقل کے ہے نہ اسکو کتاب اللہ سے مدد ہے اور نہ احادیث پر
 صریح اللہ علیہ وسلم اسکی ہر تہ اجماع البصر کرتے ہیں **قول** حضرت شاہ علی اللہ صاحب نے اس عقیدہ
 کی تقریر اسی کتاب میں نہیں فرمائی۔ بلکہ طائفت افضلیت خلافت میں

ایک طواریطوں الذیل لکھا ہے اور کتاب وسنت واقوال صحابہ سے دلائل براین لائی ہیں جو کہ
 وہ عبارت طویل ہے اور اس میں تشریح میں طواریطوں کا جامی لہذا ہم نہیں لکھتے اگر حضرت
 محیی الدین چاہیں تو ازالہ اشغاف کا ملاحظہ فرمادیں ہم نے بقید فصل و مقصد صفحہ گذارش کرتے
 ہیں سبک رابع در اثبات فضیلت شیخین کے مقدمہ اولی واقعہ صفحہ ۳۲۸ کو بغور ملاحظہ فرمائیں
 شروع اسکا بیان ملازمت در میان خلافت خاصہ و فضیلت شخصی کہابین خلافت مکرر
 ساختہ اند اور ختم پس افضلیت لازم خلافت خاصہ گشت دانند اعلم ہے **اقول**
 ہم نے ازالہ اشغاف میں یہی بحث کر دی کہ علاوہ اسکی بہت مواضع میں افضلیت کے
 اثبات میں تامل کیا ہماری فاضل محیی الدین کے مفید مدعا نہیں اور اس سے شہر افضلیت
 مطاق خلافت کیسی ثابت نہیں ہوتا جسکا اثبات کر ہماری فاضل محیی الدین نے درج کر رکھا
 دلائل میں سے جو پیشہ گذارش ہو چکا حاجت تکرار نہیں قولہ اگرچہ افضلیت کو ثبوت میں حجت
 گذارش ہوا منصف کو کسی کافی دوائی ہے کہ بقید طول ہی ہو گیا اگر اس شرط کا ثبوت مختصراً کہی خاتم المحققین
 کی تقریر سے بھی پیش کرتے ہیں وہ اور میں بھی ہماری اقوال باقیہ کا جواب گوش و بطنی اردہ
 یہ کہ اگر کسی خاتم المحققین باب نبوت عقیدہ دوم میں یہ تحریر فرماتے ہیں عقل نہ صریح دلالت
 میکند کہ بنی اربعہ علی الاطلاق گردن روحی بسوی اذرتا دن و اور آمدنای و حاکم علی الاطلاق
 ساختن و امام زمانہ و تابع او گردانیدن بدون افضلیت بنی برہمی تصور نیست و چون
 انہیہ معانی در حق ہر بنی موجود اند و در حق امام منفقہ و بیچ امام اگر بیچ بنی افضل نہ تیزاند بود
 انتہی بعد از حاجت یہ کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ بنی کا آمدنای و حاکم علی الاطلاق ہونا
 افضلیت کا سبب ہے اور امام کا مبنوع ہونا اسکی مفضولیت کا موجب ہے اور اگر کسی
 خاتم المحققین کہ نزدیک ہے عقل صریح دلالت کرتے ہیں کہ ہر کسی سے مدافعت کہ اگر کسی خاتم المحققین اس قدر سے امام کا
 افضل ہونا سبب عامیہ ثابت ہو گیا کیونکہ امام ہی آمدنای و حاکم علی الاطلاق ہے اور امام عایدی یا بنی اقول
 گستاخی معان خصیبت بخارے و نصیرت فہم الاضافہ عامی کو ہوتا تک مکرر کیا ہے و سبب ہر الفاظ عبارتوں کو

آپ نہیں سمجھتے اور اس کی فہم مشابہ میں سرایت کی راہ پر چلتی ہیں انہوں نے آپ حبساؤ کی
 اشیاء منظرہ والی جیسی توہم سائل خلاف میں یہ تنگ تحقیقات کی ہو کر مرتبہ حق تقصیر کی
 حاصل کر لیا۔ اور ایسی عبار توہمین ایسی فحش غلط کہلادی فی التہیب و التبیغ کے کلاب آپ کے احکامات
 سے تہ لال نہیں سمجھتے۔ دیکھا کہ اس کو مسخ و تحریف کر ڈالا۔ اب یہی مختصر اگزارت ہے شاہ صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی کا واجب الطاعت ہونا اور وحی کا اس کی طرف نازل ہونا
 اور فرمانی و حاکم علی الاطلاق ہونا اور امام کا اس کی تابع ہونا یہ عجیب و غریب اوصاف جو خداوند
 تعالیٰ نے بنی میں بہت رکھی ہیں اس امر کو مستلزم ہیں کہ بنی امام سے افضل ہو اور
 بہرہ ان افضلیت بنی کے امام سے یہ امور منظور نہیں اور تہ تمام اوصاف ہر ایک بنی میں
 پائی جاتے ہیں اور امام میں مفقود ہیں تو کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے
 آپ اس سے استدلال اس طرح فرمایا کہ اگر فرمانی و حاکم علی الاطلاق ہونا افضلیت کا
 سبب ہے اور یہ امر یعنی فرمانی و حاکم علی الاطلاق ہونا امام میں ہی پایا جاتا ہے تو وہ
 ہی افضل ہے۔ اس استدلال میں جنبہ وجہ بحث و مال ہی اول یہ کہ شاہ صاحب نے
 غلطی سے ہر احوال ان امور کے امام میں نہ پائی جائے کو بیان فرمایا ہے آپ اپنی تہ لال
 میں اس خلاف اس کو تحریف کیا اور یہ کہا کہ امام میں فرمانی و حاکم علی الاطلاق ہونا
 یا پایا جاتا ہے اور وجود اس کی اس مخالفت دعویٰ و کسی دلیل سے ثابت نہیں فرمایا پس
 تہ صاحب کی عیالیتی یہ کہ کونسا استدلال ہے انکو شاہد یہ خیال نہیں رہا کہ اس تحریر کے
 نام دلیل ہی دیکھ کر برہم ہو جائے اور اصل دعا سے اس کو کچھ غفلت نہیں رہیگا کیونکہ مدعا
 یہ تھا کہ کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ حق
 پر بنی کی تہ لیب کا امام پر دربار تھا امام میں ہی پائی جائے تسلیم کر لی تو تمام مدعا
 مدعا کو مسخ کر دیا پس آئے بحقیق یہ تہ لال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے نہیں
 بلکہ اپنی مقدمہ مطویہ فی الزہدین سے تہ لال ہوا جس کا ثبوت عقلاً ہو سکتا اور نہ نقلاً

ہاں ہم کہتی ہیں کہ سبب افضلیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہر نہ ہر واحد کیونکہ اگر ایک صفت
 ہو تو علی العموم علت افضلیت نہیں بلکہ نقصات بلکہ والدین واجب الاطاعت ہیں اور یہ
 شرط نہیں تو یہ حضرت حبیب کی کمال منظرہ دانی اور نہایت ختم و انصاف ہے کہ
 اس مجموعہ میں سے بعض اوصاف لیکر دوسرے حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہ سمجھا کہ مجموعہ کا
 حکم اگر کوئی حکم سے جدا گانہ ہوتا تو اس میں نزول بھی کوئی بھی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسی
 ثابت ہے چنانچہ اکی حضرت کلینی نے محدث کو معنی میں ایک قسم کے نزول وحی کو روایت
 کیا ہے اور جب نزول وحی اور آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو آپ کا استدلال
 شاید صحیح ہو جاتا کہ خصم کے نزدیک صحیح ہوتا یا نہیں۔ مثالاً سلما کہ آمد و ناسی و حاکم
 علی الاطلاق ہونا مسلم افضلیت ہے۔ لیکن ہم کہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق
 و حاکم علی الاطلاق ہے یہ تو صرف حضرات شیعہ ہی کے خلاف عقل و نقل تسلیم
 فرما رہا ہے پس اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دیتا ہماری حبیب لیب کی کمال
 دشمنی اور منظرہ دانی ہے۔ ہم امام کو آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق نہیں کہتے بلکہ
 علی التقیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف بنی کے کہ اسکی اوامر و نواہی خود
 تشریع میں جو نتیجہ وہ فراوی وہ قطعاً حکم خداوند تعالیٰ ہے اور میں دوسرا احتمال نہیں اور نہ
 کوئی دوسرا قانون اسکی لیے ہے کہ جبکہ مطابقت و عدم مطابقت سے اسکی سخت
 و غلط کرے یہ ممکن وہ دوسرے اوامر و نواہی کے لیے نیزان و قانون ہے۔ راہجا
 اس سبب کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا معلوم نہیں یہ کیا جیستان و پہیلی ہے (اور
 امام کا متبوع ہونا اسکی مفضولیت کا موجب ہے) ہماری حبیب فرمایا میں تو سمجھتی کہ
 حضرت ذرا اس جگہ میں مطلب رکھا ہے یا نہیں ہماری خیال میں تو یہ آتا ہے کہ متبوع اسم
 مفعول کا صیغہ تھا تو خیال کیا ہوگا کہ اسکی لیے مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا مفضل)
 تو مناسب نہیں لہذا باعتبار معنی کے صحیح ہوگا اسکی لیے اگر صحیح ہوگا تو ہمیں مفعول کے واسطے

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیٰ مفضولیت کا اطلاق کر دیا سبحان اللہ ع برین علم رب
 بیا یگریت بیکہ یا غنیدہ یہ اس فہم دلیقت پر یہ دعویٰ ہے کچھ ہندی کی نسل سے
 اس برنی پر تپا پانی **قولہ** اب اسید ہی کہ کوئی غنی ہی ہے جائیکہ ہماری مجیب سرزد کی
 دومی ہوش اس شرط کا انکار نہ کرے گا کیونکہ ہمیں عقل و نقل کتاب و سنت حتیٰ کہ اقوال شخصین
 و صحابہ و معتمد و علماء ہست و دالہ ماجد آپ کی خاتم المحدثین کے قول سے اس شرط کو بخوبی
 ثابت کر دیا و الحمد للہ علیٰ ذاک **اقول** جعفر آپ نے افضلیت بلکہ شریفۃ ثلثہ کی ثبوت میں
 دلائل پیش فرمائی اور برعم خود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال شخصین و صحابہ و معتمد و علماء
 ہست سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت نقش پر آب بیکہ لسان سراب بتا بکول اللہ وقوتہ تعالیٰ
 ہماری مودعات سے جو اوپر متعلق حرج و قدح کے کئی گنی ایک سخت تہماسہ کرنا ہستات الہیم
 فی یوم عاصف بہا مشور ہو گیا اور مثل مارا بود و عنکبوت کی معنی اوسکو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔ اور
 آفتاب نیمروز کو دافع کر دیا کہ یہ ہست لالات محض حضرت مجیب کی اور ان کے بزرگوں کی خوش
 دہی سے ناشی ہیں اب بعد اس کے یقین ہو کہ کوئی اجہل و غبی ہی ہے چہ جائیکہ ہماری فاضل
 مجیب جیسی نزدیکی الصبیح دومی ہوش ان شرط کو تسلیم نہ کرے گا کیونکہ جو امر عقل و نقل کے ثابت
 ہو اوسکو کوئی قائل و نیا تسلیم نہیں کر سکتا واللہ العلیٰ و قال الفاضل المجیب
قولہ اور بیان کرنا چاہی کہ ہمارے وجوب نفس کے اس اصل پر جو کسٹ علی اللہ واجب ہے جو بیز
 اری نہ سکا اثبات ہی ضروری ہے۔ **اقول** ہم آپ کی علماء و صحابہ مقبولہ کے اقوال سے وجوب
 نفس ثابت کر چکے آپ اپنی عمار سے دریافت کیجی کہ وجوب نفس کے بار اس اصل پر جو پاکس اصل پر
یقول البید الفقیہ الی ہوا لاہ الغنی ہماری فاضل مجیب علماء و صحابہ کے اقوال سے جیسا
 کچھ وجوب نفس ثابت فرما کر آئی وہ اصل علم انصاف پر بخوبی واضح ہو چکا اب اس سے
 صحت ظاہر ہے کہ بعض نفس در ذل الوقتی بلکہ گریز پر جب ان حضرات کو دار دیگر راجاٹ کے
 شکنجہ میں پھنسنی کا خوف ہوتا ہے تو اس طرح راہ فرار ہونے میں علماء و ائمہ

یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز وجوب نفس کے لیے آپ کی نزدیک اصل مدار ہو وہ ہی ہماری نزدیک
ہی ہو۔ ہماری نزدیک سری ہی وجوب علی اللہ ہی غلط اور لغو ہے لیکن آپ کی نزدیک
بروزی آپ کی عقل کے خلاف وندقائے غیاثی قولوں علو الکیڈا کی ذات پاک پر لطف چاہیے
اور وجوب علی اللہ ثابت ہے اور وجوب نفس کا مدار ہے اسی پر ہے۔ لیکن چونکہ
وجوب نفس کے دلائل ہی میں بہت غلطان و پچان ہو گئے اور بہرہ وقت وہ ہی
غلط ساط و لائل نقل کیے تو اب اگر اصل کے دلائل کو چھیڑا جائے تو دلائل میں ہونچنی تو
معلوم لیکن حکم البنی علیہ الفاسد فاسد جس قدر دلائل ثبوت وجوب نفس میں ذکر فرمائی
ہی وہ ہی لغو اور لائل ہو جائے اس درمی پر فرمیں ہی قبول اگرچہ یہ قدر وجوب
کافی تھا اور جو عبارت کہ از الہ الخفا کی نقل ہو زمین اور زمین اس وجوب کا مدار ہے یہ قدر
لکھا ہے مگر ہم حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں اور مدار ہی اس وجوب کا عرض کرتے
ہیں چونکہ امامت کے لیے عصمت ضروری ہے چنانچہ ثبوت اس کا گزر چکا اور عصمت
سوائی اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں جانتا ایسی ضروری ہے کہ امام مضموم من اللہ و اگر
ہو۔ عبارت از الہ الخفا سے ہی یہ بات ثابت ہی گوشہ صاحب نے لفظ عصمت صریح نہیں لکھا
اور وہ بیاس نہایت خلف رائے یہ غلط کیونکہ لکھ سکتی تھی۔ اقول کتبت عقائد
شرح تجرید و شرح باب حاو عشر المسیم بالنافع یوم الحشر کے دیکھیں یہی علوم ہوا حکم کہ اصل
امامت کا ہے مدار اصل پر ہے کہ لطف علی اللہ واجب ہے اور اسکی یہ شریعت علی خواہ ہمارا
خواہ بالواسطہ اوسی اصل کی طرف راجع ہو گا۔ لیکن وجوب لطف کا نام کیونکہ لطف ایسی
نہ اسکی امامت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ اوس سے انکار ہی فرماتے ہیں اگر اقرار کریں
تو اسکا ثبوت کہا قسم لاویں اور انکار کریں تو یہ دڑ ہے کہ کل کو خضم دست گیر بیان ہو گا
ایسی آپ نے وجوب نفس کا مدار وجوب عصمت کو شریا اور اصل سوال (کہ وجوب نفس کا مدار
اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہے یا نہیں) کی جواب میں لاؤ غم کچھ نظر آیا یہ منظر ہے

و اگر غیر خصم نہ ہوئی کہ پہنڈی نہیں تو کیا میں۔ لیکن آپکی خصم ہو ج کب چہما جوڑتی والا ہے
 اور غیر وجوب لطف کو اچھا نہیں دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچھ نازی تو ہمیشی اوسکی دلائل
 پر ہی مختصر اور کچھ جرح و قدح کی ہی جو آپ جانیکو اور حضرت شاہ صاحب مد نے اگر عصمت
 نہیں لکھا تو بیاس خلاف خلفاء نہیں بلکہ بیاس کتاب سنت نہیں لکھا کہ خلاف کتاب
 و سنت کیونکر لکھ سکتی تھی **قول** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہے اور اسکا ثبوت
 چاہا ہے اگرچہ یہ اصل بھی اپنی محل پر ثابت کی گئی ہے مگر چونکہ یہ بحث اہلیات سے
 متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب
 یوں تو آپ کا جو دل چاہیے فرما میں نہ آپکو ثبوت اہلیات کی ضرورت نہ بنو ایک مرت ایک
 امامت سے امامت کافی ہی لیکن پہلے آپ اپنی خصم کے گذارش سنی اور اسکی بعد فرمائی کہ اگر آپکو
 وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں وہ یہ گذارش خدمت والا کرنا ہے کہ وجوب
 عصمت نفس وغیرہ بلکہ تمام بحث امامت کے لیے وجوب لطف علی اللہ اصل ہے یا نہیں
 اگر ہاں اور نہ واقعہ آپکو نزدیک اسکی امامت مسلم ہے تو یہ اصل فاسد ہے کیونکہ مسلم
 محال ہے کہ وہ فرع جو اس اصل پر مستقر ہوگی وہ پہلو فاسد و باطل ہو گئے تو گویا آپکی خصم نے
 اس صورت میں آپ کے مسئلہ امامت کو مع اسکی لواحق کے سبدا بحث ہی میں باطل کرنا چاہا
 اور خیال کیا کہ ابطال دلائل میں زیادہ جو ختم کنند لالات کی ضرورت نہ پڑے یہ سبہ جناب والا کا
 یہ فرمانا کہ چونکہ یہ بحث اہلیات سے متعلق ہے لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں
 آپ ہی انصاف سے فرمادین کہ بعد ہی وہ اب مناظرہ کے صحیح ہی یا غلط ہے اور آپکو
 بحث امامت ہی میں اسکی ثبوت و اثبات کے ضرورت ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس
 بحث کے اہلیات سے متعلق ہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ اسکا امامت سے کچھ متعلق نہیں
 تو غلط ہے چنانچہ اسی طرح ہو چکا ہے اور اگر نفی علاقہ کی امامت سے مقصود نہیں تو پھر یہ
 ارشاد فرمانا کہ اسکی ثبوت کو میدان میں سید ان مناظرہ سے خارج کر دینا ہے۔ **بیست**

حرف مطلب کو میری ستم بصد ناد کہا ہم سمجھتی نہیں بکتا ہی یہ سودا کی کیا بات
 انطہ چنان سہی بڑا بیوگان کنی کلمہ قدرت تو ہی لیکن بمقابلہ شکست شکر انظار کر کا نظم یکن
 سمجھ گئی قال الفاضل الحبيب قوله۔ اور اختلاف نص کے صورت میں کس کو امام
 سمجھا جائیگا۔ اقول۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ میں نہیں آتا جبکہ نص کی شرط ہستی ثابت
 کہ وہی اختلاف نص کے کیسے اگر نص میں اختلاف ہے تو نص ہی کہاں ثابت ہوئی
 میقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی۔ حضرت میر صاحب دافعی اسکا مطلب
 جناب کے فہم شریف میں نہ آیا ہوگا کیونکہ یا وجود اینہما ادعا کے شجر ایکو اپنی نہ ہے
 روایات و مصوص کے خبر نہیں ہے لیکن ہم ہی خدمت سامی میں گذارش کرتے ہیں کہ حضرت
 امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تھے ایک اسمعیل دوسری حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام
 آپکو فرزند کمان اسمعیل تھے جبکہ آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الامم سے زیادہ محبوب اکہتی
 تھے اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت میں تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و متمیز سمجھتی
 تھی اول حضرت نے امامت کو انکو نامزد فرمایا اور اولیٰ ہی امامت کی نص فرمائی یہی وجہ
 ہوئی کہ ایک جم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہیں فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے
 بعد اسکو حسب آیات حضرت شیخ (دروغ بر کردن اوی) جب اسمعیل مصداق افعال پیغمبر و حرکات
 قیام کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسیٰ کاظم کے مخصوص
 فرمایا اور اپنی صحابہ کے جواب میں جوابات اختلاف نص صادر ہوا بلکہ انکا عذر فرمایا آپ کے
 رئیس المتکلمین نے نقد محصل میں پھر پیشوایان دین کے نقل کیا ہے کہ حضرت امام صادق فرمادے
 عنہ اسمعیل سے خود قائم مقام خویش فرمودہ امامت نص نمود نہ چون امور ناشائستہ از حد
 یافت امامت را بنام موسیٰ کاظم قرار دادند و جواب اصحاب عذر بدار آغاز نہادند۔ نقل عن
 از آلہ انفسین از کتب سید و نقویہ کلینی کی روایت سے ہوتے ہے جسکو قائم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
 از آلہ انفسین میں نقل کیا ہے سید ابی محمد ابی جعفر ہالیم یکن یعرف کہ کجا بدع

تبعہ مضمیٰ اسمعیل بکے روایت کلینی کے اس اختلاف کے علاوہ دوسرے اختلاف کے مجموعہ اور
 ابے جعفر میں پہلی سلم ہونا ہے پس ان روایات کو ملاحظہ فرمائیے اور ان کا مطلب سمجھیں اور
 اور اختلاف نفس کو دیکھیں کہ اس کی گزارش پہلی سمجھ میں آجائے کہ بعد اس کی جواب کا فکر سمجھیں اور اگر
 پہلی سمجھ میں آدے تو بندہ کا تصور نہیں ہے **قول** کیا بارگاہ خداوندی میں ہر سال
 مخالف ہذا جہاں اختلاف واقع ہوتا ہے **اقول** خواب کیا آپ کو معلوم نہیں ہر حسب اہل
 حضرات تبعہ کے بارگاہ خداوندی میں (معاذ اللہ تو بہ توبہ نقل کفر کفر نہ باشد) مثل تحائف جہ
 صحابہ یکے مثل عوام اختلاف ہوتا ہے اور مقتضایا ان روایات کے جابر ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا
 تک شانہ عتہ یقول الظالمون علواً کبیراً اور اختلاف مصلحت نامہ ہر حکم سے کوئی ارادہ
 یا امر فساد دہی اور عباد کی ہر قرین مصلحت اور سپر ہو اور اس کا حکم فساد دہی اور اس کو نقص ہر اسمعیل
 فرماتے ہیں چنانچہ روایات سابقہ میں پہلی نادانگی سے اسمعیل کے نام خلاف مصلحت
 اس کے کہ نفس ہوئی اور جب اس سے احتمال نہایت مرزد ہوئی اور معلوم ہو کہ پہلی نفس
 جو اس کی نام نفسی خلاف مصلحت تھی تو پہر دوسری دفعہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے نام پر اس کے
 نفس فرمائی اور غور کر دیا گیا کہ پہلی نفس میں خدائے کو (معاذ اللہ) پر واقع ہو گیا کہنا۔
 علی بن العیاس اور بہت روایتیں ہیں جو اس بار کو ثابت کرتی ہیں سیر صفائی سورہ وعدہ تحت قولہ
تَبٰرَکَ الَّذِیْ لَا یُؤْتِیْ مَا یَشَآءُ اِلَّا بِحَسَبِ مِیْقَٰتٍ اور روایت مذکورہ و العیاسی عن الباقی قال کان علی بن الحسن
 یقول ان لا ایت فی کتاب اللہ لحد تکم ما کنو فی یوم القیامۃ فقلت لہ ایتہ ایتہ قال
قَوْلُ اللَّهِ لَتُنْفَخَنَّ الْآفَةُ الْكَافِرَةِ اس روایت کے صاف حاکم

ملک پر جو کہ پہلی اور محمد میں لکھا ہوا کہ یہی ہیں جہاں تاہم واقع ہو گیا جہاں میں کہ نہ ہو کہ نہ ہو
 میں جو ہا۔ ۵۔ ۵۔ مصلحت نفسی ہے نام روایت کی کہ ہا ہم میں انہوں میں مراد کو نہ ہی ہو کہ نہ ہی
 میں ایک آیت سورہ زمر میں لکھا کہ ہر قسم تک ہر قسم کی مراد ہا۔ میں ہر قسم کی آیت ہی مراد ہا
 ہر قسم کی مراد ہا ہے ہر قسم کی مراد ہا ہے اور ہر قسم کی مراد ہا ہے اور ہر قسم کی مراد ہا ہے

۳ ۲ ۱ ۰ ۱ ۲ ۳
 ۳ ۲ ۱ ۰ ۱ ۲ ۳

حکایت از کتب معتبرہ و مشہورہ و کتب معتبرہ و مشہورہ

کے شرف نام کو اگر حالات آئندہ کے بیان کرنے میں خوف تھا تو یہی ہے کہ شاید
 بطور مدار کے بدل بدل ہو جاوے اور ہم جوئے ہوں اور نہیں بیان فرماتے تھے تو اسی وجہ سے
 بیان فرماتے تھے اور علاوہ اسکی تفسیر صافی کے سوا اور مختلف سے بد زلت النص بار ثابت ہے
 اور نیز خاتم المحدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں جو اسکی بسنت بہت روایات
 نقل فرمائے ہیں اور میں بھی تیر گاہ چند روایات نقل کرتا ہوں۔ و ما رواہ ایضا صاحب الکافی
 نے کتاب النکاح فی باب اللواط فی قصاص عیق حدیث رواہ بالاسناد عن ابی جعفر
 ہذا موضع الحاجة عند قال لہم لو یادیار مل رہے نما اس کے رہے قالوا المران ناخذنا
 بالسر قال علی الیکم حاجة قالوا وما حاجتک قال اخذوہم الساعة فانی اخاف ان
 یبدو فیہم لوبی و ما رواہ صاحب الکافی فی باب براء خلق الانسان من کتاب
 العقیقۃ ان اللہ یقول للملکین المخلوقین الکتبا علیہ تصانی وقد ہی و تافذ لہی
 واشترط الی البداء فیہما کتابان اور تفسیر صافی میں ہے وعن الصادق ^{علیہ السلام} انه سئل عن قول اللہ
 تبارک و تعالیٰ ادخلوا الارض المقدسة التی کتب اللہ لکم قال کتبہا لہم ثم کتبہا لہما
 لا یبایا تم فذلک خلوقہا واللہ یعی ما ینا و ثبت وعنده اما الکتاب لیکن یقرن لکذا و لکذا
 کہ اس بارے میں کورہ کو نسخ کہہ کر نہ مال و بجیکہ باز کو آپ کے علم و محققین نے اس طرح بیان فرمایا ہے
 یقال بل ما اذ اظهر لہ رای متخالف للذی الاول و ظهر لہ من الامر ما لم یکن ظاہرا۔

۱۔ ازبزرگ جو صاحب کافی نے کتاب نکاح کے باب الاطریقین ایک حدیث کے ضمن میں جو خط اپنی ہمساز کو ابو جعفر سے روایت
 کیا ہے وہ میں کو لفظ حاجت پہی فرشتہ کو لوط سے کہا ای میری رہے پیغام پہنی بیواؤں کو میری پروردگار نے کیا حکم کیا ہے اور ہوں نے کیا
 کیا حکم کیا ہے کہ ہم ان کو وقت سحر کر دیں کہا تو بگو کہ تم حاجت ہے اور ہوں نے یہ چاہا کیا حاجت ہے کہا کہ میرے بچے کو کو کر میں پناہ
 دے کہ میں ان میں سے ہوں۔ پروردگار کو یہ مانو جائے اور یہی جو صاحب کافی نے کہا ہے عقیقہ کے باب ۱۰ و اعلم ان روایت کی ہے
 اللہ تعالیٰ سے کہنے والی دونوں فرشتہ کو فرمایا ہے ہر ایک قضا و میری اور میرا حکم جاری کہو اور میرے یہی بادشاہی شرط
 جو کہ ہو اس میں کہو۔ ۲۔ امام صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسی کہ تینی اس آیت کی پڑھا
 اور ظہر الارض المقدسة التی کتب اللہ لکم فرمایا انکی یہی اس کو کہا ہے ہر مرد و بیواؤں کی اولاد کے یہی کہا اور وہ داخل ہو
 اللہ یحییٰ اوت و مات عندہ ام الکتاب ۱۲۔

اور پھر میں ناؤں تک اور خلاف مصلحت ہونی ہے بخلاف نسخ کے کہ نسخ میں بیان اتنا قوی ہوگا
 و بس غرض کہ یہ نسخ ہر وقت ہر مصلحت میں نہیں بخلاف نسخ قولہ اسکو مفصل تحریر فرما کر بھیجنا
 تاکہ جواب گذارت ہو اقول ہر مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجھا دیا جائے جواب عنایت
 ہو۔ قال النظار الحبيب قولہ اور زمان قدرت میں کیا حکم ہوگا۔ اقول
 وہی جو زمان قدرت نبوت میں ہوتا ہے یہ قول العبد الفقیر الی مولاه
 یہ جواب محل بحث و مائل ہے کیونکہ قرۃ الرسل کے معنی حسب تفسیر صاحب تفسیر صانع
 فتوۃ الارسال اور لقطع الوحی کے ہیں جس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں رسالت بند ہو جاوے
 اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہماری فاضل نے جو فقرہ امامت فقرہ یا اب رہا کر کے یہاں
 قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالیٰ شانہ کی بظرف
 حفظ اور بقا کا وعدہ نہیں تھا یہی وجہ ہوتی ہے کہ لوگ اس میں کمی متغیر کرتی تھی
 اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتی تھی بعد اسکی جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تھا تو اسکی تجدید
 کرتا تھا اور جو کچھ اس میں خرابیاں ہوتی تھیں رفع فرماتا تھا کوئی مستقل شریعت جدا گانہ ذکر
 یہ کیا جاتا تھا جب ہماری نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کا قہ العرب العجم مبعوث
 ہوئی اور خداوند تعالیٰ شانہ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اسکی حفظ و ضبط
 کا وعدہ فرمایا اور نام ادیان پر اسکی غلبہ کا مشرودہ سنایا تو اس سے صاف معلوم
 ہوتا ہے کہ اس شریعت میں تغیر و امتحان نہ ہوگا اور اسکی کتاب محفوظ رہے گی تو اگر ایسی شریعت میں
 قوت و واقعہ ہر جگہ واقع ہوتا کچھ ضرر رسان نہیں ہے تو اسکو ابھی شرائع کی قدرت رسالت پر قیاس
 کرنا جو سندرس ہو چکا ہو اور نہ اسکی کتاب باقی ہو اور نہ اسکی احکام اپنی حال پر ثابت
 رہے ہوں سخت ناہنجری غلط ہے قطع نظر اس سے فقرہ کا واقع ہونا ہی خود وجوب
 لطفت کے خلاف ہی گیا اگر نبی مبعوث تقریاً ہی یا آئمہ معصومین تقریاً ہی تو معاذ اللہ
 آپ کو نزدیک خدا تعالیٰ خود تبارک واجب اللہ علام ہوگا اس کے شانہ عظام یصفون اور باری

کرتیہ موجبہ میں وجود موضوع کی ضرورت ہی تو اگرچہ حضرات شیعہ مخالف کتاب اللہ
و شواہد حسیہ محض ایک خبر واحدہ کی وجہ سے چو خورد ہی حجاب امیر سے روایت کرتے ہیں
لا یجاء الارض من قائم لله بحجۃ اما ظاہر شہادۃ و اما خالف مغیر زمان فقیرت کہ منکر
میں ہیں ہر مصلح مجیبہ ہفتہ فی الاذیت کہ قبول از انگریز اس میں غلطی کہانی سو خیر ہم اسکو بھیست
سمجھتے ہیں۔ قال الفاضل المحجب۔ قولاً بعد تحقق الاست نزاع و قطع جائز ہے
یا نہیں۔ اقول۔ اس سوال سے ہی تعجب ہی جبکہ ہم ثابت کر چکی کہ است کا کام ہی ہم
بنانا نہیں ہے بلکہ مشہور ہے کہ اللہ من الرسول ہوا چاہی تو بعد تحقق است نزاع
ختم کے کیا معنی سیقول الثبوت الفقیر کے صولاً الفنی بے شک
اس سوال سے حجاب کو تعجب ہوگا لیکن یہاں تعجب اسوجہ سے ہوگا کہ اپنی خلیفہ دومی حجاب
امام حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ مصاحبت محفوظ خاطر اثر ان تاثر نہ ہوگا اور غریب نہ ہم
خود مصحوبیت امام ثابت کرائی ہیں تو ایسی حالت میں اس سوال سے زیادہ اس تعجب ہوگا
لیکن حجاب دومی قصہ مصاحبت کو دیکھیں اور مصاحبت نامہ کو تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں
تو ہر ہم تعجب جو سوال سے ناشی ہو ہی رفع ہو جائیگا اگرچہ دوسری جہت لاض حال
سو جائیگا اور مصاحبت نامہ کی نقل کہ تاہون سینی میز اغیاث الدین شیرازی جنکا شیعہ
ازکر تاریخ سے ثابت ہی اپنی تاریخ نسبیہ امیر میں جلد دوم صفحہ ۱۲۰ پر مصاحبت
نامہ بن الفاضل کہا ہے فیما لا یجوز ان یصلی علیہ السلام علیہ الحسن بن علی بن
ابی طالب و معویہ بن ابی سفیان صلح علیہ ان یسلم الیہ ولا یداعہ المسلمین
علی ان یصلی علیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنۃ رسولہ و سیرۃ الخلفاء الصالحین و لمن العونۃ

[illegible]

صلوات اللہ کی زمین نام کو خالی نہیں ہوتا یا تو پھر شہر پر پانی اور بارش کی روانہ چاہیے۔ ۱۱۔ ۱۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
 یہود و عیسویوں پر غلبہ کی بجائے نبی کریم ﷺ کی پیروی سے جنت کی امید ہے کہ اگر کسی کو اللہ کی اس شہادت پر
 کا یقین کہ اللہ اور سنت اور الی اللہ اور میرٹ غنہ و عین پر عمل کی اور ہم پر کہ عویہ۔ ۱۲۔

بن ابی سفیان از مصداق احد من بعدہ عہد اہل بکر الامر من بعدہ
 شوری بید المسلمین و علی ان الناس امنون حیث كانوا من ارض الله فاشتم
 و عراقتهم و حجازهم و یمنهم و علی ان اصحاب علی و شیعته متون علی انفسهم
 و اموالهم و نسائهم و اولادهم و علی معویۃ بن ربیع سفیان بذلک عہد اللہ
 و مبنیاً فیہا احد اللہ علی احد من خلقہ بالوفاء بجا اعطی اللہ من انفسہ و
 علی ان لا ینبغی للحسن بن علی بن ابی طالب و لا لایحیاء الحسین و لا لاحد من
 اهل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم غایبہ من کفر ولا جہار ولا یحیف احداً منہم
 فی الافاق تہمد علیہ بذلک و کنی باللہ شہیداً فلان و فلان و السلام اس
 صبح نامہ کی کلمات کو غور و تاس سے ملاحظہ فرمائی کہ حضرت امام علی امیر موعود کو کیا پتہ
 تسلیم فرمائی وہ نویسندہ ولایت اسرسلین ہے جو سعید است ہی یا کوئی اور چیز ہے
 اگر ولایت اسرسلین سے سبہ و فرامی ہے تو بہر آب ہی فرمائی کہ است کو اینی ہی مطلق
 کیا یا نہیں کیا اب فرمائی کہ وہ نفس گمان کی جکو آب ثابت فرما کر آئی تھی اور
 علاوہ اسکی وہ جملہ علی ان تسلیم نہیں کیا اب اللہ و سنت بولہ و سیرۃ و اخلاص و احسان
 اور بل کیوں الامر من بعدہ شوری میں اسرسلین نہ تسلیم پر کیسی کجہ خرابی و آفت آئی
 ہیں اور چتر تسلیم کی نکالیں چونکہ مقصود اختصار ہے اسلی اشارہ کسی دیتی میں ان انہم

ص ابی سفیان کو اشارہ ہیں کہ اسی جگہ کیو اپنا بی نامہ ساری جگہ اسکی حد اسرسلان میں موعود شوری کی ہوگا
 اور سب پر لوگ نہ شہدہ ہیں جب تک کہ جو کسے خود تسلیم میں نہ عزان میں اور حمد و ثناء میں اسوں کی اور سب پر
 کو علی کے اصحاب اور اسکی سیوا ہی جاوے اور مالوں اور عورتوں اور بھوتوں پر اسوں ہو گئی اور اس حد میں
 میں موعود پر اپنے سوا یا ہر نامہ کا حمد اور متافیکہ درج ہے اللہ سے عہد نیاست کسی سی اینی مسئلہ
 وہ اگر نہ اس عہد پر عراقتی ہی طوت سے حد کے ساتھ کیا ہے اور موعود شوری کہ جس پر ابی بن ابی طالب
 اور اسکی بہن حسین کہ اور ولایت سے کہ کیا کوئی فریب ہوگا و رشیدہ اور نہ عہد اور کوئی دیں کسی کی پر
 فہم کرنا اس پر دل نشان گواہ ہوتے اور اللہ گواہ کافی ہے ۔ ۔ ۔

و ذکا سمجیدین - مان بیان اس قدر باقی نگهیا که حضرت امام نے خلافت و امامت حضرت
 امیر معویہ کو تسلیم تو فرمادی - لیکن بیعت ہی فرمائی یا نہیں فرمائی سوا اس کو ہم جیسے
 سین و کتہ پر نہیں - اس میں معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت ہی فرمائی بلکہ عبارتہ
 چون امام ہمام اہل اسلام بقیعہ اقصیٰ الحاکم شام در آمد روزی عسکریں العاصی معویہ را
 گفت کہ حسن را بگو کہ خطبہ خواند و مردانہ استغفار و خویش و خلافت تو آگاہ گرداند و چنان
 نمود کہ حسن رضی اللہ عنہ از او خطبہ عاجز خواہد آمد و خلایق را معلوم خواہد شد کہ او را
 قابلیت این امر بخودہ معویہ نیست از قبول این سخن اباموہدہ بالآخر بار بر حاج عسکریان
 امرا از امام حسن التماس نمود آنحضرت متسنن در اسناد ائمتہ در جمعی کہ جمہور اعیان عراق
 و شام حاضر بودند بر منبر صعود فرمود و فرمود کہ ایہا الناس بہترین مرا کہب نفوی سنت
 و بدترین جمعی فجوہرست و بدستی کہ اگر شما طلب نماید از جا بلبقا و جا بسا مردی را کہ جد و جد
 باشد یا بسکسی غیر از من و برادر من نماید کہ خدا تعالی شما را بدست و ایچہ من و بجات بخشید
 از غوائت و شمارا غریز گردانید بعد از مذلت و بسیار ساخت بعد از قلت و بدستیکہ معویہ
 با من نزاع کرد در امری کہ حق من بود پس من برای قلع فتنہ و صلاح امت این مهم را
 بومی باز گذارستم و ترک محاربه گفتم بخین خون اہل شام را و انداختم ہر آئینہ شہادت
 گستید مرا کہ این امر را بغیر اہل ان دادم و این حق را در غیر خود فعلش بنا دادم و انقصہ من صلح
 امت بود و ان ادھر لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین چون سخن بہ اینجہ رسید معویہ
 بر طاقت شدہ گفت بس است ای ابو محمد فرود آئی و بر دانیکہ در کشف الغمہ فرستم
 در خطبہ مذکورہ بطورست کہ قد بالعدو وراثت ان حقن الدماء خیر من سفکھا دلم
 ارد بذلک الاصل حکم و یقاکم و ان ادھر لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین

حال تحقیق کسی اس سر بیعت کر لی ہر اور پیری را می بینم آیا کہ ان روزی سوا انکی حفاظت بہتر ہی امیر الراہ اس سے
 بخود ہی خود خواہی اور فدا کی کہ کچھ نہیں ہر اور میں جاننا پیدہ شایہ ہمار ہی ہی فتنہ را ایک وقت تک لفع اور مانا ہو - ۱۲

اور کتب صحیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا خطبہ صریح ہے میں ہم پوچھتے ہیں کہ عصمت اور خطا
 یعنی چھ۔ علاوہ ازیں اوائل سالہ ایمین گناہ چکا ہے کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیت
 کی غسل سے ایک ضیف کیسی بقدر ایک رطل کے غسل لیا بہت اور کچھ جناب امیر نے مقدہ
 غیلہ و غلبہ فرمایا کہ مارنے کا قصہ کیا اور بذر استحقاق بیت المال کا پیرا فرمایا بلکہ تصرف
 قبل القسم کو ناجائز فرمایا اور حضرت امام نے جب قدر غسل بیت المال سے لیا تھا نے الفور
 جناب امیر نے قسم ادا فرما کر فرید کر کے اسے اسی قدر اوسمین داخل فرمایا اور پھر اس کو ہم
 تخطیب سے پس اب فرمائی کہ عصمت اور خطا یعنی چھ۔ یعنی آپ امکان تخطیب کے بھی نہ کر
 اتنی سہی آچکے اور کد وقوع ثابت کر دیا۔ اور نیز شروع اس سال میں ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیب کرنا اور کلمات سے بچن مثل جنین پروردہ
 نشین رحمہ اللہ الخ فرمان بیان کر آئی ہیں آچکے اور ہوگا محب کو نظر آتا ہے کہ آپ محض اجازت
 میں مجبور ہو کر بجا دامن قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو سمجھتے اور الزام اس کو
 پیش فرماتے لیکن اتنا حال سے کہ ادا اور کد تخطیب ہونا باطل ہے علاوہ اسکا ابشی خطا ہونا
 جس سے ابن معصوم میں غیر مسلم ہے اور برحق محال اگر ابنیاء میں تخطیب واقع ہو ہی تو چونکہ
 ابنیاء باتفاق فریقین معصوم میں اور ان کو عصمت و اطلاق قطع سے ثابت ہے تو ایسی ادھر
 تاویل ضرور ہوگی بخلاف اللہ کی کدہ ان کی عصمت مسلم آئندہ اوست پر کرنی دلیل مثبت قائم ہے
 تو اس کا ابنیاء کہ تخطیب پر تباہ کرنا کیونکر صحیح ہوگا **قول** مگر تم شب مذاق حضرت
 مجیب عرض کرتے ہیں کہ بقرص محال اگر یہ امر ثابت ہی ہو تو اسی طرح سمجھا جائیگا جطرح
 ابنیاء ایک دوسری کا تخطیب فرماؤں جو جواب حضرت مجیب مذاق دیکھ رہی ہیں ان ہی
 تصور فرمادیں۔ **اقول** ہماری نہ فضل مجیب کو فرض محال کے تکلیف ادا ہانی کی کچھ
 ضرورت نہیں کیونکہ اگر آپ ہی روایات سے و قریح تخطیب ثابت کر دیا اب فرمائی کہ ابنیاء میں
 کو نہ تخطیب واقع ہوا ہے جو اس تخطیب کے برابر ہو جس کو مشترک جواب تصور فرما رکھا ہے

علاوہ ازیں اسکا دارد و ثروت عصمت ائمہ پر مبنی اور ان کو ہم سابقین ہائے ائمہ میں تو نہیں
 محض ہمارے فاسد سے الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سے اگر اسکو ناسل سے دیکھا جائے تو یہ مشترک
 الازام سے نہیں ہو سکتا کیونکہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہوا وہی وہ اسطرح ہے کہ امام باقر علیہ السلام
 امام الفقہ کا خطبہ فرمایا ہے اور اگر یہی صورت تفسیر کے بعد میں فرض کیا دیتی تو جو کہ
 عصمت انبیاء قبل البعثہ علی الخصوص صحابہ کرام مختلف فیہ میں اہل نسبت سے ایسی کہا جائے کہ
 کہ بنی بقرہ کا خطبہ کرنا بنی بالفقہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپ کی حکم کے موجب ہوں
 جواب کو آپ کی طرف سے ائمہ میں ہی تصور فرمایا تو یہ ثابت ہوا کہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہوگا
 اوس میں امام باقر صواب پر ہوگا اور امام بالفقہ خطا پر تو غسل کے قصہ میں جناب امیر مومنین علیہ السلام
 صواب پر اور معاصی میں جناب امام حسن علیہ السلام صواب پر نہی۔ یعنی اہل ایمان
 عصمت کو بیان تو خود ائمہ فرمایا قال الفاضل المحیط۔ قولہ اور نہ عصمت کا
 تحقق جمیع عمر میں ہی بالفضل میں۔ اقول۔ نہ سب اہل حق یہ ہی کہ از مہد تا آخر عصمت
 مستحق ہے بقول العبد الفقیر مولانا جو کہ عصمت کی نسبت سابقین
 میں کہ بحث ہو چکی ہے جو کافی سے ایسی اسکی اعادہ کی قدرت نہیں ہمارے ہر ہرگز کہ اس
 ہے کہ قطع نظر اس سے کہ ابتدا و تاخیر از مہد صحیح ہی یا نہیں کیونکہ یہ ایک معلوم نہیں ہوگا
 کہ اس میں ہی باہم اختلاف ہے ایسی اسکو نہ سب اہل حق فرماتے ہیں۔ بحث اثبات عصمت
 میں جس قدر دلائل ذکر فرمائی ہیں ان میں سے کوئی دلیل بھی عصمت از مہد و دلالت نہیں کرتی
 اثبات کے وقت ہی یہ ہی دعویٰ محفوظ خاطر سامی ہوتا قال الفاضل المحیط
 دلائل جہت جہت طلب اپنی شراط کو دلائل کے ساتھ بیان فرمائی کہ از مہد سیر و توحید و اسطرح
 ہوگی۔ اقول۔ پہنی آپ کی کتب سے یہ شراط دلائل بیان کر دی ہیں اگر آپ درود حق ہی
 علم کی کلام صحابہ کہ اقول کہ اس میں تو ہم فقہ کی ہمارے اسطرح فائدہ ہے۔ بقول
 العبد الفقیر مولانا سبحان اللہ یہ ہمارے فاضل محیط

تختہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں - منها ما اوردہ الرضی فی ہجر البلاغۃ عن مبراہیم
 فی کتاب کتبہ الی معاویۃ وهو ما بعد فان ینعی بالمعاویۃ لزم ملک
 وانت بالشام فانہ بالیغی القوم الذین بالیغوا الیابک ووعمر و عثمان علی
 ما بالیغوہم علیہ فلم ینکن للشاہد ان یجتاد ولا للغائب ان یرد وانما
 الشوری للہما جویہ والا یضاد فان اجتمعوا علی رجل وسمیہ اماما کان
 مرضی فان یرج منہم خارج بطعن او بدعت مردہ الی ما خرج منہ فان الی قائلوہ علی
 اتباعہ غور سبیل المؤمنین ولا لاہ الله ما تولى واصلاہ جہنم و ساءت مصداقہ
 اب اس کے جواب میں یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کے سعیت
 بقوا انعقاد خلافت نہیں کی بلکہ اسکی برہم کرنے کی تدبیر میں فرماتے ہیں چنانچہ اتر کھٹا
 کی عبارت سے یہ مقدمہ اوراق بیت جناب سید علیہ السلام میں نقل ہوئی ہے سید شہید
 اور جدیدین جو سعیت فرمائی وہ یہی بخوشی نہیں کی چنانچہ بروایت بخاری بکر صحیحین میں
 وحیات جناب سید سعیت نہیں کی اور اس روایت میں یہ الفاظ میں وکان یحلی
 من الناس وجہ حیات فاطمہ فلما توفیت استنکب علی وجہ الناس فالنصر
 مصالح الی بکر و مایقہ ہیں اگر اس خط سے جو جناب امیر نے معاویہ کی طرف تحریر فرمایا ہے
 خلیفہ اول کے صحت خلافت ثابت ہوا اور جناب امیر علیہ السلام اسکی معتقد ہوں تو لازم ہے
 کہ معاویہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و امام مطلق سے تائید سے اسے منحرف رہی
 نہ ہویت اور یہی برحق خلیفہ کے خلافت سے امامت برہم کرنے کی یہی مشورہ کرتے ہیں
 چنانچہ کہتے ہیں لا ینبغی الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر
 منہم و بعد منہم من الامر من مات و لم یعرف امام زمانہ مات میتة عامۃ
 منہم و ہر آدمی جو جناب امیر علیہ السلام کے شان اس سے ارفع ہے بلکہ اصل اب اس میں کہ یہ
 خط امام زمانہ کے تحریر فرمایا ہے - چونکہ معویہ خلفا سابق کو برحق خلیفہ جاننا

عاقل منصف اول اس نام خط کی عبارت کو اجمالی غور سے دیکھی کوئی جھلسلا یا کوئی حرف غلط
 اس خط کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہیں تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ خط
 الزامی نہیں اور وجہ اس کے یہ ہے کہ خبر فی حقیقت حکایت ہوتے ہی اور اس کے محکم عنہ یا تو
 حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد متکلم بلکہ اعتقاد متکلم کا محکم عنہ ہوتا ہے اسی وجہ سے معتبر ہی کہ متکلم
 اپنی اعتقاد کو مطابق واقع کر سکتا ہے یا نہیں اسی وجہ سے کہ ممدق و کذب کا مدار جھوٹ پر
 نہ کہ تصدیق اور ثبوت واقع ہوتا ہے پس جب کوئی متکلم کسی خبر کے ساتھ متکلم کرے گا تو سامع مجبوراً
 خبر کے یہ سمجھے گا کہ متکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور اس قدر سمجھتا
 میں کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا محتاج نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ متبادر الی الفہم دلیل حقیقت کی ہے
 لفظ متبادر کی اطلاع کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ متبادر الی الفہم ہوگی اس کو حقیقی
 سمجھا جائیگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھ جاوے گا وہین کے اور محتاج سمجھتا میں قرینہ کی طرف
 ہوگا اس کو حقیقت نہیں کہا جائیگا بلکہ اس کو محاذ کثیر کہ تو اب اگر اس خط کی مصنفین
 کو حقیقی سمجھا جائیگا تو تمام عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور بسبب متبادر الی الفہم
 ہونے کو کسی قرینہ کی محتاج نہ ہوگی اور سمجھا جائیگا کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ حال واقع کی
 حکایت فرما رہے ہیں۔ اور اگر اس کے الزامی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور
 الزام کے حکایت حال اعتقاد مخاطب کے فرما رہے ہیں تو یہ عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول
 ہوگی اور بسبب متبادر الی الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاوے گا
 وہ اپنی حقیقت سے متبادر ہوگا اس سے ہی پر محمول ہوگا ورنہ نہیں۔ اب تفصیل نظر سے اہل فہم
 والصفاء ہر ایک جملہ کی مصنف کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی
 قرینہ پایا جاتا ہے جس کے الزامی ہونا سمجھا جاوے یا نہیں اور واضح رہے کہ قرینہ خارجیہ جو
 کلام کو معنی حقیقی پر محمول کرنے سے مانع ہو وہ ہوتا ہے جو عام طور پر متبادر الی الفہم ہو
 اور شخص اس سے سمجھ سکے کہ یہ کلام مصروف عن الفہم ہے اور اخص فیہ میں اس قرینہ

معقود ہے اور جبکی نسبت اور عا ہر وہ بلا و بیل ہے اور غیر مسلم اول جملہ لایہ ما یبعی المقوم الذین
 بالیوا ابابیکہ و عمر و عثمان علیہما السلام علیہما السلام ہر اور طہر ہی کہ یہ جملہ حال
 واقع کہ حکایت ہے اور اپنی محکمہ کے مطابق ہے اور یہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح ہے
 کیونکہ جن لوگوں نے خلفاء ثلاثہ سے بیعت کی تھی اور اہل حل و عقد تھے اور انہوں نے
 حضرت سے ہی بیعت کی۔ دوسرے جملہ علم مکمل للشاہدان یختار و لا للغائبان یہ
 ہے اس جملہ میں کوئی قرینہ دلالت نہیں کرتا کہ برخلاف واقع کے صرف مختص کے
 اعتقاد پر مدار کا نام ہے اور اسکی معنی فاذا اعدک لیس للشاہدان مختار میں اور جب
 کوئی قرینہ موجود نہیں تو یہ جملہ اس میں خلاف متبادر تھا ہر محمول ہوگا بلکہ اپنی معنی حقیقی
 پر جو متبادر لے القہم عند عدم القرینہ ہوتا ہے محمول ہوگا اور وہ یہ کہ بیعت اہل حل و عقد کی
 صورت میں باعتبار واقع و نفس الامر کے نہ متبادر تھی کہ کر سکتا ہے نہ غائب کر سکتا ہے جو یہ
 بیعت اہل عقد کی واقع ہو گئی تو یہ کہ چوں کہ ہر ایک گنجائش نہ ہے عیسٰی جملہ وانا الشہید
 للہما حریصاً ہر اس جملہ میں ہی کوئی قرینہ نہیں جو اسکی الزامی ہونے پر دلالت
 کرے بلکہ اگر اس عبارت میں داخل کیا جاوے تو صراحت ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد
 تحقیق ہے اور الزام نہیں کیونکہ لفظ انما سفیدہ حصر کو ہر جسکی معنی یہ ہوتی کہ شور میں ہر
 ما جبرین و انصار ہی میں ہر شخص ہی اور کسی دوسری کو اس میں داخل نہیں تو گو باضناً اس جگہ
 یہ ثابت کیا کہ مخاطب کی جو طلاق امین سے ہے شور ہی میں یہی کچھ داخل نہیں تو خلاف
 سخن کہ ذکر ہو سکتا ہے اور اس حصر کے بموجب یہ تقریر اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ اسکو
 تحقیق محمول کیا جائے اور اگر اسکو الزام پر چل گیا جاوے تو باطل ہے کیونکہ امیر معاویہ اس
 امر کے داخل نہیں کہ شور میں انصار میں ہے۔ بلکہ انکی نزدیک شوری میں
 تمام مسلمین کے داخل ہے چنانچہ اس خط کے جواب میں جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت میں
 بھیجا ہے اس میں یہ خط ہے اور اس خط کو ہم اسیدہ نقل کریں گے۔ اس جگہ کچھ بے موقع

نہیں سوئی کہ جس دلیل کا منہ دلا وہ اجماع کے نفس قطعی پر ہوا وہیں شک و شبہ کو دخل
 نہیں پہنکتا اور اگر برہنہ کے اجماع غیر مسلم کے مذمت حق خالصہ کے لئے ہوا اور انہیں
 نہیں نہ لی بلکہ بسبب تحقیق درالمر ہے کہ اس آیت شریفہ سے کسی کو الزام نہیں دیا بلکہ
 واقع اور نفس الہی کے اعتبار سے فرمایا ہے پس جواب امیر اسی آیت شریفہ کو اسی قسم کے
 اپنی مدد کرتا ہوتا ہے میں پہلی فرمایا تو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کو الزام محسوس کیا جائے کہ اگر
 اس کو الزام محسوس کیا جاوے تو یہ ثابت ہو گا کہ جواب امیر اس آیت شریفہ کے مفہوم کے
 منکر ہے نہ کہ اس میں یہ بات غلط ہے۔ پس اس جملہ میں میں نے پہلی ادلی کے واضح ہو گیا کہ یہ ہم
 مایہ تحقیق واقع پر نہیں ہے اور حضرت علما و متبعین کو جس نے ہم سے کہ اس کلام کو الزام محسوس
 کر کے اس کو مسدود کر دیا ہے وہاں میں اور نہ کہیں تو کیا کریں مسیح دیکھتی ہیں کہ مذہب
 تشیع کی بیچ و سیاداد کھڑی ہے اسلیئے ائمہ یا نہ مارے ہیں تو اس تمام عبارت میں
 ماہود اس قدر شرط و شرط کے باوجود عقل و فراست و دانش کو کیا سمجھتا ہے کہ اس میں
 ایسا تحریر فرمایا جو اس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا حالانکہ ہر دن قرینہ کے
 ہر کو الزام پر حمل نہیں کیا جاسکتا بلکہ جہد و جدوجہد کے ذریعے ثانی اور ثانی اس امر کا ثبوت
 قوی ہو گیا کہ اس عبارت کے بجا تحقیق پر ہی الزام ہو کر ممکن نہیں ہے اگر اب بھی اس کو
 الزام ہی محسوس کیا جاوے تو اس میں یہ ثابت ہو گا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت
 نویسی کا کچھ بھی سلیقہ نہیں تھا اور آئیو میں بھی خبر نہیں تھی کہ کس معنی و کس لفظ کی قرینہ کہ جہاں
 ہی اور کونسی معنی قرینہ سے مستفہم ہیں علاوہ اسکی جو عبارت کہ اس کے بعد اس خط کے شائع نے بڑا
 جس کو حضرت صنی صاحب قلم کر دی ہے جس کو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں وہ بھی دلالت کرتے ہی
 کہ مقصود الزام نہیں دیا بلکہ یہ ہے۔ وان طلحہ والزید بالباقی ثم نقضا بیعتہ مکان
 نقضہا کر دیا تھا فجاہد مقضا جب حقیقت خلافت دلیل اجماعی نصی ہی ثابت فرما چکے
 اسی کے برابر دلتے ہیں کہ طلحہ اور زید نے بیعت خلافت جو دلائل حقہ سے ثابت تھی

توڑی اور یہ نقص مثل بدتھے ہی کیونکہ گویا انکار نفس کا ہے ایسی باتوں سے جو بدگیا تو اس سے
مسلم کہہ کر باطن میں جو کچھ فرمایا تھا وہ تحقیق تھا الزام نہیں تھا اور کچھ فرمایا کہ میں
داخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الیہم اے فیما فیہ السافیة
پر کہ راہبر معویہ کو اتباع سبیل المؤمنین کی تاکید فرماتے ہیں کہ جن میں مسلمان داخل ہوئی
تو بھی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہے اور اوس میں عافیت ہے اور کچھ پسندیدہ ہی امر ہی کہ تمہیں
عافیت ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسکو مسلمان اختیار کریں وہ حق ہوگا اور اوس میں
عافیت و این مقصود ہوگی تو وہ امر جسکو کبر اہل اسلام نے کیا اور اہل حق و عہدہ نے منقطع
کیا وہ کیونکہ حق ہوگا۔ پس اس عبارت نے بالبدلت ثابت کر دیا کہ تمام دلیل سابق
تحقیق ہی الزامی نہیں۔ اگر بعد آخر خط میں تحریر فرماتے ہیں واعلم انک من الظالمین
الذین لا یجتنبون الخلفاء ولا یتعرضون لہم الشوریٰ و اس عبارت کو
بالکل واضح ہے کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے کہ باعتبار واقعہ نفس الامر کے خلافت و شوریٰ
میں خطا کو کچھ دخل نہیں خلافت ہی سوا کھٹا کر کے اور لوگوں میں ہی اور اہل شوریٰ ہی
سوا ای خطا کو دوسری آدمی میں تو اس سے سمجھا گیا کہ شوریٰ حق ہی پس اس میں کوئی شرارت کا
بطلان سمجھ لیجئے گا۔ اب اگر بعد گذارش ہے کہ جو اب اس خط کا امیر معویہ نے تحریر کیا
اور جو کچھ اس کا جو اب ابجو اب جناب امیر نے تحریر فرمایا ہم اسکو شرح سے نقل کرتے ہیں
آپ انکو ملاحظہ فرمادیں اور دیکھیں کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر ہی ہیں کہ ان تحریرات
دار الزام پر ان میں اور یہ دلائل اب مجازات انھیں ہی پر گزرتے ہیں بلکہ بیان واقعہ اور تحقیق نفس الامر
فاجاہ معویہ اما بعد فلکم لو بالیٰ علیکم القوم الذین بالیٰ علیہم طانت علیکم
من دم عثمان کنت کافی بکرو عہم و عثمان و لکن انک اعزبت عثمان و خذل

اس میں عادیہ سے اسکا جواب لکھا۔ اب بعد مختصر چہونے سے بیعت کی ہو اگر وہ نجسی بیعت کرتے اور عثمان کے خون سے پرست
نہ تو یہی مثل ابوبکر و عثمان کے ہوتا لیکن تو نے عثمان پر (فتنہ کی آگ کی طرح) اور اس سے بدکار و بدکار کیا۔ ۱۲۔

الان بنو اور جماعت خلافت کو سراہی مگر سکر تو بیعت اہل حل و عقد سے وہ شخص خلیفہ
 نہیں ہو سکتا ہے تو جب اس کا یہ مذہب ہے تو اس کو یہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت
 ہے کیونکہ ہم سے اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے اور جس سے اہل حل و عقد نے بیعت کی
 وہ خلیفہ ہے بالکل پوچھ اور غور ہو گا اسلیں کہ معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل و عقد
 بدون دخول و صلح امت کے بالکل لغو اور منقول سمجھتا ہے بلکہ اس پوچھ الزام پر
 کلامی اور تطویل اور یہی زیادہ بیہودہ ہے چنانچہ اہل ذوق صحیح اسکو بخوبی سمجھ سکتے ہیں
 اور صاحب تحفہ علیہ الرحمۃ نے اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کے بعد اس خط کا جو کچھ جواب
 جناب امیر نے تحریر فرمایا اور اسکو آپکی حضرت رضی نے نبج البلاغہ میں نقل کیا ہے
 لیکن انہی عادت شریفہ کے موافق حضرت رضی نے اس میں کمی بیشی فرمائی اور سبب
 اس کا اب جانتی ہے میں کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط میں ایسا تصرف
 کیوں فرماتے ہیں اور اسکو اسطیٰ انکی تحریف کرتے ہیں اسلیں ہم اس خط شرح میں
 منہ نقل کرتے ہیں اور بعد اسکی شارح نے جو کچھ تحریف کی نسبت لکھا ہے نقل کریں گے
 فلیت جوابہ من عبد الله علی امیر المومنین الی معویۃ بن صفحہ ماجد قائدہ
 انانی کتاب امرئ لیس لہ بصر یہدیہ ولا فاید یرشدہ قد دعی الہوی
 فاحامہ وقادہ الضلال فاتبعہ ففہر لا عطا و ضل خابطا ان قال زعمت انما اشد
 علی بیعتک وکت اصغر من المہاجرین اور دت کما اور دوا و اصل دت کما اصل دت

۱۔ جناب امیر نے اس کا جواب لکھا اللہ کے ہندہ امیر المومنین علی کی طرف سے معویہ بن صفحہ کی طرف ابابعد سے
 پاس برا خط آیا ایسی شخص کا خط تھا کہ اسکی بیانی ہی جو راہ دکھلا دی اور نہ کہیں اور الاہب جو سید ہارستہ چلا د
 خود پیش قدمی نے اسکو بلایا اور سنی اسکی اجابت کی اور اگر ایسی ہے اسکو کہیں تو اسنی اسکا اتباع کیا پس
 بیہودہ کہ اس کی ادبہ میں گمراہ ہوا یہاں تک کہ فرمایا تو بے گمان کیا کہ تیری بیعت کو میری ساتھ
 لگا دیا۔ میں ہی ایک شخص مہاجرین میں سے ہوں فارم ہوا میں جسطرح وہ دارد ہوئے اور ہوا
 جس طرح وہ لوٹے ۱۲۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيَّ ضَلَالًا وَلِيُصِرَّ بِهِمْ لَعْنَةً وَأَمَّا مَا صِيرَتْ بَيْنَ أَهْلِ الْكَلَامِ وَاهِلِ
الْمَقَرَّةِ وَبَيْنَكَ وَسِينَ خَلِجَةٍ وَالزَّيْرِ قُلْعَتِكُمْ مَا الْأَمْرُ فِي ذَلِكَ إِلَّا وَاحِدًا لَهُ مَعْنَى وَاحِدَةٌ
الَّتِي فِيهَا الْمَطَرُ لَا يَتَأْتَفُ فِيهَا الْحَيَاةُ وَالْحَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ وَالْمَرْوِيُّ فِيهَا مَادَانٌ

اس خط سے جیسی کچھ خرابی و معیبت مذکور ہے پر واقع ہوئی ہے بے پایاں اور خارج از
بیان ہے اور جو کچھ فوائد و منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں ان کا حصہ و احاطہ خارج از
محیط امکان ہے لہذا بخوف اطباء و عارفان اذنان صافیہ اوالالبصائر البصائر کے صرف
اس سبب کو شک نہ ہو اس قدر بیان کرتے ہیں کہ یہ خط صریح و دلیل ہے کہ جو کچھ مضامین
پہلے خط میں مرقوم تھے جنکی نسبت الزامی ہو نہ کا دعویٰ کیا گیا تھا وہ سب تحقیقی تھے
اور الزامی ہوا ان کا بالکل باطل ہے پس صریح ہو کہ جناب امیر نے اپنی پہلی خط میں
جس میں بحث واقع ہو رہی ہے کہ جو کچھ تحریر فرمایا تھا امیر معویہ نے اس کے جواب میں
اس کے مضامین میں سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو کٹاؤتہ غیر مسلم رکھا اور پتے
نور کو تسلیم کیا جناب امیر نے دلیل اول یہ تحریر فرمائی تھی کہ میری خلافت اہل حل و عقد
کی نسبت ہے کہ جنکی معیت سے ابو بکر و عمر و عثمان کی یہی خلافت ثابت ہوئی تھی
واقع ہوئی چونکہ اوس خلافت کو حقیقت جو معیت اہل حل و عقد سے واقع ہو عند اللہ
و عند المؤمنین واقعی اور نفس الامر ہی ایسی اوس میں نہ حاضر کو بدل بدل کا اختیار
نہ غائب کو رد کی گئی تھی اور اہل شور و غوغا میں انصار میں جبکہ وہ امام

مسلم نہ تھے اور ان کو گراہی پر اکھٹا نہیں کرے گا اور اگر وہ ہی ہیں میں مستعد ہیں و ابجا
اور جو کہ فریاد الی شام و الی بصرہ میں اور طوطی و سرور اپنے زمینوں کیا ہے۔ پس میری وہ گائی کی
قسم اس میں صرف ایک حکم ہی کیونکہ ایک حقیقت ہی۔ اس میں کہ نظر ہو سکتی ہے یہی نشی سہری امتیاز
پر مکتبہ ہر اس میں سے بخشی والا معن کرے والا ہی اور اس میں ترقف کو برا لا رہا ہے

بنائیں اور سپردہ اکٹھی ہو جائیں وہی خدا کی نزدیک یہی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے
 اسکو جواب میں اس امر کو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سے اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے
 اور جوہر مہاجرین و انصار نے جہنوں نے خلفائے ثلاثہ سے یہی بیعت کی اور انہوں نے
 آپکو بھی تسلیم کیا گویا امیر معاویہ نے قیاس کے شعری کو تسلیم کیا لیکن کبرے قیاس کو
 نما یا اور اسکی کلیت کو باطل کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار
 بیعت کر لیں وہ امام برحق ہے بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل و عقد بیعت کریں صلاحیت خلافت
 نہ کہنا ہو تو وہ بیعت اہل حل و عقد سے خلیفہ نہیں ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہیں
 رکھتے کیونکہ تھا خلافت کا سرخام نہیں کر سکتے اور قومی سے ضعیف کا حق نہیں دلا سکتے بلکہ
 بلکہ امام برحق کے خون میں شریک ہوئی کہ انکی مدد نہ کی یہاں تک کہ نفاق نے انکو شہید
 کر ڈالا پس اگر تم میں صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صالح للخلافت ابوبکر و عمر و عثمان
 تھے ایسی ہی تم بھی ہوتے تو بیعت اہل حل و عقد تکو بھی نہیں اور باعث اتفاق و اتفاق
 ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صالح للخلافت نہیں تو تمکو بیعت اہل حل و عقد
 کچھ نہیں اور نہ انکی بیعت سے تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کے منعقد
 ہو سکتی ہے اگر تم مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتی تو میں تمہاری ساتھ ہرگز قتال نہ کرتا
 جب تم جو رہے ہو گئی تو اب خلافت تم میں سے نکل گئی اسکو جواب میں جو کچھ جواب میرے
 تحریر فرمایا وہ قابل دیکھنے کے ہے حضرات شیعہ خصوصاً ہمارے محیب لبیب بنور لفظ فرامین
 حاصل جواب یہ ہے کہ تیری کتاب پوچھی ایسی شخص کے کتاب کہ اسکی یہی عقل مادی نہ کوئی قائم
 رہتا ہے ہر اکام طبع ضلال کا منبع ہو کر بیہودہ گوئی کی اور ضبط کے ساتھ ساتھ ہانوماری جو
 معاملہ شہادت عثمان میں ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب
 سمجھا اور فاروق میری اور خلفائے ثلاثہ کے درمیان حبا کیا سوا کمال بے عقلی اور ضلال اور بیہودہ
 گوئی اور ضبط ہے۔ کیونکہ میں بھی مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں جیسے وہ وارد ہوئی میں

میں ہی وارد ہوا۔ اور جیسی وہ معاد ہوئی میں ہی معاد ہوا اور خدا تعالیٰ کے اذکو یعنی
 ہمارے جن کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا۔ اور سبکو اندہی میں میں مبتلا نہیں فرمائے گا معاملہ یہ
 کہ موجب اعتراض کے اگر میں صالح لکھا ہوتا ہوں اور بدون میری صلاحیت کی اس حل
 وعقد نے میرے ساتھ بیعت خلافت کی ہو تو سب اہل صلہ عقد وجوہ ہمارے میں راہیات
 انصار گمراہی پر ہوں کہ خبر صالح لکھا ہوتا کو غلط بنا دیا اور ہمارے میں راہیات گمراہی
 پر مجتمع ہونا محال ہے کیونکہ عقد اقل کے ہرگز اذکو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائے گا اور نہ اذکو میں راہ
 نامید کرے گا تو اس سے ثابت ہوا کہ جب وجوہ ہمارے میں راہیات نے میری ساتھ بیعت کر
 تھیں صالح لکھا ہوتا ہوں درہ لازم آدی کہ تمام ہمارے میں راہیات گمراہی پر مجتمع ہوں اور
 بہر حال یہی اور ثبوت اس سخاوت کا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ہے اب
 اس خط کی عبارت میں بالفصام مطلب اس خط کے عامل مصنف نام فرما ہوا اور سچی تو با
 اس کے مقصود قطع نظر فرمادہ اور عدم قربت کے الزام ہے بالتحقیق۔ اس خط کی عبارت
 مثل روز روشن روشن کروا کر اس خط میں جس قدر مضمون شوریٰ منہ سے نکل رہا وہ
 سب تحقیقی ہے اگر الزامی نہیں تھا کیونکہ اگر اس کو الزامی تسلیم کیا جاوے گا تو یہ
 جواب بالکل لغو اور بطل ہو جاوے گا۔ اسی کہ جب امیر معویہ رضی اللہ عنہ بیعت ہمارے میں راہیات کو
 بدون صلاحیت لکھ سمجھتی ہیں تو پھر انہیں ہمارے میں راہیات کے بیعت سے الزام
 اسی صلاحیت متحقق خلافت ثابت کرنا بالکل خلافت عقل ہو گا دوسرا معاد جواب میرے
 طلحہ وزیر کا کج برزیا یا نہ کہ انہوں نے بیعت توڑی اور مینی اوسنی جہاد کیا سو اگر
 تو یہی مخالف لکھا کر گیا تو کجسی ہی جہاد کرونگا۔ امیر معویہ نے اس کے جواب لکھا کہ میری
 اور طلحہ وزیر اور اہل شام اور اہل مصر کے معاملہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی
 آپ کی محبت طلحہ وزیر اور اہل مصر پر قائم ہے مجھے فایم نہیں ہو سکتی کیونکہ طلحہ وزیر نے
 آپ کی بیعت کی تھی اور مینی آپ سے بیعت نہیں کی اور اہل مصر نے آپ کا رقبہ اشاعت

اپنی گردنوں میں ڈال لیا تھا اور اہل شام نے نہیں قبول کیا تو آپ کو بیعت نہ اٹھت
 جنہوں نے قبول کیے اور ہی پر لازم ہے نہ ہمیں قبول کی ہی اور نہ ہمیں لازم ہو سکتی ہے
 جناب امیر نے اسکو جواب میں یہ مضمون لکھا اور قسم کہا کر فرمایا کہ اس میں کچھ فرق نہیں
 حاضر و غائب سب برابر ہیں کیونکہ ایک بیعت ہے نہ اس میں کمر سوچ کر کچھ ہو سکتا ہے
 اور نہ اس میں کچھ اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہو گیا وہ ہو گیا اور میں گنجائش
 چون و چرا کی کچھ نہیں رہی حاضر و غائب سب پر لازم ہو گئی جو شخص اس میں سے خارج ہو
 وہ گویا اس میں طعن ہے اور اسکو ساتھ جہاد کرنا واجب ہے کہ سبیل المومنین کا مخالف ہے
 اور جو اس میں متوقف ہو وہ بد امن ہے اور یہ بھی ایک قسم کا نفاق ہے شام فرماتا ہے
 قَوْلُ الْحَارِجِ مِنْهَا الْحَرْقُ قِسْمٌ مِنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي بَيْعَتِهِ لَمْ يَدْخُلْ فِي بَيْعَتِهِ لَمْ يَدْخُلْ فِي بَيْعَتِهِ
 وهو الطاعن في صحته ويجب مجاهدته لمخالفة سبيل المومنين وامامهم
 في ذلك متوقف حكمه انه مداهن وهو نوع من النفاق انما اهل النفاق اهل الكفر لا اهل الاسلام
 کہ اہل حق کی بیعت کی ثبوت کو جناب الزام فرما رہی ہیں یا تحقیقاً اور قسم اور اسکو الزام
 ہونے پر کہا ہے میں یا تحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اوسنی کب کو تسلیم کیا تھا
 اور اگر تحقیق ہے تو مہولہ دروغ من جواب بجواب کے انتقام سے شل آفتاب خیمہ روشن ہو گیا
 کہ پہلے خط میں حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر ہے
 اور جس امر کو کئی غیر تسلیم کر گیا وہ یہ تھا کہ حضرت فرمائی کہ مہاجرین و انصار میں
 منحصر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اطلاق کو اس میں کچھ دخل نہیں تو اسکو عدم تسلیم کی طرف کئی تہ
 قَوْلُ الْحَارِجِ مِنْهَا الْحَرْقُ قِسْمٌ مِنْ لَمْ يَدْخُلْ فِي بَيْعَتِهِ لَمْ يَدْخُلْ فِي بَيْعَتِهِ لَمْ يَدْخُلْ فِي بَيْعَتِهِ
 بیعت کے اس میں کس کو کھنی والا تھا اور وہ اسکی محنت میں کھن کرنے والا ہے اور اس سے مومنین کے رستہ کی
 مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہے اور یہ بیعت میں متوقف ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ وہ بد امن ہے
 اور یہ بھی نفاق کی ایک قسم ہے ۱۲۔

ایسا کیا اور کیا اگر تم قاتلین عثمانؓ کو ہمارے حوالہ کر دو تو خلافت شوریٰ میں بسین ہوگی
 گویا مومنان اہل اسلام جسکو خلیفہ بنادیں وہی خلیفہ ہو جائیگا چنانچہ تفصیل اہل حل و عقد کی ہنر
 اب اسکو بعد حسب وعدہ جناب امیر کے خط کی تحریف کی نسبت جو کچھ الزام حضرت رضی
 کبیرت عنہ نے قائم کیا ہے اسکو نقل کرتے ہیں شاہ اس جواب انجواب کی شرح
 میں جسکا شروع یہ ہے ومنکم الی معاویہ اما بعد فقد اتقیتہ منک غلطہ
 موصلاً لکھتے ہیں فلکب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین لم معاویہ بن صفیر
 اما بعد فانه امانی کتابک امر الی قوله خابطا لتمرصل به ان قال عیبت
 انما افتد علی بیعتک وکنت امر من المهاجرین اور دت کما اور دوا واصله
 کما اصدره واما کان الله لیجمعهم علی ضلال ویضربهم بحصی واما ما میزت
 بین اهل الشام واهل البصرة وبنیک وبنی طلحة والزبیر فلیحکم ما الامر
 ذلک الا واحد ثم یتصل بقوله لانها ببعده عامه الخ آخر میں شرح کیا ہے
 ولما ینبذ علی هذا ان هذا الفصل المذکور لیس من الکتاب الاول
 الاول لریکن فیہ ذکر مواعظہ حتی یدکر ہائے جوابہ غیر ان السید
 اضافہ الی هذا الکتاب کما هو عادته فی عدم مرادات ذلک واما لانتقم
 اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا کر رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ میں عبارت جہا میں
 نہیں تھی اضافہ کر دی اور درج ہو کر یہ عبارت جو غیرت نامہ اسد سے شروع ہو کر بغیر ہم
 ہمیں چشم ہوا کی چوبی الف نہ رہے تھی یہ بھی حذف فرادی ہوا کہ اسکی کو موقع ہستہ لال کا
 ماتہ نہ آو گی اسکی بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہے۔ جسکا شروع یہ ہے

بنا بسین کے خطبہ میں حضرت رضی کے فقرہ

اور بعد ازاں سر کے من پر میر کہ جاب یہ ہے کہ یہ تسلسل ہوا کہ پہلے خطبہ میں ہے میں کہہ کر کہ یہ
 خطبہ میں موصفت ہو کر ہوتا تھا چنانکہ کہ اسکی جواب میں اسکو ذکر ہوا مگر یہ یہ ہے اس خطبہ میں اضافہ کر دیا
 جیسا کہ اسکی عبارت ہی کہ میں یہی سرور کہایت ہیں کرتے - ۱۲ -

ومنك بآله في معوية فاراد قوما قتل دنيا شاح او سكر شرح مين فرمانے مين
 بقدر يتصل به قوله ولعنه الخ وهذا خبط عجيب من السيد مع وجود
 كتيبة في كثير من التواريخ اب اب يكيه يكيه شرح اب سكر سكر سكر سكر سكر
 كتيبة فرمانے مين خیر یہ ایک بطور جملہ معترضہ کی حضرت مخی طرب کو جملہ دیا یہی یاد کریں
 اور کچھ اسی جگہ خاص نہیں بلکہ یہ قطع و برید ہیست جگہ ہی اب پر ہم اصل مقصود کی طرف
 جو ہم کرتے ہیں اور گذارش کرتے ہیں کہ جناب امیر کی کلام بلاغت نظام سر واضح
 دعیان ہو گیا کہ خلفا راشدین کے معیت اجماع اہل حل عقد سہی منعقد ہوئی اور خداوند تعالیٰ
 اور رضوان کے نورانی اور پتھر نوروشنی ڈالا اور جس شخص نے اس سے اخراجات کیا بغاۃ میں بعد
 ہو کر مستوجب جہاد ہو بلکہ جہنم کا مستحق ہو اب فرمانے کہ جناب امیر خلفا راشدین
 خلافت کو وقت اگر ہم راہ ہاجرین والفسار کے تھی جیسا کہ معتقد اہل حق کا ہے تو فہم المراد
 اور اگر ہاجرین والفسار سے خارج تھی حاشا ثم حاشا معاذ اللہ جو کچھ لازم آتا ہے ظاہر
 و باہر ہی آج ہی زبان اس کے ادا کی طاقت رکھتی ہے اگرچہ بعد اس وضوح و تبیان کے
 حاجت نہیں رہی کہ ہم ادخل کا تحقیقی ہونا اور یہی ثابت کریں۔ لیکن تبرعاً حضرت مخی کے
 مزید اطمینان کے لیے پتھر ہی سے اور یہی گذارش کرتے ہیں ذرا متوجہ ہو کر سنیں علاوہ اس کے
 کہ جو کچھ فیج البلساۃ سے نقل کیا گیا اور جگہ یہی جملہ آیا وہیں مذکور میں اس پر اول دلیل
 میں کہ حضرات ائمہ اہل حل عقد کو تسلیم کرتے تھے اور امامت کو اجماع سے منعقد اعتقاد کرتے
 تھے بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجماع جمیع کا شرط نہیں سمجھتے تھے اول ہم ارادہ انھیں سے
 نقل کرتے ہیں۔ ولعنه لمن كانت الامامة لا تعقد حتى يحضرها عامة الناس
 ما الى ذلك مبطل ولكن اهلها يحلون على من غاب عنهم ليس للشاهد ان يرجع لاللقاب

۱۔ پھر اس کے ساتھ متصل ہے قولہ و تعری الخ اور یہ سید ۶ سے عجیب قسم کا قطع ہے یاد ہو کہ جناب
 امیر کے خطوط اکثر تواریخ میں مذکور ہیں۔ ۱۲۔

نہایت عزیز و محترم ہوں

ایسا کیا اور کیا کہ اگر تم قاتلین عثمانؓ کو ہمارے جلیلین رجال ادا دے جاؤ اور اس کے لئے جو کچھ چاہو
 کرنا چاہو اہل اسلام جبکہ خلیفہ بنا دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن حسن نام دست راست و دست
 ایسا کہ بعد جب وعدہ جناب اہل خود ناگہ حاضر شوند جمیع مردمان بھی باشند با نفاذ و امتثال
 کی طرف اشارہ کیا ہے اب انکار و عیب ہے اہل شام را رعیت آل انام علیہ السلام ہمارے
 میں جیسا کہ شرح مساج است و انفاق و جمیع اہل اسلام و انحراف استارت فرمود باہین کلام کہ اس طرح
 امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دستور و میستار و بلکہ معتبر و انفاق و
 اتفاق اہل حل و عقد است اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر امری از امور حیا کیہ اشارت فرماد
 ہر ان و لیکن اہل است حکم کیکنند کہ کہ غائب است آذان پس از آن ثابت ہوا کہ
 ہر چو ظہیر و زکیر او بیعت رجوع ناید و نہ غائب را چو معاویہ کہ اورا برای خویش اہل حل و عقد
 بلفظ اس عبارت کو نال کے نفسی ملاحظہ فرمادین اور اس کی ترجمہ کو جو ان کے زور و امری سے
 پڑھیں اور کہیں کہ اس صراحت کو ساتھ جناب امیر رومی اللہ شہنے اہل حل و عقد کو جس طرح
 ثابت فرمایا اور ان کے اجماع سے انفاق و امتثال کو تسلیم فرمایا اور انفاق و اجماع کے پس
 نسبت عدم ہنر اظہار فرمایا اور حضور بعض کو کافی فرمایا اور بدیہی ہے کہ ہر
 اور ام نہیں نو وہ خطبہ جو ابہ الترام ہی اور اس کے ہم معنی ہے وہ ہی الرامی ہے
 محمد اللہ و امت خود جناب امیر نے اہل حل و عقد کو اجماع کی حجت انفاق و امتثال
 کہ یہی ثابت فرما کر اور مہاجرین و انصار کے اتفاق برترتب رضا آہی بنا کر فرمایا
 بدست تبع کو بیخ و بنیاد سے قطع کر ڈالا۔ دوسری بیخ و بنیاد سے
 مکاتیب یہ ہیں۔ و مہنا فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کمال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اما و کہ خطبہ میں یہ ہے کہ کورسی و کاست امور اللہ علیکم تود و عنکم قصد روا الیکم فرماد
 تاویج ابن میثم ہنسی مختصر شرح میں جس جملہ کی شرح اس طرح فرمایا
 اس کے کام سے اور کورسی ہی و مہنا سے ہی اہل حل و عقد کو ہنسی ہنسی۔

قولہ کا منت امور اللہ الی قولہ ترجع الی انکم کنتہ اهل الاسلام والحن والعقد
 فیه وھم المهاجرون والاکلا لھما سراپا ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائی اور دیکھیں
 کہ حضرت ابنی اصحاب کو اہل حل عقد فرمایا ہیں اور شارح کی تصریح سے صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل عقد یہاں جہین و انصار میں اور جب اہل حل عقد ہونا ثابت ہو
 تو آپ کے شرائط ثلاثہ باطل ہوتی تو اصل اصول دین آپ کا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہو جائے
 تمام اصول و فروع بھی باطل ہو گئی اور ظاہر ہے کہ یہ خطبہ مجتہد ابنی خواص اصحاب
 کی ہے تو اس میں نہ الزامی ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجائش ہو سکتی
 ہے۔ تیسری جگہ نامہ فیما بین حضرت امام حسن اور حضرت امیر موحیہ تحریر ہوا تھا
 اور اس کی نقل ہم منقریب اوپر کر چکے ہیں اس کی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات کے
 لیے کرتے ہیں ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائیں چنانچہ علی السبیل الیہ ولایۃ
 المرسلین علی ان یصل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
 وسیرۃ الخلفاء الصالحین وسیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین
 واقع ہوا چنانچہ صاحب الزائۃ الغنی کے مخاطب نے اس طرح ضبط کیا ہے اور دوسرے جملہ انکو
 متصل مذکور ہے ولین ملوۃ نبی سفیان ان یعمد الی احد من ائیدہ
 بل یکنوا لاحد من ائیدہ من المسلمین انتہی یہ مروی ہے اس سلسلہ کے حقیقت خلافت خلفاء
 اور حجت و حقیقت اس حجت کو جو بطور مشورہ کے بین المسلمین واقع ہونا ثابت کرنے میں اگرچہ
 یہ امر ثابت ہو گیا تو تمام پیشینہ اصول و فروع باطل ہو گیا اور مذہب اہل حق ثابت ہو گیا
 علی ذلک بعد ان اس قدر کہ از سن کر ماضور ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کی الزامی ہونے
 پر جب انکا کوئی دلیل ہم نہ پاؤں تو تاخر بیعت کو قرینہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو
 جو مشورہ سے کہنا ہے نا اہم حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا بیعت نبیین قرآنی اپنا بدل
 نہ لایا تو ضرور ہو اگر مختصر حکم اسکا بھی جواب کہ از سن کرین پس منہم ہو کہ منہم جملہ انکو

یہ خطبہ مجتہد ابنی خواص اصحاب کی ہے
 اور اس کی نقل ہم منقریب اوپر کر چکے ہیں
 اس کی چند الفاظ کی نقل اپنی مدعا کی اثبات کے
 لیے کرتے ہیں ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرمائیں
 چنانچہ علی السبیل الیہ ولایۃ المرسلین
 علی ان یصل فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنتہ رسولہ
 صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الصالحین
 وسیرۃ الخلفاء الراشدین المہدیین واقع ہوا
 چنانچہ صاحب الزائۃ الغنی کے مخاطب نے اس طرح
 ضبط کیا ہے اور دوسرے جملہ انکو متصل مذکور ہے

جواب میں ہیبت رکافی ہے کہ یہ فی الحقیقت قرینہ ہی نہیں ہے کیونکہ اولاً تاخیر غیر مستلزم ہے
چنانچہ اسی عرض جو تاہم ہے۔ تاہم اگر تاخیر تھا تو قدح فی الاستحقاق غیر مسلم اور باطل ہے تاہم
ممکن ہے کہ تاخیر خطا رہتا ہادی کے وجہ سے ہو۔ راجعاً اس کی ضروری دلالت اس خط کے الزام
ہونے پر تسلیم نہیں کیجا سکتی کیونکہ اگر بالفرض اس تاخیر معیت سی آپ کی تاخوشی مفہوم
ہوئے ہو یہی تو سادہ سا کاک آجکا خلفا کی ساتھ تمام دنیا دی و دینیوں سمویں میں
و غلہ رہا صریح اسکا بطن ناسخ ہے ان اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء کی معیت سے تمام
عمر تاخوش رہتی اور ان کی کسی کام میں شریک نہ ہوتی اور ان کی اطاعت نہ کرتے اور دہائی
ہجرت کر کے کہیں نکل جاتے اور تمام مسلمانوں کی عداوت میں رہتی تو شاید یہ کلام
اس قرینہ سے الزامی سمجھو جاتے۔ علاوہ ازیں یہ قدر واضح گذارن ہے کہ جناب امیر کا
مذہب دوم ہو چکا ہے کہ اعتقاد خلافت کو دہائی جمیع کی حسب کو ضروری نہیں سمجھتی تو
جب اکثر افراد اہل حل عقد نے بیعت کر لی خلافت منعقد ہو گئی تو جناب نے یہ خیال کیا
کہ بیعت تو منعقد ہو چکی ہے غلامین میں بیعت کر دیں یا ان کو دیں اور ان کی دلیین بطور شرک
استہدار و عدم منورہ کی وجہ سے طال تھا ہی نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ کو استحقاق خلافت
خلیفہ اول میں مال ہو سلیبی آپنی تاخیر فرمایا اور یہ نہیں ہوا کہ آپ نے اطاعت سے
انحراف کیا ہو اور اگر کہیں اتفاقاً بالفرض ہو تو ہم کب آپ کو معصوم اعتقاد کرتے ہیں
عرض جناب امیر کو استحقاق خلیفہ اول کی نسبت میں کہیں تردد نہیں ہوا اور نہ کہیں
استحقاق خلافت کا انکار کیا باقی رہا نقض خلافت کو شریکی بابت ہم شروع
رسالہ میں عرض کر چکے کہ روایت سی صراحتاً یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ نقض خلافت کے شریکی
کیسی ہوں بلکہ چونکہ یہ اجتماع دشوری منجر نفسا و تہی تو سلیبی ان کو نقض خلافت کے
شوری کہا گیا بعد عذر و معذرت کے صفائی ہو گئی تو بخوشی و طیب نفس بیعت
کر لے چنانچہ یہ ہی اوس روایت میں مذکور ہے جسکی تعین بخاری سے ہمارے محیب

نبیؐ نے فرمائی عسلاہ ازین ہم حسب مذاق اپنی مجیب لیب کے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حسب
 روایات شیعہ کے یہ بھی ممکن نہیں کہ جناب امیر مہدی الغفار و خلافت صدیقی بعیت کرین
 اور مختلف فرادین بیکہ شش ماہ تک مشرف رہیں کیونکہ کمال تاکید و تشدید آپ سے صحت و سکوت
 کا عہد لیا گیا تھا اور عدم منازعہ و مناقشہ کا ختمی عقدہ کر دیا گیا تھا تب محتوم بخواتیم الذمیب
 اسی مدعا کو اٹھائی نازل ہوئی وصیت نامہ آپ کی شہادت و خواتیم کے ساتھ مرتب ہوا تھا
 سابقین ہم شرح ایچ البلاغہ میں لکھ چکے ہیں و کان معہودا علیہ ان لا ینزع
 فی امر الخلاۃ الاہم اور صدہار روایات اس پر قال ابن تھمین موایت نقل کے ہی
 ردی ابان بن عیاش عن سلیم بن فیس المہدلی وغیرہ عن عذرہ ان عمر قال
 اعلیٰ از لہ تبایع ابابکر نفقتک قال لہ لو لا عہد عہدہ الی خلیفہ لست اخوانہ
 لعلمت ایضا ضعف ناصر اقل عدد اقرآن کے تحریف پر ابوہریرہ سے نہ بولے بنات
 طیبات کے معاذ اللہ تو یہ تو بہ غضب پر لایا ہوں و چراو کی صدہا احداثات اور تبعات
 ہوئی اور چکر اسی باعث سے پیچھے کیوں تو باوجود معصومیت کی کیونکر ممکن ہو کہ حکم
 آپ کی خلافت فرادین اور وصیت رسالت بنا ہی پس شہادت و مال دین اور تسلیم خلافت میں
 چون و چرا فرادین مان یہ ممکن ہو کہ بعد انتقال حضرت علیؑ علیہ السلام غم مفارقت میں
 مشغول رہیں اور بعد اسکی جسے صحف میں مشغول رہیں جو جسکی نسبت اقلیم کہا کرتی
 کہ جب تک جمع نہیں کر لیا چار نہیں ہوتا تھا۔ تفسیر صفائی میں ہے۔ ردی علی بن ابیہریم
 القمہ باسنادہ عن ابی عبد اللہ قال ان رسول اللہؐ قال لعلم

جناب امیر سر غیبہ لیا گیا تھا کہ امر خلافت میں جہگرم نہ کرنا۔ سلیم بن فیس ہالی وغیرہ کسی روایت سے
 کہ ستر علیؑ کو کہا اگر تو ابوہریرہ سے بیعت نہیں کر لیا تو بیکہ ہو چکو نقل کر ڈا اب ستر حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اگر خدا
 جویر خلیل ہے جسکی میں کہ جسکو میں توڑ نہیں سکتا تو تو جانتا کہ ہم میں کون خلیفہ تر ہو گا دون والا اور ہونی
 متداولہ ہے۔ امام ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے بیعت کر لی ہے اور میں نے
 علیؑ سے فرمایا۔ ۱۲۔

یا علیؑ ان القرآن حلف دراشی فی المصحف والحریہ والقراطیس محدودہ
واشمعہ ولا تصبیحہ کما ضیعت الیہود التورۃ فانطلق علیہ فجمعه فی ثوب اصفر
لمرحم علیہؑ ینتہ وقال لا ابدی حتی اجمعه قال کان الرجل لیا قیہ یصحح اللہ فیہ ^{جمعہ}
اور ظاہر ہے کہ اس جمیع و مالیف کی یہی ایک ممتاز ماہ جاہلی ہے۔ اس سے فارغ ہونے کی کھشت
فاطمہؑ کی دیکھو اور تیمار داری حضرت عائشہؓ سے متوال مبتلا ہونے پر مگر تو ان علیؑ کی وجہ سے
ست یا حیات و طمرہ صی اللہ عنہا مقلد صیبت میں تاخر رہا ہو گا ورنہ بطور منافقہ اور منافقہ
کر ہر ممکن نہیں کہ آپؐ مجیب سے تاخر فرمایا ہو ہر حال پر خلاف روایات معتدہ اہل سنت
اگر اس تاخر کے وقوع کو جو روایت منقولہ سے مفہوم ہوتا ہے تسلیم کر لیا جاوے تو فریقین کے
نزدیک بردایات خود واجب التاویل اور معروف عن انصار ہے اہل سنت کے نزدیک تو ظاہر ہے
کہ ابو بکر صدیقؓ خلیفہ برحق ہے اور ادنیٰ انحراف کبیرہ تھا تو بغرض عبارت ذیل جناب امیر
تایل واجب ہے اور شیعوں کے نزدیک اس سے بھی اظہر ہے کیونکہ امام معصوم کا خلافت حکم خدا اور
کہا محال ہے تو تاویل لازم ہوتی باقی رہا حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کی جاہلیت کا حال
سو شرح بھیج البلاغہ اور تالیفات مجلس سے خوب روشن ہے کہ خطا اور صحابہ کے نزدیک کیسی
وجاہت تھی کیا اس کی نام وجاہت ہے کہ کوئی دقیقہ تدلیس و نہیں دے جہستی کا (معاذ اللہ)
خاک بہن و ثمن ان آن پاک نراؤ۔) اور پھر نہ کہا تفصیل کے بقدر سابق میں مذکور ہو چکا
تو جنہوں نے خود حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کے حقوق غصب کیے اور ضرب و تنہس کے اور
گھر کو جلاؤ والا ٹودہ اور کمر وجاہت کی وجہ سے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کریں گے

۱۔ اسی علیؑ و ان میرے درمیان بھی مسجد اہل بیتؑ کے واسطے ہے کہ اس کو ایک کھانا کھجور اور مائع کیجو
صلح ہو چکا وراثت کے مائع کرنا پس علیؑ نے اس کو جمع کیا اور کثرت میں پر اس پر ہر گناہی اپنے
گھر میں اور فرمایا میں تاوقتیکہ اس کو جمع ذکر لوں جاؤ رہے گا۔ کب بعض شخص لکھتے ہیں آہ ہوتا تو دل
جاؤ رہا اس کی یہی بکھتر سے جانتا کہ آئے اس کو جمع کر لیا۔ ۲۔

ثان اس قدر گداری کرنا دیکھا جائے کہ یہ روایت بخاری کے جسکو ہماری تحسین سبب نے
اپنی اسناد لال میں پیش کیا ہے دوسری روایت صحیحہ صحیحہ معارض ہے جس میں صاف مذکور ہے
کہ حضرت علی زبیر نے ابتداء اتفاق خلاف میں بیعت فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور
حاکم اور ہیثمی نے تصحیح کی ہے اور الفاظ اسکو مخصوصاً صواعق سے نقل کرنا ہونے سے بالعموم
الہ ہاجرون والا لہمار وصعد ابو بکر المنبر و نظر فی وجہ القوم فلم
یر الزبیر فدعا بہ فجاء فقال قلت ابن عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ^{اردت} حوائج
ان تشق عصا المسلمین فقال لا اثرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقام فبالویر نظر فی وجہ القوم فلم یر علیاً فدعا بہ فجاء فقال قلت ابن عم رسول
صلی اللہ علیہ وسلم فمخنتہ علی بنتہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال
لا اثرب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیا بعد ازیر اسکی قرب دوسری روایت
ابن حجر نے صواعق میں نقل کی ہے و اخرج موسیٰ بن عقبہ فی معاریہ و الحاکم
وصحیحہ عن عبد الرحمن بن عوف قال خطب ابو بکر فقال واللہ ناکثہ ^{لما} یصلی الیہما
یوما ولا لیلہ قط ولا کنت راغباً فیہا ولا سالت اللہ فی سر و علانیۃ ولكن
استغقت من الفتنة وما لی فی الامارة من راحة لقد قلت امرًا عظیمًا

طہ پر آپ صبر ہوا جریں ۱۲ الف سے بیعت کی۔ اور ابو بکر منبر پر چڑھا اور جو قوم میں منبر کی زبیر کو
نہ دیا اسکو بلایا اور اسی فرمایا میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہونپی کا بیٹا اور بچہ حواری تو نے مسلمان کی جماعت کا
تقرین کرنا چاہا اسی قول اللہ کے مخالفین ۱۸ میں نہیں سہا دینا اور بیعت کی پہون جو قوم میں منبر کی اور میں کو نہ کیا بلایا کہ اسی فرمایا
میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچہ کو مینا اور بچہ والا تو نے مسلمان کی جماعت کا تقرین کرنا چاہا کہ اسی خلیفہ رسول اللہ کے طاعت
میں پہون بیعت کی ۱۲۔ ^{طہ} موسیٰ بن عقبہ نے اپنی وصیہ میں اور حکم نے تصحیح کے ہی اور تصحیح کے ہی تصحیح میں
بن عوف کو کہا خطبہ پڑھا ابو بکر نے اور کہا کہ اللہ کی قسم میں از دست پر کہی کسی دن اور کسی رات حریمین ہوا اور میں
اس میں رغب ہوا اور نہ ہر شیدہ و غافلہ اسکی سوال کیا ہوتی لیکن میں نشہ سسی ڈرا اور مجب و از دست میں کہی
راحت نہیں میں ایک اس عظیم گل میں پہنایا گیا ہوں۔ ۱۳۔

تالی بہ منطاقۃ ولایۃ لا بتقویۃ اللہ تعالیٰ فقال علی والزید یا غضبنا لا
 لانشرعنا المشوقہ وانا نری ان ابابکر وحق الناس بها انه لصاحب الخار وانا
 لنعرف شرفه وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ وهو حی اور جب ہم اس
 روایت میں جو ابو حبیہ سے مروی ہوئی اور اس روایت میں جو بخاری میں حضرت عائشہ
 رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی اور بخاری مجیب بی بی کے اوکو اپنا استدلال قرار دیا ہی
 وجوہ تعلق کو دیکھتی ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المؤمنین کا اون مجامع میں شریک
 ہونا ثابت نہیں بلکہ ظاہر نہایت مستبعد ہی اور ابوسعید خدری راوی حدیث بیعت
 ضرران مجامع میں شریک تھے تو وہ جو کچھ بیان کر چکی اپنی مشاہدہ محسوس اور اپنی معائنہ
 روایت کر چکے اور یہ بھی ہی لیس لکھ کا عائشہ تو اسلی روایت ابوسعید کے جو مثبت بیعت
 سے نسبت روایت ام المؤمنین کے جو ثانی ہے ارجح ہوگی علاوہ ازیں۔ حضرت
 ام المؤمنین کے روایت متضمن نفی کو ہے اور حضرت ابوسعید کے روایت متضمن اثبات کو
 اور قاعدہ ہے کہ عند التراجیح اثبات نفی بر مقدم ہے اور مثبت ثانی سے ارجح واقوی ہو کر معلوم
 جیسا اسکی مقدم اس آیت وحدیث کو بھی متضمن کیا جاوی جسکو ہماری فاضل مجیب نے
 ملخص کیا ہے یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ومناف
 ولریعہ امام زمانہ الخ اور اس ضمیمہ میں خیال کیا جاوی کہ حضرت امیر کے شان ارفع ہے کہ
 خلیفہ برحق سے تاشا مشا و منحرف زمین۔ چنانچہ سابقہ روایت بجا مجلسی گزرجکا ہے کہ نقیہ
 اسرا جو رہی مثل خدا و رسول کے واجب الاماۃ ہیں اور اول الامر کے زمرہ میں سے ہیں تو ان

سے جسکی بحالہ کے تقویہ کے بلکہ حاکم اور توت نہیں تو اس پر علیہ السلام تیرے کہا ہم ہر شے میں ہر شے
 کے ہم سے بھی مٹائی گئی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ اگر کوئی گنہگار ہے یا وہ اسکی ستمیہ بین کی کہ وہ یا نہ
 میں اور ان کے بزرگی اور ہدایت کو ہم پہنچتی ہیں۔ اور ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نذر حیات
 میں ہمارے است کو اگر کوئی فرمایا ہے۔ ۱۲۔ ۱۳۔ جبر معائنہ کی بار نہیں مٹے ۱۴۔

الحمد لله
 رب العالمین

وجہ غلوڑہ سی ابو سعید کے روایت کو حسبِ عدہ رجحان و اعتبار ہوگا تو اب اس صورت میں مرجع فقہی بیتِ اول کا جو روایت بخاری میں ام المومنین سے ہے یا تو علم اور اطلاع کی طرف ہے کہ آپ کو بیعت سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یہ بیعت ہے جس کے بعد کچھ ممال و شہر بھی نہ ہی ہو چو کہ بیعتِ اول کے بعد ہی نئے کچھ ممال مل رہے تھے اور معاہدہ فک اور سکانتیمہ ہو کر اور باعثِ شہید کی ہو گیا اور بخاری و تیمارداری حضرت زہرا اور بی بی ثوی اور عہدِ حاضر میں پیس خلیفہ رجحان کا سبب ہوا اور اس کے بعد جب آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی پاس ملا کر تفصیلاً معذرت فرمائی اور انصافیت کا اقرار کیا اور کہ بیعت کر تو قلب شریف ملا کہ دلت سے بالکل صاف ہو گیا اور عام طور پر سمجھا گیا کہ آپ نے بیعت فرمائی یہ کیفیت جہاں تک روایات میں دیکھا جاتا ہے تو آپ کا ممال یا تاخر عدم المیتہ و صلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تھا جو قاض یا مضر نظام ہو کہ میں روایت نے اس کو صراحتہ بیان کیا۔ ما غضبنا الا انا اخنا عن المشركين کما تہ روایت کیا اور کہا ولکننا لکنایہ ان لنا فی ہذا لام نصیبنا اور ظاہر ہے کہ تقریباً بیان عبارت نہ لام نصیباً سے مراد مشورہ ہی کیونکہ اقبل اس عبارت کا یہ ہے وحديث لم عليه على الذي صنع فاستم على ابى بكر ولا انكار للذي فضله الله به اور بعد میں کو رہی واستبد علینا تو اس عبارت کے اقبل و بعد کے لحاظ سے ہرگز یہ معنی معلوم نہیں ہوتے کہ نہ فی نہ لام نصیباً سے مراد استحقاق خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جانتی تھی کہ خلافت ہمارا حق ہے یہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے روایتِ مسلم کی ابو سعید سے جو تاخر بیعت پر دال ہے اس کو تراجم بخاری نے سببِ م

۷ اور لیکن ہم جانتی تھے کہ ہم کو یہی پس اس میں حصہ ہے۔ ۱۱۔ ۱۲ اور بیان کیا کہ ابو بکر اپنی اور اس کی فضیلت کے آثار نے کچھ اس پر بغیر غمہ نہیں کیا جو کام کیا ہے۔ ۱۱۔ ۱۲

اسناد زہری کی ضعیف کہا ہے اور عدوا حق محرقہ میں لکھا ہے قال البیہقی واما ما وقع
 فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخیر بیعة حو و غیرہ من بنی ہاشم الی
 موت فاطمۃ فضعیف فان الزہری لم یسندہ وایضاً فالروایۃ الاولی عن ابی
 سعید علی الموصولۃ فیکون اصح انتہی پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ تحقیق خلافت
 خلیفہ اول سے جناب امیر کو کہی انکار نہیں ہوا اور روایت تاخیر بیعت کو رجحان ہی اور
 اس سے استدلال ہماری فاضل محیب کا صحیح نہیں ہے اور او کی مفید دعا تو اس سجدہ کا
 تحذیر فرماتا - اللہ بالیعنی القوم الذین بالیعوا اما بکسر و عمر و عثمان اسویرہ ہی
 کردہ خلافتیں عند اللہ اور ہماری نزدیک اور تمہاری نزدیک حق ہی اور بیعت اہل حل و عقد
 سے ثابت ہوئی ہیں اور جس سے وہ بیعت کریں او کی خلافت حق ہی تو اس سجدہ سے ہوا
 استدلال فرمایا کہ اسکی حقیقت میں کسی کو کی طرح کا قائل نہ تھا اور ہمیشہ دہشت و شکافا حدہ ہے
 کہ ایسی ہی وہاں سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ جبکی حقیقت مثل آفتاب نمبر و روشن ہو
 پس یہ دلیل ہی ایسی قطبہ حقیقت سے مرکب ہے کہ جبکی حقیقت عند اللہ و عند اللہ
 مسلم اور فی حقیقت یہ دلیل اس وقت ناممکن ہوتی ہے بلکہ لاجواب ہی جیسا کہ
 تحقیقی استدلال کی وہی اور مقدمات حق سے مرکب ظہر جادی کیونکہ جب واقعہ اور نفس الامر
 اور عند اللہ و عند الفریقین صحت و حقیقت خلافت کے اجماع اہل حل و عقد سے ثابت
 ہے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی یہی حقیقت خلافت ہی طرح امیر انسی دلیل سے ہم ثابت
 کرتے ہیں تو آپ ہی فرمائی کہ اس دلیل کا کیا جواب ہے اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کیونکہ اگر
 کہ سکتے ہیں اگر اسکی جواب میں یہ کہیں کہ صحت و حقیقت خلافت بیعت اہل حل و عقد
 سے یہ جتنی سے کہا ہے کہ جو - دلیل ابو سعید سے مسلم میں واقع ہوئی ہی موت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا
 بیعت جناب امیر کو بنی ہاشم کی ایت وہ ضعیف ہی کیونکہ زہری نے اسکو مسند نہیں کیا اور زہری
 ابو سعید سے یہ قول ہے قرأہ الصبح ہوئی - ۱۲ -

اور سوقت مترتب ہوتی ہے جبکہ بیعت اہل حل و عقد صلاح للخلافت کو واسطی واقع ہو چنانچہ خلفا
 ثانیہ کر لیں ہوئے ہوتی اور اگر غیر صلاح کے یہی واقع ہوگی جیسا کہ جناب کے یہی ہوتی
 تودہ بیعت مثبت نہ ہوگی تو ظاہری کہ یہ تردید بالکل مردود ہے اور اسکا جواب خود جناب پر
 ز ادب خط میں جو اسکی جواب میں لکھا بخیر فرمایا وہ یہ کہ جب خداوند تعالیٰ نے صحت
 خلافت بیعت اہل حل و عقد پر رکھ دی ہے تو جسکو وہ خلیفہ بناوینگی اور باختیار خود جسکو چاہے
 بیعت کرینگے وہ صلاح للخلافت ہوگا ایسی اور کی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالیٰ
 اوفکر پرگزرا ہے ہر مجمع نہیں فرمادیکا اور اگر انکی بیعت خلافت باختیار خود کسی غیر صلاح
 للخلافت کے نام نہ ہو واقع ہو جائی تو سب گمراہ اور ضال ہو گئی اور تمام خلافت پر مجتمع
 ہو گئی اور یہ حال ہے تو اہل حل و عقد کا کسی شخص کے بیعت پر شفق ہونا خود اسکی صلاحیت
 اور اہلیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا نہ امیر معاویہ اسکا کچھ
 جواب دیکھتے ہیں اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی اذکر طرف سے اسکی تردید کیجیے اور اگر اس دلیل
 دلیل الزامی کہا جادی تو ناقص نہ تمام ہے اور ہرگز مثبت نہ عائد ہوگی اور اسکی جواب میں
 جناب امیر مازم و محجوج ہو جائیگا کیونکہ جب امیر معاویہ نے بجا اسکی اہل حل و عقد کے
 بیعت پر ترتیب حقیقت کر لیں صلاحیت و عدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب
 فراموشی الزام تو باطل ہو گیا اب جناب امیر کو مدح ثبوت صلاحیت دالہ کا پیش آیا تو
 اوسکو خود اس بیعت اہل حل و عقد سے ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ واقعی اور نفس الامر میں
 تودوسری کسی دلیل کی طرف مثل بعض عصمت کے رجوع فرماوینگے اور یہ دلائل ایسی ہیں کہ حد
 مواقع و مرعی پیش آئی لیکن کسی ظاہر نہیں کی گئیں پس انکو نسبت امیر معاویہ کو اذکر
 البطلان میں آنا ہو کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہ دلائل خلافت ثانیہ کے زمانہ میں کبھی
 پیش ہوئے ہیں جو آج میرے مقابلہ پیش کیجائے ہیں اور جب انہوں نے تسلیم
 نہیں کی تو میں کیونکر تسلیم کروں تو آپ ہی فرمائیے کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا

جواب ہے اور اس مرحلے سے کیونکہ خلاصی ممکن ہے بجز اسکی کہ آپ لازم و مجموع میں اور
 اگر چاہئے کوئی امر اسوقت تراشا ہے ہو تو اس جواب کہ محفوظ خاطر رکھنا ضروری ہوگا جو
 اسکو جواب میں خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا اور اس قول میں جواب ہے
 یہ جملہ تحریر فرمایا (اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپ کے خاتم الحمدین اپنی تخریر عالمی سے اصل
 سمجھ گئی ہیں یعنی ذمتک وانت بالشام الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے
 کہ اپنی سمات کو بیان کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں) معلوم نہیں آپ کے کس
 حالت میں یہ جملہ تحریر فرمایا نہ مدعا صحیح ہے نہ دلیل دعویٰ کے مطابق اور نہ کمال
 اب مبنی کہ حضرت خاتم الحمدین کی ذمت الزام تحریر فرمایا کہ وہ جملہ ذمتک و
 انت بالشام کو اپنی تخریر عالمی سے اصل سمجھ گئی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہو اور
 بیان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور میں چاہے
 امیر نے ادل اپنا دعویٰ ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے جملہ سی بیعتی ذمتک وانت بالشام
 اور اسکی بعد اسکی دلیل بیان فرمائی پس جملہ مذکورہ اس اعتبار سے کہ مکتوب میں ذمائی
 اصل ہے اور اس اعتبار سے ہی اصل ہے کہ دعویٰ مقصودہ ہے جسکا اثبات نہ تقرری
 ہے حضرت شاہ صاحب کو الزام دیا کہ وہ اپنی تخریر عالمی سے اصل سمجھ گئی اور کیا وہ حقیقت
 اصل نہیں ہے کہ سہ ماہی سے قطع نظر اس سے جسجگہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط
 نقل فرمایا ہے اور اس پر بحث کی ہے چنانچہ ہماری فاضل مجیب ہی کہ جسجگہ سے خط کو نقل
 فرمائے ہیں وہ ان اس جملہ کا کچھ نہ کہہ رہے ہیں اور نہ اسکی اثبات و عدم اصابت
 فرض فرمایا ہے اور اس جملہ سے تعرض کرنے کے کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ محض دعویٰ
 ہی دعویٰ ہے اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہے تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات
 الزامیہ جملہ خصم سے مستلال فرمایا ہے یا مقدمات حقہ ثابتہ نے نفس الامر سے اور ان
 جملہ کی اثبات و عدم اصالت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق ہے

تحریر عالمی تخریر عالمی تخریر عالمی تخریر عالمی تخریر عالمی

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی امتیاز سے تعرض فرمایا اور اگر یہ بھی تو اسکی امتیاز میں کچھ
 تردد نہیں نہ حاصل ہوا ہی کرتا ہو۔ پس یہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار ہماری
 فاضل محبت کے خوش فہمی ہی تحفہ کے جوابات میں کہیں کچھ مضمون دیکھا ہو گا یہ سمجھو کہ
 کچھ سے کچھ نقل ترجمہ کر دیا اسکی بعد یہ کہنا کہ جب جملہ الزامی تحریر ہوتی پر دال ہے ہر
 بحر اور ایمات محض ہے عا کو دلیل کے الزامی تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا غلطی اسکی
 خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا سلمہ اور خصم کا غیر مسلمہ اگر اسکا ثبوت صحت
 وحقیقت نفس الامری بحث نہ ختم مطلوب ہوگا تو دلیل تحقیقی ذکر کیجا دی ورنہ اگر صرف
 اسکا ت و الزام خصم مقصود ہوگا تو دلیل الزامی ذکر کیجا دی گی پس یہ کہنا کہ جب جملہ تحریر
 الزامی ہونے پر دال ہے حضرت کے کمال تبحر علمی پر دال ہے ان حضرت کی تبحر علمی سے
 کچھ یہ نہیں کہ اس جملہ میں جو لفظ ارتکاب کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا ہوتا تو اس سے
 جناب نے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہوا کہ یہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر
 دال ہو اسکی بعد اسکی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے کہ اپنی مستطاب
 کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں سبحان اللہ یہ دلیل اور ہی حضرت کے تبحر علمی خصوصاً
 مناظرہ دانی پر اس طرح دلیل ہے کیونکہ حضرت یہ دلیل جب جملہ لفظت و انت بالاثام کے
 الزام ہونے پر وارد فرماتے ہیں اور سکو کیونکہ مثبت ہے ذرا سمجھا ہی تو سہی گاش
 آپ کے ان افادات تازہ کو کوئی مصنف لیبیب دیکھ کر کہو آپکی علم اور فہم اور مناظرہ دانی کی داد
 اس عبارت سے صاف مستفاد ہونا ہی کہ جملہ لفظت و انت بالاثام کو ہی آپ ثابت
 خصم سے سمجھی ہوئی ہیں حالانکہ یہ مدعا ہی یہ کہ اگر خصم خصم ہو تو وہ خصم ہی کیونکہ ہی اور
 دلیل کے اسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ہی حضرت یہ دعویٰ ہی جو صرف اپنا
 مسلمہ اور خصم اسکا منکر ہے اب اس دعویٰ کا دلیل سے ثابت کرنا مطلوب ہے قطع نظر
 اس سے کہ ہم پوچھتی ہیں اس قول سے کہ یہ داب تحریر نہیں کہ اپنی مسلمات سے خصم پر کوئی

بات لازم کریں (کیا مراد یہی) اگر یہ مراد یہی کہ ایسی اقوال سے جو صرف اپنی ہی مسلمات
 میں اور خصم کو تسلیم نہیں کرتا اور واقعہ اور نفس الامر کی اعتبار سے مسلمین خصم پر کوئی
 بات لازم کرنا اور یہی تو صحیح مسلم لیکن یہ ایک مفید نہیں کیونکہ اس دلیل کی
 نسبت ہم کتب کہتی ہیں کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہی اور باعتبار واقعہ کے غیر
 مسلم ہی اور اگر یہ مراد یہی کہ اپنی مسلمات سے گودہ حقہ واقعہ اور مسلمہ خصم ہی کریں
 ہوں اور یہی خصم پر کسی امر کا لازم کرنا خارج از ادب و تحریر ہے تو غلط ہے اور اس کی نظر
 ایسی بدیہی ہے کہ اس پر حاجت دلیل پیش کر چکی ہے نہیں اور ہم اس دلیل کو
 ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اہل اسلام میں سے کسی سہانہ پر قرآن کے آیت
 پیش کرے یا حدیث پیش کرے یا اجتماع میں کرے تو اس کو کوئی الزامی دلیل نہیں
 کہیگا حالانکہ اسنی اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا جائز ہی غرض کہ یہ جب مستحب
 و غریب ہے جو حضرت کی سچرہ مسلمی و شکارا طور پر بیان کرتا ہی اور علم و فہم و مناظرہ
 دانے کا پورا پورا اندازہ بتاتا ہے **قول** جناب امیر علیہ السلام جو کہ حجبت خدا تھی
 خصم پر ایسی حجبت ختم فرماتی تھے کہ پھر جواب کا موقع نہ رہی۔ **اقول** اس دلیل کا
 ایسی حجبت ہونا جس پر جواب کا موقع نہ رہی و بیوقت ممکن ہے جبکہ اس کو با تباغ
 اہل سنت و دلیل تحقیقی قرار دیا دی اور اس کو سبک ہو جب حضرت امیر کا حجبت خدا ہونا
 بھی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء اسیعہ دلیل الزامی
 کہ جاد تو پھر یہ دلیل ہی نام نہیں ہے چنانکہ امیر عیوباب ہو اور حضرت کا حجبت
 خدا ثابت ہونا تو ثابت لازم منضم ہونا لازم آئیگا چنانچہ معضلاً ہم اس کی گواہی کرتے ہیں
قول کیا کہ بعد الفاظ و بیعت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو بیعت کر دلی دیا
 تو اسے فرمایا کہ تمہارے رسول کے ذریعہ سے انصار سے خلافت لی ہے اب تم ہی انصار
 کو کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون ازب ہے چونکہ تمہنی حق پایا ہے حق دوا

جواب بجز سختی و درشتی حسب عادت خود خلیفہ تاملے کچھ نہ دیا اور جواب ہی کیا تب
چنانچہ ہمہ کل حال کتب معتبرہ تواریخ مثل روضۃ الصفا و غیرہ میں مفصل و مشرح مندرج ہو
اقول اس کلام میں بوجہ چند بحث و کلام ہے اولاً اس قصہ کو اہل سنت و جماعت
کتابوں میں ثابت کیجی اور بعد جواب لیجی اور کتب معتبرہ کے اندراج کو ثابت جو کچھ
آپ نے تحریر فرمایا اگر معتبرہ سے اپنی کتب معتبرہ مراد میں تو ہم پر محبت نہیں اور اگر ہماری
معتبرہ مراد میں تو پہلے اعتبار ثابت فرمائی اور روضۃ الصفا کا معتبر ہونا غیر مسلم سے ثابت
خود اگر کسی کتب معتبرہ میں اس طرح مردی نہیں نہیں البتہ علامہ جو نہایت معتبر کتاب ہے
امین الکہار و سنہ کلام لہ علیہ السلام لما انتہت الی امین المومنین ابنا السقیفہ
بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قالت الاضداد قالوا قالت
منا امیر و منکم امیر قال فہذا حجتہم علیہم بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وصی بان یحسن الی محسنہم و یتجادزا عن مسیئہم قالوا و ما فی ہذا من الحجۃ فقال
لو کانت الامارۃ فہم لہم یکن الوصیۃ بہم ثم قال فماذا قالت قریش قالوا حجتہم
اشجرۃ الرسول فقال لیجئوا بالشجرۃ و اصاعوا النثرۃ انتہی۔ و یکہونہ اس مجلس میں جلیفہ
ثانی کا حاضر ہونا ہی نہ حق خلافت کا مطالبہ ہے نہ تلفار سے کلام و گفت گو ہی نہ
باجہم بجز سختی و درشتی ہی ہمیں صحت ہفتہ نہ دے گی کہ جب آپکو سفید کے خیرین پونجی تو آپ نے
حال دریافت فرمایا اور یہ کلام فرمایا اور اگر وہ ہی روایت معتبر ہوئی تو اسکا کوئی
رضی صاحب نقل فرماتے کہ اول علی القصفونہتی۔ ثانیاً یہ مشاہدہ اپنی حق کا کرنا

۱۔ اور اگر کلام میں جو کچھ سفید کے خیرین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو پاس پہنچا انصاف کیا کیا اور ہر ایک
جواب دیا کہ نہ دے کہ نہ کیا کہ کیا یہ ہم میں سے ہوا اور ایک امیر قریش سے فرمایا معنی اور خبر یہ دلیل سون نہ پیش کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہی کہ انکی نیکی کا روئے کو سب تہہ احسان کیا جاوے اور انکی گنہگاروں کی دنگہ نہ بھی دی
اور ہر ایک کہا کہ ہمیں تو کچھ محبت نہیں ہے فرمایا اگر وہیں امارت ہوئے تو انکی وصیت ہوتی فرمایا تو قریش نے کیا کیا
کہ انکی قریش میں دلیل لایا کہ وہ رسول کے وصیت میں تھی رسول اور وہ ایک درخت کی شاخ میں ہیں پس فرمایا
و وصیت ہی ہستہ مال کہا اور پہلے کو چھوڑ دیا۔

اس کتاب میں جو کچھ مذکور ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے

اور خافار کے ساتھ عالم خلافت میں چون دہر اگر ناسرہ خلاف حکم الہی دوست
 رسالت پناہی ناجائز اور حرام تھا تو کیونکر ممکن ہو کہ آپ باوجود عصمت کے کرب
 معصیت کر سکتی چنانچہ اس کے ایک خطبہ میں جسکا شروع یہی ہے ومنکم لادم کہ
 بیغہ قتال فرماؤ اور اللہ کی سب سے بڑی لعنت ہے اللہ کے لئے لیکن قیام اللہ تو اس کے لئے ہے کہ یہ
 بالکل غلط اور موضوع و مفتری ہے۔ رابعا جب ہم نفس میں الزام میں نازل کرتے
 ہیں تو اس کے غلط اور بوج پاسے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس دلیل کے ہرگز احتجاج
 صحیح نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی عامل اس دلیل کو لائق احتجاج سمجھ سکتا ہے کیونکہ
 یہ دلیل حضرت نے اپنی حقیقت خلافت کے بعد حسب زعم ادلیا سامی فرمائی ہے
 پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے جہت خلافت کی طرح ثابت نہیں ہوئے کیونکہ
 آپ کو اس قول سے کہ قریش نے شجرہ کو بکڑا اور عمرو کو منافع کیا یا یہ مراد ہے کہ بعد کیا
 اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اس سے آپ کی خلافت متنازعہ نہیں یعنی بلا فصل ہرگز ثابت
 نہیں ہوئے بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ حضرت عباس و عقیل احق بخلافت ہیں
 کیونکہ حضرت علی علیہ وسلم سے اقراب نسبت ہیں اعمام کا درجہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے مقدم ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ عدول کو لیا اور فروع کو چھوڑا تو اس سے بھی واضح ہے کہ
 جناب امیر کربلا نے اپنی ایک کوفہ سے ہوئے سے تعبیر فرماتے ہیں حالانکہ ابن العزم فروع
 میں داخل نہیں اور اگر حقیقت بخلاف فروع کے یہی ثابت ہوگی تو جناب نہیں
 نسبت جناب امیر احق بخلاف ہیں اگر اگر ذریعہ مجازیہ مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ ایسی
 امور میں مجازیہ کو دخل نہیں اور لفظ مشجور اور عمر اس سے ابا کرنا ہی یہ لازم آتا ہے کہ ہا
 بن زیاد احق بخلاف ہیں غرض یہ دلیل کتنی پرہیزگار نہیں ہے اور کسی کی سب سے
 نہیں ہوتے۔ ایسی وہی دلائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپ کی حجت
 خدا ہونے میں قبح کرنا ہی کہ معاذ اللہ حضرت کو سلیقہ مستند لال کا کچھ بھی نہیں تھا

خامساً ظاہر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت سقیفہ بنی ساعدہ میں اہل
دعویٰ خلافت کے تردید میں جو دلیل پیش کی تھی جسکو مسیحائے کیم اور عیسائیوں پر
ہنرین کی اور جو متفق علیہ فریقین ہے وہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الائمة من قریش۔ صورت استدلال یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص کے
امامت کا خاص قریش میں ہونا ثابت ہوا کہ جس میں انصار شریک نہیں ہو سکتے نہ انصار
استحقاق باطل اور ان کا مطالبہ بے محل ہوا اور اس حدیث متفق علیہ شیخہ و اہل سنت سے
یہ بھی واضح ہو کہ جب امامت قریش کا ہی حق ہے تو نفس اس حقیقت میں تمام قریش متساوی
الاقابہ میں کیونکہ الفاظ نص سے کسی تحقیق میں ترجیح مفہوم نہیں ہو سکتے اور ظاہر ہے
کہ خداوند کریم کے نزدیک اور کعبہ عباد میں سے ہر شخص وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اور
ان اکرم عند اللہ اقلکم۔ ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک
سپارہ کسی جو احکام الہی کا زیادہ سچ ہو خواہ عرب یا عجمی یا عجمی یا عجمی یا عجمی
صحیح البدائع میں آپ سے نقل ہوا ہے ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بکت لہم و ان
عد و محمد من عہ اللہ وان قرابت قرابت۔ اس پر اہل خداوند کریم نے
حضرت نوح کے فرزند کی نسبت اناہ ایس میں اہلک فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ
مدار قرب کا قرب قرابت پر نہیں بلکہ اس کی ایسی دوسری اوصاف کی ضرورت ہے تو اس سے
وضوح ہوا کہ اس حدیث میں حضرت نے خاص قریش ہی اس فضل خاص کے ساتھ
مخصوص فرمایا کہ الائمة من قریش یہ خصوصیت محض توفیقی ہے عقل کو اس میں دخل نہیں
ہے اور قاعدہ ہے کہ جو لہ شارع علیہ صلوة سے خلافت قیاس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے
ہو سکتا اور شیخ کے نزدیک تو قیاس سہواً یون ہی جائز نہیں ہے حضرت خلیفہ اول علیہ

السلام قریش میں سے ہو گا ۱۱ خدا کے نزدیک تم میں بڑے والا وہی جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ ۱۲
۱۳ کہ کائنات میں جو خدا کا ہے کہ اگر کسی قرابت بعید ہو کر کسی میں سے جو خدا کا ہے کہ اگر کسی قرابت سے

اگر اس حدیث سے منشاء کی بات کو رد کیا تو اس ہی نفس سے رد کیا جو خلاف قیاس میں محض نفسی ہوتی ہے اگر جناب امیر نے اس کا دستکریہ فرمایا ہو جتنی بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ حبکہ شیعہ کہ زعم ہے اور واقع میں ایسا آئے نہیں فرمایا ہو گا تو گویا آپ کے خلاف قیاس نفس میں قیاس کیا اور یہ اسی نفس کی کج تہذیب است سے ہی صادر نہیں ہو سکتی آپ کے شہید مانے معاملہ اصول میں تحریر فرماتے ہیں انقیاس ہو الحکم علی معلوم بمثل الحکم الثابت لمعلوم اخر لا شرک لکملۃ علیہ الحکم فموضع الحکم الثابت یسے اصلاً و موضع الاخر یسے فرعاً و المشترك جامعاً و علیہ اما مستنبطہ و منصوصہ و قد اطن اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطۃ الا من شد وجبہ اجماعہ فیہ فیر واحد منهم و قوا تو الاخبار بانکار عن اهل البيت علیہم السلام و بالجملة فمنعہ بعد من ضروریات الدین و اما المنصوصہ فیہ العمل بها خلاف مبین فظاهر المرتفع المتع البقا الم اوزیر اس متفق علیہ نفس سے یہ بات ہی ثابت ہوئی کہ تخصیص ائمہ اثناعشر کے غلط اور بلا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی قبیلہ کی طرف عموماً نسبت کیا گیا ہے وہ اس کی تمام افراد کو شامل ہو گا اور قبیلہ کی افراد میں جس جگہ وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہو گا و نہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است ثابت نفس فرماتے کہ ائمہ کے ہر واسطی ہے تو لائے من قریش کی کیا ضرورت تھی اس معلوم ہو گا کہ وہ نفس محض حضرات کی قریشی ہوئی ہے الزمن بہ الزام ایسا دہی الزم کہ ہر کو جیسا کہ ذکر اسی ہی عقل ہوگی وہ اس الزام کا جناب اسیر کی طرف منسوب کرنا نہایت مشنہج ہے جیسا کہ حضرت شیعہ کو اسی پر کیا کچھ افتخار دنا ہے اور اس کی وجہ جواب سمجھتے ہیں انوسن کہ یہی دقت میں تمام خصوص و صایا حضرت کو فراموش ہو گئی اور یاد آیا تو یہ ایک ناقص لفظ ہند لال یاد آیا فاعتبر وایا اولی الالاب قولہ اس طرح اس خط میں معویہ کو الزام تحریر فرماتے ہیں کہ تو خلفا رہا بقہ کہ خلافت کو حق جانتا ہے اور ہمارے

وانصار کا شوری حجت سمجھتا ہے میری بیعت ہی تجھ لازم ہے کیونکہ یہ بیعت ہی ان
 اشخاص نے کی ہے کہ جنہوں نے خلفاء سابقہ کی بیعت کی تھی **اقول** حضرت
 خط کے اخیر جملوں کو مطلب کا خلاصہ ہی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بزعم سامی الزام کو اور
 زیادہ تقویت ہوتی۔ آخر کس مصلحت سے ان کی مضمون کو ترک کیا ہے ہر مصلحت میں
 ساتھ گذارش کر آئی ہیں کہ یہ دلیل دلیل الزامی نہیں ہو سکتی اور یہ جو ہماری فاضل
 مجیب اپنی کمال شجاعت اور تدبیر سے فرما رہی ہیں کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق
 جانتا تھا اور مجاہدین و انصار کا شوری حجت سمجھتا تھا یہ ہرگز ان الفاظ سے
 مفہوم نہیں ہوتا اگر اس عبارت کے یہ معنی ہوں تو مصداق مثل المعنی ہے بطور مثال
 ہو گا اور اگر یہ ضرورت ہی جو یہ ضرورت خلاف اصل اس کا باب حذف کا اختیار کیا جاوے
 پس صاف اور سیدھا مطلب اس عبارت کا یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جتنا جتنا حق فرمایا
 میری بات پر یہ بالعمین خلفاء نے بیعت کی ہے اور میں کسی خاصہ غائب کو چون چلا
 کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ شوری کا استحقاق صرف مجاہدین و انصار ہی کو ہی جب
 کسی امر پر مجتمع ہو جاوے اور اس کی مانند بنالین تو اس میں خد اکی عنانہ می سے اور اگر
 کوئی شخص باجماعت کر کے اس میں سے نکلی اور اس میں لوٹا اور اگر انکار کر کے
 لڑو۔ اور خدا اور اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ آپ اس مضمون کو بھی مطابق اصل عبارت کو
 اور اپنی مدعا کو بھی مطابق گنجی اور انصاف سے دیکھی کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت
 کہ ہے پھر کہیں کہو لکھ دیکھی کہ لازم ہے یا تحقیق واقع ہو موقوف **قول** کہ خاتم النبیین
 یہ فرماتے ہیں کہ یہ سید ہے کہ بیعت مجاہدین و انصار کا ہرگز یہ معجزہ پور نہیں
 بنو اگر جو می جی شہر و چار دیواریات حضرت امیر درمجاہد و مکتیب خود کو کہیں کہو
 ائمہ۔ بقدر کسبت۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں کہ ہر آدمی اپنے ہر قول
 و فعل میں ہمیشہ جواب دہ ہو اور اس کو کمال انصاف و احوال میں تناقص نہ ہو بلکہ اس

و مہی ب دین کا یہ ہی حال ہو کہ حسین اپنا غم و کھتر میں وہ اختیار کرتے ہیں جب خلیفہ
شاہد کی خلافت میں اپنا دینیوی فائدہ دیکھا اور فکرِ صحت و حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا
اور جب مجھ پر بنا ب امیر علیہ السلام کے صحت خلافت میں دو فائدہ دینیوی نہ رہی گا شکر
یعنی ہو یا درندہ آب سی فراوان کہ اگر معاویہ خلیفہ رُلمتہ کی صحت خلافت پر مہاجرین رضاً
کر جیت کا قائل تھا تو انکی مخالفت اس کے نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تھی کیا
معاویہ جو رجال المؤمنین اور مہی ب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اجتماع اہل حل و عقد کو حجت بنانا ہی
اور وہ بھی مثل دافن دفن عصمت و تنہلیت کا قائل تھا یا اس کے نزدیک خلافت کے
اور نہ طریق بہین اگر یہ بات ہے تب بھی اجماع حجت نہ رہا اور خلیفہ اول کے خلافت
جو اجماع صحیح ہے اور اہل سنت کا اس پر ہر دست نہ رہی اقول اگر یہ ایک جواب
ہماری کامیابی سے منع ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم میں
خطا ہوئی اور ایہ مضمون اس پر بطور اعتراض بیان فرمایا اس لیے آپ کے خوش فہمی کا اظہار
بھی واجب ہے کہ یہ پس منہج ہو کہ اسی حضرت میر صاحب سخن فہم جناب پر ختم ہے
جواب تو آپ نے تحریر فرمایا لیکن ہم تحفہ کی عبارت کا مضمون سمجھا ہوتا ہے سوچی
سمجھ کر نا پسند کیا یہ نہیں کہہ دینا کوئی غفل کا کام ہے چونکہ تحفہ عام طور پر جہل
دستباب ہوتا ہے نقل عبارت کے کچھ ضرورت نہیں صرف بیان مضمون پر اکتفا
کرنا ہوں اور اس کے بعد آگلی جواب کے خوبیان ظاہر ہو جائیں گے۔ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام
اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی ہو تو الزامی
دلیل کے دہائی لازم ہے کہ اس کے مقامات مسلم عند الخصم ہوں۔ اور امیر معاویہ کے نزدیک
یہ نقطہ اس کے پس منہج اور سکنا نہ ہے جو اس کے خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی
جو ابوعبید بن جراح اور امیر ذریعہ کی کہنا بونہیں مذکور ہیں ظاہر ہوتا ہے وہ بھی کہ جو سلمان
تورشکی کہ وہاں امت کو سر اجماع کر کے اور تفتیہ احکام و جہاد کفار و سیاست رعا

میں سے اس کا جواب دینا چاہیے کہ اس کا جواب دینا چاہیے کہ اس کا جواب دینا چاہیے

اور پھر جیوش اور سد ثغور پر قادر ہو اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اور سکر ہندہ بیعت کر لیں
 خواہ وہ جماعت اہل منیہ اور مکہ ہوں یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جبکہ اندر یہ صفات
 نہ کو رہ پناہی چاہیں اور اپنے قادر ہوں اور درمیانہ سکر سکر گودہ مہاجرین اولین سے ہو
 اور اگرچہ اسکی ہاتھ پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صاحب اور اہل امامتہ نہیں اور
 بیعت اہل حل و عقد سے امام نہیں ہو سکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر معویہ
 کو نزدیک اسوہ مطہرہ صحیح نہیں ہے کہ اسکی زعم میں جناب میں یہ اوصاف مفقود تھی
 بلکہ علاوہ فقدان اوصاف کی کہ جو خلافت کی لپی شیراز میں بوجہ اہتمام قتل عثمان رضی اللہ عنہ
 اور دیگر قاتلین کے حمایت کے حضرت کو غیر صالح اور سامعی فی الارض بالفساد گمان
 تھا چنانچہ بارہا مجالس و محاکمات میں اسکا ذکر کیا اور ظن و تعریض کے طور پر خطبہ کیا تو اس
 حالت میں جبکہ اسکی نزدیک معاذاً افتد جناب امیر میں شرک و صحت خلافت ہی مفقود
 ہیں اور آپ اہل اصحاب بلحاظ خلافت ہی نہیں ہیں تو بیعت مہاجرین و انصار اسکی نزدیک
 کیا حقیقت و وقت رکھ سکتی ہے اور یہ بیعت اسکی نزدیک کیا بلکہ صحیح اور مسلم ہو سکتی
 ہے اور اس بیعت سے اسکی سپر کنویر الزام دیا جاسکتا ہے بخلاف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کہ جو ان
 وقوتہ ان سب صفات کے ساتھ متصف تھے مرتدین کی قوت و شوکت کو ان ہی کو بہت
 عالمیائے خاک میں ملایا کبھی دقیر کے بڑی بڑی سلطنتیں ان ہی کی حسن و ابیرہ
 یا خیال ہو کر اہل اسلام کے قبضہ میں آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع ان
 ہی کی قوت و ایمانی اور نیک غیتی کا ثمرہ ہے اور ان ہی کے نامہ اعمال میں ثبت ہے
 جناب امیر اسوہ مطہرہ ہمیشہ حسرت سے فرماتے ہی ابتلیت بقتال اهل القبلیہ
 اور اس سے زیادہ انکی قوت و شوکت بہت و شجاعت و حسن تدبیر کی کیا دلیل
 ہو سکتی ہے کہ انہوں نے اہمیت کو بزر و زبردستی اپنی شخص کے ہاتھ سے غضب
 کیا جو شجاعت میں مکی اور تہور میں لائانی اور جرأت میں بے مثل تمام قوم عادیوں میں تھا

ایک لمحہ میں دارالفنا کو پہنچا دیا اور دشمنوں میں اللہ اور محبوب میں الرسول تھا سو نہ حیات
 یہی اوسکو علم تھا بلکہ اختیار سی تھی اگر تمام روی زمین آدمی یہی اوسکو مفت اب میں ہوں
 تو کچھ پرواہ کر لے ملائے تھا فی الواقع ایسی شخص سے زبردستی غصب کرنا بیجا عباد اور
 عقل کی دلیل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہ ہے کہ معاذ اللہ تو یہ تو یہ خدا و رسول ہی کر کے کمال تاکید
 و تدبیر پہنچا انسان سے اس عقل انسان کو فرمایا کہ تو ان کی مفت اب میں چون و چرا کچھ نہ کیجو اور
 پہولی سے یہی کہی ایسی حق کا نام نہ کیجو اور ایسی معیت یہی کر لینا اور ضبط گدڑی تقیہ کے
 پروردہ میں اطاعت و استی سے گھرنا پس جب ذلکی اندر یہ کمالات و جوہر تھی تو جب
 اہل حق نے ان کو ہاتھ پر معیت کر لی تو محوئے کورسین کیا چون چرا کی گنجائش تھی اور کسی
 مستندین عاقل کو اس میں چون و چرا نہیں ہو سکتی اب اس پر آچا یہ فرمانا کہ اگر اس معویہ
 صحت خلافت خلفا و پیغمبت و ہما جین و انصار کا قائل نہ تھا تو ان کی خلافت اوسکو
 نزدیک کیونکر اس دلیل سے ثابت ہوئی تھی (بکامل لغو اور بوجہ یہ گیا نہ اس کا یہ نہ تھا
 کہ مطلب عبارت کا نہیں سمجھو اور بعد اوسکو یہ فرمانا کہ کیا عصمت و رضاعت و غیبت کا
 قائل نہ تھا یا اوسکو نزدیک اور شرطین تھی تب یہی ثبوت خلافت باجماع نہ تھا) اوس کو
 زیادہ لغو اور یہود یہی عبارت تھنے کو سمجھو اوس سے بجز باری صریح ہی کہ اوسکو کون اس تسلیم
 خلافت جناب امیر سے مانع تھا اور وہ خلفائے ثلاثہ میں موجود ہی یا مفقود نہ اوسکی
 نزدیک شرط ثلاثہ شرط خلافت تھی نہ کوئی اور شرط تھی بلکہ معیت اہل اسلام کو مع وجود الہیہ
 و ہما بحیثیہ شرط خلافت کہ تھا تب جو اوسکی زعم میں جناب امیر میں مفقود تھی اور خلفا
 ثلاثہ میں موجود۔ پس برومی اوسکو مذہب کے خلفا ثلاثہ نہ کی صحت خلافت میں قائل نہ ہو
 انہیں ہو سکتا رہا یہ التزام کہ امیر معویہ نے جب تک خلفا ثلاثہ کی خلافت میں اپنا دینی و
 دنیاویہ ترک نہ کیا اور ان کی حقیقت خلافت کا قائل رہا تو جب تک کہ انہیں امیر کی خلافت میں
 وہ فائدہ نہ پہنچا گا مگر وہ با معنی ہو گیا شیعہ مذہب ہی کہ کیا آجکی نزدیک امیر معویہ یہی مثل

جناحی کی محدث و غیب دان ہوتا کہ وہ اول ہی سمجھ گیا کہ حضرت کی خلافت میں وہ فائدہ
 نرہی گا کیا امیر معویہ زیاد بن ابی سفيان سے ہی زیادہ برا ہوتا کہ آپ نے اور کو عامل مقرر فرمایا اور
 امیر معویہ کو نہ کرتے۔ علامہ ابن ابی کثیر نے نزدیک یہ اس شیعہ ہی تو آپ کو حضرت محمد بن حنفیہ
 جناب سید الشہداء کی رفاقت ترک کی اور یزید کی خدمت اور استمانہ بوسی کا احترام
 باندھا وستان میںما۔ آپ کی صحابہ مقبولین نے جناب امیر کج خدمت چھوڑ کر خلفاء کا عامل ہونا
 قبول فرمایا۔ پس آپ کو نزدیک اگر یہ حضرات مطعون بطلب دنیا میں تو امیر معویہ یہی ہے
 ورنہ جو جواب بیان دین وہ ہی وہاں ہی قبول فرما دین۔ **قولہ** واقعی یہ الزامی
 بحث جناب امیر نے امیر امیر ہی ختم فرمائی تھی کہ اس کا کچھ جواب نہ دیکھا اور صرف دو کاغذ
 سفید و سادہ چپہ کر کے اور یہ عبارت لکھا کہ میں معویہ بن ابی سفيان کے علی بن
 ابی طالب بھیج رہا ہوں چنانچہ ابن ابی کثیر نے زبیر بن عمار سے جو محمد بن ابی اسنت سے ہے
 نقل کیا ہے کہ انہی جریر بن عبد اللہ بخلی سے ایک طویل روایت کو مختص میں روایت کی ہے
 لہذا جاء هذا الكتاب وصل بين ابىضين ثم طوا بها وكتب عنوانهما من معوية
 بسفيان الى علي بن ابي طالب ووقعها الى لا اعلم ما فيها ولا اظنها الاجواب او
 شاعى رجلا من بني عبس لا ادرى ما صنع فخر جناح قد مننا الكوفة واجتمع
 من المسجد لا يشكون انها بغير اهل الشام فلما فتح على الكتاب لم يجد شيئا انما
 من جوذب اسکا آپ کو خاتم المحدثین نے لکھا ہے اگر وہی ہوتا تو اس خط کی جواب میں کیوں نہ
 لکھا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حجت الزامی امیر امیر ہی ختم ہوئی تھی کہ بجز وہ کاغذ کچھ
 ب نہ دیکھا کیونکہ امیر بنوری الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے ورنہ اور قسم کا جواب تو مختصر
 عقل کے موافق دی سکتا ہی **اقول** امیر معویہ نے کے جواب نہ دینی اور سادہ کاغذ لپیٹ کر
 جو کی نسبت جو کچھ لکھا وہ حضرت کے انجود او عالی ہمدانی کے کمال تخریج سلمی پر ہوا
 شکر کرتا ہے اور اس کی تکذیب ہمارے پہلے قول سے حسین امیر بن شیم سے جواب

یہ روایت جو جناب امیر نے لکھی ہے وہ اس کے خلاف ہے اور اس کے موافق ہے کہ امیر معویہ نے اس کا جواب نہیں دیا۔

اور جواب بحوالہ نقل کیا ہے کہ حلقہ ہوتی ہے اور ابن ابی کھدید باوجود معتزلی ہونے کے اگرچہ
 علماء ثنیہ کے نزدیک فی المسئلہ معتزلی ہیں لیکن بہت ادا بن شیم اسکا قول ہرگز قابل ہیج
 نہیں ہو سکتا ہے اور اسنت پر اسکا قول روایت سے حجت لانا ہماری فاضل محاسب جیسی مشہور
 دان کا ہی کام ہے مؤلف آپ مترج ابن شیم دیکھ لیتے ہیں کہ ابن ابی کھدید کی روایت کہ غلطی
 معلوم ہو جائے اور ثابت ہو جائے گا کہ امیر معاویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہ بخیر الزام ہو
 تو آپ نے غلطی میں اور اگر بالفرض سادہ کاغذ پر حیدہ کر کے پیچیدہ یا تو اس کی جگہ پر
 سیب کا یا یہ شباب چھنا کہ چونکہ جواب کچھ مذہبی اسکا سببی سادہ کاغذ پیٹ کر پیچیدہ
 بالکل غلط ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس پر سببی سادہ کاغذ پیچیدہ ہو کہ اس کی طرف اشارہ ہو گیا
 کہ آپ کا مدعا یہاں حاصل شدنی نہیں۔ چونکہ آپ نے جویر کے ہاتھ جو خط بھیجا بہت ادا بن
 بجت کر دہی لکھا تھا تو یہ سادہ کاغذ اس کی انکار کے طور پر بھیجا تاکہ اوس میں کاشیا
 پر دلیل ہو جائے۔ یا ممکن ہے کہ سادہ پیچیدگی سے ایسا اس طرف ہی کہ یہ بخیر قابل جواب
 ہی نہیں کیونکہ پہلے آپ اپنے آپ کو اہل اور صالح لے لیا نہایت قنایت کریں۔ باقی رہا
 یہ فرما د کہ ایسی مجبور الزامی حجت ہی میں ہو سکتی ہے۔ درجہ ادا قسم کہ جواب
 تو بخیر نہیں اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے (حضرت کی کمال مشاعرہ والی پر والی ہے
 حضرت کو یہ ہی لبتا ہے معلوم نہیں کہ اقسام اولہ میں سے کونسی دلیل زیادہ قوی ہے
 ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے دہلی پر یہ لازم نہیں ہے کہ باعتبار واقع
 اور غرض الامر کے یہی صحیح ہو یا نہیں اگر اس کی صحت ہو تو معرفت بزرگ مسئلہ کا حکم
 ہونے سے ہر خواہ واقع میں اور عند کھشم غلط ہے کیونکہ انہو اہم اس بخیر کو جو دلیل عقلی
 اور مقدمات حلقہ سے کرب کشتی میں اس کی یہ مدد ہی کہ یہ دلیل عند اشد حق ہے
 اور باعتبار واقع کے صحیح تو ہر ایک مسلمان کو اس کا اتباع واجب ہے کیونکہ اس حقیقت
 اصول شرع سے ثابت ہو رہا ہے تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور استدلال انھیں کے

نزدیک مسلم ہوگی اب حینال فرمائی یہ تحقیق قوی ہے جو سب کے سامنے یادہ الزام قوی ہے
 جو صرف خصم کے ہی زعم مسئل مسلم ہے۔ اگر بالفرض اس پر ہی امیر معویہ کی طرف سے آپ ہی
 اعتراض فراہم جو ادھون نے کہا ہی سوا دس کا جواب دہی ہی جو جناب امیر نے تحریر
 فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے اتباع سبیل المؤمنین کا حکم فرمایا اور اس کی مخالفت سے ڈرایا
 اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت اگر ایسی مجتمع نہوگی تو اب یہ کہنا
 کہ سبب اہل حل و عقد کی غیر نباح للامت کے واسطی ہوئی گویا سب کے تفصیل سے جو تفرع
 لکھنا یہ خطا و تدقیق کے شانہ ہے چنانچہ اس کا جواب امیر معویہ کی طرف سے ہماری نظر سے نہیں
 گذرا اور اگر کوئی اس کا جواب ہو گا بھی تو غالباً اسی قسم کا جیسا پہلی جواب دیا تھا جس کے
 تردید ایک جواب میں کر دی گئی تو اب آپ حینال فرمائی کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجھا جائے تو
 امیر معویہ کے اعتراض کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور جب تک اس کی تحقیقی تسلیم فرما دین
 اور وقت تک یہ خط لا جواب نہیں ہو سکتا لیکن اس کی تحقیقی ہونے میں مذہب شیعہ کی
 دست بردار ہونا پڑیگا کیونکہ یہ خط قلع اساس شیعہ بالبدلتہ کر رہا ہے۔ **قول**
 جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ خط اس کو الزام لکھا گیا ہی تو یہ فقرہ انما الشوری الخ ہی الزام
 ہی ہی آپ کو خاتم المحدثین یہ جو فرماتے ہیں کہ باز چشم پوشی نمودن از اطراف وجوب
 کلام کہ زائد برت الزام است الخ انکس اس تحریر سے سخت تعجب ہے کیونکہ دلائل الزام
 اس طرح بیان کرنے چاہیں کہ مخالف کے نزدیک ان کی قدر و منزلت ہو اور یہ بدون ربط کلام
 ذکر و ربط ہر نہیں سکتا۔ **اقول** جو کچھ آپ نے زعم خود نامت سمجھا تھا کہ یہ خط
 الزام لکھا گیا ہے وہ محض کسبج ٹھنکبوت تھا اور سپرندہ نے جو کچھ گذارش کیا
 اس سے شش و زور روشن اس طرح ہو گیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہے بلکہ تحقیقی ہونا
 ثابت ہے خاتم المحدثین کی تحریر سے اگر آپ کو سخت تعجب لاحق حال ہو تو کچھ تعجب
 نہیں سمجھا آچو فہم عبارات میں یہ ہے کہ سبیل عبارت تو نہیں غلطان و بیجا

ہوئی میں اور نہیں سمجھتا اگر اس عبارت کو یہی نہ سمجھیں تو کچھ متعجب نہیں اس کلام میں
 قدر الزام سے جقدر زیادہ بسط کیا ہے وہ صاف طور پر اسکی تحقیق ہونے پر دال ہے
 تو جب یہ پہلی بڑھائی جائیگی جو الزامی ہونے کو باطل کریگی تو کیونکر مخالف کے نزدیک
 باعث قدر و منزلت دلیل کے ہونگی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں پہر چشم تو بہی
 کر ا اطراف و جوانب کلام سے جو زیادہ قدر الزام سے ہے الزام صرف اس قدر رسمی حاصل
 ہو سکتا ہے کہ ذکر رعیت فرمادیتی اور باقی عبارت کو قاذو اجتماع اعلیٰ جل سے آخر
 الہام الزام میں کچھ دخل نہیں ہے ترک کر کے امام معصوم پیغمبر کیوں جھوٹ بولی اور وہی
 خدا تعالیٰ کے برگزگان اللہ رحنی ویصلہ جعتم و سادات صیر کمال نشاط و تحسین و تہانہ
 و تکریم کے ساتھ معاذ اللہ غرض کلام کی اطراف و جوانب جو زیادہ قدر الزام سے ہیں وہ
 میں جگہ الزام میں کچھ دخل نہیں بلکہ کذب بھی حاصل اور الزام کے مخالف میں ہیں
 بسط و نشاط کرنا سرسہر جی اور ناجائز ہے۔ افسوس کہ کلام میں اس قدر بسط و نشاط ہو
 اور ایک لفظ یہی ایسا فرما دین جو اس الزام ہونے پر دال ہو بلکہ جقدر بسط کریں وہ
 اور شاہ اسکی تحقیق ہونے پر زیادہ دلیل ہوتا جائیگی آپ ہی کے اعتقاد کے بموجب جھٹٹا
 کی ایسی کلام ہو سکتی ہے کہ ارادہ کچھ کریں اور زبان سے اسکی خلاف کچھ ظاہر ہو معاذ اللہ
 سن سورنظرن **فصل** معجزہ الہیہ کلام کو بطور الزام فرمائے مگر واقع میں عین صلیق
 محض حق ہے اور اسی کے بطلان خلافست خلیفہ اول تا اب ہے کیونکہ خلیفہ اول کی حجت
 پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہیں ہوا کیونکہ جناب امیر مدنی ناظم وغیرہ سجد
 میں عبادہ نے بیعت نہیں کی چونکہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر ہی
 داخل ہے کیونکہ آنحضرت ہی جملہ مہاجرین بلکہ رئیس المہاجرین تھے فی نفسہ
 ہماری ہدایت ہے اس تقریر پر چاہیے کہ ششاد تک خلیفہ اول خلیفہ امام ہوں اور
 احمد و احمد نام احمد اللہ کہ اسوقت ہماری فاضل محبت ہے اس دلیل کا تحقیق ہونا

قبول فرمایا شہر اسی سچا میرے آیام پہلے آئیکر جب ابن بلالی میرے گھر آپ
چلا آئیکر ہماری فاضل مجیب فرمائے ہیں گو یہ کلام بطور الزام کے ہی لیکن واقعہ
میں عین صدقہ محض حق ہے اور محقق اس کی کو کہتے ہیں کہ جو باعتبار واقعہ اور
نفس الامر کے عین صدقہ اور محض حق ہو تو جب یہ کلام باعتبار واقعہ کے عین
صدقہ و محض حق ہے تو ہر ایک جملہ اس کا سابق واقعہ کے ہی اور صفوی و کبری
قیاس کے عند اللہ حق ہیں تو صفوی قیاس اقتراعی کا جو اس دلیل مستنبط ہو کر
ہو ہے لاندہ یا یعنی القوم الذین بايعوا ابا بكر وعمر و عثمان علیہم السلام علیہ
اور اس کا کبری یہ ہو گا وکل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يجتنب
غبار من بايعهم ولا للغائب عنها ان يردھا اور یہ ہر دو صفوی و کبری حسب عرفہ عقل
مجیب عین صدقہ محض حق ہیں تو نتیجہ یہ کہ یہی حق ہو گا و دیگر کہ اندیس لحد من
حضرا و فابان یرد بیعتہم لای بدیدہ اس کو مستلزم ہی کہ حاضر و غائب سب پر بیعت لازم
ہو گئی کیونکہ جب اللہ حق ہوئی تو سیکو حاضرین و غائبین میں سے چون چار کی
نتیجہ میں ہو سکتی عبارت شرح ابن میثم کی اگر مودع عرض کرتا ہوں فقوله اما بعد
لی قوله الشام صورة الدعوى وقوله لاندہ یا یعنی الی قوله علیہ صورة صفوی القیاس
بیر من الشکل الاول لینیج منہ ملزم تلك الدعوى لغایت صدقہا لصدقہ و
تقدیر الکبری وکل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يجتنب
لعم ولا للغائب عنها ان يردھا نتیجہ اندیس لحد من حضرا و فابان یرد بیعتہم
ذلك يستلزم کو یہاں لازمہ ملزم حضرا و غائب و هذه النتيجة ہی قوله فابان الی حق
قوله اما بعد سی قوله الشام دعوی کے تصویر ہی تو قولہ یعنی سے قولہ علیہ کہ شکل اول سو قیاس
غری ہی تاکہ اس ہی اس دعوی کے ملزم کا نتیجہ حاصل ہو جائی کہ نہ کہ اسکی ملزم کے صدقہ کو منہج ہے اور کبری کہ تقدیر
ہی کل من بايع هؤلاء القوم فليس لمن شهد بيعتهم ان يجتنب عن بايعهم ولا للغائب عنها ان يردھا - تو نتیجہ یہ ہو گا کہ اندیس لحد من حضر
اب ان یرد بیعتہم - اندیس ملزم کو کسی کو بیعت حاضر و غائب کو لازم ہو گا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین
والصلاة والسلام علی سیدنا محمد و آلیہ
الطیبین الطاهرین
و علی ائمتہ العظام

یہ قولہ وانما الی قولہ تو فی تقریر لکبری القیاس و حصر الشوری والاحجام فی
 المهاجرین والاضار لانهم اهل الحل والعقد مناصہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام کاجتماعہم علی بیعتہ وتسمیۃ امامان
 ذلک اجماعا و رضی اللہ ائی خبر بالہ و سبیل المؤمنین الذی یشی باتباعہ فان
 امر ہر و حج عند الطعن فیہم او من اجمعوا علیہ کخلاف معویہ و طفہ ذہ بقتل عتہ
 ونحوہ او بیدعہ کخلاف ابی الجبل و بدعتہم فی نکتہ بیعتہ ردوہ الی ماخرج عنہ فان
 الی قائلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین حتی یرجع الیہ و ولایہ اللہ ما تو لی و اصلاحہ
 جہنم و سادت مصیرا اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کی تحقیقی ہونا صاف و صریح
 مفہوم ہونا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اسکی تحقیقی ہونے
 پر کسی شاہد و بران کی ضرورت نہیں تو یہ عبارت صرف بطور تنبیہ و تشریح اخبار الثبوت
 عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اثرات فاضل مجیب عین صدق اور
 محض حق ہونا ثابت ہو تو اس کلام میں ابو بکر و عمر و عثمان کے حقیقت خلافت کو تسلیم
 اپنی خلافت کے حقیقت پر استدلال کیا گیا اگر انکی خلافت کے صحت و حقیقت کسی دلیل
 سے باطل ہو تو آپ کے خلافت بھی ثابت نہوگی اور اگر انکی خلافتیں حق ہوگی تو چونکہ یہ ثابت
 بھی ہوں گی ہی پر متفرع اور ان ہی کی قدم بقدم ہے یہ بھی حق ہوگی تو اس کلام کے
 عین صدق و محض حق ہونے کی صورت میں ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کا

سلطہ اور پیشہ قرار نہ کر کے تو قدر تک ہر اور تو راغسی تو تو لی تک لکبری قیاس کی تقریر ہی اور شوری و الاحجام کو مابین
 اور اضار میں مقرر کیا کہ انکے استمسک علی اللہ علیہ وسلم نہ ہو بل علی عقد بین جب اتفاق ہو کہ کسی حکم پر احکام میں سے
 ہر چنانچہ جیسا آپکی بیعت ادا کی گئی ام نہایت پر تو یہ اجماع صحیح اور اللہ کا ہدیہ اور نیکو کسبتہ جبکہ اتباع واجب ہی ہوگا کہ
 اگر کوئی انکی امر کی مخالفت کریں اور ان سے انہر عن کر کے کچھ جیسا کہ سوئے سے خلاف کیا اور جناب میں نقل و
 کا جس کی یا مثل اسکا کوئی شخص دعوت کر کے کچھ جیسا اصحاب جس نے صحت کیا اور دست نکالی تو انکو روکا و جس پر سے
 کلون اور اگر انکا کر کے تو انہر سلطہ انکے سوا کسی دست کی پیروی کرنے سے منع نہ کر کہ اس طرف کوئے اور نہ جو کچھ انکا کر کے
 یہ ہر چنانچہ ہی اور جہنم میں اسکو داخل کر کے اور نہ ہر کسی کے ہے۔ - ۱۲ -

اولاً یہی اور ثبوت حقیقت خلافت جناب امیر ثانی کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اس حل عقد کے
 صحت حجیت ثابت ہوئی بعد اوسکے صحت حقیقت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اوسکو بعد
 حضرت کی خلافت کی حقیقت ثابت ہوئی سید ہمارے فیاض مجید کا یہ ارشاد کہ اسی سے
 بطمان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا
 اجتماع نہیں ہوا الخ قابل تماشائے مصنفان روزگار والو البصائر والا بصائر ہے کیونکہ اس
 قول میں کہاں ہے کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے
 اور اس کلام میں کس جگہ شہر اجماع جمیع اہل حل عقد حقیقت خلافت کو یہی لکھا ہے
 اس میں توضیحات و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ میری بات پر بیعت اون لوگوں نے
 کی جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بات پر کی تھی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تھے
 اور خواہ وہ بعض تھے اور خواہ وہ دس تھے یا پانچ تھے یا نہر تھے یا دس نہر تھے
 جس قدر تھے اذکر بیعت کرنے سے انعقاد خلافت ثابت ہوا اور حقیقت خلافت مستحق ہو کر
 خواہ جناب امیر دینی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تھے یا نہیں تھے حضرت امیر نے اس
 قول میں صدق و محض حق میں یہ تسلیم فرمایا کہ جنہوں نے خلفاء سے بیعت کی وہ
 کوئی بھی اور اگرچہ بالفرض وہ مہاجرین بھی نہیں تھے کیونکہ معرفت حجت جو شرط ہجرت
 علی من یرعوم الامامیہ سی مفقود تھی تاہم انکا بیعت کرنا موجب حقیقت خلافت تھا پس
 پر دعویٰ عدم ثبوت خلافت خلفاء کو ذرا سوچی اور دیکھیں شرعی حفظت مشیاء و
 غایت حاکم الاشیاء خود اس خط کا یہ جملہ فلم یکن للشاہدان یختار ولا للغائب^{ان}
 اور شارح کا یہ قول فلیس لمن شہد بیعتهم ان یختار غیر من یایعوا ولا للغائب
 عثمان بن یزید ہا اور یہ فرمانا وذلک یستلزم کونہا لازمة لمن حضر او غائب
 اس میں اور شخص کو اذکر بیعت میں حاضر ہوا اوسکو یہ امر حاصل نہیں ہے کہ اسکی سوا کسی کو اختیار کری
 جسکو ساتھ اہل حل عقد نے بیعت کی ہے اور نہ غائب کو حاصل ہے کہ اوسکو رد کرے ۱۳
 اور یہی حاضر و غائب پر لازم ہوئی کو مستلزم ہے ۱۴۔

بدالت مطابق اس امر کو مثبت ہے کہ بعد ازاں لوگوں کے جہنوں نے خلفائے ثلاثہ سے بیعت
 نہ کی کسی بار کے عیسویت اور کسی تحلف کا قیام نہ ہوا اور نہ اسکی نفی
 کو مانع ہے بلکہ جب انہوں نے بیعت کر کے چونکہ انکی خدائت پر اکتفا ہوا تھا اور
 اور سب کا حق سے انکار ہونا ناممکن نہیں وہ خلافت راشدہ ہوتی ہی اور سب خیرین میں
 پر لازم ہو جاتے تھے تو عیسائی ظہور و زبر و میر و یہ و جمیع اہل شام پر باوجود انکی تحلف کی لازم
 ہو گئی تھی کہ سب طرح جناب امیر و زبیر و یہی ہاتھ و بعد بن عبادہ پر لازم ہو گئی تھی۔ پس
 جبکہ حسب اشراف سامی یہ کلام عین صدق اور محض حق ہوئی اور فی الواقع یہی ہے
 اور اس سے چوہا پئے اپنی حق فہمی سے بھلان خلافت خلفاء و سبھا ہوا وہ بالبدلت باطل
 ہوا اور اس سے ملاحظہ فرمایا بھی کہ آپ کے شرک و کفر کا تمام الامت بلکہ تمام اصول و فروع کا
 کما حال ہوا سب پر یقین یا فی یہ گیا اور محض حیت گئی اور اگر کہ جناب امیر کی اشراف
 سے محض و حیت نہ سب اہل حق ثابت ہوئی کہ محمد اللہ علی ذلک معصون است۔
 ہوا اللہی اور رسول اللہدی و دیں الحق لیطہر علی الدین کے لئے معاد فی آیا
 باقی رہا نفس تحلف کی نسبت گذارت ہے کہ جناب امیر حضرت زبیر کے تحلف کے نسبت
 یہ علی مفصلہ عرض ہو چکا ہے۔ بعد بن عبادہ کا بیعت سے تحلف کرنا
 مرجوح اور محض ہے چنانچہ مواعظ اور مواعظ اور منہم کلام وغیرہ سے معلوم ہوا ہے اور اس میں
 بجز ان کے ہی اپنی کبیر شرح و بیج البلاغہ میں اکی طرف لفظ قیل سے اشارہ کیا ہے و کل
 سعد بن عبادہ و ہون مرایں ما دحل مرہ و قیل اذ بقی متعاصر البیعت حتی مان
 بجز ان کے طریق التام۔ علاوہ ازین حسب اقرار سامی اگر نہیں حال
 حلیغہ اول جیمہ ماہ تک نام نہوں اور بعد جیمہ ماہ کے نام ملک اور خلیفہ برحق
 سے اس میں عبادہ کو جس کی حالت میں تھا کہ گھر میں لگی اور کب گئی تھی کہ وہ بیعت سے باز رہا تھا
 نام میں عبادہ کو جس کی حالت میں تھا کہ گھر میں لگی اور کب گئی تھی کہ وہ بیعت سے باز رہا تھا

ہو جاوین تو آپ خیال کر لیں کہ نہایت جامع کی ہدایت کے واسطے تو یہ بھی بہت کم ہو
 پہر آپکا بعد چھ ماہ کے خلافت کو حق تسلیم کرنا خود آپکی حق میں باعتبار آپکی ذہنی
 سہم ہو گیا۔ اچھا اگر آپکی دین و ایمان و عقل و انصاف کے روشنی خلیفہ اول چھ ماہ تک
 خلیفہ بنون اور چھ شش ماہ اوپر خلافت ثابت ہوتی ہو تو آپ اسی وقت سے آپکی
 حقیقت خلافت کے قائل و متفقہ ہو جی شش ماہ کے لیے پھر ہم آپ سے کسی چیز سے
 ٹان خوب یاد آیا اگر تو ہم کو یہ ثابت ہو کہ اگر آپ اس کلام کو باعتبار واقعہ الفرض
 الامر کے عین صدق و محض حق تسلیم فرمایا۔ لیکن آپ نے اس کو مستحق یہ کیا فرمایا
 کہ (یہ کلام بطور الزام فرمائی) اگر اس سے یہ مراد ہی کہ یہ کلام دلیل الزامی ہے
 لیکن باوجود اس پر واقع میں عین صدق و محض حق ہے تو ظاہر الخطا ان ہے
 کیونکہ دلیل الزامی صرف اس کو کہتی ہیں جو صرف مسلمہ خصم ہو اور بطور محاربات
 مع خصم ذکر کیجی وی اور اگر یہ مراد نہیں ہے تو اسکی ذکر کے کیا ضرورت تھی اور کیا
 اس میں فائدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے بھی مقصود یہی ہوتا ہے کہ خصم پر
 مدعا کو لازم کریں اور اسکا تسلیم کرنا واجب ہو۔ غرض الزام و تحقیق کا اجتماع اس جگہ ذکر فرمانا
 صرف حضرت مجیب کے مناظرہ دانی کے اوضح دلیل ہے۔ ہم نے جب یہ حرف آپ کو
 دعویٰ مناظرہ دانے کی ہر وجہ سے ذکر کر دیا ہے وہیں۔ قول اور نیز یہی ہے
 میں اس خط سے چند ورق پہلے ایک خط یہ موجود ہے جس میں یہ عبارت ہے لا ینفع ہم
 المهاجر علی احد الا بمعرفۃ الحق عرفنا و اقر بها فهو مهاجر اور ابن ابی
 لی کہ شرح میں لکھا ہے لا یصح ان ینصد الانسان من المهاجرین الا بمعرفۃ امام
 زمانہ و هو معنی الامیر علیہ السلام کے اس فرمان کے بموجب خلیفہ اول کی
 سبقت کرنے والی ہمارے ہیں نہ کہ اس وقت سے جو ائمہ و امام وقتہ جناب

امیر علیہ السلام شی کرادہنوں نے نہ پہچانا اور اگر موافق اہل سنت کو اسکی معنی پہچان
 تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام بنی ہاشم وغیرہ ہاجرین نہیں ہستی **اقول**
 اس قول میں بوجہ چند بحث ہے۔ اولاً افسوس کہ ہماری فاضل محشی نے شرم و حیا کو
 بالاسی طریق رکھ کر رضی رضی اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعی کے اقوال سے ہمہ کمال
 فرمایا ہم نے کتب تسلیم کیا ہے کہ یہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے ہم ہی بوجہ
 اقوال کو جو باعتبار لغت و درمطلاح کے ہرگز صحیح نہیں کب جناب امیر کی طرف منسوب
 کرتے ہیں تا نیا ہمیں کب کہا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ
 حجۃ اللہ اور امام مطلق تھے جنکی نہ پہچاننی سے آدمی ہاجر نہیں رہتا۔ ثانیاً ہمیں ہرگز
 نہیں کہا ہے کہ ثبوت سحرت کے واسطی معرفت خلیفہ وقت شرط ہے۔ ثالثاً ہم ہرگز
 نہیں کہتے کہ جناب امیر بنی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہیں تھی خاص
 ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں امام سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ رسول ہی اور اسکی معرفت
 مراد اس پر ایمان لانا ہے یعنی ہاجر انسان اس وقت ہوتا ہے جبکہ رسول پر ایمان لاکر
 ہجرت کرے ورنہ ہاجر نہیں ہوتا۔ سادہ اگر ہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی ہوتا
 ہوتا تو ہم کہتے ہیں کہ حسب مذاق متبعہ خلفائے ثلاثہ اور اہل سنتی معیت کرنے والی سب ہاجرین
 تھے کیونکہ انکو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل تھی ایسی کہ وہنوں نے رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم سے علی رضی اللہ عنہ سے جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزار ہا اندوہ
 تھی جسے ہمارے کتاب کی یاد دہانی و تشدیدات قارع صماخ ہوئی اور یہی نہیں تو ختم غذیرہ
 خطبہ تو ضرور یاد رہتا جواب تک ایسنت کو بھی کتا برہنیں مروی ہے علاوہ ازیں
 روایتیں شیعہ کی ہر حال میں کہ صحابہ نے کشت عہد کیا اور ہمایا کو پس پست
 ڈال دیا خلاصہ یہ کہ اس میں کسی شیعہ کو چون و چرا نہیں ہے کہ صحابہ حضرت امیر
 امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے تھے لیکن باوجود امام برحق جاننے کے بطعن نفسا

متصدی خلافت ہوئی اور جن جناب امیر کا غضب کیا غرض اس ساری گفت گو
 یہ ثابت ہوا کہ علی زعم ہم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہنچانتی تھی۔ لیکن
 معاذ اللہ طمع نفسانے کے ماتھے سے لاجاں ہو کر مخالفت اختیار کر رکھی تھی پس اس کو ثابت
 ہوا کہ وہ ہمارے ہیں ہوں کی کیونکہ ہمارے ہونے کے جو شرط معرفت امام کی ہی وہ اوہیں پائی
 گئی اور چونکہ ہمارے ہونے کے واسطی صرف معرفت شرط ہے تسلیم و انقیاد کا ہونا اس کو
 مفہوم نہیں ہوتا ایسی عدم انقیاد و تسلیم ان کو ہمارے ہونے کو مضر اور قاذب نہ ہوتی
 چنانچہ خداوند تعالیٰ کے شانہ سے اول معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو حاصل ہے جس کو ان الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے **يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاهُمْ وَ**
يَجِدُوهُمْ وَاسْتَشْفَقْنَاهُمَا الْقُسُومُ فَلَمَّا وَ عَلُوا اِيْمَانُ كَمَا يَحْقِيقُ كَمَا يَحْقِيقُ
 کافی نہیں فرمایا اور ان میں صرف معرفت ہی ضروری ہے اور وہ تحقیق ہے تو ہمارے
 ہونا صحابہ کا تحقیق ہوا۔ سب اب آپ کی صحابہ مقبولین بھی جنہوں نے خلفاء ثلاثہ کی
 بیعت کی اور ان کی حکم کے موافق خدشات بجالائی کوئی عامل ہوا اور کوئی حاکم ہوا نہ ہوا
 نہ ہی جو جواب ان کو طرف سے دیکھا وہی ہماری طرف سے قبول کر لیا گیا تھا۔ اعتبار
 نصت کی ہمارے ہر ایک جگہ سے چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شرع
 میں وہ ہر جو مومن دار الکفر سے قطع تعلق کر کے اور جدا ہو کر دارالایمان میں آ کر
 مستوطن ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لیے نہ لغت ہی نہ اصطلاحات سب اگر اہل
 کوئی شخص دار الکفر میں ایمان لاوی اور اس کو چھوڑ کر دارالسلام میں توطن اختیار کری
 تو ہی ہرگز اس وقت بعد عنیت کبریٰ کے امام کی معرفت شیعاں اخلاص و خیر کو
 ہی حاصل نہیں کر چکے۔ ایک بھارہ نو مسلم کو حاصل ہو تو اسی حالت میں شیعیان
 اس کو پہنچاتی ہیں جیسا اپنی بیعت کو پہنچاتی ہیں۔ اور انہوں نے اس کا انکار کیا براہِ مسلم
 اور ان کی کے اور ان کو دلون نے اس کا یقین کر لیا تھا۔ ۱۲۔

متحقق اور ظاہر ہو کر رسول کے زمانہ میں جن لوگوں نے بعد ایمان لانے کے دار الکفر کو
 چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو انکو حضرت صلوات
 علیہ وسلم کی معرفت اور تسلیم و انقیاد حاصل ہوئی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین ہی
 ایسی خداوند تعالیٰ کے لئے جاچکے اور انکو مہاجرین کے نام سے ذکر کر کے شرف فرمایا
 تو جب انکا مہاجر ہونا مستحسن ہو گیا تو سیراد کی ایسی کسی حالت متطرہ کی ضرورت نہ رہی
 نہیں یہی اور نہ اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے
 زمانہ میں ہجرت کریں گے انکا ایسی بموجب اس قول کے اس امام کے معرفت ضرور
 ہوگی پس لیکن اگر ظن دقیق سے دیکھا جاوے تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام موجود
 شرط ہجرت ہے بالکل غلط ہے کیونکہ مشاہدہ تو شرط نہیں اخبار بکسفی ہو جس گزشتہ
 ائمہ میں سے بھی کسیکو پہچان کر بلاکہ نبی ہی کو پہچان کر ہجرت کی جا چکی کہ وہ مہاجر ہو
 اور جملہ ولادید خل لا محمد بن ابی ہاشم بن علی بن ابی طالب علیہ السلام اس پر صحت
 دلالت کرتا ہے کہ معرفت لا اعلیٰ سبیل امتیں کی سبکی ہوئی جا چکی علاوہ ازیں کیا ضرور
 کہ حجت سے مراد تفسید ابن ابی کھدیفہ ہو بلکہ حجت سے مراد حکم خداوندی ہی جو نبی نے
 اور خلیفہ نے پونچھ پایا اور ایمان کی طرف دعوت کی جو شخص اس حکم خداوندی کو چھوٹا کر
 کر دے وہ پونچھ پونچھ پانی اور ایمان لا کر دار الکفر سے قطع تعلقی کر کے دار الاسلام میں آباد ہو
 وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئمہ اس پر دلالت کرتی ہے ولا یقع اسلام الا بکتاب
 علی من بلغہ الحجۃ پس اسکا حجت سے خلیفہ مراد لیتا خود غلط ہے۔ ان حسب اشار
 اصل محیی خط انہ بالیعنی القوم الذین الخ مین صدق و محض حق ہے جو مثبت حقیقت
 ملافت خلفائے ثلاثہ ہے اور بجائی خود امام کو حجت عطا کر ہی رکھا ہے جسکی نہ پچانی سے
 مہاجر ہونا باطل ہوتا ہے اور یہی اعتراف ہے کہ جناب امیر نے خلفائے ثلاثہ کو خلفاء
 استغفار کا نام اور سپرد واقع نہیں ہونا جسکو حجت پونچھ چکی ہو۔

نہیں ماما تو لادم آیا کہ حضرت امیر مہدی ہاشم و غیرہ مہاجر نہ ہی اور میں کم بعرف
 امر زمانہ کی دعید میں زیادہ نہیں تو شش ماہ تک حسب عتارف فاضل مجیب و ظہر
 ہوئی۔ تجب یہ ہی کہ ہاجرین ہوئے میں تو یہ صرف کیا لیکن انصار ہونے
 میں کچھ کیوں نہ تراش گیا۔ شارح ابن ہشیم کی کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہر
 مساموہ ہوا کہ اس جملہ میں ہی آپ کہ حضرت رسی نے قطع و برید فرمائی ہی تھی تھیں
 کہتے ہیں والکلمہ وما قبلہا وما بعدہا وهو قولہ یقیر اسم الهجرة الى قولہ قبلہا
 ملقطہ منقطعہ اب آپ لڑاں کو ہی ملا خط فرمایا پھر اور اپنی سند لائے پھر یہی کہ یہ قولہ جناب
 امیر عیسا م حجت خدا تھی اسی کلام جامع مانع فرماتے تھے کہ مخالف کو چون و چرا
 کی گنجائش ہی نہ ہی **اقول** یہ تو حضرات کا محض زبانی دعویٰ ہے دعویٰ ہے
 جس قدر اس کو ثبوت میں تحریر فرمایا وہ فی تحقیق اس دعویٰ کو تو مثبت نہیں ان اس کی
 نفی اس کو مثبت ہی چنانچہ جو کچھ جملہ و فعلیہ گذارش ہو چکا منصف بسبب کے یہی وہ
 ہی کافی دوائی ہے۔ **قولہ** انا الشوری الخ اصل میں موقع میں قانع میان خلعت
 خلفا سابقہ ہی اور ظاہر میں او کچھ مذہب کے موافق ہی سو اسی حجت الہی یہ کہ کیا کام
 نہیں **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول شیعہ میں حجت الہی اور مکتا نام ہی جو ظاہر
 میں کچھ اور باطن میں کچھ اور اس کا قول خود وہ ہیں ہو یہی حضرت امیر کی کلام میں یہ
 اعجاز ہی جیسا آپ کا ظاہر و باطن کیسا نہ تھا ظاہر میں خلفا سابقہ کے ساتھ خلا و ملا
 و محبت و الفت رکھتی تھی اند باطن میں خلاف و عداوت اور سیکھا اتر گیا حسب علم
 مجیب بسبب آپ کہ کلام میں ہی کہ اس کا ظاہر و باطن کچھ اور ہی کہ لیکن سو اسی مخلصین کے
 کہ وہ سر و نگو اور اس کا سن کچھ محال ہی اہل فہم اس تقریر ہی اس قول کے لغو اور واپسی ہونے
 کہ علاوہ یہ ہی کچھ ہی ہوئی کہ اصول شیعہ پر جناب امیر معاذ اللہ و حاشا عن ذلک

سبب ان مجیب جاہل و کلام ظاہر میں خلا و ملا و محبت و الفت رکھتی تھی اند باطن میں خلاف و عداوت اور سیکھا اتر گیا حسب علم

صفت نفاق میں تمام منافقین سے بڑھ کر تھی اذکار از تو فاش ہی ہو گیا ہوتا لیکن یہ
 عقدہ کہل سے نہیں سکتا نغوذ باللہ من ذلک - ان حضرات دشمن دوست نامہدیت
 سے کوئی پوچھی کہ یہی مہیات باتوں سے جو سے علاوہ تو میں اہلبیت کی خود اپنی عقل و فہم
 و بصیرت اور الزام آدمی کیا حاصل ہے ایک بدولت ہماری فاضل مجیب اپنی اون باتوں
 کی صحت سے ثابت ہو رہے ہیں تو وہ تو وہ منافق شجاعت و شوکت بمقابلہ خلفاء
 روایت کی جاتے ہیں کہ نہ جب جناب امیر کو یہاں تک اخفا منظور تھا اور یہاں تک
 رعایت فرماتی تھی کہ محض اذکار خود آدمی کے واسطی ایسی کلام فرماتی تھی جو بظاہر
 اذکار موید ہو اور نہ حقیقت و فکر خلافت کی قانع بنیان ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ اگر
 امور جو باعث اناہ و بیجان فتن ہوں بر ملا عمل میں لاویں تب ہماری فاضل
 مجیب نے اپنی زبان شریف سے یہاں ہی اس قدر اعتراف فرمایا کہ یہ کلام بظاہر خلاف
 مذہب کے موافق ہے اور اس میں ہمارا دعویٰ کیونکہ جب ہم کو خدا پر کا ہی مامور اور پابند فرمایا
 اور یہ حکم نہیں کیا کہ لوگوں کی دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسب اعتدال
 سامی ہمارے موید ہے تو ہمارے استدلال کے حقیقت کے لیے بس ہی خداوند تعالیٰ کو یہاں
 ہی ہماری یہی بہت ہی ایک حجت الہی کا قول سند کافی ہوگا اور اس طرح کہ ظاہر میں
 اس خط کا خلفاء کو مذہب کے موید ہونا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کو دلیل تحقیقی
 قرار دیا جاوے اور عدم وجدان اجماع سے بطلان خلافت پر حجت لایا جاوے اور اگر
 اس کو دلیل الزامی قرار دیں جیسا کہ علماء شیعہ نے تو ہم فرما رہے ہیں تو یہ بھی ہر موید
 ہونا ہی غلط ہوگا تو اس صورت میں آپ نے اس کو حقیقی ہونے کا اعتراف فرمایا
 و استدلال - باقی رہا اس قول کے حقیقت قانع بنیان خلافت خلفاء ہونا ہو
 بحول اللہ کے وقتہ بخوبی ہم اس کا قلع بنیان کر چکے ہیں ضرورت ایجاد نہیں تھا
 الفاضل مجیب - قولہ - اور دوسری جگہ مذکور ہے - وانہ کاید للنا من

اسی پر اور فاجریوں نے اس پر المیہ المومنین دیتے ہیں یہاں لکھا ہے۔ اقول۔ حضرت
 اہل سنت کے فہم و عقل پر تعجب ہر اہل مطلب کو نہیں سمجھتا خواہی کلام کر میں
 دیکھتا کہ قبل و بعد کا کچھ خیال نہیں کرنے جہاں لفظ امیر و خیرہ دیکھا اور فوراً سند ازان
 نقل کر دیا اور اسے زعم میں اہل حق کو جواب دیدیا آدمی کو چہ تو عقل و علم سے بھی کام لے
 چاہیے انصاف بالائمی طاعت شصہ ہر قول **الغیب** لے لے مولا اور
 اس کو جواب میں ہم اور کچھ نہیں صرف اس قدر باد بگداڑ کر تے ہیں کہ اہل علم و انصاف
 فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فروغاً عموماً اور ہماری اور ہماری فاضل
 مجیب کے تقریرات کا حضوراً سوازنہ کر کے دیکھیں اور جو کچھ امر واجب انصاف سے اور
 سمجھ میں آدے فراوان۔ **قول** اب ذرا انصاف فراوان کر اگر آپکا یہ تو ہم صحیح ہو
 تو اس پر لازم آتا ہی کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی بشرط
 امامت نہ تھی کیونکہ آپ کی عرض اس نقل کرنے سے یہ ہے کہ انجناب نے فرمایا ہے کہ آدمی کو
 امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہیں پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت
 امامت کیوں صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر معصوم
 نہیں اگر یہ بات درست ہے تو باوجود ادعائی متک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت
 کہ قید کو وقت انصاف ہی کیوں نہ ہو کیوں لگائی میں چنانچہ آپ کا خاتمہ الحمد میں تھیں کہ
 میں اگر وقت انصاف باید کہ ترک کیا پڑ مصر جو صفیر بہا شد کہ حتی عدالت است
اقول مناظرہ و ناظر روزگار و در باب قانون توجیہ دستمال کہاں ہیں جو ہماری
 قانون مجیب کے ادعائی مناظرہ وانی کا تماشا دیکھیں کہ حضرت کو اپنی منصب کا بھی
 ہوتے نہیں رہا بندہ نے ابھال غلطی است کے لیے الزاماً بیج البلاغہ کی ایک عبارت
 سے اور یہ کہ مراد ہے کہ لوگوں کے لیے امیر جو ایک ہو یا فاجر مومن اور کسی اور میں غفلت کر
 اور کا وہ ہیں مانہ اور ہے۔

قتل کے تھی جس سے صاف متحقق ہوتا ہے کہ امامت کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف
 عدالت بھی شرط نہیں ہے کیونکہ فاسق و فاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزعیمہ شیعہ شریعت
 تسلیم فرمائی اور فرمایا کہ میں واللہ لا بد للنام من امیر بعد افاجر اس کے جواب میں ہمارے حضرت
 فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہیں (کہ اگر آپ کا یہ توہم صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ یہ خداوند
 جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ توہم
 نہیں بلکہ وہ تو مضمون ہی جو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ بزعیمہ شیعہ جناب امیر کی
 نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہیں پس اس کا لزوم آپ کی مخالفت و مغضوبی نہ ہو اور
 آپ ہی اس کا جواب دہ ہیں نہ ہم تو اس لزوم سے آپ کا ہلکا کرنا یہ آپ کی مناظرہ دینے اور کمال عقل
 و فہم کی دلیل ہے۔ ہم ہی خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا اہانت بلایم
 دینا کہ جب ہم ہی یہی شک اہانت ہو تو کیا یہ الزام درباب تعارض عدالت ہمارے
 ہی مخالف ہے اور زیادہ عقل و فہم سامی کا اندازہ بتانا کیونکہ جب یہ لزوم محض نہج اہانت
 کی عبارت سے ہے تو اس سے اہل حق کو الزام دینا سراسر خلاف عقل ہے ہم کہتے ہیں
 کہ جو آپ کو رضی صاحب نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہے قولہ اگر فرمایا کہ ہم نے الزام یہ روایت
 پیش کی ہے جو اعتراض ہے ہر ہوگا اور اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ میں نہ اہانت **اقول** یہ
 تو صاف ضحک تھا کہ یہ الزام عرض کیا گیا ہے ہر ساری میں اس حشو و نظویل سے کیا فائدہ
 مان اس کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پہلے تو بزعیمہ خود جواب لکھا اور سب کے بعد منہ ہوا
 اور آنگاہ کہلی تو کلام ہوا کہ یہ جواب تو کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ خضر الزام دہی رہا ہے
 تو اس کو اس طرح پھر اسوا سکی کیفیت ہی آئندہ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** اس کے جواب
 میں گذارش ہے کہ اول تو کتاب نہج البلاغۃ ثقات اہانت مثل نو شیعہ و تقاضا ہے و بعض
 لاہوری دکان دار دینی کے اعتراف سے جناب امیر کی کلام سے ہے **اقول** سبحان
 ثقات اہانت کے اعتراف سے نہج البلاغۃ کا کلام جناب امیر ہونا اب ضرورت

موجودہ اس کتاب میں جو کچھ مذکور ہے اس کے لئے کوئی خاص مقصد یا نیت نہیں ہے بلکہ صرف اس لئے کہ اس میں جو کچھ مذکور ہے اس کے لئے کوئی خاص مقصد یا نیت نہیں ہے بلکہ صرف اس لئے کہ اس میں جو کچھ مذکور ہے اس کے لئے کوئی خاص مقصد یا نیت نہیں ہے

وہ بھی جو حالاکہ ہم نے اس پر داخل نہیں کیا ہے شام پنج بجے اہل سنت کے احترام سے ثابت کر دیا کہ
 کہ اس میں جا بجا حضرت رضی صاحب کے طرف سے خط و خط و حدیث و احادیث و احادیث ثابت ہے
 پس کیونکہ ممکن ہے کہ اس سنت جو کلام حق و باطل کے امتیاز کے لیے نفاذ و معیار میں آئے
 خاص کلام جناب امیر کا تسلیم کر لیں اس سنت کے ہول حدیث کا عام قاعدہ ہے
 کہ جس روایت کے سلسلہ سند میں کوئی راوی اگر غیر ثقہ واقع ہو تو اس کو صحیح نہیں
 سمجھتے پس پنج بجے اہل سنت کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحب کے ہی
 اس کو کیونکہ کلام جناب امیر کا بار کرین گے۔ علیٰ خصوص اس میں حدیث جابر اس کی عقیدہ کا
 کی طرف دعوت پائی جاتے ہیں۔ مان نیچہ اہل سنت کو جناب امیر کی ایسی کلام صحیحین تو
 کچھ یہ نہیں جیسا کہ نورات و تحیل کو جو آب ہو و نصاریٰ کے پاس سے یا بعد
 تحریف کے یہی کلام خداوند تھا کہ اس کی سمجھت میں۔ اور آج کو یہ تسلیم کچھ نہیں ہے
 قولہ ثانیاً اہل سنت کے اور کیا زمین یہ کلام جناب امیر علیہ السلام سے وارد ہی
 چنانچہ شہرستان کے کتاب محل ترجمہ خارج حکیمین لکھا ہے و لما سمع امیر المؤمنین
 علی رضی اللہ عنہ ہذا الکلمۃ قال کما عدل یراد لہا جور انما یقولون الامارۃ و
 لا بد من امارۃ بقاء و فاجرة اور دشواریں ہیں آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اطیعوا
 اللہ ہی اخرج الیہم عن علی بن ابی طالب قال لا یصلح الناس الا امیر بر او فاجرا
 اور اس کے وجہ سے بیان فرمایا ہے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے آپ سے یہ مذکورہ کا یہ قسم
 بلا خطہ فرامین ثانیاً اہل سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے ہی نقل ہے ہر جگہ کثر العمال کے کتاب الامارۃ حرف الالف میں تحریر ہے۔ لا یدل الناس
 من الامارۃ و فاجرة فاما البرة فقد لای فی القسم و تقسم بیکم بالموت و اما الفاجرة
 بیستل فیہا المؤمن و الامارۃ خیر من المخرج قبل یا رسول اللہ و ما المخرج قال القتل و
 الذنب طیب عن ابن مسعود۔ انتہی اب فرمائی کہ اگر کوئی ان دو باتوں سے دلیل لائی

کہ جناب امیر علیہ السلام و جناب سوا خد اعلیٰ علیہ السلام نے فجار کے امارت و خلافت
 جائز فرمائی اور رقم عدالت کی قید کو وقت نصب ہی ہو کیوں لگائی ہو تو آپ کیا
 جواب فرمائیں گے کیونکہ یہاں باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہے جب مملہ جو جواب
 اب عدالت کے شرط قائم رکھنی کے واسطے فرمائیں وہی ہماری طرف سے عصمت
 میں قبول فرمائیں۔ **اقول** اللہ اکبر ہر چیز کے خاطر بخیر است۔ آئندہ انہیں پس
 پر وہ تقدیر پدید ہو یہاں تو ہماری فاضل محبت نے اپنی شرط عصمت کو خود اپنی ہاتھ
 جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس حال کے یہ ہے کہ اگر سچا امارت برہ اور فاجرہ ہماری روٹیاں
 سے ثابت کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جیسا عصمت کی سنانی ہو دیا ہے عدالت کو
 مخالف ہے جو معتقد علیہ السنہ ہے پس جو جواب عدالت کی طرف سے السنہ دیوں
 وہی جواب نتیجہ کی طرف سے عصمت کے بارہ میں قبول فرمادیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہی
 جواب ہماری فاضل محبت کو عصمت کے باہین تسلیم ہو گا خواہ اس جواب اس عصمت
 باقی ہی یا نہ ہو۔ پس واضح ہو کہ مذہب اہل سنت کا اکثر احوال عدالت کی نسبت ہے۔
 اور سکو یہ روایات ہرگز مخالف نہیں ہیں اول روایات کے الفاظ میں نامل کرنا چاہیے اور
 یہ مذہب السنہ کو سمجھ کر اس کے مطابق کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر
 ہے کہ امارت ضرور ہی خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور وقت
 ضرورت و احتیاج اگر امیر برہ ہو سکے تو فاجرہ ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنی غلبہ
 و ستیلائی جو سے امیر ہو گیا یا اہل حل و عقد نے کسی پر کو امیر بنایا تھا اور بعد امارت کے
 وہ فاجر ہو گیا اور جو پیشہ ہو گیا تو ایسی وقت میں اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاوے گا
 کیونکہ اس کے رفع میں نافرہ قتل و قتال متضمن افتاد نفوس تغل ہو گا جو بہ نسبت اس
 امارت کے مفاسد کے اشد ہے۔ جب مملہ اس وقت اس امارت کو لایہ بیت جو لفظ لایہ ہی
 مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت میں اکثر احوال عدالت کی

حسب رتبا و تحقیق جواب ہم امارت کی طرف سے سنہ دیوں
 قبول کرنا نہایت صحیح معلوم ہے۔

سبب تامل کرتے ہیں تو معلوم رہتا ہے کہ شتر اطراف عدالت اس سنت کی رد ایک ہفتہ
 کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ اہل اہل عقد ماحیا خود دہشتہ کسی شخص کو امیر بنادین اور اگر یہ ہفتہ
 ہو تو انفرادی حالت کے یہی شتر اطراف عدالت نہیں ہے بلکہ وہ امرت فاجرہ ہی منعقد
 ہو جائیگا اور انواع و اقسام کے وغیرہ خراج اوسکو ادا کرنے سے ادا ہو جائیگا اوسکی ساتھ
 ہو کر چاہے جس دکان یا مکان اوسکی غنائم و مال اٹھانے و سپایا وغیرہ سب حلال ہوگی غرض
 اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات نہ سب اہل حق کے درباب شتر اطراف
 منافی ہیں اور نہ اہل حق کے نزدیک شتر اطراف عدالت بالعموم ہے بلکہ صورت اور ای
 وقت میں شتر عدالت موقوف ہو جائے گی اور امرت عمر عادلہ منعقد ہو جائے گی چنانچہ
 شتر اطراف و شہیت کے بارے میں یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بھی
 لکھا ہے پس جب تک کہ جب ہم اس جواب کو جو ہم نے شتر اطراف عدالت کے بارے
 میں اس مسئلہ کی طرف سے دیا ہے اہل حق کی طرف سے قبول کرتے ہیں تو اسکا حاصل
 یہ نکلتا ہے کہ ہماری فاضل محیب کے تمام بیہ عصمت کی مسئلہ میں اس امر کے معتقد ہیں
 کہ شتر اطراف عصمت علی العموم ثابت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص منہ خداوندی کا چٹا
 اہل حق تھا تو وہ موصوفہ ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون نص مایعیت اختیار کرے اہل
 حق کے عدلی ریاست ہو اور دارالاسلام پر اپنا تسلط و سبب لے کرے تو اسکی امرت
 نافذ ہوگی عصمت کے یہی منعقد ہو جائیگا اور باوجود عدم عصمت کے اوسکی امرت منعقد
 ہوگی نصیب عدالت و اقتدار و عقد و خراج و صدقات و قسم و تمام وغیرہ حلال ہوگی
 اور ظاہر ہے کہ عصمت کے لیے ہی نص کی ضرورت ہے جب شتر اطراف عصمت مرتفع ہو گیا
 تو نص بھی مرتفع ہوئی پس حسب ارشاد اپنی فاضل محیب کے شتر اطراف عصمت میں اس
 جواب کو کہ ہم نے اسکی طرف سے ہدایت شکر گذاری کے ساتھ قبول کر لیا اور اگر اپنی اس
 قول مستقیم ہو گیا اور اس سے نہیں ہو گیا تو مذہب تتبع سے یہ حکم اور اسکا فاضل

تسلیم کر چکے اور نے الواقع وہ مذہب اسی لائق تھا قولہ یہ جواب تو الزامی تھا
اب بطور حل گوش توجہ سے بیٹے یہ کلام بلاغت نظام خوارج لئام کے مقابلہ میں روا
لقولہم کہ بارادہ باطل کہتے تھے لاحکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ بیخ البلاغۃ میں اسکا
عنوان اس طرح مسطور ہے ومن کلام لہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع
علیہ السلام قولہم لاحکم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بہا الباطل نعم لاحکم
الا للہ ولكن هو لا یقولون لا امرۃ وانه لا بد للناس
من امیر بر او فاجرا الخ جناب امیر نے جب اسکا یہ قول لاحکم الا للہ سنا
تو فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اسکی اصل معنی ہی نہیں
سمجھی اور باطل معنی سمجھ کر گمان کیا ہے کہ ہکو رئیس کی متابعت و درکار نہیں اسکے جواب میں
فرمایا لا بد للناس غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الخلیج ہے اور بدون مشارکت کسی
نوع اسکے کام تمام نہیں ہوتے اور مشارکت واجتماع بدون سیاست منجر بفساد و فساد ہوتا ہے اور
جانوں مالوں کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جبلتی یہ بات ہے کہ بدون رئیس امیر کو خوا
نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہیں کر سکتا اور مطلق امارت اسکا انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ
ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر کر لیا اور بدون امیر
کام نظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدیدؒ لکھا ہے انہم کانوا فی بدو امرہم یقولون یدھبون
الے انہ لا حاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا
عبداللہ وھب الی قولہ اب ہم اس حل کی بھی قلعی کہولی دیتے ہیں ذرا گوش
توجہ سے بیٹے کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی بین عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبیح ہے چونکہ آپ کو اسکا اعتراف ہی کہ شروع
بسالہ میں اہل حق پر حسن و قبح شرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے
حاجت نقل روایات و تقریحات طاہفہ نہیں ہے اب ہم مطلق امارت کو بدعتی میں توہم عقل

ارشاد جناب امیرؑ علیہ السلام
انکار عصمت کی نفی ہے

نہایت ضروری معلوم ہو ہے اور چونکہ انسان دنیا بطریق ہی اہم امور کا تفہیم
 و اجتماع بدون متارکت یعنی نوع کے ممکن نہیں اور متارکت و اجتماع بوجہ اختلاف طبائع
 منجہ بفساد ہی تو سیاست لابدی ہی جو بدون امارت حاصل نہیں ہو سکتی تو امارت
 خواہ جائزہ ہو یا عادلہ انسان کے لیے لابد اور ضروری اور واجب عقلاً اقسام حسن
 داخل ہی بلکہ اقسام حسن میں ہی اعلیٰ قسم ہے کیونکہ اس کی اقسام میں سے مندوب و غیر
 ہی میں پس جبکہ امارت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہو لی اور حسن میں ہی اعلیٰ درجہ کے
 یعنی واجب ہوئی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اور ناجائز اور مفسد نہیں
 ہو سکتی اور نہ حکم شرع بمقتدا حکم عقل کے جو یہ بھی ہی حسب احوال قوم مسموع ہو سکتا ہے
 مان بہرہ ہی چونکہ مرتبہ تشکیک کو بہت گنجائش ہے تو اس کی اعتبار سے یہ ممکن
 ہی کہ فیما بین ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت
 فاجرہ سے اولیٰ و احسن ہو چنانچہ عقل سیکر استحقاق کے ہی بالبد است شہادت دیتی ہے
 جسکا کسی ساقی کو انکار نہیں اور اگر فاضل مجیب پاؤں کو کسی غمزدہ سب کو یہ شبہ ہو کہ امام
 برحق کے ہونے امام جائزہ کے ضرورت اور اسکا لابدی ہونا غیر مسلم سے واجب ضروری
 نہ ہوئی تو قبیح ہوئی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو اس صورت میں بلکہ عبارت خطبہ کے
 لہذا یہ ہل ہو جائیگا کیونکہ ہم پوچھتی ہیں امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی
 یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہی تو عادلہ حاصل اور اسکی ضرورت سے انکار باطل اور اگر غیر ضروری
 ہی تو خطبہ میں صریح امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور گنہگار ہوا اور نیز اسکی
 ضرورت کا الہی اعتراف کہ چرچ میں اسکی منافض ہو گا دوسری یہ کہ امام کے غیبت میں
 علیٰ الخصوص جبکہ غیبت کبریٰ کے حاصل ہو تو اسوقت بدلتہ عباد امام برحق کی سبقت
 کرنے میں عاجز ہیں اور اسکو کسی تدبیر و حلیہ سے حاصل نہیں کر سکتی چنانچہ اس نے
 اسن اور نہ میں لکھو کہ امام نہیں مگر ان ملا الامان ایران کو مقرر میں امارت الہی

لایہی ہی کہ بدون اوسکو مدت طویل ہی گزارنا دشوار ہی تو اگر امارت فاجرہ کی پہلی وقت
 میں ہی ضرورت نہوگی تو کس وقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق امارت سیاست کے کچھ
 ضرورت نہیں علاوہ ازیں اگر بالفرض نام ہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی جیلہ پیر
 سے کوئی نہ کوئی اپنی طرف راجع کر لے اور میرین جادو اور سزا امارت پر ایسا استحکام پیدا کری
 کہ اگر اسکی غزل کا نام ہی لیا جاوے تو بیجا بن قتل و دھار ان حوادث میں سے کہ بعض
 ہوں تو ایسی وقت میں شو کوئی تسلیم عقل اسکی ضروری ہو نہ کیا انکار نہیں کر سکتا تو جب امارت
 مطبقہ عقلاً لایہی اور حسن ہوئی تو لامحالہ شرعاً ہی حسن ہوگی کیونکہ برخلاف حکم عقل
 شرعاً قبیح نہیں ہو سکتی اور جب غفلت اور شرعاً لایہی اور حسن ہوئی تو حکم ازکم اتنا تو ضرور ہوگا
 کہ ضرورت کی وقت میں منعقد ہو جاوے اور شرعاً و عقلاً اوس پر احکام ناست کی جاری
 ہوں اور جہاد و قسمت غنائم وغیرہ میں اسکا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اسکی اطاعت
 واجب ہو اور سوم اولی الامر میں شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا ہی اس بارہ
 میں یہ ہے کہ ایسی امارتیں ضرور منعقد ہو جاتے ہیں اور شرعاً و احکام امارت جاری
 ہوتی ہیں اور انکی اطاعت واجب ہوتی ہے اور اگر خود ان ہی الفاظ میں جو انھیں لکھا
 میں ہیں نازل کیا جاوے تو مفہوم یہاں ہی کہ جناب میر نے اس کلام میں کہ اید للناس من
 ایدہ و لو نافر فرمایا مسلمہ و کافر نہیں لکھا یا حالانکہ انسانی ضرورت ہوتی میں امارت مسلمہ
 اور کافرہ دونوں پر میں سیاست اوس کی حاصل ہوتے ہی کافرہ ہی یہی حاصل ہوتی ہے
 اور نظام و اجتماع و دفع فساد و افساد جیسی اس سے مقصود ہی اس کی ہی مقصود ہی باوجود
 اسکی حضرت میر نے کافرہ نہیں فرمایا کیونکہ کافر کے ناست کی سطح صحیح نہیں ہے
 و لا یجوز علیہ اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیدار شاد ہی اور مسلم کے ناست کو فاجر
 ضرور منعقد ہو جاتے ہی اور یہی ہی مذہب اہل سنت کا ہی جو موافق ارشاد جناب امیر
 ہی بخلاف مذہب شیعیم کے کہ انکی نزدیک کسی ہو سکتا ہے کہ ناست کیسا ہی متفق ہی ہو میر کا یہ کہ

اور اگر اسکی ضرورت
 کی جائے گا تو ضرور
 ایمان دارانہ
 ۱۲۰۵

قرشی فاطمی حسنی ہو اسکی امامت علاوہ ایہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہیں اور کیسے
 ہی ضرورت کے وقت میں ہو منعقد نہیں ہو سکتی سوائے ایہ اثنا عشر کے کوئی شخص
 واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے ساتھ ہو کر جہاد جائز ہے اور جو سببا یا اموال
 کفار کے اسکی جہاد سے حاصل ہوں نہ وہ حلال ہیں اسلئے حنفیہ وغیرہ وغیرہ کی
 بابت علامہ شیعہ مبتدائے تشویش ہیں بہر حال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہ مذہب
 حضرت م کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے
 بطلاق عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اس کے سمجھنے کے لئے بھی عقل بنایا جائے۔
 واللہ التوفیق قولہ بالجہاد اس قول سے جناب امیر کی غرض یہ ہے کہ انسان
 کو باعتبار اس کے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہیں نیک ہو یا فاجر اس سے یہ قیاس
 نہیں کر سکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نائب رسول سے مراد ہے وہ بھی فاجر ہو سکیں
 یہ کلام بلاعت نظام جناب امیر نقیض انسان کے بیان میں ہے نہ حکم شریعت میں
 اقول ہمارا مدعا بھی اسی غرض سے جو جناب امیر م کی اس کلام سے حاصل
 ہے کیونکہ جب کوئی فرد افراد امامت میں سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم عصمت
 کے بھی منعقد ہوئی تو آپ کا مدعوئے عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا
 خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہونا سوائے ہم ہی معتقد ہیں بیشک ناسق و فاجر خلیفہ
 راشد ہو گا لیکن یہ کہ مستانزم نہیں کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق و فجور کے درمیان ہیں
 مراتب کثیرہ ہیں اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہونا اسکو مستانزم ہے کہ غیر راشد امام با امامت عامہ
 نہ ہو سکے مگر ہے کہ علی سبیل التفرل ضرورہ اسکی امامت منعقد ہو جائے اور اس کے منافع دینی
 و دنیوی حاصل ہوں اور کچھ نہ ہو تو انتظام و سیاست و شوکت اسلام تو ضرور حاصل ہوئی غرض
 انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد
 اگرچہ نقیض انسان کے بیان میں ہو لیکن تاہم مستانزم حکم تشریح کو ہو گا اور تشریح اس امر کی

جو بروئے عقل انسان کو لازم و متعمم ہے مخالف عقل نہ ہوگی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ
تشریح اسکے خلاف واقع نہیں ہوئی بلکہ جا بجا روایات سے اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی
ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہوں ابن بابویہ قمی نے خصال میں روایت
کی ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثة یدخلہم اللہ الجنة بغیر حساب
وثلثة یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنة بغیر حساب
فاما عادل و تاجر صدوق و شیخ افنی عمرہ طاعة اللہ عزوجل و اما
السلالة الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فاما جائر
و تاجر کذب و خلیفہ نفاق اس روایت سے صاف واضح ہے کہ اس میں جزا و سزا کو عدل
و جور کے ساتھ جو بعد امامت کو فصل خصوصیات وغیرہ میں پیش آتے ہیں منوط و مربوط فرمایا گیا
اور اصل بنیاد و بنیہ انعتاق و امامت جائزہ کی نسبت کچھ نہیں فرمایا اول واجب تھا کہ اسکی
نسبت عدم انعتاق و بیان فرماتے اور لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اوس سترع و قطع کر دیں اور امام
جائز پر راجع کریں جب یہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائزہ جیسی کچھ ہتی ضرورہ متعقد
تو ہو گئی اب اوسکے مفاسد سے جو آئندہ محتمل ہیں کہ امام جائز سے صادر ہوں اوسکو تحویف
و ترہیب ضروری ہوئی۔ علاوہ ازین یہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہاں
کہیں لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اوسکے معنی لغوی لینے پر تیار ہو گئے
اس حدیث سے وہ بھی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر ہے یا امامت عامہ نہ یا امامت
خاصہ را شئد لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنی اصطلاحی شرعی
میں حقیقہ شرعیہ ہے اور عدول حقیقہ سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ حوالہ
امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی فرمایا تین شخص ہیں جنکو اللہ تعالیٰ بلا حساب جنت میں داخل کرے گا اور
تین ہیں جنکو دوزخ میں بلا حساب داخل کرے گا جنکو جنت میں بلا حساب داخل کرے گا وہ ایک امام عادل و دوسرا سچا مؤمن
تیسرا بڑا جسنے اپنی عمر بیکلامت میں نفا کردی ہو اور جن کو دوزخ میں داخل کرے گا وہ امام ظالم اور ہونا و دوسرا کافر و منافق

مخصوص اپنی خواہری پچھو لے ہوئے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل اول لفظ امام
 عادل اور امام جائز واقع ہیں پس ان دونوں لفظوں سے پھر جبکہ معنی لغوی سرور ہیں اور یہ
 باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صاف ہو علاوہ اذین جو ظاہر
 و خلا کر عادل گذری ہیں جبکہ اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ از شیران و غیر
 بن خطاب صریح اللہ عنہ و عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب بر خلاف مرسوم امامیہ
 اس و عدل کی سختی ہوا اگر ایک جگہ معنی مہملاحی اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد ہی جائیں
 تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ وجود قرینہ جو صاف عن حقیقت ہو غیر مسلم جو علاوہ اذین تقابل
 صحیح نہیں ہو گا بلکہ خود تقابل قرینہ ہے اور اس سر پر مال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہنگام
 وہی ثانی کے ہونگی اور تقابل کے بطلان سے کلام درجہ فصاحت سے ہی نہیں گریگا جبکہ اصل
 ہو جائیگا تو اب متعین ہوا کہ وہ جبکہ معنی مہملاحی ہی مراد ہیں۔ چونکہ اور کوئی محتمل ہے
 نہیں اور میں پھر جبکہ معنی مہملاحی ہونے پر جوہر الفقا و خلافت ائمہ جوہر کے جو کہ یہ نصبت
 و انت ذہب شیعہ پر واقع ہوئی ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس تحریر میں اطناب ہوتا جاتا ہے
 اسلیں ہم اس کے شرح و بسط کو کسی دوسری وقت پر منحصر کرتے ہیں۔ **قول** اور اگر
 معاذ اللہ یہ بات جائز ہوتی تو فرمائی کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت
 کیوں نہ کی اور کیوں شہید ہوئی بلکہ اصلی بات یہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چار زمینیں
 امام معصوم کو جب رعایا برابری کی امور میں ممکن نہیں اور اس سے منازعت کر کے اس کے
 اصلی مقام سے طاعت کرین تو اس صورت میں حفظ نوع انسانی حصول انتظام امور
 کی گویا کیسا ہی ہوا میر و حاکم سے گریز نہیں **اقول** کیونکہ حضرت اور اگر معاذ اللہ
 یہ بات جائز نہ ہوتی تو اول الامور علیہم کون خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی
 اور کیوں ان سے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کر کے جنگ نہ کا رزار گرم نہ کرنے
 یہاں تک کہ یا اپنی حق کو پہنچتی یا مثل جناب امام ثالث کے شہرت شہادت چکا ہوتی

اور نیز اگر خداوند یہ بات جائز نہ ہوتے تو کیوں جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ
 خلافت تسلیم کر دینی اور کیوں اس سے بیعت کر لیتے اور باوجود وعدہ و وعید کیوں
 جبراً اقبال نہ کر کے یا اپنی حق کو پا لے۔ یاد رہے شہادت پر ہر چہ سخت اور ہمدرد
 اس شعر کے ہوتے بیعت و رنشا یہ دست بردن بدست و شقت و طلب نہ
 ح حفظ شیا و غایت عنک اشیار۔ افسوس کہ ایک ایک امام ثالث کا یہی
 قصہ یاد رہا اور امام اول ثانی کا فراموش ہو گیا یہی ہم ہی انکو یاد دلادیا کہ بیعت
 مثل خمیر علاوہ ازیں جبکہ دلائل و بنیات واضح ہیں اس بات کا ضرورہ جائز ہونا
 پہنچے حسب اصول امامیہ ثابت کر دیا تو اب اسکی ہی جواب وہ اہل تشیع ہی ہونگو
 معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہمارے فاضل محبت نے عدم انعقاد بیعت امام جائز کی
 نسبت بیان فرمائی ہے یہی کہ معاذا اللہ اگر امامت جائز نہ ہوتے تو امام
 حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہ ہوتے اور جب انہوں نے بیعت
 نفرمائی اور یہاں تک لڑے کہ شہید ہو گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید جانت
 جائز تھی صحیح ہوئی تو کوئی امامت جائز نہ ہوتی کہ عدم انقضاء بیعت۔ بنی
 عرض کرتا ہے کہ خود اس دلیل سے امامت یہ امر ثابت ہو کہ امامت میں جیسا مشقہ
 کرنا امام معصوم کا دلیل اور قرینہ اس کے بطلان اور عدم انعقاد کا ہی اس طرح تسلیم
 امامت اور منافقہ لنگر یا دلیل اس کے صحت کی ہے علی الخصوص اسی حالت میں ترک
 منافقہ کرنا کہ حالت عدم عجز و خوف کی ہو۔ اب ہم ائمہ کی حالات کو درباب تسلیم
 خلافت کو نظر تفصیل سے دیکھتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے انہی خلفائے ثلاثہ
 میں انوکھ خلافت نہ تسلیم کیا اور یہ تسلیم انقیاد بسبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہیں تھا
 بلکہ انہی سے ہمارے خلاف فتنیں و طوائف و رضا و خداوندی کے واقع تھیں چنانچہ ہمارے
 اس کے اول بعض خطبہ میں جو ہم ابلاغ میں شریف جانی نے جمع کی ہیں بصرہ درج کر

وہ خطبہ یہ ہے ومنك لآلام لہ لما عرفوا علی سبۃ عثمان لقلہ علمتم لہ احوالہا
من غیرہ واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین ولہم بکن فیہا جورا لا علی
خاصۃ التماسا لاجہ ذلک وفصلہ وزہد ا فیما تافستموہ من ترخر فہ
وز بوجہ۔ اتھے اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے
کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے حیثیت الخلافہ کے جسکا مدار حسب نصوص امیہ وجود
نفس و عصمت و انصافیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدائے پاک کی کھاکر
فرمایا کہ میں جب تک مسلمانوں کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور و ظلم
نہوگا اور سوقت تک خلافت کو تسلیم کرونگا اور اوسین چون و چرا نہ کرونگا تو اس سے صاف
جو آپ کا نشانہ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے اوپر اس خلافت میں جور ہوا اور انکی
حق تلفی ہوئی تو اسوقت مناقشہ کرونگا اب دیکھا چاہیے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے
مذہب تشیع پر کیسی کچھ آفت و بلا نازل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے بغیر زمانہ خلافت
اوسین مناقشہ اور منافہ نہیں فرمایا اور کچھ چون و چرا نہیں کی اور پہلی دو دنوں خلافتوں
میں حکومت کا بھی نام نہیں لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم نہ کیا اور یہ تسلیم کچھ بجز اور بیچارگی اور حق
کے وجود نہ تھی کیونکہ اگر بجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ماسلمت امور المسلمین
ولہم بکن الخ بالکل مہمل ہو جائیگا بلکہ یہ سکوت و تسلیم حقیقہ خلافت کی وجہ سے ہوتا تھا اور اس وجہ
تھا کہ خدا اور رسول کی طرف سے حکم سکوت و تسلیم تھا چنانچہ فاضل بوزانی نے اپنی شرح
میں دو سرگرا لکھا ہر وانہ کان معہودا علیہ ان لا ینزع فی امر الخلافۃ پھر اگر
مجتہد آپ کی کلام کے جبکہ لوگوں نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ میں بیعت
دوسرے کسی شخص کے احق بالامامت ہوں اسکی قسم میں تسلیم کرونگا جب مسلمانوں کے امور سلا
رہینگے اور اوسین بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم نہوگا اسکے اجرا و بزرگی کی طلب کے لئے اور
جبکی زینت اور خوش آئندگی میں تمہنی رغبت کی ہے اوسین بے رغبتی کے سبب سے ۱۲

ان خلفائے نہیں کسی پر جو رہو تا تو ضرور جناب امیرنا قشہ فرماتے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ ارسوت
 تاک خلافت تسلیم کر جب تک کسی پر جو رہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناسقہ کی وجہ
 سے ثابت ہو اگر یہ خلفائے منعقد نہیں بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا جو کچھ تودہ
 تودہ روایات متفقہ کمال ظلم و جور کے جو خلفاء رض کے مائتوں اہلبیت رض پر ایمان
 مقبولین پر ہوئے بشعادت جناب امیر کے کذب زور و اقترا و بہتان میں چنانچہ
 ہکم شرح کبیر ابن میثم سے نسخہ احداثات عثمان رض نقل کرتے ہیں۔ واما الاحداثات
 المنقولة عنه فالمشہورة منها عشرة الاولى تولية اصول المسلمين من ليس اهلا من
 السابق مراعاة للقرابة دون حرمة الاسلام كالوليد بن عتبة وسعيد بن العاص
 وعبد الله بن السرح - الثانية رده للحكم بن ابی العاص - الثالثة انه كان
 يوشز اهلہ بالاموال العظيمة الرابعة هي الحصة الخامسة انه
 اعطى من بيت مال الصدقة المقاتلة وغيرها السادسة انه ضرب عبد الله بن
 مسعود السابعة انه جمع الناس على قراءة زيد بن ثابت واحرق المصاحف الثامنة
 اقدام على عماد بن باسرا بالضرب التاسعة اقدامه على ابی ذر حتى تقاه الى الزينة
 العاشرة تعطيل الحد الواجب على عبيد الله بن عمر فانه قتل الهرثان مسلما بقتله اب
 ان احداثات کو دیکھ کر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ احداثات ظلم اور جور میں بعض انہیں
 سحر سمجھا حقوق اہل عام پر جو روایت می ہے اور بعض خاص کی اس کا یہ پہلی کین حضرت امیر
 کی ذات خاص کے متعلق انہیں سے کوئی نہیں ہی اگر نے الواقع انکا وقوع صحیح نہ تھا تو
 ضرور آپ کہ حضرت مناسقہ فرماتے اور جب آپ نے تسلیم میں آکر تک چون چلا

بہر حال امامان اربعہ کے واجبہ اور حاکم علیہ کے واجبہ

۱۔ اور بن عتین منقولہ لاوس سے انہیں شہر و س میں اول الایقون فاسقون سبب راجع قریب کی ہون حرسہ امام
 امیر مسلمین پر بتولی کرنا جب ولید بن عقبہ اور عبد بن الامام عبد اللہ بن سرح دوسری حکم میں ہے ان کا صل کو لوگ مایسنا غیر
 انہی کو لوگ اور ان کے متعلق کہ تہر جی اور دیگر باتیں کہ ابال سے معاذ وغیرہ کو یا چہ پی سید ابن مسعود کی یا مائتوں کو کو گزیدہ شہر
 قرات پر لکھا کہ باقی مصاحف کو جلاد یا آئین مابین ہر کو کھلا آئین الکر کر غزہ کی طرف جلا وطن کر دیا دسویں حد کو جو عبد اللہ بن عمر پر سب

نہیں کی تو معلوم ہوا کہ یہ احادیث محض اہل جہشی حضرات کے محدثہ و اختراع ہیں جو انکو
 ولاء اہل جہش میں اور بنکر موند پرستی میں مبتلا کیا تھا اور نے الواقع ایسی کذاب بات کے پاس
 ایسی ہی پہنچنے چاہیے اور شارح ابن میثم نے اسکا کذب و نسب ثابت کیا اور بعد بیان ہوا
 کہ تہذیب مکملہ وقد اجاب الناصر بن عثمان عن هذه الاحداث باجوبة
 مستحقة و هي مذکور فی المطبوع ابیہم علیہ کما ان رجوع کرتے ہیں اور گزارش کرتے
 ہیں کہ ابن میثم پرانے دوسرے خطبہ کے ترحمین جسکا عنوان یہ ہے - ومنکم الام
 لا اريد قل البيعة بعد قتل عثمان دعوى والتمس وغیری الخ فرماتے ہیں
 قتل عثمان وان تركتموني فاننا كما حدكم ولعلكم اسعكم واطوعكم لمن وليتموه امرکم ای
 کست کا حد کم فی الطاعة لایکم بل لعلکم اكون اطوعکم لای بقوة علم ووجوب
 طاعة الامام - خدا کے یہی کوئی عامل منصف ان مخصوص صریحہ کو دیکھ کر جناب امیر
 حسب تقریر و اعتراف ابن میثم کس وضاحت کے ساتھ فرما رہی ہیں کہ جب کہ چوڑ کر جسکو تم نام
 بناؤ میں ہی تم میں کا ایک ہوں جیسی تمہارے حکم اطاعت واجب ہوگی ویسی ہی مجھ پر بھی واجب
 ہوگی بلکہ امید ہے کہ میں بنیت بہتاری زیادہ مطیع و فرمانبردار ہوں کیونکہ جب کہ ہم
 واجب الاطاعت ہر دو میں ادائی ما جب میں زیادہ ساعی ہو گا یہی کہ اطاعت امام
 کہ وجوب کا علم اگر سب سے زیادہ ہنا اب فرمایا کہ اگر امامت منقذ ہی نہیں ہوگی
 تو وجوب اطاعت اور وہی امام منصوص موصوف منقرض من الطاعت پر کیسا اور امام منصوص
 کی اطاعت میں مثل عوام کے ہونے کو کیا معنی بیان بھی فرما دیجیگا کہ حضرت نے تفسیر
 علیہ الترتیب سے جو حکم عثمان کے طریقوں سے مذکور ہوا ہے وہی حرمی کیوں کہ میں نے نہیں ملے
 قتل عثمان نہ کہوئے مجھ کو کہ تم کہ چوڑو گئے تو میں تم کو ایک جیسا ہوں اور شاید میں زیادہ ساعی اور اطاعت کو
 دانوں جسکو تم ہی پر کا ستوں بناؤ یعنی میں تم میں کا ایک جیسا ہوں بہتاری امیر کی راں سرداریں بکثرت میں کا
 ہم ہر دو ملتج ہوں میں بس سب کا کہو کہ امامت کی وجہ کہ قوی ہم سے ہو۔

تو خاص انکی ذوات کو دیکھتی ہے اور چونکہ ائمہ اور مجتہدین و علما احیاء و سکنہ میں داخل ہوتے ہیں
 اسلام میں مشول ہیں تو انکی فسق و فجور سے اسلام میں عزت کا اندیشہ نہیں چنانچہ خود فاضل
 بحران نے اپنی شرح میں اسکی یہی شہادت دینی میں و ما یؤید ذلک ان اکثر الخلق
 متفقون علی ان اسراہنی امیۃ کا تو انجا راعداں رحلیں اولئکۃ کعثمان و عمر بن
 عبد العزیز و کان الفقی یجمع لہم والبلاد تفتح فی ايامہم و الثغور الاسلامیۃ
 محروست و السبل امیۃ و التقوی مانہ ذبا لضعیف و لم یضر حلیہم شیئاً فی ذلک
 اکامورہ پس جب مجاہد کے امت میں یہ امور مثل ثغور و بنار و قناطر جو تھیں جو میں فتح
 بلان و قنایع و جمع نے و امن طرق و فضل خدمت علی الحق ہوئے ہیں تو انکی وجہ سے
 اسلام میں کوئی اثر شدید نہ پہنچا تو انکی امت کو وہ فاجر ہی سمجھی با اعتبار دنیا کے
 موجب اعراف فاضل مجیب لایہی ہے لیکن با بنیادین کے ہی اسکی سبب نفع
 اسکی مضاف سے بہت زیادہ ہیں تو ایسی ضرورت کی تھامیں جبکہ وہ لایہی ہوا اور اس
 گزیر نہ ہو بروی عقل ہرگز ناجائز نہیں کہ اسکو غیر منقذ کہا جاوے اور اسکی ساتھ جہاد
 ناجائز قرار دیا جاوے اسکی اطاعت کو جو امور موافق شرع میں ہو مصیبت اور
 ناجائز قرار دیا جاوے سبب انک نہ ہوتا ان عظیم موجب بروی عقل اسکا واجب ہونا
 ثابت ہوا تو جب قاعدہ الامیہ اگر شرع سے اسکی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو
 لازم آدی کہ معافاخذ اتفاقاً فی قبیح کا حکم کیا اور ترک اسکی و طیف و فایا کیونکہ اسوقت الحاح
 و طیف یہ ہے کہ اسکی جواز و خصوصیت انتفا و کافورۃ حکم دیا جاتا ہے شائد عن
 ذلک علواً کبیرا پس اس تمام گفت گو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خطبہ میں کتبہ نبوی

اور مسجد اکی حاکم کرنا ہے یہ بھی کہ اکثر معمول ہر مصلحت ہی کا طریق ایسا ہو اور حق مشیت و حکم
 عثمان بن عفان میر و جبر ہی اور انکی سبب ال صیبت جمع ہوئے ہیں اور ملاز انکی ایام میں جمع ہوتی ہیں اور انکی
 کہاں تھوڑی ہی اور انکی صیبت حق کے عرص میں کرنا یا تھا اور اگر وہیں کہ نقصان ہوسکتا یا تھا۔

نہیں فرمایا بلکہ حکم شرعی ہی چلایا تھا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عصمت امامت کو
 شرط نہیں مگر خدا واجب ہے ان ہی الفاظ میں نازل کرتے ہیں اور قطع نظر دوسری و اثن
 و عبارات سے جو اوپر بیان کر ائی ہیں وہ تیسری میں تو بدلتا ہے پھر میں آتا ہے کہ عصمت امامت کے
 ایسی شرط نہیں کیونکہ جناب امیر مفسر نے مختصر فرمایا کہ امام نیک ہو گا یا امام فاجر ہو گا مسئلہ
 فاجر کے امامت ناجائز اور غیر منفعہ ہے لیکن امامت برزخ کے تو ضرور جائز و راجح ہے کیونکہ
 خلوان و دوزخ میں جائز نہیں اور ظاہری کے نیک کے واسطے یہ ہے کہ بعد لازم نہیں ہے کہ وہ معصوم
 ہو یا تو مطلق برکے امامت جائز و منفعہ ہوئی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہے تو اگر بالفرض
 فاجر کے امامت صحیح ہو تا ہے مگر اس استدلال اس عبارت سے بے غبار ہے اور اس عبارت سے
 بطلان عصمت کا شمس فی انفس النہار و کسبہ اللہ علی ذلک اس بحث کے تفصیل
 میں ہو گا اور یہی گنجائش ہے اور مضمین دین میں ہیں لیکن خوف تطویل اجازت نہیں
 دیتی اگر موقع ہو تو انشاء اللہ کہ کسی موقع پر عرض کریں گے یا باقی صحبت ہے
قول جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کے مثال یہ ہے کہ لا بد للناس من قوت اور قوت
 عام ہے حلال و حرام سے اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہیں دیتی مگر انسان کو قوت ملے گی اگر وہ
 حلال سے حاصل کی شرع کی پابندی کے ہو اور اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اس طرح
 امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرعاً مجبہ لائن شرعیہ عقلیہ ثابت ہیں اگر اسی امام کی اطاعت
 کریں اور اس کو امام مبین تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہیں کسی نہ
 کیونکہ ضرور حاکم دامیر کریں گے جیسا کہ ذرا ج لیام نے باوجود انکار کیا نے آخر کو حاکم کیا
اقول اس موقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو تشبیہ
 علیہ قرار دیا یہ یعنی ہماری دعا کی موید ہے اور فاضل مجیب کے نقل میں مصداق مثل مشہور
 کا لاجست عن حلقہ بظلفہ کے ہیں تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ امام مطلق کا لایہ
 ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی

و اہم الام لا بد ہی نیک ہو اگر نیک بیس نہ ہو سکو تو فاجر ہی ضرور ہی کیونکہ احدهما سہ گزیر
 اور جب اسکا لا بد ہو نا بت ہو الا جاری اور ضرورت گرفت میں اسکا انفاق بطور
 خیریت بلکہ حسب وایات الماسدہ اسکو صحت اور اسکا جواز انفاق بطور وجوب و غیرت کے
 ہوگا کیونکہ نفیس علیہ اسکا قوت ہے کہ لا بد للناس من قوت من حلال کان ادرام پس اگر
 انسان کو قوت حلال ہی بیس نہ ہو اور مضطر ہو قوت حرام کی طرف تو بشارت نہیں فرم
 قرآن جو چند جگہ کلام مجید میں ارشاد ہے متناول حرام و سکی الہی خشن و گنجینہ انشاؤ فمن اضطر
 عَزَّ وَجَلَّ وَلَا عَادَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ - فمن اضطرَّ في حَظْمَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِآثَرِ
 فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ بلکہ حسب نفیس ہا بت شیعہ ایسی حالت میں اوپر فرض ہے کہ حرام کو
 قوت بناوی اور اگر اونی حرام سمجھ کر ترک کیا اور گریا تو کا فر کہو کیا حق تعالیٰ نے جرح کر
 اسکو حق حلال فرمادیا تھا اسکو اپنی حرام سمجھنا تفسیر سافہ میں تحت تفسیر قرآن تامل
 فمن اضطرَّ جو روایت لکھی ہے اسی پر اتفاق کرنا ہوں فی المقیہ عن الصادق فمن
 اضطرَّ إلى الميتة والدم ولحم الخنزیر فلم یأکل منها من ذلك حتی یموت فهو
 کافر اب ہم اسی حکم کو جو نفیس علیہ میں موجود ہے نفیس یعنی راست میں جاری کر دین میں صحت
 وکذا من اضطرَّ إلى الامارة الفاجرة فلم یقبلها ولم ینفد لها حتی یموت
 فهو کافر - یعنی اگر کوئی شخص ارب فاجرہ کی طرف مضطر ہو اور اسکو حرام سمجھ کر اسکا مصیع
 و منقاد نہ ہو اور نالے یہاں تک کہ مرجاؤ نودہ شخص کا فر ہی کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے
 اسکو حلال فرمادیا اسکو اپنی حرام سمجھا اور قبا بچکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا
 ۱۰۰ ہر شخص مضطر ہو بے حکمی کرنا ہے - روایتی قولہ سہرہ بنین ۱۱۰۰ ہر شخص مضطر ہو کہ میں دیکھتا ہوں
 و بیس نہ ہو تو ایسی ہی ہوا - ۱۱۰۰ نفیہ میں ام مٹاؤے مروی ہے جو مرد اور جن احقریر کے گوت کیلئے
 مضطر ہو اور ایسی کچھ نہ کہادی - یہاں تک کہ وہ مر جائے وہ کاہر ہے - ۱۱۰۰ اسطرح جو راست فاجرہ کیلئے
 مضطر ہو اور اسکو قتل کر دیا وہ بیس نہ ہو یہاں تک کہ وہ کاہر ہے - ۱۲ -

تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ضرورت و خطر کے وقت میں شرعیت تادل قوت حاکم
 وخصت و اجازت دیتی ہے بلکہ فرض فرماتا ہے اور اس کے تارک منکر کو کافر کہتی ہے تو اسنی
 جب اسکی حالت میں قوت حاکم سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے ہنقدار
 و تلاش میں رہا اور کوئی نہ کیا تو اسے مخالفت شرعیت کے اور کافر اور ظاہری کہ حکم
 الہی بہ نسبت اکل کے اگر وہ ہم ہی تو امامت کی خطر کے صورت میں اسکا انکار بالاد
 منجہ کفر و گناہ عاری مجیب کا یہ ارشاد کہ اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے بخیر
 میں اسے غلط ہی منشا اور کیا یہ کہ ایکو با ایضہ اور عارضی جہد والے اپنی گہر کے ہی خبر
 نہیں ہے محمد اللہ کہ جو مثال آپ نے اپنی مدعا کے ثبوت میں پیش کی ہے وہ ہی
 اس کے مذہب اور خود جناب پر منتقل ہو گئی کہ محمد اللہ اولاً و آخر اولاً مراد باطنی -
 قال الفاضل المحبیب قولہ - اگر شک ہو تو بیع البیاعۃ نکال کر دیکھ لیجی اور نص
 سے فرمائی کہ آپ کا دعویٰ سچا ہے یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا ارشاد سچا ہے۔ اقول - ے شک
 یہ پہلے بلاغت میں ہے اور جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد سر نہر شاد عین صدق و محض
 حق ہے مگر آپ اسکا مطلب نہیں سمجھ رہے گستاخی معات حکمہ میرد بہا الباطل کا مضمر ہے
 صادق ہے بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی جب یہ ارشاد جناب
 امیر جو بیع البیاعۃ میں منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور ہستی بالائے صفو ثابت
 کر دیا کہ اسکا مطلب یہی ہے جو ہم سمجھ رہے تھے آپ نے سمجھا تھا وہ غلط اور آپ کی
 اصول کے برخلاف تھا تو انصاف سے فرمائی کہ کلمہ حق ارید بہا الباطل کس پر صادق آیا
 اور اسکا مصداق کون ہو چنانچہ اگر اس گزارش کو بروی عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں گے
 تو آپ کہہ ہی سکیں بخیر نصیحت ہو جائیگی۔ فقیر اور چونکہ سارا دعویٰ جناب امیر و
 رسول خدا و امیر علیہ السلام کے اقوال سے مقتبس ہے بیشک سچا ہے اقول
 بیشک سچا دعویٰ آپ کو نعمت میں اقوال جناب امیر و رسول خدا و امیر علیہ السلام سے مقتبس اور سچا

خود لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپ کا اقتباس صحیح ہو بلکہ نئے بحقیقت آپ کا
 اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر اس طرح ہر ایک فرقہ کے دعویٰ
 اقتباس کو محابین واقع سمجھا جاوے تو خواجہ ہی کہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ خدا و رسول خدا
 کا ارشاد اس سے مقتبس ہے بلکہ یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تمام اہل مل سے کہتے ہیں کہ ہمارا
 دعویٰ خدا و رسول کے کلام سے مقتبس ہے پھر مسلم نہیں کہ جناب کو ان کی تسلیم کر لے میں
 کیوں انکار ہے پس جو جناب اپنی انکار کے دلائل و دلیل قائم کریں وہی دلیل یہاں
 پہنچی سمجھ لیں۔ ان جناب میر صاحب آپ نے شروع جواب میں یاد آتا ہے کہ ہمہ
 ائمہ اہل فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے خطبہ میں جو فقہ عیال کے صلوة و سلام میں اصحاب پر کی تھی
 تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ باعتبار مذہب اہل سنت کے
 تقدیم اصحاب کے آل پر ہونی چاہیے اور جو اس کی یہ بھی کہ آپ کے نزدیک تقدیم نے انکار
 مستلزم تقدیم نے الرتبہ کو ہی پس اس جگہ جو آپ نے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا
 کیا آپ کے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے بر حیت الرتبہ افضل ہیں جیسا کہ یہ تقدیم
 حسب زعم سامی مختصی ہے اگرچہ آپ کی ہیبت سے روایات سے مستفیض ہوا ہے کہ جناب
 امیر جیسا تمام انبیاء سے حسب اعتقاد شیعہ افضل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے بھی افضل ہیں لیکن چونکہ نبائی طور پر خاص حضرت کی نسبت اسکا انکار کیا ہے
 عبارت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تو اس لیے دریافت کر لیا گیا
 کہ اولاً اور عاقلانہ ہمارا دعویٰ اور اس ارشاد میں کسی قسم کی مخالفت ہو مردو بیانی
 نہ دوسرے میں **اقول** یہ صرف جناب کا زعم ہے اور ذواق میں جناب امیر کے
 ارشاد اور دیگر دعویٰ میں ہر قسم تناقض و مخالفت ہے کیونکہ جناب امیر کا ارشاد
 ضرور مطلق امارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپ کا دعویٰ اس کی عدم صحت کو مقتضی
 پس حاسا و کلاماً کہ اگر دعویٰ اور جناب امیر کے ارشاد میں باہم توافق ہو فقہ حنفی کا

اجتماع باتفاق وحدت ثانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد میں تو کچھ تو نہیں
 ہرگز ان اپکا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعویٰ صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا
 پس ہر دو بجائی خود درست کی طرح نہیں ہو سکتی۔ **قول** آپ عقل سے غم و غصہ
 سے کام لیں **اقول** بجز اللہ نفس نہ ہستی تو اپنے عقل و علم انصاف خدا آدو
 کا عمل یا تھا مگر انہوں نے آپ سے اس پر عمل نہ کیا اور کتنا ہی عاف آیت **اِنَّمَا مَرَدُّ النَّاسِ**
بِالْبَلَدِ وَتَشْهُونَ اَنْفُسَكُمْ کا مضمون اس کی صداقت آیا اور علم آپ ہی بیشک گزاری ہے
 عاملین اور جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اپنی علم و عقل انصاف سے کام لیکر عرض کرتے ہیں
 اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند قائلے جناب کو یہی توفیق عطا فرمادی **اٰمِین** اللہ اعلم ربنا فتح
 بیننا و بین قومنا بحسن و انت خیر الفالحین **قال** الفاضل الحسب - **قولہ** - اس کے بعد فرمایا
 حضرت محمد علیہ السلام نے کہ کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا اگر اس
 کلام کے موافق ہے تو میرا بالوفاق اور اگر مخالف ہے تو کس کو حق کہیگا اور کس کو باطل کہیگا
 باب نادیدہ دوسرے - **اقول** کلام بلاغت نظام جناب امیر علیہ السلام کے معنی
 اور اصلی مراد عرض ہوئی آپکا شبہ برقع کیا گیا اور اپنی دعویٰ شریعت منہ کو ان کی سی علما
 مستند کی کلام سے ثابت کر دیا **يقول العبد الفقير الى مولاه العتقی**
 جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اس سے اصلی غرض جو کچھ آپ نے سمجھی ہے
 وہ جناب کے مرقوم پر ہی منحصر ہی صحت اور قیاس کو کچھ ساس ہی نہیں اور اس
 کلام سے معنی نہ کوئی کو اصلی غرض سمجھنا قبیلہ توجیہ القول کا لایر معنی نہ قائم ہے ہر اور
 منہ کا ابطال تو ایسا جلی و دیر ہی ہے کہ کسی عاقل و محقق نہیں رہ سکتا **علاء الحق**
 جناب نے جس قدر شیوہ لکھا ہے تو نہایت ہی لوح تھا بندہ نے جو کچھ اس میں گزرا رہا
 کیا ہے اگر اس کو بغیر انصاف و ملاحظہ فرمایا کر اور انصاف و ملاحظہ فرمایا کر تو خود ہی اس کی
 اور اگر نہ ملاحظہ عرض نہ ہو رہی و میں نے شبہ ہر خطہ کہ میں تو ہر پہر ہی تکرار کرتا

حاضرین و اللہ ہوا الموفق **قول** آپ جانتی ہیں کہ جو ہمیں سوال میں دریافت کیا ہے
 وہ ہمیں ہی چھین اور اس سے غرض انکی مجھ معلوم ہوئی ہے کہ اس طرح بحث میں طوالت
 ہو یا اور آپ اعتراض و شبہات کرتے ہیں اصل سوال کے جواب ہی سہی صحیح جاہلین
قول جب ہمیں جناب امیر علی ارشاد است سلمہ سامی سے آپکی شرائط اور مسئلہ
 ابطال کر دیا تو وہ سوال جو آپ ہم سے کرتے ہیں آپ پر ہی منقبت ہوا اور آپکی ہی اور اسکا
 جواب دینا لازم ہوا پھر اگر ہمیں آپ سے دریافت کیا کہ حضرت کسکو خلیفہ مقرر فرمایا
 یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیوں گہرے ہیں اور اگر آپ اقرار فرماتے
 و شبہات سے ڈرتے ہیں اور طوالت پسند نہیں فرماتے تو قسہ مختصر بھی اور زبانی ہوتا
 گفتگو کر بھی جلد فیصلہ ہو جائیگا اور جب ہمیں آپکی شرائط کا اعلان مثل قناب نمبر و دروز
 کر دیا اور مسئلہ امت سلمہ سامی باطل ہو گیا تو حکم آپ کے سوال کے چاہا ہی کی کیا ضرورت
 رہی اور جواب دی سے بچنی کی کیا حاجت اگرچہ مکو مناسب ہو تھا کہ ہم آپکی سوال کا جواب
 اس وقت لکھتے کہ جب آپ اپنی مسئلہ امت کو اور اسکی شرائط کو بدلائل ثابت فرماتے
 حالانکہ اس وقت تک جعفر دلائل مثبت و شرائط ثلثہ تحریر فرمائے ہیں وہ دلائل اور شرائط کو آپ کے
 اصول پر ہی ثابت نہیں کرتے اور حضم کے اصول پر تو اسکا ثبوت از قبیل محالات ہی
 لیکن ہم انشاء اللہ تعالیٰ حسب قوانین ایسا سامی خلفاء ملتہ رضی اللہ عنہم کی
 خدمت کیا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے خدمت میں ابھی اتنے پیش کر سکا تو اگر آپکی بھی حسرت
 اعتراضات باقی نہ رہ جاوے ماسطر واکا نکلو و امن المستحیلین **قول** اگرچہ ہم
 اس سوال کا جواب بھی مفصل دہلا دی سکتی ہیں اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ تاکہ
 بخوبی معلوم ہو جائیگا اور اگر آپ کچھ انصاف و غور کریں گے تو سمجھ جائیگا کہ ہمارا یہ
 دعویٰ زبانی ہی نہیں ہے یہ جواب جو لکھا گیا ہے نمونہ ہے مگر اس وقت صرف خیال
 مذکورہ بالا اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہیں جانتی **قول** جعفر جناب

تخریر فرمایا یہ سہ روزہ بے شبہ نمونہ اسی جس سے بخوبی آپ کے منافرہ داتے کو باید علم معلوم ہو سکتی
 ہیں یہ یہی درجہ ہوئی کہ جب انہیں حیدان نے آپ کو علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپ کے جواب
 کی لمبی بکراست قدم اڑھایا اور تمام دلائل کو فجعلنا اھل صید کا کلمہ نقن بلا محسن کا صید
 کر دیا بلکہ نہ اس تخریر کو فاجواب اور نہ جناب سامی کو اس کیفیت سے لائق خطاب سمجھا جاتا تھا کہ
 یہ یہی درجہ تھی کہ آپ کے تخریر کا دوسری حضرات نے جواب تخریر فرمایا جس سے داغ سامی
 پہنچا کہ یہ سچوں بکریوں کیست اگر وہ حضرات پہلو تھی نفرماتے تو جناب کو یہ حوصلہ
 کہہ ہی نہوا پس عینی جہاں تک انصاف سے دیکھا اور غور کیا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ
 اپنی ضروریات دین اور اصول شریعت کو بھی ثابت نہیں کر سکتی تو آپ کا یہ دعویٰ محض
 زبانی اور تقلیدی ہے جس قدر مواقع آئی کہ جن میں آپ کے بہت کچھ زور لگا یا جیٹنے
 ہی آپ سے کچھ نہو سکا تو اور کونسا موقع ہے کہ جس میں آپ کچھ کر کے کہلا دیں گے آپ
 کسی مصالحت سے اور کسی خیال سے جواب میں غفلت کی اور جان بچا ہی لیکن جب کہہ
 آپ کچھ فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ایسی کچھ اجاث میں کہیں جانیگا کہ رادہ وار تک ہوگا
 الا ان حرب الله هم المفلحون وان جندنا لهم الغالبون۔ **قول** آپ کے ارشاد
 کو ہم نے تعمیل کر دی اب آپ براہ تہربانے ہماری ہی عرض قبول فرما دیں **اقول**
 آپ نے تو کیا ہماری گذارش قبول فرمائی اور کیا قبول فرما سکتی تھی لیکن ہم آپ کے حکم کی
 تعمیل کرتے ہیں اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل حقیقہ الزامیہ و عقیدہ
 و تقلید ثابت کرتے ہیں ذرا تھوڑی دیر کے لمبی انصاف دوست ہو کر سنیں اور یہ یہی
 اذیت تھی کہ چاہی دشمن انصاف ہو کر ہر منیر کے زور پر خاک افشانی کریں جب ہم نے
 نمونہ سے آپ کی ذخیرہ علم و فہم کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے تو ہماری نظر میں آپ کے اعتراضات
 طبعیہ و ناب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے ہر شہرہ ذیلت و اجلب علیہم رحمت و غیال
 آپ بیشک دل کہو کہ اعتراضات قدیم و جدید و طریقت و تلمیذ جس قدر ہو سکتی ہیں وہ تو

جسٹ شہادت خلافت خافرت خافرت خافرت

فاسخ ہو کر اس سال میں جس قدر دلائل کیم موافق محتاطہ میں لکھوائی ہیں ان میں سے بعض
 ایسی ہیں جو خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہیں
 چنانچہ بعض جگہ ہم نے طرف اشارہ ہی کر دیا ہے لیکن چونکہ ہماری فاضل عجیب کے فرائض
 یہ کہ وہ سب سے پہلے کتب ثبوت خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو چکی ہیں ہم حسب
 ارشاد سامی اس بحث کو مستقل طور پر لکھنے کے لیے اور جو میں پس منی کے علم ان
 معاملات فیما بین جناب الخیر ثلاثہ کو دیکھتے ہیں اور سچے ہیں تو اول مرحلہ آپ کے
 باہمی محبت و عداوت کا ہی اہمیت کہتے ہیں کہ یہ حضرات باہم کچھ دل و دل غیر شکر
 تھی انہیں محبت و الفت تھی اللہ اور تواضع تعظیم رکھتے تھے اور ہمیشہ فضائل
 و عباد بیان فرماتے تھے ہر ایک دوسری کا خیر خواہ رہا تھا۔ اور اگر مکتبہ سامی بشریت
 کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے تہذیبی و روحانی جو جاتے تھے تو وہ زائل ہو جاتے تھے اور اس کو ظہور میں
 نہ آتا تھا اور نہ ہوتا تھا اگرچہ ان شخصوں جو جو حقیقت خلافت میں ہونے والی تھیں اور ان کی مراتب عالیہ کیم
 لکھا تھا حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ ان کو کمال عداوت تھی بلکہ
 تمام اہمیت نبوت کے ساتھ یہی حال تھا آپ کا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی
 دقیقہ تکلیف رسانی اور تضلیل کا اوہٹا نہیں رکھا یہاں تک کہ قتل کا بھی قصد کیا تو لا محالہ
 کو ہی اونیسی ہی ہی بعض و عداوت تھی لیکن جناب امیر مظلوم و مخدوم راجے اور انصاف تھے
 ایسی ہی شیعہ نقیب کے پردہ میں ان کو ساتھ خلا و ملا رکھتے تھے تقیہ کے طور پر کہتے ہیں
 ان کی تعریفیں بھی فرماتے تھے اور خلفائے ثلاثہ ہی زمانہ سازی کے طور پر ان کو اپنی شامل کر لے تھے
 اور ظاہری مدارات و تواضع و تعظیم سے دروغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب ہم کتاب
 کو دیکھتے ہیں اور روایات و اذکار میں غلطی کرتے ہیں تو دعویٰ اس سنت کا حق اور دعویٰ
 شیعہ کا باطل پالتے ہیں۔ آہ آیات پس اولا خداوند علام الغیوب فحاجہ کو خیر است
 ارشاد فرماتا ہے کہ اگر مخالفی سے کچھ نہیں ہیں جن کو حضرات شیعہ کرام

یہ حضرات ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ایک دوسرے کا خیر خواہ رہنا تھا

خداوند تعالیٰ نے صبح صحابہ اس طرح فرمائی کہ جب کفار نے حیمت جاہلیہ اختیار کی تو اللہ نے
رسولؐ پر اور مومنین پر تسلی ادا فرمائی اور کلمہ تقویٰ ان کو لازم کر دیا اور وہ اس کے ساتھ احق اور
اوس کے اہل تھے اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے پس غیر ممکن ہے کہ جب وہ ایسی اوصاف کے ساتھ
ممدوح تھے تو او مین جہتہ جاہلیہ موجود ہو۔ غایتہ کوشش حضرات شیعہ کی ان بضو میں
میں یہ ہے کہ یہ کہیں کہ عموماً ان بضو میں محض صائمین یا بعض مقلوبین صحابہ کرم
چونکہ ایسی حتمیات جو ناشی عن غیر دلیل ہر ایک نفس میں پیدا ہو سکتے ہیں اور جو ارجح ہے
بالمقالبہ یہ ہے کہ احتمال پیدا کر سکتے ہیں اور خود بضو میں عموماً ان کو رد کرتے ہیں
بہذا ہکو ان کو ابطال کی طرف توجہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور روایات پس اولاً شیخ
ابن بابویہ قمی لمقبہ و مضمحل میں روایت کرتے ہیں حدیث ابی و محمد بن الحسن
بن احمد بن الولید بن محمد بن یحییٰ العطاس رضی اللہ عنہم قالوا حدثنا سعد بن عبد
عزیز بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقیق عن
الحرب بن المغیرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاز ابو بکر و عمر رضی
لہما عنہما الی امیر المؤمنین علیہ السلام حین دفن فاطمہ علیہا السلام فی حدیث
طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرتم انی لم اشہد کما ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ
فانہ قال لا یری لی عورتہ غیرک اذ ذہب اصرہ فلم کن لا و ذی مکابہ انتہی بقیہ الحدیث
ابن جریر طبری کو دیکھیں اور آخر حسمہ کو ملاحظہ فرمائی اوس سے کہ حدیث شیعین کے ساتھ
ہوئے تھے اور کیسی الفت شکستہ ہے جناب امیر کو یہ گوارا نہ ہو کہ ان کو بیانی جائے

۱۰ ابن ابویہ نے بسند خود امام ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے فرمایا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما امیر المؤمنین علیہ السلام
جبکہ غمرہ کو دفن کیا۔ ہوا یہ حدیث میں۔ اوس حدیث میں ہے ان دونوں نے فرمایا تین جہاد کر کے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
کہ تجھ کو کہیں میں نہ بلایا ہو کہ درجہ یہ ہے کہ حضرت فرمایا کہ میری بہن پہنچی کہ مجھ سے غمرہ کو دفن
جانی چکر نہیں نہیں ہن کہ ان کو اس کی نذر پہنچاؤں ۱۱۔

اگر ہم حدادت ہوتے اور شیخین نے حق خلافت غضب کیا ہوتا تو اس سے بہتر کوئی موقع
 حدادت نکالنی کا اور اپنی حق کے لیے کہ نہیں تھا شیخین کو حضرت کے چہرے غسل میں ان کو
 خواہش کے موافق شریک کر لیتی اور جب وہ نابینا ہو جاتے تو اس وقت اس کا حق
 بسحلوں حاصل کر لیتی نہ کہ کسی کے نوبت آتی نہ جدال و قتال کا منگامہ ہونا بلکہ
 کسی حیلہ و تدبیر کے ہی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اہل بیعت کے لیے
 ائادہ ہوئی تھی اب بھی وہی بیعت کر لیتی اور وہ بارہ آدمی جنہوں نے فرمایا تھا ابوبکر کو
 منبر سے اٹھا کر دینا چاہی اور خلافت سوامی جناب امیر کے کو کسی کا حق نہیں چاہیے مطابقت
 روایت صدوق کے سب بروا جاکر خلافت میں ابوبکر سے جگہ می اور ابوبکر اکبر
 اس وقت سب موجود تھے جب مراحم سے یہ ان صاحب دیکھتی ہیں کہ سوامی جناب امیر کو
 کیون مقدم ہونے دیتی اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اس کی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے
 اس لیے ہم اصل روایت مختصر سے نقل کرنے میں اللہ بن انکر و اعلیٰ ابی بکر
 جلوس فی الخلافة اثنا عشر عن زید بن وہب قال کان انکروا علی ابی بکر
 جلوس فی الخلافة و تقدم علیہ علی بن ابیطالب علیہ السلام اثنا عشر رجلا من
 المهاجرین و الانصار کان من المهاجرین خالد بن سعید بن العاص و المنذر
 ابن الاسود و ابی بن کعب و عمار بن یاسر و ابو ذر الغفاری و سہمان الغازی
 و عبد اللہ بن مسعود و بريدة الاسلمی و کان من الانصار خزيمة بن ثابت
 ذو الشہادین و سہل بن حنیف و ابو ایوب الانصاری و ابو الہیثم
 بن زید بن دہب روایت ہی کہتی ہیں کہ ان لوگوں نے ابوبکر پر سب خلافت پر بیٹھی اور علی بن ابی طالب
 پر سبقت کرنے کے باہر انکار کیا تھا بارہ آدمی مهاجرین و انصار سی تھے (مهاجرین میں سی طالب بن عبید بن العاص و منذر
 بن اسود۔ ابی بن کعب۔ عمار بن یاسر۔ ابو ذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ عبد اللہ بن مسعود۔ بريدة بن اسلمی تھے اور انصار میں سے
 خزيمة بن ثابت۔ ذوالشہادین۔ سہل بن حنیف۔ ابوبکر الانصاری۔ ابو الہیثم۔

ان التيهان وغيرهم فلما صعد المنبر ثاروا وابلينهم في امره فقال هلا ناسيه
 فتن له عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله قال اخرون ان فعلتم ذلك عظم
 على انفسكم فقال الله عز وجل ولا تلقوا بايديكم في التهلكة ولكن
 امضوا انما الى علي بن ابي طالب عليه السلام فنتبهره و نستطلع امره فانوا
 عليا عليه السلام فقالوا يا امير المؤمنين ضيعت نفسك وتركت حقانت اولي
 وقد اردنا ان نأتي الرجل فتنه عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله فان الحق
 حقت وانت اولي بالامر منه فكهنا ان ندله دون مشا ورتك فقال لهم
 على عليه السلام او علمتم ذلك ما كنتم الاحزاب بهم ولا كنتم كالكل
 في العين وكالمخ في العين وكالمخ في الزاد وقد اتفقت عليه الامة التاكر
 لقول نبيها والكا ذبة على ربها عز وجل ولقد شاورت في ذلك اهل بيتي
 فانوا الا السكوت لما يملكون من وغرصد ورا القوم ولبعضهم لله عز وجل
 ولا اهل بيت بنيه عليهم السلام يطلبون بشارت الجاهلية والله لو فعلتم
 ذلك لشهر واسوفهم مستعد بن الحرب والقتال كما فعلوا ذلك حتى قهرتم

من تيهان وغيره هتبه جب الاكر منبر پر چڑھی اوہوں نے باہم اسکر معاملہ میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا
 کہ ہم کیوں نہ اکرادے حضرت کے منبر سے امارہ دیں۔ دوسروں نے کہا کہ اگر قوم ایسا کرے تو ہم لوگ اپنی جانوں پر
 اسے گردگی اور اللہ تعالیٰ سے قربا ہی اسی باتوں کو ہلکی میں نہ ڈالو لیکن چلو ملیں بیسے نائب مسی مشورہ کریں اور
 اور ریاست کریں علیؑ کے پاس آئی اور کہنے لگی امی امیر المؤمنین تو نے اپنی نفس کو ضائع کر دیا اور تو نے اسی ادس میں کرجکا
 تو یہ مستحق تہجد و زہد یا اہم چاہتی میں اس شخص کے پاس حکمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برہمنی اثار دیں
 کیونکہ میں حق تیرا حق ہی اور ان کے زیادہ مستحق ہے۔ نسبت اسکی اور میں نائبہ سہوا کرا سکوں میں میری مشورہ کے اور انکا
 علیؑ یہ سلام نہ پایا اگر تم ایسا کر دو گے تو اعلیٰ بے عزت ہوئی کے کو کچھ ہوگی اور تم ایسی بیخودی جیسا کہ میں سرور اور کہتا ہوں کہ
 کہ تحقیق است ایسی کے قول و جو میوالی درہمی مدد کر رہے ہو مجھے و لہذا میں سہر متفق ہم گئی اور ان باب میں ہی اپنی است
 نہ دیکھا اور جو سکوت کی جو نہ ہو کہ کو کو قوم کے دہو کی گنتوں اور اللہ تعالیٰ نے یہی ہے کہ ساتھ ہوتی ہوئی کو مانتی تھی اور جانتی
 کہ وہ نہیں کیا گیا کہ جس نے تم ایسا کر دگی تو وہ لڑائی و دشمنی شد ہو کر یارین کیوں ہو کر جو یہ دہو نہ ہو گیا ہاں کہ کہ کو شکوہ ہو

و غلبونی علی نفسی و لیونونی و قالوا لی بائع و الا قتلناک فلم اجد حيلة الا ان
ادفع القوم عن نفسي و ذلك انی فکرت قول رسول الله صلی الله علیه و آله یا علی
ان القوم نقصوا امرک و استبدوا بهادونک و غصبونی فیک فعلیک بالصبر
حتى یزال الله الامر الا و انهم سيعصرونک لا محالة فلا تجعل لهم
مسبلا الی اذلالک و سفک دمک فان الامة ستعصرونک لعیسای
کذلك اخبرنی جبریل علیه السلام عن ربي تبارک و تعالی و لكن ایقوال الرجل
فاجبروه بما سمعتم من نبيکم علیه السلام لا فی المشبهه فی امره لیکون
ذلك اعظم الحجة علیه و ابلغ فی عقوبته اذا الی ربه و قد عصی نبيه و خالف
امره قال فانطلقوا حتى فهو اجتمع رسول الله صلی الله علیه و آله یوم الجمعة فقال
المهاجرون و الانصار ان الله عز و جل بدأ بکم فی القرآن فقال لقد تآب
الله علی النبی و آلہ المهاجرتین و الانصار فیکم بدأ لکان اول من بدأ و قام
خالد بن سعید بن العاص باداة ابنی امیة فقال یا ابا بکر یقوال الله فقد
علمت ما تقدم لعلی بن ابی طالب من رسول الله صلی الله علیه و آله لا تعلم ان

۱۔ مغلوب کی میری نفس پر اور بھی نرم کیا اور کہا کہ میت کر لے ورنہ ہم تجھ کو مار ڈالیں گے پس میں سب سے پہلی کوئی چیز بنا کر فرم کر
اپنی نفس سے دفع کروں اور وہ یہ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں فکر کیا کہ اسی علی قہم نے تیرا سر توڑ دیا اور بدن
تیری اور سپر نقل ہو گئی اور تیری باہرین تیری ذرا سے کی تو تجھ کو صیر کرنا لازم ہی یہاں تک کہ اللہ انہما انزال کری خبر دہریدہ لوگ
میری بعد ضرورتی ساتھ غدر کریں گے تو انکی یہی کوئی راہ اپنی دلیل کرنے اور خون بہانی کی طرف تھجو کہ اگر میت میری بعد
غدر کریں گے مجھ کو ہر پہل سے پروردگار تو سے سے اس طرح فروری ہے لیکن اس شخص کے پاس جاؤ اور جو کچھ اپنی سنی
علیہ السلام سے سنا ہوا دسو کہ جتنا و یقینی طور پر اسکی زمین تاکہ یہ اس سپر جیکہ وہ اپنی رب کی نافرمانی اور اسکی مخالفت
کر کے اسکی کس ایگا بڑی محبت اور ایمنی نے العقوبت ہو کہا پس وہ چلی یہاں تک کہ حضرت کی گھر کو جو کہ دن گزیر ہوا
انصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلی تم کو ذکر کیا ہی اور فرمایا اللہ تبارک علی البقی و الہما جریں و الانصار تو تمہارا
ہی ہوں ذکر کیا ہے پس میں نے اول ابتدا کی اور میری امیہ پر ناز کر کے اور ہوا خالد بن سعید بن العاص سے کہا ای ابو بکر خدا
کو تو جانتا ہے جو کچھ علی بن ابیہیے خالد کے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ چکا ہے کیا تو نہیں جانتا

اس طرح زبانے حضرت صدوق شیعہ کے ہر ایک اپنی اپنی بولیاں بولی۔ اس حدیث میں
 جو کچھ خیال کیا ہو یا مین میں ان کو استخراج کو الہ اذمان صافیہ اذکیا کر کے جس کے ہم درجے
 میں اوسکو لکھتے ہیں روایت مابقیہ صریح سے یہ لالت واصحہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کو
 شیخین کے ساتھ کمال محبت الفت تھی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہیں تھی نہ خلافت
 اپنی ہی خاص حق سمجھتے تھے اور شیخین کو غاصب خلافت سمجھتے تھے ورنہ اوس سے بہتر خلافت
 یعنی کا کوئی موقع نہ تھا کہ بدوین شہر سیوف ثوران فتن بہرہ لست مابقیہ آتی تھی۔ ثانیاً حضرت
 شیعہ کے صدوق نے حضاں میں روایت فرمائی ہے حدیثنا احمد بن جعفر الہمدانی
 رضی اللہ عنہ قال حدثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرہ عن ہشام
 سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 اثنا عشر الفا ثمانیۃ الاف من المدینۃ والفاقان من غیر المدینۃ والفاقان من الطفا
 لہم یرثہم قدرہی ولا مرجمی ولا حرمہم ولا معزلی ولا صاحب رای کا لواء کون
 اللیل والنہار ویقولون اقض ارجوا حنا قبل ان ناکل الخبز الحماض
 اس روایت میں مسلم ہوتا ہے کہ کسی بار کہ جن کے بارے میں یہ روایت ہے اب ہم چیتے ہیں
 کہ جو وقت بیت سقیفہ واقع ہوا اور خلافت غصب ہوئی اور وقت پہچان لیا کہ ان تشریف
 رکھتے تھے کیا معاذ اللہ یہ حضرات بھی ان میں سے ہیں جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ
 علیہ وسلم کے مرتد ہو گئے تھے اور سوامی ابو ذر و سلمان اور عمار اور مقداد کے روئے سے کوئی نہیں جاننا
 بلکہ سوامی مقداد کے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جسکو شک ہو اور اسکو دلیل کچھ نہ ہو
 پس اگر یہ مرتدین میں سے ہیں تو یہ طویل عرصہ منقبت و محابہ بکل لغو و بیجا ہو گیا ہے اور
 ام حق سے انحراف کیا اور امام باطل کے اعانت و تائید کی تو ان کو تمام اعمال صالحہ جھٹ و باطل
 ہوئی اور غصب خلافت کی اوزار اذکیا ظہور و قیام پر ہی اگر یہ لوگ امام بحق کو مخدول
 رستے اور اسکی اعانت و تائید کرتے تو حق اپنی مرکز سے کیوں متجاوز ہوتا تو جب امام

حصہ دم کے زبانی جو امور باطنیہ حق تہی اور اس قدر مدح و ثنا ہوئی تو قطعاً معلوم ہوا کہ یہ
 لوگ وہ ہیں جو کمال صحابین سے ہیں اور جو کمالین مع الایمان ہیں تو اسی حضرات موصوفین میں وہ ہیں
 کی نسبت محال ہے کہ وہ اہل بیت نبوت کو دشمن بن اور امام حق کو بخود دل کریں یا ضلالت غصب کینا
 یا خود غصب کریں یہ بعد اس کے کہ اگر حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کہیں داخل ہیں جیسا کہ تعریف
 و توصیف ائمہ سے جو حدیثوں کے ساتھ فرمائی واضح ہو رہی ہے کہ کہیں ان کو لوہا مان عاقلان فرمایا اور
 کسی جگہ ان کی عظمت ہدایہ میں بیان فرمائی اور کبریٰ صدیق کے لقب سے بھی لکھیں گے کہ بزرگوار
 اگر وہ انہیں داخل ہیں تو ہمارا دعا حاصل ہے اور اگر بغیر من محال تخیل ان بارہ ہزار میں داخل ہیں
 ہیں تاہم ہمارا مطلب حاصل ہے کہ چونکہ یہ سب یہ جماعت ہیں اور کم معاذین میں سے ہیں اور جس
 انقلاب جماعت محدود کہ یہی لامحالہ مدوح ہو کر جو ایسی جماعت کے ساتھ موصوف ہوں ان کی
 نسبت بروی عقل سلیم خیال کر لیا جائے کہ ان کو اہل بیت نبوت کے ساتھ ولادت تک کشف
 ہوگا اور اہل بیت کو ان کے ساتھ تفرع عنایت محبت کہ جب ہوگی مثلاً جیسا کہ حضرت فاروق
 غزوہ روم میں خود غلبہ نفس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے یہ مشورہ دیا جو
 بیچ الباقیہ امین موجود ہی - ومنہ کے لایم لاہ وقد تادروہ عمر الخطاب فی الخرج
 الی عمر والروم وقد توکل اللہ لاہل اللہین باعزاز الحوزة وسائر العوزة والکذا
 نصرہم وهم قلیل لا ینصرون ومعہم وهم قلیل لا یمشعون حی لا یعوت انک
 متی تہرالی ہذا العد ونفسل قتلہم فتکب لا یکن للمسلمین کافتحدون
 اقصى بلادہم ولس بعدک مرجع یمشعون الیہ فالت الیہم رجلاً محراباً
 معداہل البلاء والنصب فان اظهر اللہ فداک مانح وان کن الاخری
 کت رداع للاس وشتا للہ المسلمین - انتہی اب اس توری کے الفاظ میں غور
 کرنا چاہی اور اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ باہم کس درجہ اتحاد و تفرع تھا اور جناب امیر جناب
 فاروق کو کافقہ المسلمین اور اللہ الناس اور مثلاً انہیں مجتہد تہی اند آپ یہ بھی خیال

اور اس کے ساتھ
 اور اس کے ساتھ

ضرر پورا فرمایا گیا اور اپنی لشکر کو جو یہ موجود ہی ہے شک و ظفر منصور کر لیا چنانچہ جلیل خاں
 اسیر سے فرمایا تھا اس کے مطابق واقعہ ہوا خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ہاتھوں
 تمام اویان پر غالب کیا اور تمام دیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء
 دین براضی کو تکمیل دی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو اس سے بدل دیا دو سلاطین عظیم
 کسریٰ و قیصر کے جو یہاں وہیں تھے جنگ کا سخت خوف تھا اور ہر وقت کھٹکارتا تھا پانچاں
 ہو گئی اور اہل اسلام کے قبضہ و تصرف میں آئی اسلام کے نور نے شرق و غرب میں اطراف کثرت
 عالم کو منور کر دیا اور حکومت کفر و دوہو گئی پس یہ سب کچھ اگر خلاف تھا سچا شدہ کا شہرہ
 نہیں ہے تو کیا ہے اس کی بعد جناب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیام لانے فرمایا کہ اگر تم شہید
 ہو گئی تو یہ ہجرت کر کے نہو سکیگا اور اس کے بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنی حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانہ میں کثرت فوج و سپاہ پر نہیں لڑتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی امداد و نجات
 کفار سے لڑتے تھے اور اب بھی چونکہ وہی حالت ہی وہی اسلام کے سپاہ ہی جس کے خداوند
 تعالیٰ نے ملائکہ سے امداد فرمائی ہے اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہے۔ وہی اعلام کلمۃ اللہ اور جہاں
 مقصود ہے۔ تو یہ اب کیوں خدا تعالیٰ کی نصرت کے بہرہ و سہ پر قتال کیا جا رہی ہے جو
 کچھ حضرت امیر نے اس کے بعد فرمایا عاقل منصف اس میں غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے
 اور ان کے خلاف کے کس قدر تعریف و توصیف بیان فرمائی اور کس قدر ان کی حقانیت
 بتلائی ثابت فرمایا اور طرفہ بہہ ہے کہ اس کے باقی ہی حضرت شریف رضی جیسی عالی
 شیعہ میں۔ کہو سچا کہ خوف و اضطراب و طویل ہر درہم انہی نصیبین کے لیے تمام رکماں اعتبار
 کمال الدین بچانے کی شرح سے جو کہ متعلق ہے نقل کرتے اب بھی جسکو تفصیل کا ثبوت
 ہو وہ علامہ بچانے کی شرح کہ یہ کو ملاحظہ فرماویں۔ (الغایۃ فی شرح المباحثہ کی اس خط
 کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے) و ص ۱۰۰ کے کتاب المصنوعہ فاراد حق و مناقب
 نبینا امیر علامہ ابن ہشتم بچانے خط کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو آپ کے شریف صاحب

نفع البلاء من خیر فرمایا۔ وہی نذرہ و ذکریت ان اجتہدہ من المسلمین اعولاً
 ایدہم بہ کائنات ما زادہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام و کان
 فضلہم فی الاسلام بکاز عمت والضحیم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ
 الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکاتبا فی الاسلام لعظیم وان المصاب
 لہما لخرج فی الاسلام سند یدیرحمہما اللہ وجزاہما باحتیاجہما۔ انتہی
 بسبب جناب امیر کی اس کلام کو بنام کہی اور سچی کہ جناب شیخین کے فضائل و مناقب
 کس وجہ تکبہ شدید کے ساتھ قسم کیا کرنا والی اور فرمایا کہ جس کو اپنی عمر زندگان کی قسم
 تحقیق شیخین کا مرتبہ اسلام میں بسبب عظمت والا ہی اب اس جلد کو دیکھنا چاہی کہ
 حضرت رضی اللہ عنہ نے نزدیکہ کے غرض سے تمام اقسام تکبہ کی اس جلد میں ختم
 فرمادی اور اس جلد کو قسم کے ساتھ اور جلد اسمیہ کی ساتھ اور ان کے ساتھ اور علم کے ساتھ
 کہ وہ کیا نام سنکرین کو گنجیش انکار کی کسی راہ سے باقی نہ رہی جمیع جہات سے انکار کا راستہ
 مسدود ہو جاوے اور فرمایا کہ انکا انتقال سلام میں سخت زخم ہی خداون دونوں پر رحم
 فرمادی اور انکے نیک کاموں کی انکو خیرا عطا فرمادی خیال کرنا چاہی کہ جناب امیر شیخین کے
 انتقال کو سلام میں جنت زخم فرماتے ہیں پس اگر معاذ اللہ شیخین موصوف اور انکا
 کہ یہ ہوں جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں اور صدر ابن اعمال کے ہوں جنک حضرات شیعہ بھی
 ہیں نو جناب امیر کا یہ ارشاد سرسبز کہ نب ہوگا اور انکا انتقال سرگرم اسلام میں ختم سمجھا جائیگا
 بلکہ انکا وجود سلام میں زخم نہ رہیگا۔ لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہے
 ثابت ہو کہ جو کچھ حضرات شیعہ فرماتے ہیں وہ تقاضی کے مخالفت ہے اور مخالفت امر
 جو کچھ اہل سنت کہتے ہیں وہی حق اور موافق تقاضی کے ہے خاصاً جناب امیر نے اپنی
 صراحت فرمادی اس کلام (جو حضرت فاطمہؓ کے بطن مبارک سے تھیں) کا نکاح حضرت
 سید کے ساتھ اور پانچ کمال انکا و محبت کر دینا ہے اگر حضرت ناروتی ہیں

بحیثیت دین در ایسی کوتاہی ہوئی تو ممکن نہ تھا کہ جناب امیر سے جبراً و ظماً جیسا کہ شیخہ
 زعم ہی اس کلام کو کر سکتی اس عقد نکاح کی نسبت جو کچھ ہماری محبت کے تحریک سے آیا
 اور کیا جواب مفصل ہم آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی موقع پر عرض کریں گے ساتھ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو بمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات نبی است کہ فرماتے
 ہیں شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب بحالہ الاخبار میں امام موسیٰ رضا سے روایت کی ہے
 عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابابکر صنی بمنزلہ
 السمع و ان عمر بنی بمنزلہ البصر ان عثمان بنی بمنزلہ الفؤاد و قیسیر امام حسن عسکری سے نقل
 کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابوبکر صدیق سے کہا کہ جعلک منی بمنزلہ السمع
 و البصر و الرأس من الجسد و بمنزلہ الروح من البدن حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ان کلمات ہدایت آیات صحاف واضح ہیں کہ شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تھا اور اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے
 ان کو کیسی قدر منزلت ہوگی تو جب ان کا یہ مرتبہ ہی تو اہل بیت کو اذکار ساتھ کس قدر محبت ہوگی اور
 ان کو نہایت کسا تہ کیسی الفت ہوگی اور اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھ فضائل و مناقب ایک دوسرے
 کی نسبت فرمائی گئی وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہو گئے نہ کہ ذراہ نقیہ کہ بابر نور - شائع ہوا
 مشکلیں مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے نوالی اللالی ابن جہور وغیرہ سے نقل کیا ہے
 ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر و فیہم العباس عقیل
 ابن عمہ فاستشار ابا بکر فیہم فقال قومک و اهلك استیقہم لعل اللہ یتوب علیہم
 و خذ القدیۃ یقوی بہا اصحابک فقال عمر بن ذک و اخر جوک فخذ بہم
 و اضرب اعناقہم فاتہم ائمة الکفر و لا تاخذ منهم الفدا و کن علیا من عقیل
 و حمزہ من العباس و ممکن من فلان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
 یلیق قلوب رجال حتی یکون الین من اللین یقسی قلوب رجال حتی یکون اشد

۴۲
 بحالہ الاخبار
 میں امام موسیٰ رضا سے روایت کی ہے

۴۲
 بحالہ الاخبار
 میں امام موسیٰ رضا سے روایت کی ہے

من الحجارة مثلک یا ایاکومثل ابراهیم اذ قال فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی
 فامک عفوہ رحیم ومثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تدن علی الارض من
 الکافرین دیارک ان تدبرہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارتم
 قال ان شئتم قلتم وان شئتم فادیم ویستشہد منکم بعد تمہم قالوا بل نأخذ
 القد انما شئتم بعد تمہم باحد کما قال صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو اس ارشاد سے دیکھا جا رہی کہ شیخین کے مرتبہ کا سقد عظیم و جلیل ثابت ہوتا ہے جسے شہادت
 سعید الانبیاء والرسول علوم مرتبہ شیخین کا یہ سنک پوہی کہ اپنی ذاتی اوصاف میں اول الامر
 رسل کے ساتھ تشبہ محال ہوا تو پھر اس کے بعد کو نفسی فضیلت پتے دیکھیں اور جب شیخین کے اوصاف
 و کمالات و کمالات نفسانی اس قدر ربیع المنزلت ہوئی اور ان کا اسلام میں یہ رہنمہ ہوا
 تو اس سے قیاس کر لیا جا رہی کہ ان کا الوہیت نبوت کی مانند کیا نعلق ہوگا اور ان میں سے کون
 کی ساتھ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل یا در کر سکتا ہے کہ جنگلی کمالات کی مانند نبوت کی ساتھ
 مشابہ ہوں وہ منافق و فاجر ہوں یا وہ غاصب خلافت ہوں یا وہ الوہیت کے
 نو حسین و دلیل کریں اگر وہ نفع الواقع ایسی ہوں تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد خلاف واقع ہوگا اور آپ کے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے لہذا ان حضرات کا
 یہی منافق و غاصب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جس میں شیخین کی شہادت یا تشبہ
 عطا فرمایا مطلق مشورہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اساری بہرہ کہ ان میں
 اس امر پر واضح دلیل ہے کہ حضرات خلفاء کو جناب رسالت میں کمال قرب حاصل تھا اور
 بشمولہ ویرین کی تھی کہ آپ جس ارشاد و مقام پر ان کو مخاطب فرمایا انہی مشورہ دینی تھی پس
 جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرب منزلت حاصل ہوا ان کو بدری
 کی ساتھ یاد کرنا اور دشمن الوہیت نبوت عقائد کرنا کس قدر اسلامی طریقہ سے عجیب
 لغو و باطلہ سننا کہ انما نقیر مجمع البیان میں سورہ الدلیل کے تفسیر میں

کہ جناب امیر نے بارہ قسم شرعی کہا کہ دنیا کی میری زمین کوئی عداوت یا عبا و عدا
 سنجین کے نسبت نہیں ہے توحید راؤ کی مناقب و فتاویٰ میں ہے کہ بیان کیا
 وہ نفس الامری اور مطابق واقع کے ہیں نقیہ پر پرگزہ محمول نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ثابت
 ہوا کہ جو کچھ قبائح و ذمائم سے حضرات متبعہ اولیٰ دامنہا سخی پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ
 سب حصہ اور رسول اللہ کے نزدیک اور دین اسلام سے خارج ہے پس حسب خلفاء و حضرات
 عنہم کے فتاویٰ میں مناقب و علوم مرتبہ عند اللہ و الرسول اور حسب اہل سنت و اہل بیت کے
 ساتھ گناہت ہو چکا جو نظام ہر اثبات خلافت کے لیے بہتید اور فتنہ حقیقت ثبوت
 خلافت کے لیے برہان ہوئیں اور مزید تقویت و تائید ہوتی تو اس بات میں ثبوت حقیقت خلافت
 خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب سنت و اقوال ائمہ سے محقق کر بیان کرتے ہیں
 لیکن چونکہ ہماری فاضل محبت کے نزدیک اولیٰ عقل سب پر قاضی و حاکم ہے اس لیے ہم اول
 دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہیں جس سے مسئلہ یہی اولیٰ کے ثبوت حقیقت خلافت ہو جائے
 پس اس پر ہوا کہ امت مسلمہ ثبوت اصول دین میں سے ہے اور مالی ثبوت ہے جس اور
 خاصہ اور خواص ہمہ کے ساتھ ثبوت مخصوص متصف ہے اور نہیں اور صاف و خواص
 کہ ساتھ امت بھی متصف ہی یہی وجہ ہے کہ عصمت و نفیست و نفس شرط
 ثبوت ہے تو شرط امت ہی ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اس پر اتفاق ہے اور خصوصاً
 ہماری فاضل محبت کے شروع جواب میں کہ اعتراف فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان
 ہر شرط کی دلائل کے نسبت اگرچہ ہر گز اس کا کافی نہیں کہ جب امت مالی مرتبہ
 ثبوت ہے اور نیابت نبوی ہے مراد ہے پس جو دلائل عصمت امتیاء پر دال ہیں وہی ثبوت
 یا کچھ تفسیر سے عصمت ائمہ پر دال ہو گا) اور نیز اس پر امام ابن عربی نے کچھ فرق نہیں
 تمام احکام میں متحد ہیں اگر فرق ہے تو صرف اہم ثبوت اور نزول وحی میں فرق ہے
 چنانچہ اس پر شہید ثالث قاضی نور اللہ ثبوت شرعی مجالس المؤمنین میں تفسیر ذکر

دلیل اول ثبوت خلافت خلفاء و ائمہ علیہ السلام

محمد بن علی بن حسین بن موسی بن بابویہ قمی درق نمبر ۱۴۲ پر فرماتے ہیں کہ اگر امام
 قاسم بن اسماعیل بہت درجہ جمع امور کر دے کہ وہ نبوت و نزول دہی۔ اس سے یہ نالیت و مطابقت
 ثابت کہی کہ امام بنی کے تمام اوصاف میں شریک ہی سوائی اہم نبوت اور نزول دہی یعنی
 نہایت است جیسا بنی کے ساتھ منوط ہی دیا ہی امام کے ساتھ مربوط ہی اور حفظ نہایت
 جیسا بنی پر موقوف ہی اس طرح بعد بنی کے امام پر بھی منحصر ہے اور جیسا نبوت لطف
 خداوندی اور خدا تعالیٰ سے پیدا ہے جیسا ہی اس طرح امامت بھی لطف خدا تعالیٰ ہی اور اس پر
 و احبہ ہی اور جیسی نبوت کسی شخص کے واسطے بدو ن نص خداوند تعالیٰ کے کیسے کیا ہے کہ
 بنو ن ہی اس طرح امامت ہی بدو ن نص خداوند تعالیٰ کو گوئی کہ اجتماع سے نہیں ہو سکتا
 اور جیسا بنی کے ساتھ معارفہ اور شریعین کوئی شخص اس پر غالب نہیں ہو سکتا
 اس طرح امام کے ساتھ معارفہ و شریعہ ہی کر کے کوئی اس پر حیرہ دست نہیں ہو سکتا
 بلکہ قطع نظر اول اوصاف کے چونکہ بہت بڑا تعاقب نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض
 جہول ہوتی اور جیلہ اوصاف میں ہی شریک و اتحاد ہی چنانچہ جیسا بنی کا دل بیدار
 اور انگیزہ خفہ ہوتی ہی اس طرح امام ہی بیدار دل اور چشم و خواب ہوتا ہے جیسا بنی کے
 سایہ نہیں ہوتا امام کے ہی سایہ نہیں ہوتا جیسا بنی کی بچہ سے کیسا نہ دیکھتا ہو
 اس طرح امام ہی اگر بچے سے برابر دیکھتا ہے جیسا حوڑہ اور حجت استیجاب اللہ تعالیٰ
 کو حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتے ہی جیسا بنی محکم نہیں ہوتا امام ہی محکم
 نہیں ہوتا۔ علیٰ تعاقب اس بہت ہی اوصاف و خواص میں کہ جن میں بنی و امام باہم
 مشارک ہیں اور وہ اوصاف کہ جن کا تعلق بحسب است عامہ و بنوی دنیاوی و خلق کے ساتھ
 ہوتا ہے بنی و بنی کوئی صفت ایسا نہیں کہ جن میں باہم اتحاد و اشتراک نہ ہو الاطلاق
 سم نبوت سو یہ ایک لفظ امری کہ جو راجع الے الاطلاق ہے ورنہ لفظ یہ اطلاق ہی صحیح ہو
 لفظ امام تو قطعی عام ہے جس کا اطلاق لسان شرع میں ایسا ہی کیا گیا ہے

اور دوسری نزول وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثالث اپنی دے ساتھ مختص ہو کر آمد میں
 نہیں آیا جاتا ہے لیکن حضرت شہید ثالث کا یہ زعم بطل ہو گیا کہ انہ کو خصوصاً جناب الہی کر
 آخر محدث تو فرمائی ہی میں اور محدثیت حسب تاریخ محمد بن یعقوب انکلیسی سے لکھا نام ہے
 کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اس کا اندازہ سن لیکن اس کی خبر کو نہ لکھی پس اگر اس کا نام دعویٰ
 نہیں ہے تو یہ دوسری راجع اس کے لفظ اصطلاح ہے اندر تراخ لفظی معنی میں بہرہ کفایت
 یہ وہ ضعف ہے کہ میں کہ جن میں ابنہ رسوائی انہ کے مستقر میں۔ اور جب اتحاد و شہر
 فی الارض صاف ثابت ہوا تو ہم کہتی ہیں کہ شخص سدا صفا مبنی کے ایک یہ بھی ضعف
 ہو کہ اپنا کر ساتھ عادت اللہ باری ہے کہ نبی کے مقابلہ میں مبنی نبوت کا چھوٹا دعویٰ
 کرنا اور اپنی دعویٰ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہی بمقابلہ معجزات نبوی کے ایک
 سب استدراجات منقلب اور متعکس ہو جاتے ہیں نبوت کا چھوٹا دعویٰ کرنا اور ایسے
 انجام کا مختزل اور فقہور ہونا ہے اور ہرگز فروغ نہیں پاسکتا حضرت آدم علیہ السلام سے
 آج تک کوئی نظیر ایسی نہیں ملے گا کہ کسی شخص نے بمقابلہ کسی نبی کے نبوت کا چھوٹا دعویٰ
 کیا ہو اور وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہو ہو سیکر لکھا اب راسود یعنی اس حجاج وغیرہ کے
 قصص و حکایات تاریخ کے واقف و متبحر محقق نہیں اور کوئی ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ سے بمقابلہ
 اپنی نبی برسل کے چھوٹی دعویٰ کو غالب اور کامیاب کری اگر ایسا ہو تو محض تمس ہیں کہ خداوند
 تعالیٰ نے شانہ سورہ موس میں ارشاد فرماتا ہے **وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبَاتُهُ** **وَيُضِلُّكَ اللَّهُ** **إِنْ يَكُ كَاذِبًا**
يُضِلُّكَ اللَّهُ **إِنْ يَكُ كَاذِبًا** **يُضِلُّكَ اللَّهُ** **إِنْ يَكُ كَاذِبًا** **يُضِلُّكَ اللَّهُ** **إِنْ يَكُ كَاذِبًا**
 جس کا جس میں ہے کہ خداوند تعالیٰ نے چھوٹی سرف کے دہنائی بنیات اور معجزات کی طرف
 نہیں کرتا کہ نبوت کا چھوٹا دعویٰ کر کے کامیاب ہو جائے تو اس سے علوم ہر حضرت نبوی

سے اور خدا چھوٹا ہو گا تو ہر گز اس پر اسکا جہت اندازہ کسی ہو گا تو تمیز و تشخیص کوئی وعدہ دہنا ہے کیا ان میں
 دیکھا اس کے جو روح کسی نہ رہے و لا چھوٹا۔ ۱۰

دعویٰ کذب نہیں جو سنا کیونکہ اگر یہ دعویٰ کذب ہوتا تو یہ معجزات اکیلی اور بیات
ظاہر نہ ہوتے اور خدا تعالیٰ ان پر قدرت نہ دیتا۔ صاحب میر صفائی کے تفسیر میں لکھتے ہیں
قبل احتجاج ثالث ذو وجہین احدہما اندلوا کائناتاں دوسرا کذا ابالما ہداه
اللہ الی البیات ولما عضدہ بتلک المعجزات اور جب نبوت اس صنف کو ساتھ
ستمعنت ہی اور سنی کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ تہنی ہمیشہ مخدول ہوتا ہی تو چونکہ
اسمیتا ہی جمیع اوصاف ہمہ بین نبوت کے ساتھ متحد ہی اور قاصدین اس کی شراک ہی
تو اسے ہی لامی الہ صفت کے ساتھ متصف ہوگی اور امام کے ساتھ ہی یہ ہی عادت
اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نہایت بڑا اور راست کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہرگز اپنی
دعویٰ میں کاسیاب نہ ہوگا اور مخدول و مقہور ہوگا اگر ایسا نہ تو قطع نظر ان مفسد ہیشمار
و قبیح غیر متناہی کے جو اس تکلیف سے لازم آتی ہیں ہشتر کئے الارصاف اور اتحاد
و انحصار جو نبوت کے ساتھ ہی وہ فوت ہو جائیگا تو ضرور ہوا کہ اس کو یہی یہ
وصف لازم ہو اور امام میں ہی یہ خاصہ پایا جاوے بعد اسی کہ جناب سالتماب صلوات اللہ
علیہ و سلمہ کے خلفا میں جو جب اس قاعدہ کے قائل کی طرہ سے کہتے ہیں بعد اس امر کے کہ ہم
رضا حسب نزوم شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق
اور خلیفہ راشد جناب امیر مہدیؑ تو بذاتہ یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب قاعدہ اگر جناب امیر
بلا فصل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوں تو جو لوگ بالحق قابل کذب
و عداوت مدعی خلافت ہو گئے وہ مخدول و مطرود ہوں اور ان کی خلافت ہرگز مسلم نہ ہی
بلکہ ان کا انجام خواری و ذرا بی و بربادی ہو لیکن جب ہم واقعات میں نظر کرتے
ہیں تو معلوم بالعکس پاتی ہیں اور قطعہ شکیف کہتے ہیں اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب سرور
عالم کہتے ہیں کہ یہ تیسرا مسئلہ ہے اور چھین کر ایک تو یہ کہ اگر کسی طرف کتاب ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بیات نہ دیتا
ہدایت نہ کرتا اور ان معجزات سے اس کو تقویت نہ دیتا۔ ۱۲۔

کائنات علیہ وعلیٰ آذین فضل انجیالت ودرستیہات جناب امیر کے سامنی اور اگرچہ جو کچھ میں نے عرض
 کیا بعد دیگر دعویٰ خلافت ہوئی اور امامت کا دعویٰ کیا اول انہیں سے ابو بکر صدیق
 ہیں۔ دوسرے عمر بن الخطاب۔ تیسری عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس وہاں
 سے خالی نہیں کیا یہ تینوں حضرات اپنی دعویٰ میں کاذب تھے یا صادق اگر کاذب
 تھے تو واجب تھا کہ وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب نہ ہوتے۔ بلکہ فذل ہوتے۔ لیکن ہم
 روز روشن دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی دعویٰ امامت میں کامیاب ہوئی کہ امام برحق سے بھی
 خواجہ صاحب بڑھ گئی اور اوہوں نے اپنی اس دعویٰ کی نسبت اسلام کے نمایان ترقی
 کر کے اسی طرح کہلائی کہ اپنی دعویٰ کو بیلہ دبران کر دیا اور خداوند تعالیٰ نے ان کا وہ
 قدرت دی کہ دنیوی اور دنیاوی ترقیات امامین اپنی رسول کا جوارہ ہوئی تفصیل اس
 پہ کہ اسلام کے دو متفقین اور دو چہین ہیں ایک جہت ایک ترقیات اور دوسری جہت
 ترقیات ترقیات جہت دین اور اس صورت سے ہے کہ مثلاً شریعت کا شروع ورواج جو حدود
 وخصاص جاری ہوں۔ عالم میں کتاب انجیل کا درس ہو کفر و کفرانگوں سارہوں اور
 کلمہ اللہ ہی العلیا صادق آدمی شعائر اسلام کا زور و شور ہو اور علیہ القیاس اور ترقیات
 جہت دنیاویہ کے یہ صورت ہے کہ مثلاً مال دولت کے اہل اسلام میں شریعت ہو اور بیات ہو
 فرائض اہل اسلام ہوں سلاطین باجگزار اسلام ہوں قریٰ انصاریات اور قضاہ
 و جاگیر اہل اسلام کے بکثرت قبض و تصرف میں ہوں وغیرہ ذلک اب ہم دونوں اسلامی
 حالتوں کی ترقی جو زمانہ خلفائے ثلاثہ میں ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہیں توصات حکوم ہونا
 کہ اہل اسلام کے دونوں حالتوں کی ترقی زمانہ خلفائے ثلاثہ میں اوج کمال پہنچ گئی تھی پہر
 ہم دعویٰ خلافت کے ساتھ وجوہ خلافت میں فخر کرنے میں تو تین طرح سے پائی ہیں
 اول تو یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان خلفاء کو واسطیٰ ہی گویا تمام عالم میں شعائر اسلام کو
 پہلایا اور دین اسلام کو ان کے ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار گنواں ہو کر کلمہ اللہ ہی علیہا کا صدق ان ہی خلافتوں کا ثمرہ اور ان ہی
 سعی کا نتیجہ ہی غرض جو اصلی غرض اس سال اس منصب خلفا سی ہی کر دین اسلام کو
 شیوع و رواج پانچویں خلفائے شامہ کی خلافتوں سے حاصل ہوا اور خداوند تعالیٰ نے
 ان کو ان جماعت کے نمائندے عطا فرمائی اگر یہ حضرات اپنی دعویٰ خلافت میں کذب
 ہوتی تو ممکن نہ ہوتا کہ وہ بمقامہ خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے
 اور حق تعالیٰ ان کو مقاصد خلافت کے حصول پر تکمیل دیتا۔ دوسری یہ کہ اسلام
 پر شق دینا وی کے ترقی ہی خلفا کے ذریعہ کمال کو پہنچ گئی اور خزانہ کسری
 فیصر جنگ و عہد حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے کوہ پڑے
 وقت فرحت و انبساط کے ساتھ فرمایا تھا ان ہی خلافتوں کے بدولت اہل اسلام کے
 ہاتھ آئی بلکہ ہر چار طرف سے اس وقت پڑی اور خزانہ کے موافقہ کہولی گئی اگرچہ صرف
 دنیاوی ترقی حقیقت کی عسوا دلیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ حصول عہدہ خداوند
 کو مقصود ہو جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز باقی تمام ترقی دنیوی البتہ قطعاً ثبوت حقیقت
 خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ ان کا زمانہ خلافت میں ان کو خلافتوں کو
 تمام آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابا بکر عزیز اور ذیل سبب نے حق تسلیم کر لیا جس سے
 ہمارا مدعا یہ ہو کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو وہ قدرت و تمکین ہی تمام عہدہ اسلام ان کی مطیع
 و سخرہ بنایا ہو گیا اور یہ سحر و قیاد اور یہ بجا آوری و حصول جماعت خلافت آخر تک
 لیکن ان تمکین اللہ تعالیٰ ہی بلکہ الی یوم القیمہ جماعت عامہ اسلام جنگ و شہنشاہین و نجر البلاغت
 میں ہو وان ید الله على الجماعة وایاکم والفرقة فان الساذجن الذین للشیطان
 اور ہوا و اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکی شاہین ہی فالزمو السواد لا اعظم سوا
 لا ینک الله کا ہر جماعت پر ہی اور اپنی آپ کو تقریر یا ہی سے بجا کہو کہ جدا ہونے والا اور مین سے
 شیطان کا نظریہ ۱۲۔

چند ہی متشعین کے حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کے معتقد اور قائل رہیں گے اس سے زیادہ
خداوند باری کی طرف سے اور کیا ممکن ہو عطا ہو سکتی ہی تو اس سے مثل افتاب کے
ظاہر ہوا ہوا کہ یہ حضرات خلفائے ربیبی دعویٰ خلافت میں ایسی صادق تھی اس سے زیادہ کہ کسی
مستعمل نہیں ہوا ان امام غائب کے لیے دعویٰ کیا جاتا ہے اور مشن یہ بیہات اولیہ کی ثابت ہوا
کہ یہ دعویٰ جو حضرت شیعہ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
امام بنو فضل جناب امیر مہدی اور ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت
ہستی کہ جن جناب امیر کا بزر و غصب کر کے منتقص خلافت ہو گئی گندک اور باطل اور خواہ اور
لاطیل ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بنو فضل جناب امیر ہوتے
اور خلفا محض جابر و غاصب اور چھوٹی مدعی خلافت بمقام خلیفہ برحق ہوتے تو ہر گز اپنی
دعویٰ میں کامیاب نہ ہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت میں جاری ہوتی
ہی ان مدعیان خلافت میں اپنی جاری ہوتی تو اس سے مثل افتاب بنیروز ثابت ہوا
کہ حضرات خلفا رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد ہستی۔ اب بھگو یہ خیال ہوتا ہے
کہ بعض کم فہم سوچے کہ انکو مقدمات دلیل کے پوری طور پر نہیں نشین نہ ہوتی شاید یہ
انکے اصرار کریں کہ بہت سی لوگ سلام مثل امیر معویہ رضی اللہ عنہ کے ایسی ہیں کہ جنکو خداوند تعالیٰ
بمقام امامت کے کامیاب فرمایا اور انکو ممکن ہی اور صد ہا قرنی و اصرار انکی سعی کو مشن
سے مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سے انکو بھی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہی
حالانکہ وہ سلاطین باقوان و رفیقین خلفا راشدین ہیں نہ نہیں ہیں۔ تو اسکا جواب
اور لایا یہ ہے کہ اس دلیل کے مقدمات کا مبنی صرف مذہب خصم پر ہے اگر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے
تو اصول شیعہ پر ہی وارد ہوتا ہے اسکا جواب بھی وہی دیوین مسلم کہ کہتی ہیں کہ نبوت
ولامت فتنارک فی الاوصاف و الاحوال میں ہم کب قائل ہیں کہ امام قائم مقتضی ہم نبی
المنہ۔ اور جب یہ مقدمات مسلم خصم میں تو جو اوپر ایراد ہوا اسکا جواب یہ کہ ہم

ثانیاً سنا لیکن ہم کبتر ہیں کہ بعد خلفائے ترقیات اسلامی سر و وجہت دینوی اور دنیوی
 میں کامل طور پر کسی کو لگائیں نہیں ہوئی اور اگر قدرت لکھیں ہوئی ہے تو صرف دنیاوی
 ترقی میں جو مفاد سلطنت سے ہی ہوئی ہے اور دینوی ترقی جو اہم مفاد خلافت سے ہی ہو
 بزرگ حاصل نہیں ہوئی اسکو ہی ہم بحول اللہ تعالیٰ کے وقوتہ ایک کتب مقبرہ سے ثابت کر سکتے
 ہیں علامہ کمال الدین ابن ہشیم بحرانی، نبی البلاغتہ کی اپنی شرح کبیر سی بمصباح لکھیں
 میں اس خطبہ کو شرح میں جب کا عنوان یہ ہے ومن کے سلام لہ فی بقعہ عثمان لہذا
 علامتہ انی احق بہا من غیرکے واللہ لا سلمین جاسلمت امور المسلمین ولہ
 لیکن یہ ساجد الاعلیٰ خاصۃً الخ فواتے ہیں فان قلت السؤال من وجهین
 الاول ما وجہ منافستہ فی هذا الامر الخ الثاني کیف سلمہ ساعدت
 الفتنہ ولم یسلم معویہ و لطلحہ والزید مع قیام الفتنہ فی حربہم قلت الجواب
 عن الاول ان الخ وعن الثاني ان الفرق بین الخلفاء الثلث و بین معویہ
 اقامتہ ود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر انتہ ملتزمہ ثانیاً
 ہم کہ ارش کر آ رہے ہیں کہ دعویٰ امامت کو کامیابی کے لیے اپنی دعویٰ امامت پر جیسی ترقیات
 اسلامیہ کے ہر دوش کے ضرورت ہی اس طرح یہ بھی ضرور ہے کہ جماعت عامہ اس مجسمہ
 صلا اللہ علیہ وسلم اسکو خلیفہ راشد اعترفا و کرتے ہوں اور سوا اعظم امت محمدی علیہ
 اوکلو حق تسلیم کر لیا ہو تاکہ اس جماعت کا اتفاق چسپید اللہ ہی اور حکمرانین
 و ما کان اللہ لیجمعہم علی ضلالہ و یضربہم بعصہ فرماتے ہیں اس خلافت کے
 سہ اگر تو اعتراض کری سوال دو وجہ سے ہی اول تو یہ کہ امامت میں آپ کو رعیت کی کیا وجہ ہے۔ الخ
 دوسری یہ کہ یہاں تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کر لیا اور معویہ اور طلحہ و زبیر کے لیے باوجود قیام فتنہ کی یہ تم نکلیا
 میں کہ ہوں پہلا اعتراض کا جواب یہ ہے الخ اور دوسری کا جواب یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ میں اور معویہ میں اللہ کے حکم کے
 نام کرتے ہیں اور اسکی امر دہی کے مقتضی کی موافق عمل کرنے میں فرق ظاہر ہے۔

حقیقت کی اسل جو جادوی پس جس قدر سنا حسین اسلام گذری میں اؤگو کینی خلیفہ راشد نہیں
 تسلیم کیا نہ اؤگو سوا و اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہی بلکہ وہ خود ہی مدعی خلافت
 نہیں ہوئی اور اگر ہوئی تو اوائل امارت میں غلطی ہوئی بعد اسکے آخر اپنی ملوک
 اسلامی میں ہونے کا اعتراف کیا ہی تو اوسنی یہ دلیل منقوض نہیں ہو سکتی سب
 دلائل نقلیہ میں ہجیر دلیل کا حق سچا نہ تھا لے سورہ نور میں اس وقت کے مومنین
 خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہی - وعد الله المومن منكم وعملوا الصالحات
 ليستخلفهم في الارض كما استخلف الذين من قبلكم لعلكم يتقون لکن انهم انقضوا عهدہ
 من بعد خوفهم امنا بعد نفي لا يشركون لی شیاء من کفر بعد ذلك
 فاولئك هم الفاسقون حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اؤن لوگوں کو ساتھ ہم میں سی
 جو ایمان لائے میں اور عمل صالح کی میں وعدہ فرماتا ہے کہ اؤگو میک میں میں خلیفہ بنادگا
 جیسا اؤنسی پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور البتہ شرادگا اؤگو کی اس میں کہ جو پسندیدہ ہے
 اؤگو دھڑی اور بے شبہ اؤگو خوف کو امن سی بدل گیا میری بپیش کر گیا اگر سیکو میری ساتھ
 شریک کر گیا اور اسکی عید جنہوں نے اس نعمت کو ناشکری کے پس ہی فاسق میں اس آیت
 شریفہ سی چند فوائد حاصل ہوئی اول تو یہ کہ حق تعالیٰ بعض مومنین حاضرین عند نزول آیت کو
 ساتھ یہ وعدہ فرمایا من اگر بیضیہ ہو تو ظاہر ہی اور اگر بیانیہ ہی تو اولامن بیانیہ ضمیمہ
 مخاطب محدود و داخل نہیں ہوتا اپنے ساتھ سرور دیکھا ہوگا کہ حق بیانیہ کی علامت صحت و طبع
 لفظ الذی کی اسکی جگہ ہو اور ظاہر ہی کہ اسکی لفظ الذی نہیں داخل ہو سکتا اور اگر نہ کہ
 بتا دل بعید ہو بیانیہ کہا جادوی تاہم مخاطبین کے استخلاف سے بعض کا استخلاف ملو کہ
 اور چونکہ اؤسکا نفع تمام کرنا میں ہوتا ہی سب پر اطلاق کیا گیا عرف میں شائع ہو چکا
 کسی قوم میں سلطنت ہو تے ہی تو باوجودیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہی لیکن تمام قوم کے
 سلطنت کہلاتی ہی کیونکہ اؤسکا نفع اؤن سب کے طرف عائد و راجع ہوتا ہی اور فی حقیقت

معارف و کتب و رسائل و اخبارات کی درجہ کی کتاب و ادارہ

دو ہی حکم دئیے ہیں اب آپ کیا دیکھتے ہیں اولیٰ اولیٰ گوری کیسی حکومت کرتے ہیں
 اور اپنی حکومت و سلطنت سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر من تعصبیکے آپ ابطال کے در پی ہوں
 اور تمہیں ثابت کریں تو حضرات شیخ اس آیت سے امام مہدیؑ کا اختلاف مراد لیتی ہیں
 وہ باطل ہوگا جو اس واسطے کہ دین دہی ہماری طرف سے ہی قبول فرماویں اور حاضرین
 عندہ نزول الایات علیہ خاتمہ مکررین کہ مولیدین شیعوں نے تصریح فرمائی ہے کہ جو کلام کہ خطبہ
 شافہہ کے یہی موضوع ہے وہ حادین کے ساتھ ہی شخص دئیے ہر ایک کی علامہ شہید ثانی معلوم
 الاصول میں صفحہ ۷۷ پر فرماتے ہیں۔ وما وضع الخطاب المشافہہ کخوایا ایھا
 الناس ویایھا الذین امنوا کایم بصیغۃ من تاخر عن فن الخطاب وانما یثبت
 حکمہ لہم بدلیل آخر وہو قول اصحابنا واکثر اہل الخلاف۔ اور شاہزادہ کی یہ عبارت
 موضوع المشافہہ ہی تو حاضرین کے ساتھ مخصوص ہوگی دوسری یہ کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا
 کہ میں ہر بعض کو خلیفہ بناؤں گا اور اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ کی وعدہ میں ہمارا خلف محال ہے
 لایمنا کہ یہ وعدہ واقع ہوگا نہ خلف وعدہ لازم آئیگا۔ جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو اکثر
 نحو محال ہے اب وقوع اختلاف موعود کی دو احتمال ہیں اول یہ کہ وعدہ اختلاف سے
 یہ امر ہو کہ ہم نفس بالاختلاف کریں گے اور جب نفس بالاختلاف فرماویں تو وعدہ پورا ہوگا
 دوسری یہ کہ موعود یہ ہی کہ ہم خلیفہ بناؤں گے اور نفس اختلاف واقع کریں گے لیکن
 احتمال اول پر جوہ باطل ہے اور لامعنی اختلاف ایقاع فعل خلافت ہے اور بدیہی ہے
 کہ امر بالشیعین شی نہیں اور نفس بالاختلاف عین اختلاف نہیں تو اس صورت میں
 لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھ فرماویں اور کوری کچھ اور یہ ہی خلف وعدہ ہی۔ ان بعض کلمہ

سے اور جو الفاظ خطبہ شافہہ کے یہی موضوع ہیں مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین امنوا کے اپنی بیعت نامہ
 انکوٹ میں نہیں ہوتے۔ جو وہ خطبہ ہے یہی میں اور اس کے حکم اور کچھ حرف دوسری دلیل سے ثابت
 ہوا ہے اور ہماری یہاں کہ اور اکثر اہل خلاف کا یہ ہی قول ہے۔

مجاہد القرائن خارجیہ اختلاف کس نسب بالاختلاف ہی ملو ہونا ہی اور یہ عمل کو کچھ معاہدہ
 نہیں۔ ثانیاً بعد اختلاف کی جو امور کہ حق تعالیٰ شانہ نے بمنزل نتائج و ثمرات اختلاف
 کی بیان فرمائی ہیں مثل نکین دین رضی کے اور تبدیل خوف کے اس سے وہ بدلتہ مستلزم
 کردہ اختلاف سے مراد نفس اختلاف ہی نہیں بلکہ نفس بالاختلاف کیونکہ وقوع ان امور کا متفرعاً
 علی الاختلاف اس وقت ضروری ہی جبکہ وعدہ نفس اختلاف ہوا کہ اگر نفس بالاختلاف
 ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہیں کیونکہ جب نفس اختلاف وقوع نفس اختلاف کر ہی
 مستلزم نہیں تو ان امور کو جو نفس اختلاف پر مرتب ہیں کیونکہ مستلزم ہوگی کیونکہ اگر
 حق تعالیٰ اختلاف پر نفس فراموشی تو یہ ضرور نہیں کہ وقوع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد
 اور کونامین اور اس پر عمل کریں چنانچہ حسب فرعون تبعہ ایسا واقع ہوا تو پھر مرتب ان اثرات
 و نتائج کا کیونکہ ہو سکتا ہی اور ظاہر ہی کہ یہ ثمرات و نتائج ہی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ
 انہیں لازم آیا اور یہ محال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہے۔ ثالثاً حق تعالیٰ
 شانہ نے اس سے وعدہ کو اس فعل کے ساتھ تشبیہی ہی جو گذشتہ لوگوں میں پہلے ہو چکا
 اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگوں میں حرف نفس بالاختلاف نہیں ہوا بلکہ نفس اختلاف ہوا
 تفسیر صافی میں ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم و عموال الصلوات لیستخلفنہم
 فی الارض لیجعلنہم خلفاء بعد نبیکم لکما استخلف الذین من قبلہم
 یعنی وصاۃ الانبیاء بعدہم تو اس تشبیہی صاف ثابت ہوا کہ وقوع
 نفس اختلاف مراد ہی ہے۔ رابعاً حضرات شیخ اسی آیت کو امام مہدی کے اختلاف مجہول
 فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس اختلاف اور اس کی

۱۵ وعدہ اللہ نے تم میں سے جو ایمان لائی اور نیک کام کہی ہے تمہ علیہ نبایگا اذکو ملک من ربکم
 نائگا اذکو علیہ تمہاری کے چھپی "حبیب مسرا لگی لوگوں کو نیدو بہایا رو یعنی لینا کے
 اور میا کو ایجا شین کیا"۔

نتائج کو نہیں تو یہ دلیل خود جناب امام ہدی کی امامت وغلیہ شوکت و ثبوت میں ناقص و ناتمام ہوگی۔ خاصاً اس میں اختلاف ہی مراد ہے لیکن امام کے لئے ایسی ہی بعض مراد ہو کہ جس خصوصیت کے ساتھ اور حدیث کے اندر سے حضرت شیعہ فرماتے ہیں بلکہ بعض سے مراد بعض جلی ہو یا خفی کسی سنی کی ساتھ اور کسی طریقیہ کے ساتھ ہو چنانچہ اہلسنت و خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے لیے بعض کے قائل ہیں آپ نے ازالہ انحراف کا مطالعہ فرمایا ہے اس کی کوئی یہ امر ثابت ہو سکتا ہے لیکن یہی وعدہ تکلیف دین برضی اور تبدیل اس بعد کچھ میں کوئی احتمال نہیں اور اس کے وقوع میں ہو عود ہم کے لیے کچھ شک و تردد نہیں تا تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ بعض سے تاہم مستحسن وعدہ اختلاف کو ہی اور اس کا وقوع لازم و متحقق ہے۔ تیسری یہ کہ اس اختلاف سے مراد وقوع سلطنت جاریہ جیسی مناق و مخار یا اسرار و کفار کرتے ہیں مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ خلافت و ریاست راشدہ و امامت و سلطنت حقہ ہے جو اجرائی شرایع دین و احیاء و شعار اسلام کے لیے ہوا جس سے عالم میں احیاء و رسم اسلام پایا جاویں اور اس پر جوہ چند دلالت کرتے ہیں اول یہ کہ جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام علیہ السلام کے اختلاف میں قبول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن رقی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ والقبہ نزلی القانو من آل محمد والجمع المروی من اہل البیت انہا فی المہدی من آل محمد قال وروی العیاشی بإسنادہ عن علی بن الحسین انہ قرأ الآية وقال هم والله شیقنا اہل البیت یفعل

اس تفسیر میں ہی کہ یہ آیت فاکم آل محمد (امام ہدی) کے بارہ میں نازل ہوئی اور میر جمیع میں ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے مہدی کے باب میں آگیا کہ انور علیہ السلام اپنی اسناد کے ساتھ امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ آپ یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ خدا کی قسم یہ ہم پر ہے اہل بیت کی شیعہ ہیں۔

ذلک علی یدی رجل منا وهو محمدی هذه الامّة وهو الذی قال رسول الله
 لا یسبق من الدنیا الا یوم یطول الله ذلک الیوم حتی یمشی رجل من ہدیۃ امہ
 استیلا الارض عدۃ وقسطا کما ملئت ظلما وجورا قال مروی مثل ذلک
 عن ابی جعفر والی عبد الله وفي الکمال عن الصادق فی قصۃ نوح و ذکر
 استظار المؤمنین من قومہ الفرج حتی اراہم الاستخلاف والتکلیف قال
 وکذا لک القاتر فانه تمت ایاام غلبتہ لیصر الحق عن محضہ ویصفوا الایمان
 الکبار وکذا کل من کانت طینہ حیث تسم السیف الذین یخشی علیہم النفاق
 اذا احسوا بالاختلاف والتکلیف والامر المنشی فی عبد القادر الی
 غیر ذلک من الروایات توخا ہر سکر از انکی خلافت تو حضرت شیو کے نزدیک
 مخصوصہ راشدہ ہی تو اگر اس بیت سے اختلاف حق مروی نہیں اور خلافت راشدہ
 پر یہ آیت دال ہی نہیں تو اس کا نزول امام محمدی کے یہی جبکہ خلافت راشدہ ہی
 ہو سکتا ہی اور یہ سب روایات جہنم نزول آیت کا امام غائب عن الابصار ہی تھا واللہ
 فی بیان کیا گیا ہی اور دعوی کیا گیا ہی کہ اس اختلاف موعود سے مراد اختلاف

سے یہ وعدہ ہم میں ہی ایک شخص کا تھا پورا ہوا اور دوا اس امت کا محمدی ہوگا اور وہ ہر جگہ یہی رسول اللہ
 فی زلزال گردن سی بجز ایک دن کے باقی زندگی خدا تعالیٰ سے کیا قبول کرے گا یہاں تک کہ ایک شخص میری آخرت سے
 حاکم ہوگا میرے ہم ہوگا جیسا میں نے علم و جد سے یہ ہوگی اس طرح عدل و انصاف سے ہو کر گیا کہا اور یہی
 روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہی۔ اور کمال میں امام صادق سے نوح کے قدم میں ہو کر میں
 اسکی قوم میں کسی کس نے تھا کہ وہ کر گیا یہاں تک کہ انکو اختلاف دیکھیں کہ آیا فرمایا اور اس طرح قائم ہی
 کہ اسکی غیبت کا زمانہ راز ہوگا تاکہ خالص حق ظاہر ہو جائے اور ایمان کدورت سے صاف ہو جائے اور یہی
 ہی جہنم نفاق کا خوف ہی ہر ایک کے ارتداد کے ساتھ جسکی غیبت مٹی ہے جب اختلاف اور تکلیف انکو یہ
 دیکھیں گے اور اس پر بیلا ہوا کہ تم کے زمانہ میں ہوگا۔

امام مہدی ہی سب لغو و لا طائل ہو جائیگا تو ثابت ہو کہ مراد اختلاف ہی اختلاف حق اختلاف
 و امامت حقہ ہی ار اس سے پہلے ہی ثابت ہو کہ بعض روایات میں جو حضرات شیعہ ائمہ سے
 منکر ہیں کہ مراد اختلاف ہی اختلاف و تمیز ہے جو مراد مراد کذب و اقرار ہی ہے
 صحابی میں نقل کیا ہے و فی الکافی عن الصادق انہ سئل عن هذه الآية فقال هم
 الاہل و عن الباقر و لقد قال اللہ فی کتابہ لولا الہم من بعد محمد خاصة
 و بعد اللہ الذین امنوا منکم الے قوله فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ یقول اختلافکم
 فی الدین و عبادتی بعد نبیکم کا اختلاف و صاء آدم من بعدہ جسے
 یہ پیش البتہ الذی علیہ یصعد و نی لا یشترکون لی شیئا یقول بعد نبی ہا یہا
 لا یتبى بعد محمد فحق قال غیر ذلک فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ فقہا مگر
 لایۃ الا مر بعد محمد السلم و نحن ہم فاستلیم فان صدقنا کہ باقر و اما
 انکو یفا علیہن اور وہ اسکا یہی کہ اول اختلاف جو تقیہ بعثت فی الارض ہو اور اسکا
 جبریت اسکا نہ تھا و اساطیر ہی نے الارض چل نہیں ہو سکتا دوسری ایہ کہ
 حکامات آیتہ و حکومت فی ہری کو مستلزم ہو رہی ہیں کہ اسکا حصول بدون سلطنت
 فی ہری کے صرف اختلاف فی تسلیم نہیں ہو سکتا اور اسکا خلاف ان روایات
 جو سابقہ گذارش ہو چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا نزول امام مہدی کے حق
 میں ہی ار اس اختلاف سے اختلاف امام مہدی مراد ہی افسوس کہ یہ حضرات نہ خدا

سے کافی میں امام صادق ہی مروی ہی الیٰ نبی آیت اسی پر چار فرمایا کہ ائمہ ہیں اور امام باقر ہی مروی ہے کہ
 اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص امور کے ہی فرمایا۔ و بعد اللہ الذین امنوا منکم الخ حق تھا
 قرآن کے خلیفہ بناؤ گئے ہیں انکو اپنی علم اور دین اور عبادت کے واسطے مقرر ہی بنی کے بعد جیسا خلیفہ بنا یا آدم کے
 اور جیسا کہ اسکی جہی یہاں تک کہ اس کے چچا بنی مبعوث ہو میری عبادت کریں گے اور کسیکو میرا شریک
 نہ کریں گے فرمایا میری ایمان کے ساتھ پرستش کر دے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے کو نبی نہیں بنو چکی ہو اور
 وہ فاسق ہیں یہ تمیز نہیں دی ولایۃ انکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علم میں اور وہ ہم میں ہیں ہم پر چار کریم سنی مسیح کہیں ہا تر

و رسول سرور نبی بن نہ انکہ سی جیاد شرم فرمائے ہیں اور جو دل چاہتا ہی جس میں اپنی مخلصی
 و بجات کی اجازت علماء رسمی صورت دیکھتی ہیں خدا و رسول انہ پر اقترا با مذہبی ہیں اور دوسری
 یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس عہد کو مؤمنین عالمین صیاحات کے ساتھ فرمایا ہے اور
 قاعدہ یہ کہ حکم سے الشتم علیہ ماخذیر دلیل ہو یا ہو تو معلوم ہو کہ کمال ایمان اور حقانیت
 حاصل ہوئے العمل اس اختلاف ہو عود کے علت واقع ہو اور نہایت بد یہی ہو کہ جس عہد
 خداوندی کا موقوف علیہ اور جس علت ایمان اور اعمال صالحہ ہوگی وہ امر خیر اور حق اور رشد
 محض ہوگا اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب اختلاف کو
 بھی حق تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ منوط و مربوط فرمایا ہے تو یہ اختلاف
 اختلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل و علا شانہ ہوگا۔ تیسری یہ کہ حق تعالیٰ شانہ
 فرمایا ہے شریفیہ میں حرف اختلاف ہی کا تو وعدہ نہیں فرمایا کہ اس کو سلطنت کے
 اور بیٹی رسول کریم گنجی پیش ہو بلکہ اس کی ساتھ یہی وعدہ فرمایا کہ اس کی ساتھ ہیں
 ہم اس دین کی یہی تلمین ان کی لمبی کر نیکی جو دین کے جاری نزدیک مرضی اور پسندیدہ
 ہو۔ یہ وعدہ فرمایا کہ ہم ان کی خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے امن
 کو ساتھ بدل نیکی اب ان وعدہ دہنی صاف ظاہر ہے کہ جو اختلاف کر ان فوائد کو شرم و متعجب ہو
 و قضا خلافت جاری نہ ہوگی یہ کہ بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب اختلاف پر وہ غیب ہو
 نہ بعد ظہور پر جلوہ گر ہوگا اور اس کی ثمرات و نتائج کمال تکمیل دین اور ذوال خرف اور ہل
 امن نام عالم میں شیوع پذیر ہوگی تو لوگ میری عبادت میں مشغول ہوگی اور یہ کہ
 میری شریک نہیں کریں گے تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جس میں شیوع
 کمال طور پر مروج اور شایع ہوگی اور بد یہی ہے کہ جو خلافت اس کو تنفس و شمل ہوگی
 وہ راستہ اور حق ہوگی۔ اس کی بعد ارشاد ہوا کہ دین کے قریب ذلک فاو لک
 ہم الفاسقون یعنی بعد اس نعمت عظمیٰ کے جو شخص اس کا کفران کریں پس وہ ہی

فاسق میں غاہر ہو کر حق تعالیٰ شانہ نے اس کو انکار و کفران اور اوسپر پورش
 طغیان کو کمال فتنے سے تعبیر فرمایا جس سے اس کا بڑی نعمت اور کمال احسان
 خداوندی ہوا مفہوم ہوتا ہی ایسی ہی موقع امتنان میں اوسکو بیان فرمایا پس اگر یہ
 خلافت محض سلطنت اور خلافت جاہر ہو تو اس کا انکار تو بجائی خود عند شیعوں واجب
 اور اسکی نفی کے تدابیر لازم و مستحکم ہیں جو جیکہ خداوند تعالیٰ اسکو موقع امتنان میں
 بیان فرمادی اور اسکی انکار کو فتنے سے تعبیر فرمادی تو اس سے کونسی طرح چھوڑ
 کر جب یہ اختلاف بقدر پندیدہ جناب باری ہی کہ اسکو موقع احسان و امتنان
 میں بیان فرمایا اور اسکی انکار کو فتنے سے تعبیر فرمایا تو وہ اختلاف کمال حقیقت و رستہ
 کی ساتھ تصدیق ہوگا۔ چوتھی یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس اختلاف کو اپنی ذات
 پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے کہ ہم خلیفہ بناؤ نیکی اور ہم تمکین دینگی اور ہم تبدیلی خوف کی
 اس کے ساتھ کریں گے اور جب اسکا مشکفل خود خداوند کریم ہوا اور اسکا ذمہ وار ہوا
 پھر اوسنی جب عہد پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جاہر ہتی تو یہ فعل خداوند تعالیٰ
 کا قبیح ہوا تعالیٰ عن ذلک علو البیرا پس عے مذہب یہ صدور قبیح نسبت جناب
 باری لازم آیا وہو محال تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف سلطنت و خلافت جاہر نہ ہوگی بلکہ ان
 حقہ و خلافت راشدہ ہوگی۔ علامہ طوسی بخیرہ بین لکھتی ہیں واستغنائہ و علمہ بدک
 علی انتفاء القیم عز الفاعل اسکی بعد گزارش ہی کہ جب خداوند تعالیٰ نے خلیفہ بنایا
 وعدہ فرمایا تو لاحال یہ وعدہ واقع ہو نہیو الا ہی اسباب باقی ہوتا یہ امر کہ یہ وعدہ کس زمانہ میں
 واقع ہوا اور موعود لہم اس وعدہ کی کون ہیں اور یہ خطاب کسکو ہے سو اس میں تعین جہاں
 تعین دلارایع لب باتفاق الفرقین۔ احتمال اول یہ ہے کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ
 اس اور اسکی بے پردائی اور اسکا علم اسکی افعال سے جبرائی کے دور ہونے پر دلالت
 کرتے ہیں۔ ۱۲۔

حیات جناب میر و کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام تسخیر کے میں ہوا اور اختلاف سیر مراد
 استخلاف مومنین کا ہی بجائے کھانکے اور موعود الہم اور مومنین میں جو اس وقت
 موجود تھے اور ان ہی کو خطاب ہے دوسرے احتمال یہ ہے کہ اس کی موعود الہم حضرت امام مہدی
 رضی اللہ عنہ اور اگر ابتداء میں اور یہ وعدہ ان ہی کے زمانہ خلافت میں پورا ہوا
 تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الائمہ کو ہی اور اس کی موعود الہم
 خلفاء اربعہ میں رضی اللہ عنہم اور یہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کے زمانہ خلافت میں پورا ہوا
 اور خداوند تعالیٰ نے بعد وفات جناب سالما بصلوات اللہ علیہ و سلم اس کی جگہ خلفاء
 اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان پر ہم انما لوئین جہانناک ہم غور کرتے ہیں اور اس کی ایمان اور
 سیر نال کرتے ہیں تو یہ ممکنہ احتمال کو غلط پاتے ہیں اور قیصری احتمال کو مستبعد سمجھتے
 ہیں اگرچہ ابطال احتمال اول کسیک کو کچھ چند ان تجسم مستدلال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ
 مقسومین محدثین شیعہ نے اس کو امام مہدی پر محمول کر کے اور اس کے نزول کا سورہ متعین کر کے
 خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شکوہ انظار عظمیٰ نسبت میں گرفتار
 ہو کر میدان فرار تنگ دیکھتے ہیں تو ایسی پوچھ احتمال اور وہی تو ہمیں پیش کرنے لگتے
 ہیں سبلی مناسب ہے کہ مختصراً اس احتمال کے ابطال کی طرف ہی اشارہ کیا جاوے اور مختصراً
 و تبیان اس کا ابطال ہی مومن اثبات میں لایا جاوے پس اس پر ہم کہہ کر ہر دو احتمالات کا
 بطلان ایسا ناممکن ہے کہ اگر زلات میں نابل کیا جاوے تو انکا بطلان بے تکلف ہم
 میں آسکتا ہے احتمال اول کے ابطال کے لیے پس یہ ہی وجہ کافی ہیں کہ اولاً حق تعالیٰ
 شانہ نے یہ وعدہ مومنین کے ساتھ فرمایا ہے۔ اگر مراد اس کے نسخہ نہ ہو تو یہ وعدہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا اور ہاں مومنین ہی اس میں داخل ہوتے تھے نہ یہ کہ خداوند
 تعالیٰ نے نسخہ کر کو بدورت رو یا کی کہ ہلا دیا تھا اور چونکہ انشاء کے خلاف ہی
 دی ہوتی ہے تو سبلی اس کا وقوع قطعی تھا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

كَتَبَ صَدَقَ وَاللّٰهُ مَرْسُوْكُهُ الرُّوْيَا بِالْحَقِّ كَتَبَ خُتْبُ السَّجْدِ الْحَرَامِ اِنشَاءً وَاللّٰهُ
 اَمْنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوسَكُمْ وَمَقْصِرِيْنَ كَافُّوْنَ اُذُنِيْزٍ اَوْ سُوْكَوْ فَتَحَ كَيْتِهٖ تَعْبِيْرُ فَرَايَا
 وَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فِتْحًا قَرِيْبًا - اور اِذَا حَاجَاَ لِنَصْرِ اللّٰهِ وَالْفَتْحِ - تو اس سے بڑھ
 فوق سید صاف سمجھ میں آتا ہی کہ یہ واقعہ دوبارہ ہی - ثالث ممکن ہو کہ اس آیت کا
 نزول بعد فتح مکہ کے ہو - رابعاً ممکن کہ نزول اس آیت کا قبل فتح مکہ کی ہی تاہم
 عند الشیخہ فتح مکہ چھ سال پہلے نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عدۃ اختلاف کو الذین
 امنوا صلوا الصلوات کے ساتھ مقید کرنا اور تفسیر میں خود وہم کے الہامین و صلح کو
 ساتھ کرنا بالکل لغو ہو گا - اور قبہ الذین امنوا صلوا الصلوات کی سبب فضول ہو گی کیونکہ
 حسب تصریحات قوم یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ بعد کفار مکہ کے اختلاف حبسہ کا کہ
 فی الایمان اور عالمین صلوات کو نصیب ہوا اس سے زیادہ اور صحابہ کو نصیب ہوا
 کہ بزم شیعہ بدتر از کفار تہی لغو بابت من ذلک اور اگر سب مومنین اور عالمین صلوات
 تہی تو کربا با اتفاق ہم ہی یہ ہے کہ تہی میں تمام ممکن نہیں کہ اس آیت کا مورد
 فتح مکہ ہو سکی کیونکہ اس آیت میں بعد اختلاف کی جو دو صفیتیں ذکر فرمائی ہیں اولاً
 مصداق ہرگز فتح مکہ کا زمانہ نہیں ہو سکتا اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے انکو میری دین
 پسندیدہ کو ممکن اور اسخ کر گیا اور دوسری فرمایا کہ انکو مطلق خوف کو امن سے
 بدل دیا اور امن نام حاصل ہو جائیگا اور یہ دونوں فتح مکہ کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوئی
 کیونکہ جب دو سلطانین عظیمہ کسری و قیصر کی جو بالکل مخالف اسلام کے تہی یہلو بہ یہلو
 لگی تھو تہیں جنگ و ہری قوت و شوکت اور عدد و عدد کے مقابلہ میں اس سلام کو
 کچھ نسبت نہ تہی تو ایسی دشمنوں کی محاصرہ میں جب تک وہ مغلوب نہ ہوں اور انکو شوکت
 و عظمت نہ ٹوٹی کیونکہ کہا جاسکتا ہی کہ دین کو تمکین و استقرار حاصل ہو گیا اور خوف
 امن سے بدل کر امن نام حاصل ہو گیا بلکہ تمام عرب میں ہی اسلام شائع نہیں ہوا تھا

بلکہ علیٰ غم حضرت کہ احباب اکثر منافقین کفار و فساق تھے تو اسی حالت میں کیونکر دین اور امن نام حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے یہاں پہلے معلوم ہوا کہ اس آیت کا سورہ فتح کے تین ہو سکتا۔ شاید سب سے زیادہ مفسرین نے اس آیت کو سورہ فتح کے بیان میں ہی فرمایا ہے۔ امن میں مخلوقیں رہیں اور مسکروں و مقصرین کا نفع تو جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا فتح کہ میں امن حاصل ہو گیا اور خوف زائل ہو گیا تو اس صورت میں صدق و لہد انہم من بعد خوفہم اصنا کا یہی واقعہ فتح کہ ہو گا جو اب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ شبہ عدم تدبیر طرف جواب کلام اور نظم کے ماقبل و بعید میں غور نہ کر کے ہی ناشی ہوا ہے ورنہ فی حقیقت آمین اور آمین فرق زمین و آسمان کا ہے کیونکہ آیت سورہ فتح میں اس طرح واقع سے لفظ حلز المسجد الحرام انشاء اللہ امن میں مخلوقیں رہیں اور مسکروں و مقصرین کا نفع تو جس سے صحت واضح ہے کہ سب کا یہی امن خوف و دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جس کو معنی یہ ہے کہ جو خوف ہو گا وہ دخول کی وقت کفار کو سی سبب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہونا و دخول ہو گا وہ دخول مسجد حرام کے وقت ہو گا اور اس خوف سے جو امن ہو گی نہ یہ مراد ہی کہ تم کو اور سوگت اس نام اور عدم خوف کا مل حاصل ہو جائیگا یہ کہ تو سرسہ واقع کے اور عقل کے خلاف ہے جب تک دو طاقتیں مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہیں ہرگز خوف نائل نہیں ہو سکتا اور اس نام حاصل نہیں ہو سکتا تو بقرہ سیاق نظم ماقبل میں آتے قائل سے مفہوم ہو سکتا ہے کہ سب کا یہی امن عدم خوف سے ہی مراد ہے جو کفار کے سے ملتا ہے اور آیت سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے۔ لیستختلفہم فی الارض ولعلکم لہم یدہم الذی یرضی لہم ولیدلہم علیٰ صراط مستقیم کے سیاق سے یہاں واقع ہو کر حق تعالیٰ شانہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پائین فرمایا جسکی سبب سے تمہارا دین تمام اویان پر غالب ہو گا اور ہر دین کو مستقر و متکثر فرمایا اور حقیقت

کفر و کفار کی شوکت پر سب ٹوٹ جا گیا اور تکو خوف کے ہدی امن و صلح اور زانی فرمایا
 جسکو تھوڑی سی ہی فہم ہو وہ اس نظم کے سیاق و سباق اور اطراف و جوانب میں تہہ پر
 کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے شانہ سے حصول امن اور
 زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہے وہ امن تمام اور خوف کامل ہے جو بعد زوال سلطنت
 کسری و قیصر کے ہو گا چنانچہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے ایسی طرف اشارہ فرمایا
 و سنبلیخ ملک امتی و روی منہا یسکون مگر اگر یہ حصول امن اور زوال خوف دوسری
 اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا سکوا و تحیر و ہول نہیں کر سکتی تو اس موجود و کائنات پر
 حمل کہنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بھی نظم کلام سے صاف واضح ہے کیونکہ
 اولاً حق تعالیٰ نے یہ وعدہ الذین امنوا کرتے ہوئے فرمایا جو حقیقہ جمع کر اور باعتبار حقیقی جمع کم
 کلمہ اور معنی کے لیے نہیں فرد کا ہونا لایم و تاکہ معنی حقیقی جمع صامق اور صاحب الموصول کے لیے ہو
 قائدہ اقل مراتب صیغۃ الجمع المثلثۃ علی الاصح و قبل اقلھا انسان
 بہ کیف اقل مراتب صیغۃ جمع کے لیے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہیں پس اگر ایک فرد پر
 محمول کیا جاوے گی تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور حمل علی الجواز جب تک حمل علی حقیقہ
 مستقہ ہو جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی قرینہ قائم نہیں ہے کہ جو معنی حقیقی سے صاف
 ہو صیرورت الامحاجز کو مقتضی ہو تو اسکا حمل کرنا امام مہدی رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد میں
 جائز نہوا ثانیاً یہ وعدہ حق تعالیٰ نے شانہ سے حاضرین عند نزول الایۃ کے ساتھ فرمایا
 چنانچہ ارشاد و وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیسئلنکم یعنی خدا نے
 وعدہ فرمایا ہے تم میں بعض اون لوگوں کو کہ لی جو مومنین اور عاملین صالحات میں گناہوں
 اپنی روح کا جانشین و خلیفہ بناویگا تو یہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابقین میں محال ہے
 کہ ارشاد ہو چکا ہے و ما وضع لخطاب المشافہۃ لایم بصیغۃ تخریج من الخطاب

اور یہی ہے کہ امام مہدی حاضرین عند نزول السورۃ سحر خنیں میں اور انکی خلافت کے عمل کے
 پر نہ کوئی دلیل دلائی گئی ہے تو یہ آیت انکی خلافت پر حسب ثامہ محمول غنجان میں
 ثالثاً خداوند کریم جل علائہ نے اس اختلاف کو اس اختلاف کے ساتھ تشبیہی ہی
 جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے انکی خلافت انکی جانشین
 ہوتی تھی اور انکی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقی ماندہ نبوت حق خاتمے کے
 ماہیوں پر پوری فرماتا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین انکا جب
 خلیفہ ہوتے تھے اور جہات خلافت کو سرجام فرماتے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے بعد حضرت یوشع اور انکی خلیفہ اور جانشین ہوئی پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے خلافت کے بعد گزرنی دو ہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ سترہ نقصان مرتبہ
 رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نسبت انبیاء سابقین ہے تشبیہ ناقص و نامم ہوگی
 کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت دہشتہ ممکن ہوئی اور آخر تک اس
 و خلیفہ کا حال کہ انبیاء سابقین کے خلفاء انکی بعد ہی ممکن گئی تھی تو اس سے بدتر
 معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت نسبت انبیاء گذشتہ کے کم ہی اگر اس
 واضح سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور اسی رسول کا جو قتل اہل بیت ہو تمام زوایہ امتداد
 نبوت میں حدودی چند سال کے داخل ایک خلیفہ کو تکلیف عطا ہوئی اور باقی تمام زوایہ امتداد
 و شقاق و کفر و فسق سے مملو نہ تو وہ استخلاف کیا وقت رکھ سکتا ہے اور ان انبیاء کے
 کیونکہ ہم ملے ہو سکتا ہے کہ جبکہ خلفاء و اوصیاء انکی متابع پیدا ہوئی اور وقت فوقتاً بعد
 دین اور حیاتی شریعت کرتے رہے اور یہ تشبیہ کیونکہ تشبیہ نام ہو سکتی ہے اور باقی امام
 جب انکو تکلیف ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ حائل و محقق رہی وہ خود میں سے قطع
 ہو گئی کیونکہ انکا وجود و عدم برابر ہو گیا تو اس تشبیہ میں صاف بدلتہ ثابت ہوا کہ اس
 استخلاف سے اختلاف مہدی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہی جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ السلام کے متعلق متشابہا ہوا اور خدا تعالیٰ نے اسکو تسلط اور تکلیف عطا فرمایا اور اس سے
 عالم بین الدین شیوع پذیر ہوا اور وہ اختلاف بجز اختلاف خلفاء و اربعہ کے اور کسی نہیں
 اور اسکی افعال و قرب پر وہ روایت ہی ولایت کرتے ہی جو صفائی میں ہی آیت کے
 تفسیر میں مذکور ہے۔ و فی الجوامع عن النبی علیہ السلام قال نزدیکیت فی الارض
 فاریت عشار قضا و مغاربہا وسیبلغ ملک امتی ماروی لے منہما آٹھ نوحی
 چوٹے چھوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ میں استقبال قریب کا نام دیتا ہی جس سے
 معلوم ہوتا ہی کہ عنقریب اسلام شائع ہونے والا ہی اور یہ تمام شرق و مغرب
 زمین کے جو حضرت کو دکھائی گئی ہیں وہ عنقریب مملکت اسلام کہیں داخل ہونگی
 اور دوسری روایت جو صفائی میں مروی ہے وہ ہی ایسا گویا مصداق ہے کہ قال وروی
 المقداد عنہ انہ قال لا یبقی علی الارض بیت من سوا ولاد الا اذ دخلہ اللہ
 الاسلام یعنی یہ لوڈ ذلیل امان لیزہم اللہ فیجعلہم من ابلیحہا واما ازید لہم قتل
 لہما وضمکما یہ سہو اس آیت کا امام مہدی کی نسبت جس میں کرنا صحیح ہوا۔ رابعاً حق تعالیٰ
 شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کو ارشاد فرماتا ہے ومنکفر بعد
 ذلک فاولئک ہم سفوفیہ بعد تمام نعمت کے جو لوگ پہلی ناشکری کریں گے وہ قاتل
 ہیں اس سے ارشاد اس طرف ہے کہ بعد حصول امتحان بعض اہل ایمان و صلاح میں بھی
 اٹھائیں عند نزول الایۃ جبکی تعداد حدب سبع تک پونچھگی اور تکلیف دست قرار دیں اور
 بعد تبیل خوف از امن اس نعمت کا کفران واقع ہوگا تو خداوند تعالیٰ شانہ نے

۱۵ تفسیر جامع بین بنی علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا سہیٹی گئی میری اپنی زمین اور اسکی ستر فی و غریبی
 کناہ دکھلایا گیا اور عنقریب میری امت کا ملک ٹانک پونچھکا جیسا کہ میری اپنی سہیٹی گیا۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱

بطور تحریف اور بصورت تحذیر کے اُن کو گونگی وصف کی خبر دی کہ جو مصداق اس کفر میں
ہونگی اور جو خلاف امام مہدی میں اطلح نہیں پایا جائیگا۔ تو اس واسطیٰ اس آیت کو
خلاف مہدوی پر محمول نہیں کر سکتی اور ظاہر ہے کہ یہ کفرانِ مجریہ زمانہ مختلف اور جہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جس طرح جناب رب الفرت غر اس سے خبر دی تھی کہ اول اختلاف
ہوگا۔ پھر تکمیل میں اور بعد میں خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کی طرف ایسا فرمایا ہے اور
واقع ہوا اول اختلاف ہو کر تکمیل میں اور تبدیل خوف واقع ہوئی بعد اس کے کفرانِ نعمت کا
واقعہ تکمیل عثمان رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا تو اس سے بدائت ثابت ہوا کہ مصداق
اس آیت کا خلاف مہدویہ نہیں ہو سکتی بلکہ خلاف رضی اللہ عنہم جو خاص
ہو اس پر ان دلائل کے بیان کر چکی کہ ضرورت نہیں کہ یہ آیت سوائے خلافت طحا
نہ کر کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب یہ سرِ رضا نے خود اس کا فیصلہ فرمادیا اور اس کا
تفسیر چکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس عہد کا زمانہ وہی ہے جو خلافت خلفاء کا زمانہ ہے اور
اس کی سرِ محمدی حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم میں کیونکہ وہ مصداق تمام اوصاف کا
فی آیات کے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس کے شریف رضی اللہ عنہ نے بیچ البیان میں نقل فرمایا ہے چنانچہ
ہم وہ خطبہ شرح بیچ البیان سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن تیمیہ نے اپنی شرح میں
اس آیت کو طرف اشارہ کیا ہے اس کو نقل کریں گے خطبہ یہ ہے ومن کے کلام لہ وقد
بتبشارہ عمر بن الخطاب بنی النخوص قتال الفر من بنی سہل هذا الامر لم یکن لفر
ولا خذل لاند بکثرة ولا یقلہ وھود بن اللہ الذی اظھر وجہہ الذی اعلیٰ
وامدہ حتی بلغ ما یبلغ وطلع حیث طلع ونزل علی صعود من اللہ واللہ متبرک وقد
وامر جنبدہ ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخیر ما یجمعہ فیہ محمد فان
انقطعت النظام تفرق وذهب شر لہ یجمع یجد افری ابد او العرب الیوم فان
کانوا قلیلا فھم کثیرون ولا سلام فی زحف بالاجتماع فکن قطبا واستدراجی

فہذا خلاف ہے اور یہاں تک کہ اس کے خلاف ثابت ہو گیا ہے اور اس کے خلاف ثابت ہو گیا ہے اور اس کے خلاف ثابت ہو گیا ہے

بالعرب واصلاهم دونك نارا الحرب فانك ان شجعت من هذه الارض انتقضت
 عليه العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون ما تدع وراك من العوثر اثم
 اليك مما بين يديك ان الامام ان ينظر واليك غذا يقولوا هذا اضل العرصه
 فاذا انتقمتموه استرحتم فيكون ذلك اشد لكليهم عليك وطعمهم
 فيك فاما ما ذكرت من مسير القوم الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هو
 اكرم لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عدهم فانهم
 تمكن نقاتل قيامضه بالكثرة وانما كنا نقاتل بالنصر والمعونه انتقمه اگر چه اس را شاد
 سوي بمكوبه شمار فوايد حاصل ہوتے ہیں بکین سبب خوف تطویل انسی اعراض و اغماض کر کے
 اپنی مدعا کی طرف جسکی ہم پرے ہیں رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ
 میں نہانہ حصول موعودیت سراپا بدایت کو زمانہ خلفاء کا قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ
 دین فرمایا جسکا غلبہ موعود ہی اور اس شکر کو وہ لشکر فرمایا جو اللہ کا لشکر ہی اگرچہ اس
 خطبہ میں یہ صنفون واضح ہے لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہ مدعا آشکارا
 طور پر ثابت ہوتا ہے۔ پہلی ہم جو کچھ شارح ابن میثم اس خطبہ کے شرح میں تحریر فرماتے
 ہیں کہ تشرین وقولہ انھن الامرای قولہ للاجتماع صدر الکلام طینی علیہ
 البرای فقرہ فیہ اوکا ان هذا الامرای امر الاسلام لیس نصہ بکنزہ ولا
 خذ الکفایۃ ونبہ علی صدق هذا الدعوی بانہ دین الله الذی اظہرہ وجنودہ
 نبی جندہ الذی عدہ واصلہ من الملائکۃ والناس حتی بلغ هذا المبلغ
 سلم قولہ بن ہلال مرسی قولہ للاجتماع تک کلام کا صدر ہی تاکہ سپہ راسی قائم کرے۔ تو پہلی یہ ثابت کیا
 کہ اس ارینی الشریعہ کی فتح کچھ کثرت چہی اور نہ اسکی شکست کچھ قلت چہی اور اس دعوی کے صدق
 پر اس طرح مثبت کیا کہ وہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اسکی لشکر اللہ کا لشکر ہے جسکو تیار کیا اور جسکی فتون
 اور آدمیوں سے مدد کی یہاں تک کہ اس میں تہذیب و تمدن اور شہرہ و کبر و رفیع نکلا۔ ۱۲۔

اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ خداوند تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ تمکین میں اور تبدیلی میں
 اور حفظ و حمایت اور غلبہ نصیحت کی فراخی میں ان سب کے انجام کا وقت ہمیں ہی ان
 خلفاء کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کے خلاف مہدویہ پر حمل کرنے
 کی کوشش کی ہے وہ بالکل سبکی مخالف ہی اور جعفر تو جیمات لائے اس آیت کے
 خلاف مہدویہ پر کرنے میں کی ہیں وہ سب کہہ رہے ہیں کہ گنہگار ہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوا
 کہ وہ سب تودہ تودہ روایات جو جناب امیر سی دربار شکایت غضب خلافت خلفاء کی
 نسبت کے گنہگار ہیں وہ سب محض افتراء و اختلاق ہیں - اور خلافت خلفاء
 امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہے اور حضرات خلفاء امام برحق اور خلیفہ راشد ہیں جناب
 امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات و غمجان و احتمالات رنوع ہو گئی اور الحمد للہ
 علی ذلک فیل ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم سیدہ خطہ ہی
 جو سابق میں بھی منجی البلاغتہ اور اسکی شرح سے تعبیر سے نقل کیا گیا ہے اما بعد
 فان بیعتی بالمدينة لمرتک وانت بالمشام لآخذة بالیمنی القوم الذین یابیعوا ابابکر
 و عمر و عثمان علی ما یابعوه علیہ فلم یرک الشاهد ان یخار ولا للغائب ان یر
 و رضا الشوری المهاجرین والاک نصار فاذا اجتمعوا علی رجل و سموہ اماما کان
 ذلک لله رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردود الی ما خرج منه
 فان ابی قاتلہ علی اتباع غیر سبیل المومنین و وکاه الله ماتولی و یصلہ جہنم
 و صاآت مصیرا وان طمخہ و الزمیر یابیعانے ثم نقضنا بیعتی فکان نقضها کرہنا
 فجاءہم علی ذلک حتی جاء الحق و ظهر امر الله و هم کارهون فادخل فیما دخل
 فیہ المسلمون فان احب الامور لک فیک العاقبة الا ان تعرض للبلو فان کفر
 قاتلتک و استغنت بالله علیک و قد اکثر فی قتله عثمان فادخل فیما دخل
 فیہ الناس فخر حاکموا القوم الی احکامک و ایاہم علی کتاب الله فاما ملک التي تری

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کی بدولت نبوت کی سیر کی دلیل ہے اور امامت کی

حاصل نہ بالرفق والا فایسب فقوله فنظرت فی امرہ فاذا اطاعتی سبقت
بیعتی ای طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما امرت بہ من تراء القاتال قد سبقت
بیعتی للقوم فلا سبیل لالا متناع منها وقوله واذا الیثاق فی عنقہ لغیرہ
اسے میناق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعہدہ الی بعد المیناق وقیل
المیناق فی اللہ من بیعتہ الی بکر بعد الیقاعہا ای فاذا میناق القوم قد انقضی
فلم تمکن المیناق بعد الاحتمال الثانی النبی ^{کون} ذلک فی تصحیح
ونہیہ من قبل اعبا بالخلافہ ونکلت مدارات الناس علی اختلافہم
ویکون المعنی الی نظرت فاذا طاعة الخلق واتفقوا علی قد سبقت بیعتہم
واذا امینا قہم قد جاز فی عنقہ فلم اجد یدامز القیام بامرہم ولم یسجن عند
اللہ الا التہوض بامرہم اور اسکا تفسیر لکھا والا اولیٰ اشہر بین الشارحین عاقل حجاب
امیر کی کلام میں داخل کری اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کری اور دیکھی کہ خلافت صدیقہ کا
ثبوت حقیقت اس کلام سے کس وضوح و راحت و ظہور و بدایت کے ساتھ ہو رہا ہے بندہ
اسکو مختصر عرض کرتا ہوں کہ شارح کے بیان سے یہی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کلام اس کلام سے
مقطع ہے جو حسین اپنا وہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا کہ
پھر عمارت جو شارح نے بڑھائی ہے وہ ان کا نہ معہود الیہ ان کا لینا زرع فی ہما

سے بلکہ اگر زمینی سے حاصل ہو جائی تو نہ دوزخ میں نہ جہنم میں پکارا شد اور کوئی اپنی
امر میں سوچا نہ گا وہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر چکا ہے (یعنی میری طاعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترک قتال ہے اب میں میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہو چکی تو اب
اس سے باز رہنی کی طرف ہرستہ نہیں ہے اور پکارا شد (اور نہ گا وہ اخیر کا میشان میری گردن
میں اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میشان اور بعد عدم خدشت میں اور بعض کہتے ہیں کہ میشان وہ ابو بکر کی بیعت
تھی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہو گئی تھی یہی قوم کا میشان ہے جو کہ لازم ہو گیا تو بعد اسکی مجھے سختی لگتی ہو سکتی ہے
احتمال یہ ہے کہ یہ انکا ارشاد ہوا تھا خلافت کی بارگاہ سے دلنشا در میرا ہی میں اور لوگوں کی مدارت کہ گفت میں ادا
تخلہ خواہد اس کا کھانا اور نہ یہی کہ فی کمال کمال کا میری طاعت کرنا اور مجھ اتفاق کرنا اور میری ساتھ بیعت کرنا

اور اس کا تفسیر لکھا والا اولیٰ اشہر بین الشارحین عاقل حجاب
امیر کی کلام میں داخل کری اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کری اور دیکھی کہ خلافت صدیقہ کا
ثبوت حقیقت اس کلام سے کس وضوح و راحت و ظہور و بدایت کے ساتھ ہو رہا ہے بندہ
اسکو مختصر عرض کرتا ہوں کہ شارح کے بیان سے یہی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کلام اس کلام سے
مقطع ہے جو حسین اپنا وہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا کہ
پھر عمارت جو شارح نے بڑھائی ہے وہ ان کا نہ معہود الیہ ان کا لینا زرع فی ہما

الخلافۃ بل ان حصل له بالرفق والاعلیٰ فلیمسک۔ ولات کرتے ہی کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو طمانیت تھی اور صلہ و فات تشریف کے خلافت اہل کمال
 جو کے اور چونکہ اس وقت بیت و صلاحیت خلافت چند اشخاص میں داری تھی جنہیں
 جناب امیر سی اس نصف البتہ الخلافۃ میں شریک تھی اور جب تصریح علامہ ابن میثم
 کہ شرح خطبہ شقیہ میں ثابت ہے کہ حضرت امیر کو استشراف الی الخلافۃ تھا اور دوسرے
 بیت جگہ سے بھی شرح پنج البلاغت میں یہ ثابت ہے چنانچہ وقت بعیت حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لقد علمتم انی الحق بھامن غیرے اور سراج
 اسکو شرح میں بطور اعتراض جواب کے لکھا ہوا فان قلت السؤال من وجہین الاول
 ما وجه منافستہ فی هذا الامر مع انہ منصب بتعلق باصول الدین والاعمال
 مع ما اشتهر عنہ من الزهد فیما والاخر انہ عرض عنہا و دفعہا ورفضہا قلت الجواب
 عن الاول ان منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ليس منصباً دنیویاً و
 ان كان متعلقاً باصلاح احوال الدنیا لکن لا لکونہا دنیویاً بل لانہا
 منضما للاحقرۃ وضرعہا الہم تو اس سے صفت ثابت ہے کہ آپ کو رغبت و استشراف کے
 الامارات تھیں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسری
 حاصل ہو تو سنازعہ نہ کرنا کیونکہ جبکہ حاصل ہوگی وہ اہل الخلافۃ ہوگا اور جسے بغیر اہل کمال
 کی بیگماری نہ کر سکیں جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوگی تو اسکو ساتھ
 سنازعہ نہ ہوگی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا لقد علمتم انی الحق بھامن غیرہ
 سلمہ اسبغہ انراض و وجہ سے پہلے یہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق باصلاح امور دنیویہ ہے اور ایک اور
 زہد اور امر امن اور ترک مشہور ہے۔ یہ اور بین اگر رغبت کی کیا وجہ ہے یہی اعتراض کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ
 منصب اگرچہ احوال دنیا کے اصلاح کے متعلق ہے تاہم منصب دنیوی نہیں ہے لیکن اسکا تعلق دنیا کو سنازعہ
 بحیثیت دنیوی ہے نہ کہ جنہیں ہی بلکہ بحیثیت سے کہ وہ آخرت کی کینہی کے جگہ سے ہے۔

واللہ لا حول ولا قوت الا باللہ
ان غرض من المناقشہ ہذا اکابر ہر دو صلاحت حال المسلمین واستقامت
امورہم وسلامتہم عن الفتق وقد کان لہم ممن ملف من الخلفاء
استقامت امر الخ ما قال۔ تو اپنے خلافت کو اسی شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ جو
شرط خلافت راشدہ کی یہی گویا یہ فرمایا کہ اگر یہ خلافت راستہ ہوگی تو تسلیم کروں گا اور نہیں
اور اگر شرط عدم منازعت کا عہد لیا گیا ہے تو یہ آپ کا ارشاد ہے کہ اگر اس شرط کے ساتھ
ہوگا اور خلافت وصیت رسول کے ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ اپنے زمانہ خلافت میں منازعت
و مناقشہ نہیں فرمایا اور امیر معاویہ کے ساتھ منازعت فرمائی اور فقہ کا کچھ خوف نہ فرمایا۔ اگر
مطلقاً عدم منازعت یہودی تھی تو آپ کا یہ مناقشہ امیر معاویہ کے ساتھ منازعت
مہودی اور باعث نوزان فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سے خلافت کے ساتھ ترک منازعت
کی تو بیان ظاہر وقوع فتن ہے تو معلوم ہوا کہ اپنے عدم منازعت اسی وجہ سے نہیں
فرمائی کہ وہ خلافتیں راشدہ نہیں اور حضرت کا ارشاد یہی عدم منازعت کی بابت گواہی
اسی شرط کے ساتھ ہے کہ اگر امیر معاویہ سے منازعت نہ ہو تو عدم منازعت یہودی یعنی اگر
خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت یہودی حاصل ہوگی یہی ہشتون کی وجہ سے نہیں
منازعت لیا گیا ہے اور اصل یہ کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشد ہوگی اور اگر یہ منازعت
نہ ہو اور اسکی نفی کے تباہ کرنا بلکہ تمہاری یہی اگر اسکا حصول یا رفق ہوگی تو فیہا
کیونکہ جب صد صحابین اختلاف کر ایک آپ ہی میں اور اگر حصول اس کا رفق نہ ہو اور اصل
حل یہ ہے بیعت ناکرین بلکہ کسی دوسری بیعت کر لین تو اس پر منازعت سے باز
رہنا چاہی اور اس عبارت سے یہی صریح مستفاد ہے کہ اس وقت تک خلافت مکمل
نہ ہوئی اور اس میں حضرت راشدہ جو کہ اہل حق و عدل کے ہیں اور ان کی کونک
استقامت اور ان کی قنوتی ہونے سے یہی اور اگر نہ یہ خلیفہ کی یہی استقامت اور عدلیہ کی یہی اصل ہے۔

جناب امیر کو نہیں ہوا تھا ظاہر ہے کہ ضمیر حاصل کے امر خلافت کی طرف راجع ہے اور یہی اصل مدخل ان شرطیہ کا ہے جو باعتبار اپنی اصل و نفع کی مشکوک پر داخل ہوتا ہے معنی یہ ہوئی کہ اگر آپہاری یہی حصول امر خلافت بہ ہوت ہوگی تو فہم اور اگر حصول نہ ہو - تو سنا زعمت سے باز رہنا چاہیے غرض حصول امر خلافت حضرت کی یہی مشکوک ہے اور یہی تو اس پر ہے کہ اگر محبت اہل حل و عقد کے آپ کے ساتھ واقع ہوگی تو حصول خلافت ہوگا ورنہ نہیں تو اس سے صاف منصوصیت خلافت جناب باطل ہوگی اور حصول امر خلافت کا دار اور رعیت اہل حل و عقد پر ہوا خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا جو درمیان میں مذکور ہوا اہل مقصود یہ ہے کہ اس عبارت سے بظاہر عبارت خطبہ ثانیہ واللہ لا سلیمان سلامت امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہے کہ بعد عدم منازعہ صرف اسوجہ سے تھا کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ خلافت راشدہ اور راست حقہ ہوگی اور اسکی ثبوت سے جو آفت کہ مذہب شیعہ پر پڑی ہوئی ہے پان اور اسکا بیان خارج از حد امکان ہے اسکی بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر کی کلام میں ہے نجم البلاغت میں مذکور ہے یہی فنظرات فی امرے فاذا اطاعتہ قد سبقت بیعتہ یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبنی اپنی امر میں باطل کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر چکا تھی اس جملہ کی ترکیب ملاحظہ ہو شرح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی میں مصدر مضارع طرف یا مستکمل ہو رہا ہے اور اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مصدر مضارع الے المفعول ہو اور اسکا فاعل مخدوف ہو - اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر مضارع الے الفاعل ہو اور مفعول مخدوف ہو مثال اول چند وجہ سے باطل ہے اولاً یہ کہ صاف الے المفعول جو قلیل ہے چنانچہ رسائل نحو میں مذکور ہے شرح جامی میں ہے وقد یضاف الی المصدر الے المفعول سواء کان مفعولاً یا نہ

سلک کہی مصدر مفعول کی طرف مضارع ہوتا ہے خواہ مفعول بہ یا ظرف یا مفعول لہ فاعل کے نسبت

او ظرفاً و مفعولاً علی قلة بالنسبة الی الفاعل اور زنی شرح کا فیه مقولہ و امین لکھ کر
 و اضافت الی المفعول اذا قامت القرینة علی کونه مفعولاً اما بجای تابع لہ
 منصوب حملہ علی المحل نحو عجینہ ضرب بنید الکریمہ او بجای الفاعل بعد و ضمناً
 لقولہ امن رسم دارمربع و مصیف لعینیک من الثون و کیف او بقرینة
 معنویۃ نحو عجینہ اکل الحنظل توجب یہہ قلیل ہے تو اسکو کثیر الی کمال پر پانچ مرتبہ
 باقونہ ترجیح دینا باطل ہے۔ ثانیاً یہ کہ حسبہ ترجیح شارح جب اس کلام کو اوس حال کے
 بیان پر محمول کیا جاوی جو بوجہ حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو بالکل واقع
 کی اور بیان کلام کے مختلف ہوگا کیونکہ بعد وفات حضرت علی اللہ علیہ وسلم کی سبقت
 علی عہد الناس لہ علی البیت واقع ہوئی ہے نہ میں اور خدات مثل عند اللہ وغیرہ تسلیم کرنا
 خود خلافت خارج و خلافت اہل ہی۔ ثالثاً ظاہر ہو کہ یہ کلام بطور محکم صادر ہوئی اور
 اسی ہی کہ اضافہ الی المفعول کی صورت میں صحیح و صحیح کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جناب کے
 مطلع ہوئے ہیں جبکہ ارفد خدائش بہ شرف تھا کیا مستراح ہو سکتا ہی ہاں جبکہ
 اضافت الی الفاعل ہوا آپ مطیع ہوں تو اوسوقت محکم کا اظہار نہ کیا اور شایان ہر
 زمانہ اگر اس میں بارے کو جناب امیر کے اوس شخص سے پچھول کیا جاوی جو مدلول اجمالاً نام کا ہو
 کر آپ اپنی زمانہ خلافت میں اعتبار خلافت کے نقل سے و لنگ ہو کر یہ فرمایا تو یہ ہر
 اوس جو یہی زیادہ و اسی ہی میں شارحین شہر نہیں پس بوجہ مذکورہ ثابت ہوا کہ نقل کا حق
 اور جیتی میں اضافت مصدر کے الی الفاعل ہے اور نہ وقت اس کے المفعول نہیں جو حیاتی
 شارح ابن تیمیہ کی اسکا قائل ہوا کہ مصدر خلافت الی الفاعل ہے اور مفعول عند وقت و تمکین

ملے جبکہ اسکی مفعول ہے پرتشہ قائم ہو یا کوئی اسکا تابع منصوب حملہ علی المحل نہ آجائی جیسا کہ
 ضرب بنید الکریمہ یا فاعل ہو کر بعد مرجع واقع ہو جائی جیسا قول شاعرین یا کوئی قرینہ معنیہ ہو جیسا
 عجینہ اکل الحنظل۔

اب گفتگو اس میں ہو کر دو نو صمد کو لپی مغفول کیا مخدوف ہی سو اس میں تو ہمارا اور شارح ابن
 نعیم کا اتفاق ہو جو لفظ معیتی کا مفعول مخدوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا اطاعتی قد
 سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل ۱۰۸ متنازع متنازع اور ہم بھی یہی کہتی ہیں کہ جب
 بیعت اہل حل و عقد سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہو گئی تو عموماً
 حاضر و غائب کو اور اسکو کہ جس بیعت کے تھے اسی میں نہیں کی تھی ابو بکر صدیق رضی اللہ
 عنہ کی اطاعت واجب لازم ہو گئی تو اسکو آپ فرما رہے ہیں کہ معینی اپنے امر میں فکر کیا
 ہو مگر قوم ہوا کہ اس سے پہلے کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کروں میرا
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا تھا صرف ہماری اور شارح
 ابن نعیم کے درمیان میں درباب انھما رتقہ یہ مفعول لفظ معیتی اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب
 کو لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صامت لفظ ابی بکر نہیں کہتے اور غلطی کہ مراد شارح
 کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جماعہ آئمہ کے شرح میں بھی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا
 لیکن ابو بکر کا نام نامی بھی لیا جس سے بصرحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد
 ابو بکر میں کیونکہ مطلق قوم کے معنی کی کچھ معنی نہیں اگر کھلی تو بیعت ابو بکر کی تھی
 اور شارح ہی یہ معذوری ابو بکر کا نام کیونکہ لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استعمال
 ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو ہو کر ایسا لفظ لکھا جو تہذیب نام کہنے کے ہی لیکن لفظ
 طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فیہ مجملہ اختلاف ہو شارح
 صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تفسیر یہ کہالتی میں فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم فیہ المراد یہ من ترک القتال اور ہم یہ کہتی ہیں فاذا اطاعتی ابی بکر
 لا یخل الفقاد خلافتہ و لکنہ اما ما حقاً اس قدر ہے لیکن ہماری نقد پر صحیح ہو
 اور تفسیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اولاً اس قدر سے جو شارح نے پیدا
 کی ہے او اسکا جائزہ نہ لے کر یہاں پہلی کہ ازاد مضاف تہذیب کا مدلول تو یہ ہی کہ وہ

یہاں شارح نے لفظ قوم کا نام نامی بھی لیا جس سے بصرحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد ابو بکر میں کیونکہ مطلق قوم کے معنی کی کچھ معنی نہیں اگر کھلی تو بیعت ابو بکر کی تھی اور شارح ہی یہ معذوری ابو بکر کا نام کیونکہ لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استعمال ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو ہو کر ایسا لفظ لکھا جو تہذیب نام کہنے کے ہی لیکن لفظ طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فیہ مجملہ اختلاف ہو شارح صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تفسیر یہ کہالتی میں فاذا اطاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ المراد یہ من ترک القتال اور ہم یہ کہتی ہیں فاذا اطاعتی ابی بکر لا یخل الفقاد خلافتہ و لکنہ اما ما حقاً اس قدر ہے لیکن ہماری نقد پر صحیح ہو اور تفسیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اولاً اس قدر سے جو شارح نے پیدا کی ہے او اسکا جائزہ نہ لے کر یہاں پہلی کہ ازاد مضاف تہذیب کا مدلول تو یہ ہی کہ وہ

جملہ جو دخول اذا کا ہے اور اسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بغیر
 اور بغیر ہوا کرتا ہے ایسا وسطی اور سکو مضاف تہ کہتی ہیں شرح جامی میں بھی بقال فاجا
 الامر مضافا من قولهم فمیتہ فجارہ بالضم والمد اذ القیتہ وانت کاشف
 خرجت فاذا السبع واقف اسکی مثال رسائل بخونین مذکور ہے اور اس سے بخوبی یہ معلوم
 فہم میں آسکتا ہے اب ہم باخون فہم میں آسکو دیکھتے ہیں تو بموجب تقدیر شارح کے حصول
 مضمون جملہ کا جو دخول اذا کا ہے مضافا مضاف نہیں آتا کیونکہ نہایت بدیہی ہے
 کہ جس امر کی نسبت خداوند تعالیٰ کے کی طرف احکام بنا کید نازل ہوئی ہوں اور رسول علیہ
 الصلوٰۃ والسلام نے اسکی بابت عہد و موثقتہ اور موثقت ہو کہ وہ ایسی ہوں وصیت
 یا بیان و شہادات لکھا گیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص اسی طلب کے لیے نازل
 ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حزر جان موجود ہو تو ایسی حالت میں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی
 عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا مذلول یا موثقت ہو کہ وہ ایسی
 نعتہ اور مجارہ ہو چھل ہذا الاکن بصریح دین بواج ان بموجب ہمارے تقدیر
 احکام کے نسبت حصول مضمون جملہ پر مجارہ اور نعتہ ہو یا صحیح اور درست صدادق
 آتا ہے کیونکہ نعتہ بیعت اہل حل و عقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہو گئی اور ایک
 عام و خاص پر اسکی اطاعت لازم ہو گئی تو جناب امیر نے اسکی نسبت فرمایا کہ یہی
 اپنی امر میں سوچا تو اچانک اطاعت ابو بکر کو جو خدا پرستہ لازم نہیں تھی اپنی بیعت کرنے سے
 بھی پہلی اپنی اوپر لازم پایا پس اس صورت میں یہ تقدیر از مضافا تہ کہ نہایت چسپا
 اور اسکی ساتھ نہایت مربوط ہے اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مضافات کے
 ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جسک فہم کلام کا ذوق صحیح ہے وہ سمجھ سکتی ہیں کہ اسکی درجہ
 نسبت بولتی ہیں فاجاہ الامر مضافا کہ خود قول عرب سے فمیتہ فجارہ بالضم والمد القیتہ وانت کاشف
 اور اسکی درجہ ۱۲۔

مصنف فاعل کی طرف جو بیجا متحد ہو اور وہ ضمیر متکلم کی ہو واقع میں واجب دہ متحد فی حکم
 میں کہ دونوں وجوب اطاعت کو مقتضی میں اور متحد فی الفاعل میں کہ دونوں کا فاعل
 متکلم ہے تو اس کو مناسب اور چہ بان یہی ہے کہ مفعول بھی دونوں کا متحد ہو اور یہی
 امر عاری کی تقدیر کی صورت میں ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا
 کہ تقدیر کلام یہی فاذا اطاعتے لابی بکو قد سبقت بیعتے لہ اور ظاہر ہی کہ لزوم
 وجوب اطاعت بدون صحت حقیقت خلافت منصوص نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ جب
 امیر کے نزدیک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہو وہو المطلق
 قطع نظر اس سے اگر صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کر لیں تاہم اس کا نال بھی موجب لزوم
 اطاعت الی بکر بھی کیونکہ شارح کی تقدیر یہی فاذا اطاعتے لرسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فی تری المذاذعۃ والصال اور ظاہر کہ اس کی معنی یہ ہے کہ فاذا اطاعتے لرسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعتے الی بکر اور نہایت بدیہی ہے فاذا اطاعتے
 لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعتے الی بکر اور فاذا اطاعتے لابی بکو
 کلام عاود الیک ہو پس اس تقدیر میں بھی عاری اور شارح کی تقدیر میں صرف لفظی فرق ہوا
 اور باعتبار معنی کے اتحاد ہی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعتے لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی ابو بکر کی اطاعت کو بارہ میں محض بوجہ صلیحت عدم ثوران ثقیں تھی یا یہ کہ یہ اطاعت
 بوجہ حقیقت خلافت الی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی سو ہو کہ رسول اللہ تعالیٰ
 بھی سبیلہ سابقہ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ جب امیر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور نہایت
 کہ نہ صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے بعد اس کے تیسرا جملہ جو آخر میں
 مذکور ہو یہ ہے واذا الملتاق فی عنقی الخیر یا یہ جملہ ثبوت حقیقت خلافت میں
 چنانکہ میری فرمان برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ابو بکر کے فرمانبرداری میں ہے چنانکہ
 میری فرمانبرداری ابو بکر کے لیے ہے۔

کو یا نفس صریح معنی و شارح یہی اس جہاد کی شرح میں اسکو مثبت خلافت تسلیم فرمایا ہے کہ
 ابن ہشیم اسکی شرح میں فرماتے ہیں قولا واذا الميثاق في عنقك لتغيرك اميثاق
 رسول الله صلى الله عليه وسلم وعهد الى بعد المشاق وقيل الميثاق
 ما لم يمتنع ابى بكر بعد ايقاعها اى فاذا اميثاق القوم قد لزمته فلم
 يمكنه المخالفة بعد شارح نے اس جہاد کی دو تقدیریں لکھی ہیں اور دوسری بیان کی ہے
 ظاہر و بدیہی صریح اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کی ہے وہ سلسلہ تاریخی
 مدعا کی مثبت ہیں اور قاع اس تسبیح کیونکہ لزوم بعیت ابی بکر رضی اللہ عنہ بخبر اسکی
 ممکن نہیں کہ اگر خلافت حقہ راستہ ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بخراہم
 برحق کے واجب اطاعت نہیں اور جو شخص منصباً وعدواناً مستقیم خلافت ہوا اسکو
 اطاعت اور مکی اعانت اور اسکی حمایت حرام ہے اور اسکی اطاعت کرنے والے آثم
 اور تکب حرام کے اور اسکا خذلان واجب ہے۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
 بعیت جناب امیر پر لازم ہو گئی اور عہد لزوم منصب رسول ہوا۔ اور بدون خلافت رشہ
 ہونے کی لزوم ہو نہیں سکتا تھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت خلافت حقہ
 اور راست راستہ تھی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ اسوقت نہ خلیفہ تھے
 اور نہ امام تھے اور جس نے ان کو عصمت و نفی و نفیست ہی بالکل باطل ہو گئی اور خود اگر علیؓ
 ابن ہشیم بکابر شریف رضی بکے خود جناب امیرؓ نے ان دو جموعین مذہب تشیع کے استعمال
 کر دیا علیؓ اور انھوں نے بعد ایتھا جو شارح نے بڑھایا ہے عجب قدرت اعلیٰ کا نام نہ لے سکتا ہے
 شارح نے تو یہ قیہ جس غرض سے لگائی ہے وہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن وہ بالکل لغو اور
 بے اور گاہ قیہ کہ ميثاق میرے گمان میں ہوتا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ميثاق اور
 منارہ میں اور بعض کہتے ہیں ميثاق وہ ہے جو ابو بکر کی بعیت کا ميثاق اور واقعہ کرنے کی بعد آید کہ وہ
 ہو گیا یعنی قوم کے ميثاق مجھ پر لازم ہو گیا اور بعد اسکو مجھ سے مخالفت نہ ہو سکی۔

باطل ہے اگر چہ محیب لبیب اور سکر در پی ہوئی تو ہم انشاء اللہ تقا کے بدل لائل اور سکر بطور کو
 ثابت کر دکھائیں کہ حق یہ ہے کہ یہ سکر جملہ ہجاری نہایت مفید مدد دہی اور ہجاری نہایت
 کار آمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی بھی ہے واذامیدنا وبعثناہم یکربعد ایقاع القوم
 ایاہا فی عنقہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بعیت کے انعقاد کا دار مدار بعیت
 اہل حل عقد پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر ازل کے جو اول معنی بیان فرمایا ہیں
 وہ غلط ہیں چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے تحت ہی اذکا بطلان بخوبی ثابت ہوتا ہے علاوہ
 اس کہ جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذامیدنا جاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے یہ ٹھاس ہے
 کہ اس جملہ کے لمبی مقدر و حذف کی کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا
 ارتکاب اور جی بگ کیا جاتا ہے جس جملہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن ہو ہو سکتی
 حذف خلاف اصل ہے اور یہ جملہ کسب جمع اجزاء المذکورہ نام ہی محتاج کسی خبر کی حذف تقدیر
 کا نہیں ہے کیونکہ اس جملہ کے اصل عبارت اس طرح ہے فاذا امیتنا القوم فی عنقہ
 اور یہ خود جملہ نام ہے جو اپنی نامی میں محتاج کسی جز کا نہیں بخیر اس کہ خبر ظرف تقریر
 جو محتاج متعلق کا ہے سو اس کو تقدیر خارج از بحث ہے پس اس عبارت میں بجز تقدیر و تاخیر کے حذف
 کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہے تو اس صورت میں معنی صاف واضح
 میں کہ مینی اپنی زمین بکر کیا ناگاہ میناق غیر کامیری گردن میں ہوتا اور یہ شارح
 کی تفسیر سے معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہے جس سے مراد ایک کلمہ بین اور بیان
 حذف مضاف الیہ یعنی لفظ حوال کا بطلان ثابت کیا گیا تو اس کو معنی میناقی فاذا امیتنا
 الی بکر من لزوم بعیتہ بعد ایقاع القوم ایاہا فی عنقہ فلم یکن الخ الخ
 بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گئی اور وہ خود حملی یا ہم خوب
 سے ناگاہ ایک کلمہ میناق اس بعیت کے لزوم میں بعد واقع کرنے قوم کے اس کو میری گردن
 میں تو بعد اس کی محسوس مخالفت ہو سکتی ہے۔

مرتبط ہو گئی اور ازاں مفا جاتیہ کے بھی مناسب ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 وفات کے بیان حال کے ساتھ بھی نہایت چہان ہو گیا اور اصل عبارت یہ ہو
 حضرت نے امرے فاذا طاعتی لابی بکوقد سفت بیعتہ واذا میناقی الغیر
 وھو ابوبکر من لزوم بیعہ ووجوب طاعتہ علیہا بعد ایقاع القوم ایاھا
 عنقہ فلا سبیل الی الامتناع منها ولا ہمکنی مخالفتھا۔ علامہ ابن کثیر
 کی اس تفسیر کو صحیح تسلیم کر لیا حادی تو بھی ہماری مدعا کی منقض نہیں جیائے
 جملہ کے متقدیرین گذارش ہو چکا ہے بلکہ ہماری مدعا کے موید ہے کیونکہ میناقی
 وعقدہ الے بعد ولتاتہ کا حاصل اور میناقی رسول اللہ فی لزوم بیعتہ
 ابی بکر وطلاعتہ کا حاصل ایک ہی ہے ہم معنی۔ میناقی ابی بکر نے لزوم بیعتہ
 کا بھی بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میناقی کا اور زیادہ ہو گیا اور
 دعویٰ آشی ہنیدہ برٹان ہو محمد تقدر خود جناب امیر رن کی اعتراف اور اگر جناب
 رضی کے نقل اور جناب شارح ابن ہشیم کی شرح سے صحت حقیقت خلافت
 ہوئی اور چنگیز ایک بیت کیا لطف جو غیر پردہ کہو لے جادو وہ جو سر پر
 بولے دلیل قاس۔ شریف رضی نے فیج البلاغتہ میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں
 وہ سابق واصاف بیان فرمائی میں جنکا صدور شیخین کے سوا ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا
 شخص ہو خطبہ یہی ومنکلام اللہ بلام فلاں فلقن قوم الاولاد واولاد
 الحمد اقام السنہ وخلف الفتنہ وذہب فقی الثوب قلیل العیب صاب خیار
 وسبق مرھا دی الی اللہ طاعتہ واطاعہ بختہ رجل وتو کہم نے طرق متسبعتہ
 فلاں شخص کرایش خدا کے ہی ہی خدا کی قسم اسنی کمی کو سید نکایا اور بیاری کا علاج کیا اس
 رہا کیا اور مستند ہے جوڑ اور اگر کہن نے عیب کیا صاف کی تبدیلی کو بھیجا اور پرائی سے گذر گیا خدا کا
 دین نفوی رکھا اگر کوئی عیب نہ ہو تو چوں کہ اگر کیا کہ اس میں گڑبڑ ہے اب

بکری حقیقت خلافت جان بولا نہ اگر ان بولن وہیں

لا یمتدی فیہا الضال ولا یمتیقن الہمتی۔ انتہی بندہ کھترین عرض
 کرتا ہے کہ مدوح ان اوصاف مدائح کی یا ابو بکرؓ میں پھر بارجل نالت لیکن جائز نہیں
 کہ مراد رجل نالت ہو کیونکہ جو رجل نالت کہ مراد ہے یا ابو بکرؓ سے پہلے ہی یا چھی
 ظاہر ہے کہ چھی بنی عثمان رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ
 مراد نہیں اور نہ کوئی اسکا قائل ہو اتوالحالہ یہ مدوح وہ رجل ہو گا جو ابو بکرؓ سے پہلے
 زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتا اور اسی زمانہ میں وفات پا گیا لیکن
 چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہ توصیف کسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے زمانہ میں ہے وفات کر گیا ہو کیونکہ اولاً جب وہ باجوہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کا موجود ہی وحی نازل ہوئے ہی تو قلام بر وحی خداوندی سے سر انجام پاتے ہیں
 اور جو جناب امیر بھی موجود ہیں انقبض بقالہ آپکو بوجہ قرب منزلت رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم امر کے رفق و رفیق میں دست اندازی ہے اور بغض بقالہ اسوقت آپ
 محمدؐ نازل ہوئے اور بھی نہیں ہیں تو اسی حالت میں کسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہو اور نہ بالقوہ خلیفہ
 راشد ہو اسی اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا جو خاص امام کے واسطی بیون سرسری کذب
 و خلاف واقع ہے علاوہ ازیں ثانیاً اس خطبہ کے الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ
 اصحاب خیرا و سب شریکی بنمیرین خلاف کھٹوف راجع من شارح ابن ہشیم فرماتے
 ہیں والضمیر فی خیرھا و شرھا للخلافة وان لم یخیرا ذکرھا لکوفھا
 معسودۃ او لتقدم ذکرھا۔ انتہی۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف
 ان صفات کا ہے اسی خلاف کو یا ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات
 خلاف سر انجام کر کے تمام برائیوں سے بچا اور تمام خوبیوں کو سمیٹ کر اپنی سہ
 لگیا پس یہ شخص بنی حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ سے ہے اور کوئی نہیں ہو اتوالحالہ
 مستحق ہوا کہ وہ رجل جو موصوف ان صفات کا ہے یا ابو بکرؓ سے پھر نہ کسی شخص

کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ لے اگر سوای ان دونوں کی کوئی تیسری اھی تو آپ کے قطب صاحب
راوندی اور آپ فرماویں تو بھی وہ کون ہے اور اور اس کا نام تو لین بہ بلا جو
ایسا نمودار شخص ہو اور جس کے ایسی اوصاف ہوں عقل سلیم تکلیف کرتے ہے
کہ وہ ایسا مجھل لاکسم کچھ غمناک صفت ہو کہ جس کو کوئی بھی نہ پہچانے اور کئی ہر سے
کہ حضرت اہل بیت جو اس کا نام نہیں ذکر فرمایا تو اس کو وجہ یہ ہی ہو سکتی کہ وہ جو اس کی شہرت
کی اوصاف کی ذکر کو نام کے ذکر سے منفی سمجھا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا
کیا اور جب کوئی آگاہ اور اگر راوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف
نہیں معلوم ہوتا تو شخص میں تخیل و وسوسہ ہی اور اگر قطب صاحب کے کاشفہ کی غلطی ہو
اگر صدیق ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہو جاتا تو زمین و آسمان کو باہم ملا دیتی
اور کیسا کچھ غل شور نہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ مجھ ابو بکر عثمان کے تیس شخص ہو سکتے
ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے۔ ابجائے اس کچھ اسی موقع پر مختصر نہیں ہی بلکہ جناب
امیر نے بعض اور مواقع میں ہی حضرت ابو بکر و عثمان رضی اللہ عنہم کی قریب قریب اسی
تقریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ہی جناب امیر تقریف و توصیف
انہیں کی فرما رہی ہیں یہ شخص ثابت کی جیسا کہ اگر قطب صاحب نے تو ہم فرمایا جیسا کہ
بجواب خط امیر محویہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہیں جس کو علامہ ابن ہشیم نے اپنی شرح
کبیر میں نقل کیا ہے و ذکرہ ان الله اجبت له من المسلمين اخوانا ایدلہم
لک انوات من انزلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان فضلہم فی الاسلام
لما رعت و انصہم للہ و لنو الخلیفہ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق

ولے کے ہاں مکاتھما فی الاسلام لعظیم ہاں المصائب ہما فی الاسلام بحج
 شہید یوحنا اللہ وجزا ہما باحسن ما عملوا انتہی بقدر الحاجت اور یہ
 عبارت اس خطبہ کے شرح میں مذکور ہے جس کا عنوان یہ ہے ومن کتاب الہی
 فاراد قومنا قتل نبیا اللہ اس تعریف میں حضرت نے قسم کیا کہ شیخین کے فراموشی
 حضرت رضی نے خطابین سے نکال ڈالا ہے۔ جو بعد ایسی جامع ذکر فراموشی میں جو او
 عشرہ مذکورہ سابقہ کو مع شہی زاید جامع میں پس سہی ہم ان دونوں کو مکمل مضمون کو اس
 خطبہ کے مضمون سے اور اس مدح و توصیف کو اس مدح و توصیف سے مقابلہ کر کے
 دیکھتے ہیں اور موازنہ کرتے ہیں پس اس خطابین پہلا جملہ اس خط کا ان مکاتھما فی الاسلام
 لعظیم ہے اور دوسرا جملہ۔ وان المصائب ہما فی الاسلام بحج سند ہے ظاہر ہے کہ ہر
 شخص کے علاوہ خصوص خطبہ کے دو خطابین میں ایک یہ کہ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ جو اپنی ذاتی
 امور میں ہو مثل تقویٰ و صلاح اعمال و ادا مطلقات و عبادات بجا آوری حقوق اللہ میں ہو گا
 دوسرا یہ کہ اس کا معاملہ عباد کے ساتھ اور ان کے حقوق کے بجا آوری کے متعلق ہو گا جناب یہ
 فراموشی دونوں خطابین دونوں مذکورہ جمع فرمایا اور دونوں حقوق کے ادا کرنے کی نسبت یہی
 مدح و توصیف فرمائی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور جو حق تعریف کا ہی پہلا جملہ ان کا ہوا
 فی الاسلام لعظیم اگرچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم
 علی سبیل التشریح کہتے ہیں کہ اس سے مراد ان کی عظمت مکانی ہے الاسلام صرف عبادت
 بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقویٰ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ان کریم عند اللہ تقویٰ اور
 دوسرا جملہ ان المصائب ہما فی الاسلام بحج سند یہ بجا احسان اور مدح باعتبار کمال
 بجا آوری حقوق العباد کے بیان کر رہا ہے یہاں تک کہ ان پر مصائب موت کا واقع

ہونا یعنی اذکار و وفات یا اسلام میں سخت زخمی یا بون کسی اگر خلیفہ کے دو تئیں پہنچتی
 ہیں ایک زماہ حیات کے کہ جو اپنی زماہ حیات میں خیرات و حسنات کا حقوق اللہ
 حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری بھڑکے بعد اذکار و وفات کے امت میں اسکی
 وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اسکی فقدان سے امت کو کیسا صدمہ پہنچے پس ظاہر ہے کہ پہلا
 جملہ زماہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے اسکا کفایہ بیان کر رہے
 ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ ادنیٰ ایسی اعمال حسنہ ظہور پیر ہوئی جو اذکار باعث غنیمت منیبہ کے
 عند اللہ تبارک ہوگی اور دوسرے جملہ واقعات بعد وفات کو بچار کر کہہ رہا ہے کہ اذکار تقاریر
 کی سبب سے اسلام کو سخت زخم پہنچ گیا ہے چنانچہ مشاہد و محسوس ہے عیان ہے بیان
 کہ تئیں کے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پہنچا جو پہر سمدمل ہوا اب ہم ان
 دو جملوں کو مضمون کو باعتبار پہلے دو حالتوں کی اوصاف عشر و سابقہ سے مقابلہ و موازنہ
 کر کے دیکھیں اس میں اوصاف معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف شر و مبہم سے پہلا وصف خلق اللہ
 کو انکو حاج اور بھیجی کو سید اکرنا اور دوسرا وصف اپنی مواظبت بالغہ کے ساتھ امر
 نفسانہ عباد کا معالجہ اور مداوا کرنا۔ تیسرا وصف سنت بنوی کا قائم کرنا جبکہ اس سے
 مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا۔ چہاں وصف دینا سخیل العیب انحصار ہونا
 یعنی معاصی قلیلہ کے ساتھ جان قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہے کہ معصوم نہ نہی آجڑا
 وصف خداوند تبارک کے پوری طور پر بندگی بجالانا نوان وصف اتقا کرنا خدا
 تبارک کے حقوق کے ساتھ اور اسکی حقوق کو اسکی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہ
 چہاں اوصاف گویا اس جملہ کے شرح اور تفصیل میں جو اس خط میں اول مذکور ہوا یعنی
 ان مکاتیب میں الاسلام عظیم جو جملہ ان سب صفو تک جامع ہے اور میرا وصف
 اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سنت بنوی کا لوگوں میں جاری کرنا اور لوگوں کو اسکا پابند کرنا
 اور عامل اسے نہانا اور جو بہا و صف فتنہ کو بھی چھوڑنا یا بچوان وصف دینا

پاک صاف لوگوں کو مذمتوں سے اپنی حقوق کی نسبت جانا سناؤ ان خلافت کے پہلے
 عدل انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اور سکر شریعت یعنی فتن اور خوئیہ مذہب سے محفوظ رہنا
 و سوان ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ جہالتوں کی پیچیدہ رستوں میں گمراہ
 ہو گئی ہوں کہ جن میں گمراہ کورہ یا بے دشوار ہو اور راہ یا ب کو اپنی راہ یا بی پر پورا نہ آتا ہو
 یہ پانچوں وصف متعلق حقوق العباد کے ہیں اور گویا شرح جملہ ان المصائب جملہ ما فی
 الاسلام لشرح سشدید کی ہیں بجا چوٹھا اور سوان وصف تو گویا اس جملہ کا ہم
 اور مدونہ علی ہی چنانچہ ظاہر ہے ہمیں بخوف و غفلت اچھا لا ذکر کر دیا ہے اور تفصیل آریا
 وصف کو جہاں گاہ اور سکر شرح کر کے جملہ کے اندر داخل کر کے ہمیں بیان کیا اگر ایسا
 کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوئی ال فہم خود سجدہ لیں جبکہ اگر جہاں اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ
 دونوں چنانچہ ساتھ باعتبار دوسری دونوں استمالوں کو مقابلہ کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے
 کہ جملہ اولی اس شرط کا ان مکلفین الخ ممدوح کے ان اعمال سنہ کی جو اپنی زمانہ حیات
 میں بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد کی ہو گویا بصورت کیچھی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ
 ان المصائب لہما الخ ان حالات و واقعات کو ظاہر کر رہا ہو جو ممدوح کے دفاتر
 و مدت کو پس آئی اور ان صدوں کی خبر دی رہا ہو جنکی سبب سے ممدوحین کے تہمال کے
 بعد اسلام زخمی اور جرح ہو گیا اور یہی دونوں میں کہ جنکی شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ
 بن مذکور ہی چنانچہ پہلا وصف اور دوسرا تفسیر اور پانچواں اور چھٹا اور سوان اور ہوا
 سوان جملہ اولی کے شرح ہے جنہیں ان سنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ممدوح
 نے زمانہ حیات میں بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد کی کر کے عظمت مرتبہ خدا تعالیٰ
 نزدیک پیدا کر کے لیگیا اور چوٹھا اور سوان وصف جملہ ثانیہ کی شرح ہے اور ہوا
 نہ نصیب تو کیا بیان ہو کہ جو دفاتر ممدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پہنچی
 یہ تفصیل اور یہ اجمال با ہم پوری طور پر سابق میں تو اس تقریر سے ثابت ہوا

کہ جس کو دنیا کسی بھی شے سے نہیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ خاصاً سلامہ ابن میثم نے بھی اسکو ترجیح دی ہے کہ رسول اللہ
 ان اوصاف کا یا ابوبکرؓ ہے یا عمرؓ بلکہ انہی میں چاروں کو بابت جناب عمرؓ
 کی ترجیح دینا صحیح ہے۔ ہم علامہ کی کلام دیکھی شرح کتب سیر و نقل کرتے ہیں ان نقل و اوصاف
 ما خطبہ امین والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القلوب الراوندی انہ اضا اراد
 بعض الصحیحین من الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات قبل وقوع
 الفتن وانتشارها وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذكورة في الكلام
 يدل على انه اراد رجلاً ولی امر الخلافة قبله لقوله قوم الاعد وداوى العمد
 ولم يرد عثمان في الفتنة وتبعها بسببه ولا ابوبکر لقصر مدة خلافته
 ولبعد عهده عن الفتن وكان الاظهر انه اراد عمر واقول ان اراد تلامی
 امثله مزارعۃ لعمہ ما ذکرہ فی خلافتہ عمر و ذمہا بہ فی خطبہا المعروفہ
 بالمشفقۃ كما سبقت الامتارۃ البیضاء لبقدر الحاجة اس عبارت سے
 صاف ظاہر ہے کہ شایع کے نزدیک لفظ فلان سے سوائے ابوبکرؓ کے شخص ثالث
 مراد ہو نا مروج ہے کیونکہ اول الجور لقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلان سے عمرؓ من قریب
 مراد لفظ فلان سے عمرؓ خطاب ہو اور عقب راوندی سے منقول ہے کہ حرف بن
 محمد زائد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو فتنوں کی واقع ہوئے اور پہلی ہی پیشتر انتقال کر گیا مراد کہا ہے اور بن ابی کثیر
 کہا کہ مراد صاف اس پر دل میں کہہ شخص مراد ہو آج سے پہلے مراد خلفت کا متولی ہو اسباب اس تو ان کے کچھ کہے
 کیا اور چاروی کا علاج کیا۔ اور عثمانؓ کو مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تنوع میں تھا اور اسکو سب سے فتنی پہلے اور دیگر
 ہی اسباب کی حدت خلفت اسباب نہ ہونے زائد خلفت کے فتن سے مراد نہیں ہے تو کہا انہر سید
 کو عمر بن خطابؓ کی مراد کہا مراد میں کہتا ہوں ابوبکرؓ کو آپؓ کو مراد کہنا بہ نسبت عمرؓ کے زیادہ شایع ہے کیونکہ
 خلفت میں فلان عمرؓ کا دست کی ہے چنانچہ اسکی طرف اشارہ گزرجا۔ ۱۲-

کسی میں پائی جا سکتی ہیں حاشا و کلا اور خلفا میں سے جب ایک کو یہی خلافت ثابت ہو گئی تو سب
 ثابت ہو گئی تو اس میں ثابت ہو کہ خلفاء خلیفہ راشد ظہور میں ہی مدعا تھا اور یہ تعلیق قتل قطب
 راوندی کے جوگی گئی یہی بشرط تسلیم اس امر کی ہے کہ راوندی کا مدعا یہی ہے کہ مراد چل سے وہ چل
 ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور وہی زمانہ میں قبل از وقوع فتنہ وفات
 پاکیا ورنہ علامہ ابن میثم نے جو عبارت متضمنہ کون باب دہ فی نقل کے ہے اور اس سے صرف
 اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ اس سے مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتنہ سے پہلے فوت
 ہو گیا اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ مراد چل سے کوئی شخص
 ثالث یا سوای ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتے ہیں
 کہ مراد ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کیونکہ اولاً وہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہ ممکن نہیں
 کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صدر ان اوصاف کا ہو سکی۔ اور ثانیاً
 من مات قبل وقوع الفتنہ وانتشارہا ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمانہ حیات
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اوسنی وفات پائی ہو بلکہ اس سے صاف مفہوم
 ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زندہ رہا۔ ہاں وقوع
 اور انتشار فتنہ سے پہلے حلت کر گیا اور ایسا شخص سب سے ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے
 اور کوئی دوسرا نہیں۔ ابن ابی الحدید سے علامہ ابن میثم نے صاف طور پر نقل کیا ہے
 کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین یعنی شواہب قبلین سے بالکل پاکیا ورنہ
 ہی زمانہ فتنہ بعد وفات جناب فاروق شروع ہوا ہے پس حضرات شیخین سے پہلے
 عبارت راوندی۔ اللہ انما اراد بعض الصحابة في زمن رسول الله صلى الله
 عليه وسلم من مات قبل وقوع الفتنه وانتشارها بخولي صادق آتا ہے اور
 اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک ہی مراد چل سے ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما
 یا عمر رضی اللہ عنہما نام انہیں ہی مراد نام لے تو کیونکہ لے اوسکو اپنی مذہب کے

ہر شخص نصرت نہیں دیتی کہ خود اپنی باتوں سے اپنی مذہب کا استیصال کری۔ پس شیعہ
 بقول قطب الانتساب شیعہ و علامہ ابن سیثم و ابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مراد ابو بکر میں
 یا سر الحمد للہ علی وضوح الحق و فضوح الماطل اب وہ جواب ہی
 ضرور سنی چاہیے حضرات شیعہ نے اس کلام کے جواب میں فرمائے ہیں۔ جواب
 اول یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ مدح اون کو کوئی دجھوئی و اسلاح کے لیے فرمائے ہو کہ جو
 صحت و حقیقت خلافت شیخین کے معتقد تھے اور یہ بھی ہے کہ یہ جواب نہایت ہی
 حق کیونکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپ یہ مدح دجھوئی کے طور پر فرمائی تھی لیکن ہم یہ نہیں
 ہیں کہ یہ مدح مطابق واقع و نفس الامر کے تھی یا نہ تھی اگر مطابق واقع نہ تھی۔ تو
 معاذ اللہ اپنی لوگوں کو دجھوئی کے واسطی قسم کیا کہ دس جہوٹ بولی اور جہوٹ
 و فریب کے ساتھ لوگوں کو مکارا سنی کرنا چاہا اور خدا تعالیٰ کی ناراضی کے ساتھ لوگوں کو گمراہ
 چاہی اور اس جہوٹ کا نتیجہ صرف یہ ہوتا کہ لوگ شیخین کے مدح و ثنا حضرت کے
 زبانی خلافت کے بارہ میں منکر اور انکی حقیقت خلافت کے معتقد ہوں اور زیادہ گمراہی
 میں پڑیں پھر اگر بقول ابن سیثم کے اگر آپ کو ابسا ہی جہوٹ بولے گا نام نکالنا تھا تو
 بمقابلہ امیر معاویہ کے اس طرح کیوں جہوٹ بولے گا نام نکالا۔ و مان تو امیر معاویہ کی ہمت
 اور اپنی مدح میں فرماتے ہیں کہ وہ فریب کرتا ہے اور ہم دغا اور فریب نہیں کرتے
 پس آفرین ہی حضرات شیعہ کے دلاور متکبر کہ اگر پردہ میں کیا کیا خوبیاں چھپا
 کہ کھڑے منسوب فرمائے ہیں اور اگر یہ مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت
 اور یہ جواب لغو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اسکا یہ فرمائے ہیں کہ یہ مدح بطور
 طنز و تہلیل عثمان اور انکی تو بیخ کے تھی یا نہ تھی کہ بعد اس شخص کے جو ان صفات
 کے ساتھ متصف نہ تھا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی افادہ کے ساتھ متصف تھا
 اسی خلافت عثمانی میں فتح شدہ ادھی اور انہوں نے بیت المال کو بجا جرت کیا جسکو

سبب سے اداں پر بلوا ہوا یہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور اسی کی جیسا کہ پہلا جواب تھا
 کیونکہ ہمیں یہی وہی کلام ہے کہ جو اس جواب میں کی گئی ہے علاوہ اس کے ان الصفات
 نظر الصفات سے دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی ایسا لفظ نہ ہو جو طعن و تعریض یا
 توہین پر دلالت کرتا ہو۔ معذرت یہ سب ڈھکوسلہ ہے کہ اس کیونکہ جناب میرے خدا کی قسم
 کہا کر فرمایا تھا کہ واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین لم یکن فیہا جور الا علی صحتہ
 ظاہر ہے کہ آپ نے باوجود اس جوہر و علم کے سکوت فرمایا تو یہ قول شدید اپنی ہی میں جو طاعت پر
 اتنی حاشیہ ہوئی اور خاصی۔ علاوہ ازیں یہ جواب خود ہماری سدید ہے اور صفات دلالت
 کرتا ہے کہ مراد اصل سے قطعاً یا البوکری رضی اللہ عنہ بین غیسم رضی اللہ عنہ کیونکہ طعن و تعریض
 جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو یہ نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہ کہا
 گیا کہ فلان خلیفہ تو ان مجاہد و اوصاف کے ساتھ متصف تھا اور یہ خلیفہ اداں اور صفات
 سے متصف نہیں اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بخیر البوکری و عمرؓ کے نہیں ہوا کہ وہ ان صفات
 کو ساتھ متصف ہو اور اگر واقع میں وہ خلیفہ جسکی نسبت عثمانؓ کو تعریض کی گئی ہو
 ایسا ہو تو طعن و تعریض کے غلط ہونے کی علاوہ عثمانؓ اور اداں کو لیا کہہ سکتی ہیں
 کہ آپ نے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف باہین صفات ہو آپ خود متفقہ
 نہیں ہیں کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جھوٹ سے الزام نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہو کہ یہ
 طرح و صفت عثمانؓ و مناقب البوکریؓ کی ہی غیسمؓ کی اور واقعی اور نفس الامری ہی اوجب یہ
 ثابت ہوا تو حقیقت خلافت کا ثبوت اسکی گویا فرع ہے وہ یہی ثابت ہوئی باقی اسکی
 بحث اور جھگڑا کیا ہو کہ جبکہ ہماری فاضل مجاہدین بہت کچھ جوش و خروش فرمایا ہے۔
 دلیل سادہ۔ اگر امام الکاملہ امام کاہن نے فروع کلینی میں باب من یحب علیہ الجہاد و من لا
 یحب میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسکو خاتم المسکین مولانا مولوی حمید علی
 رحمۃ اللہ علیہ نے از الہ العین میں نقل کیا ہے چونکہ وہ حدیث مشہور خلافت خلفاء

ثمة رزق اسلمی ہم بھی اور حدیث کو ازاتہ نہیں سے نقل کرتے ہیں علی بن ابی اہلیہ
 عن ابیہ عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر الزبیری عن
 ابی عبد اللہ قال قلت لآخر من غزا الدمام الی اللہ والجمہاد فی سبیلہ اھو بقوا
 لا یجمل الا لہم ولا یقوم الا من کان منہم ام ھو مباح لكل من وھد اللہ
 عزوجل وامن برسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ومن کان کذا قلہ ان یزید
 الی اللہ عزوجل والی طاعتہ وان یجاھد فی سبیلہ فقال ذلک یقوم لھم
 الا لہم ولا یقوم ذلک ان من کان منہم قلت من اولئک قال من قام بشرائط
 اللہ عزوجل فی القتال والجمہاد علی المجاہدین فھو لما ذون لہ فی الدمام الی اللہ عزوجل
 ومن لم یکن قائما بشرائط اللہ عزوجل فی الجمہاد علی العجاھدین فلیس بہادون
 فی الجمہاد ولا الدمام اللہ حتی یشکر اللہ فی نفسہ ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجمہاد
 قلت فین لی رحمک اللہ تعال ان اللہ تبارک وتعالی خبر کما بلالہ فادالیہ وواللہ ما لیل
 ذلک لہم درجات یعرف بعضہا بعضا ویستدل ببعضہا علی بعض فاخبرنا

سلم ابو عمیر زبیری امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہابی کہابی میں کیا پندرست جنگوں کی کثرت سے جی اور اس کے ساتھ
 جمہاد کرنے کی خبر بھی کیا وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کی کسی اور کو حلال نہیں ہے اور اس
 بجز ان کو کوئی دوسرا برا نہیں کر سکتا یہ وہ ہر ایک شخص کو جو وحدت الہی کا قائل اور اس کی رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی سبقت ہر مباح ہے جو اللہ کے اولیٰ کی کثرت بتائی اور اس کو کلام میں جمہاد کرے فرمایا یہ ایک قوم کے ساتھ کثرت
 اور ان کے ایک کو حلال نہیں اور اس کی اور اس کو کوئی برا نہیں کر سکتا یعنی عمن کیا وہ کون کر کہیں فرمایا جو شخص
 شرط کے ساتھ قتال جمہاد میں جی رہتا ہے وہ اللہ عزوجل کی کثرت دعوت کا حامی ہے اور جو ان کے ساتھ
 کی ساتھ جو مجید دین پر جمہاد میں قائم ہو۔ تو وہ جمہاد کا اللہ خدا کی طرف دعوت کا
 نہیں ہے تا وقتیکہ اللہ اس کی نفس میں شرائط جمہاد کا جو ہر مقرر کی ہیں حکم کرے۔ میں نے
 کیا۔ تو بیان فرمائی خدا آپ پر رحمت کرے فرمایا اللہ تبارک وتعالی نے اپنی کتاب میں اپنی
 دعوت کی خبر دی اور اس کو بیان کیا۔ اور ان کو یہی اور اس کی درجہ مقرر کیے جنہیں بعض کو بعض
 جنہیں اور بعض پر بعض سے استدلال کریں پس خبر دی ۱۲۔

تبارک وتعالیٰ اول من دعا الى نفسه فدعا الى طاعته واتباع امره فبدا
 بنفسه فقال والله يدعو الى دار السلام ويهدي من يشاء الى صراط المستقيم
 ثم تلى برسوله فقال ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وبجادكم
 بالتي هي احسن يعني بالقرآن ولعلكم تدعون الى الله عز وجل من خالف امر الله
 يدعوا اليه بغير ما امر في كتابه والذين امر لا تدعى اليهم وقال في نبیه صلی اللہ علیہ
 وَاِنَّكَ لَمِّنْ دُعَى الْصِّرَاطِ مُسْتَقِيمٍ يَقُولُ لِمَنْ دَعَا لِي بِالْعَدَاءِ الِیَّ بَكَاءٌ يَدْعُوهُ فَقَالَ
 اِنَّ هَذَا الْقُرْآنُ يَهْدِيكَ الِیَّ هُوَ اقْوَمُ اِیُّیْدُعُوهُ وَيُنْشِرُ الْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ اِذْنِ الدَّعَا اَجَدَ
 وَلِیْدُ رَسُوْلُهُ كِتَابُهُ فَقَالَ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ طَائِفَةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ بِاَمْرِ مِنَ الْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ثُمَّ اخْبَرَ عَنْ هَذِهِ الْاُمَّةِ وَمَنْ فِيهَا وَاَنْهَا
 مِنْ ذُرِّيَةِ اِبْرَاهِيْمَ وَمِنْ ذُرِّيَةِ اِسْمَاعِيْلَ مِنْ سَكَانِ الْحَرَمِ مَنْ لَمْ يَعْبُدِ وَاَعْلَمَ اللهُ قَطْرَ الذِّنِّ وَ
 لَهُمُ الدَّعْوَةُ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ مِنْ اَهْلِ الْمَسْجِدِ الَّذِيْنَ اخْبَرَهُمْ كِتَابُهُمْ اَذْهَبَ عَنْهُمْ
 وَطَهَّرَهُمْ فَطَهَّرَ الَّذِيْنَ وَصَفْنَاهُمْ قَبْلَ هَذَا فِي صِفَةِ اِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْنَ عَنْهُمْ اَللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَدْعُو

سے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلی اپنی دعوت کو اور اپنی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلایا پہلی اپنی
 آپ کو کر رہا اور فرمایا (اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور جہنم کو چاہتا ہے سید ہی راہ دکھاتا ہے) دوسری اپنی رسول
 مقرر کر اور فرمایا (اپنی پروردگار کی رستہ کی طرف دانی اور اپنی نصیحت کے ساتھ بلا اور دینی جیسے گناہی
 طرف سے) یعنی قرآن کے ساتھ اور جو اللہ کے حکم کا مخالفت ہو اور قرآنی حکم کو سوا اس طرح بلاتی تو وہ اللہ کی طرف سے
 اور میں آیا امر کو بیز اس کی دعوت نہیں کیجئے اور اپنی جہاد اللہ علیہ وآلہ کے باب میں فرمایا (اور میں سید ہی راہ دکھاتا ہے
 یعنی بتاتا ہے سید ہی راہ اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (پھر قرآن کی طرف راہ دکھاتا ہے) یعنی بتاتا ہے اور
 سنا ہے پھر فرمایا کہ کیا چاہتا ہے اور اپنی رسول اور اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہے اور فرمایا (میں سے ایک ایسی جماعت نکلے
 چاہی جو عیلائی کی طرف بلائیں اور بارگاہ معرفت اور ہدیٰ میں آئیں اور یہ لوگ فلاح یاب ہیں پھر اس امت کی خبر دی کہ یہ لوگ
 اور یہ امر سید ہی راہ سے چلے گا اور ہر دم کے رہنے والے رہیں گے جنہوں نے خدا کی سوا کوئی سید کو عبادت نہیں کی اور سید ہی راہ سے چلے
 کی اور عبادت سید ہی راہ کی سجدہ والوں میں سے تھی چنانچہ کتاب میں آئی ہے کہ اپنی لہدیٰ دور کے لوگوں کو بلایا اور چلائے
 اس کی پہلی صفت بیان کیا اور اس کے اس کے صفت بیان کی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اس قول میں ادعو اے اللہ ۱۲۔

المؤمنین فقال قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ثُمَّ حَلَّاهُمْ وَوَصَفَهُمْ كَيْلًا يَطْمَعُ
 فِي الْمِيقَاتِ بِهِمُ الْأَمْنُ كَانَ مِنْهُمْ فَقَالَ فِيمَا حَلَّاهُمْ وَوَصَفَهُمُ الَّذِينَ كُفِّرُوا
 فِي صَلَاتِهِمْ حَاشَ شَعْبَاتُ وَالَّذِينَ كُفِّرُوا عَنِ اللَّعْنَةِ مُمْرُضُونَ - لِي قَوْلُهُ
 لَعْنَتِي أُولَئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
 ثُمَّ حَلَّاهُمْ وَوَصَفَهُمْ كَيْلًا يَطْمَعُ فِي الْمِيقَاتِ بِهِمُ الْأَمْنُ كَانَ مِنْهُمْ فَقَالَ
 فِيمَا حَلَّاهُمْ بِهِ وَوَصَفَهُمْ وَقَالَ فِي وَصْفِهِمْ وَحَلَّتْهُمْ أَيْضًا الَّذِينَ لَا يَدْعُونَ
 مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ اشْتَرَى مِنْ هَؤُلَاءِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ كَانَ
 عَلَيْهِ مِثْلُ عَنَقَتِهِمْ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ الْجَنَّةُ يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ فَيُقْتَلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ
 ثُمَّ ذَكَرَ وَفَاتَهُمْ لَهُ بَعْدَهُ وَمِثْلَهُ فَقَالَ وَمَنْ أَوْفَى بَعْدَهُ مِنَ اللَّهِ
 فَاسْتَبَشَّرُوا بِبَيْعِهِمْ الذَّنْءَ بِالْعَمَلِ وَذَلِكَ هُوَ الْقَوْزُ الْعَظِيمُ فَلَمَّا نَزَلَ
 بِهِ هَذِهِ الْيُحْيَا أَنْ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمْ

یعنی یہ مؤمنین اور ایمان (بیشک کامیاب ہو جائیں) پھر ان کو زمین بخشی اور ان کا نصف کیا تاکہ
 جو ان کی جو زمینیں تھیں وہ ان میں سے ہر ایک کی طرح نیکو کرے تو ان کی بہت اور نصف میں قربا یا (جو اپنی نمازیں خشوع کرتے
 ہیں اور جو بیہود گئے کسی عرض میں - الی اولیٰ لکھے - یہ بھی وارث ہیں جو جنت فریوس کے وارث ہوں گے ہمیشہ اس میں
 رہیں گے پھر ان کو زمین بخشی اور نصف کیا تاکہ جو ان کا جو زمینیں تھیں وہ ان میں سے ہر ایک کی طرح نیکو کرے تو ان کی نصف اور حلیہ میں قربا یا
 جو زمینیں بچ رہیں ان کے ساتھ دوسری موجود کو الائم) پھر خبر دی کہ اسنی ان مومنوں نے اور جو ان کی صفت
 رہیں اور ان کے جہانوں اور ان کو اس کی عرض میں کہ ان کی اپنی جنت ہوگی اللہ کے راہ میں ان میں پس
 رہیں اور زمین اللہ کا سوا دوسرے - تو رات اور انجیل اور قرآن میں پورا دیکھی عہد کے پورا کر لیا - اور
 جنت کا ذکر کیا (اور جو پورا کرے اپنی عہد کو اللہ سے فخر وہ ہو تمہاری بیعت کا جو شنی کی ہے اور
 بیشک کامیابی ہے) - جب یہ میریت - ان اللہ استغفری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان الہم

والجنة ثم اخبر تبارك وتعالى انه لم يامر بالسؤال الا اصحاب هذا الشرح
فقال عز وجل اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْتَلَوْنَ بِالْهَمِّ ظَلَمُوا وَاِنَّ اللّٰهَ لَكَنُزْهِم
اَمْدِيدِ الَّذِيْنَ اخْرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ لِيُغَيِّرَ حَقِّ الْاِيَّانِ يَقُولُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ هُوَ الَّذِي
اَنْ جَمِيْعَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ عَزَّوَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ وَلَا تَبَاغِدْ مِنْ
الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَهْلِ هَذِهِ الصَّفَةِ فَمَا كَانَ مِنْ الدُّنْيَا فِيْ اَيْدِي الْمَشْرِكِيْنَ وَ
الْكُفَّارِ وَالظَّالِمَةِ وَالْفَجَّارِ مِنْ اَهْلِ الْخِلَافِ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالْمَوْلَى عَنْ طَاعَتِهَا مَا كَانَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ ظَلَمُوا فِيْهِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ
اَهْلِ هَذِهِ الصَّفَاتِ وَغَلَبُوْهُمْ عَلَيْهِ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَى رَسُولِهِ فَهُوَ حَقُّهُمْ
اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَحْمَةُ اِيْلِهِمْ وَاِنَّمَا مَعْنَى الْاِيَّانِ كُلَّمَا صَارَ اِلَى الْمَشْرِكِيْنَ يَتَجَرَّعُ
لَمْ يَقْدِرْ كَانَ عَلَيْهِ اَوْ فِيْهِ فَمَا جَمَعَ اِلَى مَكَانِهِ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ فَقَدْ اَفَاءَ مِثْلُ
قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنْ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ اَيَّ رَجْعُوا لِيُقَالُوا اِنَّ
عَزَّوَجَلَّ اَلْاِيَّانَ فَاتَّ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وَقَالَ اِنَّ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

۱۔ اور جنت پر خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ اوسنی بڑا نادر شہنشاہ تھا کہ حکم نہیں فرمایا یہ خدا کی عذر چاہے فرمایا۔
(ازن و دیگا انکو یہ جہنمی لوگ کہتے ہیں اس سبب سے کہ انہیں قسم ہو اہی اور اللہ انکو اور پتہ قادر ہے جو لوگ
کھا کر گئی اپنی گھر و نشی خانہ بنیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے) اور یہ یہ اس لیے کہ تمام جو کچھ آسمان اور زمین
میں ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی پیروی کرنے والے مومنوں کا ہے جسکو یہ صفت ہے تو جو کچھ دنیا
میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں اور اوسکے مخالفانوں مشرکین اور کافروں اور ظالم اور فاجر و فاسق
قبضہ میں ہے اوسمیں اس صفت کے ایمان والوں پر مسلم کیا ہے اور انہیں علیہ کے کہ لیا ہے جو کچھ اللہ نے اپنی دلیل کو
بطور حق کے دیا وہ انکا حق ہے کہ اللہ نے انہیں لوٹایا اور کھربے کے مٹی ہر وہ شے جو مشرکوں کے طرف
چلی جائے پر لوٹ آئی جس حال پر تھی۔ تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اوسکی جیسی نقطہ فار ہے
چنانچہ اللہ عزوجل کا قول ان فار افا ان اللہ غفور رحیم۔ یعنی اگر کویش پر فرمایا۔ فان غمر لہم اللہ
فان اللہ سمیع علیم اور فرمایا۔ وان طائفتان من المؤمنین ۱۲۔

بقوله عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم
 اقتدير الآية وان لم يكن مستكملا بشرائط الايمان فهو ظاهر من تنجي
 ويحب جهاد حتى يتوب وليس مثله ما ذونا في الجهاد والدعاء الى الله
 عز وجل لانه ليس من المومنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما
 نزلت هذه الآية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين
 الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم اهل لهم جهادهم بظلمهم
 اياهم واذن لهم في القتال قلت فهذا الآية نزلت في المهاجرين بظلم مشركي
 اهل مكة بهم فما اياهم في قتال كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل
 العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لسمي
 يكن لهم في قتال جموع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل
 لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل
 مكة لا يخرجهم اياهم من ديارهم واموالهم لغير حق واذن كانت الآية انما

سبب قول عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم اقتدير الآية۔ اور اگر مستعمل ان
 کی طرف اشارہ کو مستعمل نہ ہو تو وہ ظالم ہے اور کسی پر جبر اور کرنا واجب ہے یہاں تک کہ توبہ نہ کرے اور ایسا شخص جہاد کرنے اور
 اللہ کو خوف ملائی میں اور دوزخ میں نہ دیکھ۔ اور مومن مظلومین سے نہیں ہے جنگ جہاد کا اذن ہے اس پر حب
 آیت اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا۔ اور یہاں تک کہ بائیں جنگ اہل مکہ کے ان کو مشرکین اور مالوسی نکال
 دیا ہے اور یہی وہ سبب ہے کہ ان کو جہاد حلال ہے اور قتال کی اجازت ہے یعنی عرض کیا ہے تو یہاں تک
 میں سبب علم مشرکین کا کہ نازل ہوئی ہر کسری و قیصر وغیرہ مشرکین قبائل عرب سے دشمنی کا کیا حال ہے یہاں اگر مشرک
 اہل مکہ کی زبانی کا اذن ہوتا تو ہر کسری اور قیصر کے لشکر اور قبائل عرب غیر اہل کسری اور قیصر کے کوئی راہ نہیں کیونکہ ظلم کرنے والا
 اور کو غیر مومن اور ان کو خوف ہے کہ قتال کا اذن تھا جنہوں نے ان پر نفاق کی کہہ دینی اور مالوسی نکالنی کا ظلم
 کیا تھا اور اگر اس آیت سے ۱۲۔

عنت المباحر من الدین ظلمهم اهل مکة کانت الایة مرتفعة القرص عن
 بعدهم اذا لم یبق من الظالمین والمظلومین احد وکان فضاہر نقی
 عن الناس بعد ہذا المرئی من الظالمین والمظلومین احد ولس
 مکملست ولا کما ذکرک ولكن المهاجرین ظلموا من جہتین ظلمہم اهل
 مکة باحرا خصم مزدانیہم واموالہم فقاتلوہم بآذن اللہ تعالیٰ لہم
 فی ذلک وظلمہم کسری وقیصر و من کان دواہم من قبائل العرب والحم
 صا کان فی اندیہم ما کان المؤمنون احق بہم صہم فقد قاتلوہم بان
 اللہ عزوجل لہم فی ذلک ومجہد الایة تعالیٰ موصو اکل ترہان واسما دن
 اللہ عزوجل المؤمنین الذین قاموا صا وصف اللہ عزوجل من الشرط اللہ
 شرطہا اللہ علی المؤمنین فی الایمان والجمہاد وقہر کما قالہ بآئک الشرط
 فہو مؤمن وھو مظلوم ومادوب لہ فی الجہاد بذلک المعنی ومن کان
 علی خلاف ذلک فھو ظالم ولس من المظلومین ولس کاذوب لہ فی القتال

۱۰ مرت ہما حریں ہی مرادوں جہاں کے لئے ظلم کیا تو بچھلو سے اس آیت کا مدعا ہی معلوم ہے کہ
 اوں ظالموں اور ظلموں میں سے کوئی مافی نہ ہی اور اگر کہ یہ وہ ہیں ہی اور یہ جائے حکم ظالم اور ظلم کوئی
 مافی نہ ہی اور یہاں پہنچو تو لے گماں کیا اور یہاں کہا لیکن ہما حریں دو طرح سے ظلم میں ایک
 تو کہ کو گھروں اور مالوسی کالی میں ظلم کیا تو ایسی حد کی دس کے ساتھ لڑے کہ کسری وقیصر و غیرہ قابل حربے
 اسے غیر کر لے میں ظلم کیا جو موشو کا حق تھا اور ایسی ہی حد سے عہد صل کے اجازت سے لڑے اور اس کے
 محنت کر ساتھ ہر زمانہ کے موسم لڑیں گے اور اللہ سے عرضاں ہو موشو کا حارس ہی ہے جو اللہ کے اور
 کہ ساتھ قائم ہوں جو اللہ سے موشو کی ایمان اور جماد میں کہ ہیں اور جو ان شرط کے ساتھ قائم ہو وہ مؤمن اور
 اور وہ دن لے الجہاد ہی اسی سبب سے کہ جو کہ خلاف ہو موشو میں ظالم جو اور اس کے قتال کا لون ہے

ولا بالنتی عن المنکر والامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذلك ولا ما ذون
 له في الدعاء الى الله عز وجل لانه ليس مجاهد امثله وامر به عام ولا يكون مجاهدا
 من قدام المومنون بجهدا ۱۰ وخطر الجهاد عليه ومنعه منه ولا يكون داعيا
 الى الله عز وجل من امر به عام مثله الى التوبة والحق والامر بالمعروف والنهي عن
 المنکر ولا يامر بالمعروف من قدام ان يوجه به ولا ينهي عن المنکر من قد
 امر ان ينهي عنه فمن كانت قد تمت فيه شرايط الله عز وجل التي وصف
 بها اهلها من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وهو مطلق فمهم ما ذون
 في الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عز وجل في الاولين والاخرين وقرآن
 عليهم سوا الاصل علة او حادث يكون والا ولون والاخرون ايضا في
 منع الاحداث شركاء والفرائض عليهم واحدة لیسال الاخرون من اهل الفرائض
 عما یسأل عنه الاولون ويحاسبون عما يحاسبون ومن لم يكن علم صفته
 من اذن له في الجهاد من المومنین وليس من اهل الجهاد ليس ما ذون له فيه

اور نہ پہلائی کی حکم اور برائے سے روکنی کے اور سکھا جائز ہے کیونکہ وہ اسکا اہل نہیں ہے اور نہ خدا
 عزوجل کی طرف بلانے کا مجاز ہے کیونکہ وہ ان جیسے لوگوں میں سے جن سے جہاد کرنے اور جسک خدا کے طرف
 بلانے کا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد نہیں ہو سکتا جسک جہاد کا مومن کو حکم ہو یا لوس کو جہاد ممنوع ہو اور
 شخص خدا کی طرف داعی نہیں ہو سکتا جسک وہ بدو حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانی کا
 حکم ہو اور وہ شخص پہلائی کا حکم نہیں کر سکتا جسک پہلائی کے حکم کے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر نہیں
 کر سکتا جسک خود باز نہی کا حکم ہو اور جس شخص میں اللہ کے شرائط پوری ہوں جنکو امر کی مصلحت ہی سنی ہو
 علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ مطلق ہو اور وہ اذن دے جیسے انکو اذن تھا کہ انکو اللہ کا حکم اور اس
 فرائض میں پہلے اور پچھلے برابر ہیں مگر یہ کہ کوئی حالت یا حادثہ پیش آوے اور پہلے اور پچھلے ہی حادثہ کے منع
 میں شرکاء ہیں اور فرائض میں متحد ہیں جن فرائض سے پہلے پوچھی جاتے ہیں پچھلے ہی سوال کیے جائیں گے
 اور جبکہ پہلے نہی کا حکم ہو گا پچھلے نہی ہی ہو گا اور جو شخص انکو صفت پر نہ ہو مومن نہی جسکو جہاد کی اجازت ہے تو وہ

حتیٰ یقی بامرہ علیہ عزوجل علیہ فاذا تکملت فیہ شرائط اللہ عزوجل علی
 المؤمنین والمجاهدین فهو من المآذ ونین لهم فی الجہاد فلیتق اللہ عزوجل
 ولا یغتر بالامانی التي ینہی اللہ عزوجل عنہا من ہذہ الاحادیث البکاۃ
 علی اللہ التي ینکذ بہا القرآن وتبرع بہنہما من حملہما وروایتہما ولا یقدم
 علی اللہ عزوجل شیئاً لا یقدر علیہا فانہ لیس وراء المتعص للقل فی سبیل اللہ
 مرلۃ یرقی اللہ منہا وہی غایۃ الاعالیٰ عظم قدرہا فلیتکرم امرء
 لنفسہ ولبرہا لتأب اللہ عزوجل ولیرحمہا علیہ فانہ لا احدا عرف بالمرء
 من نفسه فان وجدہا قایمۃ بامرہ علیہ فی الجہاد فلیقدم علی الجہاد
 وان علم تقصیر فیصلحہا ویقیمہا علی ما فرض اللہ علیہا من الجہاد فلیقدم
 بہا وہی طاہرۃ مطہرۃ من کل دنس یحول بہنہا ویرجیہا دھا لاقول
 لمن اراد الجہاد وهو علی خلاف ما وصفنا من شرائط اللہ عزوجل علی
 المؤمنین والعبادین لا یجاءدوا ولکن نقول قد علمنا کرم امرہ علی اللہ عزوجل

یہا تک کرانہ کے شرط کو پورا کری پس جب ہمیں اللہ کی شرائط جو مسنون اور مجاہدین پر ہیں پوری
 آوہ ہمیں کسی ہی ملک حیات کا اذن ہے (مبدہ خدا سرور ڈی اور این جیوٹی) با تو تکمیل اسید دن سہید سہجہ کو
 قرآن جہلانہ ہے اور جس سے اور جس کو ادبائے والوں کی ادبیت سے بیزار ہو رہا ہے فریب نہ
 کہا دی اور اللہ عزوجل بھتہ کے ساتھ ہمیں قدمی لکری کیونکہ اللہ کے راہ میں عرض کرنے کی سوجھا
 کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے اللہ دیوی اور وہ امید و نگر منتہا ہی اپنی قدر کی عظمت میں۔ پس
 چاہی کہ کتاب اللہ کو اپنی نفس کے جی سے بنا دی اور اس پر میں کہ کوئی نہ اپنی آپ کو اپنی نفس سے زیادہ کوئی
 بچاؤ والا نہیں اگر اپنی نفس کو اللہ کی آٹھونہ قائم ہادی تو جہاد پر پیش قدمی کری اور اگر کوتاہی
 سمجھی تو اسکی اصلاح کری اور دن شرعہ پر قائم کری جو اللہ نے جہاد میں مقرر کیے ہیں پر میں کہل سی جو
 اوس میں اور جہاد میں حاصل ہتا ہا کہ صاف ہنکے پیش قدمی کری۔ جو لوگ کہ جہاد کا ارادہ کرنا لے اور ان کو
 پر نہیں ہیں جو میں مجاہدین کے ہیں ہم ان کو یہ نہیں کہتی کہ وہ جہاد نہ کریں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمیں
 نگو کہ جہاد یا ہی جو اللہ نے ۱۷۔

علی اهل الجہاد الذین باعہم واشترى منهم انفسہم واموالہم بالجہاد فیصل
 امرہما علم من نفسہ من تقصیر عن ذلک ولیمرضہا علی شرائط اللہ فان رأى انہ
 وفی بہا وتکاملت فیہ فانہ ممن اذن اللہ عزوجل فی الجہاد وان ابی ان لا یتکون
 مجاہدا علی ما فیہ من الاصر علی المعاصی والحرام بالانقام علی الجہاد یا لیتخطوا لعلہ
 والقدر علی اللہ عزوجل بالجہاد والروایات الکادبہ فلقد عمر ۷۰ جاہلا فخر
 فتمن فعل هذا الفضل ان اللہ عزوجل فیصر حد الدین باقوام لا خلاق بہم فلیس
 اللہ عزوجل امر و لیجدر ان یکون منہم تقدیر لکم ولا عذر لکم بعد البیان
 فی الجہاد ولا قوۃ الا باللہ حسبناللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر۔ انتہی جو کہ
 اس حدیث کی عبارت سہل و سہجہ و بیان حاصل مطلب نہیں فرمائی نہ خوف طوالت
 ترجمہ اور حاصل مطلب بیان کرنا ترک کر دیا ہو سہلی و سہجہ اور حاصل مطلب نہیں کہتی لیکن جہاد
 جو بدلتا ہے اس حدیث سے واضح بیان کر کے اس پر مدعا کی ثبوت پر جو اثبات خلافت سے
 استدلال کرتے ہیں اس واضح ہو کہ راوی کہتا ہے کہ میں ابو جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت الے اللہ کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر مومن کو
 کہہ سکتا ہے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز ان کے کسی کو حلال نہیں یعنی جو کہ
 اذن ال جہاد سے شرط کی ہے جنگی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیں آدمی اپنی نفس میں اس
 جو کوئی ایسی چیز ہو جسکی اصلاح کری اور نہ کو اللہ کے شرائط پر پیش کری پھر اگر کہیں کہ وہ اس میں پوری ہو گئی
 میں تودہ نہیں ہے جنگو جہاد کا اذن ہے اور اگر باوجود معاصی اور حراموں پر اصرار کے اور خطہ اور اندیشہ
 کہ ساتھ جہاد پر اقدام کے اور نادانی اور چھوٹے روایتوں کے ساتھ اللہ عزوجل پر پیش قدمی کی اس کو
 غامی کہ کجا بد ہو جس کو اپنی زندگی کی قسم جو یہ کام کرے اس کو باہم حدیث وارد ہوئی ہے (محققین اللہ
 عزوجل اس دین کی ایسی اقوام کے ساتھ مدد کرتا ہے جنگو آخرت میں جہاد نہیں ہے پس آدمی کو چاہیے کہ اللہ
 سے ڈری اور خوف کری کہ ان میں سے ہو۔ بہت سی دلائل بیان کر دیا ہے اور بعد بیان کے جہل میں ہمارے
 کچھ نہیں دلا قوۃ الا باللہ حسبناللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر۔

وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ اگر کسی شہر میں ہو اور لوگ جمع نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کرے
 ہنجر مینی ہرج من کیا بیان کیجئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اسکو درجات مقرر فرمائی ہیں اور ہر جہ جہ
 بیان فرما کر آخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مؤمنین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہ
 لوگ صدق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ استاء علی الکفار
 رحا ویدہم الایہ کریمین پیر اور انکو اوصاف نذر جہ آیت قد اظلم المؤمنین الذین
 ہم فخلو یقہم فاستحو ن الایہ کے ساتھ متصف فرمایا کہ انہیں بحق کے طمع کر کے
 مگر جو انہیں ہر ہو پیر اور انکا وصف آیت والذین لا یدعون مع اللہ العاکثر کے ساتھ
 بیان کیا ہر خبر دہی کہ خدا تعالیٰ نے انکو انون اور جانکو جو بت کے ہر خرید لیا راہ
 خدایں ماریں اور مرین جب یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ اشتہی من المؤمنین
 انفسہم الایہ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی ماں اور ایک کھانا پر کھانا
 یہاں تک کہ مقتول ہو جائے کیا وہ شہید ہے تو یہ آیت نازل ہوئی المانیون
 العابدون الحامدون الایہ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا شہر
 شہادت اور جنت کا اور کو ہر جوان اوصاف کے ساتھ متصف ہو کر مقتول ہو پیر خدا
 تعالیٰ نے خبر دہی کہ خدا نے کس کو قتل کا امر نہیں کیا مگر جو لوگ کہ ان شہر انک کے ساتھ
 متصف ہوں چنانچہ ارشاد ہر اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الایہ اور یہ اس
 کو نام شہداء میں لہا والارض خدا و رسول کی اور ان مؤمنین میں جوان اوصاف کے ساتھ
 موصوف ہوں پس جو کچھ کفار کے قبضہ میں ہو وہ سب مؤمنین موصوفین میں لہا
 کا ہر لیکن کفر نے مؤمنین پر ظلم کیا اور انہر غالب ہو گئی اور جب مطلب لوم ہوئی
 تو مافون نے ہجرت ہوئی اور ظلم نہیں ہو تا جب تک کہ مومن نہ ہو اور مومن
 اور وقت ہو گا جب شہر انک ذکرہ کے ساتھ متصف ہو۔ پس جو شخص شہر انک
 ذکرہ کے ساتھ متصف ہو گا مومن ہو گا اور جو مومن ہو گا مظلوم ہو گا اور جو مظلوم

مذہب نے ایجاب ہوگا بیل قولہ تعالیٰ اذن للذین یقیلون بانہم ظلموا اللہ
 جب یہ آیت مہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنگ کو فہم لے کر ان کی گہروں میں نکال دیا ہوا
 تو ان کی یہی سبب ان کی دشمنی کے جہاد حلال ہوا۔ یعنی عوف کیا کہ یہ آیت مہاجرین
 کو لیے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ ان میں سے ایک نے ظلم کیا تھا یہ کیا وجہ ہے کہ کسری و قیس
 اور سواد کی سرکین عرب سے کیوں لڑے نہ انہوں نے ظلم کیا نہ گہروں میں نکالا۔ فرمایا
 کہ اگر ان بات سے اہل حق سے کلم اہل مکہ کے ہو تو یہ واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال
 کی کوئی سبب نہیں اور یہ فرض قتال ہے تو گوئی ادھہ جانی لیکن اس طرح نہیں جیسا
 تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم و طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہ ہے کہ مومنین کو ان کی
 گہروں میں نکالا اور کسری وغیرہ کا ظلم اس طور ہے کہ جو کچھ ان کی قبضہ تصرف میں ہو
 وہ مومنین کا حق ہے پس کفار ظالمی غالب ہو گئی تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق
 مومنین نے کسری و قیس وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اس طرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے
 دلیل سے کفار کے ساتھ مقابلہ کر چکی ہیں اس حدیث سے بدلتا واضح ثابت و تحقیق ہے
 کہ جن لوگوں نے کسری و قیس سے جہاد کیا وہ ماذن نے ایجاب دیا اور وہ خلفائے
 رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جب وہ ماذن نے ایجاب دیا تو یہی مسموم ہوا کہ مظلوم
 کھتی اور مظلوم نہیں ہو سکتا جب تک مومن کامل نہ ہوں تو ثابت ہوا کہ وہ مومن کامل نہیں
 اور جب مومن نہیں تو ثابت ہوا کہ متصف بشرائط و اوصاف مذکورہ ہی کہ رسول کی
 رفتار و مصائب کفار پر سخت مومنین کے ساتھ نرم عبادت میں سرگرم بارگاہ خداوندہ
 میں اس کی فہم و رضوان کے طالب اور ان کی خلوص ارادت و مہم عبادت کی وجہ خداوندہ
 تعالیٰ نے کتب مقدسہ و تورات و انجیل میں ان کی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا
 اور ان سے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور یہی مہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم کے بارگاہ اور رفیق غمسا رہی آخرت میں بھی اس کا نتیجہ ان کو یہ ملے گا کہ

نورانی آگے آگے جہنم میں پہنکا اور پیار کی ساتھ جنت میں داخل ہو گیا۔ اور نیز فلاح باب
 کامل الایمان خاشعون نے لے لیا مائتہ بیہود کی محبت نبی اور عرس زکوۃ دینی والی عقیقہ
 امانت ادا کرنے والی عہد کی ہوا کرنے والی اپنی سچ سہاؤ نو نیر قائم اور ان حضرات کے
 بسبب ان اوصاف کے جنت الفردوس میں رہیں یا یہ سچ گناہوں کی توبہ کر کے والے
 خدائی وعدہ لائے رکھ کی سبب کر کے والی ہر ایک حال میں خدا تعالیٰ کی حمد کرنی والے
 روزہ رکھنے والے۔ نماز ناکہ اور انکی اوقات پر پوری طور پر ادا کرنے والے کو کو
 معرفت کا حکم کرنے والی اور آپ بجا لائے والے مستحکم رہنے والے اور خود با
 ہمتی والی۔ اور خدا کی حمد کی محنت کرنے والے پس یہ صفات میں جنکو درجہ سے
 حق تعالیٰ نے مومنین کے جہنم اور یا تو کو جنت کے بدلے خیر لیا خدا کی راہ میں لڑنے
 تو مارنے اور برین خدا کی وعدہ ہے تو رات اور نینس قرآن میں جس نے خدا کے ساتھ اپنا
 عہد پورا کیا خوش مزاجی مسح کے ساتھ اور یہ پیری کام یابی ہے پس یہ اوصاف میں جنکو ساتھ
 وہ مہاجرین متصف ہیں جنکو کفار نے نہ کمال یا اور انکی اوصاف کے ساتھ وہ مہاجرین
 موصوف ہیں جنہوں نے باجاست نامہ خداوندی۔ اذن للذین یقاتلون الآلہ کسری
 وقیصر کے ساتھ جہاد کیا اور اولیٰ حق واپس لیا پس اگر خداوندیہ حضرات جنکو بہتات
 امام جعفر صادق اور ان جو مہاجرین ہوں یا مہاجرین ہوں یا مہاجرین ہوں یا مہاجرین ہوں
 اور عصبہ خلافت تقویٰ اور مذک فاطمی ہوں یا محرف قرآن اور محرف سب ان
 ہوں یا مہاجرین کی تدلیس کریں یا معاذا اللہ بنات کو عصب کریں یا جناب فاطمی کو
 حمد و ثناء دین جس سے اسقاط محسن ہو کر مرد و فوات ہوں یا صحابہ مقبول کو زکوۃ
 اور تہلیل و تہن کرین اسے غیر ذلک من الافراط تو لازم آتا ہے کہ معاذا اللہ امام
 جعفر صادق نے جو کچھ زیادہ جوڑا ہے اور اس باب میں آپ بیوی ہوں اور یہ
 محال ہے تو ثابت ہوا کہ جن میں مجاہد فیصلہ کسری اوصاف مذکورہ کے ساتھ قطعاً و یقیناً

متصف ہوا اور ثابت ہوا کہ خدا و رسول کے نزدیک صاحب برکت فیض اور دایہ عالمی ہستی
 اور ازکی امت حق اور خلافت رشتہ تھے و کس قدر اللہ تعالیٰ بزرگ اور بزرگ اس سے بالیائے اور کما
 بھی بلبلان ہو گیا جو ان کی علامہ رضی نے فیض البلاغتہ میں مہاجر ہوئے سید پرست
 حجت یعنی امام کی طرح کی ہے۔ **در سلسلہ** مع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 آیام مرض الموت میں باوجودیکہ تمام اصحاب کبار مہاجرین و انصار و موقوفات حاضر و موجود تھے
 مگر جب نبوی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جابجا پیشوا مقرر فرمایا اور تمام
 حاضرین پر اہمیت نماز میں شہد م کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر اہمیت و تحقیق امامت میں
 فضیلت اور تقدم رکھتے تھے چنانچہ جب تھریخ خاتم المشکلیں مولانا مولوی حمید علی زنگی نے
 درجہ فی علیین انمولای مجلسی غیرہ نے بجا و غیرہ میں اس کے روایات نقل فرما کر
 جواب دی ہیں قطع نظر اس سے اگر عجیب سبب کو اسکا انکار ہی تو فرما دیں کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ امتداد میں جو شب جمعہ سیر سیکرہ و شنبہ تک مستدرہ
 جمہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخراک دوبار کے مسجد میں نہیں تشریف لیا سب کون
 امام سید اور کسی نماز پڑھائی ظاہر ہے کہ بلا اجازت تو نماز نہیں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے
 سب کو امام مقرر فرمایا ہوگا اور امر سزا کو حاصل نہیں ہوگا تو آپ نے کس کو نماز کی پیر
 امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا نہیں کہ یاد نہ ہو۔ قریب وفات کے واقعہ میں ان اگر بعض
 روایت شیعہ نے منظر حفظ نہ کیا اس سے نسیان یا غماز فرمائی ہو تو کچھ عجیب نہیں لیکن
 اہل تاریخ کو دیکھنا چاہیے وہ اس قصہ کو کیونکہ بیان کرتے ہیں غیث الدین بن ہمام الدین و دیگر
 صاحب جیب اس پر کتاب میں لکھتا ہے۔ نقلت کہ آیام مہاجر میں آن وقت اسے اسے
 درملین در وقت آدمی پہنچا ایک نوبت مسجد تشریف بردہ شریف امامت بجا آور دیا
 تا در آخر اوقات مرض تہ روز سیر و نفلت است آمد دوران آیام بموجب اشارت حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم المیر المنین ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش نماز غازی بود۔ سیطرح اور مومنین نے
 بھی تصریح کر چکی ہے اس پر انکار گویا آفتاب کوشت خاک سے پوشیدہ کرنا ہی اور مفسد غناد
 و مکارہ ہی ہے پس باوجود اس کے کہ آپ پر واقعہ منصب خلافت منکشف ہوا و جانتی تھی کہ
 بعد ازاں یہ لوگ خلافت رضوی منصب کو سب کو ایسی حالت میں کہ سب اکابر مہاجرین
 و اعیان انصار موجود ہوں اور آپ کا ہر وقت طلعت قریب ہو ایسا فعل کہ ناجو مویہ کو ان کا ہر وقت
 حقیقت خلافت کو ہو بلکہ ناسخ مخصوص خلافت رضوی ہو اس سبب حسب روایات نبویہ و حسب
 کمال استیجاب الالاباب ہی ادا تو خود ایسی شخص کہ اکابر مہاجرین و انصار پر امام مقرر
 فرمانا جو شخص عشق و عاشقی کی وجہ سے کہ جو وہ کر نکلا ہو اور صرف ظاہر میں ہی کلمہ گو ہو حالانکہ
 سورہ بارت وغیرہ نازل ہو چکر تھی دین کی تکمیل ہو چکر تھی ماکان اللہ لیدر المومنین
 علی ما انتم علیہ حتی یمید الحلیت من الطیب کا وعدہ پورا ہو چکا تھا اور حضرت کہ
 ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الایار الکرل
 یمن حیرت خیر اور تعجب انچیز ہی ہو منصب خلافت کے کہنے کے لئے اور زیادہ قابل جرائی
 و تعجب کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن اصول پر یہ لازم ہے تو تحقیق وہ
 اصول پر موضوع و مقرر ہی اور مخالف دین اسلام ہیں اور فی الواقع حضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو آخر وقت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمانے سے یہ ہی نعرہ
 بختی کہ ان کی خلافت کی طرف ان کا جو قریب تفضیل کے ہی ہو جادوی چنانچہ سقیفہ بنی سعد
 میں مجسملہ دلائل کے ایک دلیل یہ بھی پیش کی گئی تھی جبکہ انصار نے برسر وستم قبول
 کر لیا چنانچہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے اور جب انصار نے اس کو قبول کر لیا اور کچھ رو
 حق و جون و چیز انہیں کی تو ادارہ کو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور بعد ازاں انہیں
 امامت کبریٰ کے لئے تو طبع و تمہید نہیں ہم اس وقت اس قدر قلیل ہر ایک کا کرتے ہیں
 بعد اس کے اگر ہماری فاضل مجتبیٰ کے چہرہ میں امام و مسلم فرمائی تو انشا اللہ تعالیٰ مفصل

گزارش کریں کہ وکیل ثامن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو امور با ظہار حق
 تہو اور قیما و نکو جائید نہ تھا بلکہ حسبِ صحت نامہ و نکو چھ کسم تھا۔ حدث الناس و افہم
 ولا تخافن الا الله و الشر عوالم اهل بیتک و صدق ایاءک الصالحین
 فانک فی حرز و امان اور ہرگز ظفار کی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضی اللہ عنہ
 کو حقیقت فرماتے ہیں کہ امامان عاقلان قاسطان کاناعلی الحق و مانا علیہما
 رحمۃ اللہ یوم القیمہ۔ نقلا عن کاشف۔ ارباب عقول اربعات کو لا حظ کریں اور یہ کلام
 ثبوت حقیقت خلافت شیخین بن کر لیں جس طرح جو چاہے جناب امام جعفر کو حکم تھا۔ و صدق بابر
 الصالحین پس بموجب اس حکم کے آپ نے کلمات ارشاد فرمائی جو مصدق کلام جناب امیر
 جناب امام حسن رضی اللہ عنہما ہیں چنانچہ سو سالوں میں کسی قدر گزارش کریں کہ بیان بطور تذکر
 کہ اس قدر گزارش ہے کہ پہلے عرصہ میں جو حکام ہر جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا
 و لعنہم ان مکاتبا فی الاسلام لعظیم و ان المصائب لہما فی الاسلام
 تلحج شدیدیرحمہما اللہ جنہما اہما یا حسن یا علی اب ہم نفس جعفری کی اس کلام سے
 مطابق کرتے ہیں اور اسکو تصدیق اور سہ کرتے ہیں چنانچہ شیخین کے لیے اس خطہ
 کا ثابت ہونا مضمن ثبوت عدل اور قسط کو ہے اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ حق پرستی اور یہ
 گویا شرح ان کا نہیں ہے الاسلام لعظیم و ان المصائب لہما فی الاسلام کجرح شدید
 کو ہے اور اس سے پوری تصدیق اور دو جو معلوم ہوتی ہے۔ بعد اسکی تعلیم
 رحمۃ اللہ یوم القیمہ علیہم چچ ما و جزا ہما یا حسن یا علی علیہم سہو کہ پانچ
 ہفتہ میں سہین کچھ حاجت بیان ہی نہیں ہے علاوہ ازیں خطبہ شد بلا و فلان
 کو ہی مصدق ہے علی الخصوص فلقد قوم الا و ودلوی الحمد اصا حیرھا

۱۔ کو کوئی حدیث بیان کرے اور انکو فتویٰ دے اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈر اور اپنی اہمیت کے
 علوم کو پہلے از اپنی اہمیت کے مضیق کرے حفاظت اور ان میں ہی۔ ۱۲۔

کلام امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 کہ امامان عاقلان قاسطان کاناعلی الحق و مانا علیہما
 رحمۃ اللہ یوم القیمہ۔

وسبب متوجہ۔ کی حیا امامان عادلان قاسطان کا نام علی الحق گویا ہم معنی
 اور رادف میں اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کی کلام کے شرح فرمادی اور جناب امیر کے
 اس کلام میں اگر جو دعائیہ نہیں لیکن اوصاف مذکورہ قطعاً مستند و قسباً سیما حمید اللہ یوم العتیدہ
 کو میں اس طرح جناب امام صادق نے حضرت امام حسن یعنی اللہ عنہ کی کلام کے بھی تصدیق فرمائی
 کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت امیر موحید رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تھی اور باہم
 صلح نامہ تحریر ہوا تھا تو اہل شرط بھی تحریر ہوئی تھی بسم اللہ ولایۃ المسلمین
 علی اربعۃ الدین ہم بکتاب اللہ وسنتہ قرسولہ وسیاقہ الخلفاء
 الراشدین۔ اور طے ہو کر حضرت امام حسن سے پہلے خلفاء راشدین بجز خلفاء رابعہ کے اور کوئی
 نہیں جب انکو ارشاد فرمایا اور انکی یہ دینی کا حکم فرمایا تو وہ اگر نے الواقع امام برحق اور خلیفہ
 راشد ہوں تو امام معصوم کے کلام میں کذب لازم آوے گی تو معلوم ہوا کہ وہ نے الواقع خلفاء راشدین
 اور امام برحق یعنی اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ عدل و قسط تھا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 فرمائی تصدیق فرمائی دراپنی اس کلام میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی گویا تسبیح کر دی تو اب
 مطابق صیبت نامہ کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ پر پوری طور پر صادق آیا۔ وصدق اباءک
 الصالحین اور واقعی اپنے مطابق حکم صیبت نامہ کے اپنی اباء صالحین کے پوری تصدیق
 فرمائی۔ اور علاوہ ازیں چونکہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ پر ائمہ اربعہ میں اور ترقیہ جانیہ نہایت
 اعلیٰ جو کچھ ظاہری طور پر اپنے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہو گا اور کچھ خفیہ طور پر دیکر
 خلاف بیان کر جو بحث بالفطرہ معنی کے نہایت لغو اور بوج ہے اسکو یہ منضم کیا جانا چاہیے
 وہ حضرات کا ایجاد و اختراع محبت ہو گا چنانچہ بعض علما رشیدیہ کے بعض کی نسبت یہ کہ
 ثابت ہو تا تو مجلس نے صدوق کی نسبت ایک حدیث میں یہ امر فرمایا ہے وانما انفصل
 ذلك ليوافق اهل العدل۔ خود شریف رضی نے جناب امیر کے کلام میں کیا کیا کہہ
 اتہری کی ہی کردہ تحریفات یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ گئی پس ایسی حالت میں یہ کہ

زیادتیوں کا کوئی نیکو غلط یقین نہیں جاوی جو باعتبار لفظ و معنی کے غلط ہوں باعتبار حالت
قابل کے غلط ہوں باعتبار نقل کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ اور صحت پر شاہد نہ ہو
ایسی زیادتیوں کو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعہ کا یہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی ہیں
رہو یہ اس حدیث کا کٹا ہوا۔ فلما انصرف الناس قابلہ رجل من خاصۃ بنی امیہ
رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی ابی بکر وعمر فقال نعم ہما اما ما اہل النار
کما قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنَاھُمْ اٰیۃً یُّدْعَوْنَ اِلَی النَّارِ واما العادلان
فلعد ولہم عن الحق کقولہ تعالیٰ وَالَّذِیْ کَفَرُوْا بِرَبِّھُمْ یُعَدُّوْنَ واما
القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ وَاَمَّا الْعَاصُوْنَ فَکَاۡنُوْا لِحُجَّتِھُمْ حُطٰٓا
والمراد من الحق الذی کا تا مسنونین علیہ ہوا میرا مومنین حیث
اخذوا وغصبا حقہ والمراد من مو تقما علیہ انما ماطا عداوتہ من غیر ندائۃ
عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانه کان رحمۃ العالمین وسمکیون
خصما لہما ساخطا علیہما منتقما عنہما یوم الدین انتہی۔ ال دانش نصیحت اس زیادتی
کو جو حدت شیعہ نے فرمائی ہے بلا خلاف و یوں ان حضرات شیعہ کے عالم نفس نفس والاضافہ دین ایمان
کو دین اس حبشہ میں ہم یہ تو یہ بیان کر چکے ہیں اس نفس مخفی کی میں اگر اس کو طاعت قبول کیا جاوے
پوری طور پر مقید ہیں اگر نافرمانی میں جو ان اللہ علیہم السلام جمعین کے ہوتی ہے لیکن اگر اس زیادتی
سے جب تک چلی گئی تو ایک شخص نے ابکر غصا میں اس پر چکا کر ای رسول اللہ کے فرزند بھی اس سے متحب ہے

جو اپنی ابو بکر کے حق میں فرمایا۔ فرمایا ان - وہ دونو دوزخیوں کو امام ہیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرمایا (اور یہ سننے
ان کو امام بنایا کہ اگر کی طاعت بلاستے ہیں) اور یہ کہ وہ عادل ہیں تو یہ حق سے عدول کرتے اور ہر نے کہ سب سے
قولنا کے (جنہوں نے کفر کیا اپنی پروردگار کے ساتھ برابر کرتے)۔ اور یہ کہ قاسط ہیں پس تحقیق اللہ تعالیٰ
فرمایا کہ سطر عالم دوزخ کا یہ دین حق ہے اور جب یہ وہ غالب ہو جائے اور میں اس کا اس کو ان دوزخ کا حق و عقیقہ
اور کہ یہ پھر مرنے کے بعد اس کو بد دین میں نہ لے کر اس کی عداوت پر سر اور عداوت سے رسول اللہ میں کہ وہ حجت للعالمین ہیں اور

روان کو صحیح تسلیم کر لیا جادوی نو اب سے بت میں الہام میں کے نصیحتیں ہوں گی بلکہ کذب ہوگی
 اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرتے ہیں گو ہماری گذارش سابقہ سے کسی تکذیب بخوبی
 ہو چکی ہے اور علماء کے مخصوص اس زیادتی کی روایت کو جو ہمارے من میں صریح ہو کر آوا جائے
 و عمری ان مکانہما فی الاسلام عظیم الخ اور کلام - حدیث و فلاں صریح کی اور اس روایت کے
 تکذیب کرتے ہیں - ثانیاً علامہ بکوالی نے جو جواب اس اعتراض کو دیا ہے کیفہ مستم بہنام
 یسلم لمعویۃ و لطلحہ و البریر مع قیام الفتنۃ فی ہریم - اردو یہ ہے - انا لے ان الفرق میں اختلاف
 التلک و بین معویۃ نے اقامہ حدود اللہ و اہل متبعض اور امر و نواہی بظاہر - اس کو صریح
 ثابت ہوتا ہے کہ راوی جو عادلان فاسطان کے معنی جابران ظالمان کے گہری میں جنس مذبح ہے کہ
 کیونکہ خلفائے کرام و کواکم کرنا اور بوجہ امر و نواہی خداوندی کے عمل کرنا یہ ایسا طرہ
 کہ جسکا شہد کو بھی اعتراف ہو اور خدا ہر کسی کے عدل و انصاف اسکا نام ہے کہ حد و اللہ کو قائم کیا جاوے
 اور بوجہ امر و نواہی خداوندی کے عمل کیا جادوی اور جن پر ہوا بھی اسی پر منحصر ہے اور محتاج دعا
 فق یہاں حجتہ اللہ یوسفیم کا بھی اسی پر گواہی ہے اور جب یہ وصف شیخین میں ہے
 اعتراف علامہ بکوالی پائی جاتے ہیں اور ہم جانتی ہیں کہ سیدہ میں کسی کو بخیر خاص
 وقت کو اسکا انکار نہیں اور بکوالی کو جو ہمارے نہیں سمجھتے تو معلوم ہو اگر حضرت امام نے جو کچھ
 فرمایا وہ اپنی طہارت پر محمول ہے اور راوی جو اس کے بعد میں تحریف فرمائی وہ کذب و رادع ہے
 - ثالثاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور درجہ تر عرق کرتے ہیں جس سے پوری تکذیب ایک
 زیادت اور اس روایت کے ہر جادوی - نبی ہدایت میں ایک خطبہ کو کہ جسکا عنہ ان یہ ہے
 واللہ لا سلمہ ما سلمت امن المسلمین و لہم یکن فیہا جلال علیہ الخ یہ خطبہ
 صریح دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تھی کہ اس میں سے نہ رہے
 اور اس میں کسی پر جو رجحان علم و زیادتی نہ ہو چنانچہ آخر خلافت کا خاتمہ کیا جناب نے اس
 تسلیم کو قائم کر لیا اور کوئی امر ایسا واقع نہیں ہوا جس سے جناب امیر کو گنجائش مناقشہ ہو جائے

وچنانچہ شارح ابن شمیم کی تصدیق فرماتے ہیں اور یہی تائید میں کہتے ہیں قولہ واللہ لا ملین
 ما سلمت امور المسلمین ای لا ترک المناقض فی هذا الامر ما سلمت امور
 المسلمین من الفتن وفيه اشارة الى ان غرضه من المناقضه في هذا
 الامر هو صلاح حال المسلمین واستقامت امورهم وسلامتہم عن الفتن
 وقد کان لہم من سلف من الخلفاء اس سبب بالمتطابق فی ثابۃ ہی خلافتہ وولایتہ فی شمس
 علیہم السلام جو کہ کتب میں مذکور ہے اور خیرین معنی اللہ علیہما صلوات اللہ علیہما عا دلات
 قاسطان کا نا علی الحق وما تا علیہ فعیل ما حمۃ اللہ یوم القیمۃ کی ہیں اور واضح ہے
 بعد اہم جو کچھ میں تصدیق نہیں کیا وہ میرے نزدیک اور دروغ ہے اور جناب امیر علیہ السلام کی کلام
 اور کمالی کی تفسیر میں اس کی کذب ہے۔ راجعاً خاتم المتکلمین مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ فصل
 اخباری کی جواب میں یہ عبارت نقل فرماتے ہیں اگر انصاف نال فی ما یندرج تحت کتبنا علی
 فرعون الامامیہ از خلفائہ گوشت امیر المؤمنین علیہ السلام وناظمہ سلام اللہ علیہما نقض ہے کہ
 سمیت عزیز و غضب نہ کہ بجز چند اعمال دان برعنا و سرودہ اما بہمہ باز و طریقہ معاشرت اینہا
 باہل بیت عین انرا ذکر ہم باتفاق فریقین بود و اجرامی شاعر اسلام بجز افعال معدودہ کہ گشت کلامیہ و سیر
 موجود و منشا رخصت قدح و کشتن شان است باہل و فرزند امامیہ نیز از میان بر نہ شستہ بودند و پانچ شہر مستقر
 نصب العین خاطر خود نامیہ شستہ۔ و کتب و فصل اخباری میں تصریح کہ ساتھ فرماتے ہیں کہ خافا لکنہ کا طریقہ
 معاشرت اب سبب کہ ساتھ عین انرا ذکر ہم باتفاق فریقین شیعہ اہل سنت کہ تھا اور اجرامی شاعر اسلام
 کو امامیہ نزدیک ہی او تھا انہیں دیا تھا اور پانچ شہر مستقر کو گرفت اپنی دلی انگہوں کی سامنی کہ تھی جو
 بس جگہ بخلاف فصل اخباری یہ بہ دعوت ہوں انکی نسبت تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادہ دلی کتاب
 و دروغ ہے اور یہ جو فصل اخباری بعض اعمال معدودہ کی نسبت ذکر کیا یہ بھی جناب امیر کی
 تصریحات میں ثابت ہوتا ہے کہ حضرات کا کذب و افتراء چنانچہ ہم بارگاہ ایش کرچکر اور ابھی
 گدازش کیا ہے کہ جناب امیر کا تسلیم خلافت کو مشرور کرنا بہ صلاح امور اہل اسلام کے ساتھ

پہر اسی سیم پر آخر تک قائم رہنا اور چون چنانکہ نادون انحال کو جو کتب کلامیہ اور سیم میں موجود ہیں مثل
مکتبہ بیت نقض عند غضب فکد وغیرہ سب کو ثابت کرنا ہے کہ وہ منوعہ و مضرتہ ہیں کیونکہ ہوا شیعہ
کوئی فعل یا ساز و نہین نہ اسکا اثر فی حساب امیر کے ذات یا برکات تک محدود ہو بلکہ جو فعل صلا
ہو جو حضرات شیعہ مومن طعن قدح میں بیان کرتے ہیں وہ علاوہ جناب امیر کے دوسری
حقوق پر بھی ہو تو یہ مثلاً غضب خلافت پر یہ فعل ہے کہ اس سے زیادہ وینوی اور نیادی
ایل اسلام کو کوئی چیز عزیز سان نہیں ہے چنانچہ خود ظاہر و بدیہی ہے غضب فکد خاصیت
جناب سیدہ معصومہ کا بلکہ آئندہ تمام سنی فاطمہ کا تھا جو تلف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا
نقصان چندہ و جناب امیر کا بھی سمجھ علی بن ابی القیاس پس اگر انکار وقوع صحیح ہو تو مصدق
جناب امیر نے جو کچھ - واللہ لاسلمن با سلمت امیر مسلمین - الیہ - فرمایا وہ جہوت تھا اور اگر
وہ سچ تھا تو ان امور کا وقوع کذب ہو لیکن ہم کہتے ہیں جناب امیر کا ارشاد ہی تھا وہ مرکز کذب
نہیں لیکن بیابان محض اذن حسی لوگوں کی ترانی ہوئی میں جو لاعین ملعون ائمہ سنی جن کا منہ
پر کتہ میثاب کرتے ہی جنکی مرحلہ ائمہ کذب فراتے ہی جو ائمہ پر افتراء و بہتان باندھتی
ہی پس انکو کذب کہنا البتہ ذریعہ قیاس ہے - عرض مجاہد لال اس نے ادا لی مختصر کی بخوبی کذب
کرتے ہیں اور علاوہ انکو اور بھی دلائل غلطی میں اس زیادتی اور اوکی روایت کے کذب کرتے ہیں
مگر منہ بخیاں قبول اور نیز اس خیال سے کہ ہر شخص جبکہ ذرا ہی عقل و فہم سے علم انصاف سے
حصہ ملا ہو گا وہ مجرور و گنہگار اس بات کی بدانتہا یقین کر سکتا ہے کہ یہ شخص بناوٹ اور جھوٹ
ہی ازکی ہستیغاب کو ترک کر دیا ہے و لیل تابع جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب
خلع خلافت فرمایا اور میر جو یہ سے مصاحبت کر کے اذکو تیلہ فرمائی اور صبح نامہ لکھا گیا جو علماء
ناریج نے نقل کیا ہے اور ہم سابق میں اسکی نقل کر چکے ہیں کہ اس میں چند شرط قرار پائی تھی
چنانچہ اول شرط یہ تھی کہ گناہ و سنت و سیرت خلفاء راشدین پر عمل کرے اور دوسری
شرط یہ تھی کہ معویہ کو یہی استحقاق نہیں ہے کہ اپنی جد کے بیٹے مقرر کرے بلکہ بعد اسکو

بہشت کی علامت، عذاب کی علامت کی زمین ہیں۔

خلافت شوری کی نور پر بین المسلمین ہوگی چنانچہ عبارت صحیحہ اس کی یہ ہے **وَلِیْمُ اللّٰہِ الرَّحْمٰنُ**
الرَّحِیْمُ ہذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب و معاویہ بن
 ابی سفیان صالح علیہ ان یسلموا لہ وکایۃ امر المسلمین علی ان یعمل
 فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ و سنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم و سیرۃ
 الخلفاء الصالحین و لیس لمعاویہ بن ابی سفیان ان یعمل الخ احد من
 بعدہ بل یكون الامر من بعدہ شورئاً بین المسلمین انتہی بقول **الرَّحِیْمُ**
 یہ وہ نور پر بین بدائتہ لیس ہیں جو ہماری مدعا کی مثبت بین اور ہول شیعہ کو سبیل کہو کہ ظاہر
 ہے کہ ہر شیطان بدالت مطابقتی ہماری دعویٰ کا ثبوت موجود ہے امیر معاویہ سے یہ فرمایا کہ
 خلفاء صالحین پر عمل کرے اب فرمائی کہ خلفاء صالحین کون ہیں جنکو جناب امام صاحبین
 یا راشدین سے تعبیر فرمائے ہیں اس سے پہلے بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی خلیفہ نہیں ہوتا
 تو بجز اس کے کہ خلفاء صالحین سے خلفاء اربعہ مراد ہو اور کوئی صورت نہیں اور خلفاء صالحین
 اور سبقت ہو سکتے ہیں جبکہ ان کو امامت حقہ اور خلافت راشدہ سوزد امامت فاجرہ تو ہم شرط
 چند وجوہ سے مثبت مدعا سے اول یہ کہ جناب امام علیہ السلام نے ان کو خلفاء صالحین فرمایا
 اگر نے الواقع وہ خلفاء صالحین ہیں تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور اگر باعتبار فرض وہ خلفاء صالحین
 نہیں ہیں تو خدا و اللہ امام معصوم نے جھوٹ بولا دوسری یہ کہ کہنا ہے سنت کی ساتھ ذکر
 سیرت کو بھی اصول ہر شرط قرار دیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سیرت اتباع شرعی
 میں یہاں تک راسخ ہے کہ جو اس کا اتباع کریگا - نے تحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا
 اور انہوں نے یہاں تک ابوابی شعا شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افعال و اقوال میں
 یہاں تک ملحوظ خاطر کیا کہ جو شخص ان کا اتباع کریگا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت
 سے جدا نہ ہوگا اور یہ تلامذہ کہو کہ وہ خلفاء راشدین تھے اور ان کی خلافت خلافت
 راشدہ تھی - دوسری یہ کہ جناب امام حسن نے و سیرت خلفاء صالحین یہاں لفظ **وَلِیْمُ**

جو خلفا و اربعہ کو نال ہے حسین جناب امیر و جناب خلفا و ثلثہ بارہ ترک ہیں ہرگز خصوصیت کے
 ساتھ اسکا اطلاق جناب امیر پر نہیں ہو سکتا اور بدوین امتیاز و فرق کے سبب سیرت کو اتباع کو شرط
 گردانا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شرط و صلاح میں جیسے لفظ کی نزیکہ جناب امیر تھی ویسی ہی
 خلفا و ثلثہ تھی اور جیسے اتباع سیرت جناب امیر کا پسندیدہ نہا ویسی ہی اتباع اس سیرت و خلفا
 و ثلثہ کے پسندیدہ تھا اور یہ عین دعا و استقامت کا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ وقت ثقیفہ کا نہیں اور
 ثقیفہ کی یہاں گنجائش ہے اور کہنا بہت کامی ذکر فرمانا کافی تھا یہ جو آپ نے بڑایا اس سے
 حراۃ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کا عقیدہ قلبی تھا اور دوسری شرط بھی ہماری مدعا کو
 ثابت کرنی ہے دوسری آپ نے یہ شرط کی کہ عویہ ابن ابی سفیان کو جنتا نہیں ہے کہ اپنی بد
 کسی کو حلیہ بنادی بکلام خلافت کا میں لب لبس طبع مشورہ کے ہوگا اس شرط میں منہ
 کرنا چاہیے کہ نسخہ طور پر یہ شرط مشوری حسین کے تصویب و تصحیح کرتی ہے اور اس سے
 ثابت ہوتا ہے کہ جو خلافت بطور مشورہ کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور جب ہر اہل حل و عقد متفق
 ہو جو یارین وہ امام حق ہے پس اس سے مرجع حقیقت خلافت خلفا و ثلثہ ثابت ہوتی اور یہ
 ہوا کہ حضرات شیعہ نے نفس کو شرط امامت قرار دی رکھا ہے یہ باطل ہے و کمال
 عالم شریف رضی نے بیج البلاغت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جو حراۃ مشیت مذہب ائمہ
 و سبط اہل عاتق شیعہ پر ہم ادس کو شرح نہیں لکھا حضرت سے نقل کرتے ہیں جو کچھ شاخ و برگ
 میں تحریر فرمایا ہے اپنی مدعا کی ثبوت میں اس کو بھی نقل کرتے ہیں و منکر کلام کہ لما
 ادادہ الناس علی البیعة بعد قتل عثمان دعویٰ و التمسوا غیری فانما
 مستقبلیون امر لہ وجہ والوا لا تقوم لہ القلوب ولا یثبت علیہ العقول
 وان الاما فذا امامت والجنہ قد تکت و اعلموا انی انجبکم و کبت
 بکم ما اعلمو لہ اصغر الی قول القائل و عتب العاتب وان ترکتمو
 فانا کا حد کر و لعلی اسمکم و اطوعکم لمن ولیتمو امرکم و انالکم و ذراخیرکم

صبر امیرا۔ انتہی عاقل منصف اس کام کو ادا نہ کری اور اس کا مطلب یہ ہے خصوصاً جو کچھ خیال ہے
 آخرین قول ان ترکشوں کے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ نہیں سہل میں اور میرا جلد امین کا گویا گنج گنا
 ہے یہ سب یہ ہے جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا ہے یہ ہے۔ فان ترکشوں کا نام کافہ
 یعنی اگر تم کو چاہو تو دو اور مجھ سے میت نکرو تو میں تم میں کا ایک جیسا ہوں جیسی تم پر
 ادا است امام واجب ہے اور مطیع مجھ پر ہی واجب ہے یعنی اگر تم مجھ سے میت کرو تو میں امام واجب
 الاطاعت ہوں اور اگر تم میت نکرو تو میں تم جیسا مطیع ہوں گا یہ معنی ہے اگر ای صاف
 و عین ہوں جو خود الفاظ و بیانات پر مشتمل ہوئے ہیں اور شارح ابن ہشیم اس معنی کے شہادت
 دیتا ہے اور عائذ اللہ حضرت فاضل مجیب اس کی تحریف فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ حضرت امیر نے
 اس کلام سے کوئی حکم شرعی نہیں بیان فرمایا بلکہ یہی حالت جو واقع ہوئے والی تھی لیا
 تو فی پس اس کے جواب میں قبل اس کے کہ تم اس کی تکذیب ابن ہشیم کے قول سے کریں
 یہ کہ اگر اس کے تین کہ یہ تو حضرات کو بھی کچھ علم ہے کہ ترک کیہ الت میں حضرت کا ش
 انوار کے ہونا صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں ختم نہ کھڑی ہوں۔ علت اس سکوت
 کہ محض خوف تو ان فتن ہی پر ہے وجہ یہی کہ جب ابو سفیان نے ار حضرت عباس نے
 در جو است نہایت کی تو آپ نے مامطور فرمائی اور باوجود اس قوت و شجاعت نظر
 کی سچو آخر مطیع و منقاد خلفاء بنی ہاشم کا لنگہ خائف و ترسوا کچھ جائزہ دیا جائے کیا پس جب آپ کا
 سکوت اور عدم مناقبہ بوجہ خوف فتنہ ہمیشہ رہا ہے اور یہاں بھی فتنہ کے خوف سے
 یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھ کو ترک کرو تو میں تمہاری مین کی مثل ایک کی ہوں گا
 اور اگر تم تمہاری شریک حال بنو گے تو یہ کہ امیر جو یہ ہے مناقبہ کیا اور چکر
 کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی ہے جناب امام ثانی کی طرح صحابہ کرام کی طرح اور خلافت تسلیم
 کر کے مطیع بن جاتی نہ تو کوئی جبراً کہہ دے اور نہ کوئی فتنہ اوہتا اسپر اگر آپ
 مثل ابن سیرت کا دیگر اچھیر بیگی تو یہ یہ خیال فرمیں کہ افسوس جناب امام

تائی کو کھڑے سوچی جو لاکھوں کی گنا تو کر دین دنیا کی بربادی اپنی ہاتھ سے فرمائی اور اگر مجھ
 فرمایا میں کہ بقا بخوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ ہوتا تو ہم گداز کش کرنا کہ نہایت
 افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کے لیے ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع
 کر اٹھیں تو معلوم ہوا کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہیں بیان کیا بلکہ حکم شرعی ہی پر
 فرمایا سلامہ ازین اس صورت میں جملہ لاحقہ اولہ کی ترقی صحیح ہوگی پھر ابن بیثم کی
 مستحجہ جو حکم جملہ آئینہ کی شرح میں نقل کریں گے۔ بالمصرح اس کی مذہب ہو اور نیز ترک
 بیعت اور عدم ترک کے حالات کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور باطل نہیں
 ہماری فتنہ تھیب کا یہ زعم اس جملہ کی تاویل میں محض لغو اور لاطیل ہوگا دوسرا جملہ
 جناب امیر نے یہ فرمایا۔ اولیٰ اس حکم و اطو حکم من و تیموہ امر کم گو یا جملہ سابقہ سے
 بطور ترقی فرمائے ہیں اور شاید میں تم سے زیادہ اس کی حکم کا شناسی والا اور اس حکم کا
 مطیع ہوں جبکہ غم امیر کا دالی بناؤ اور اپنا نام مستہ اردو۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ جناب
 امیر کی فریادتی سمع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کیا ہے۔ جو لوگ ایسی ہیں کہ جنہوں نے
 اولیٰ خلق کو جنکو ان میں معتد نے خلفاء بنایا ہے امام برحق سمجھ کر کہا ہے ستودہ
 تو اپنی غلطی کی وجہ سے سیدر معذور ہو گئی لیکن جناب امیر نے بھی اگر ان کو امام برحق
 اور خلیفہ راشد اعتقاد کر کہا ہے تو ہوا المراد اور اگر آپ نے ظالم و غاصب اور غاصب ہاٹ
 سمجھ کر کہا ہے تو یہ کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت کو پرست غوام کے زیادہ فرماتے
 ہیں حالانکہ عینا کی سمع و اطاعت محض ضروری ہیں جو بظہر منصفیت وقت بیان ثن
 کو خوف سے اختیار کی گئی تھی تو وہ کسی قدر معتد رہا اور ضرورت سے مستحافد نہیں ہوتے
 ہیں اگر ضرورت اختیار کی گئی تھی تو وہ کسی قدر معتد رہے جس سے ضرورت وقت رفع ہو جاتی
 یہ سنہ مانا آپ کا کہ جبکہ غم اپنا دلی امر بناؤ گی میں اس کا تمہاری بہ نسبت زیادہ مطیع
 ہونگا تو یہ زیادتی سمع و اطاعت کی بجز اس کے ممکن نہیں کہ آپ نے اس شخص کو

جسکو اہل حل و عقد نے امام بنایا ہر شرعاً واجب اللہ طاعت سمجھ کر کہا ہوا اور جب آپ بروہی حکم شرع
 واجب اللہ طاعت اعتقاد کرینگے تو بے شک بہت دوسرے لوگ آپ زیادہ اتیان نامور ہیں کہ ہم
 ہونگے اور یہ بھی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب اللہ طاعت ہونا اور جناب امیر کا اوسکی طاعت ہونا بدو
 اوسکی ممکن نہیں ہے کہ بروہی شرع اوسکی راست و طائف صحیح و معتقد ہو چنانچہ ہم اس عالم کی
 ثبوت میں سلسلہ بحرانی کی عبارت کو اوسکی شرح سے نقل کرتے ہیں اہل فہم و انصاف
 لا حظ فرماوین قولہ و از ترک ستونہ امر ای کنت کا حد کہ فی الطاعت
 لامیر کہ بل علی اکون اسمعکم و اطوعکم کہ ای لقوة علم یوجب طاعتہ
 الامام و انما قال علی لانه علی تقدیر ان یولوا احد ایخالف امر اللہ
 لایسکون اطوعہم کہ بل اعصاہم و احتمال تولیہما ہم لمن کذلک قایہ
 فاحتمال طاعتہ کہ قائم فحسن ابراد علی انتہی بقدر الحاجۃ بحرانی صاحب کی عبارت
 اور انکا تصریح قابل ملاحظہ اولو الامام ہر دو فرماتے ہیں کہ جناب امیر کا اسمع و اطوع ہونا اسوجہ سے
 کہ آپ حکم شرعی جو ب طاعت امام کے علم میں اور آپ جانتی ہیں کہ امام کے طاعت بروہی حکم
 شرع واجب ہے اور وہی ہے کہ امامت ثابت کیلئے شرعاً منعقد نہوا و امام بروہی شریعت امام
 صحیح نہوا و جب اللہ طاعت نہیں ہو سکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جسکو
 امام بنادین وہ شخص نہ اندام امام و واجب اللہ طاعت ہے اور جناب امیر ہی اوسکو
 واجب اللہ طاعت اعتقاد فرماتے ہیں اور جب شرعاً امام اور واجب اللہ طاعت ہوا تو آپ کیوں نہیں
 اوسکو امام سمجھیں گے لیکن شارح بحرانی نے اسقدر قید اور لگائی کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ لفظ لعل
 سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ایسی شخص کو امام بنادین کہ جو مخالف
 امر اللہ کے ہو تو اسوقت آپ اطوع نہو گے بلکہ زیادہ مخالف اور نافران ہونگو اگرچہ بحرانی
 یہ نہ مانا غلط ہے کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے تکذیب و تخیل خود جناب امیر بموجب اب
 امیر معویہ کے فرما چکے امیر معویہ نے انکو اوس خط کے جواب میں حسین آپ امیر معویہ سے

بیعت طلب کی غرض اور یہ نیز یہاں تک کہ میری ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی ہے جو ہونے لگے
 واپس واپس آئے ہیں ہاتھ بیعت کی غرض تو ہم ہی اسکا قبول کرو۔ لکھا تھا کہ اگر آپ ہی مثل ابوبکر و عمر
 ہو گئے تو انکی خلافت بیعت اہل حل و عقد صحیح ہوتی اور میں آپ کے برگزینہ لڑنا لیکن جیسا
 مثل ابوبکر و عمر نہیں بلکہ وہ دو قصاص جاری نہیں کر سکتے یا قاتلین عثمان کے حامی ہیں
 تو اس حالت میں بیعت اہل حل و عقد سے انکی خلافت منع نہیں ہو سکتی اور اہل حل و عقد خلافت
 پر آپ پر حق ہے بیعت خلافت کے جو بیعت خلافت کو سر بخدا نہیں کر سکتا اور اسکی جواب میں
 جناب امیر نے تحریر فرمایا کہ وزعمت اضافہ علیہ بیعت خطیئت نے عثمان
 کت امر امن العاجزین اور دت کما اور دوا وادرت کما اصدروا و
 ماکان لہم علیہم علی ضلال و یضربہم یعنی قاتل جواب یہ ہے کہ جو مجاہدین خلافت لان قاتل
 عثمان کا لگتا ہے اس پر جو ہے مجاہدین اور اہل خلافت نہیں سمجھتا اور یہ کہ اہل حل و عقد
 نے خطا کی ہے جو غیر اہل کے ہاتھ پر بیعت خلافت کے گویا بالکل غلط اور غلط ہے کیونکہ میں ہی ایک
 رجل ماجرین میں سے ہوں جو ابھی حال تھا وہی میرے حال تھا اگر میری ذمہ الزام ہے تو سب
 ذمہ الزام ہے اس میں میں نے کوئی خاص کام کر جو سب مجاہدین سے علیحدہ ہو نہیں کیا پس
 اگر اہل حل و عقد نے مجھے بیعت کی اور میں نے خلافت سے انکار کیا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گری
 پر مجتہد ہوں اور سب سب حق سے اندھے ہوں اور یہ حال ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا
 کہ بیعت اہل حل و عقد کی صحیح خلافت کے ساتھ نہیں ہو سکتی ہے اور علامہ بکرائی نے
 جو بیعت خالی قائم کیا کہ اہل حل و عقد شخص کو امام بنا دیں جو مخالف امر اللہ کے ہے یہ غلط ہے
 اور جناب امیر کا جواب سراسر اسکو مذکور لیکن با اینہم ہم اسکو علی سبیل التسلیم کرتے
 ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا اسی امام کو وہب الماطلست اعتقاد کرو جسکو اہل حل و عقد
 امام بنا دیں اور وہ اپنی شجاعت اور قہر و بیج شرافت میں مخالف امر اللہ کی نہ ہو اور خالص سی
 نوع میں جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنی مسلمان بکرائی کو سچا سمجھو اور ظاہر ہے کہ

جناب امیر زمانہ خلافت خلفائے راشدین اس معراج و الطوع و تریح کی قسم کی چون چڑا ہین کی
 باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت شاکین من انفسہا ہی ہست چنانچہ خوش گزار
 ہون میں اور کلمات قبیح و مستحکم مثل ختمین پروردہ نہیں شدہ و خاتمین درخانہ گنجۃ الخ الی آخر
 الکفریات و فانی بکلی جامع ہما جمین و انصار میں جا کر داد دیا اور فریاد و فغان کے
 لگے آپ کو خوش نہ آیا۔ بروایت حدودی اثنی عشرین جہاں میں آدھون کے گیارہ جہاں میں آدھون
 سہو آپ سی ابتدا خلافت صدیقی ہین درخواست کی کہ ہم ابو بکر کو مسند خلافت سے
 اتار دین آپ کے منظور نہ فرمایا۔ حضرت عباس اور ابو سفیان کے درخواست بحت کو
 قبول نہ فرمایا۔ قسم قسم کی اثنی عشرین جہاں میں آدھون طرح طرح کی تہلیل و تہدیس
 لیکن معراج و طاعت کی عودۃ الیقینی کو ثابت سے نہ دیا پس جب باوجود ان باتوں کو بھی
 آپ نے کہی چون چڑا ہین تو اس سے زیادہ کون اس معراج و الطوع ہو سکتا ہو کیونکہ امام کے واجبات
 ہو چکا آپ کو بہ شہادت بکرانی قوی علم تھا اور جب امام بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے کسی وجہ سے
 چڑا ہوا کسی اطاعت سے نہ انحراف گویا خدا کو حکم سے انحراف ہی جو معصیت ہی قطع نظر
 اس سے کہ ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کر چکے ہیں کہ سیرت خلفائے راشدین کی مثل سیرت ملوک
 و سلاطین جائزہ کہ نہیں ہے بلکہ ترویج و محالہ دین اور احیاء اشعار و سیرت امام میں سرگرم تھی
 اور ہمیشہ پاس شرع شریف نصیب العین اور نہ نظر طر راستی تھی۔ تو جب ایسی خلافت
 کو دینی اس معراج و الطوع نہ ہوگا تو یہ کیسی ہوگی۔ بہر کیف خلفائے راشدین کے زمانہ میں ان کی حکم
 کو مطیع و مشقاد رہی اور آئینہ کی طرح بھی بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
 فرمایا کہ تم جب کو امام بنا لو میں اسکا مطیع و منقاد ہوگا اور یہ ثابت ہو چکا کہ آپ کی
 دیادنی اطاعت و منقاد ہو چکی کہ آپ کو وجوب اطاعت امام کا حکم زیادہ معلوم
 و متیقن تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام بنی اور جب اطاعت ہو اور آپ اسکا مطیع
 بروی حکم شرع مطیع ہوئی۔ تو آپ کی امامت منہ و حقہ باطل ہوئی اور اس شخص کے

اہم ثابت ہوئی اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جسکی امامت کو اہل حل عقد تسلیم کر لیں اور متفق ہو کر اہل حل عقد جسکو امام بنالیں اور خلفائے ثلاثہ کو اہل حل عقد نے امام برحق تسلیم کر لیا تھا اور انکو امام بنالیا تھا تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہو گئی۔ تیسرا جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔ وانا لکم وزیر اخیر لکم منی امیرا۔ یعنی تمہارا لیڈر من وزیر ہوں یہ بہتر ہے اس سے کہ میں تمہارا امیر ہوں حاصل یہ ہے کہ میری امارت تمہاری امیر برحق اور وزیر بہتر اور خیر ہے اور خیر ہے کہ جس امارت کے آپ وزیر ہو شہر اور جن امرا کی آپ معین ہو خیر ہے کہ وہ امارت ہی خیر ہوگی اور یہ بھی ہے کہ خلافت تمہارے سابقہ میں جناب امیر وزیر مستبر صریحاً سمیت جہات میں آپ سے شورہ لیا جاتا تھا اور آپ کے شورہ پر عمل کیا جاتا تھا تو وہ خلفائے جن کو آپ وزیر تھے وہ عن اور خیر ہو گئی باقی رہا یہ امر کہ یہ خیر ہے کہ اس کے طرف راجع ہے آیا عرف ظاہری دنیادی سہولت حال کی طرف راجع ہے یا طعن باعتبار دینی دنیادی امور کے سببے طرف مائیدی لیکن ہم کہتے ہیں کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہیں اور احتمال ثانی نے بروی دلائل صحیحہ و مستحسنہ کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ جس میں دین دنیا کا نقصان ہو اس پر خیر کا اطلاق کیسے صحیح نہیں ہو سکتا امامت دین اور دنیا کی امامت عامہ ہے جسکی بنیاد میں اور دنیا کی اصلاح حال منوط و مربوط ہے اور امام نہیں بن سکتے کہ اس کے احوال دینی اور دنیاوی کے احاطہ کرتا ہے لیکن تفسیر یہ ہے کہ خود شارع علیہ صلوٰۃ والسلام کو مقرر ہے ایسا طور و اسکی شان میں۔ عزیز علیہ غناہم۔ ارشاد ہے خود خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکد اللہ ولا یزید بکد اللہ۔ اور فرماتا ہے ولا تجعل علیک فی الدین من حرج۔ پس جب شارع کو یہ سہولت نظر ہو تو اسکو کون انکار کر سکتا ہے اور ان امام است کا طبع ہو جاوے کہ جو کچھ انکی مرضی ہو وہ کرے یہ پسند اگر پہلی کسی امام نے کیا ہو تا تو اسوقت جناب کو اسکا فرمانا شایان تھا اور جب کسی امام نے

ایسا نہیں کیا اور نہ لوگ اسکی عادی ہتی ہمیشہ امام اپنی راہی دستورہ سے سرکنا مہمات
 کرتے رہے تو ایسی حالت میں آپکا پھار شاد صرف سہولت حال کی طرف راجع نہیں ہو سکتا
 علاوہ ازیں مظلوم خبر سے بلا قرینہ فرد ناقص بلکہ انقص اولینا یعنی خود خدات قاعدہ عرف اور غلط
 سے تعجب ہی کہ امام مخصوص میں فتنہ و منصوب میں الرسول بالفعل ہو اور وہ کہہ ہی اپنی حق کا
 نام نہ لی اور اگر لوگ اسکو چاہیں تو بدعت اور قتل فرمادی اور ٹوٹی کر میری وزارت
 تمہاری سی بہتر ہے امارت اسقدر بہتر نہیں۔ خبر۔ دعوتی والتسوا غیرے تک مضامین
 نہ ہتا لیکن یہ سب سے منصوصیت خلافت کو بطل کر رہا ہے اور ثابت کرنا ہے کہ انفاق و خلافت
 بیعت اہل حل و عقد پر موقوف ہے چنانچہ ان جملوں سے پہلا جملہ صریح دلیل ہے واعلموا انی ان اجبتم
 لکنیت بکم ما اعلیٰ ولم اصنع الی قول القائل وحتب العاتب اس میں آپنے اجابت کو
 ضمیمہ کی طرف منسوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری ٹیم کے اجابت کر لوں گا تو بہتر کو اپنی راہی چھوڑ
 اور تم سے اپنی ٹیم کے موافق کام لوں گا تو آپنے اپنی عمل و تصرف کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا ہے
 تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل و عقد کی التماس کو قبول فرمادیں گے خلیفہ بالفعل امر بیعت
 ہوگا کیونکہ انفاق و طرین کے ایجاب و قبول اور رضا و تسلیم سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ
 بالفعل امام و خلیفہ نہ ہتی ورنہ خلیفہ کو جو خدا قائلے کی طرف سے مقرر ہوا اجابت کے سوا چارہ
 نہیں ہے۔ ان جنہم کہہ مسمیٰ نہیں رکھتا اگر اجمال امر خلافت اسوجہ سے ہوتا کہ امت کے
 طرف سے اجابت و تسلیم میں کوتاہی ہے تو یہ ان اجبتمو نے فرمانا مناسبت ہتا یعنی
 تمہاری طرف سے تقصیر ہے اگر تم اجابت و تسلیم کر دے۔ الحج۔ پس اس سے حراۃ و بیہ ہوتا
 کر دیا کہ دار مدار انفاق و خلافت کا بیعت اہل حل و عقد پر ہی اور جناب امیر مگر خلیفہ
 منصوص نہ تھے جیسا کہ حضرت شیخہ کا داعی پس محاسن مطلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا
 یہ ہے کہ آپکے مسمیٰ کہ ابتداء زمانہ خلافت نبوت میں کار نامہ ہی نمایان اور اسلامی ترقیات
 بی پایان ہونے والی ہیں تو عجب نہیں کہ کہہ ہی آپکی خواہش ہوئی ہو کہ یہ کام میری

ہاتھ سے محکم نہ ہو اور یہ حسانت میرزا نامہ اشغال میں درج ہوئے لیکن چونکہ یہاں سرعقد نہ تھا
 اور اس کام کے لیے کارروایاں ان مضافات قدرے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپ کا دست بخیر
 لوگوں کو وصول سے کوتاہ رہنا بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ آئی کو سب سے پہلے اس زمانہ خلافت نبوت
 قریب الاختتام ہو چکی اور ترقیات اسلام کا شباب بڑھ چکی کے ساتھ تبدل ہو گیا۔ اب باہم
 خانہ جنگیوں کی گرم بازاری ہو گئی تو ملیسی کے پیست کے قبول کرنے میں عقل و شریعت
 فراموشی اور یہ الفاظ صاف صریح طور پر اس مدعا کو ثابت کرتے ہیں فانما مستقبلون
 امرالہ وجوہ والوان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الامان
 قد اقامت والمجید تنکرت چنانچہ آپ کی زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شوہب
 فتن سے پاک ہوا اپنا ترک کرنا نہ خلافت نبوت منقرض ہو گیا اور ملک عضو ض کے زب
 آل ہوا وسط حسرت کو ساتھ جناب امیر نے فرمایا۔ بتلیت لقال اہل الشبلیہ غرض ہر کو
 اسکی مطلب ہو گیا غرض اور اسکی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جسکی ہم اثبات کے مدلی
 میں یعنی ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ وہ بحول اللہ وقوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہو چکا
 چارویں عشر۔ امام ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب اغالی میں روایت درج کی ہے کہ
 عن ابی الابرار الاکبر قال جابر الیوسفیان الی علی بن ابیطالب فقال یا ابا الحسن
 ما بال ہذا الامر فی اضعف قریش وافلها فواللہ ان شئت لاملانہا علیہم
 خیلا ورجلا فقال علی بن ابیطالب طال ما عادیست اللہ ورسولہ والمسلمین فافترم
 ذلک شیدا انا وجدنا ابا بکر لہما اھلہ اس روایت سے ثبوت حقیقت خلافت علی

ثبوت حقیقت خلافت علی بن ابی طالب

ابو البراء اکبر سے مروی ہے کہ ابو سفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا اسی ابو الحسن
 ارضاف کا حال ہے کہ قریش میں ہی ضعیف اور بے قوت ترین میں ہے۔ خاک کی قسم اگر تو چاہی تو میں میدان
 سوارید بونسی بہر دوس علی بن ابی طالب سے۔ دیا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور میرزا کا دشمن رہا اور
 انکو جو نقصان پہنچا یا ہمیں اپنی کو خلافت عنکیر لائق پایا۔ ۱۲۔

بذاتِ شافعی ثابت ہوتا ہے اور دوسری افلاکین ایسی جو کہ مستقر ہیں تو جب کہ
 حقیقت ثابت ہوئی تو اور دیکھی ہی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہا
 مگر ان پر استدلال نہیں ہے کہ جواب اگر صاحبِ افغانی ابوالفتح علی بن حسین اصفہانی
 کے عدم اعتبار کا قیضہ پیش کرینگے تو ہم کو کون سی روایات کی بدولت اور کون سے علماء کے
 تحقیقات عرض کر کے متنبہ کریں گے کہ اس صورت میں آپ کو صحاح کی خبر نہیں
 اور غالباً یہاں قابلِ اخراج ہو گئی جبکہ معمول ہوا اور معتزہ علیہا اعتبار فرما کر کہا ہے چونکہ
 اس بحث میں کسی قدر اضمحلال ہو گیا ہے اس لیے اس کو سببِ ختم کرنے میں اور اقوال آئندہ
 جواب دہ نہیں۔ **قول**۔ جبکہ ہم نے اپنی شرائط ثلاثہ کو آپ کے کتبہ معتبر سے
 دلائل ثابت کر دیا اور ضمیمہ اس کا اہم الہامات ہونا بھی ثابت ہو گیا اور کچھ دیگر اقوال معتبر
 ثابت کیا جائیگا تو اب فرمائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا
 اس باب میں کیا ارشاد فرمایا۔ **قول**۔ دعویٰ اثباتِ شرائط ثلاثہ بدلیل
 محض سہل و آسان ہے ناشی بہ بزرگ و فاضل کہ شیخ کرم اللہ وجہہ دلائل سے ثابت کر چکے ورنہ
 فی الحقیقت اذنا ثبوت محال ہے کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت کے خلاف ہوں ان کا
 ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہو چنانچہ آپ کی دلائل کے جواب میں گذارش ہو چکا اور ہم
 الہامات ہونا جو بار بار آنکھ زبان پر ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی عادت قدیمہ کی
 موافق یہ بھی فرما دینا کہ اس مسئلہ میں امتیاز نہ فرمائیے کیا ہے چنانچہ ہم آئندہ قول میں
 جیسے وہ آپ کے اس بحث کی آپ کی گذارش خدمت کریں گے اور جب شرائط ثلاثہ کا آپ سے رابطہ نہیں
 ہو سکتا تو یہ سوال آپ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس میں
 کیا ارشاد فرمایا ہے موقع ہے مان یہ موقع ہماری سوال کا ہے کہ جب شرائط ثلاثہ باطل ہیں
 تو فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا
قول۔ رہا آپ کا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو صحیحاً بالوافق الخ جیسا کہ

کلام کر اصل معنی بیان کی گئی اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھ رہی تھی وہ ہرگز اسکا مطلب نہیں ہے بلکہ
 شبہ مرفوع ہو گیا جو کچھ جناب سالت تھے اسے اب میں فرمایا ہوگا خاصہ یہی کہ ہمیں انداز
 کلام میں کچھ فرق نہ ہوگا اور اگر مخالفت ہوگی درہم و دارشاد بجائی خود حق و درست ہوئے
اقول بحوالہ اللہ وقوتہ سر ثابت کر لی میں کہ جو معنی آپ نے اس کلام کے صہو سمجھ رہی تھی وہ
 غلط تھی اور تمام بکاوہ تھی دوسری کلام میں کیسے قدر تیار ہو رہی تھی پس اس تعلق سے محقق ہر چاہے
 کہ اس کے اصلی معنی اور واقعی مطلب ہی تھا کہ جو سمجھ رہی تھی پس بلا اعتراض کسی طرح اگر حصول سے منع نہ
 نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اب میں جو کچھ فرمایا وہ اسکی مرکز نہ تھی
 نہیں ہوگا **قول** تعجب ہے کہ بابت دلیل آپ نے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہے حالانکہ یہ سنی
 وہ عرض ہوئی میں جو پہلو دو قسمی میں دیکھ اگر تاویل کی جاتی تو تاویل کی بہت گنجائش تھی بلکہ
 بابت تاویل نہایت وسیع ہے **اقول** جن دلائل سے ہمیں اب تاویل کو ہیجانبہ کیا ہے
 وہ دلائل وہ ہیں کہ جن سے ہم نے انکی معانی کو چل کیا ہے اور سابق میں مذکور ہو چکا ہے میں اور میں
 یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہ معنی جو آپ نے بیان فرمائی میں محض خیالی میں اور واقعی ایسی معانی
 تاویل نہیں کہا جاتا بلکہ یہ تحریف معنوی ہے پس جس جگہ عبارت مجزا ایک معنی کسی دوسری
 معنی کو محتمل ہی نہ ہو اور نیز مجزا ایک معنی موضوع کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی توجیہ
 قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قرائن دلالت کرتی ہوں تو ایسی حالت میں بابت تاویل مسدود
 پیدا کرتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ بابت تاویل واضح ہے یہ استخراج کرنا کہ ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے یہ فقرے ہی علم
 فضل پر زیبا ہے بلکہ اگر ایسا ہی تاویل واضح تو نفوس صریح میں مثل اللہ المتواضعین دیکھا دیکھا
 تو تاویل کچھ تعجب ہے کہ باوجود اس خطہ خیر مجتہد مولانا کو نفی صریح اختلاف میں سمجھتے ہیں اور
 قابل تاویل نہیں سمجھتے معلوم نہیں میں کس دلیل سے بابت تاویل مسدود فرمایا پس بابت تاویل کے دستہ
 متفسر نہیں کہ جس جگہ جاری ہو سکی۔ **قال الفاضل** بحسب۔ **قولہ**۔ باقی رہا۔
 اہمیت سے یہ سوال خلافت اور نزدیک اردین میں۔ الخ سو آواز انکی کچھ ضرورت نہیں

کیونکہ جب امر ثابت ہو تو اس کی شرائط کے بدلائل ثابت فرماؤ گے تو اس کا اہم الہامات ہونا ہی ثابت
 ہو جائیگا اہلسنت کچھ یہی کہاکرین بمقابلہ دلائل معتبرہ کے انکا قول کو یکراں معتبر ہوگا۔ اقول۔ جبکہ
 بہت بڑا اختلاف اور مابہ النزاع اہلسنت شیعہ میں امر خلافت ہی شہرا جیسا کہ ثابت کیا گیا
 اور کم نزدیک بھی جو امر مبنی معظم اختلاف کا یہی وہ بھی بالآخر منجر بحجت امامت ہی ہوتا ہے تو اس
 سوال کی شد ضرورت تھی کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل شرعیہ میں سے عمدہ مسئلہ ثابت ہوگا
 تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ ہوگا جو طرفین ایک دوسری کو ہٹا
 رہیں یہی قول العبد الفقیر الی مولانا العفی اہل انصاف دیکھیں کہ
 اسنی کیا عرض کیا تھا اور چار محیی سبب اسکو جواب میں کیا فرما رہے ہیں ہر کوئی چہ فرمایا ہے اسکی
 دلیل عاسی کہہ رہی ہے یا نہیں یہی شخص حضرت کی سخن فہمی ہے اسنے سوال کیا تھا کہ امامت
 امر دین سے ہے یا نہیں اگر یہی تو اصول سے ہے یا قروع سے اسپر ہنی عرض کیا تھا
 کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب مسئلہ امامت مع اسکو شرائط کے بدلائل آپ
 ثابت فرمائیں تو اس مسئلہ کا امر دین میں سے ہونا بھی ثابت ہو جائیگا اور اصول سے ہونا بھی
 ثابت ہو جائیگا اسکو جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فیما بین اہلسنت و شیعہ بہت بڑا اختلاف
 امر امامت میں ہے اور کم نزدیک ہی معظم خلافیات اسبح بحجت امامت ہے تو اس سوال کی شد
 ضرورت تھی اور اسکو دلیل یہ ارشاد ہوئے کہ ہے کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل
 شرعیہ سے عمدہ مسئلہ ثابت ہوگا تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہ ہوگا پس اس
 تقریر سے ہماری اعتراض ک کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعا سے کیونکر ربط ہوا ظاہر ہے کہ جب
 یہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزاع ہے اور جب تک اسکا اہم الہامات ہونا ثابت نہ ہوگا تب تک
 یہ اختلاف موجب ضلالت نہ ہوگا تو اس سے صرف یہ بات ثابت ہوئی کہ اسکو اور اسکی شرائط
 کی اثبات کی ضرورت ہے جب وہ مع اپنی شرائط کی دلائل سے ثابت ہوگا تو اسوقت یہ
 اختلاف موجب ضلالت ہی ثابت ہو جائیگا پس اسکو مع اسکی شرائط کی اثبات کی ضرورت ہے

یہ سوال کی اور بندہ نے ہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے آجکے
 محض دعویٰ دلائل سے اور کوئی ثابت فرمائی دین میں اور اصول میں ہی ہونا
 خود ثابت ہو جائیگا تو اس عبارت سے ہماری اعتراض کے فتویٰ ہوئی نہ ہماری اعتراض کا
 جواب اور اس سے کچھ بھی منسوخ ہو گیا کہ دعا تو اشد ضروری ہونا سوال کا ہونا اور دلیل سے اشد
 ضروری ہونا ثبات امر خلافت کے مع اس کے شرائط کے ثابت ہوا۔ رہا اثبات امر خلافت
 مع اس کے شرائط کے سو اس کی بحث گذر چکی اسلئے انصاف ملائمہ فرامین سادہ انصاف سے
 بدل دینیں اور بحث اہم الہامات ہونی کی غنہ پر آتی ہے اس کی منتظر رہیں **قول**
 المحمد اللہ کہ منی الامت کو مع اس کے شرائط کے مدلل ثابت کر دیا **اقول** جن دلائل سے
 آپ نے الامت کو مع اس کے شرائط بقیم خود مدلل ثابت فرمایا ہے اور دلائل کی کیفیت است
 بندہ خود بھی منسوخ کر چکا ہے اور بوجہ اثبات کر چکا ہے کہ یہ دلائل ایسی والہی و ضعیف
 ہیں کہ اگر کوئی ممکن نہیں کہ قیامت تک ہی ثبوت دعا ہو سکے **قول** امر جو جب اسرا زائد اخفاء
 سے نقل ہوئے ہیں اور ان میں ہی لفظ یعنی اہم الہامات بلکہ اس سے بڑھ کر مثل اس کی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم تقریب علیہا و بان فریضہ مخمور نہ گنتہ ادائی کا جب مذکور ہوا تھا حاشا من ذلک الخ
 جو قریباً اس آیت دانی ہدایت کا ترجمہ ہے کہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ موجود
 آپ ان عبارت کو نظر غور سے انصاف سے مطالعہ فرمادیں۔ **اقول** آپ کی تقریر سے
 اور نیز تقریرات سابقہ و لاحقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت و جمیع مسیما است کہ
 اہم الہامات ہو چکے بارہ میں تمام ہر ذریعہ سے اور ان کی اس میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے اس میں
 آپ ہی نہیں سمجھ کر اصل امر التزاع کیا ہے اور کس چیز میں نزاع خلاف ہے۔ آپ کو خواہی کلام کو
 شریع ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہم الہامات ہونے اور ہونیکو اب التزاع سمجھ کر ہوئی
 میں اور یہ سمجھ کر کہا ہے کہ نزاع اس کی ضرورت اور ہمیشہ میں ہے ایسی اہل سنت کی کہتا رہیں
 جبکہ لفظ ہمیشہ یا اس کو ہم معنی مل گیا وہی ثبوت مدعا کیلئے برہم خود رض ہے حالانکہ ہم

اہل سنت اور جمیع مذہب کے اہم الہامات ہونے کی نسبت
 بالانزعاج کی کیفیت ہے۔

خیال بالکل غلط اور سراسر لغو کیونکہ جس شخص پر حکام و خصوصاً شیعیہ کا متبع کیا ہی وہ سمجھ سکتا ہے کہ اہم
اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ اصول میں ہو۔ ممکن بلکہ بہت حکام ایسی
ہیں جو فرضی علی میں اور نہایت اہم اور ضروری ہیں کیا آپ کے نزدیک صوم و سلق اہم اور ضروری
نہیں کیا آپ انکو دینے باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتے۔ پس اہمیت شیعیہ کے
کچھ ایسی ہی ہے کہ وہ اصول میں ہی ہیں نہ کہ وہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اسکی اہمیت بوجہ وجوب قطعی
الثبوت ہونی کے ہو جائے۔ اہمیت ان باتوں کا فیض اور احتساب عن الحوات اسکی سی شاہد عدل
کافی ہیں اور نیز ممکن ہے کہ اہمیت حکم کی باوجود اسکی شیعہ کسی دوسری ضروری امر کی ہو ہو سکتی
و سئل تو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور ایسی وجہ ہے کہ مقدمہ الواجب واجب قاعدہ قرار پایا
جائے۔ معنی جو لفظ اہم الہیات کا لکھا ہے وہ اسی اعتبار سے لکھا ہے اور یہ امر سیاق عبارت سے بخوبی
ظاہر ہے اور ہر شخص اسکو سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ ہم سے کام لے پس یہ ضروری نہیں کہ جو بردہ
شرح اہم ہو وہ اصول میں ہی داخل ہو مان یہ ضروری ہے کہ جو اصول دین میں ہے وہ گناہ ضروری
اہم اور ضروری ہوگا پس ہم سناہ است کو اہم اور ضروری کہتے ہیں لیکن چوں کہ دین میں ہی نہیں سمجھتے
اور حضرات شیعہ اسکو اصول دین میں داخل کرتے ہیں تو منشاء نزاع فیما بین اہل سنت و شیعہ
اس خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں ہے بلکہ اصول میں ہونا ہے۔ سلیبی ہماری بحث بلکہ میں
وہ دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں صرف اہمیت خلافت ہو یا بالکل اہمیت اور پھر میں جبکہ منشاء
یہ ہے کہ مسئلہ بالذریعہ کو نہیں سمجھا اور نہ تعیین محل نزاع کا اسکو معلوم ہوا۔ نہ وہ دلائل اس
قابل میں کہ ہم انکو نظر التفات سے دیکھیں اور اصل وجہ اس نزاع و خلاف کے فیما بین اہل
و شیعہ مسئلہ خلافت میں ہے کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ عباد پر واجب ہے کہ ایکو اپنا خلیفہ بنا دیں اور اہم
مقرر کریں اور شیعہ کے نزدیک اس میں عباد کو کچھ دخل نہیں ہے بلکہ کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہے
کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرمادیں اہل سنت کے نزدیک جب استخلاف عباد پر واجب ہے تو اسکا
وجوب سلق انکو عمل کے ہو سلیبی فرضی عملی ہوا۔ پس یہ اہل سنت کے اسکو ابطال کے لیے وہ

دین فلاح اب ہوگی جو اس لئے کہ فریعی ہوئے کو بطل کر دے اور اصول ہونا ثابت کری اور اسی
 کو جو دلیل ازائم مختص نقل کی ہو وہ ہر مفیدہ عجیب نہیں ہو کیونکہ اس اگر ثابت ہوتا تو یہ نہایت عجیب ہو
 کہ خلافت فریضہ مختوم ہے وہیں اور یہی سترم اسکی جہولی ہوئے کو ہرگز نہیں بلکہ کلام و ثابت ہو
 کہ فریضہ مختوم ہی عباد پر ہی اور انکی عمل کے متعلق ہے تو اس پر ہی اسکا فریعی عملی ہونا ثابت
 ہونا اصول میں ہی ہونا۔ رتائیت دان لم تفعل فمالغت رسالتہ سے بہت لال اس معیار پر
 اس سے ہی زیادہ نوہر کو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام و وجوب حضرت
 و اب دلت و کرامت اور علی بن القیاس قصص و امثال و مشاہدات وغیرہ سے نازل ہوئے
 اور جنکی نسبت حکم ہو کہ عباد کو پوچھا و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو کہ اور ان سے
 تبلیغ فرادین اور کسی میں اختلاف کو تا ہی نہ فرادین خواہ وہ اہم اور ضروری مثل فرائض کے ہوں یا ہون
 پر اگر غرض محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سے کسی امر کی تبلیغ میں اختلاف نہ
 خواہ وہ امر ضروریات دین سے ہو یا ہو تو یہی تبلیغ رسالت میں کو تا ہوگی اور مضمون آیت
 وان لم تفعل فمالغت رسالتہ صادق آویگا۔ پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیت پرستہ
 لانا سہل لا ظاہل اور پس ان ہمارے کو ہماری فاضل مجیب بخود ملاحظہ فرمائیں اور قتل و شہادت سے کہیں
 معذرت اندر نہ جیتا اور یہی ثبوت ہے جو جناب کرام کے آپ فضیلت کے مستحق ہیں اور یہی
 منظم اختلاف کا ذکر فضائل کو ہی التفاد کرتے ہیں وہ ہی ایک کو ایسا اہم اللہات سمجھتی تھی کہ یہ
 کائنات و موجودات کی نسبت الہیہ بدون تہنیز و تحفین کی جو رہی اور اسکی طرف ایک
 صحابہ کرام توجہ ہی نہ ہوئی اور عقیدہ بنی ساعدہ میں تانی نے اول کو خلیفہ بہا ہی دیا اب فرمایا
 کہ ہمیں یہ جلدی عجیب کہ اگر محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور بہت الہام
 کی سہمدی و صورت پر مال سے اور خلافت کے اہم اللہات ہوں کی غرض سے تھی یا کسی اور غرض سے
 مفصل ارشاد ہو اور یہ حال کل کتب احادیث و تاریخ و سیر میں درج ہے اور ہمیں تو
 طابع انہوت کو ہی ملاحظہ فرادین اس میں عجیب سے ہی لفظ یعنی اہم اللہات تحریر پر

اقول اس مسئلہ میں یہی وہی خرابی موجود ہے کہ ہماری فاضل مجاہد نے امتنا زونہ کو
 اثبات مطلوب سے اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اسکو مہول گئی اور حضرت
 لفظ اہم الہیات کہ چھپی ہوئی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ التزاع کیا ہے اور اگر یہ ثابت ہو گیا تو اس
 شخص کو کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شاہ اس جہاد شرم کو سقیفہ نبی علیہ
 کہ قصہ ہو جو اپنے مسئلہ لال فرمایا ہے بالکل لاطائل روح ہے کیونکہ غایتہ مانے الباب اگر اس سے
 لازم آتا ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امین خرد میں ہیں کہ جس پر باہم
 متعارض پیش آئی ایک امر کو جو زیادہ اہم تھا دوسری پر غلبہ م فرمایا۔ پس اس سے بجز اسکی
 کہ یہ ثابت ہو کہ اختلاف اہم اور ضروری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سوا اسکا کوئی مسئلہ
 یا نہیں یا حضرت خاتم النبیین علیہ السلام میں وہ سب اپنی اپنی رتبہ میں اہم اور ضروری ہیں اسباب
 نزاع ہیں کہ کہ اختلاف اصول میں ہے یا فروع میں ہے پس اس کی سیاق ثابت ہے
 کہ اختلاف اصول میں ہے تو نہیں ہے بلکہ فروع میں ہے کیونکہ جو لوگ شریکیت سمجھتے
 بنی ساعدہ تھے وہ سب علم مخصوص خلیفہ اول خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما وجوب اختلاف کو
 منہذ عن افعال است اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہو کہ یہ واجب اذکر نزدیک
 داخل فروعات تھا۔ رہا یہ امر کہ اختلاف کا انجام تجنیہ و تکفین نفس اطہر و احد سے صلوات
 علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تھا یہ خود ظاہر ہے کہ اختلاف ایسا مقدمہ ہے کہ اس پر احکام
 بنا دیں و اسلام اور تقیم ام دین موقوف تھا اگر اس میں تفرق نہ آتا تو خدا بخداستہ تمام دین
 ہی درجہ بہ درجہ ہو جاتا اور تجنیہ و تکفین کی تاخیر کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور ہمیشہ فائدہ
 کہ ہم الامین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر تجنیہ و تکفین کے جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت
 خلافت اللہ رضی اللہ عنہ میں اس خوف سے کہ اگر اس امر خلافت کا مطالبہ کر دین اور اس میں
 کر دین تو یہ تمام لوگ جو بظاہر کلمہ گو اور بیاطن کا فر میں ظاہری اسلام سے بھی پر جاوے گا
 اور تنہی اور تہذیب کثری ہوگا اور خلافت کا مطالبہ فرمایا اور اسکو ترک کیا اور جو امر کر

توحید و نبوت کے اصول دین میں ہوتا تھا اور کوئی بھی ڈال دیا تو گویا بے مروتی اللہ عنہ نے موفقت
 اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول ان کے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو بنیاد اصول دین کے اہم الہامات
 سمجھا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ اگر نزدیک کفر و نفاق اصل اصول دین سے اہم اور ضروری تھا
 نفوذ باللہ من ذلک۔ اور یہ طعن کے معنی یہ نفس الہی کی تجویز و تکفین کا طریف متوجہ نہ ہوتی
 اسکا جواب ہم الہامات سابقہ میں مفصل گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔ پس اگر اور ہم
 النبوة وغیرہ میں خلافت کو نسبت لفظ اہم الہامات درج ہو تو وہ ہماری مرکز مخالفت نہیں ہے
 اور نہ ہماری محبت کے مفید مدعا بلکہ وہ اسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کر چکے ہیں
قولہ شرح عقائد نفسی میں یہ عبارت موجود ہے ولان الامۃ قد جعلوا
 اہم الہامات بعد وفات النبی عم لصب الامام حتی قدموہ علی الدفن
 ولکن الحد موت کلی امام ولان کمنا من الواحبات الشرعیۃ یتوقف علیہ الخ
 شرح عقائد نفسی تو شاید اصل سنت میں کتب و رسم میں تھا اور حضرت مجیب عالم فاضل ابن عربی نے
 کہہ کر کتابت بقا پڑی ہوگی پھر تب ہی کہ حضرت امامت کو اہم الہامات نہیں سمجھتے۔ **اقول**
 عبارت منقولہ شرح عقائد نفسی سے پسند لال کفار یہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل محبت کو
 واقع ہو گئی ہے کہ ابہ النزاع کو فراموش فرادیا ہے اور لفظ اہم الہامات کے عجمی ہوتی میں سمجھ
 یہ لفظ طلب فرط خوشی سے جامہ سے باہر ہو گئی اور اکہین انہ کر کے کہ تجویز ہو جہی نقل
 کر دیا اور سمجھ کر میدان ماریاں یہ اس فہم پر کس قدر دعویٰ اور کیا کچھ ناز و نفرت را رعنا رات
 میں بجز اس کہ لفظ اہم الہامات مذکور ہے جو مفید مدعا نہیں اور کونسا لفظ جس سے ثبات
 ہوتا ہے کہ امامت اصول دین میں ہے۔ اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اہم الہامات
 سے ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ یہ حکم اصول میں ہے اور فروع میں سے نہیں
 شرح عقائد بیشک درسی کتاب ہے لیکن اگرچہ مفید نہیں بلکہ اس شائستہ ہالک بھڑوگر آیت قرآن
 ہی ہر تو ہی ثبوت مدعا محال ہے۔ پس اگر آپ ہماری امر امامت کو اہم الہامات

یہ سمجھنے سے تعجب فراہم تو کچھ تعجب نہیں لیکن تعجب یہ کہ خود ہی سوال فراہم کر لیا
 نزدیک خلافت امیر دین میں سے ہو یا نہیں شق اول میں اصول میں سے ہو یا فروع
 سے (اور خود ہی بول جاوین یا ہو لا دیوں قولہ جو امر واقعہ میں اہم ہو وہ کسی
 مانع نہ ماننی شیخ نصر بنین اہم اہم ہی ہے مگر حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہے کہ خود ہی کہا
 امر کو اہم المہات کہتے ہیں بکا اسکا ایسا ہونا بدلائل ثابت کرتے ہیں اور بالیقینہ خصم
 مفت باد میں اسکو نہایت ہی اخف سمجھتے ہیں **اقول** بے شبہ جو امر واقعہ میں اہم
 ہے اسکو کوئی ماننے یا نہ ماننے وہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے کہ خلافت
 بہت بار داخل اصول ہونے کے اہم ہے تو یہ ہر مسئلہ جو اس وقت تک آئے اسکی ثبوت
 کو یہی نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اسکو دقتیہ بلا دلیل کیونکر تسلیم
 کیجا دی۔ اور اگر اہمیت خلافت اسطرح منحوط ہے جسطرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہیں
 تو اسکا کوئی مستکر نہیں پس یہ اہل سنت کا حال نہیں ہی ہے جسپر آکاؤ تعجب کر
 یہ صرف حضرت کے علم و فہم و فضل و کمال کی خوبی ہے کہ اہم ہونے اور اصول میں
 ہونے میں امتیاز نہیں کر سکتی اور یہ تم تفرق نہیں سمجھتے مہنت کے نزدیک اہمیت
 وغیر اہمیت باعتبار محنت تفرق ہو لیکن بہتے حضرات شیعہ کی حالت عجیبہ قابل مہنت ہے کہ
 ہو کہ خود ہی اسکو اہم المہات اور اصول دین میں سے کہتے ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں کہ ائمہ نے
 کہہ خلافت کا نام ہی نہیں لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو مانی نبوت ہے
 ایک کا فو منافق کو ملے نہ کہ ہم بخشد یا ان نڈلاشی عجب **قولہ** جب ہمیں اسکو
 اہم المہات بدلائل سے کہتا تو اب آپ کی ہی قول کے موافق اہل سنت کیجیے ہی کہا کریں یہ ہم
 اہم المہات ہی ہو مقابہ دلائل معتبرہ کہ وہ بالا کا قول معتبر نہیں **اقول** بے شک اگر آپ
 دلائل معتبرہ شرعیہ سے امر خلافت کا اصول میں ہونا ثابت کر دیجئے تو اہل سنت کا قول
 مقابہ دلائل شرعیہ کے کیونکر معتبر ہوتا لیکن دلائل شرعیہ سے اسکا ثبوت کہ امر خلافت

اصول میں ہیں جو محال ہے کہ ایک سلاف بزرگوار دینی توحید ثابت ہو ہی نہیں سکتا تو آپ
کیا ثابت کر سکیں اور جبکہ آپ نے اپنی زعم میں اثبات سچا کیا اور کہہ دیا کہ ہر حکم میں اگر وہ
آپ کی سن منکر ہو تو ہاں پر قال الخاص اصل الحجب قولہ معہذا اختلاف اہل سنت کے
نزدیک فروع دین سے ہے چنانچہ خاتم المسکین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے
ازاد افین میں تصریح کی ہے۔ اول اگر واقعی اختلاف فروع دین سے ہے تو منکر ترتیب
فدوات معال گمراہ کیوں ہے حالانکہ مسائل فروعیہ میں ائمہ اربعہ المسنن میں اختلاف
کثیر ہے اور با اینہم جہادوں برجن میں کوئی ایک دوسری کو مبتدع و ضال نہیں کہتا
یقول العبد الفقیر الی مولانا الفتنہ سچا کہ اپنی محبت کی خوشنہم
کمال انوس ہو کہ حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سے مسائل و احکام میں جملہ نکار سے
مستحق تکفیر و تغلیل ہوتا ہو اور یہ سچ ہوئی میں کہ کس فروع کو مطلقاً ضال نہیں
کہا جاسکتا بلکہ صرف اویقت تکفیر و تغلیل کجا و دیگر جب انکار اصول دین کا ہو گا۔
حالانکہ یہ مختلف مار بالکل سلاطین و ظل ہے کیا یہ بات آپ کو معلوم نہیں کہ اگر ان کے فروع کا
انکار سے مثل خود و نیم کے مستحق تکفیر و تغلیل کل ہو سکتا ہو حاصل یہ ہو کہ ضروریات دین کا انکار
خداہ فروع ہو کیوں نہ ہوں مستوجب تکفیر نہ کہ ہو گا چنانچہ خود یہی ہو اور مسئلہ ترتیب فدا
بارہ و دیگر فروع میں سے ہے لیکن جو کہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہو ایسی اور
منکر ہی مستوجب تغلیل ہو پس احتیاق تغلیل منکر مسئلہ کی اصول دین میں ہیں جو
دلائل نہیں کرتا علاوہ ان کے وہ مسائل جنہیں اجتہاد کو سامع ہو اور ایک نوع کا خفا یا انکار
یا اجمال اور مضمون و لائل میں پایا جاتا ہو اور محتملات ناشیہ عن دلیل کی اور نہیں گنجائش
ہو تو ایسی اختلافات موجب حیرت میں اور یہ اختلافات مستوجب تکفیر یا تغلیل کے نہیں ہوں
چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت میں جہد اختلافات میں وہ اسی قسم کے ہیں اور جب یہ
موجب توسعہ حیرت میں چنانچہ ارشاد ہو اختلاف امتی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ

مشق تفصیل کے نہیں ہو سکتی اب ہم اپنی اس عاکر ثبوت پر اپنی محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شہید ہونی ہو
 دلیل لا کر میں وہ بحث کرتا ہوں صفر ۱۳۶۷ پر تحریر فرماتے ہیں اتفاق الجہد و من المسلمین
 علی ان المصیب من الجہدین المتساقلین فی العقلیات التی وقع التکلیف بہا
 واحد وان الآخر مخطئ اکثر لان الله تعا کلف فیہا بالعلم ونفسہ علیہ دلیلہ فالخطئ
 لم یقصر فیہ فی العمدۃ وخالف فی ذلك سڈ و ذ من اهل الخلاف وهو بمكان من
 الضعف واما الاحکام الشرعیۃ فان كان علیہا دلیل قاطع فالمصیب فیہا ایضاً
 واحد والمخطئ غیر معذور وان كانت مما یفتقر الی النظر والاحتیاد فالواجب
 علی الجہد استقراخ الوسع فیہا ولا اثم علیہ حیثی قطعاً بغیر
 خلاف ایضاً یہ۔ پس اپنی شبہہ میں کی شبہات کو ملاحظہ فرمائی اور اپنے
 استدلال کو دیکھ کر کچھ تو شرابی نہیں اسقدر گزارش کرنا باقی بچا کہ تمام فرق شبہہ کرنا نہیں
 جو کچھ اصول بن میں نکاذب و تجاہد و خصوصاً فرق شبہہ امیہ میں جو کچھ در باب است
 اختلاف ہو اوسکی نسبت ہم دوجہ میں ہماری فاضل عجیب فرمیں تو سہر۔ قطع نظر اس سے
 آپ کو اکابر و اسلاف مثل شام ابو یوسفی اور من الطریق جنسہ شام حکم بنہ انکر و ابوالحالی بن
 السجہور ابی ہاشم سہروردی بن ابی جہز بن بن سجو ہام ان عقیدت میں مختلف ہیں جنسہ عجیب
 واقع ہوئی ہے ایک مصیب یسوا یہ ہے اور دوسرا خطا پر ہے اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوسین علم کی تکلیف
 دی جو در پیل قائم کی ہو۔ پس مخطی اد کو لمی کو ناہی کرنے والا ہے تو اوسکو ذمہ پڑتی رہیگا اور میں
 اہل خلاف میں کے چند لوگوں نے خلاف کیا ہے اور وہ ضعف کے نہایت مرتبہ میں ہے اور یکین
 احکام شرعیہ اگر ان پر کوئی تعلی دیس ہو تو اوسین ہی ایک ہی مصیب ہے۔ اور مخطی
 معذور نہیں اور اگر وہ ان احکام میں سے ہو جو نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہیں تو عجیب ہر انہیں
 کوشش خیر کرنا ہو اور یہ ان نعت کے جو قبل منہار ہو اسوقت اوسپر یقیناً گناہ نہیں ہو۔

کہ میں لکھ چکا ہوں جو یہ سب ضروریات دین کے منکر تھیں اور اصول میں جن میں فرق اہل اسلام کے فرائض
 تھے اور غرض اور غرض کے شایعہ یقیناً لوگوں کو کبیر کی جسم کے قائل تھے اور کلمہ نسبت بنفس لفظ
 فرائض۔ اچھا فرق شیعہ اور فرق اہل اسلام کو اور کلمہ اختلافات کریمنی و جناب امین ہا میں
 ثانی و ثالث در باب تسلیم خلافت امیر مویہ جو اختلاف ہوا اگر یہ مسئلہ اصول میں میں سے ہے
 اور اصولی اختلاف مستوجب تفصیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کلمہ کفریہ تفصیل کیجیے
 نیز امام ربیع شیعہ محمد بن حنفیہ میں باہم امامت میں اختلاف ہوا اگر ہر ایک شخص امین سے
 اپنی امامت کا دعویٰ اور دوسری امامت کا منکر ہوا تو فرمائی کہ اپنی قاعدہ کے موجب
 کلمہ کفریہ تفصیل کیجیے اور کہ مستبد اور منال کیسے اور جو کچھ اختلافات کفر و عاصیہ میں ہوں
 اور کیا ذکر کروں **قول** اس فردعی مسئلہ کے لیے کلمہ خلیفہ ثانی کے خلیفہ اول کے
 بیعت نہ ہو گئی تھی والو لکھو کہ اوٹین جناب امیر علیہ السلام دینی ہستم اور انکی عشر و عشرتین امیر
 ہی تھے گھر جلانے کی بجلی کیوں دی اور ان حضرات کا کچھ پاس ایسا نہ کیوں کیا جس سے دینی
 اختلافات میں اس تشدد کے کیا معنی **اقول** اگر فردعی اختلافات کو نزدیک مستوجب
 تشدد نہیں ہے تو جناب امیر جناب امام حسینؑ پر انکو غسل بیت المال ہے بقدر ایک تہہ قل کے
 لے کر پھر کیوں اس قدر تشدد و بغض فرمایا اور کیوں انکو مارنے کا قصد کیا اور انکا پاشی لٹا
 کیوں کیا اب یہی فرمائی کہ فردعی اختلافات میں اس قدر تشدد کے کیا معنی۔ اور نیز جبکہ غیر
 مسلم شیعہ مخالفین کے ڈر سے گھر میں ایک کریمہ گھر اور اپنی حقون و فرائض و غیرہ کا نام
 لکھ لیا اور جناب معصوم حضرت فاطمہؑ نے حضرت کی (بروایات قوم و اہل بیت
 علیہم السلام) کیا کچھ تذلیل و تہنیت کی اور کسی سی کلمات ناملائم مستنکر فرمائی پس اگر
 فروعات مستوجب تشدد و تہنیت ہوتے تو آپ جناب امیرؑ کیوں تہنیت و تہنیت
 صرف فروعات کی لیے فرمائی اور کیوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت و آخرت کی حیثیت
 اور انکی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھ ایسا نہ فرمایا نہ فروعات میں

فرمایا اعلیٰ بات نہ ہو سکتی ہے۔

اس قدر تشدد کو کیا معنی۔ اسی ہی ایک طرف کہ جناب بن عمر السیاقی نے فرمایا کہ اللہ نے اس بن عباس
 جبکہ لشہادت و امارت قوم بیت المال پر سے کچھ مال لیکر آئے تھے اور جناب سیر کو اس امر کی
 اطلاع ہو کر اور ان کے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو بیچ البدینہ میں درج ہوا اور ہم بحاث
 سابقہ میں اس کو نقل کر آئے ہیں اور میں یہاں تک لکھا۔ فاتحہ فصل شرا مکتبی اللہ
 لا عذر منک اللہ فیک ولا عذر منک فیہ پس اگر فروعی اختلاف مستوجب
 تشدد نہیں تو جناب سیر نے فروعیات میں کیوں اس قدر تشدد کیا اور کیوں پابن لحاکہ کچھ
 لکھا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر حسن و حسین ایسا کام کرتے تو میں ان سے بھی صحابہ نہ کرتا اور باطل
 کو ان کو مظہر سے دور کرتا پس اگر فروعی اختلاف مستوجب تشدد نہیں ہوتا تو ان کو اس تشدد کو
 کیا معنی اور اس کو علاوہ جناب سیر نے اپنی اعمال پر فروعیات میں تشددات فرمائی وہ ہی ان کو
 نزدیک تسلیم اور ناجح ہونگو۔ قطع نظر اہل تشہیر سے یہ بھی ان کی نزدیک پایا گیا کہ حدود و قصاص
 کا اجرا اور سیاست و تغیر کا عمل سب ظلم سے اور ناجائز کیونکہ یہ لمورد اللعان و فساد میں اور رعیت
 میں ایسا تشدد جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز ہونگو پس ان کی اس قاعدہ نے شریعت کا ایک بہت
 بڑا حصہ ہی ہند کر دیا اور بنیاد اسلام کو ہی گرا دیا۔ آپ کے اس علم و فہم پر نہایت افسوس
 اور بڑا افسوس اس وجہ سے ہے کہ آپ نے نام انگریز شاخہ دانی اور موافق و مخالف کی کتابوں کی
 اوراق گردانی میں گذاری ہے علم مخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازیر ہوگا پیراوسیر ہم حال ہے
 اب تحفہ گذارش ہے کہ تحفہ میں جواب فقہ احرار بیت سید عالمہ کو ضمن میں لکھا ہے
 کہ جناب فاروق کا یہ قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سبقت ہی کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کو حق میں عید تحریر فرمایا تھا حالانکہ جماعت
 فروعیات میں یا وجہ ہی یا سنت ہو کہ پس اس کی ترک کے وجہ سے جب آپ نے عید احرار
 صادر فرمایا تو معلوم ہوا کہ فروعیات میں ہی تاکید و تشدید جاری ہوتے ہی اگر ان کو
 فن حدیث سے کچھ ہی مس ہوتا تو صد احکام اس مستحکم کی ہم ہو چینی مثلاً چند ہی روز

کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوات کو کفر سے تعبیر کیا یا غیر حج کی رکن کو
 یہودیت و نصاریت کی تعبیر فرمایا۔ جس خطہ والی نسبت اہل اہم تھا کہ اسنی کو کئی لوڈی کے ساتھ
 زندہ کی ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا قتل کا حکم دیا گیا ہے فرمایا لو ان فاطمہ بنت محمد مرت
 (اما ذلک من ذلک) نقطتہ بیا علی بن ابی القیاس با سبائغہ صدر اسی واقعات
 فریقین کی کہ یونین نکلیں گے جاسر اس پر دس و سبیل ہو گئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں ہندیدات و تشدیدات فرمائے ہیں۔ پس لڑکو
 یا اموال میں داخل سمجھو یا اپنی قول سے رجوع کیجی اور فاعل جو جی کہ یہ الزام غلط تھا تو ہر
 فروعات میں تشدیدات شرعاً وارد ہوئی ہیں ہندیدات و تشدیدات مجوف لکھول حیدر اللہ پر ہو کہ انتفا
 کیا درز اگر میری ہادی جناب حق طلب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسکی بہت بڑی بات
 ویشین کی کہتا ہوں مکارکہ و کھارہ دیگی قول فروری سائل ہو کہ جابلہ موت جابلہ نہیں
 سنا ہو حالانکہ یہ حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ فقد مات متہ جاہلیہ متفق علیہ
 ہو کہ جابلہ امام زمانہ موت جابلہ سے مراد ہے اگر یہ بات ہو کہ جابلہ سائل فروریہ کا یہ حال ہو
 تو اگر خلاف ثلثہ بعض مسائل نہیں جانتی تھی حتی کہ بعض الفاظ قرآنی کے معنی سے آگاہ ہو
 انکا کیا حال ہوگا۔ اقول اس مسئلہ میں بوجہ چند بحث ہو۔ اول قرآن میں ثابت کہ
 اہلسنت کہ سب پر صحت ثابت کرنا چاہی۔ دوسری یہ کہ یہ ثابت کرنا چاہی کہ سب پر صحت
 امام ہو اور خلیفہ ہو کہ ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کتب اللہ ہو جو پانچ احکامات
 لفظ امام کا کتب اور نبی پر کتاب اللہ میں وارد ہو۔ تیسری یہ کہ جب امامت یکم نزدیک
 اصول دین میں ہو ہے اور اصول دین کی اثبات کو یہی دلائل قطعیہ کا ہونا ضروریات سے ہو
 اور یہ خبر بہت سیم صحت خبر واحد ہو اور قطعی تو اس سے اصول دین کی اثبات ممنوع ہو جو جی
 یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے معرفت نبی کو کافی نہیں سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کف ہو کہ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تھی اور ارشاد فرمایا کہ یہ خبر ہے کہ انکا

حدیث میں امام اور اس کے خلیفہ کے الفاظ کا جو یہ ہندیدات کا حال

اِنْسَانُ لَهْمٌ اور نہ جو اس کمال معرفت کے اندر حق میں تحقیق ایمان کے لیے کافی اور معتبر نہیں ہو کر
 تو امام کے حق میں یہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے پس اس معرفت سے یا وجوب ایمان مراد ہو
 یا وجوب طاعت اول باطل ہے کیونکہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں بجائے ایمان مذکور
 فرمایا ہے یا ایمان یا لہد ہے یا ایمان بالرسول یا ایمان بالکتاب ہم یا ایمان بالبعاد کیجئے ایمان بالانہ
 نہیں فرمایا اگر لہد است ہی داخل اعتقاد یا است ہو تو تکمیل میں تو خداوند کریم تعالیٰ کے شانہ پر
 کتب میں مذکور فرمایا اور جب کیجئے اس کے نسبت ایمان کا ذکر نہیں کیا تو معادوم صحاح اگر یہ مسئلہ
 اصلی واعتقاد دی نہیں ہے تو فرضی عملی ہو چنانچہ کتاب اللہ میں دوسری اشق یعنی حجت
 ذکر فرمایا اور وہ بھی اس طرح ہے کہ اعمال و قصات و نواب علیا کو شامل ہے اور ظاہر حکم وجوب طاعت
 امیہ کا جو فرعیات سے ہے اور مشق بافعال عبادی تو معادوم ہے اگر معرفت سے کہ اور ایمان
 تو نہیں ہے اگر کسی تو الیٰ اللہ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے ایمان بالانہ کی کیفیت نہیں ذکر
 بلکہ ان کے احکامات کو مامورہ فرمایا اور اس حدیث کے اس صورت میں یہ سنی ہو کر من لہد بطح
 امام نہ جانے فقہات متبیتہ جاہلیتہ اور یہ معلوم ہے سو چکا ہے کہ حکم وجوب طاعت
 فردع میں ہے تو یہ نیز لہد ان فروعات کو ہو گا جنکی منکبت تاکیدات بتیقین کے ہدایت
 میں مذکور ہیں مثلاً ترک صلوٰۃ سے کفر کے ساتھ توفیق مذکور ہو کر حج سے موت ہو کر
 و نظر انیت سے ڈرایا گیا ہے ترک تقیہ کو نہ روج دین کی تعبیر کیا گیا ترک تنہ کو خروج انہر حجت
 بیان کیا گیا ہے حالانکہ اولین سے کوئی مسئلہ اصلی اعتقاد دی نہیں ہے فرعیات میں لہد بطح
 اس مسئلہ فرضی میں ہی تخیل و تشدید کے طور پر اپنے پیرا شاہد فرمایا۔ اس وجہ سے کہ بہت سے
 وائض و واجبات کا موقف علیہ ہے بلکہ اجرائی شرائع سلام و شعاہ دین اس پر منحصر ہیں
 اگر اس میں اضلال ہو تو تمام دین میں برہمی پیدا ہوگی اس پر اس طرح اس وجہ جواب میر نے ہی
 بہت فرمایا تھا تو ایسا مسئلہ فرضی جو موقف علیہ تمام دین کا وہ بہت زیادہ تحقیق
 ہو کہ اس کے ترک داخل سے موجب تشدید نہ ہو اور علیہ کے ساتھ عباد کو ڈرایا جاوی

پس یہ وہابی محیب کا خلافت کے اعلیٰ مقام دی ہوئے پر دلیل لانا اور خوش فہمی کا یہی
 ثبوت ہے۔ پانچویں محل طعن دوسرے لال میں موت جاہلیہ سے کیا مراد ہے اگر موت علی الکفر اور
 وفات سے پہلے ثبوت سے کہی اور اگر موت جاہلیہ کے ساتھ تشبیہ مراد ہے کہ جیسی کہ جاہلیہ
 میں لوگ خود میرے تھے اور ان کا کوئی امام عام نہیں ہوتا تھا ایسی ہی یہ شخص بھی جو امام زمانہ
 کو نہ جانے اور اس کا منقاد نہ ہو خود سرکش اور کافر جاہلیہ کی طرح تو کوئی وہ شخص طعن
 دوسرے لال کی نہیں ہے۔ باقی رہا خلافت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نسبت طعن کہ بعض مسائل
 نجی تھے اور ان کا کیا حال ہوگا سوا دل تو اس طعن کی بنیاد یہ ہے کہ کسی کیونکہ اول اثبات
 کرنا چاہی کہ ہماری نزدیک جمیع مسائل جزیئہ کا علم شرط ہے ورنہ خطر الفتور اور جب یہ ثابت
 نہیں تو پھر یہ طعن محض غرضاء علی الفاسد ہے دوسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ بعض مسائل جناب
 امیر سنی نجی تھے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرندین کو جلوایا حالانکہ شریعت میں شرعی
 احکام نہیں ہیں اور نیز جناب امیر نے مخم کہی جلوایا اور جناب امیر نے غلمان و حواری پر
 جاری فرمائی من لایخضر من ہر درہ ابو ایوب غنیمۃ علیہ السلام
 قال انک ان کتابک انہ کان یضرب بالسوط و ینصف السوط و ینصفہ
 فی الحد و اذا اتی بسلام او حادیۃ لمرید مراکا و لمرید کن یعطل
 حد امن حد و د الله - حالانکہ رفع القلم عن ثلثہ صریح حدیث متفق علیہ
 اور نیز جناب امیر نے حد مرقدہ صاف کر دی من لایخضر من ہر و جاء رجل الے امیر
 المؤمنین علیہ السلام فاقربا لمرقدہ فقال لہ امیر المؤمنین انقرض الخیار من
 کتاب الله عن رجل قال نعم سورة البقرہ فقال قد و هبت يدک سورة البقرہ انک ان کتابک
 سے امام ابو محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے تو یا حضرت علی کی کتاب میں ہا کہ آپ پوری کڑی سے اور وہی کڑی اور بیش کڑی
 یعنی حد میں آتا ہے جی جی کوئی نہ مانع رکھا یا لڑکی مانتے ہی اور اللہ کے حد کو مطلق نہیں کرتے ہیں -
 کہ ایک شخص امیر المؤمنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اس سے کہا کہ تیرا کیا تو مجھ کو قرآن ہی پڑھا ہے
 کہ یا اللہ سورۃ بقرہ سنہ دیا تو مجھ کو تیرا حد سورۃ بقرہ کے بد و است بخشن دیا - ۱۲ -

کتاب امیر سنی کی حد و حد

حدود میں یہ تشریح و تہا کہ حبیبان پر جاری کیجائی تھی اور عقل نہیں کہ جب تک تہو یا ہم کہ عقل
بالغ پر جاری نہ فرمائے اور عقل قرآن کی اور خلاف شرع ایک قاعدہ گہر و یا کہ جب تک نہ تہا
اور اگر کہ تو امام کو اخذ و عقو کا اختیار ہو لیکن جب بنیہ قائم ہو تو امام کو عقو کا اختیار ہو
علامہ ازہرین اگر امام ابو جعفر سے من لا یخضر من اسی قسم کی روایت تھی وقت الامام
عز محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال سالت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
ان کان لیسع سنین او اقل وقع عنہ فان عاد بعد المبعی فماتت بناتہ او
حتی تدمی فان عاد قطع منہ اسفل من بناتہ فان عاد بعد ذلک وقد بلغ سبع سنین
قطعت یدہ ولہ یضیع حد من حدود اللہ۔ اور یہی شرع ہے جو ہم سے پہلے جاری
حدود کا حبیبان پر نہیں بلکہ علم خلاف شرع ہو اور حکم ولایستفیع حد من حدود اللہ وغیرہ
سویہ ہی ثابت ہو اگر یہ حق ہے یا مست اور تغیر نہیں تھی۔ علی بن النقیہ سے روایت مسئلہ
ہیں کہ جو بی ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ علم نہ تھا پس جو صل خبیہ امیر و دوسری امام کا یہو کا دہی
خلفہ راشد کا ہرگا **قولہ** اگر ازہرین حبیب سید علیہ السلام عدم اربابہ الیہا رسوا
نہ نہیں اگر کیا کیفیت ہوگی **اقول** اگر کہ یہی ہماری نزدیکی کو ہی کیفیت ہوگی جو کہ
جب باپس رو گیا اگر کہ ہوگی اور جو کہ خلفہ راشد کی ہوگی۔ **قولہ** اسے امام العباس سے ہونا ثابت
کیا کیا ہو اگر یہ فرد کی سند ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس نسبت الیہی الفاظ بخیر
نفرائی جو غبار میں موجود ہیں **اقول** یہ تکرار بیفائدہ ہے عنقریب یہ ہند لال اچھی ہند
چکا ہو اور اس کا جواب ہی عرض کیا جا چکا ہو کہ یہ عبارت پرگز اس حد کی پہلی ہو نہ ہو
دلیل نہیں ہو سکتی یہ محض حضرت کے خوش فہمی پر بس **قولہ** اگر ابن مسعود سے روایت
مسند محمد بن مسلم امام ابو جعفر سے روایت کرتے ہو کہ بنی امیہ اس کی سے پوچھا جو چری کری فرمایا اگر بات برس کہ
ہو ادس کہ حد دفع کیا تھی۔ پھر اگر بعد سات برس کے پھر کری تو تو اس کی پوریان کئی یا جیسے جائیں جتنا کہ
خون آلودہ ہو جائیں اگر ہر ہی کر کے تو پورا ہوتی چھپے ہو گا چائے پھر اگر نو برس ہو کر پھر ہی کرے تو اس کے
ناتھ کا جاری اور اللہ کے حدود میں ہو کسی حد کو نہ تھ گیا جاوی۔ ۱۲۔

صحابی اسکو ایسا اہم اور ضروری سمجھتی تھی کہ بڑی تباہی کی محبت کر لے اور خلع و معیت سے سخت
 منع ہوئی۔ آپ صحیح بخاری کی کتاب فتن بابا ذوالا غلہ و قوم شیعہ و صحیح مسلم کی کتاب
 الاوقاب باب من فرق اکبر لکین و مجموعہ کو ملاختہ فرمائی **اقول** بہان ہی آپ کی
 دینی شہیدی غرض فہمی موجود ہے کہ ضرورت مطلقہ سے آپ اصل اعتقاد ہی پر ہونا سمجھتے ہیں
 حالانکہ ہم بدلتہ غلط ہے چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہے ضرورت سرگزستہ مسلم اصل ہی پر ہی
 نہیں ہے بلکہ متعدد روایات ہی ضروری اور لازمی ہیں اور یہ جب ہے کہ ہم تسلیم کر لیں
 کہ ابن سیرین نے یزید سے بیعت نہ کی تھی اور نہ ہم کہتی ہیں کہ اول یہ انھوں نے
 ستائیم وقوع بیعت ابن عمر کو نہیں ہیں اگر کو بھی تو ممکن ہے کہ بکراہت بخوف سبب
 نقوس نہ ہو اب احوال وغیرہ مفسد کی موجودہ بیعت سے ہی سہو و طمع مانع آتی ہوں
 پس اگرچہ لال اس سے باطل ہے آخر چاہا امیر وہ بیکر صحابہ مقبولین نے ہی تو خلیفہ
 ثلثہ کے ساتھ بیعت کی تھی چنانچہ عقیل حضرت امیر کو چھوڑ کر امیر معاویہ کی خدمت میں جا کر
 چاہا نام حسن نے امیر معاویہ سے بیعت فرمائی محمد بن جعفر نے یزید کو مشع ہو گئی اور بیعت کر لیا
 غرض بکر عقیل ابن عمر یا کسی کی ضروری سمجھتی ہے اس مسئلہ کو اصل اعتقاد ہی اعتقاد
 کرنا سہر خط ہی اور وہ فہم سے ناشی ہی **قولہ** ابن عمر تو اسکو ایسا ضروری سمجھتی
 تھی کہ ایک رات بدن امام رہنا جاؤ بجا نہیں ہو حتیٰ کہ وقت شب حجاج کے گھر پر پہنچا
 لالی تاکہ بیعت عبد الملک بن مروان فرمادین۔ چنانچہ ابن ابیہ یزید شرح معجم
 و صاحب حیوۃ الحيوان وغیرہ ہمہ گاہتیں ہیں۔ ان عبد اللہ بن عمر طریق علیہ حجاج
 بابا لیلایا لیسالیع لعبد الملک کیلایا بیعت ثلاث اللیلۃ بلا امام لانہ روی عن
 النبی انہ قال مات ولہ عرف امام زمانہ مات میتہ علیہ السلام علیہ السلام اسکا ہمہ گاہ گیا
 اور بعض کتب میں یہ بھی کہ حجاج نے بیعت کے لیے اپنا پیر یزید کو دیا کہ ہاتھ خالی نہیں ہے
اقول یہ بیعت سخت روایت مقتضار اس روایت کا یہ ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تھی نہ یہ کہ مشرک
 روایت عجیب لیبیکے جو ابن ابی الحدید مستری نے شیعہ وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمرؓ حجاج گھبر پر رات
 وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اسنے پاؤں پہلایا ہوا وہیں روایت بخاری سے یہ بھی واضح
 ہے کہ ابن عمرؓ کی خطی بیعت کعبہ الملک کے ساتھ ابتدا خلافت میں نہیں ہوئی بلکہ بعد اجتماع دفعہ ثانی
 ناس واقع ہوئی اور جب تک خلافت دفعہ ہوا کسی سے بیعت نہیں کی اور یہ بیعت رہے چنانچہ حضرت علیؓ
 و امیر مویہؓ کے بعد میں بھی انکا یہی طریقہ رہا۔ رہا یہ طعن کہ حجاج نے بیعت کر لیا پاؤں پہلایا اور اگر حجاج
 پر طعن ہے تو اسنے صد ہا مسلمانوں کو بگیناہ قتل کیا وہ کیا کہہ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمرؓ سے تو
 یہ بھی یہی ہے کیونکہ اس میں ابن عمرؓ کا کیا تصور ہے جناب امیر کو ابن عمرؓ نے شہید کیا جناب امام حسینؓ
 کو نیز یون نے شہرت شہادت چکھایا تو کیا اس سے انکے شان میں خلل آگیا اسلئے اگر حجاج نے
 بیعت کیواسلئے پاؤں نہ آیا تو اس سے ابن عمرؓ کا نقصان نہیں ہوتا ہاں حجاج کے خبیث پروا لات واضح
 ہوتی ہے بس قتل اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہلسنت فروغی کہتے ہیں مگر سب کتب اعتقاد یہ کلام
 میں ہی ذکر کرتے ہیں چنانچہ شارح موافق اس پر متنبہ ہو کر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ انما ذکرنا ہاہی فی
 علم الکلام ناسیا من قبلنا اذ قد حوت عادۃ المتکلمین بذکر کھا و اخر کہتہم
 المذکور نے صدر الکتاب اس نذر کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعتقاد اہل سنت
 دور کر کے علماء سابقین کے ذمہ لگانا ہے وہ فائدہ نہ کا حوالہ صدر کتاب پر دیا ہے یہ ہے فالہذا
 وان کانت من خروج الدین الا انھا الحق باصولہ د فعالمخلافات اہل البدع
 و صواللآئمۃ الجہتہ دین عن مطاعنہم کیلا یفتی بالقاصر الیٰ سورۃ اعتقاد فہم
 یہ کلام بھی کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ حال سے خالی نہیں یا تو مسئلہ امت معرفت و امتنا قلبی سے تعلق
 رکھتا ہے یا نہیں اگر تعلق نہیں رکھتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد الیٰ کلام سے ہے کہ اس پر عقائد
 و قیہ ثابت کر میں کیوں ہے۔ سارے اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حدود و شرائط و فضیلت امام خیر
 تصدیق حسن اعتقاد یا طعن و موافقہ ایمان علم کے قسم سے ہے دلائل افعال جماع کو قسم سے یہ

مسئلہ کو فروغی کہنا کس لئے ہے شاید یہی وجہ ہے کہ شارح نے اس تو جہیہ و تاویل پر اعتماد نہ کر کے
تقلید اسلاف کا عذر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** بہ ہستد لال بھی مثل اور ہستد لال
کے ہمارے عجیب لبیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے نہم میں یہی نہیں
آیا کہ بنیامین اہل سنت و شیعہ کے وجہ اس نزاع و اختلاف کو کہ اہلسنت امامت کو فروغ میں سے
کہتے ہیں اور شیعہ اصول میں قرار دیتے ہیں کیا ہے اگر کچھ بات آپ کو معلوم ہوتی تو ہرگز ہستد لال
ہمارے مقابلہ میں تحریر نہ فرماتے اگرچہ کیس قدر رہنے پہلے ہی عرض کر دیا ہے لیکن مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں بھی ظاہر کریں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کی آپ کے ہستدالات بے اصل و بے بنیاد ہیں پس
واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل علیہ ہیں جنکا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ
مسائل اعتقادیہ ہیں جنکا ایتان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکھتے ہیں اور فریقین
کے مذاہب کو اوسمیں خیال کرتے ہیں تو علمائے شیعہ نے اُسکو اعتقادات میں دخل کیا ہے اور محل عباد
کو اوسمیں کچھ دخل نہیں دیا اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فروغ میں سے ہے کیونکہ اسکا ایتان متعلق
اعمال عباد کے ہے پس اور کچھ بھی جانا ضرور ہے کہ فرعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتی ہیں لیکن
بجانب قوت و ضعف ثبوت کو اُنکا اعتقاد و وجوب و مذہب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر نیاز لگایا
لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہیں اور اعتقادی ہونا اُنکا نتیجہ
اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وہ مسائل فروغ سے خارج نہیں ہوتے اور اصول اعتقادات میں
داخل نہیں کئے جاتے ظاہر ہے کہ صوم صلوٰۃ وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقہیات باتفاق فریقین
عملیات ہیں اور کوئی او کو علم کلام میں داخل نہیں کرتا مگر باوجود اسکے پہر ہر ایک حکم کا اپنے اپنے مقرر
کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ میں اور اعتقاد و خلاف میں اوس قدر خرابی و برائی
ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و صوم میں لزوم کفر ہے و علی ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ میں کوئی
دلیل جس کے واسطے امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھ تعلق نہیں اور اُسکے ایتان میں
عمل عباد کو کچھ دخل نہیں اور وہ محض اعتقادی ہے مفید نہ ہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرمادین

ثبوت اسکا اسکا امامت کیلئے یہی دلیل ذکر کر کے اسکا اعتقاد و وجوب و مذہب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر نیاز لگایا

کہ ہمارے فاضل مجیب کا یہ ہتدال کس قدر راہی اور ضعیف بلکہ باطل ہو گیا اس ہتدال کا مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین اہل سنت و اہل امامت کو علم کلام میں جو عبارت مسائل اعتقاد سے ہے ذکر کیا ہے تو یہ مسئلہ اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ بھی اعتقاد ہی ہوا اور یہ نہیں سمجھتے کہ منشاء اختلاف بین الفرقین کیا ہے وہ بیان صادق آتا ہے یا نہیں آتا اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ذکر کرنا مسئلہ اس امر کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جا اگانہ ہو چنانچہ خود نتائج موافقہ و اوس ملت کو ظاہر کر دیا اور بالفرض اگر کوئی ہی علت ہوتی تاہم جب منشاء اختلاف قائم تھا اور صراحتہ اہل سنت نے امامت کے امتیاز کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالقرعہ اس مسئلہ کو فروغی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تھی کیونکہ جب تک بناء اختلاف قائم ہے اس وقت تک اس مسئلہ کو صرف اسوجہ سے کہ علم کلام میں ذکر کیا گیا ہے اعتقاد ہی قرار دینا سراسر غلط تھا اور منشاء اختلاف سراسر کو کذب ہی رہا تاہم دلیل اس امر کی کہ یہ مسئلہ فروغی علی ہے اہلی اعتقاد ہی نہیں ہے یہ ہے کہ خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب مجیدہ میں احکام علیہ اعتقاد یہ کہ جو متعلق علیہا بین الفرقین علیہ اعتقاد یہ ہیں مثل توحید و نبوت و معاد و کجا بجا عبارات مختلفہ و عنوانات مختلفہ بیان فرمایا کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہے اور تمام احتمالات کے عرق کو متماصل کر دیا اور مسئلہ امامت کو کیسے جگہ ہی واضح اور صاف طور پر بیان فرمایا صرف ایک جگہ اولوالار کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے محال کو ہے چنانچہ فرقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازیں اطاعت خود متعلق باعمال عباد اگر یہ مسئلہ صلی متعلق باعتقاد و عباد ہوتا تو خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب میں مثل اداعتقاد کے اسکو بھی کیون ذکر فرماتا اور بزم شیعہ اپنے اس فرض سے کیون سبکدوش ہوتا اور ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ عجز سے تو مستند ہے پس جب اُس نے اسکا ذکر کہیں نہیں فرمایا اور یہ مسئلہ اس قبیل سے نہیں کہ عقل اسکا اور اک میں مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حق و قبح شرعی ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم کا اسکو ذکر فرمانا اصول فریقین پر صریح دلیل ہو کہ یہ مسئلہ

مسئلات گروہی ہو گئی ہیں۔

اصلی اعتقاد ہی نہیں ہے اور اگر یہ نہیں تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند تعالیٰ
 شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب محض اور غلط الحقیقت اب تک تکمیل نہیں ہوئی
 سبحانہ و تعالیٰ علو اکبر یا اگر یہ کہ برو عقول حاکمہ خداوند تعالیٰ شانہ کو ہی موریٰ بالیقین کہین تو البتہ
 اس اشکال عرضال ہی شاید کچھ مختصری ممکن ہو علاوہ اسکے اثبات کے لئے اور ہی دلائل ہیں لیکن
 خوف تطویل اور عجالت وقت ہمواد نکلے بیان کی اجازت نہیں تھی اب ہم اصل بحث کی طرف پرہیز
 کرتے ہیں جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کو مسئلہ امامت فروع دین میں سے ہے
 اور متعلق باعمال عبادہ ہے تو مستطیعین نے اگر اسکو کتب کلامیہ میں ذکر کیا ہے اور محقق
 بالاعتقادیات کیا ہے تو لامحالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارح مواظبات
 اسکو بیان کیا کہ اپنے اسلاف کی پیروی کر کے امامت کو علم کلام میں ذکر کیا ہے
 اور انہوں نے اسوجہ سے علم کلام میں اسکو ذکر کیا ہے تاکہ اہل بدع و اہواؤ کی خرافات
 ایسے دین اور خفا و راشدین مہدیین سے دفع کرن پس اپہ ہمارے فاضل مجیب جو یہ فرماتے
 ہیں کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعتراض کو اپنے سے دور کر کے علمائے سابقین
 کے ذمہ لگایا ہے یہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہ عذر اوسوقت ضعیف سمجھا جاتا جبکہ عذر میں
 صرف تعلیل سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اسکی علت بھی بیان کی اور
 کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل بدع کی غرض سے اسکو متعلق بالاعتقادیات کر کے علم
 کلام میں ذکر کیا ہے تو اب اس عذر میں کوئی ضعف باقی نہیں رہا اسکے بعد ہمارے فاضل
 مجیب جو اس علت کی نسبت اعتراض فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کلام بھی مفید نہیں
 ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہیں ہے تو الحاق بالاعتقادیات کیوں ہے
 اور اگر تعلق ہے چنانچہ اسکے حدود و شرائط و حسن اعتقاد و سواد اعتقاد کے بلا حائل سے
 ظاہر ہے کہ از جنس علوم ہیں نہ اعمال تو فروعی کہنا کس لئے سراسر پوچ و لغو ہے اور پوچ
 چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو دوشق قرار دیئے ہیں کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ
 اصلی اعتقاد ہی ہو خواہ فرعی علی ایسا نہیں ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے ہو بقدر مسائل
 دینیہ میں ان سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ ہے (۲) شوقِ ادل جس میں یہم و حوسے جو
 کہ اگر اسکا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ نہیں ہے تو الحاق کیوں ہے بدیہی البطلان سے
 کیونکہ الحاق غالباً ایسی ہی جگہ مستعمل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھ شامل کیا جاتا
 شاید آپ کو ملحق ہر باعی اور ملحق بنجاسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ اس مضمون
 کتبہ الاستعمال سے تو مسئلہ امامت فی حدوۃ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق
 بالاصول کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیوں ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف نے ذکر کی ہے
 اگر یہ مسئلہ اصلی اعتقاد ہی ہوتا تو پھر الحاق کے کچھ معنی نہ تھے (۳) ہم اس شوق کو افضیاً
 کہتے ہیں اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہیں جو شارح مواقف نے بیان کی ہے
 آپ اوپر اعتراض فرمائیے بعد اؤ کے فرمائیے کہ یہ کلام مفید نہیں جب تک آپ کو بلبل
 تکمرین ایکایہ فرمانا کہ یہ کلام مفید نہیں آپکو کچھ مفید نہیں ہے (۴) شوق ثانی کا
 بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ بقدر مسائل دینیہ فرعیہ علیہ میں اولیٰ مرتبہ
 حدود و شرائط و اعتقاد فرضیہ و وجوب و غیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال
 جو ارجح کے قسم سے ہیں ان مسائل کو بھی فروعی کہنا کس لئے اولیٰ کو بھی اعتقادات میں داخل
 کیئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب کے علم و فضل کا یہ حال ہے کہ جو شے نے الجملہ از قسم
 علوم ہوا اسکو بھی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہیں اور اعتقادات میں داخل کرتے
 ہیں۔ حالانکہ تمام مسائل فقہیہ معرفت اور علم میں داخل ہیں اگر زیادہ نہیں تو کیا آپ نے
 علم الفقہ ہی کہیں نہیں سنا ہوگا اور یہ بھی بخانتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پھر معلوم نہیں
 اسکو اعتقادات میں کیوں نہیں داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ
 فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادات سے ہی

بلکہ مسائل اعتقاد یہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد و عباد کے ساتھ ہو ورنہ علمائے ہندو
 تو انکا تعلق فی الجملہ اعتقاد قلبیہ کے ساتھ ہی ہوگا بشرطیکہ وجہ انیات انہوں پس شق
 ثانی سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلیا اعتقاد
 ہونگے محض غلط ہے پس اس توجہ میں جو تکلیف اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلام
 میں ذکر کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے کسی قسم کا وہن و ضعف نہیں اور یہ اعتراضات ^{نقص}
 ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہیں۔ ہاں استقدر ضرور ہے کہ یہ توجہ و تاویل شرح طلب
 جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہ واقع ہوا ہو پس شرح اوسکی یہ ہے کہ تکلیف کا منہی کام یہ کہ وہ
 اپنی اعتقادات کو دلائل کو ثابت کریں اور مخالفین کے اعتقادات کو دلائل کو باطل کریں
 باطل کریں اور انکا جواب دیویں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعہ کو نزدیک
 داخل اعتقادات محرم اور اہل سنت اوسکو داخل فروع اعتقاد کرتے ہیں اور جب یہ کو نزدیک
 اعتقادات میں سے ہے تو لاحالہ تکلیف شیعہ اوسکو اور اوسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ میں
 ذکر کریں گے۔ اہل سنت اگر اوسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ میں ذکر نہ کریں تو اس
 مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اوسکی دلائل کا جواب کیونکر دیویں اور ائمہ متہدین کی
 مطاعن مخالفین سے کیونکر مبیانت و حمایت کریں اور اس اپنے منہی کام سے کیونکر سبکد
 ہوں اور اگر ذکر کریں تو لازم آتا ہے کہ علم کلام میں جو عبارت مسائل اصلیا اعتقاد و عباد
 فروع میں بحث ہو اور یہ بھی بظاہر ہے الجملہ خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہ نہایت یہی
 ہے کہ علوم میں تنہا اور مستطرد ادا و ن اشیا کو ذکر کر دیتے ہیں جو ان علوم اور ان کے
 اغراض سے بالکل بگناہ اور غبی ہوتے ہیں اگر آپ تامل کریں گے تو علوم میں ایسے
 بہت مسائل معلوم ہونگے دور بخانیہ چھوٹے چھوٹے رسائل منطق میں ابتداء بحث
 الفاظ کہتے ہیں اور پھر غذر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو
 تعلق نہیں ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہم نے ذکر کیا ہے اور اس

یہ لازم نہیں آتا کہ بحث الفاظ داخل اصول مقاصد منطبق ہو جائے اور کوئی شخص تو
 سے بیوقوف ہی یہ اعتراض نہیں کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل
 اصول منطبق ہو گئی تو پس مسئلہ امامت کا یہی حال ہے کہ وہ ہی ملحق بالکلام ہے جو
 ایک وجہ خاص سے کلام میں ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز نہیں سمجھا جاتا کہ وہ
 داخل اصول ہو اور متکلمین کا عذر ضعیف ہو یہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا
 ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے قول اگرچہ اسباب میں اور بھی گفتگو ہو سکتی ہے
 مگر نظر اختصار میں کیا جاتا ہے اقول بقدر گفتگو فرمائی وہ بھی غلط تھی اور
 اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کی جاتی اور بقدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی
 یا اس سے کم درجہ ہوتی پر معلوم نہیں کہ آپ نے ایسی گفتگو میں کیا فائدہ سمجھ رکھا ہے
 بجز اسکے کہ چند ناواقفوں کے نزدیک وقعت ہو اور یہ سمجھیں کہ ہمارے مولانا وسیدنا
 نے بقدر طول طویل جواب لکھ دیا اور بقدر مضامین کا جوش ہے لیکن علماء کے
 نزدیک تو ایسی لغو باتیں آپ کی تحقیر کی باعث ہیں آئندہ جناب کو اختیار ہے قول
 صرف اس قدر گزارش ہے گستاخی معاف اور عاٹے علم یہ کہ امتحان لینے کو موجود
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد میں
 مشرح موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تھی اور ان کے حوالہ کی
 کوئی حاجت اقول امتحان لینے کی درخواست میں ہرگز اور عاٹے کمال علم نہیں
 سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہے یہ حضرت کو کمال عالم کی
 خوبی ہے غایت سے غایت یہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہے یہ دعویٰ کہ
 اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ و ظاہر
 ہے کہ ہم نے لکھا تھا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جس کا خود آپ کو اعتراف ہو لیکن
 اس میں جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تھا اس کی نسبت یہ طعن ہے یہ یہ کہنا

اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروغی ہے یا اصولی جھوٹ ہوا یا انہیں کیا مسئلہ کا
 علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقائد کا حوالہ دیا جاوے تو جب علم ہو ورنہ نہوا اگر اسکا ثبوت
 آپ کسی دلیل سے کر سکتے ہیں تو بسم اللہ لائے۔ حضرت مسئلہ کے لئے ہمو لا محالہ قلبہ کی
 ضرورت نہ تھی کہ متکلمین میں سے کسی کی تقلید کرتے۔ پس جسکو ہم اس محبت کا خاتمہ تسلیم
 سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ پہنچے اُس سے نقل کر دیا تو کیا خلافت قاعدہ کیا اور اس سے
 کیونکر لازم آیا کہ ہمو اس مسئلہ کا علم نہیں۔ پس منجملہ حضرت کی خوش فہمیوں کے ایک
 اور یہ بھی ہے ہی ع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے وگر قال الفاضل المحیب قولہ
 اور کتاب اللہ میں اسکی نسبت و عذیریت ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 اسکی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جنکی قدرت ترک تصریح تک پہنچی ہے
 اسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی اقول لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے
 بخوبی پڑھائیں کیا معلوم نہیں کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریعت ہے تحریر فرمایا
 یا جزئیت جو بمقابلہ کلیت ہے لکھا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی ہمنے
 یہ لفظ خیریت بخائے معجزہ منقوطہ بنقطہ من فوق و بعد یامی منقوطہ بنقطتین من تحت
 و بعد ہاراد مہملہ بمقابلہ شریعت لکھا ہے قولہ بہر حال ہر دو احتمال کا جواب گزارش
 ہے اگر خیریت بمعنی نیکی ہے تو حضرت مجیب نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہ کون موقع
 تھا کیونکہ غرض اس خلافت سے اطلاق ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی
 نسبت لفظ خیریت لکھنے کے کیا معنی نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی اقول یہ اعتراض
 سراسر خلاف عقل و نقل ہے کیونکہ بقاعدہ مقتولین اگر یہ موقع لفظ خیریت کا نہیں ہے اور
 یہاں خیریت صادق نہیں آتی تو لا محالہ عدم خیریت جو اسکی نفیض ہے اُسکا موقع
 ہوگا اور وہ صادق ایسی کستھا کہ ارتفاع نفیضین تو لازم آئیگا کہ خلافت راشدہ عدم
 خیریت کے ساتھ جامع ہو اور یہ خلاف ہے کیونکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ صحابہ

خیریت اور ایمان شریعت پر تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہی موقع ہوا اور یہاں خیریت
 نہ ادا ق آتی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اس جگہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے
 جبکہ اپنے نہ مثل مجیب کہ ادا و اکمال علم سے نہایت تعجب ہو کہ وہ ہم پر ایسا اعتراض فرماتے
 ہیں یا جو دیکھ اس قسم کے الفاظ جن پر ایسے مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں کتاب
 اللہ اور اقوال ائمہ میں یہی بہت موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي
 الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمِثْلُ لَكُمْ۔ ظاہر ہے کہ وہ اب اس کو
 کہتے ہیں جو مایہ بعلی الارض ہو چنانچہ ابتدائی چھوٹے چھوٹے رسائل میں
 اسکو منقول عرفی کی مثال میں لکھا ہے پھر علی الارض کی قید آپ کے نزدیک
 کون موقع تھا اور طائر وہی ہے جو جان میں سے پرواز کرے پھر بطور بجا جیہ کا
 لفظ آپ کے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فغول۔ پھر معاذ اللہ خدا کی جناب میں
 عرض کیجئے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہو کہ ان الفاظ کا یہ کون موقع تھا تو یہ
 پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دو نوباز دون سے اور اسی کرتا ہے پھر ان الفاظ کے
 فرمائے کی کیا معنی پھر جو کچھ اوسکا جواب ملے اسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے ہی
 قبول ہو۔ علاوہ ازیں وہ خلافت جو مانع فیہ سے متعلق ہے جسکو ہم راشدہ اور ہائے
 فاضل مخاطب جائزہ سمجھتے ہیں یعنی خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سکوا اوسکو
 راشد و غیرت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تھا کہ جناب
 کو متنبہ کر دین کہ جن خلافت کہ ہم راشد و خیریت کے متفقہ میں وہ خلافت وہ جسکی
 خیریت کا وعدہ کتاب اللہ میں ہو چکا آپ کا اوسکو جائزہ سمجھنا مخالف کتاب اللہ
 کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اس جگہ اطلاق کس قدر بزدلانہ

۱۵ اور انہیں کوئی ملنے والا نہیں میں اور نہ کوئی پرند جو اوڑھتا ہے اپنے دو نوبازوں کے
 نگر کر وہ یقیناً تم بھی ۱۲۔

بجائے خود سے قولہ اور چونکہ اسکے تعین باتقادربانی ووحی یزدانی بذریعہ رسول
 علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ازالہ الخفا کے عبارت منقولہ سے ظاہر ہے پہر کی نسبت
 کتاب الدین وعدہ خیریت کے کیا معنی اقوال چونکہ اسکی تعین باتقادربانی ووحی
 یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ عبارات ازالہ الخفا سے واضح ہو
 اور وہ خیر محض ہوگی ایسواط کتاب الدین اسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور صلاح و فلاح
 کی خبر دی اگر وہ غضب وعدوان و ظلم و طغیان ہوتی تو اسوقت اسکی خیریت کی اخبار
 کیا کچھ مٹے نہ تھی اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اسوقت اسکی خیریت کا اخبار واقعی
 نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا پہر یہ فرمایا کہ پہر کی نسبت کتاب الدین وعدہ خیریت
 کے کیا معنی گنجائش نہیں رکھتا اور اسکی کچھ معنی نہیں۔ آپ اسکو سوچیے بت مولیٰ بات
 قولہ اور اگر جزئیت بمقابلہ کلیت مراد ہے تب بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسوجانہ تعالے
 ایسی اہم الہیات کی جزئیت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام
 مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہیں حالانکہ اور احکام مفصل و شرح
 ارشاد ہوں اقول یہ شوق محض ہمارے فاضل مجیب کی حدت ذہن و تیزی و کمال
 ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہ ہی خیال کرنا چاہیے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کیونکر
 اور کس معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر بتکلفات و تاویلات اس لفظ کی اطلاق
 کو اہجگہ بنایا بھی گیا تو پہر کتاب الدین اسکی جزئیت کا وعدہ کہاں مذکور ہے
 اور کلیت سے کیونکر اعراض ہے خلافت کی جزئیت کے وعدہ کا قرآن شریف میں
 وجود تو اسوقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلید میں سے ایک فرد خاص کا وعدہ
 مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ اسکا فرد خاص جزئی نہیں پایا جائیگا مگر جب تک کہ اسکا مجموعہ
 مذکور ہو اور اس کے طرف اصافہ کر کے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف میں
 ایسی خلافت کی جگہ مذکور نہیں اور نہ کہیں ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہوا کہ کتاب الہدیین خلافت کی نسبت وعدہ خبریت ہونے کی کچھ بحث نہیں رہا یہ کہ اس بجا نہ تو تعالیٰ نے ایسی اہم الہامات کی سکھیت سے اعراض فرمایا بلکہ ساتھ تمام مصالح امت وابستہ ہیں یہ وہ اعراض ہے کہ اگر آپ مائل فرمائیں گے تو معلوم کرینگے کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے اپنی کتاب میں مسئلہ خلافت کو کلیتہً یا جزئیہً اور اسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کبھی اور کس سورہ میں بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا مثل اور فروغ و اصول کے لطف تھا جو بزعم آپکے خداوند تعالیٰ شانہ عن ذلک پر واجب تھا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل دین اور تمام نعمت آپکے اصول پر کذب ہوا اور ہمارے نزدیک جب اسکا خود خداوند تعالیٰ متکفل ہو گیا اور اسکے ایقان کا وعدہ فرمایا تو بعد اسکے پہر کسی بیان کی حاجت نہ رہی معذرا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد میں حق تعالیٰ شانہ پر کوئی چیز واجب نہیں اسکی ذات پاک اسکو کہ کوئی چیز اس پر واجب ہو منسوخ و مبرا ہے اور اسکی شان یصلح ایسا نہ ہو سکتا ہے اور نیز مسئلہ خلافت اصول میں سے ہی نہیں ہے جسکا ثبوت کتاب الہدیٰ پر موقوف و منحصر ہو تو ہم پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا قول حضرت مجیب نے جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اوس میں غور و تامل سے کام نہیں لیا اور مطلقاً و لغوی معنی میں تمیز نہیں فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائیں گے تو اسکا جواب بھی تفصیل سے گزارش کیا جاوے گا اجمالاً اسی قدر کافی ہے اقول ہمارے سمجھ میں نہیں آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہیں مطلقاً و لغوی وعدہ مطلقاً و لغوی کیا مفصل ارشاد فرمائیں ہم اسکا ذکر مختصر دلائل اثبات خلافت میں کر چکے ہیں اور تفصیلی جواب کے منتظر ہیں قال القاضی المجیب۔ قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مدت بیان فرمائی الخ اقول شاید اس مدت سے خلافت اسی سالہ حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ سنی سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیس سال میں ختم نہیں ہو گئی کہ بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں چھوڑا کہ اس مدت میں کامل ہو گیا یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہمارے فاضل مجیبؒ اس حدیث کے مقدوح اور غیر مقبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی ہے عجیب و غریب ہی فرماتے ہیں کہ قید سنی سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت بیان واقعہ اور اخبار نفس الامر میں ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل جس طرح واقعہ ہو نیوا لا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ ربانی و وحی یزدانی اس کی ضرورت کی کہ خلافت علی مہناج النبوة اس زمانہ تک ممتد و متصل ہو سکی اور بعد اسکے منقطع ہو جائیگی یہ یہ فرماتا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مرام ہی ناشی ہے اسکے بعد یہ اعتراض کہ اس مدت میں امت ختم نہیں ہو گئی جو بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اوس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہیں کہ اس مدت میں امت ختم ہو گئی اور ہم نے کب کہا ہے کہ خلافت نبوت کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اس کو اختیار ہے جو چاہتا ہے کہ ماضی واجب سمجھنا نہ تھا لے چاہا خلافت علی مہناج النبوة رہی اور جب اُس نے چاہا منقطع ہو گئی اور عجیب نہیں کہ یہ قتل خلیفہ ثالث کو پاداش اور اس کا وبال ہو یہ کہنا کہ امت ختم نہیں ہوئی یا ضرورت باقی نہیں رہی سراسر لاطیل ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اپنے فاضل مخالف کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہیں تو دو اذدہ کی قید کی بھی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اولاً جب اوکو تکمیل نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہو گیا اور تکمیل دینا ہی ایک قسم کا لطف تھا جو واجب تھا اوس کو بھی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ وجود امام سے پس غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو محض عفا صفت ہو جس تک

عارضہ الخلفاء بعدی تھا تو ان کی غیبت اور اس پر اعتراض جواب۔

کوئی نہ پہنچ سکے نہ اُسکو کوئی دریافت کر سکے نہ کسی کے ہاتھ اُسکے کیا ضرورت
پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اسوجہ سے کہ امت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہوئی یا
اسے کہ امت کی ضرورت نہیں رہے یا کسی اور وجہ سے جو جسکا اور اک خارج از عقول
پہر اگر واقعی وہ ایسی ہی ہے کہ اُسکا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلا کے
نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاد ہونا جو عقل کل سے محال
ہوتا ہے پہر اس کے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں
چھوڑا جو اس مدت میں کامل ہو گیا یہ اُن دونوں سے طرفہ تماشائے ہم کہتے ہیں کہ مواد اللہ
حضرت نے دین ناقص چھوڑا جسکی اس مدت میں تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی مہاج ابنہ
کہتے ہیں جس کے صاف یہ معنی ہیں کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور
اُن تو ان میں کو جو حضرت نے جو حی ربانی مہم فرمائے تھے اور اُن طرق کو جو حضرت نے خارج
الہیہ کی بجا آوری میں چلتے تھے اپنا امام سمجھتے رہے معذرا باوجود اس کے کہ دین میں کوئی
کمی کو تامل ہی باقی نہیں رہی تھی اور ہمہ جہات تمام و کمال اُسکا ہو چکا تھا یہ وعدہ ہا
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب غلبہ دین اسلام و شیوع
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تمام وغیرہ
ہوئی تھی اور ابھی تک چیز عدم میں تھی وہ سب خلفا و حقہ راشدہ کی سعی و کوشش
سے برکوار آئی اور اُن وعدوں کے حصول میں خلفا راشدین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا جارجہ اور وہ انکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایاں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوئیں اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں
سے ظاہر ہوئیں یہ بعد اسکے جب کہ گون نے اس نعمت عظمیٰ اور عنایت کبرے کی ناشکری
کی اور وہ خلیفہ ظالم شہید کئے گئے اور اوپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالیٰ نے حکم
ذالک بما کتب ایدیکم وان اللہ لیسر لیلک لایم للعبدین بقتلہ ذالک بان اللہ

لَمْ يَكُنْ مُعْتَرِكًا نِعْمَةً اَللّٰهُمَّ عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِالْاَنْفُسِ ۝ اپنی اس نعمت کو
 اُوٹھالیا چنانچہ اس مضمون کو بھی اشارۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور
 اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہیں اس ظاہر ہوا کہ جب مہات خلافت علی وجہ الکمال
 اس خلافت کو زمانہ میں حاصل ہوئی تو یہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے
 مقصود سرانجام ان مہات موعود کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہ لازم آتا ہے
 کہ دین ناقص تھا جسکی تکمیل کیو اسکی امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین ہوا تھا جسکے واسطے
 ائمہ مبعوث ہوئے اور اس کی بصیرت و ہدایت لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
 النبیین نہیں ہیں اور آپکا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ کہ نبی کے ہوتے
 ہیں مثل عصمت و نقیض و غیرہ کے جنہیں کثر ثابت کئے تو گویا ائمہ کی نبوت کو معنی مدعی
 ہوئی اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تخاصی کرتے ہیں لیکن یہ ایک محض
 لغو بات ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نبی کا جبر یا اطلاق کیا بجز جاپانہ اطلاق کیا اس
 اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہیں رفع ہو سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحتہ غلط
 جب محدثہ کے قائل ہیں تو لامحالہ وہ مشغل نزول وحی کے ثبوت کو ہے پر اعتقاد فضیلت
 ائمہ کا تمام انبیاء و رسل اولو العزم و غیر اولو العزم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 باوجود مشترک نے الاوصاف کے بدایت ثبوت نبوت ائمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم
 اسلام کا ائمہ کے مراتب پر حد کرنا اور انکی امامت و انکار سب صیبتوں میں مبتلا ہونا اور
 ائمہ کے واسطے جناب برین دعا کر کے مصلیٰ سے رہائی پانا غایت تقرب جناب الہی کی دلیل ہے
 جو وجہ نبوت کو کم نہیں بلکہ کہیں بڑھ کر ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے بڑی دلیل ہے
 کہ ائمہ کا قول کتاب سنت کا ناخن اعتقاد کرتے ہیں جو بدایت ائمہ کے ثبوت نبوت اور
 حضرت کی ختم رسالت کو بطلان کو مقتضی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے
 کہ دین ناقص تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکی تکمیل نہیں ہوئی تھی

جو آدمین نسخ و تبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت علیؑ علیہ السلام نے دین کو ناقص نہ ہوا تھا
 جسکی زمانہ ائمہ میں تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہے کہ بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا وقت
 کے زمانہ میں ہونا حضرات شیعہ نے اعتقاد کر رکھا ہے وہ اپنی اصول کی نادرستی کے واسطے جو اس وقت تک
 معہذا خود حضرات اہلسنت یہ حدیث بیان کر کے مشکل میں پڑ گئے اور اس مسئلہ کی بعد کی خلافت
 کی رشادت کہ یہی قائل ہیں چنانچہ شرح عقاید نسفی میں بعد ذکر اس حدیث کو شراح لکھتا ہے و هذا
 مشکل لان المحل والعقد من الامتداد قد کاوا متفقین علی خلافة الخلفاء
 العباسیة ولبصر المروانیة کھر بر عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافة الكاملة
 التي لا یتوبها شئ من الخلفاء ومیل عن المتابعة يكون ثلاثین سنة وبعدها
 قد يكون وقد لا يكون۔ انتہی اقول یہ ہمارے فاضل مجیب کی منظرہ دانی ہے کہ قرآن میں
 کہ اس حدیث کو بیان کر کے اہل سنت مشکل میں پڑ گئے حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علماء اہل سنت
 کو اشکال اور مشکل سے تعبیر کیا ہی کرتے ہیں آپکی احادیث پر صمدی اعتراضات وارد ہوئے ہیں اور
 محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں شرح نہج البلاغۃ میں جناب امیر کے اقوال سے نہایت کتنے اعتراضات
 شامع لکھتا ہے اور باوجود اس کے کہ کوئی نہیں سمجھتا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے اور نہیں تو جلد اول بحار النوا
 باقر مجلسی کو ہی ملاحظہ فرمائیں کہ صفحہ ۱۱۱ پر ایک نیت طوید المالی صدوق سے نقل کرتے ہیں کہ بعض
 جملے یہ ہیں فلما أصبح قال له الملك ان مكانك لنزهة قال ليت لربنا بهيمة فلو كان
 لربنا حمارا لرعيناه في هذا الموضع فان هذا الحشيش يبيع علماء
 اہل سنت تھا کہ بعد لکھتے ہیں و فی الخبر اشکال من ان ظاہرہ کو زوال العابد قال لا بالجسم ہونا
 استحقاقہ للثواب مطلقاً و ظاہر الخبر کو نہ معہذا العقیدۃ الفاسدۃ مستحقاً للثواب
 لہ صرح ہوئی تو اسکو مایہ کہا کہ تیری جگہ تو نہایت سہمی ہے کہ کاس سہار رب کا جو بایا ہوتا اگر ہا
 رب کا گدا ہوتا تو ہم اسکو اسجگر جراتے کیونکہ یہ کہ اس ضائع ہو کر رہے اس خبر میں نکال ہی اس سبب کہ اسکا ظاہر
 دلالت کرتا ہے کہ عامہ جسم کا قائل تھا اور یہ مطلقاً استحقاق ثواب کے منافی ہے اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ بہتر
 بسبب کمی فضل اور بیوقوفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے۔ ۱۲۔

لقلۃ عقلہ و بلا بعد اسکے علامہ مجلسی تاویل کر کے فرماتے ہیں و علی القادیر لابد
اما من ارتکاب تکلف تام فی الکلام وال التزام فساد لبعض الاصول المقررة
فی الکلام اب اسکو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اور جو شوق دل چکا انتشار کریں
ہمارا اوسین مدعا حاصل ہے علاوہ ازیں شارح و ہین کا جواب بھی جو شارح کی رائے میں
معتد تھا لکھ دیا اور اشکال مرتفع ہو گیا قولہ ایکے پیروستگیر صاحب غنیۃ الطالبین
میں صرف تین سال پر ہی اکتفا نہیں فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے
حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ راشد فرماتے ہیں اقول آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا
مطلب یا غلط سمجھتے مقصود وہو کہ وہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کر کے اپنا مدعا ثابت
کرتے ہیں حضرت پیروستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل میں تحریر فرماتے ہیں ول یعتقد
اہل السنۃ ان امۃ محمد خیر الامم اجمعین و افضلہم اہل القرآن الذین
شاہد وہ و امنوا بہ و صدقوہ و تابعوہ و تابووا علیہ و تابوا بیدہ و فدوہ
بالنفسہم و اموالہم و عذر وہ و لضر وہ و افضل اہل القرآن اہل الحدیث
الذین یابعوہ بیعة الرضوان فہم الف و اربع مائۃ رجل و افضلہم اہل بدہم
ثلث مائۃ و ثلاث عشر رجلا عدد اصحاب طالوت و افضلہم اربعون اہل دار
الخبر ان الذین مکوا بعر بن الخطاب و افضلہم العشرة الذین شہد لہم النبی
بالجنة و ہم ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف

سلا اہل سنت اعتقاد کرتے ہیں کہ امت محمدی تمام امتوں سے بہتر ہے اور اُن میں انھیں اُس ترقی والے میں جہنم حضرت کبریٰ
اور آپ پر ایمان لانا اور تصدیق کی اور بیعت کی اور متابعت کی اور آپ کے سوا کوئی اور اپنی جان و مال کو آپ پر قربان کیا اور انکی اطاعت
و اطاعت کی اور اُس ترقی والوں میں افضل حدیث کے ہیں جہنم بیعت رضوان کی اور وہ پورے طور پر اُن میں افضل ہیں اور وہ ہیں
و وہ ہیں جو کلام کے کلمے کے برابر اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں داؤد بن علی و عمر بن خطاب ساتھ یہ سب سنی اور ان میں افضل اُن میں
جو کلام کے کلمے کے برابر ہیں ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و عبد اللہ بن مسعود و ابو عبیدہ بن الجراح

کتاب فی احکام الشریعہ ج ۱ ص ۱۰۰

الاسلام خمساً وثلاثين سنة اوستا وثلاثين سنة اوسبحا وثلاثين والمراد
 بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدین والجنس السنین الفاضلة
 عن الثلاثین فمنی من جملة خلافة معویة الی تمام تسعة عشر سنة و
 شہود لان الثلاثین مکتب لعلیٰ کما بدینا اب اہل الفاف اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیے
 اور دیکھیں کہ ہمارے فاضل محبوب کا دعویٰ کہ حضرت پیر و متگیر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معویہؓ کو خلیفہ
 راشد فرمایا ہے غلط صحیح یا صحیح میں کہتا ہوں کہ ہمارے فاضل محبوب کا دعویٰ بالکل غلط ہے
 حضرت پیر و متگیرؓ نے انجانبہ حضرت امیر معویہؓ کو خلفاء راشدین میں نہیں شمار کیا اور کسی جگہ
 خلیفہ راشد نہیں لکھا ہمارے فاضل مخاطب کو لفظ خلافت سے اشتباہ پڑ گیا اور
 وجہ اسکی اول یہ ہے کہ پہلی عبارت میں صرف خلفاء الہدیہ ہی کو خلفاء راشدین لکھا گیا
 حضرت امیر معویہؓ کی خلافت کا بھی اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن نہ اُس خلافت کو خلافت راشدہ
 لکھا اور نہ امیر معویہؓ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معویہؓ کو خلیفہ
 راشد نہیں لکھا دوسری یہ کہ حدیث الخلافة احد کثرت سننہ لیکون صلکاً
 کے موافق اور کا مصداق خلافت خلفاء اربعہ کو ہے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث
 میں لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے پھر اُس کے بعد جو خلافت امیر معویہؓ کو ذکر
 فرمایا اور اُس سے اُس کو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت راشدہ نہیں بلکہ
 خلافت بجنے ملک و سلطنت ہے۔ تیسری یہ کہ امیر معویہؓ کی خلافت کی نسبت
 لکھا کہ اُس کا ثبوت وصحت اُس وقت سے ہے جب سے حضرت امام حسنؓ
 نے خلافت تفویض فرمائی تھی اور ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اپنی اجتہاد کی خطا کی وجہ سے

۱۵ سیستیس برس اسلام کی چکی چلیگی اور اس حدیث میں رجائے مراد دین کی قوت ہے اور پانچ
 سال جو تیس سال سے زائد ہیں وہ مجدد خلافت معاویہؓ کے ہیں۔ تیس برس اور کچھ مہینے پورے ہو کر تک
 کیونکہ تیس برس حضرت علیؓ کے ساتھ پورے ہو گئے چنانچہ ہم میان کر چکے ہیں ۱۲۔

جو بسبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تھی بنیہ امین سے تھے چنانچہ
 امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت تقویٰ میں فرمادی خلیفہ لیکن ایسی حالت میں آؤ کہ خلافت راشدہ
 نہیں لے سکتے تھے چوتھی یہ کہ خلافت حضرت معویہؓ کو مصداق حدیث تدور رحی الاسلام کا
 قرار دیا اور اسکی تفسیر میں لکھا کہ مراد رحی سے توت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ توت
 و شوکت اسلامی بمقابلہ کفار کے غایت درجہ کو تھی کیونکہ امرائے ایک شخص پر مجتمع تھا
 لیکن یہ مستلزم اس امر کو نہیں ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت ہی ہو غایت
 سے غایت پیچہ ہی کہ سلطنتوں میں عہدہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت
 امیر معویہؓ مراد خلافت راشدہ نہیں چنانچہ محشی نے بھی اسکی تفسیر کی ہے تو لہٰذا رضی اللہ
 اما خلافتہ معویہ رضی اللہ عنہ الخ المراد منہ الامامۃ لا الخلافتہ التي كانت
 للخلفاء الراشدين الاربعۃ لانها خلافة النبوة
 كما قاله قاضی وغیرہ من المحدثین كما نقله
 الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم رہا یہ اطلاق لفظ خلافت
 یا خلیفہ کا امیر معویہؓ کے حق میں اول تو سلطنت ہی بسبب اہل اطاعت ہونے کو
 اہل سنت کے نزدیک خلافت میں داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دو عین ہیں
 ایک خلافت خاصہ میری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت ملک سلطنت حق تو اطلاق
 خلافت کا اس پر متعین ہوا علاوہ ازیں خلافت مطلقہ دو عین ایک خلافت بنوت
 اور دوسری امارت و سلطنت ہیں اور دو نو نو عین میں تشکیک حوا و ہر دو کا تشکیک
 ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول توت و شوکت و حصول ہمت خلافت و اہل عیر
 بنویہ علی وجہ الکاملیہ اور باعتبار ثوران عدو من بعض افراد خلافت خاصہ کے
 اما خلافت میر الخ خلافت مراد امامت ہے نہ وہ خلافت جو چاروں خلفاء راشدین کو حاصل تھی کہ وہ خلافت بنوت تھا
 جیسا کہ تین سیکھ قاضی وغیرہ نے کہلے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم میں نقل کیا ہے ۱۲۔

بہ نسبت بعض کے اکمل و کامل و ضعیف و قوی کا تفاوت رکھتے ہیں خود خلفائے میں فضیلت
 علیٰ ترتیب الحزافہ واقع ہونا ثبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت و سلطنت
 صدیقی میں اپنے افراد پر حقدار تشکیک ہو وہ محتاج بیان نہیں جو ایسی واضح اور ظاہر ہے
 کہ اس کے اثبات کی دلیل سے کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ نوع ثانی کا فرد علی
 نوع اول فرد سافل کے ساتھ باوی النظر میں ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان
 دو نوع فردوں کے بجز ایک بار یک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے کہ
 خلافت کی بنیاد دو اصولوں پر ہے اول اتباع سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم
 دوسری انتظام واضح اور سرانجام مہات لیکن محض خلافت کے لئے اصل اول کو
 بہ نسبت اصل ثانی کے مرئیہ ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے اور ثانی کو کفائے الجملہ
 مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہوتا وہ فوت ہوا اور رسول کو لئے
 ایجاز و عداۓ خداوندی میں جارحہ نہ بنی۔ افراد عالیہ خلافت میں دو نوع اصولوں کا
 تحقق اکمل وجہ سے ہوگا اور افراد سافلہ میں اصل اول علی وجہ الکمال ہوگی اور
 اصل ثانی میں نے الجملہ نقصان ہوگا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل
 اول کی وجہ سے ہے کہ اس میں مرتبہ کمال سے علی حسب مراتب انحطاط ہوگا اگرچہ اصل ثانی
 علی وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہیں کہ افراد سافلہ
 خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑھ کر ہوں لیکن اصل اول میں اللہ کی ہوگی۔ توجیب باعتبار
 حد الامتین کے مرئیہ ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وہ کمی بھی ایسی بدیہی
 اور بین کی نہ ہو جس کا امتیاز ہر شخص کر سکے تو لامحالہ باوی النظر میں ہر دو نوع میں کمی
 افراد سافلہ و عالیہ میں ایک ملحق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورۃ
 و وجہ سے مجاز افراد علی سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو موہم خلاف نبوت
 نہ ہو تو کیا بجا کیا اور اوسپر کیا طعن ہے۔ ہا یہ کہ اگر آپ حضرت پیر و متکیہ رحمتی

قول سے استدلال فرماتے ہیں و خلافتہ مذکورہ فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ
استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ امین بلکہ کسی روایت کو اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا
مستحق نہیں پس آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت پیہ دستگیر رضی نے امیر موحیہ کو خلیفہ راشد فرمایا
ہے سراسر غلط اور کذب جو علاوہ آگود و سدا کذب اور وہ کہ وہی یہ ہے کہ تحریر فرمائی
ہیں اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں "حالانکہ یہ محض غلط ہے
کیونکہ لفظ اس کا مرجع یہ ہے حدیث ثنوں سنہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں شیخ
حضرت پیر دستگیر رضی نے کہیں ذکر نہیں فرمایا یہ حدیث ہرگز اپنی مدت کو مستحضر نہیں
اور وہ حدیث حسین زیادتی مذکور ہے اس سے جدا گانہ اور وہ بالکل دوسری
حدیث جو اس کا مدلول و ماصدق علیہ کچھ اور ہی چیز ہے **قولہ** اور نیز اگر یہ حدیث
صحیح ہو تو وہ دو از وہ خلیفہ جنگی بشارت اکثر احادیث میں ہے کیسے ہر گزے **اقول**
پہلے ہم اس حدیث کی الفاظ کو جو بشارت و درازہ امام میں بطریق تھے وارو ہوئی ہے حاصل
ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہیں بعد اس کے اپنے فاضل محاسب کو بتلانیٹکے کہ دو از وہ امام
کیسے تھے اول حدیث ابن مسعود رضی کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر
ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سائل
کے جواب میں فرمایا - نعم حمد الیہ انبیاء صلی اللہ علیہ والہ ان یکون **نعم** اننا
خلیفۃ بعد **د** نقباء بنے اسرائیل - دوسری روایت جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے بالفاظ
مختلفہ وارو ہوئی ہے **ع** عن جابر بن سمرة قال کنت مع ابی عند البی صلی اللہ علیہ
والہ قال فسمعہ یقول یكون بعدی اثنا عشر امیرا ثم

روایات بشارت و درازہ امام -

۱۵ ہاں ہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بعد کیا کہ بعد انکو وارہ فیہ ہر گز نہ سوائیل کے نہیں کی تو اس کے موافق ہوا
۱۶ جابر بن عمر مروی کہ میں نے اپنے باپ کو کہتا ہی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا میں نے حضرت کو سنا تو اسے ہرگز بعد امیر ہرگز

اخفی صوته فقلت لابی ما الذی قال رسول الله صلی الله علیہ والہ قال کلہم من قریش
وعز الشعب عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلی الله علیہ والہ لا یزال هذا
الدین عن بنی امیہ ینصرون علی من ناواہم الی اثنی عشر قال ثم قال کلہم من قریش
الناس قال فقلت لابی اولا بنی ما کلہم اصمتہا الناس قال کلہم من قریش
وعز جابر بن سمرة قال قال النبی صلی الله علیہ والہ لا یزال هذا الامۃ مستقیمۃا
ظاہرۃ علی عدوہا حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش فانتہی فی منہا لہ
قلت ثم لیکن ما ذا قال الہج - وفی روایۃ عز جابر لا یزال هذه الامۃ متصا
امرہا ظاہرۃ علی عدوہا - وفی روایۃ عن عمر بن سعد قال کتبت الی جابر بن
سمرة مع غلامی رافع اخبرنی بشی سمعہ من رسول الله صلی الله علیہ والہ فکتبت
سمعت رسول الله صلی الله علیہ والہ یقول جمعة عشیة رجم الاسلحہ لا یزال الدین
قابحا حتی تقوم الساعۃ ویکون علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش یمشی تروا شح برکۃ
عز شرح الہک قال الکتاب هذه الامۃ فیم اثنا عشر فاذا وقت لعدو لہغوا ولغووا کما یستہیم

۱۵ پر کہہ چکے آہستہ فرمایا میں نے اپنے باپ سے پوچھا حضرت نے کیا فرمایا کہا اب قریش سے ہونگے جابر بن سمرة و موی ہر کہا فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفوں پر فخر و برکات بارہ خلیفوں تک پہنچے ایک کفر فرمایا
جو لوگوں کی جویم بھگوتیئے دیا تو میں نے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچھا کہ کون کون نے بھگوتیئے دیا کہا قریش سے ہو گا اور جابر بن
سمرة سے موی ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امت ہمیشہ اپنے امین مستقیم اور دشمن پر غالب رہیگی یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گذرے
جو سب قریش سے ہوں گے یہ میرے اپنے گھر پر حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہر کہا ہو گا فرمایا قتل - اور ایک روایت میں جابر سے ہے جو میں نے اس سے سنا
امر درست رہیگا اور انہی دشمن پر غالب رہیگی اور ایک روایت میں عامر بن سعد سے ہے کہ میں نے جابر بن سمرة کے پاس اپنی غلام رافع کے
ہاتھ لکھ کر دیکھا کہ جو کچھ بتا جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس اس کو جواب میں لکھا کہ میں نے حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
کہ روز سننا جبکی تمام کواہلی سنگ سا ہوا فرماتے تھے ہمیشہ یہ دین برابر رہیگا قیامت تک اور تیر بارہ خلیفہ ہوں گے سب سب قریش سے ہو گے
شرح برکۃ سے ہر کتاب میں کہا کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہیں جن کی تعداد پوری ہو جائیگی تو سرکش اور بغاوت کی کوئی اور راہ کی طرف نہیں جائے گی

چوتھی روایت ہے کہ جب قال کان ابوالخالد جاراً فسمعہ یقول ویحلف علیما ہذا الامۃ
 لا یتحد حنیف کون فیہا اما عشر خلیفہ کلہم یعمل بالحدود و دین الحق ہانجون رت
 عن سفیان بن یزید بن مکحول انہ قیل لہ ان النبی صلی اللہ علیہ الہ قال یكون
 اما عشر خلیفہ قال نعم و ذکر لفظہ اخری عن معمر بن یحیی و ہب بن منبہ یقولون
 اما عشر خلیفہ ثم یكون الہرج ثم یكون کذا اچھی روایت عن عمر البکائی عن کعب
 الاحبار قال فی الخلفاء ہم اتی عشر اذا کان عند القضا ثم ھم و اتی طبقہ صلی
 عند اللہ کلہم العمر کذلک وعد اللہ الذین امنوا منکم و حملوا
 الصلحت لیستخلفہم فی الارض کما استخلف الذین
 مرقسہم و کذلک فصل اللہ بنی اسرائیل و لیس یغزین ان
 یجتمع ہذا الامۃ یوما و تقف یوم و ان بنی ما عند ربک کالف سنۃ بما تعدون
 اور صحیح مسلم بن حبیب و رواتین و رباب امۃ اما عشر و اردو ہوتی ہیں وہ تقریباً ان روایات
 میں سے بعض کے مطابق ہیں لیکن غالباً ابو داؤد کی روایت میں لفظ کلہم یجتمع علیہ الامۃ
 الی الخیر سے مروی ہے کہا ابو خالد یہاں تک کہ اس سے سنہا تم کہا کہ کہتا تھا کہ یہ امت ہاں تک کہ
 یہاں تک کہ اوسین بارہ خلیفہ ہونگے کب سب ہدایت اور دین حق پر عمل کریں گے۔ سفیان بن یزید بن مکحول سے
 روایت ہے کہ اوش کہے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ میری بعد بارہ خلیفہ ہونگے کہ ان۔ اور
 لفظ ذکر کیا۔ معمر سے معمر نے اس سے کہنے وہب بن منبہ سے کہتا تھا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے یہ قتل ہو گا یہ
 یہ ہرگز کاغذ و لکائی کعب احبار روایت کرتا ہے اوش اسے کہا کہ وہ بارہ ہیں اور جب ان کو گزرنے کا وقت قریب ہو گا
 اور طبقہ صالحہ عبد اللہ آئیگا تو ان کی عمریں زیادتی ہو گی اسی طرح وعدہ کیا ہے اللہ ان کو جان لگا اور انک
 کام کیے کہ ان کو ملک میں جانشین کرے گا جس طرح جانشین کرتے ہیں ان کو اور اسی طرح اللہ بنی اسرائیل کے ساتھ
 اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں کہ اس امت کو ایک دن یا آدھن جمع کر دے اور ان کی تیری رب کے نزدیک
 مثل نذر برس کے ہے تمہاری گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے۔ اب گذارش یہ ہے کہ جس روایت میں تعقید خلافت کی نشوونما
 کے ساتھ وارد ہوئی ہے وہ خلافت نبوت صحو علی الاتصال استقر زمانہ تک ممتاز
 رہی چنانچہ بعض روایات میں صریح خلافت نبوت وارد ہوا اور نیز اس قسم کے الفاظ سے ہی
 ارشاد ہوا ہے **انھذا اکامر بدارنبوۃ ورحمۃ لہم خلافتہ** جو غرض اس قسم کی روایات سے
 صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت جبکی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت و رحمت
 اور وہ روایت جو بشارت دوازده امام میں وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ
 خلافت نبوت ہو یا ملک سلطنت ہو علی الاتصال ہو یا باقطاع کیونکہ جس قدر اوصاف
 دوازده ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اُن سب کا حاصل یہ ہے کہ اُس خلافت کو قوت و ثبوت
 ہوگی اور اوس میں اضطراب و تنزل و وقوع فتن نہ ہوگا وہ اپنے اعداد پر غالب رہے گی
 اور بمقابلہ اُس کے کفار مغلوب و مشکوس ہونگے اور امت او پر جمع ہوگی اور یہ اوصاف
 کچھ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ عوارض عامہ ہیں جو خلافت کے دونوں نوع
 میں پائے جاسکتے ہیں خلافت خاصہ ہی ان کے ساتھ متصف ہو سکتی ہے اور امت
 و سلطنت کو بھی ان صفات سے خط و نصیب ہو پس ان دونوں روایتوں میں کسی
 قسم کا تعارض نہیں ہے ہاں یہ بات باقی رہ گئی کہ قمری کے بعض روایات میں جو یہ
 الفاظ وارد ہوئے ہیں کلیم یعمل بالہدئے و دین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلیان میں
 ڈالیں اور یہ خیال فرمائیں کہ یہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہ زعم اگر ہو
 تو بالکل باطل ہے کیونکہ اس وصف میں بھی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اُسکو صدق میں اپنے
 افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین بھی عالمین بالہدئے و دین
 الحق ہیں اور مسلمانین میں ہوا و انکی افراد عالیہ اور افراد متوسطہ بھی عالمین بالہدئے و دین
 الحق ہیں لیکن ان میں اور اُن میں باعتبار اس وصف کی امتیاز اور فرق ہے خلفاء

راشدین میں ہیں وصف کا صدق اُسے اور اشد متواضعین کے افراد عالیہ و متوسلین
میں اُس کی عید اور خیف ہو لیکن صدق اس وصف کا گوئیے الجملہ کم ہے تاہم پایا جاتا
بلکہ سلاطین جائید جو سلاطین کے افراد سافلہ ہیں اُنہیں بھی ہے الجملہ پایا یا بیگا اگر وہ
کنارے ساتھ جہاد کرینگے جو باعث قنوت دین ہو لیکن اُن افراد کا اس وصف کو ساتھ
انصاف ایسا قبیل ہو گا کہ اگر اُس کو کان لہم لیکن اعتبار کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے
غرض یہ وصف بھی مثل دوسری اوصاف کو حواض عامہ میں سے ہے خود خلافت نبوت
اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہیں پس جب یہ امر ثابت ہو گیا
کہ وہ یقین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تھی اور یہ بشارت عام ہے تو دونوں
حدیثوں میں باہم کچھ تعارض تو ناقض نہیں رہا کی تو حیات اور ہی ہو سکتی ہیں لیکن
ہم بخوف تطویل اور تکرار کرتے ہیں اب تمجید یہ خیال ہو کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب
نے ان روایتوں کو جو بشارت دوازہ امام میں وارد ہوئی ہیں اپنے مذہب کی تائید اور
تقویت میں نقل کیا ہے اور اپنے روایات مذہب کو موافق سمجھا ہے چنانچہ اسکی بعد وہ روایتیں
نقل کی ہیں جو اپنے روایات سے بشارت دوازہ امام میں منقول ہوئی ہیں ائمہ اربعہ کی روایات
کو بلا رد و انکار قبول کر لیا ہے ورنہ شیخ نے جسجگہ مخالفین کے روایات فصاں میں نقل
کی ہیں وجہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوٰۃ العصر عن عبداللہ
ابن الماسود عن ابیہ عن عائشہ بیان کر کے آخر میں لکھتے ہیں قال مصنف هذا الكتاب
مرادی بایراد هذه الاخبار الرد على المخالفين لا حقهم لا يرون بطلان الخداع
وبعد العصر صلوة فاجبت ان ابين انهم خالفوا رسول الله صلى الله عليه وآله في قوله فخله
پس جب اسجگہ بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہیں اپنی روایات جو بشارت دوازہ

روایات حضرت علی بن ابی طالب سے روایت دوازہ امام مذہب شیخ احمد رضا بن علی

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ حدیثوں کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر دکرنا ہے کیونکہ وہ بد فہم اور
مرد کے غایر نہایت نہیں سمجھتے تو میں نے چاہا کہ اس امر کو بیان کروں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل میں کیا

امامین تہیں وارو کیں تو معلوم ہوا کہ یہ روایات شیخ کے نزدیک مقبول و متحد ہیں قطعاً نہیں
 اس پر اگر بالفرض شیخ قمی کے نزدیک یہ روایات مقبوض نہ ہوں تاہم حسب شہادت امام صادق
 و امام کاظم مقبوض قابل قبول ہیں کیونکہ ہم معنی اور مشابہ روایات اہل بیت کی ہیں تفسیر صافی
 میں منقول صحرا قال الصادق فما جاءك في رواية من راو فاجر توافق القرآن فخذ به
 وما جاءك في رواية من راو فاجر يخالف القرآن فلا تأخذ وقال الكاظم اذا جاء
 الحدیثان المختلفان فقسهما على كتاب الله وعلى احادینا فان اشبههما فهو
 حق وان لم یتمهما فهو باطل۔ ان دون روایتوں سے ثابت ہو کہ جو روایت موافق
 کتاب اللہ اور مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہو اور پھر روایات منقولہ
 صدوق ہی مشابہ اُن روایات کے ہیں جو ائمہ سے وارو ہوئی تو یہ بھی واجب القبول نہ ہوگی
 اور بعض روایات میں اگرچہ روایات اہل بیت ہیں اور بواسطہ روایات اہل بیت کے منقول ہوئی
 ہیں لیکن یہ اس قراح نے الروایۃ نہ ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ ان روایات کو موافق و واروہ
 ایام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجھینگے اور ان روایات کے صدر سے مذہب کی بناء کی
 اہتمام سے صیانت کیونکر کریں گے۔ اور ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امت کو زمانہ
 ائمہ اثنا عشر میں استقامت امر اور غلبہ علی الاعداد اور ظہور دین اور اصلاح امر میں
 ہوگا پس اگر انکو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہ وعدہ اور اخبار
 جھوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں برعکس ہو کہ اضطراب امر اور غلبہ اعداء اور
 اختہار دین اور فساد امر حاصل ہوا تھا اعلیٰ عظم کا نام و نشان تک صفحہ گیتی سے گویا محو ہو گیا اُن کی

صلوات امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ تیرے پاس کسی ریتا میں کسی ناجرادی سے آوے جو قرآن کے موافق ہو
 تو اسکو لے اور جو کچھ تیری پاس کسی روایت میں روا ہے ناجر آدمی کے مخالف ہو تو اسکو نہ لے۔ امام کاظم
 نے فرمایا جب تیرے پاس دو متخالف حدیثیں آئیں تو اسکو کتاب اللہ اور ہماری حدیثوں سے مقابلہ کر اگر وہ ایک پر شہادۃ
 ہوں تو وہ حق ہے اور اگر اُن کے مشابہ ہو وہ باطل ہے۔ ۱۲

بظاہر الفاظ میں کوئی قید معلوم نہیں ہوتی افسوس کہ آپ کے خاتم الحمدین نے
 صواعق کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ایسا دھوکہ جسکی آپ بھی تکذیب فرماتے ہیں نہ ہوتا
 بقول العبد الفقیر الے مولائہ الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی کتاب
 کے مطلب کو تو آپ نے سمجھا ہی نہیں تھا بندہ کی گزارش کو بھی قبول نہ فرمایا اور نہ سمجھا
 لیجئے اب پر گزارش کیجاتی ہے مگر تحفہ کا ملاحظہ فرمائیں اور سمجھیں مسئلہ منصوصہ امت
 جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مختلف فیہا ہے اوس میں دیکھنا چاہیے کہ محل نزاع کونسا اثر
 کہ جسکو اہلسنت منع کرتے ہیں اور شیعہ اوسکو تسلیم کرتے ہیں چونکہ تحقق نزاع کے لئے
 ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جمیعین نزاع واقع ہو رہی ہے باتحاد الاعتبارات و یقین کے نزدیک
 ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نص کہ جسکا اشتراط حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہیں اوسکو حضرات اہلسنت منع
 کرتے ہیں اور اگر وہ نہ ہو بلکہ وہ نص جسکو شیعہ تسلیم کرتے ہیں جدا ہوا و جسکو اہلسنت
 تسلیم نہیں کرتے ہیں دوسری تو نزاع ہی متحقق نہ ہوگی پس وہ نص جسکو حضرات شیعہ
 امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 تبصریح اسطرح استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سبکو جمع کر کے آپ نے ارشاد فرمایا ہو کہ اے لوگو
 فلاں شخص کو تمہاری اوپر میں اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہوں میری بعد وہ میرا خلیفہ
 اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار کر لو میں
 اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیر کہ خلفائے ثلاثہ نزواہل سنت پر
 اندہ منصوص علیہ یعنی منصوص علیہ نص تنہا عہدہ نہیں ہیں چنانچہ سیاق عبارت مر
 متبادر الے الفہم اور بطریق اشتفاء نص کو مستلزم نہیں بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص۔
 جو مثل روز روشن واضح کر دی کہ استخلاف کسطرح واقع ہو نیوالا ہے بطور اجبار کہ
 جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہو جن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے
 ساتھ مختص سمجھا خلفاء کو غیر منصوصہ فرمایا اور یہہ باعتبار عرفا قرب الی الفہم ہوا

حضرات نے اخبارات اور بیانات واقعہ کے قدر مشترک کو ملحوظ فرمایا اور اس کو بمنزلہ تفصیل کے سمجھا اور انہوں نے منصوص کیا اور یہی باعتبار ولایت عقل مسیح اور قرین قیاس ہے اور فی الحقیقت یہ نزاع نہیں ہے کیونکہ مرجع نفی و اثبات کا امر میں متغایر ترین ہیں قرین اولیٰ کی نفی کرتا ہے وہ جدا حق اور فریق ثانی جسکو ثابت کرتا ہے وہ امر آخر ہے بہر کیف اہل سنت میں سے کوئی شخص اس امر کا معترف نہیں جو کہ خلفاء منصوص اوس نص کے ساتھ ہیں جو تنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعہ کے بلکہ بالاتفاق اوس اعتبار سے تمام اہلسنت خلفاء کو غیر منصوص اعتقاد کرتے ہیں پس تحفہ میں جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی منصوص علیہ ہونے کی کی ہے وہ باعتبار اوس نص کے جو اہلسنت و شیعہ میں تنازعہ فیہ ہے اور مبتدہ نے جو اثبات نص کا صواعق کے حوالہ سے کیا وہ راجع اوس نص کی طرف ہے جو تنازعہ فیہ نہیں لیکن چونکہ ہمارے فاضل حمید بنی خوش ہمیں سے یہہہ بچہ گئے کہ تحفہ میں منصوصیت سے بالکل انکار ہے اسی بہہ اعتراض فرمایا حالانکہ ہم نے علی الاطلاق کی قید لگا کر متنبہ بھی کر دیا تھا لیکن تب نہ ہوا اور اس سے یہہہ ہی ظاہر ہوا کہ سوال میں بھی جو منصوصیت سے انکار تھا وہ علی الاطلاق تھا کیونکہ اگر ایک نزدیک منحصر فی فرد واحد ہے اور جب اس کی نفی کر دی تو کل منتفی ہو گئی پس صاحب تحفہ کا دعویٰ صحیح ہے اور ہم نے اسکی تکذیب ہرگز نہیں کی افسوس کہ آپ نے یہ تحفہ کا مطلب سمجھا اور نہ ہماری معروض میں تامل فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک جبکہ بطاہر الفاظ میں کوئی قید نہ ہوا و سوقت تک مضر نہیں تعجب ہے کہ آپ کو بڑے مناظرہ وان و متبحر ہو کر ایسی بات فرمائی جسکی صدامحکمہ سے قرآن و حدیث میں تکذیب ہوتی ہے فانہ باعنی القدم الذین بايعوا ابا بکر الخ میں کیسے کہ بطاہر الفاظ میں قید ہے جو اسکو الزامی قرار دیا اور لفظ عندک مثلاً مقدر تجویز فرمایا قل کو تو ا حجابہ ان حلال ہوا میں بطاہر الفاظ میں کہاں قید ہے علی ہذا القیاس بہت جگہ اسکی نظیریں موجود ہیں لیکن

کچھ تو فہم و انصاف کو کام لین قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور حدیث تمک باثقلین
 اور قصد احراق کا ذکر عجیب سبحان اللہ۔ اپنے گہر کی تو خبر لیجئے۔ قول۔ امور دینی میں
 حدیث تمک کا ذکر آپ کو کیوں عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہلسنت
 نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لیں اور اس کو فروعی مسئلہ اور نہایت
 خفیف سمجھیں تب بھی حدیث تمک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیوں عجب
 آتا ہے یقول الجہد الفقیر الی مولانا الغنی حدیث تمک کا ذکر اس واسطے
 عجب معلوم ہوتا ہے اور اسلئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و
 تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو
 اور حدیث پر جب تک عمل ہی نہیں اور خود بھی اوس سے بمرآئل بعید ہیں تو اس
 صورت میں بمقتضائے امام ذرا الناس بالنار و نکسوا اللہ کفر کے ہر ذمی قتل و شہر کو اسکا
 ذکر عجب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کر لگا زبانی دعووں سے تمک
 نہیں ثابت ہو سکتا حضرات شیعہ نے تو مشائخ اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے
 ساتھ تمک کیا ہے جنکے نامہ اعمال سابق میں مذکور ہو چکی ہیں اگر اسکا نام تمک
 باثقلین ہے تو ایسے تمک کو سلام عرض ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہ بھی
 معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہے حالانکہ
 یہ مسئلہ اسرطاب ہے فروعیات کو خفیف ہونے کے کیا معنی قولہ آخر آپ کے خلفاء امام
 بہ تمک تہر یا نہ تہے اقول خلفاء رضی اللہ عنہم حکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب آیات
 اطاعت ادلوا الامر تہے اور مطاع اور ادلوا الامر کو جس طرح تمک کرنا چاہیئے کیا
 قولہ اگر مینے یہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت صلیا مقدمہ خلافت کا ہے پیش
 آیا آپ کے خلفاء نے اس باب میں اہل بیت کو کیا تمک کیا تو کون سے تعجب کا
 محل ہے تعجب اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود اسکا کمال انبیاری اس باب میں

تک نہوا وقتہ احواق کیا **اقول** مقدمہ خلافت میں جبکہ نقل اٹھانکا متک ہر تو لا محالہ نقل اس قدر ہی
 اوسیکامتیج ہے تو یہ ہوا کہ خلفائے اس باب میں اہل بیت سے کونسا کیا ہے محل تجب ہر
 پہر اگر ہستے اس پر حضرت شیعہ کے متکات اہل بیت سے جبکہ تو ناخوش ہونے کی کوئی بات ہو لیکن ہم سب
 مقدمہ میں جو بعد وفات سرور کائنات میں آیا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہیں کہ جب یہ حادثہ پیش آیا
 اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئی تو اس وقت تک حضرات شیعہ کا وجود نہوا تھا یا نہیں نہوا تھا
 اگر اس وقت تک انکو خلعت وجود عطا ہو چکا تھا تو فرمائی کہ اس وقت ان حضرات نے کیا تک
 باتقلین فرمایا کیا اس وقت تک آیت **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ**
وَأَخْلَصْ إِلَيْهِمْ نازل نہیں ہو چکی تھی یا یہ کہ نازل ہو کر پہر منسوخ ہو چکی تھی اور یا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ** کا حکم اس وقت باقی نہیں رہا تھا اور اگر انکا وجود ہی
 نہیں نہوا تھا تو یہ فرمائی کہ انکا وجود اس وقت حادث ہوا ہے۔ راجعہ احواق بس اسکی بابت ہم پہلے
 ہی گذارش کر چکے ہیں اور اب ہی مختصر گذارش کرتے ہیں کہ اولاً حضرات شیعہ نے فضل احواق کا
 دعویٰ فرمایا۔ چنانچہ اہل شیخ محقق طوسی بخیر کے طاعن صدیق میں تحریر فرماتے ہیں **وَأَنذَرْتُ**
إِلَى بَيْتِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اسْتَمَعَ مِنَ الْبَيْعَةِ فَاضْرَمَ خَيْدَ النَّارِ فِي
فَاطِمَةَ وَجَبَّاهُ مِنْ سِنِّهِ شَامٌ اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بھی یہ دعویٰ فرمایا
 پہر جب دیکھا کہ یہ کاغذ کی ناو نہیں ہستی اور تقدس کی غلطی پر مشتبہ ہوئی تو پچھلون نے اس دعویٰ
 چھوڑ کر مقدمہ اہل حق کا دعویٰ کیا اور دین میں ہماری فاضل مجیب ہی ہیں اور متک اپنا اس دین
 قرار دیا جو ازلہ انخفا میں منقول ہے جسکا الفاظ یہ ہیں **وَأَيُّدُ اللَّهِ مَا ذَاكَ بَانِعِي أَنْ اجْتَمَعَ هَوْلٌ**
الْفَرْعُ عِندَ لَأَزْ أَسْ هَمَّ أَنْ يَخْرُجَ عَلَيْهِمُ الْبَيْتُ ابْ عَاتِلِ إِنْ الْفَاظِ مِنْ غُورِ كَرَسِ اور حضرات شیعہ
 اسے ای نبی کا زدن اور منافقان سے جہاد کو اور انہی کے لیے ای بیان والو دوستی نہوا دوسرے چیز خدا نے غصہ کیا کہ
 اسے اور اس نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر کی طرف جب اس پر بیت سے ہٹا کر کیا ہے چا تو دوسرے
 اہل لگادی حالانکہ اوس میں فاطمہؑ اور نبی کا شریک جماعت تھی ۱۲؎ اور خدا کی قسم یہ جگہ کبھی مانع
 نہیں ہے اگر یہ جماعت تیسرے پاس الہی ہو گئی کہ میں گھر جلائیگا اور ہر حکم کو ان ۱۳ - ۱۲ -

دعویٰ کو دیکھ کر ابن الفاذل کو ثابت ہوا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ابن الفاذل سب پر قصد احراق جسکو ہماری
 فاضل مجیب مدعی میں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قصد احراق ایک ایسی نکتہ کی غرض تھی کہ مقتضی ہے کہ حسین
 یکجہ شک و تردد نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت میں لفظ ماؤاک باسعی مذکور ہے جسکو معنی یہ ہیں کہ
 یہ مجکور و کئی والا نہیں ہے جو میرے عدم قصد پر دل ہے اور محض غصہ کو نسبت ہے اور نیز جبکہ لفظ
 ان شرطیہ متصل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے اسوشکو کو محملہ کے واسطے متصل ہوتا ہے اور یہ
 باہرہ قصد و غریہ کی منافی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی عبارات عرف عام میں محض تہذیب کی پیش
 بولے جاتے ہیں اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور اگر قصد اتیان فعل نہیں ہے
 چنانچہ جناب امیر نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بعیر کا بیت المال لوٹ کر بیعت حضرت
 شیعہ کہ آیتھی تھے اور جناب امیر نے انکو ایک جناب امیر خط تحریر فرمایا جسکی نقل ہم راجع الباقی
 اور پر کے ہیں اور میں تحریر فرمایا ہے فاتر الله واردد الی هو لاء القوم اموالهم فانك
 ان لم تفعل لثا مکشی الله منک لا عذر ان الی الله فیک ولا ضرر لک لیبقی
 الله ما ضربت به احدا الا دخل الما ان ابن الفاذل کو ملاحظہ فرمائی کہ یہ الفاظ انکی زعم کے ہیں
 ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہیں پہر ہم پوچھتے ہیں اگر وہ مقصد قتل ہے تو قتل کی کفایت
 سلمہ کا الا احد ثلث النفس بالمصر الثیب الزانی والدارک لدینہ جائز ہے یا نہیں
 علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال اس کیے یا نہیں اگر واپس کر دیتے تو خود ابن عباس نے
 جو اسکے جواب میں تحریر کیا اور لکھا کہ بیت المال میں میرا حق اس سے زیادہ اسکے مخالف ہے
 اور نیز کہیں کہیں انکو ال کا ثابت بھی نہیں ہوا اور اگر واپس نہیں کیا تو پہر حضرت ام کو گہمی اور غیر
 قدرت ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی اور پہر اس کے ساتھ کہیں نہیں ملے تو تب بیان یک میں کہو کہ
 داخل ہوئی یا میر صورت میں تو قتل اور عذاب کی اذکو بھی کافر و مرند فرمائی اور کم سے کم حسب تحقیق
 محقق طوسی تجرید میں بخلافوه فسقة و محاربوه کفر۔ فاسق موفر ہے کہیں اور نہ اور

لے کہ سب ایک آئین میں نابرابر ہے اور سب نے اور نہ ۱۲۔ ۱۳۔ اسکے مخالف فاسق میں اور اسکی محارب کافر ۱۴۔

صحیحہ لئے ہی ایسا کیا منظور کیا ہے اور یہ تزیین و تجمیع بلا مرج کیوں ہے اور اگر قدرت ہوئی تو پھر جناب نے
اوسکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اپنا مقصد پورا کیا یا نہیں اور اپنی قسم میں بار ہوئی یا جانتے بغیر
ارشاد ہو قول کہ عجب نہیں کہ آپ کو یہی ارکان عجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچھ جواب دیتے اور یہ
ہی وجہ ہے کہ جب آپ کو با اہمہ جو دت طبع کچھ جواب نہیں سکا تو ناخوش ہو کر ہلکا کر سہنہ دی
اقول افسوس کہ آپ نے ہماری گزارش کو نہ سمجھا ہمنے اجمالاً مختصراً دہان ہی جواب دیا ہوتا
اور لکھا ہوتا کہ قصد امور قلبیہ میں سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہوتا کہ اس کا اور اک دشوار امر
اور جو الفاظ صحیح مفہوم ہوتا ہے وہ ہرگز اتفاق پر دلالت نہیں کرتا۔ پس یہ حضرت کی خوش
نہی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ کچھ جواب نہ دیا اور کچھ جواب نہ بن سکا۔ چنانچہ اس میں
ہمنے اوسکو کی قدر تفصیل کے ساتھ عرض کیا آپ اس اگر آپ اب ہی نہ سمجھیں تو اس میں فرمایا
کہ ہمارا کیا منظور ہے۔ باقی الفاظ نا ملائم کام جواب نہیں دیتے۔ قول ہمنے بیشک آپ
گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپ کو اس سے کیا بالفرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپ کے
گہر کی خبر نہیں کیونکہ اگر آپ کا گہر سلامت ہوتا تو اوسکے سلامتی ثابت کر کے اور اوس سوال کا
جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تھا۔ اقول چونکہ یہ عبارت محض خوش نہی سے
ناشی ہے کہ آپ نے میری تحریر کو سمجھا ہی نہیں اور اس کا جواب خالی از نزل و ظرافت نہوگا اسلئے
ہم اس عبارت کے جواب میں سکوت کرتے ہیں۔ قول بفرض محال اگر آپ کا یہ وہم صحیح ہی ہو
تب ہی آپ ہم جیسے ہو گئی پھر طعن کے کیا معنی اقول یہ حضرت کی منظرہ دانی ہے
جو آپ فرماتے ہیں کہ آپ ہم جیسے ہو گئی پھر طعن کے کیا معنی ورنہ نئے الحقیقت جب ہماری گزارش کو
صحیح تسلیم کر لیا تو گویا اپنا آپ کو غیر متمک بالتحلیل تسلیم کر لیا اور نیز بر عجم خود ہما اور ہمارے
اکابر و اعظم کو یہی غیر متمک سمجھ رکھا ہوتا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہ محض زعم سامی ہے
اور طعن کا مدار زعم سامی پر نہیں ہے تو یہ فرمانا کہ پھر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہ کہنا
کہ آپ ہم جیسے ہو گئی سرسری غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازیں یہ طعن محض آپ کے طعن کی تردید ہو چکا ہوتا

جبکہ حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ کو خندہ ملوان کے ساتھ مطعون فرماتے ہیں اور ہماری طرف عدم ترک
 بتغین کا الزام لگاتے ہیں آپ خود اس قسم کے سامعین کے ساتھ مطعون ہیں اور ایسی عزائم کے
 ساتھ ملزم ہیں تو آپ کا طعن بجا اور الزام نازیبا ہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھ خود مطعون ہو وہ
 کیسے کہہ دے عقل اس طعن کا کیونکہ الزام دیکھتا ہے۔ مثلاً شراب خوار شراب خوار کو زانی زانی کہو
 اور ساق سابق کو شراب خوار اور زنا اور چوری کے ساتھ مطعون نہیں کر سکتا ہے اور ایسا
 کر گیا وہ عموماً یہی جواب پاویگا کہ میان تو خود ترکب اس میں کا ہے پھر تو کس موہبہ کیسے کہو طعن
 کر سکتا ہے پھر اگر وہ طاعن اس کے جواب میں کہے کہ آپ ہم جیسے ہو گئی ہیں طعن کے کیا معنی
 تو عقلاً اس کو بالکل از خارج از عقل سمجھیں گے۔ نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے منافق و دہ
 و فاضل فہم پر ایسی بدیہی صریح غلطی کریں جس سے عوام کو بھی اقتراز ہو۔ **قال الفاضل**
المحبیب۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کتاب اللہ و عترت سے منک فرمایا ہے
 اس سنت کو وہ منک کہاں نصیب ہے۔ اقول۔ واقعی یہ آپ کا فرمانا بہت درست ہے کہ سید
 کہن بر زبان جاری ہو گیا بیت دین سعادت بزر و بارزویت + تانہ بخت خدا سے بخشندہ۔
يقول العبد الفقير الى مولاه الفتنی۔ کلمہ حق ارادہ بیا یا مل۔ قالہا حضرت
 شیعہ کی سخن فہمی ایسی ہی ہے اور اکثر استدلال کا مدار اسی قسم کے فہم عبارات پر ہے چنانچہ
 ناظرین مکتب قوم پروردگار پر پیرادہ سپر ناز و اقتدار مزید برآں۔ **قال الفاضل المحبیب**۔
 قولہ۔ بلکہ اس سنت ایسی منک ہے پھر ار جان تیری و تماشائی کرتے ہیں۔ اقول۔ اگر ایسا کریں
 تو خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بیت لوگوں نے جبکہ اپنے زعم میں معتقد و پیشوا
 ان کہا ہے تیری و تماشائی کرتے پڑی۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه الفتنی**۔ بلکہ اگر
 ایسا کریں تو خدا تعالیٰ سے اور اس کے تمام انبیاء و رسل سے اور دین و ایمان سے تیری و تماشائی
 کرنی پڑے۔ اور حضرات ہشامین اور زکریا اور ابو بصیر وغیرہ کا فائدہ تقلید گردن میں ہوا و خیر
 مومن الطاق جبکہ آپ کے علمائے طاق فرماتے ہیں امام و پیشوا ہوں۔ بنو و بالہ من ذلک

اللہم انا نعوذ بک من الجور بعد الکور **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محض لکیر کے فقیر ہیں اور
بدون دلیل اپنے اسلاف کے متقدمین یہ بات کب گوار کر سکتے ہیں **اقول** بیشک
اہل سنت محض احکام خداوندی تعالیٰ شانہ و سنن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ
جنتین اہل بیت بھی شامل ہیں و تابعین اہم با حسان کی لکیر کے فقیر ہیں۔ نہ بجز کتاب اللہ و انکو
پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائی سنت رسول اللہ و انکے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع
اور محکوم ان دونو کا کر رکھا ہے نہ حاکم پرورد کتاب و سنت کی خلاف یہ بات کیونکر گوارا
کر سکتے ہیں **قولہ** ایسے مجبور تک کتاب اللہ و عترت رسول اللہ سے تبری و تجاشی کرتے ہیں
اقول یہ چار حضرت مجیب کا فرمانا سر اسر خلاف واقع اور بدائہ غلط ہے کتاب اللہ کے ساتھ تسکا
حقیقۃً و مجازاً و ظہاراً و معنی بفضل اللہ تعالیٰ اہل سنت کا اسی حصہ ہر شہر گانو گانوں میں خدا انکا
فضل سے علما و حفاظ کلام مجید موجود ہیں حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اسکے جامعین سے
جنکو عن اللہ کمال قرب و منزلت ہر تبری و تجاشی کرتے ہیں ایسی با وادش میں خداوند کریم نے
اذکوار اس نعمت پر محروم فرمایا اور باوجود درود و ہور کے انکو کلام مجید یاد نہ ہوا اور اپنا قرآن جواہر
پاس کی جگہ دیکر سے چلا آیا و خود غار میں رہا میں شیعیان پاک سے مخفی و مستتر ہے اور اسی پر
معانی کو بھی قیاس کر لیجئے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوش چین مفسرین و قراء اہلسنت رہے۔ و زرا
تفسیر مجمع البیان طبر سے کو ہی ملاحظہ فرما لیجئے آری۔ وللاذنی من کاس الکوام نصیب
عترت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تسکا اگرچہ حضرات شیوا انکے مدعی ہیں مگر نے حقیقت
یہی اہل سنت کو ہی نصیب ہر ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعام و عات اور انکو
اولاد کو اور تمام بات و درجات و احفا و کو اپنا مقدمہ او پیشوا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرت
شیعہ کے کہ انہوں نے سوائی محدودی چند عترت کے سب کو خلعت کفر و ضوق کے ساتھ
تشریف بخش رکھا ہے۔ پس فی الحقیقہ قضیہ منعکس اور معاملہ منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور
کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ سے تبری و تجاشی کرتے ہیں و اہلسنت حاشا ہم کو تسکا

قال الفاضل المحبب - تو کہ کیا تم کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظہ خود خداوند
 حقیقی تھا لے شاذ ہو موقوف اور بیاض عثمانی و آئی قرار دین چنانچہ مسلمات بتد سے ہے۔ اقول -
 حضرت مجیب کے اس قول کی نہایت ہی محبت ہو باوجود ادمائی علم و فضل و دین اہل ایسا کہنا علما کی
 شان کے خلاف ہے آپ محسن صاحب شہر الکلام وغیرہ کی تقلید فرمائی کہ ایسے تحقیق سے کام
 نہ لیا کاش۔ انکی ہی کام کو منظور دیکھا ہوتا مسلمات بتد سے تو شاید اوہوں نے ہی نہیں کہا
 شیعوں کی کہانیں تو آپکو نہیں ملتی کاش تاہی الکلام و تحفہ وغیرہ کو جسکے اتمام و بہرہ و مدیر آپ
 جو آب کہتے ہو بی بی باحسان نظر ملاحظہ فرماتے کتاب اللہ کی تنظیم و تکریم مقصد علم جماعتی
 اہل ایمان ہر حالت کراہیں کچھ بھی اختلاف ہو حضرات اہلسنت کا عجیب حال ہے کہ کسی کو صاحب
 سنتی الکلام فرماتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک بیاض عثمانی یعنی ساد اللہ قرآن شریف سے کافی
 کلیتی صحیح تر ہے اور دلیل یہ بیان دیتے ہیں کہ زبان ثقات شیعین سے سنا گیا تھا اور کہیں
 صاحب تحفہ ادعا کرتے ہیں کہ تاریخ ان فقیہہ نزد شیعہ محمد تراز قرآن ست۔ اور کوئی دلیل پھر نہیں
 فرماتے۔ یہ علماء حضرت اہل سنت کا حال ہے کہ خود شیعوں کی نسبت ایسا افسار و اتہام اپنی طرف سے
 منسوب کرتے ہیں اور کوئی دلیل و سند بیان نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو محض سنی ہوئی بتاتے ہیں
 اور کچھ نہیں شرا تے۔ حیف سد حیف ہماری حضرت مجیب ہے انکی تقلید سے یہ کہا ہے
 اگر وہاں کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے۔ میقول العبد الفقیر
 مولانا الفتنہ ابن نمیب میں بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ یہ سب بد بیہات اولیہ سو ہے
 چنانچہ اپنی دامنح ہو جائیگا اور بد بیہات محتاج دلیل نہیں ہوتی جسکو مذہب تبعی کی کچھ بھی
 واقفیت ہوگی وہ اس سلسلے ضرور واقف ہوگا۔ دوسری یہ کہ ہنے اس سلسلے میں صاحب سنتی الکلام
 کی تقلید نہیں کی بلکہ اپنی تحقیق پر اکتفا دیکھا ہے چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا۔ ثانی اگر تعاد و تفرق
 کوئی روایت صاحب شہر الکلام وغیرہ سے نقل کریں تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تحقیق
 تقلید کو نہیں ہے پس یہ محض ہمارے محبت کا دہم و گمان ہے و لیس۔ تیسری یہ کہ

معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی میں وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہیں اور انہیں ہر متبعیہ مسلم
 المؤمنین صادق آتا ہے ذرا اسکو یاد رکھیں گے۔ اس صورت میں آپ نے صد اہل امتیاع متقدمین پر کفر و کفر
 بی ایمان بنا دیا تا بائیں آفرین باد۔ پانچویں صاحب منہی الکلام اور صاحب تحفہ نے بھی اس میں
 جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہیں چنانچہ بندہ کی گزارش سے کسیدہ واضح ہو جا گا چوتھی جگہ بندہ
 نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرمائے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے معلوم نہیں
 یہاں کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیوں انعام و انعام فرمایا حالانکہ اسکا موقع محل کتب حدیث
 و تفسیر میں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اسبواسطے نہیں کیا کہ انہیں تحریف
 قرآن کا ذکر ہے اور ردایا اس کے ثبوت کے موجود ہیں لیکن مشکلیں نے جب دیکھا کہ خصم بے ادب
 گلو گویا ہے جس سے بدن انکار رائی شکل ہے اسلئے انہوں نے کہیں انکا تحریف کر دیا اور کہا
 کہ تو حیبات لا خالہ سے منع و تحریف فرمایا ورنہ بعض جگہ مشکلیں نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعویٰ کیا
 چنانچہ ہم نقل کریں گے۔ **قولہ** ہر حال جواب گزارش ہے یہ جو کچھ آپ نے اس قول میں کہا ہے
 محض دروغ بیخبر و غ ہے اگر آپ کو دعویٰ ہی تو بسم اللہ کوئی دلیل لائی یہ آپ نے کہا نہ لکھا کہ یہ
 سلمات تہید سے ہے آپ اپنی اس دعویٰ میں اگر چہ میں تو کوئی چوٹی ہوئی ہی دلیل بیان کیے
 اور جواب سنیں۔ **اقول** ای حضرت میر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور باطن
 نفس الامر و واقع کے ہر اوہم کذب کو دخل نہیں ہر افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی کتب حدیث و تفسیر
 کی خبر نہیں اگر آپ ان کتب میں سے دیکھتے تو ممکن نہ تھا کہ آپ اس دعویٰ کا انکار و مانتے
 بیخبر چوٹی ہوئی نہیں بلکہ ہم سوئی ہوئے وائل و انھیں مینکس کرتے ہیں براہ غیایت ذرا متوجہ
 سین۔ احادیث متعددہ جو مختلف اند سے مروی ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا سوا
 المعنی ہیں اور وہ قطعاً کوہ پونج چکی میں وہ عبارات انص و فروع تحریف کو مستہین
 اس وقت میر سے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رکھی ہوئی ہے اس سے بطور شے ازہر
 وطرہ از بجا نقل کر رہوں محمد بن رقی اللہ جو محسن اپنی تفسیر کے مقاصد میں لکھتے ہیں

صاحب الزکاء والسنۃ علیہ السلام

اور بایں اہل باری محبوب کے دعویٰ کے کذب پر اور سینہ وفی الکاف محمد بن
 سلیمان عن بعض اصحابہ عن ابی الحسن علیہ السلام قال قلت له جعلت فداک
 اناسمع الايات في القرآن ليس هي عندنا كما نسمعها ولا نحن ان نقرأها كما بلغنا
 عنكم فهل نأثم فقال لا اقرؤا كما تعلمتم فیهیکم من لیس لکم اقول بغی به
 صاحب الامر علیہ السلام وباسناده عن سالم بن سلمة قال قرأ رجل علی ابی عبد الله
 وانا اسمع حروفا من القرآن لیس علی ما یقرأها الناس فقال ابو عبد الله کف عن
 هذه القراءة اقرؤا كما یقرؤ الناس حتی یقوم القائم فاذا قام قرأ کتاب الله تع علی
 حده واخرج المصحف الذی کتبه علی علیه السلام وقال اخرجہ علی علیه السلام الی
 الناس حین فرغ منه وکتبه فقال لهم هذا کتاب الله کما انزلہ الله علی محمد وقد جمعت
 بین اللوحین فقالوا هوذا عندنا مصحف جامع فیه القرآن لا حاجة لنا فیه فقال
 اما والله ما ترونہ بعد یومکم هذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعت لقرآن
 وباسناده عن البرنقی قال دفع الی ابو الحسن مصحفاً وقال لا تنظر فیه ففتحه
 وقرأت فیدلہ لیکن الذین کفر وافرغوا فوجدت فیها اسم سبعین رجلاً من قریش باسمائهم
 واسماء آیائهم قال فنبعث الی البعث الی بالمصحف ونفس الی عیاشی عن ابی جعفر قال

سألت نافی بن ابی یوسف عن محمد بن سلیمان اور اسکو بعض اصحاب کے بیان پر روایت کیا میں نے آپ پر قربان کیا میں نے
 قرآن میں سے کچھ ایسی چیزیں جمع کیں ہیں جو قرآن میں نہیں ہیں اور کچھ ایسی چیزیں جمع کیں ہیں جو قرآن میں نہیں ہیں
 فرمایا میں نے تم پر جو چیزیں جمع کیں ہیں ان میں سے کچھ قرآن میں ہیں اور کچھ قرآن میں نہیں ہیں اور کچھ قرآن میں نہیں ہیں
 شخص نے ابو عبد الله سے چند حرف تراشی کی تھے جو لوگوں کے قرات کے موافق نہیں تھے اور میں نے ان کو ابو عبد الله سے فرمایا
 تو اس قرات سے باز رہو اور جو چیزیں جمع کیں ہیں ان میں سے کچھ قرآن میں ہیں اور کچھ قرآن میں نہیں ہیں اور کچھ قرآن میں نہیں ہیں
 مصحف جو علی نے لکھا تھا کھلا اور کہا علی کو کیا ذکر لکھو سے فارغ ہوئی تھی تو کوئی طرف نکلتا اور کہتا تھا کہ اللہ کی کتاب ہے جطرح اللہ
 محمد بن نائل کے اور میں نے اسکو روایت کیا ہے ہمارے پاس مصحف جامع ہے جس میں قرآن ہے اور کچھ ایسی چیزیں جمع کیں ہیں
 فرمایا اللہ کے قسم اس نے بھی تم کو کبھی دیکھا ہے اور کبھی نہ دیکھا ہے ہمارے پاس مصحف جامع ہے جس میں قرآن ہے اور کچھ ایسی چیزیں جمع کیں ہیں
 فرمایا اللہ کے قسم اس نے بھی تم کو کبھی دیکھا ہے اور کبھی نہ دیکھا ہے ہمارے پاس مصحف جامع ہے جس میں قرآن ہے اور کچھ ایسی چیزیں جمع کیں ہیں

یہ روایت ہے ابو عبد الله سے کہ اس نے کچھ ایسی چیزیں جمع کیں ہیں جو قرآن میں نہیں ہیں اور کچھ قرآن میں نہیں ہیں اور کچھ قرآن میں نہیں ہیں

غیر ہم نقد ذہب وقد جائت شاة الى صحيفه و کتاب یکتون فاکتھا و ذہب
 ما فیہا و الکاتب یومذ عثمان و سمعت عمر و اصحابہ الذین القوا ما کتبوا علی عہد
 عمرو علی عثمان یقولون ان الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة وان النور سق
 ومائة آية والحج تسعون ومائة آية فها هذا وما يمنعک یرحمک الله ان تخرج کتاب
 الى الناس وقد عہد عثمان حیز اخذ ما لک عمر فجمع له الکتاب وحمل الناس علی قراءۃ
 واحدة فقرأ مصحف لابی ابن کعب ابن مسعود واحرقہما بالمار فقال له علی یا طلحة
 ان کل آية انزلها الله عز وجل علی محمد صلی الله علیہ و آلہ و سلم با ملاء رسول
 الله و خطیدی و تاویل کل آية انزلها الله علی محمد صلی الله علیہ و آلہ و سلم و کل
 حلال و حرام اوحد او حکم او شیء یحتاج الیہ الامۃ الی یوم القیامہ مکتوب با ملاء
 رسول الله و خطیدی حتی ارش الخدش قال طلحة کل شیء من صغیر او کبیر او خاص
 او عام کان او یكون الی یوم القیامہ فهو عندک مکتوب قال نعم و سوی ذلک ان
 رسول الله صلی الله علیہ و آلہ و سلم فی مرضه مفتاح الف باب من العلم یفتح کل باب
 الف باب ولوا الامۃ منذ قبض رسول الله استبحو و اطاعو لا کفوا من فوقهم
 و من تحت ارجلهم و ساق الحدیث الخ و قال فی احتیاجہ علی الزین العابدی جاء

لہ جگہ سا کوئی قاری نہ تھا مقتول ہو چکے ہیں تو قرآن جامد ہوا اور تحقیق صحیفہ کے طرف بکری اچھوڑ کر لکھ رہی تھی اور اس کو کہا گئی ار جو کچھ
 او سن رہا جا جا رہا اور عثمان اور وقت کتاب تھا اور نبی عمر سے اور اسکے اصحاب سے جنہوں نے جمع کیا تھا جو کچھ لکھا تھا عمر سے
 نہ سن رہا عثمان کے زمانہ میں نہ تھا کہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھے اور نور ایک اور چند آیتیں تھیں اور جب ایک سونوئی سنیں تھی
 تو یہ کہہ لیا اور چند چیزیں سمجھ کر ہی چھوڑ کر گئے یا نہ ہو اس کے کوئی کتاب تھی کہ کوئی طرف نکالی یا تحقیق عثمان نے قصد کیا ہے جبکہ لیا
 جو کچھ سمجھ سکتے تھے کیا تھا پس اس کے یہ منشیو لکھا کہ لکھا گیا اور لوگوں کو ایک قرأت پر پڑھنا سکھایا ابے بن کعب بن بلال بن حوٹا
 مصحف بہار ڈالا اور اب تک میں جلا دیا اور اس کو علی نے جواب دیا اور طلحہ تحقیق بہارت جو اللہ عزوجل نے محمد پر نازل کی تھی میرے ہر
 رسول اللہ کی لکھوائی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور میری کتابوں میں لکھا ہے محمد پر نازل اور ہر ایک حلال یا حرام یا عید
 یا حکم یا کوئی چیز جسکی قیامت تک امت محتاج ہو رسول اللہ کی لکھوائی ہوئی اور میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے کہ نہ فرشتہ کی لکھی
 طلحہ نے کہا ہر شی جو نبی پر ہی خاص یا عام گذرے یا آئندہ قیامت تک وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہے کہا ہن اور
 اسکے سوا یہ کہ رسول اللہ نے اپنی مرض میں ہر باب کے علم سے بے خیالان پر شدہ عطا فرمائیں میں جن میں سے ہر باب پر میرا ہر باب لکھا
 اور اگر امت جب کہ رسول اللہ نے وفات پا کر ہے میرا اتباع اور میری پیروی کرتے تو اپنی اور میرا پانوں کے عیسیٰ سے کہا نے اور حدیث کہ

الیہ مستدلایہ من القرآن متنا بہ محتاج الی التاویل وكان من سوالہ النبی
 اجد الله قد شره هفوات انبیاء یقولہ وعصی آدم ربہ فغوی وتکذیہ نوحا لما قال ان
 ابنی من اہلی بقولہ انه لیس من اہلک وبوصفہ ابراہیم بانہ عبد کوکبا مرۃ ومرۃ
 قمر ومرۃ شمس وبقولہ یوسف ولقد همت بہ وهم بها لولا اننا برہان ربہ
 وبہجینہ موحیث قال رب انی انظر الیک قال لن ترانی الا یہ وبیعہ ل
 داؤد جبریل ومیکائیل حیث تسکوا الحرب لآخر القصة وتجبس یونس فی
 بطن الحوت حیث ذهب مغاضبا مذتبا واظہر خطا الانبیاء وذللہم ثم وری
 اسماء من اغتر وافتن خلقہ فصل واضل مکنۃ عن اسمائکم فی قولہ ویوم بعض الظالم
 علی یدہ یقول بالینۃ اتخذت مع الرسول سبیلا ویا ویلتی لمر امتخذ فلا تاحیلہ
 لقد اضلنۃ عن الذکر بعد اذ جآر فی منہن الظالم الذی لم یدکر من اسمہ
 ما ذکر من اسماء الانبیاء۔ آخر سوال اک اسکا جواب نقل کیا جا رہا ہے لیکن چونکہ سوال درجہ کے
 عبادت و عبادت سے زیادہ طول تھا اسلئے مختصراً مجتہد واسقاط نقل کے لئے جواب کے
 عبارت جو مثبت و عام ہے یہ ہے۔ فقال امیر المؤمنین واما هفوات الانبیاء

الانبیاء من شهد الكتاب بظلمهم فان ذلك من ادل الدلائل على
 حكمة الله الباهرة وقدة القاهرة وعزة الظاهرة لانه علم ان براهين
 انبيائه تكبر في صدورهم وان منهم من يتخذ بعضهم الها كما ان من
 النصر في اخبرهم قد كرهوا دلاله على تحلفهم من الكمال الذي
 تفرد به عز وجل الم تسمع قوله في صفة عيسى حيث قال فيه وامه كانا
 يا كلان الطعام ليعنان من كل الطعام كان له ثقل فهو بعيد مما عتبه
 النصر لابن مريم ولم يكن عن اسلم الانبياء تيجرا وتغزرا بل تعريفا لاهل
 الاستنباط والكناية عن امماء ذوى الجراير العظيمة من المتافقين في
 القرآن التي ليست من فعله تعا وانها من فعل المغير والمبدلين الذين
 جعلوا القرآن عصيين واعتاصوا الدنيا من الدين وقد بين الله تعالى قصص
 المغيرين بقوله الذين يكتبون الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله
 ليشتريه ثمنا قليلا ويقولوا وانهم لفرقا يلون السنتهم بالكتاب يقول
 اذ يبعثون ما لا يرخصه من القول بعد فقد الرسول ما يعيرون به اود باطلام
 حبا فقلت اليهود والنصارى بعد فقد موسى وعيسى من تغير التوراة والا

الحديث ذكر ان انبياء ارجم كيا جلك علم كى كتاب الله شامه تحقيق بهيچتہ لائل سے ہے اللہ کے روشن حکمت اور غالب قدرت پر نیک
 اللہ جانتا تھا کہ اس کے انبیاء کے دلائل اور ان کے دلائل پر جو تھے اور عین سے بعض کو جو دہائے شیعہ جس مناصری سے ابن
 برکات بن ہاشم ان کو اسلئے ذکر کیا تاکہ انکی تحلف پر اس کمال سے جس کے ساتھ اللہ عز وجل منفردی دلالت ہو گیا تو نے نہیں سنا
 اور اس کا قول عیسیٰ کے وصف میں اور کسی ان کے بارہ میں فرمایا (دو کو کہا نا کہاتے تھے) بیٹے جو کہا گیا اور اس کا ثقل ہو گا۔
 اور جسے ثقل ہو گا وہ بید ہوا اس سے جو نصار سے نے ابن مریمن دعویٰ کیا ہے اور اس کے اسماء سے براہ نمبر اور
 بڑائی کثرت نہیں کیا بلکہ اہل ہتھیار کے جھلانے کے واسطے۔ بڑے مذکورنا فقین کے ناموں نے کہ تیرے قرآن میں اللہ تعالیٰ کے
 قول سے نہیں بلکہ یہ تحریف و تبدیل کرنا ہوئی ہے اس کے فل سے ہر جنوں نے قرآن کو بارہ بار دیکھا اور جو میں نے دیکھا کو لیا اور اللہ تعالیٰ نے
 حرفین کے قطع بیان کر دیے اپنے قول کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ ان کے کتاب باہم کم بقولن باس عند اللہ مع اور اس
 قول کے ساتھ وان ہم لفرقا یلون السنتهم بالکتاب اور اپنے قول کے ساتھ۔ اذ یبعثون ما لا یرخصه من القول
 رسول کے وفات کے پیچھے جس سے اپنے باطل کے جی کو سیدہ کریں جیسا کہ یہود و نصار سے نے بعد وفات
 مرے اور عیسیٰ کے توڑات اور نبیل کے تغیر ۱۱۔

وتحريف الكلم عن مواضعه وبقوله يريدون ان يطفئوا نورا لله بافواههم
ويا بي الله الان يتم نوره يعني انهم اثبتوا في الكتاب ما لم يقبله الله
على الخليقة فاعلم الله على قلوبهم حتى تركوا فيه ما دل على ما احدثوه فيه وحق
منه وسين عزانهم وتبليسهم وكتمان ما علموه منه ولذلك قال لهم
لم تلبسون الحق بالباطل وتكتمون الحق وضرب مثلهم بقوله فاما الزبد
فيمدح جفا واما ما ينفع الناس فيمكث في الارض فالزبد في هذا الموضع كلام
المحدثين الذين اثبتوه في القرآن هو ليضلل ويبطل ويتلاش عندهم ليحصل
والذي ينفع الناس منه فالمنزىل الحقيقة الله لا ياتيه الباطل من بين يديه
ولا من خلفه والقلوب تقبله والارض في هذا الموضع هي محل العلم وقرارة ليس
يسوع مع عموم التقية التصحيح باسماء المبدلين ولا الزيادة في آياته على ما اثبتوا
من تلقائهم في الكتاب بل في ذلك من تقوية حجج اهل التعطيل والكفر والباطل
المخترفة عن قبلتنا وابطال هذا العلم الظاهر الذي قد استكان له الموافق
والمخالف بوقوع الاسطلاح على الاقرار لهم والرضا بهم ولا يات اهل الباطل في
القديم والحديث الاثر حداد من اهل الحق ولا ان الصبر على ولاه الامر مفروض

۱۔ اکیلائی کی تحریف اونکے موانع سے کہے اور اپنے قول کے ساتھ یہ دون ان لطیفو! - فرماتے ہا وہم دیالی شدہ الا ان
یعنی جو کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا وہ ہنوں نے کہا بین ہا دیا تاکہ مخلوق پر تمس کہ میں اس کے کوئی دلو کو نہ دیکر دیا بلکہ کہ
اس میں جہیز یا جو مال لے کر سے اور جو ہا وہنوں نے احداث کیا ہے اور میں اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا اور کہ ہا میں ہا نہیں
اور کہ چپا نے کو جو قرآن سے جاسی ہی اس واسطے از کو فرمایا (کیون حق کو باطل کے ساتھ رلائے جو حق کو چپا نے ہو
اور کہ اصل جان کی اپنے قول کے ساتھ - فاما الزیادۃ فینہا جہا واما نیقہ اناس فیکث نے الارض تو جہا کہ ملک ویران
کلام ہو چکو قرآن میں بڑا یا میں مصلحت باطل اور ازل جو جاگی مصلحت کے وقت اور اس میں جو کو کو کو نافع ہو وہ اصل حقیقی ہے جبکہ شرکی باطل
ہے اسکا ہر بھیجی کو ازل اس کو قبول کرے میں اور اس میں کہ اصل علم قرآن ہے اور یا جو معلوم حقہ کے تحریف کرنے والی نام کی تحریف
انہ میں میں زیادہ کی جو کہ وہ ہنوں نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے بیان کرنا چاہئے میں کیونکہ اس میں اصل تبیل اور کفر اور ان
مذہبوں کی اصل کو جو بار سے قبل ہے ہر وہی میں تقویت ہو اور اس ظاہر میں کہ اصل ہا جو کہ موافق و مخالف نے تسلیم کیا ہے
اصلی فرما بڑی اور کہ ساتھ رضامندی پر مصلحت واقع ہوئے کہ ساتھ اور اصلی دلیل اصل ہمیشہ تہدو میں اصل حق سے زیادہ میں

مزیلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی الفی الشیطان فی امنیته فینسخ الله
 ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله اياته یعنفه ما من بنی تمنی مفارقة ما یعانیه من
 نفاق قومہ وعقوقهم والانتقال عنہم الی دار الایمان والیقین الشیطان المعین
 بعد اوتہ عند نقضہ فی الکتاب اللہ انزل علیہ ذمہ والقدح فید والطعن
 علیہ فینسخ الله ذلک لکل طوب المؤمنین فلا یقبلہ ولا یصفی الیہ غیر قلوب المنافقین
 والجاملین یحکم الله اياته ان یحیی اولیائہ من الضلال والعدوان ومشایعہ
 اهل الکفر والطغیان الذکر یرض الله ان یجعلہم کالانعام حتی قال لہم اضل سبیل
 فانہم ہذا واعمل بہ وقال فی ہذا الحدیث بعد ان بین تاویل بعض المتأخرین
 وانما جعل الله تبارک و تعالیٰ فی کتابہ ہذہ الرموز الی لا یعلمہا غیر انبیائہ و
 حججہ فی ارضہ لعلمہ ما یحدث فی کتابہ المبدلون من اسقاط اسماء حججہ منہ
 تلخیصہم ذلک علی الامۃ لیعینوہم باطلہم فانبت فیہ الرموز واعنی قلوبہم
 والبصار ہم لما علیہم فی ترکہا وقول غیرہا من الخطاب الدال علی ما احد ثوہ
 فیہ وجعل اهل الکتاب المقیمین بہ والعاملین بظاہرہ وباطنہ من شجرۃ اصلہا

سے شجرۃ طیبہ کوئی رسول در کونوی نبی تاراج نہ کرنا ہوتا ہے شیطان کو کسی پس منوع کرنا ہے اشد رسکو جو ڈالنا ہے
 شیطان اپنے سرگرم کرنا ہے اشد اپنی آیات کو کہنے کوئی بنی نہیں ہے جو تمنا کرنا ہو سفارت اسکی جو رنج اٹھاتا ہو اپنی
 قوم کے نفاق اور ادائیگی نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کی طرقت اور سے انتقال کرنا کر ڈال دیتا ہے شیطان جو اسکی
 دشمنی کے تصریح کرنا ہے اسکی وفات کے وقت اس کتاب میں جو اوپر اترتی ہے اسکی نہمت اور قلعہ اور اتر
 لیکن کو پس اشد نقض اسکو مومن کے دلو میں منوع کرنا ہے وہ اسکو قبول نہیں کرتے اور منافقوں اور جاہلوں کو دیکھو
 سنا اس طرف منوج نہیں ہوتی اور عنہ فرماتا ہے اپنی آیات کو اس طرح کو بچانا ہے پھر دوستوں کو گمراہی اور زیادہ سے
 اور اہل کفر و سرکشی کے موافقت سے جبکہ بے اشد لعلے نہ ہم بھی پسند نہ کیا کہ انکو مش جو باپوئی کر کے بکھڑایا (وہ اشد اپنی
 زیادہ کلہ میں) پس اسکو خوب سمجھئے اور ہر عمل کو از فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث میں جو اسکے بیان کیا بعض متنبہات
 کی تاویل کو اور اشد تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بہرہ روز جنگ اور اسکی اوراد کے ذیلی اور اسکی محبتوں کے سوا جو اسکی زمین میں
 میں کوئی نہیں باقی صرف اسکی کہیں کہ وہ اسکا واقف تھا جو تحریف کرنے والے اسکی محبت کی نامہ ساتھ کر کے
 اور است پر اسکو خلط کر کے بدعت کر کے تاؤ اور عمل باطل پر حافت کر کے پس اسکی اور میں روز کبھی اور ادائیگی دونوں اور
 انکو انکار کر دیا اسکی کو اوپر اسکی اور اسکی غیر کے چہرے میں خطاب سے ہے جمادی قرآن میں احادیث کے تہرہ اور ہے
 اور نبی کتاب والے اسکو قائم کر کے والے اسکو سے ظاہر باطن پر عمل کرنے والے اس وقت سے جسکی جڑ ثابت ہے ۱۲۔

ثابت و فرمے کہ آسمان تو نے انہما کل حیرت دینا ہی دیکھ کر مثل ہذا العلم
 الخلیفۃ الوقت بعد الوقت وجعل عدائہا اهل النجۃ الملعونۃ الذین حاولوا
 اطفاء نور اللہ یا حواہم فالی اللہ الا ان یتیم نوره ولو علم المنافقون لغنم اللہ
 ما علیہم من ترک هذه الايات التي بینت لنا و علیہا لا یسقطوہا مع ما یسقطوا
 منه ولكن اللہ تبارک اسمہ ما ین حکمہ با یجاب الخیر علی حلقہ کما قال فللہ انجۃ البائسۃ
 اتی البصار ہم وحمل علی قلوبہم اکنۃ عن تامل ذلك فترکوا بحالہ و ججوا عن
 تاکد الملتبس با بطلانہ فالسعد اتینہون علیہ والاستقیاء یعمون عنہ ومن لم
 یجعل اللہ لہ نور اذہ الہ من نور فمر ان اللہ جل ذکرہ بسعۃ رحمۃ و رافۃ فخلقہ و علمہ
 بما یحدثہ المبدلون من تغیر کما یرقم کلامہ ثلثۃ اقسام فخلق قسما منہ لیرحمہ
 العالم و الخباہل و قسما لا یرحمہ الا من صفا ذہنہ و لطیف حہ و صحیح فیمیزہ ممن
 شرع اللہ صدرہ للاسلام و قسما لا یرحمہ الا اللہ و اصنافہ الواستحقون العلم و
 انما فعل ذلك لتلا یدعی اهل الباطل من المستولین علی میرات رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ و الہ من علم الکتاب ما لم یجعله اللہ لہم و لیفودہم الا صغر الایمان

تھے اور اس کی مشائخ آسمان میں ہم ہر وقت اپنا پس دیا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے یعنی ظاہر سر تا پے پر علم علی تقاضا
 اور اس کے دشمن شجر ملعونہ والو کلو ثمر یا جنون تھے اللہ کے نور کو اپنے سوتلوں سے بھرا تے کائنات کیا پس آیت
 خدا انہما کے کہ اپنے نور کو پروردگار سے اذہ اگر ما تغیر یعنی اس نقصان کو جو اہل پران آیت سے جوڑے سے جس کے پروردگار
 میں سے تاویل میں کیا ہے کہ ہم آپ جانتے تو ان کے ساتھ جنگ و آہ میں سے کمال دیا ہے انکو ہی کمال دیا ہے لیکن
 اللہ تعالیٰ کا حکم کسی مخلوق رحمت لارم کر سکا جاری ہے چاہے وہاں اللہ کے لیے پوری محبت ہو اور اگر کوئی نہ ہو اور
 اور کوئی پروردگار دیا اس میں نال کرے پس اسکو اپنی حالی پر جوڑ دیا اور اسی بطلان کے ساتھ جس کے تاکد کرے ہم
 رو کی گئے پس ایک لمحہ اور ہر صلب ہوتے ہیں اور محبت اوس سے اندھی ہوتے ہیں اور جس کے خدا سے ہر بین کیا ہوں اس کے
 کہہ ہو ہیں کہ ہر لہ قائلے نے سب رحمت اور اسی مخلوق کے ساتھ ہرانی کے اسب جاننی کے اور جو خوب کر وادے
 احداث کر شکر اور کی کتابت تیرے اپنی کلام کو جس قسم پر قسم کیا کہ قسم اوس سے رو کی جبکہ عالم اور جاں سمیں اور ایک قسم
 کہ جبکہ جو ایک جبکہ ذہن صفا اور جس لطیف اور زبیر جس قسم ہر اوس سے حکما اللہ سے اسلام کے لیے سبہ کہوں دیا ہے
 میں سبہ سبہ سبہ اور ایک قسم ہم جو جو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے الامت و اور اوس نے اعلیٰ کے دوسر کوئی نہیں سمجھ
 سکتا اور یہاں سے کہا ہاں باطل ہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت علم پرستوں کی ہیں و سکا و سکا و سکا
 حکماء نے اوس کے لیے نہیں کیا ہے ۔

لمن والاہ امرہم فاستکبروا عن طاعتہ تغزوا وافتراء علی اللہ عزوجل واغترار
 بکثرة من ظاہرہم وعاونہم وعاند اللہ جل اسمہ ورسولہ فاما علمہ الجاہل والکمال
 من فضل رسول اللہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کتاب اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ
 وقولہ ان اللہ وملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ
 وساموا تسلیما ولہذہ الایۃ ظاہرہ وباطن فالظاہر قولہ صلوا علیہ والباطن قولہ
 وسلوا تسلیما ای سلوا من وصاہ واستخلفہ علیکم فضله وما یمہد بہ الیہ تسلیما
 ہذا اما اخبرنا انہ لا یعلم تاویلہ الا من لطف بحہ وصفاد ہنہ وصح تمیزہ
 وکمل قولہ سلام علی ال سبین لان اللہ سنی النبی صلی اللہ علیہ والہ بہذا
 الاسم حیث قال یس والقمران الحکیم انک لمن المرسلین لعلمہ بانہم یقطون
 قول سلام علی محمد کما سقطوا غیرہ وما زال رسول اللہ یتالفہم ویفرہم ویحلبہم
 عن یمینہ وشمالہ حتی اذن اللہ عزوجل لہ فی ابعادہم بقولہ واھجرہم ہجر اجمیلا
 ویقولہ فما للذین کفروا قبلاک مہطعین عن الیمین وعن الشمال عزیرا یطبع
 کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعیم کلا انا خلقناہم مما یمامون قال واما مہور
 سلامہ اور تاکہ انکو اپنی دلی امر کے فرمانبرداری کی طرف جبر طاعت پر سبب بڑا کرے اور اشد تعالیٰ پر افتراء کرے اور اپنی
 مددگاروں اور معاونوں اور خدا و رسول کے دشمنوں کی کثرت پر دھوکہ کھا کرے کہ کفر کیا ہے خطر کبھی۔ لیکن وہ جسکو عالم اور
 جاحل رسول اللہ کی ضمیمت کتاب اللہ سے سمجھ سکے وہ قول اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور قولہ ان اللہ
 وملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلم تسلیما ہے اور اس آیت کا ظاہر و باطن ہے پہ ظاہر تو
 قولہ صلوا علیہم اور باطن قولہ وسلم تسلیما ہے یعنی تسلیم کرو اس کے لیے جسکو پھر وصی اور خلیفہ بنایا ہے اسکی بزرگی کو اور جو کچھ اسکی
 طرف مہجور کیا ہے تسلیم کرو اور یہ اس قسم سے ہے جسکی میں نے تجھ کو خبر دی کہ اسکی تاویل بخیر اور شیکہ جہاں صاف
 اور جس لطیف اور تمیز حیرت انگیز جان کے ساتھ ہے کہ اس طرح قول سلام علی آل سبین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ساتھ موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا فی القرآن حکیم اک من المرسلین اسلئے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ سلام علی
 کو نکال دینے کی طرح دوسرے اسونکو نکال ڈالا اور میرے رسول اللہ اور انکی تالیف کرے ہے اور مقرب
 بنائے رہے اور اپنے دست پر بائیں ہتھیلے رہی بیانتاکہ اپنی قول کے ساتھ دوسرے ہجر اجمیلا اور اپنے
 اس قول کے حاملین کفر و انکاب مہطعین عن الیمین وعن الشمال عزیرا یطبع کل امرئ منہم ان یدخل جنة نعیم کلا
 اما مہجور ہم ہما یصلون۔ اور کے دور کرنے کا اذن۔ فرمایا اور اس قول کے۔

علی سائر قولہ فان ختم لا تقطوا فی الیتمی فانکحی اما طاب لکم من النساء
 یسبہ القطع الیتمی نکاح النساء ولا کل النساء ایما ما ہو ما قدمت ذکرہ مناسقا
 المناقین من القرآن ومن القول فی الیتمی من نکاح النساء من الخطایا بقصر
 اکثر من ثلث القرآن وهذا وما اشبهه ما ظهرت حوادث المفقین فیہ لاهل النظر
 والناسل ووجد المعطلون واهل الملل الخافقة للاسلام ما غالی الصدح القرآن
 ولو تهرجت النکاح ما اسقط وحرف وبدل مما یجہے ہذا اللجری لطل وظهر وما
 تحظرہ التقیہ الطہارہ من مناقب الاولیاء ومطالب الاعداء - انتہی یہاں تک جعفریہ
 نقل کی گئیے اونہے اجماعا بدالات طاعتی قرآن نمیدین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تحریف کا واقع ہونا مختلف امر کی شہادت سے ثابت ہوا اب اسکے بعد کچھ روایات وہ بھی نقل
 کروں جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتوں اور آیتوں میں تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوا مگر اگرچہ
 بندہ کے پاس بحول اللہ وہ رسالہ ہی موجود ہے جس میں مفصل ہر ایک سورۃ کو تحریر کیا میں الہ الی انہ
 درج ہیں بلکہ علاوہ معمولی سورتوں کے دو سورتیں ایک سورۃ النورین اور دوسری الولایہ جو تمام
 قرآن میں سے نکال ڈالی گئے اور ابن شہر آشوب نے ہے کتاب الثالب میں کہیں میں ابن
 ہما ہما مذکور ہیں اور ہم مفصل عرض کر سکتے ہیں چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اس طرح ہو اللہم اللہ

تفصیلی طور پر یہ سب کچھ تحریر کیا گیا ہے اور اس کے مفصل ہر ایک

التفسیر الکبیر یا ایہا الذراری امنوا بالتورین الذین انزلنا ہما یتلوا علیکم
 لعلہ یزیدکم ہدیۃ پر تیری اطلاع فان ختم لا تقطوا فی الیتمی فانکحی اما طاب لکم من النساء اور
 نے ایسا ہی طور تو لگی نکاح سے شائبہ نہیں کہتا اور نہ عورتیں تیمم میں پس آوہ اس قسم سے
 جسکو قرآن میں سے محاسن کے بحال دینے کا پہلے ذکر کر چکا ہوں سورتیں یا ایہا الذراری امنوا بالتورین الذین انزلنا ہما یتلوا علیکم
 اور میان نکاح عورتوں کے کتاب اور تفسیر تہانی قرآن سے زیادہ ہے اور یہ اور جو اسکو متابہ ہی اس قسم سے
 حسین مناقب کے احادیث اہل علم و مال کے لیے ظاہر ہو گئی اور اہل باطل اور اسلام کے مخالف دین والوں
 قرآن میں اعتراض کرنا کہ یہ سہا یا اور اگر میں تمام وہ بیان کروں جو نکال دیا گیا ہے اور تحریف و تبدل کیا گیا
 جو اسکے قائم مقام ہے تو طول ہو اور جگہ اچھا کر دو دستوں کے مناقب اور دستوں کے مناقب
 تقیہ بار کہتا ہے وہ ظاہر ہو جائے - ۱۲ -

اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله نقا
 ابو عبد الله عليه السلام نقار هذه الآية خیرامة یقبلون امیر المومنین والحسین
 حتی یقیل له کیف نزلت یا بن رسول الله فقال اما نزلت خیر ائمة اخرجت للناس
 الا ترى مدح الله لهم اخرا لایة تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله
 ومثله انه قرئ علی ابی عبد الله الذی یقولون رنا حب لنا مناز واجبا وذرنا بنا
 قرأ عین واجلنا للمتقین اماما فقال ابو عبد الله علیه السلام لقد سألوا
 الله عظماء ان یجعلهم للمتقین اماما فقیل له یا بن رسول الله کف نزلت فقال
 انما نزلت واجلنا للمتقین اماما وقوله له معقبات من بین یدیه ومن خلفه
 یحفظونه من امر الله فقال ابو عبد الله علیه السلام کیف یحفظ النبی من امر الله
 وكيف یكون المعقب من یدیه فقیل له وكيف ذلك یا بن رسول الله فقال انما
 انزلت له معقبات من خلفه ورفیق من بین یدیه یحفظونه بامر الله ومثله
 کثیر قال واماما هو محذوف عنه فهو قوله لکن الله یشهد بما انزل الیک فی علی
 کذا نزلت انزل له لعلہ والملائكة یشهدون وقوله بالها الرسول بالغ ما انزل

له اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله ابو عبد الله علیه السلام فی
 حسین بن علی کونزل کذا یرتدست فکیس عرس کیا تو چہ بیت کیا کیا نازل سی فی رسول الله کے فرزند فرما حضرت مطہر کا کلمہ فی
 خیر الله اخرجت للناس کیا تو حسین دیکھتا ہے قتالے نے آخر آیت میں اؤکی مدح کی ہے کہ ہدی فی کا حکم کر کے ہو برائی سے
 روک کر ہو اور الله پرایان رکھتے ہو اور اسکی مثل ہے کہ کہینی امام ابو عبد الله کے روبرو فرما الذین لکنوا ان یتعدوا
 اور اجنا و ذریا نما قرۃ السراج واجلنا للمتقین اماما امام ابو عبد الله نے فرمایا تحقیق بڑی امر کا سوال کیا ہے کہ
 اؤکی متقیوں کا امام بنادے عرس کیا گیا اسی رسول الله کے فرزند تو یہ بات کیا کرنا نازل ہوئی اور عایہ اسٹیج علی بن ابی طالب
 واجلنا للمتقین اماما اور قل الله قتالے له معقبات من بین یدیه ومن خلفه من امر الله یشہد الله نے فرمایا کہ تم
 شی کی یہ کہ حدیث ہوئے ہے اور معقب سامنی کو کر رہا ہے عرس کیا گیا اسی رسول الله کے فرزند یہ کہ کو کر رہا
 یہ اسٹیج نازل ہوئی ہے۔ له معقبات من خلفه ورفیق من بین یدیه یحفظونه بامر الله اور شی اسکی بہت سے
 اور ادیس جو محمد و صفیہ جوہر قرآنی لکن الله یشہد بما انزل الیک فی علی۔ اسکی طرح نازل ہوئی ہے اور قرآ
 حالے یا امیر المومنین علی بن ابی طالب ما انزل۔

الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته وقوله ان الذین کفروا
 وظلموا آل محمد حقهم لم یکن الله لیخفر لهم وقوله وسیعلم الذین ظلموا آل محمد
 حقهم منقلب ینقلبون وقوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم غمرات الموت ومثله
 کثیر نذکره فی مواضع قال واما التقدير والتاخیر فان آیه عدة النساء النسخة
 الی اذیعة اشهر وعشر قدمت علی المنسوخة الی سنة وکان یجب ان یقر المنسوخة
 الی نزلت قبل ثم النسخة الی بعد وقوله افسن کان علی بینه من ربه ویتلوه شأ
 منه ومنقب له کتاب موسی اما ورحة وانما هو ویتلوه شاهد منه اما ما
 ورحة ومنقب له کتاب موسی وقوله وماهی الا حیوتنا الدنیاموت ونحیاد
 انما هو نحی ویموت لان الدهریة لم یقر بالبعث بعد الموت وانما قالوا نحی و
 موت فقد مواخرنا علی حرف ومثله کثیر قال واما الایت الی فی سورة وقامها
 فی سورة اخرى فقوله موسی تسبیلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر هبطوا من
 قال لکم ما سالتهم فقالوا یا موسی ان فیها قومًا جبارین وانا لن ندخلها حتی
 یخرجوا منها فان یمخرجوا منها فانا داخلون ولنصف الایة فی سورة البقرة ونصفها
 الی الیک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته اور قوله قالے ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم ای
 منقلب ینقلبون اور قوله قالے تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمرات الموت۔ اور مثل اسکی بہت ہی اوسکو اوسکی
 جگہ ذکر کر سکی اور لیکن تقدیم و تاخیر میں تحقیق عورتوں کی عدت دس دن چار مہینی کے آیت جو نسخہ ہی آیت منسوخہ
 پر مقدم کی گئی ہے حسین سال ہر عدت ہی اور واجب تھا کہ آیت منسوخہ جو پیشتر نازل ہوئی پہلی پڑھی جائے پھر
 نسخہ ہونے پر پڑھی ہے اور قوله قالے افسن کان علی بینه من ربه ویتلوه شاهد منه ومنقب له کتاب موسی اما ما
 ورحة اور حقیقت میں اس طرح ہے ویتلوه شاهد منه اما ورحة من قبل کہ کتاب موسی اور قوله قالے وماهی الا حیوتنا
 الدنیاموت ونحی اور حقیقت میں اس طرح تھا نحی ویموت۔ کیونکہ مہرین نے سرے سے بعد اونی کا اقرار نہیں کیا تھا
 اور صرف وہ کہتے تھے کہ ہم زندہ رہیں گی اور جہانگیر میں ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کر دیا اور اسکی مثل بہت
 فرمایا اور وہ آیتیں جو خود ایک سورہ میں واقع ہیں اور دوسری سورہ میں دوسری سورہ میں ہیں حضرت موسی کا قول
 استبدل ان الذی ہوا نے بالذی ہو خیر اسے ہوا اسے انان کلم سالتم اسکی جواب میں بنی اسرائیل نے کہا یا موسی
 ان فیہا قوم جبارین وانا لن ندخلہا حتی یمخرجوا منها فان یمخرجوا منها فانا داخلون۔ اسی آیت سورہ بقرہ اور ہی ۱۲۔

فی سورة المائدة و قولہا کتبہا فی علی علیہ بکرۃ واصیلاً فرج اللہ علیہم
 وما کنت تملوا من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بمینک اذا اراد ان یبطلون
 فنصف الایۃ فی سورة الفرقان ونصفها فی سورة العنکبوت ومثلہ کثیر انہی
 کلامہ علاوہ این تفسیر آیات میں اس قسم کے ہیئت روایتیں ذکر کی ہیں تفسیر سورہ نعل میں ہے وہ فی الکتاب
 عندہ (عز الصادق) انہ قراء ان تكون ائمة ہی ان کی من ائمتکم فضیل اما تقرءہا
 ائمة ہی اربع من ائمة وما یدہ فطرحہا سورة واتبعہن ہر القمۃ عز الصادق انہ قراء
 وطلع منضود قال بعضہ لے بعض فی الجمع روت العامة عن علی انہ قراء وطلع منضود
 وطلع منضود فقال ما شان الطلح انما هو وطلع کقولہ وطلع ما مضی فقیل لا الا
 تغیرہ فقال ان القرآن لا یماج الیوم ولا یحزک ویرثہ ابنہ الحسن قیس بن سعد
 ورواہ اصحابنا عن یعقوب قال قلت لابی عبد اللہ وطلع منضود قال لا وطلع منضود
 علاوہ انکر صدق روایات میں جو اثبات تخریف و ابطال ہوا محجب پر اول دلیل این اور حقد روات
 واحادیث ثبوت تحریف میں صاحب صافی نے بیان کی ہیں اور ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اگر دیکھیں کہ
 بحث کجاو سے تو خوف تطویل و سنگین ہے۔ بلکہ میرے رسالہ شرح مطالب کو یہی تحمل نہیں ہے اس لیے صرف
 اسی قدر گذارش پر کفایت کی ہے کہ روایات مذکورہ سب سے روشن تخریف کا واقع ہونا اصول شیعہ
 بتواتر قطعاً ثابت ہوا۔ اور فاضل محجب کا دعویٰ کہ کتاب اللہ کی تحظیم و تحکیم و تقدیم جماعی اہل ایمان پر
 آیت سورہ مائدہ میں جو اور قرائت لے کتبہا فی علی علیہ بکرۃ واصیلاً پس اللہ تعالیٰ نے اوپر رد کر دیا، کنت
 شتمون من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بمینک اذا اراد ان یبطلون۔ آدی آیت سورہ فرقان میں جو اور آدی سورہ
 عنکبوت میں جو اور اس جیسا ہیئت ہے۔ آیت اور کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ آیت شریک۔ آن کو ان
 ائمہ ہی از کے من انکم کہیں تو اس کی رسم قرا سطح پر متحرک ہیں۔ ائمہ ہی اربع من ائمة تو اپنی اپنے گاہ سے اشارہ
 کر کے اس کو ال دیا۔ حتیٰ لے صادق سے روایت کیا ہے وطلع منضود۔ ایک دوسری کے طرف مائل۔
 جمع میں ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آیت کے ماضی پر وطلع منضود آیتے فرمایا
 وطلع کلہ خیال ہے یہ تو صرف وطلع ہے جیسا قرائت لے وطلع منضود کہیں عزم کیا میرا کجاو کہ نہیں ہی
 فرمایا اب تو نہ ہلا جاتا، باز جنبش دیا جاتا ہے اور اس کو آیت روایت کیا ہے کہ فرزند حسن نے آیت میں مد
 اور ہر اصحاب نے اس کو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ میں ابو عبد اللہ سے کہا وطلع منضود فرمایا نہیں۔ وطلع منضود

جس میں جو غیر سیاق عبارت یہ ہوا ہے کہ عدم تحریف قرآن اجماعی اہل شیعہ ہی باطل ہوا اور ظاہر ہے
 کہ اجماع کا انعقاد کسی حکم پر جب تک کہ پہلے اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو اور اس کے لیے کوئی
 اسل نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہوں تو اس صورت میں خلاف
 دلائل قطعیہ کے انعقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہو گا تو وہ ایسا ہو گا جیسا انصاری کا اجماع
 اسپر کہ سیسی بن مریم ابن ائمہ میں۔ اور ہرگز یہ اجماع دلائل شرعیہ سے سمجھا جائیگا اور اگر ان روایات کو
 جو عنوانات مختلفہ کے ساتھ مختلف ائمہ سے مختلف روایات نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ
 اور افتراء اور بہتان سمجھا جاوے تو یہ کذب و افتراء کی طرف منسوب ہو گا جناب ائمہ باوجود عصمت کے
 بطور تقیہ چوٹ فرما سکتے ہیں لیکن ان روایات میں تقیہ کی گنجائش نہیں بلکہ ان کا اظہار خلاف
 تقیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالفت ہی تو ایسی حالت میں یہ کذب ائمہ کی طرف کیونکر نسبت
 کیا جاوے اگر تقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افتراء سے انہیں بچا دیتے اور ان کو
 ملوث نہ کرتے۔ اور روایات اگر ایک دو ہوتی یا ضعف و محال و کذاب و ضعیف ہوتی تو بسبب مضاعفہ
 نہ تھا کہ یہ کذب و افتراء انہیں کے نامہ اعمال میں سمجھا جاتا۔ لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر العدد ان سے روایات
 کی ہے علی الخصوص انہیں سے اہل ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی اور اسکے استاد علی بن
 ابراہیم نے اپنے اساتذہ سے جو ثقات و معتبرین میں ترجیح کی ہے اور کوئی روایت معارض
 ان کو پائی نہیں جاتی جسکی وجہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محمول تقیہ پر ہو سکتا
 تو ایسی صورت میں کذب روایات ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ باہتہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رواۃ عدول
 و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا اور محیط روایت کر دیا پس اگر آپ ان رواۃ کو جو ثابانین یہی
 بعید از انصاف ہو اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہیں رہے جو چوٹ کا راستہ ہو مگر یہ کہ تمام رواۃ نے
 عن ائمہ خلفائہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعض روایات اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہو کر اپنی اسلام
 میں یہ ختمہ ڈالا اور یہ افتراء اور بہتان باندھا جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنی ہاتھوں آپ برباد
 کر دیا اور آیت شریفہ کا مضمون صادق آیا یہ یوں ہونے لگا کہ بائد یہم وایدی المومنین فاعلموا

یا اولی الامر اور کمال ہر مائین حسن ہو۔ غرض روایات مذکورہ سے کھلم کھلا میں تحریف کا
 خلفاء و صحابہ کبھی فرما واقع ہوا متواتر المنة ثابت ہو گیا اب اس کے بعد کچھ ضرورت نہیں رہتی کہ ہم اپنی
 فاضل مخاطب کے دعوے کے ابطال کے لئے ہم ثابت کریں کہ اکابر و عاظم تشیع کما سب ہو کر تو ان
 متریب میں تحریف ہوئی اور بس متاخرین نے ہی تصریح کی ہے اور ایسی قرآن مجید کو اسے مطالبہ
 میں قابل حجت و استدلال نہیں سمجھا ہے کیونکہ اب ایک امر اللہ سے متواتر المنة ثابت ہو گیا
 اور اوہ میں کسی قسم سے نہ تفتیہ کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو ایسی امر کا انکار ہے تحقیقت
 ائمہ کا انکار ہے جسکو تادمی فاضل مخاطب کفر و احاد اعتقاد دواتے ہوئے لیکن جو کہ ہماری
 حضرت مختار کو اس طرف تشعشع نہ الودع ہو اور نہایت مبالغہ کے ساتھ اسکا انکار ہے
 ایسے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس غائب بیان کر کے قوت و ترجیح اصول و قواعد سے
 تحریر کریں اسکی سے ہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے اسی تفسیر صافی کا مقدمہ
 ساوہ آخر سے ملاحظہ فرماوین وہ لکھنؤ میں۔ واما اعتقاد مشائخنا رحمہم اللہ فی ذلک
 فالظاهر ہر نقۃ الاسلام محمد بن یعقوب علیہ السلام طاب ثراہ انہ کان یعتمد التحریف
 والمعصاة القرآن لانہ روید وایاۃ ہذا المذنبۃ کاتبہ الکافر ولم یعرض لمقبح فیہما مع
 انہ ذکر فی اول الکتاب انہ یق مارواہ فیہ وذلک استادہ علی برابر اھلہ القیۃ فان
 تفسیرہ مملو منہ ولہ غلو فیہ وذلک الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی قدس سرہ فامہ لایضا
 نسج علی منوالہما کتابا لا یحتاج اما الشیخ ابو علی الطبرسی فامہ قابل فحجۃ البیان اما ابن
 سبک اور ایک س ماہ میں چلے سماع رحمہم اللہ کا اعتقاد ہے ہر محمد بن یعقوب کیسی صاحب اثر قرآن میں تحریف و تقلید
 مسجد ہا کیوں کہ اسی اس باب میں ہر کتاب کا سبب ہے وائیں ولایت کی میں اور میں قدح سرہ میں کیا اور کیا اور
 شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وہ دن و راتوں پر جو اوہ میں روایت لکھتے ہیں انما ذکرنا ہے اور اسے صیح اسکا و اسکا علی بن ابی
 تمی وکی تفسیر اس سے ہر مائی ہے اور اسکو اس میں نہایت ملوہ اور اسے صیح احمد بن اسکا طریقی میں نہ
 کتاب اصحاح میں ہی ہو کر سول ہر متاخر لیکن شیخ و علی طریقی اس سے جمع البیاب میں کہا ہے ۱۲۔

لکھنؤ میں محمد علی صاحب دارالعلوم

فیه فی جمع علی بطلانہ واما نقصان فیه فقد روی جماعۃ من اصحابنا و قوم من حوۃ
 العامة ان فی القرآن تغیرا و نقصانا و الصحیح من مذہب اصحابنا خلاصہ و هو ان
 نصرہ المرتضی و استوفی الکلام فیه غایۃ الاستیعاف فی جواب المسائل الطرابلسیۃ ذکر
 فی مواضع از العلم بحدیث نقل القرآن کالعلم بالبلدان و الحوادث الکبار و الوقائع
 العظام و الکتب المشہورۃ و اشعار العرب المسطورة فان العناية اشدت والدق
 توفرت علی نقلہ و حراستہ و بلغت حد المربلغۃ فیما ذکرنا لان القرآن معجز النبوة
 و ماخذ العلوم الشرعیۃ و الاحکام الدینیۃ و علماء المسلمین قد بلغوا فی حفظہ
 و تحقیقہ عرۃ کثیۃ اختلف فیه من اعرابہ و قرآنہ و حروفہ و آیاتہ تکلیف یحزن
 ان یشکون مغیرا و منقوصا مع العناية الصادقۃ و الضبط السدید و قال البنا
 قد مر الله روح العلم بتفصیل القرآن و الباضہ فی صحیحہ نقلہ کالعلم بجملة و جبر
 ذلک مجرۃ ما علم ضرورة من الکتب المصنفة لکتاب سیدوید و المرئی فان اهل العناية
 بهذا الشأن یعلمون من تفصیلها ما یعلمونہ من جملتها حتی لو ان مدخلا ادخل فی کتاب
 سیدوید بابا فی النسخ لیس من الکتب لعرف و میز و علم انہا ملحق و لیس من الکتب

لے کہ قرآن میں زیادتی کا بطلان ہوتا تو متفق علیہ ہر ایک کی کا ہونا پس ہر ایک صاحب میں ہر ایک جماعت از حوۃ عامۃ میں ایک قسم
 روایت کیا کہ قرآن میں تغیر اور کمی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اس خلاف میں اور کسی رشتہ میں ہی نصرت کی ہے
 اور جواب مسائل طرابلسیہ میں کام کو غایت درجہ استیفاء میں آیا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی نقل کے صحت کا علم شہرین
 اور طبرستان کے حوادث اور قانع اور شہر کتابوں اور عرب کے لکچر ہوئی شری کی ہے پس تحقیق اس کی نقل و حفاظت تو یہ شدید اور
 وافر میں اور اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ اس روز کوہ اس کو نہیں پہنچے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شریعہ اور احکام دینیہ کا
 ماضی ہے اور علماء اہل اسلام اور حنفیہ و حنفیہ میں غایت درجہ کو پہنچ چکے ہیں تاکہ ان کی ہر ایک شے مختلف فیه کو اعراب اور لغات
 اور حرفت اور آیات کو بچان لیا تو یاد دہا و اس بھی توجہ اور نہایت ضبط کی کیونکہ ممکن ہے کہ بلا لہو یا کم کیا ہو اور نیز نفسی
 خدس اور حد سے فرمایا ہے کہ قرآن کے تفصیل اور توجہ اور کا علم صحت نقل میں اس کا مجموعہ ہے کہ یہ اور یہ نیز لہو اور کم ہے جو کتب مصنفین
 بدایتہ معلوم مثل سیدوید اور نرنے کی کتاب کیونکہ اس فرق کے توجہ و اسے جھٹلادے کہ جملے کو جانتی ہیں اور سیدوید اور کتب تفصیل
 واقعہ میں ہر تاک کہ کو کوئی شخص بخود کوئی ایسا باب کتاب میں نہ پڑا دے جو اس میں نہ تو صاف پچھا نہ جائے گا اور جدا ہوگا
 اور ہر روز ہر گاہ کہ یہ ملحق ہے اور اصل کتاب میں سے نہیں ہے۔ ۱۲۔

وكذلك القول في كتاب المرنى ومعلوم ان العناية بنقل القرآن وحفظه اصدق من
 العناية بصيغته كتاب سيبويه ودواوين الشعراء وذكر البيان القرآن كان على جريد
 رسول الله جبريلا مولفا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان
 يدور ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عتق على جماعة من الصحابة في حفظهم له
 ان كان يعرض على النبي وينتلي عليه واجتماعه من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود
 وابي نرkeb وغيرهما حقوا القرآن على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بآلة قائل
 على انه كان مجموعا مرنيا غير مستورا ولا مشوفا وذكر ان من خالف في ذلك من الامامية
 والخوفا لا يبعد بخلاف فهم فان الخلاف في ذلك مقصدا الى قوم من اصحاب الحديث
 نقلوا الاخبار اضعفتوا صحتها لا يرجع عنها عن المعلوم المقطوع على صحته
 اس سر پہلے کہ میں خود اس فتوہ میں کہ جو بجاؤں سے روایات صحیحہ کے قویٰ کی ہے تفسیر کر دینا مناسب معلوم
 ہوتا ہے کہ جو اسکی تفسیر صاحب صافی نے کی ہے نقل کر دینا اور بعد اس کے پہر گزارنا اس کو ذکر کا کہول
 تنبیہ کے موافق حق کیا ہے اور راجع کما قول ہے اب صرف مفسر صافی کی تحقیق میں لیجئے وہ
 فرماتے ہیں۔ اقول لقاہل ان يقول كما ان الدواعي كانت متوفرة على نقل القرآن
 وحراسته من المؤمنين كذلك كانت متوفرة على تغييره من المنافقين المبدين للموصية
 اس سے پہلے کہ میں نے کہا میں نے کہا جاتا ہے کہ قرآن کی نقل و تدوین اور اس کا ضبط و تحفظ
 اس کے دوران کے ضبط سے زیادہ ہے جو اور بزرگ کہا ہے کہ انہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکی موافق ہو
 صحیح تھا جیسا اب ہے اور اس پر اسطرح استدلال کیا ہے کہ اس زمانہ میں تمام قرآن کے حفظ اور تدوین میں جو
 کو صحابہ میں سے ایک جماعت اور اسکی حفظ کے مستور ہوئی اور حضرت صدیق اکبرؓ میں ہوتا تھا اور آپؐ پر چڑھا جاتا تھا اور صحابہ میں سے
 ایک جماعت نے شعلہ شعلہ سے نسخہ نسخہ اور اپنے من کتب نہ وغیرہ سے بہت سے نسخہ جو اسکی تدوین اور یہ ادنیٰ قائل
 کہ ماہر امیر مالت کرتا ہے کہ قرآن مجموعہ رتبہ تھا ہر گز نہ تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب میں جو لوگ امامیہ اور حنبلیہ
 مخالف ہو رہے ہیں اور کائنات معتبر میں ہے کیونکہ اس بارہ میں خلاف محدث میں سے ایک نم کہ کثرت منسوب ہے جنہوں
 صحیح سمجھا کہ صلیف حدیثیں نقل کے میں ان میں روایات کے ساتھ ایسا و اس سے نہیں رجوع کیا جاتا کہ کثرت تفسیر ہے
 اس میں کہتا ہوں کہ مرنی کو کچھ شش ہے کہ کبھی جیسے ہمیں کثرت سے قرآن کی نقل کے حفاظت پر دواعی اور رنج
 اسطرح منافقین و مبید کے ہونی والوں ۱۲۔

المغیرین للخرافة لضعفہ ما یضاد لایم وهو اھم والتغیر خیدان وقع فان ما وقع
 قبل انتشارہ فی البلاد ان واستقرارہ علی ما هو علیہ الآن والضبط السدیدی انما
 کا زبیر دذک فلا تاف فی بینہما بل لقا بل ان یقول اند ما بتغیر فی نفسہ وانما
 التغیر فی ما باہم ایاہ وتلفظہم بہ فانہم ما عرفوا الا عند منہم من الاصل ^۱
 الاصل علی ما هو علیہ عند اھلہ وھم العلماء بہ فما هو عند العلماء انما لیس
 بحرف وانما الحرف ما اظھر وہ لا بآعہم واما کونہ مجموعا فی عہد النبی علی ما هو
 علیہ الآن فلم تثبت وکیف کان مجموعا وانما کان یزول بخوما وکان لا یتمم الا تمام
 عمرہ واما مدرسہ وختمہ فانما کانوا یدرسون ویختمون ما کان عندہم سندہ
 لا مقامہ۔ اسکو بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب و ذکر کر کے اسکا ابطال وتخلیط کرنا ہمارے
 اسلیے اسکو ہی نقل کر دیا تاکہ ہمارے فاضل محمد کے ولین حسرت نہ رہ جاوے۔ وقال شیخنا
 الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ ثوابہ فی
 اعتقادہ اعتقاد ما ان القرآن الذی انزلہ اللہ علی نبتہ ہو ما بین الدفتین
 وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلک قال ومن نسب الینا انا نقول انہ
 سلف خلافت کے اٹھنی والوں کے طرف سے قرآن کے تحریف پر دوا سی دافرتی کیونکہ قرآن او انکر انی اور خواہش کے مخالف کرتا
 اور اگر اوہیں تحریف واقع ہوئی ہے تو شہرہ دین پہلئے اور جس ترتیب پر اسے۔ اس پر مستقر ہوئے سے ہی پتہ واقع ہوئی
 اور ضبط شدہ یہ جی حرف اس کے بعد ہی تھا تو اس میں باہم کچھ منافات نہیں ہے۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نقل قرآن
 میں کچھ تغیر نہیں ہوا نیز صرف اس کے لکھنے میں اور پڑھنے میں ہوا ہے۔ کیونکہ اوہوں نے تحریف اصل سے نقل کرنے کے
 وقت اس میں کی ہے اور اصل جیسا تھا ویسا ہی اسکی اصل کے پاس موجود ہے اور وہ علماء دین توجہ علماء کے پاس ہے وہ
 خوف نہیں ہے خوف صرف وہ ہے جو اوہوں نے اپنے اتباع کے لیے ظاہر کیا۔ اور اس کے موافق جیسا اب ہر رسول صلی اللہ
 علیہ وآلہ کے عہد میں مسجوع ہوا ثابت نہیں ہوا اور اس وقت کیونکہ ہر جمع ہر مکتا ہے مگر ہی مگر سے ہو کر نازل ہوتا تھا اور
 حضرت کی غرض شریف کے تمام ہونے پر تمام ہوا۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اور سفید کا ہوتا جسے راونکر پاس تھا نہ تمام کا
^۲ اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ ثوابہ نے اپنے اعتقادات میں کہا ہے ہمارا اعتقاد وہ ہے کہ قرآن
 جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے وہی وہی اور لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ نہیں اور جو ہمارے
 طرف نسبت کرے کہ ہم قابل ہیں۔

الکثر من ذلك فهو كاذب وقال شيخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسي رحمه الله
عليه في تبيان ما الكلام في زيادته ونقصانه فمما لا يليق به لان الزيادة
فيه جمیع بطلانه والنقصان منه فالظاهر ايضا من مذهب المسلمين خلافه
وهو لا يليق بالصحيح من مذهبنا وهو الذي نصره المرتضى وهو الظاهر اربابا
غيره روي او لا كثيرا ترجمته الخاصة العامة بنقصان كثير من آية القرآن نقل
شيء منه من موضع الى موضع طريقها الاحاد التي لا توجب علما فالاولى الاعراض
عنها وتروى الشاغل بها لانه يمكن تأويلها ولو صحت لما كان ذلك طعنا على ما
هو موجود بين الدفتين فان ذلك معلوم صحته لا تعريضه احد من
الامة ولا يدفعه ورواياتنا متاصرة بالحث على قراءته والتعلل بافيه
ورد ما يرد من اختلاف الاجبار في الفروع اليه وعرضها عليه لنا وافقه على
عليه وما خالفه يحجب ولم يلقه اليه وقد ورد عن النبي روايته لا يدفعها احد
انذ قال في محلف فيكم الثقلين ما اتممكم بهما لن تصلوا كتاب الله وعمرته
احل بيتي وانما التفتير قاضية يرد على المحض وهذا يدل على انه موجود في كل عصر

اسی کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جو ہوتا ہے اور تیغ کو کسی حد بن کر جس حد سے زیادہ لے کر پتہ تیان میں کہا ہے کہ
قرآن کے زیادتی کو کسی میں کھام کن لائق نہیں کیونکہ زیادہ لے کر ہوا اتفاقی ہے اور کسی ہونا بھی قابل تمام مسلمانوں کے
ذمہ کے خلاف ہے اور یہی ہے جاری کسی کے ذمہ کے لائق ہے اور اس کی رائے نے یہی تاکید کی ہے اور روایات سے بھی ہے کہ ہر
مگر یہ کہ قرآن میں سے بہت سے آیتیں کم ہوئے اور ایک حد سے دوسرے منتقل ہوئے ہیں شدید اور زبردست کے طریقہ سے بہت
روایات مروی ہوئی ہیں ان کا طریق احاد ہے جو بغیر علم یقین کو نہیں ہو سکتا تو اس طرح اعتراض کرنا اور ان میں مستغنی ہے کہ
کرنا اور اس کے کہ جو کہ ان کی تاویل ممکن ہے اور اگر یہ روایات صحیح ہوں تو یہ میں سے نہیں ہے جو اب میں اللہ تعالیٰ سے
کیونکہ اس کی صحت یقینی ہے امت میں سے اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے نہ کوئی رد کرتا ہے اور ہر پیش کرنے کی بات یہ تاکید کرتے ہیں
کہ جس کی اور اس کے ساتھ ساتھ کے اور فروعی اختلاف احادیث اس کی طرف کو ماننے کے اور اس پر پیش کرنے کی بات یہ تاکید کرتے ہیں
جانب جو حدیث اس کے کوئی نہیں ہوگی اور ہر مل ہوگا اور جو اس کے مخالف ہوگی اس سے اعتنا نہ ہوگا اور اگر اس کے خلاف ہوگا

لا فہ لا یجوز ان بامرنا بالتمسک بما لا یفقد علی التمسک بہ کما ان اهل البیت
 من یجب اتباع قولہ حاصل فی کل وقت و اذا کان الموجد سببنا جمعا علی صحتہ
 فینبغی ان یشاعل فی تفسیرہ و بیان معانیہ و قولہ ما سواہ یہا تک نقل کر کے علامہ صاحب
 تفسیر صافی نے اسکی ہی تخیل و تردید کر دی اور فرمایا اقول بکفی فی وجود کل عصر وجود
 جمیعہا کما انزل اللہ محفوظا عند اہلہ و وجود ما احتجنا الیہ من عندنا وان لم
 نقد ر علی الباقی کما ان الامام کذلک فان الثقلین میان فی ذلک و لعل هذا
 هو المراد منک لایم الشیخ و اما قولہ و من یجب اتباع قولہ فالمراد البصیر
 بکلامہم فانہ فی زمان غیبتہم قائم مقامہم لقولہم علیہ السلام الظہر والی
 منکامنکم قد ہوی حد ینکنا و نظر فی حلالنا و حرامنا و عرف
 احکامنا فاجعلوہ بینکم حاکما فانی قد جعلتہ علیکم حاکما الحدیث استملی
 بندہ گذارش کرتا ہے کہ آپ کے شیخ سدوق اور شیخ مرقضی اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف
 قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجع مذہب شیخ سے لکھا ہے باعتبار قواعد شرعیہ مسلمہ آپ کے
 بالکل غلط ہے قطع نظر ان دلائل سے جو کہ ان مذہب کے بطلان میں صاحب صافی نے ذکر کی ہیں
 اور یہی بہت دلائل اس کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں۔ سینی۔ جعفر و روایات صحیح و حسن وقوع
 تحریف پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ ہر ایک ادین سے خبر ادا اور ظنی ہے لیکن جب اس کے قدر
 مشترک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر التعداد رواۃ نے مختلف المذہب سے روایت کیا ہے

۱۔ کیونکہ ممکن نہیں ہوگا ایسے چیز کے تمسک کا حکم کرین جب تک ہر ممکن قدرت نہو چنانچہ اہلبیت اور جو قول اتباع
 واجب ہر قدرت حاصل ہے اور جب موجود قرآن کے صحت متفق علیہ ہو تو اسکی تفسیر اور بیان سچے میں مشغول ہونا اور اسکی
 ماسوا کو ترک کرنا لائق ہے۔ ۲۔ میں کہتا ہوں کہ زمانہ میں اسکو وجود دینی ایسے تمام جیسا خدا نازل فرمایا اسکو
 اہل کے پاس موجود ہونا اور ہمارے حاجت کے موافق ہمارے پاس موجود ہونا کافی ہے اگرچہ ممکن باقی بر قدرت نہو
 چنانچہ امام ہی اس طرح ہے کیونکہ عقلیں اس باب میں برابر ہیں اور شاید کلام شیخ سے ٹکرا دہو۔ اور قول اسکا دین
 یجب اتباع قولہ۔ مراد اس سے اسکو کلام تبصیر ہے کیونکہ وہ ادنیٰ بغیبت کے زمانہ میں اپنی اسے قول کے انکار قائم
 مقام ہے۔ ہم میں سے جس نے ہماری حدیث روایت کی اور ہماری حلال اور حرام نقل کر اور ہماری احکام کو بچانا اور اسکو

صورتی اور عقلی و دیگر کلام تحریف کا قاعدہ نہیں کہہ سکتے۔

دیکھو اور اسکا بیان حاکم بن ابی حاتم نے کیا ہے۔ اور حدیث کہ ہے۔

تو یہ تواتر یعنی ہر کردہ قطعہ کو مروج چکا ہے اور مثل اور ایات کے جنکو علماء طائغ نے تواتر سے تسلیم کر لیا ہے ہر گیا ہے علامہ شیبہ نے عالم اصول میں فرماتے ہیں قد نکثر الاخبار فی الوقائع و یختلف کسبہا کل واحد منها علی معنی مشترک و ینہا یجہت القم فی کل اثر فیحصل العلم بذلک القدر المشترك و یسے المتواتر من جهة المعنی و ذلک لکون قائل امیر المؤمنین جوہر من تملک غزاة بدر کن اوفیاء فی أحد کذا الی غیر ذلک بانه یدل بالانضمام علی شیعته و قد تواتر ذلک منه وان کان لا یمیغ من تلك الخبرات در حجة القطع بہتید ثانی کی اس شہادت صریح مستفاد ہوتا ہے کہ اخبار کثیرین سے مشترک اگرچہ وہ یغنیہ عن التواتر اول روایات ہوتا ہے تواتر یعنی ہر کسبہ قطعہ کو ہوگا پس اگر روایات کثیرین سے مشترک اول روایات باعتبار مطابقت ہوگا تو وہ اس نے یہ ہے کہ تواتر اللفظ ہو در نہ اس نے در حقیقت ہے کہ تواتر المعنی ہوگا۔ اب اگر وقوع تحریف کی روایات کثیرہ کو متنبہ کیا جاوے تو ہر ایک سلسلہ و مندا حد ہی لیکن حسب سوغ مفید تواتر کو ہے اثبوت و قائل امیر المؤمنین سے اسکا ثبوت بدر جہا زائد ہے تو وقوع تحریف کا تواتر بالا و ثبوت ثابت ہو گیا کہ وقوع تحریف کے ثبوت پر قطع نظر اسکے تواتر کے قرائن قاطعہ ہی دلالت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بنا بر اصول مسلمہ شیعہ تمام صحابہ الحبیب سے خوف ہو گئے اور ان کے حقوق غصب کر کے خود خلفا بن بیٹھے تو اس صورت میں اپنے ترویج خلافت کر لیے جس قدر کہیں ہنر ا ہے بہر یہ یہی ظاہر ہے کہ قرآن کے جمع و تالیف بطور خود او نہوت نے ہی کر اؤں اور الحبیب سے کچھ کیلک اور سین متا مل نہیں کیا بلکہ جناب امیر اسی لیے اپنا قرآن علیحدہ جمع کیا تو ان قرائن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسکی جمع و تالیف کے وقت ضرورتاً ہی کے گئی ہوگی اور اس

طہ واقعات میں کہی احادیث کثیرہ جو تھے جن اور عام مختلف ہو تے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک پر جو چاہیہا قطعاً التواتر کے مشترک ہوتا ہے محسن جو تھے جن قرائن قدر مشترک کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور اسکا نام تواتر من جهة المعنی ہے اور یہ جیسا امیر المؤمنین کہتے ہیں کہ واقعات کثیرات میں قرائن قرائن کے ہوتے ہیں تو کوئی کہے کہ ان قرائن کا نام تواتر قرائن کا نام کیا ہوگا تو کتب التواتر اسی شجاعت پر دلالت کرتا ہے اور یہ تواتر ہر اگر جان جزئیات میں ہو گئی ہو تو یہ

ثابت ہوا کہ قرآن میں تحریف کا واقعہ ہونا متواتر اور یقینی ہے جس کا انکار آپ جانتے ہیں کہ کیا حکم کہتا ہے
پس آپ کے شیخ صدوق اور تفسیر اوطوسی نے جو اسکا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل انتقاد
اہل دین و دیانت میں اشیعین نہیں ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپ کے ثقہ الاسلام کلینی اور دیگر استاد
صاحب الامام نے فرمایا ہے۔ سنا کہ یہ روایات احادیث صحیحہ لیکن ہم کہتے ہیں کہ جبکہ خبر واحد مؤید
بالقرآن ہو تو اس وقت علی الاصح مفید علم نہیں کہ ہوتی ہے۔ اپنی شہادت ماننے کی شہادت عینی۔
وجہ الواحد ہوا المتابع حد التواتر سواء کثرت رواۃ او قلت و لیس سائفا فادۃ
العلم بنفسہ نعم قد یفیدہ بالانضمام للقرآن الیہ و یزعم قوم اند لا یفید و ان یضمت
الیہ القرآن و لا صحیح الاول۔ پس اگر اسکو متواتر نہ مانیں تو یہی باوجود اخبار واحد ہونے کے
باضمام قرآن مفید قطع کو ہے تو یہی مثل متواتر کے ہوا اور اسکا انکار مثل انکار متواترات کے
سمجھا جائیگا۔ اور ہرگز قابل اعتبار نہوگا۔ دوسری یہ کہ مرتضیٰ کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے
اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کر کے تصریح کی ہے وہ یہ کہ سید مرتضیٰ مدح
مواہبے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں ہے اور اپنے کمال الشندی سے قائل ہوا ہے کہ ہماری
سائل فقہیہ متواترات سر ثابت ہیں حالانکہ سید کا یہ خیال بالکل غلط اور پوچ تھا شہید ثانی نے
معالم الاصول میں لکھا ہے قال العلامة فی النہایۃ اما الاحادیث فالاحادیث منہم لم یجوز
فی اصول الدین و فرجہ الاعلیٰ الخیار الاحادیث المرویۃ عن الامام و الاصولیون منہم کا جعفر
الطوسی وغیرہ واقفوا علی قول خبر الواحد و لم ینکرہ سوا المرتضیٰ و اتباعہ لیستہ قد حصلت

۱۔ اور خبر واحد وہ ہے جو حد تواتر تک پہنچنے والی اور کسی بہت بڑی یا ہزاروں اور تین کا فائدہ دینا ہوتا ہو
کام نہیں ان اس کے ساتھ قرآن کے انضمام کے بھی یقین کا فائدہ دیتا ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ باوجود
شمول قرآن کے بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور اول صحیح تر ہے ۱۲۔ ۳۔ غلط ہے نہایت
میں کہا ہے کہ امامیہ میں سے اخباریوں نے تو اپنے اصول اور فروع دین میں
بجز اخبار احاد کے جو امام سے مروی ہیں اور کسی پر اعتماد نہیں کیا اور یقین سے
صلیٰ مثل ابو جعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے میں انکی موافق ہو گئی اور بعض
مرتضیٰ اور اس کے اتباع کے اور یقینی اسکا انکار نہیں کیا اور یہ بیب ایک شبہ کے تھا۔
جو انکا وچ گیا تھا۔

لہم وقد حکم المحقق عن النجاشی عن هذا الطريق في الاحتجاج للعمل بالاحتجاج المردف
 عن الاحتجاج مصنف اعلیہ مادعی الاحتجاج علی ذلک اس صحت ثابت ہے کہ سید رضی کا
 روایات احاد کے سبب انکار صحیح اس کی غلطی ہے اور اگے ہی اسکے تعلیل و تردید میں چار صفو
 کہ قدر صرف کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں فیہ میں جی و دفع و تحریف و انکار او سے غلطی سے
 ناستی ہے کیونکہ جبکہ اپنی دلیل میں انکار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا استدلال قرار دیتے ہیں
 درہم نہیں بیان کرتے کہ ان روایات میں کوجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذاب
 صالح و در بیان مسئلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے۔ اور عبارات منقولہ میں ظاہر ہے
 کہ ابو علی طبری کا انکار در محمد بن الحسن طوسی کے تردید اتباع و تقلید آپ کے سید رضی کے ہوا و وہ ہی
 بنا فاسد علی الفاسد کے قبیلہ سے ابو علی طبری ہی فرماتے ہیں وهو الذی نصر المہتہ المہتہ اور
 طوسی صاحب ہی فرماتے ہیں وهو الذی نصر المہتہ المہتہ اور جو کچھ و لائل ذکر کرتے ہیں وہ قطع نظر سے
 کہ معارض روایات تقلید کو میں اس محل اور لائل میں کہ ادنیٰ تامل بلکہ بدون فکر و تامل کے بدانتہ غلط
 معلوم ہوئے ہیں۔ چنانچہ مفسر صاحب صفائی نے انکو دو جہلو نہیں باطل کر دیا یہ دونوں و لائل کو تعلیقات
 و یقینیات سمجھتا آپ کے محققین کی خوش فہمی ہے۔ یہی آپ کو صدوق صاحب قطع نظر اس پر کہ وہ
 کلینی اور دیگر ائمہ و غیرہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور انکو جھوٹا بنا رہے ہیں دلیل کوئی نہیں بیان فرما
 بدون دلیل دعویٰ فرما رہے ہیں دعویٰ بلا دلیل آپ ہی جانتی ہیں مردود ہے و ہذا بلکہ قائلین تحریف کے
 جنکا دعویٰ صحیح بنیہ و بران کے ہے بالکل فوجہا جا مانگا۔ اگر صدوق صاحب نے مذاق انداز غلطی سے
 کوئی خاص قصیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہیں تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجھا جائیگا پہلے ہر طرف متانت
 کہ ہم ہی آپ کے صدوق صاحب فضائل میں جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اللہ کو روایت کر رہے ہیں ایک
 بڑی بول حدیث جو جناب امیر نے انوالیہ و کو خطاب کر کے فرمائی او میں حضرت کے وفات کے
 سے اور محقق نے بیج سے احتجاج میں اس مسئلہ پر علما کی احادیث مردودہ پر عمل کرنے کے سبب ہر
 ہمارے کے حکایت کیا ہے اور اس پر احتجاج کا دعویٰ کیا ہے۔

مفسرین مذکور ہے حملت فی علی الصبر و فانیہ بلزوم الصمت ولا یفتعلی صاغر منہ ہذا فی تفسیر و
ونکفینہ الصلوۃ علیہ و وضعہ فی خضر و جمع کتاب اللہ و عندہ الخلق لا یسئلونہ
بادر مدعہ و کھا ج زفرہ کوئی حضرت کے ادلیا دسی پوچی کہ جب کتاب اللہ شائع ڈالے تھی اور پھر
اندیشہ تحریف نہ تھا تو آپسے کیوں اس قدر غلبت کے ساتھ جمع فرمایا اور علاوہ اس کے اگر وہ اسکے مطابق ہر
تواضع کون ائمہ کے پاس صندوق تفسیر میں مخفی طور پر بند چلا آیا اور اگر اسکے مخالف ہر صنف واضح ہر
کہ یا اس قرآن میں تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اس میں حضرت امیر معاویہ رحمہ
فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳) علاوہ اسکے وہ روایات جو وقوع تحریف پر دال ہیں مثبت ہیں
اور منکرین تحریف کا دعویٰ محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس بدعا کی مثبت یا نہ نہیں جانتے
اگر پائی جائیگی تو وہ بھی نافی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہے تو ایسی دعویٰ منکرین
تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۴) ظاہر ہے کہ جہاز روایات مثبت تحریف مروی
ہوئی ہیں انہیں احتمال تفسیر بالکل متفق ہے کیونکہ اس وقت تحریف کیسے کا نہ سمجھتے تھے نہ تھا ہر حکم و روایت
وہ سب تفسیر ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ جنکا شیخ طوسی اپنے استدلال میں حوالہ
دیتے ہیں اور ان روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو سابقہ ائمہ ہدیہ میں جو بحث علی السلاۃ
پر دلالت کرتے ہیں تو یہ بھی غلط ہے کہ وہ اس موجود کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اس اصلی
قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ سنا کہ وہ یہی قول مجید ہے جو اہل سنت کا
قرآن ہے لیکن جائز ہے کہ اس کے نسبت حدیث اور وعدہ حصول ثواب محض تفسیر کے طور پر ارشاد
ہوگا جب خلفاء کے ساتھ بیعت اور ان کے ساتھ نشست و برخاست اور ان کے موافق خلاف واقع
سائل کا اظہار پایا جاتا ہے جس کے لیے حضرات کو بجز تفسیر کے اور کوئی سامع نہیں ہے تو اس تفسیر
پر محمول ہونے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجب حال ہے کہ اصول دین میں کوئی

حضرت علیؓ علیہ السلام کے وفات کے وقت میری اپنے نفس کو سکوت کے لالہ کر کے اور جبکہ مجھ کو حکم فرمایا تھا (جہازہ کو پتہ کر کے اور نہانے اور خوشبو لگانے اور کفن پہنانے اور آپ پر ناز و شہینہ اور قبر میں رکھنے اور کتاب اللہ کے جمع کرنے اور خلق اللہ کی طرف اوس کی وصیت کرنے سے) اوسین مشغول ہو کر ساتھ مہر میرا غنی کیا کہ جس سے کوئی غلامی نہ ملے والا آئندہ اور حیاں دالاسا نہیں ہوئے گا۔

کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ صحابہ کے ساتھ حدود و عداوت کی وجہ سے پہلے کہیں بیٹے سوچی ہے
 کچھ فرمایا اور جب اسے حضرت نے دیکھا اور بچہ اچھا بہشت میں گرفتار ہو کر خواب غفلت سے جگرتا
 حواس بختہ ہو کر اور تو کچھ سوچا اپنے بزرگوں کی تکذیب کرنے کے اور یہ سوچ کر کہ بہشت کب چھوڑ
 چھوڑنے والے میں دیکھنے کے لئے بے ہوش مستی کے کوئی آپ کے شیوخ صدوق و سید
 مرتضیٰ و طوسی و طبرسی اور ان کے اتباع سے خصوصاً ہمارے فاضل محبت دریافت کرے کہ حضرت
 جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہو گئی تھے اور تمام صحابہ کچھ
 خلفاء اور ان کے اولیاء اتباع جکا سناؤ اللہ ایمان سری ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون لوگ تھے
 جسکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف تدبیر تھی اور وہ کونسی علماء مسلمین تھے جو اسکی حفظ و حمایت
 میں غایت مضبوطی کو پہنچی ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوار تھے جنہوں نے یہاں تک کوشش کی کہ ان
 کے اختلاف اعراب و اقوال و حدود و آیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے ہمارے در حمایت
 فرما دین کہ یہ لوگ کامل الایمان اور ارکان دین اسلام تھے یا کافر و منافق اور یہ لوگ افاضہ بہشت
 تھے یا اکابر اہل شیعہ اور یہ حضرت ذہبی صحابہ و تابعین تھے جنکو تم کافر و منافق کہتے ہو یا کون سے
 دوسرے جنہوں نے اہل سنت و جماعت میں قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و حیانت فرمائی
 پس اگر یہ وہی لوگ ہیں جنکو تم بڑا کہہ کر اپنے پھمکال روٹن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو
 اور سمجھو اور اپنے منہ سے باز آؤ اور یہ جو طوسی صاحب روایات مثبت تخریف کرنا ہیں
 لائے ممکن تاویلہا۔ حضرت کے کمال تجربہ والے نفس عوامی اسکان فرما کر چور گئی اور یہ نصیب ہوا
 کہ کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مدعی نہیں تو وہ جب تھا
 کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو جہاں ہم اپنے فاضل مخاطب سے جو ان کے اس سلسلہ میں
 مقلد ہیں دریافت کرتے ہیں کہ آپ ہی ان روایات کے پہلے سمجھو اگر ہر متواہد پشیمام کند
 کچھ فرما دین اور اس نہایت کا بار طوسی صاحب کی گردن آتا دین۔ اب راہیہ کہ طبرسی اور طوسی
 لے کر یہ تم چہ کج بوجہ ہیں ہو گئے۔

صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے۔ یہی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کلینی اور قتی نے انکو تسلیم کر لیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونوں کا نزدیک تسلیم ہوئے قطع نظر اس کے بالفرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ تو تحریف کچھ زیادتی میں ہے تو منحصر نہیں بلکہ نقصان ہی تحریف ہی تقدیم و تاخیر ہی تحریف ہے اس غلط بات سے کیا فائدہ حاصل ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو بھی تاہم مفید نہیں ہاں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کے نزدیک نقصان ثابت ہے لیکن اسکو اپنے اور حشویہ کے روایات پر لانا چاہتی ہیں۔ ہکو بڑا افسوس اور نہایت حیرت ہے کہ علی بن ابراہیم قتی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا صاحب اور شاگرد ہو۔ اور اسکی تفسیر ماخوذ امام کے تفسیر سے ہو۔ اسکی روایات کو اپنے دہمیاں جملہ سے بطل کرین صحیح ہے الغرض توثیق بکل حدیث رجال شیعہ میں سے اول حدود و صلوات کے بعد کہا ہے

و بعد ہذا رسالۃ فی معرفۃ صاحب الشیعۃ رحمہم اللہ تعالیٰ بالحدیث منہم الشیخ علی بن ابراہیم برہان
 صاحبہما الخ لیسکرمہما دوال لال و صاحب التفسیر فی فضل اہل بیت المستخرج من تفسیر امام المذکور

پھر محمد بن یعقوب الکلبینی ہی کچھ مرتبہ میں کم نہیں بلکہ زیادہ ہے غالباً اسکی کتاب کافی امام زمان پر پڑی چاکے ہے اور شہادت امام اسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدول ثقات کے روایات کے تعلیف و تصنیف اور مزید و تزییف کرنا شیخ سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجع و منظور کے انکار کیا وہ حضرات شیعہ کے خارج ہوئے اور اہل سنت میں شامل ہونا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہنا اور بد اعتقاد کرنا جزو مذہب سمجھ رکھا تھا اور جس پر مدار شیعہ تھا او کی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جنکو ارکان دین سمجھتے تھے اور انکی حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ لا لہم الا حق و لا حق الا للہ و لا حق الا للہ و لا حق الا للہ

انکی برائی کے گویا قائل ہوئی تو اسصور میں تمام شیعہ درہم و پیرم ہو گیا چونکہ اسکے تفصیل میں

صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے یہ رسالہ شاخ شیعہ کی معرفت میں ہے خدا او کو اپنا رحمت کی ساتھ دہا کر سجدہ انکی شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم جن امام حسن عسکری کا بابر بزرگوں والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فصل اول بیت میں جو امام مذکور کی تفسیر سے اخذ کی گئی ہے ۱۷۔

طی الزہری کا روایت زیادتی کے بطلان سے انکار غلط

طویل ہے اس لیے اس کو فہم کیا چھوڑتے ہیں۔ غرض اکابر شیعہ منکرین تحریف نے انکار کیا کہ یہ سب
 کہ یہ کہہ رہی اپنی ہے بانویسر پڑتے ہی۔ ہماری اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلام محمد
 تحریف کا واقع ہوا بنا بر مذہب تشیع راجع اور منظور ہے اور جو لوگ اس کو قائل ہوتے ہیں اور انہوں نے راجع
 اور منظور کو اختیار کیا ہے بلکہ نے حقیقت مذہب تشیع انہوں نے اختیار کیا ہے اور جن لوگوں نے اسے انکار کیا
 وہ خلاف مذہب تشیع کے ہے اور وہ مجتہدوں کے اس غلطی میں پڑے ہیں جب راہ و راستہ دیکھا تو اس کو اختیار کیا
 چنانچہ ہمارے قائل نے یہی چونکہ مذہب کے کتاب میں نہیں دیکھ کر صرف مناظرہ کے کتا بوزیر مشرف
 رہے اس لیے بے سوچے سمجھے ان کی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہو کہ جو عرض کیا تھا کہ قرآن کا محرف ہوا
 مسلمات شیعہ ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا۔ کیونکہ مذہب اکابر شیعہ نے مثل کہیں اور حق
 اور سچی کے اس کو بنا بر اصل مذہب خود تسلیم کر لیا تو اوپر مسلمات شیعہ ہے ہوا صادق آگیا اگرچہ بعض نے
 اس کو تسلیم نہ کیا ہو علیٰ ائمہ ص جبکہ متحرین کا قول مستند دلائل قاطعہ شرعیہ کی طرف ہوا اور منکرین کا انکار
 مخالف دلائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہوا اور انہوں اور لاطائل تو اس وقت اس کے مسلمات شیعہ
 ہونا بالبدیہ ثابت ہوگا۔ پس ہمارے مخاطب کا انکار صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہب سے
 یہی بغضندہ قائلے واقعیت نہیں رکھتے غرض کہ تحریف قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی
 ثابت اور اس کا انکار کرنا مراسر باطل ہے اگر آپ اور آپ کے صدوق و مرضی یہ چاہیں کہ چند خلافات
 اس رخنہ اور خلل کو بند کریں جو اکابر شیعہ نے اپنے دین میں ڈالا ہے تو واضح رہے کہ یہ سب
 خیال محال ہے قیامت تک ہی ممکن نہیں بیٹ و درست طبیب علاج مہر و دی و وزی
 طبیب دہنا زاح علاج ہذا شکر گزارش مافی یگی آپ بہر فوائد مگر کہ اس بحث میں جہانکندہ لال
 کیا گیا ہے وہ متفقین کے روایات اور ان کے اقوال سے لال کیا گیا ہے لاکہ ان کی روایات و اقوال میں تا بہ تحقیقات
 متاخرین کے تو یہ ہارین کے حکم میں ہیں اس لیے ہم ان کو تسلیم کر رہے ہیں کہ متاخرین میں کینی تحریف کو تسلیم کیا ہے تو یہ سب
 بکول اللہ ہمارے پاس آکر بعض متاخرین کے یہی صریح وجود ہے ملاحظہ فرمائی اور انسان کچھ
 آپ کے قبلہ کعبہ رسالہ بارہ ضعیفہ میں فرماتے ہیں۔ چون این نظم قرآن نے نظم ثانیست جبرمان

احتجاج بان نشاید۔ اب اس حسمد کو ملاحظہ فرمائی اور جو کچھ مبنی عرض کیا تھا اس سے مطابق اگرچہ
 کسی قدر بڑھ کر سی پائیگا اور لیجئے اگر قبلہ و کعبہ مجتہد العصر لکھنوی علماء الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں تو
 التبیان والی مقتضے تلك الاخبار ان التحریف في الجملة في هذا القرآن ^{ببین}
 بحسب زیادة بعض الحروف ونقصانه بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب
 في بعض المواضع قد وقع محبت مما لا ینک فيه مع تسلیم تلك الاخبار نعم لان جمال
 لعقولنا في هذا الزمان يحصل الجرم باحد الوجوه المحتملة عند العقل لكيفية
 وقوع تلك التحریفات بعینه فان الاحتمال فيها کثیرة (الی ان قل) ومنها انه معلوم
 من حال النبی كما لا یخفى علی المتخصص الزکی ذی الحدیث الصائب انه مع کمال
 رغبته علی تحلیف علیا کان فی نهایت التفتة عن قومده ولهذا عند دلیل وإمارات
 لا تسع المقام ذکرها فیتمثل عند العقل ^{ببین} حفظاً لمبجته الاسلام
 الظاهر اوضح القرآن النازل المشتمل علی نصوص اسماء الائمة واسما مالنا فقید مثلاً عند محادم
 اسرارہ کلمة بامر الله ثلاثاً بعد القوم ^{ببین} علم من خالصهم عدم الخصال ذلك اظهرهم بعد علم المصلحة
 نے اظہار ہوا کہ انہوں نے علی و آلہ کا ذکر اسناد الہم حملہ عن ارغام وغیرہ۔ اپنی قبلہ و کعبہ کے
 تصریح و شہادت کو ملاحظہ فرمادیں کہ اگر قبلہ و کعبہ کس کو حق و عطا و ارضین انعام کیساتھ ثبوت اور واقعی تحریف کو نہاد

طہ چنان چہ جن کے بعد تفتی ان احادیث کا یہ ہر کہ اس قرآن میں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے باعتبار زیادتی اور کمی
 بعض حروف کے بلکہ باعتبار بعض الفاظ کے اور بعض مواقع میں باعتبار ترتیب کے۔ یا تحقیق تحریف اس طرح واقع ہوئی کہ
 جہیں بعد تسلیم ان روایات کے کچھ شک نہیں کیا جاتا۔ ان میں ماضی ان تحریفات کے وقوع کے کیفیت کے لیے وجہ
 محتمل عند العقل میں کوئی وجہ خاص کے یقین حاصل ہونے کی ہماری عقل کے بحال نہیں کیونکہ اس میں بہت احتمالات ہیں
 (مہربان کہ کہا) منجمہ اولی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم ہے چنانچہ متفحص کی حدیث صاحب دہلی
 نہیں ہے کہ آپ باوجود علی کے خلیفہ بنانے کی نسبت کمال غیبت کی اپنی قوم سے نہایت درجہ تقیہ میں تھے اور سر
 اس کے لیے دلائل اور علامات ہیں جن کے ذکر کی اس پر گنجائش نہیں۔ پس عقل کے نزدیک محتمل ہے کہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ظاہری اسلام کے پیغمبر کی حفاظت کے لیے اور ترہیز ہوئی قرآن کو جو مثلاً ائمہ اور منافقین کے سامنے
 تقریباً کچھ مشتعل تھا اپنے راز دار و دیگر پاس میں علی کی انصاف کے حکم سے ودیعت رکھا ہو۔ تاکہ تمام قوم مدہن ہو جائے
 جب ان کے حال سے اسکا متعل بہرہ معلوم کر لیا تو بعد از ان کے اظہار میں مصلحت معلوم ہوئی اور سہر خا کر کیا۔ اور جبکہ

اس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدہن کرنا اور اس کی طرف اشارہ کرنا تو ان کی طرف سے کمال استغناء و غرور کا مظہر ہے۔

و تسمیہ روایات مثبہ تحریف معتقد و قائل ہیں۔ ان اگر مجتہد متشیعین کو شک و تردید ہو تو اس امر
 میں ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپ کہ حضرت مجتہد صاحب کے رائے
 میں وقوع تحریف کا ایک یہی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی دراز
 و طرح مرتب کیا ایک رد جو تمام و کامل تھا اور اس میں مخصوص اسماء ائمہ و اسمائے نقیین درج تھی جو کہ
 اپنی محرم اسرار کے پاس صندوق تفتیین میں دھیت رکھا اور دوسرا وہ کہ جس میں اسماء ائمہ و اسمائے نقیین
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نکال کر بقید مصالحت عام لوگوں میں ظاہر فرمایا اس حال
 کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان و نفاق تائید سے ہی دست بردار ہو جاویں اور
 اگرچہ یہ مسخ و تحریف معاذ اللہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور گو خدا تعالیٰ
 کو حکم سے ہر کی۔ لیکن چونکہ اس کی سبب خلفاء ہی تھے اس لیے تحریف کو اذکر و ثبت کرنا بجائی
 خود ہے۔ بھان اللہ واہ واہ۔ حضرت مجتہد العصر حاضر نائب الامام الغائب کے کیا تحقیق
 حق کی داد دی اس نتیجہ میں کیا جو اہل ننگی اور کیا موتی پردی اپنے اولیاء و اتباع پر حقد
 ناز کرین بجا ہے اور جتنا فخر و مائیں زیبا۔ سیری زبان و سلم میں طاقت نہیں کہ اس کی تعریف و تہنیت
 کروں اور نہ اس قدر گنجائش وقت ہے کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علمیہ کو ظاہر کروں مگر
 انفس اسکا ہر بار وجود و علم مرتبہ تحقیق پہر صدوق متشیعین کے شہادت کے موافق کاذب اور جھوٹے
 اور ہمارے فاضل مخاطب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل محبت
 نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ اہل ایمان
 سے خارج ہیں تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلینی اور قمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع ہیں وہ فاضل محبت
 شہادت کے موافق اہل ایمان میں شمار نہیں کیے جاتے۔ فے الواقع ہمارے فاضل مخاطب نے جو
 یہ سجدہ تحریر فرمایا ہے ”کتاب اللہ کی تنظیم و تحریم و تقدیم و تاخیر اہل ایمان سے حاشا کہ اس میں کچھ ہی اختلاف
 ہو“ صحیح و مطابق واقع اور انفس الامر کے یہ قضیہ خبریہ۔ حق پر زبان جاری شود کہ اس قدر
 بیشک ہم ہی اسے ہیں کہ کتاب اللہ کی تنظیم و تحریم و تقدیم و تاخیر اہل ایمان میں جو لوگ اہل ایمان

حاشا کہ او نہیں کتاب اللہ کی نسبت کچھ ہی اختلاف ہوا اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں
 بیشک وہ اہل ایمان سے نہیں جو قرآن کریم کا عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے پیچھے
 کی لوگ زبان سے بلا کم و کاست یہی قرآن ہی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا
 اور بلا تقدیم و تاخیر اسی ترتیب کے ساتھ ہی جو ترتیب کہ لوح محفوظ میں آگے نازل میں باعتبار تسلسل
 تقدیم و تاخیر ہوئی۔ پس جو شخص یہ کہہ کر اس میں کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ چھوٹا بلکہ دائرہ ایمان سے
 خارج ہے۔ جسے اللہ کہ یہ مضمون جو ہم کو تجلیم استدلال سے ثابت کرنا چاہیے تھا وہ فاضل علیٰ علیہ
 اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس عنایت کے شک گذار ہیں۔ یہاں کہ ہماری فاضل مخاطب نے صاحب
 منہج الکلام و صاحب تحفہ اکرام اللہ نے لہما کی نسبت یہ اعتراض نہایت طعن و تشنیع کے ساتھ فرمایا
 کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہیں اور
 کچھ نہیں شہرت دیتے۔ پس اس کا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھ گئی ہو گا لیکن مناسب معلوم
 ہوتا ہے کہ مختصر بقدر نصیح کیجاوے و جامع ہو کہ صحت و اعتماد کا مدار اس پر ہے کہ سلسلہ
 سند کا اصل اخذ تک معتد اور قابل طمانیت ہو جقدر اس سلسلہ میں وثوق زیادہ ہو گا اور سید
 متن میں صحت و اعتماد زیادہ ہو گا یہاں تک کہ ایک بدولت درجہ قطعیت کا ہو حاصل ہو سکتا ہے
 اور جقدر اس میں کمی اور کوتاہی ہوگی اور سید قدر متن میں عدم صحت و اعتماد ہو گا۔ پس اب قرآن
 شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملا حلقہ فرمائی کہ اگرچہ اس کی طرف عنایت و اہتمام شدید ہو
 اور داعی و اقریبوں اور سمومادرس تدریس شائع واقع ہوتا ہم قرن اول میں ہو لوگ منہج سلسلہ
 سند کے تہی اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے ہتے
 اور خلیوایا علیہ تھا کہ ان کو علیہ کے مقابلہ میں سیکو چون کرنے کی گنجائش نہ تھی اور انہوں نے ہی جمع ہو کر قرآن کریم
 جمع کیا اور سیکو اس میں شریک کیا عوافی و حلال کے کہ جو اہل تشیع ان کی نسبت بیان کرتے ہیں ان کو جمع و تالیف
 ہر ذی عقل کے نزدیک ہر قابل اعتبار دلائل و طبیان کے نہیں سمجھی جاتی یہی وجہ ہے کہ شیعوں کو روایات کو جو قرآن
 صلی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صحیح نہیں سمجھتی۔ اگر ان کی نقل قابل اعتبار کے ہو۔ تو کیا وجہ ہے کہ قرآن میں

کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کے یہ کہ قرآن کریم کے یہ کہ

اور کفر و بدعت کو صحیح اعتبار دیا اور حدیث میں تصحیح کیوں نہیں تسلیم کرتے حالانکہ قرآن اچھا
 بالا احتیاط تھا۔ اور یہ اوس صورت میں ہے جیکہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تفسیر کے اعتبار سے
 ہمیشہ اس قرآن کے معنی و ثنائی فرمائی ہوا کہ ہر اسکی تخریف اس کے نسبت کچھ نفرا یا بدعت با اعتبار
 فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہیں لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہ بھی ہمارے ساتھ منضم
 کیا جاوے کہ اگر ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ میں اسکو محوف فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص
 اس امر مخفی برتنہ کرتے رہے تو اس حالت میں یہ قرآن اعدل ثقیل پر مگر قابل اعتما و نہیں ہو سکتا
 اور نہ اسکی صحت تسلیم کیا جاسکتی تھی قرآن شل دن احادیث کے ہوگا جو بواسطہ ان صحابہ کے
 مروی ہوں اور انکی کذب ائمہ نے کی ہو جیسا شیخ کے نزدیک اسکا اعتبار نہ ہوگا اسلیطرح قرآن
 ہی اعتبار نہیں کیا جاسکا۔ اسکی بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ قوم کو پہنچے اور انکی سلسلہ سند کو
 ایک ملاحظہ فرمائی اوس میں کوئی شخص ایسا نہیں بیگا جو شل روایت کتاب اللہ کے غیر معتبر ہوگا جعفر
 رواستہ میں وہ سب نقد و عدول الامیہ میں تو اس اعتبار سے دیکھیں کہ کلینی کی صحت کس درجہ کو ہوں گی
 غایب ہے کہ قرآن کی صحت ہی بعد چار زیادہ ہوگی علاوہ اسکی قرآن کے نسبت جیسا ائمہ کی
 کذب مروی بجائی اسکی کلینی کے نسبت جو ائمہ الاصول الاربعہ ہے ائمہ اسکی تصویب
 و تصحیح مروی ہو چنانچہ امام زمان پر غالباً پیش ہو چکا اور انکے ملاحظہ سے گذر چکا تو اسکا
 صحت و اعتماد درجہ فوقی کو پہنچ گیا تو اس وجہ سے قرآن صحت و اعتبار میں اور کلینی
 اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ حضرات شیعہ قرآن کی نسبت
 دیا کا نہ کہہ دیتے ہیں این قرآن نغمہ عثمانیست احتجاج بان یثیبیان شاید یہ جب تک کہ یہ کلینی
 نسبت ہی ایسا کلمہ فرمایا ہے۔ حسب تجرید مؤخر صفائی ابو علی ہر سی کی تصریحات میں مسلم
 ہو تا ہے کہ کتاب یسویا اور کتاب مرنے اور وادین شہر اس کے سب قطعی ہیں اوس کی قسم
 تخریف و الحاق نہیں ہوا تو مثل انکی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب شہور کی صحت نقل ہی
 مثل مسلم باطلہ ان اور قانع عظام کے متواتر اور قطعی ہوئی اور قطعاً و یقیناً کسی قسم کے

تحریر و احق کا اشتیاء انہیں ہرگز نہیں سچا پنجہ صاحب قوائد میں نے اسکی تفسیر فرمائی اور
اور بالفرض اگر قرآنین تحریف یقینی نہیں تو غشی اور احمالے تو ہی تو اس صورت میں آپ ہی
الضمان سے فرمائی کہ قرآن کی صحت اور اوپر اعتماد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی کلیئر
وغیرہ پر۔ افسوس کہ آپ کو اپنی کتاب کی بونگی خصوص اور اپنے علماء کی تفسیرات کی ہی دقت نہیں
پہر اوپر جوش و خروش یہ کہچہ کہ علماء اہلسنت پر عین کینکوا اور وہ پور میں اس ہمارے گذارش سے سمجھ لیا ہوگا
کہ صاحب منہج الکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو کچہ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی کلیئر
یا تاریخ ابن قتیبہ یا بیج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح اور مستند ہیں وہ
مطابق واقع کے ہیں اور بلا دلیل نہیں ہی لیکن صرف اسکو بدیہی سمجھ کر دلیل سے قرض نہیں کیا
ہیں اوپر ہماری فاضل فاضل کا اعتراض آپ کو خوش فہم اور حیا و شرم آیا نے سے ناشی ہے کہ محمد
کہ ہم اپنے دھوکے میں سمجھ ہوئی اور تحریف کا سمات شیعہ سے ہونا بدلائل واضح ثابت ہوا اب جو آپ
سننی کے منظر ہیں۔ **قولہ** اور اگر آپ کے علمائے کتاب اللہ کا حرف ہونا اسلیے ہماری طرف
منسوب کیا ہے کہ ہماری بعض روایتیں وقوع تحریف تفسیر قرآن وارد ہی تو سننی روایات مذہبی
پر کسے امر کا لازم ہونا اور شی ہے اور تفسیر اس مذہب والوں کی اس لازم امر پر اور چیز ہے۔ ان
روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہو گا نہ تفسیر اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے چنانچہ
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ البانہ میں تصریح
کی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں اور لازم کی نسبت لزوم کے فائل کہ جب اپنی لازم بجا تصریح کی ہو
جائز نہیں ہے اس کتاب کی یہ عبارت ہے۔ فان قل یلزم من الاختلاف فی کونہ
سبحانہ فی جہتہ انیکون حادثا قلنا لازم المذہب ایس مذہب لا الحسبۃ جانہ مون
بانہ متعلقہ جہتہ وجاز مون بانہ قدیم رازی لیس بحدوث فلا یجوز ان یدعی
مذہب من یصرح بخلافہ وان کان لازما لقولہ۔ اور ائمہ اہلسنت نے بھی یہی
کہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ پس جب آپ کے علماء کے قول سے ثابت ہو گیا

کہ لازم مذہب مذہب نہیں تو ایک ہی کہنا کہ سلمات شیعہ سے ہر غلط محض ہوا۔ اقول
 سبحان اللہ چار سے فاضل مخاطب بنے کیا روشن اور واضح اور کفہ مضبوط اور فوی دلیل میان فرما
 ہر کہاں میں اہل انصاف اور کہہ سچیں اہل عدل و داد کو اس دلیل پر جاری فاضل مجیب کو داد دیں
 اور شاہد یاس نہیں اگر یہ عقیدہ آئیے تمام اس تحریر کے تقریباً یہی کیفیت ہے مگر یہ ایسی دلیل ہے
 کہ شاید ہی دوسرے کوئی ہنوی جسے بالکل آپ کے عالم فہم کی تعلی کہل ہی اور آپ کے علمی اور فصاحت
 و عloquentia بخیرہ اور نہ دیا۔ افسوس کہ یہ دلیل صدق امتیعیں اور تقنی و طوسی و غیرہ صاحبان کو
 نہ پہنچے ورنہ شدت فح سے حجب نہیں کرتا وہی ترک کا قصد ہیں آتا اس ابک نکتہ میں ہر
 اشکالات حل ہو گئی صدق اعتراضات دفع ہو گئی جب کسے خصم نے کوئی آیت یا روایت
 پیش کیے جھٹ کہہ دیا کہ یہ قابل احتجاج نہیں کیونکہ لازم مذہب ہے اور لازم مذہب اور مذہب
 بڑا فرق ہے۔ یہ تو سب کچھ مگر اتنا کہ ہمارے فہم میں نہیں آیا کہ مذہب کس نام سے کہیں
 جانور کو کہتے ہیں کیا مذہب وہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا
 کیا مذہب اوسکو کہتے ہیں جسکی رسول نے تصریح کی کیا مذہب اوسکا نام نہیں جو ائمہ سے
 نکلے و دیگرے بتواتر غیر متصل تاویل ثابت ہوا اگر یہ عین مذہب نہیں ہے اور لازم مذہب ہر
 تو کیا عین مذہب وہ ہر شخص خاص ابو بکار و ابو بصیر کے زبان و قلم سے نکلا ہو یا کیا عین
 مذہب وہ ہر شخص صدق و طوسی وغیرہ نے ایجاد فرمایا ہو۔ پھر اس پر طرفہ تماشا یہ ہے
 کہ روایات کی مدلول مطابقتی کو روایات کا لازم سمجھتے ہیں اور روایات مذہبی ہونا تسلیم کرتے
 ہیں۔ اور یہ اطفال مدرسہ یہ بھی مخفی ہو گا کہ مدلول مطابقتی بلکہ تضمنی تک لازم نہیں ہوا اگر باہر
 روایات کو مذہبی کہنا اور ان کو مدلول مطابقتی کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے
 شاید فارسی خوانوں کو بھی شرم آئے اور ادب نے طلباء کو ہی مارونگ ہو اور افسوس کہ ہماری
 فاضل محض جب کامیاب اختیار و ناز ہو مصلح بہ بین تفاوت رہا بحساب تا بحجاب پس یہ
 قدر مررہ نقل فرمائیے اور یہ ہستند لال لعل بنوا و پیر ہی اگر ہوا اسکا ابطال کے واسطے

کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ خود بدائتہ باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا
 بطلان دلائل واضح سے بھی ثابت کرتے ہیں۔ اولاً یہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی
 جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا ظناً بروایت صحیحہ ثابت ہوا اور خصوصاً شیعہ کے
 نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتھ ائمہ سے بھی ثابت ہو وہ بھی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے پسندیدہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہو گا وہ عین مذہب ہو گا۔ علماء
 و اکابر مذہب کو اگر اکسین دخل ہی تو اسقدر ہے کہ یہ سلسلہ نہ جسکو واسطہ سے یہ حکم ہم تک پہنچا
 قابل اعتماد ہی یا نہیں یا یہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب جو نسبت اسکو قوی ہے یہ حکم
 مآول اور صرف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہیں یا یہ کہ یا بشرک علیہ اس کی وجہ نہایت کیا گیا
 پیدا ہونے میں بجز ان چند باتوں کے علماء مذہب کو نقصوں روایات مذہب کے تغیر و تبدل اور تبدل
 اور غیر مذہب ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ پس یہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہی
 سرسری غلط اور نوج ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہو اور کسی دوسرے
 قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہیں ہے تو وہ عین مذہب خواہ اسکی نسبت کوئی تصریح کرے
 یا نہ کرے بلکہ اگر اسکی خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر سموع ہے بلکہ اگر اسکا ثبوت بلفظ
 تو اسکا خلاف بلا دلیل اتحاد و زندقہ ہو گا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر
 ہو گئی تو اسکا ظاہری مدلول مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اسکا محمل بعید مذہب ہو گا
 اپہم کہتے ہیں کہ تحریف قرآن ائمہ ہی روایات صحیحہ متواتر المعنیہ ثابت ہوا ہے اور علماء
 و اکابر اہل تشیع نے ان روایات کو مستند اور صحیح تسلیم کر کے وقوع تحریف
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے انکو پاس کوئی
 دلیل شرعی نہیں ہے جسکو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اپنا مسئلہ قرار دین انکو انکار کی بنا
 شکنجہ نظر اہل حق میں بستلاؤ گرفتار ہو کر محض توہمات و تخیلات پر ہے انکو پاس کوئی دلیل
 ایسی نہیں کہ جسکو وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے انکو ہرگز

تنجائش نہیں ہو کر ان روایات کا حذف ظاہر کوئی عمل بیان کر سکیں ہیں جب ان روایات کے
 نہ تعلق نہ تصنیف کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے عمل خلاف ظاہر محمول کر سکتے ہیں نہ کوئی
 محبت شرعیہ اور نیکو پاس موجود ہے تو ایسی حالت میں ان روایات کی کبھی شرح عدول ممکن نہیں ہے
 اور یہ روایات میں مذہب ہو گا نہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہ کہ اہل اسلام کو مسودا جو کچھ کتاب اللہ
 میں یا احادیث رسول اللہ میں وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اس کے جو کچھ کہ اقوال ائمہ سے
 ثابت ہوا اور اس کی صحت و حقیقت کا اعتقاد و اعتراف واجب و متعمم ہو اور جو کچھ خدا تعالیٰ اور رسول
 اور ائمہ نے خبر دی اور اس کی تصدیق و اقرار اور انکار ہرگز جائز نہیں کیونکہ اوہیں کذب کہہ کر دخل
 نہیں جب کہ نے تو اترو وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر با مطابقت واقع کے ہے یا نہیں اگر
 مطابقت واقع کے نہیں ہے تو اہم معصوم کے کلام میں کذب لازم آیا اور یہ محال ہے تو ثابت
 ہو کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اس کا اقرار حقیقت اور اعتقاد وقوع واجب ہو خواہ وہ مذہب
 یا لازم مذہب ہو۔ ثانیاً یہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہو اور عدول روایات لازم مذہب مذہب نہیں
 اور لازم مذہب ہو جب طعن و مواخذہ نہیں ہوتا تو آپ کے قبلہ و کعبہ مولوی و لدار علی نے عداوت اسلام
 میں بڑی سخت غلطی کہا ہے کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتصار روایات کے یقینی بیان فرمانا کہ
 اس کے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہو کر قابل
 اعتبار ہو نہیں ہوتا تو اس کی یقینی ہونے کے کیا معنی اور اس کے محتملات بیان کرنے کی
 کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہ خبر ہوگی کہ عدول روایات لازم مذہب ہوتا ہے
 یا یہ بخانتہ ہو گا کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تا دیلات نہیں ہوتا۔ بہر کیف یہ بیان
 خاص ہمارے فاضل مجیب ہی کا حصہ ہو گا جو اہلسنت کے دلائل کے منع و تحریف کرنے کو
 حاصل کیا پہلے اس کے شیعہ میں سے کیونکہ غالباً یہ دلیل جو روایات میں سے ہے چل
 نہی ہوگی۔ راجعاً اگر اس قافہ کو ملحوظا جاری کیا جاوے تو صدقات اعتراضات اہل شیعہ
 کو اس قافہ کے موافق نہیں باعتراف سامی لغو اور مہمل ہو جائیگا۔ بلکہ بر محمد و زید بن علی

اسلام ہو کہ تمام غلیات و اعتقادات کا انکار کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی
آپ اور پیروں کے لیے لازم کرے۔ یا کسی شارع کی خبر کی تصدیق کر دین وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لازم مذہب سے
مذہب نہیں پس اسکا جواب آپ اور اسکو کچھ نہ لیکن اور بخیر اسکے کر اپنا سامو نہ لیکر چپ
ہو چا دیں اور کچھ جواب نہ دیجئے۔ خاصاً ہمارے فاضل مجیب نے جو یہ جملہ تحریر فرمایا ہے (ان دایا
تحریر سے غایۃ الامر اسکا لازم ثابت ہو گا نہ تصریح اگرچہ یہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے۔ لیکن
خاصہ کہ یہ جملہ تو عجب اضحکہ روزگار ہے کیونکہ جو امر وایات کا مدلول طلب بقربھارت النص ہو
او کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ان روایات سے بصارت مستفاد نہیں عجب طرہ تماشا ہے کلمہ سوائے
ہمارے فاضل مجیب یا دیگر اولیاء کے اور کس کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اسجگہ
بہت کچھ لکھنے کی گنجائش تھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ اس فاضل غلطی ہے جس پر حاجت استدلال کے
بھی نہیں اور خوف تطویل سے منع ہے اس لیے صرف اس قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہوں اور اپنے
فاضل مخاطب کو تنبیہ کرتا ہوں کہ حضرت بے شک یہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب
نہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے مثل کے مطابق ہے
کہ جب ہم کا عین مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمت میں ہے اور یہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے
اور اسکو لازم یہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ شانہ حادث ہو لیکن اس حدوث کو محض اس استلزام
کی وجہ سے اور کیا عین مذہب نہیں کہہ سکتے۔ مان اگرچہ مثلاً قرآن شریف کے قائل ہوں
اور بعض مخالفین کو یہی احتجاج مدلول مطابقی حدوث باری ہو اور کئی دلیل سے ظاہر ہے کہ یہ عین مذہب
کہہ کر اوپر لازم کیا جاسکتا ہے اور پھر اسکو جواب میں یہ عذر کریں کہ یہ عین مذہب نہیں بلکہ
لازم مذہب ہے تو یہ عذر ہرگز سموع نہو گا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہیں
بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لازم مذہب ہو تو اسکی لیے ملزم یہی ہونا چاہیے جو عین مذہب
اور وہ بخیر روایات کے جنکا مدلول مطابقی تحریف قرآن اور کوئی ملزمیہ کو صلاح نہیں اور ظاہر ہے
کہ مدلول مطابقی لازم ہو سکتا ہے اور نہ دال ملزم ہو سکتا ہے پس سجدہ لازم متحقق ہے

نہ لازم ہے نہ لزوم بان اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنے خوش فہمی سے یہ فرامین کر دیا
 عبارت نفس الفاظ سے ہے اور معانی نہ الفاظ کے لیے عین ہے نہ خبر بکربان ہے تو بوجہ
 وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ والی سے کچھ عجیب نہیں اور جب لزوم اور لازم و ملزوم
 مستحق ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعویٰ بالکل لغو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن
 اصول تیش پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعویٰ کیا تھا کہ تحریف قرآن مسلمات سیدہ
 ہے مجبوری ثابت ہوا کہ حدیث علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر یہی بات ہے کہ ایسی روایات کا
 وارد ہونا اس امر کا مستلزم ہے تو آپ کے نزدیک ہی کتاب اللہ کا محو ہو یا مسلم کی کیونکہ ان روایات
 میں اہل حق ہر تفرقہ نہیں ایسی روایتیں تحریف و تغیر و حذف و اسقاط و تبدیل کلمہ کلمہ و حرفی ب حرفی
 اہلسنت کی کتابوں میں ہی ہر وہی ہیں اگر اس کی تفصیل آپ چاہیں تو اسے قصار الافحام و منتہی الکلام
 میں ملاحظہ فرمائیں **اقول** بیان تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا
 اور فراموش و حیا کو کار فرمایا اور یہ بھی کیا کریں جب انکرا سلاف ہی اسی راہ سے گئے ہیں تو
 جیسا اذکونمایا و نہیں کے قدم بقدم یہ بھی جلتے ہیں۔ پس سنی کہ یہ محض اُن کی اور آپ کے اولاد
 سلاف کی خوش فہمی ہے جنہوں نے اہلسنت کی طرف اس کذب و افتراء کو نسبت کیا ہے
 حالانکہ یہ نہایت باطل ہے کیونکہ قاضی جیسع اہلسنت متفق ہیں کہ اصل ماخذ دین کتاب اللہ و احادیث
 رسول اللہ ہے اور عین مذہب وہ ہے جو اس نے ثابت ہوا و اجماع و قیاس و اس کی طبیعت ہی سیوچ
 ہے کہ انکرا بتناد ہی کتاب و سنت کی طرف ہے۔ اکابر دین میں سے کیا قول اگر معتبر
 ہے تو اس وقت معتبر ہے جبکہ اسکا امتداد کتاب و سنت کی طرف ہو اور اگر مسلم ہو کہ یہ
 سنت نہیں ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہے نہ پہرہ ہر ہے کہ تحریف قرآن
 اگر واقع ہوئے تو بعد وفات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی
 ہوگی سو اسکی خبر خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں بلکہ پھر ثنائیا و اللہ الحافظون
 لہ اور با تحقیق ہم اسکے لیے یہی تمجید بیان میں -۱۲-

اور فرمایا وانه لکتاب عزیز لا یأتیہ الباطل من بین ید یدہ ولا من خلفہ نازل من
 حکیم حمید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث میں کہیں اسکی اطلاع نہیں فرمائی اگر
 اسکی تصدیق کیجاوے تو کیونکر کیجاوے اگر آپ یہ اعتراض فرمادیں کہ صحابہ کے اقوال سہو ثابت
 ہو سکتا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ادل ہم صحت روایت کو تسلیم نہیں کرتے سنا لیکن یہ
معارض ہر آئین و نالہ کا طون اور لایۃ الباطل سے اور شیعا اپنی روایات کو بخارجہ آئین کے
باطل نہیں کر سکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہ جھگڑا چکا دیا ہے وہ
 فرماتے ہیں کہ اصل قرآن جو تمامہ جناب امیر نے جمع کیا تھا اور ائمہ کے پاس کے بعد دیگرے
 چلا آیا مکمل جو اس میں نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ امکان لیکن یہ قرآن جو عام مشہور ہے اس میں
 تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت میں تحریف کے نہ اصل قرآن میں۔ قطع نظر اس سے
 قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک ہر زمانہ اور ہر قرن
 میں نقل عدول وثقات اس کثرت سے مروی ہوا چلا آیا ہے کہ اس کے کسی کلام یا کلمہ یا حرف
 یا حرکت و سکون میں شک و تردید کو گنجائش نہیں اس میں اعلیٰ درجہ کا ثبوت متحقق ہے غرض اسکی
 حروف و حرکات و سکانات تک وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صحابہ
 ہوئی۔ پس اسکی مخالفت کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو ہی تو وہ بضرع تسلیم صحت اسکا مستلزم
 نہیں کر سکتا۔ اور نیز اگر بضرع کسی صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلط ہوئی ہو ہم کہیں
 کہیں کہ صحابہ معصوم ہیں پھر قرأت شاذہ و مشہورہ اسکی شاہد ہیں۔ پس اہلسنت کے نزدیک
 تحریف کا مسلم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول و قواعد کے موافق تحریف کا شاہد
 اور داعیہ ہی خارج از امکان ہے۔ حضرات شیعہ کو جب کچھ چارہ نہیں ہوتا تو اسید طبع و دلکی حسرت
 نکالتے ہیں۔ کہ کذب و افتراء تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگانے میں کبرت کلمہ تخریج من افواہہم
 لیس قول الا کذب یا یہ تو جواب اجمالی تھا اور تفصیلاً تفصیل احادیث و روایات کے ساتھ فرمائی گئی
 قول مگر شتی نمونہ خود ارے دو تین میان ہی لکھے جاتے ہیں۔ فضہا مانے

الدال المنشور للشيخ الشيخ البوعبيد وابن الفريسيان في الاخبار في المصاحف ابن عمر
 قال لا يقولون احد كرم قد اخذت القرآن كله ما يدريه مأكلة قد ذهبت قرآن كثير
 يقل قد اخذت ما ظهر منه انتهى - دیکھی آپ کے جناب ابن عمر صاحب قرآنین نقصان
 کثیر کے وقوع کے قائل ہیں اور غایت شفقت اور طبیعت سیر اور آدمیوں کو دعویٰ اخذ تمام قرآن
 منع فرماتے ہیں انکشاف میں ہی فرمائی کہ کتاب اللہ کو جبکہ حافظ خود خداوند حقیقی قلم سے شائع
 ہر حرف بہتر ہیں۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف آپ پر اور دیگر اہل بزرگوں پر
 جنہوں نے یہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتیں ثبوت تحریف میں پیش کی ہیں کلمہ و فہم کا
 خاتمہ ہو چکا ہے افسوس کہ آپ یہ بھی خیال نہیں فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت میں ہم روایت
 پیش کرتے ہیں قطع نظر اسکی صحت نقل و رسم صحت کے اسکی کچھ بھی دلالت نہ ہے
 ہر نہیں یہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اس میں وقوع تحریف پر نہ دلالت مطابقت
 ہر نقصانہ الزامہ اشارۃ نہ دلالت نہ اقتضار - کی طرح ہی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہیں ہوتا
 حضرات کی کمال ہی خوش فہمی ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجھتی ہیں۔ اس میں قدوس مسئلہ
 قرآن کثیر واقع ہے بلکہ آپ تحریف پر وال سمجھتی ہیں حالانکہ یہ تحریف پر ہرگز دلالت نہیں کرتا
 کیا ذہب کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ نے ناقص کر دیا سبحان اللہ اس فہم پر آدین ہے ہر ادسیر
 دعویٰ کیا کیا کہہ - اب مینی کہ تمام اہلسنت کا ذہب متفق ہیں اور اسکی باع رکھتے ہیں کہ یہ قرآن
 جو اہلسنت کے پاس موجود ہے اور جبکہ حفظ کرتے ہیں حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت سلی اللہ
 علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکل کر امداد اسی ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ
 میں ہے۔ اس میں جعفر آیات کی کمی بیشی ہوئی وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 زمانہ میں واقع ہے جعفر زمانہ ہوتی کمی بیشی ہوتی کمی اور جعفر منسوخ ہوئی یا میلار گئی وہ کمی ہو گئی ہو تاکہ
 آج میں یہ ہی قرآن جو اہلسنت کے پاس بقدرہ سبب مری ہو کمال فی ہر کیا بعد اسکا کہ اس میں کچھ تغیر و تبدل ہو انکی
 بیشی ہوئی اور نہ یہ ممکن کہ اس میں کوئی شخص کو رسم کا تغیر و تبدل نسخ تحریف کر سکے اہلسنت کے

روایات اہل سنت روایت قرآن کے اس سلسلہ کا جواب

نزدیک یہ انجمن جملہ محالات و ممنوعات کی ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کیا ہے
 میں واقع ہوا ہے ایک تو یہ کہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور تلاوت باقی رہ گئی دوسری یہ کہ تلاوت الفاظ
 منسوخ ہو گئی اور حکم باقی ہے۔ جیسی آیت الرجم۔ تیسری یہ کہ لفظ اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے
 پس ہمارے فاضل مخاطب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرمائی اور سکر
 طاہر سے یہ ہیں۔ کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ منسوخ ہو گیا اور جاتا رہا تو کوئی یوں
 نہ کھی کہ میں سب قرآن منزل پر حاوی ہو گیا کیونکہ منسوخ شدہ اس سے خارج رہیگا۔ اور اس کی ہرگز
 یہ معنی نہیں ہو سکتی کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی اس میں سرگم کر دیا
 یہ حضرت حبیب اور انور علمائے متکلمین کی خوش فہمی ہے۔ **قولہ** اور سنی آپ کے علامہ سیوطی
 اتقان میں فرماتے ہیں قال ابو عبیدہ حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المبادی
 بن فضال عن عاصم بن ابی الجود عن زید بن جیش قال قال ابی بکر کتب من قبل
 سورة الاحزاب قلت اثنتین وسبعین ایت قال کانک لتعد سورة البقرہ وان
 کنا لنقرأ فیہا ایتہ الرحم قال اذا زلیا النبی والنبیۃ فاجوہما البتہ نکالا من اللہ
 واللہ عزہ حکیمہ دیکھیں اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھی
 اور اب بہتر تشریح اتیوں سے زیادہ نہیں ہے **اقول** اس روایت کا حال ہی مثل
 سابقہ روایت کے ہے اس میں کہیں تحریف کے ثبوت کا نام نشان ہی نہیں ہے یہ ثابت
 کیجئے کہ یہ کبھی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص نے سو اس قسم
 روایات سے یہ مدعا کسی طرح مفہوم نہیں ہوتا بلکہ اس روایت میں جو کلمہ بنا دیا ہو گا اور کما محمل
 وہ ہر نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھنا حضرت کے اور حضرت کے اسلاف کی عزت
 فہمی کی دلیل ہے **قولہ** اور راعبہ صفہانی محاضرات میں لکھتی ہیں وقالت عائشہ
 کانک الاحزاب تقرأ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما نئی ایتہ فلما کتبہ
 عثمان المصاحف لم یقرأ الا علی ما شئت وكان فیہا ایتہ الجہنم **اقول** یہ روایت صحیح

آپ کے دعا کے مخالف ہر گز اٹھوس آپ کو اتنی ہی فہم نہیں کہ یہ سمجھ سکیں کہ یہ ہماری دعا کے
 موافق ہے یا مخالف یہ عبارت قلم کاتب عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ثبت مرع
 دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ قدرت نہ ہوئی تو سہل و سہل ہوا کہ خداوند تعالیٰ
 اس کو مشوخ فرما دیا اور بٹلا دیا اور دلونہی ہو کر دیا یہ تعجب ہو کہ ہمارے فاضل مجاہد باہمنہ ادا
 انصاف و علم و خیریت صحابہ کی بہترین قولہ آپ کے علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں تحریر فرما رہے
 انخرج ابن مردويه عن ابن مسعود قال كنا نقرأ على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
 يا ايها الرسول بلغ ما اوتىك من ربك ان عليا مولى المؤمنين ان لم تفعل
 فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس اور زرا محمد بن ہمدان بخانی جیکو فاضل شہید
 اپنے فیض احاطۃ العقول میں عظماء المسند فرماتے ہیں کتاب مفتاح النجاریں کہ آپ کے
 خاتم الشکبہن ازالہ الغبن میں اس سے احتجاج کرتے ہیں یہ لکھتے ہیں۔ وخرج ای ابن مردويه
 عن زرارة عن عبد الله قال كنا نقرأ على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها
 الرسول بلغ ما اوتىك من ربك ان عليا مولى المؤمنين وان لم تفعل فما بلغت
 رسالته والله يعصمك من الناس اور بہت ایسے روایتیں آپ کے کتب معتبرہ میں منقول ہیں جو
 طوالت نہیں لکھتے۔ **اقول** اس روایت کا حال یہی مثل روایات سابقہ کے ہے۔ یہیں
 بھی کہیں وقوع تحریف پر کیلچ و دالت نہیں بلکہ اس میں یہ بھی نہیں پایا جاتا کہ یہ الفاظ ان
 علیا مولى المؤمنين قرآن مجید میں اور خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ پس سنی کہ اولاً اس روایت
 کی صحت مسلم نہیں سنا لیکن اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے اور ہم
 کچھ ضرور نہیں کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہوں وہ قرآن میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ ہم الفاظ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہوں اور ابن مسعود یہ سمجھا کہ یہ قرآن میں داخل
 ہیں تلاوت کرتے رہے ہوں سنا کہ اصل قرآن میں ہر لیکن مشوخ ہو گئی۔ لہذا ان روایات
 کو کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک

داخل قرآن ہو اور بعد وفات آپ کے جاسعین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہ ثابت نہ ہو
تحریف کا ثبوت خیال محال ہے **قوله** اگر ان ہی دو تین روایتوں کے نتائج پر بحث کریں
تو طول ہو جائیگا اور پہلے ہی کبیقہ رطل ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں **اقول**
اگر دوسرا وقت جس پر نتائج روایات پر بحث کو منحصر کہا ہے یہی وقت ہے تو ہم منتظر ہیں **قوله**
ای حضرت شیعہ کی روایتوں میں تو صرف کمی ہے وارو ہوگی آپ کے بیان علاوہ ایسی روایتوں کے
جو متضمن کمی نقصان کثیر کے ہیں قرآن مجید و فرقان حمید جو فصاحت و بلاغت میں معجزہ کر
اوسکرا غلط پر یہی مثل ہے چنانچہ معالم التنزیل میں تحت آیت کریمہ لکن الراستخون نے احکم
منہم والمؤمنون یستنبی ازل الیل وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوۃ کہا ہے
واختلفوا فی وجہ انتصابہ فحکے عزایۃ و بان بن عثمان انه غلط من الکاتب
ینبغی ان یصلح ویکتب والمقیمون الصلوۃ وكذلك قوله عافی سقر المائدۃ
ان الذین امنوا والذین ہادوا والصابیون قوله عان ہذان لسا حن قالوا ذلک
خطا من الکاتب وقال عثمان فی المصحف لحنًا وسقیمۃ العرب یا فقیل لہ الا تغیرہ فقال
دعوا فہ لا یجوز لہ ولا یجوز لہا **انہی ما فی التہر اب غور فرمائی کہ وہ قرآن جو فصاحت**
میں بلاغت میں معجزہ ہے اور جسکی شانیں فاتحہ سورۃ من مثلہ حق تقالے فرماتا ہے آپ کے
یہ حضرات خصوصاً حضرت خلیفہ ثالث اسین لحن و سقیمۃ العرب فرماتے ہیں بہت شک کے یہ
ہی سنی ہیں۔ اقول ای حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو ہی کیوں تسلیم کرتے ہیں
زیادتی کو کیوں نہیں قبول کرتے آپ کے طوسی اور طبری صاحب نے جو زیادتی کو جمع علیہ باطل
فرمایا ہے غلط ہے روایات سے کمی ہی ثابت نہیں بلکہ زیادتی اور تغیر بدل اور تعدیم و تاخیر کو یا ہر قسم
کی تحریف ثابت ہے ہر پیر تعجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہیں کیا آپ نے روایت میں
لولا زید فی القرآن و نقص نہیں ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکی بہت سی روایات ہیں ہر طرف تماشاً
یہ ہے کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہانت کی کمی کے ساتھ جو نسخی ہیں غلط ملاحظہ فرماتے ہیں

تاکہ اس سلسلہ کو اس میں پیرایہ سے اپنا عجیب پوشیدہ رہے پس اس طرح ہر کہ جو کئی اہلسنت کے
 روایات سے ثابت ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کمی کو کہہ رہے ہیں کہ جو آپ کی روایات کا مدلول تو یہ ہے
 اہلسنت کے روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو خدا تعالیٰ نے کی اور آپ کی روایات کا مدلول وہ کمی ہے
 جو صحابہ نے بعد حضرت مسلمان علیہ وسلم کے قرآن میں دیدہ و سنت کی ہے۔ تاہم ہذا میں ایک
 علاوہ ازین باوجود اس فرق و مباہلہ کے یہ کہ جو روایات سامی سے مفہوم ہوتی ہیں نسبت کر
 وہ کمی بہت کم ہے جو روایات اہلسنت سے ثابت ہوتی ہیں اگر آپ کو تردد ہو کہ کبھی میں ملاحظہ فرمایا ہوں کہ
 بسبب اختصار کے نقل روایات سے غرض نہیں ہو۔ رہا یہاں اعتراض کہ پہلی روایات کے بموجب
 باوجود مجرم ہونے کے قرآن شریف اخلاط پر مبنی شغل ہے چنانچہ لفظ المقتبین اور انصاف یوں اور
 ان زبان غلط نسیم کر لیے گئے سو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ روایت ہے معتبر نہیں چنانچہ
 لفظ خلکی عن عائشہ ابان بن عثمان بصیغہ تریض خود اس صنف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہ کہ
 سلمنا یہ روایت صحیح ہے لیکن قرآن کے نقل اور اس کی صحت تواتر قطعی ثابت ہے تو بے جا اس کی
 صحت و قوت کی اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم معتبر نہیں ہو سکتی تیسری یہ کہ یہ تعلق اگر ہے
 تو صرف باعتبار قواعد لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ معر میں نے اسکو صحیح تسلیم کر لیا
 اور اس کی صحت کی توضیحات بیان کر دی تو یہ قول خود ضعیف اور شاؤ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو مسلم
 میں اس کے بعد میں مذکور ہے اور ہمارے فاضل محاسب نے ترک فرمائی ہے وہ اس پر صریح دلیل ہے
 اور وہ عبارت یہ ہے وعلمہ الصحابة واهل العلم علی انه صحیح۔ چوتھی یہ کہ اگر حضرت عائشہ وغیر
 یہ روایت نہ پونجی ہو اور انہوں نے اس اعراب کو ظاہر اخلاط ظاہر دیکھ کر اپنی رائی اور
 اجتہاد سے غلط تدبیر یہ فرمادیا ہو کہ یہ کاتب کی خطا ہے اور اس خطیہ میں ان کی رائی نے خطا کی ہو
 تو ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ وہ اپنی رائی اور اجتہاد میں خطا سے معصوم ہیں۔ پانچویں یہ
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس پر کاتبوں کی خطا کے نسبت ارشاد فرمایا اس خطا اور
 غلطی سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لفظ غلط ہے بلکہ مراد اس خطبہ سے ہے کہ قرآن است

مختلفہ میں سے صرف اولے اہم قرار کے اوپر تمام است کو جمع کرنے اور باقی الفاظ کو جنگی اجازت
اور جنگا نزل بطور تیسرے ہوتا اور ترک کر دیتے۔ حاصل یہ کہ ترک اقتصار علی الاولے میں کا بتوں نے
خطا کی۔ چوتھی یہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ اگر چہ دایرین و لفظین لفظیوں اور ان ہاں بیچ
اور اسکی صحت میں کچھ کلام نہیں لیکن ان کی صحت بموجبہ و تاویل ہے اور المقیموں اور ماہرین
اور ان ہدین بدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہے
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور اتساع فی الاخبار کے خلاف اولے اور
خلاف ظاہر خطا کا اطلاق کر دیا ہو۔ اب اسکا جواب سنی جو روایت آپ نے حضرت عثمان سے
نقل فرمائی ہے جکا بدول یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں لحن ہر اول تو ہم اس بات
کی صحت کو نہیں تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً۔ انا نقلاً پس اسوجہ سے کہ یحییٰ بن یحیر اور عکرمہ
اس روایت کو حضرت عثمان سے روایت کیا ہے اور دونوں نے نہ حضرت عثمان کو دیکھا
اور نہ اسے کچھ سنا ہے تو یہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسلیک کہ صریح
عقل و دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور انہوں
سے جاریہ کو جمع کر کے اس میں کمال انجام کیا تو انہیں انہوں نے کوئی لفظ ایسا جو محض خطا ہو اور
موجب قدح اور اعتراض کا ہو کر باقی چھوڑا ہوگا۔ اور کیونکہ عقل سلیم تسلیم اور باور کر سکتی ہے
ایسی غلطی الفاظ کے جن میں کسی قسم کا مفاد حاصل نہ ہو دیدہ و نسبت قرآن میں باقی رکھیں بروئی
قل ہرگز ممکن نہیں۔ پس کوم ہوا کہ یہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے
محرکات و حرکات کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم متواتر
معارضہ نہیں کر سکتے اور ساقط الاعتبار ہی تیسری اس روایت کا محمل بالکل واضح اور صاف ہے
کہ عربین نے کچھ شک و شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض نہ کچھ دیکھا اگر یہ روایت صحیح ہو حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو تو اسکی معنی یہ ہیں کہ بے الصغیر بحثاً نے تلاوت
یعنی بعض جگہ رسم غلط اس طرح پر ہے کہ اگر اسکو پڑھو تو والا اسکی طرح پڑھی جی طرح کہ ہوتا

رسم الخط کے لکھا ہوا ہے نو وہ غلط ہوگا اور تلاوت میں محن واقع ہوگا نو حاصل یہ ہوا کہ تصحیف
 میں باعث بار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہیں جنکی تلاوت میں اگر اوسط طرح پڑ جائے جسطرح
 لکھتے ہیں تو محن واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ لاؤ مجھ اور لاؤ صغیر اور من بنائی المرسلین وغیرہ ذرا
 اور ظاہر ہے کہ اگر یہ الفاظ بدون معرفۃ رسم الخط اوسط طرح تلاوت کر جائے جسطرح کہ لکھتے ہو لی میں دیکھتے
 بالکل متغیر ہو جائیگی۔ اور عجب غنی ہو جائیگا۔ اور کلمات میں ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو انہیں
 کی طرح داخل نہیں ہے اور تلاوت غلط ہوگی۔ پس اسکو سمجھتے ہیں کہ انہیں کہ الفاظ قرآنی یا دوسرے
 رسم الخط میں ہی غلطی اور محن ہو۔ پس یہ حضرات تبعہ کی خوش فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سود
 سمجھ کر نقل کر دیتے ہیں پھر علاوہ اسکو دین و دینست کی یہ کیفیت ہے کہ روایات کثرت میں حضرت کثیر
 صاحب صاحب نہ ہوہ وغیرہ نے اس روایت کے الفاظ کو منع و تحریف کر کے اپنے اعتراض کے
 تقویت اور تائید کی غرض سے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے اور باری فاضل مخاطب نے بھی انہیں کی
 نقیب فرمائی اور خوشی سے انہیں الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کی تھی بڑے مارا تھا
 کو ساتھ نقل کر دیا۔ حالانکہ وہ سراسر غلط ہیں اب میں عرض کرنا ہوں کہ اصل کیونکر تھی اور حضرت
 زانین رسم تحریف فرما کر اپنے دماغ کے موافق کیونکر بنایا۔ اصل الفاظ یہ تھے **وَقَالَ عِثْمَانُ**
اِنَّ الْمَصْحَفَ لَحَنَا وَ سَتَقِيْمُهُ الْعَرَبُ بِالْاِسْتِمَا اس میں لفظ مستقیمہ صیغہ مضارع کا ہے
 اب افعال اتقام تہم کر اور اسہر حرف میں استقبال فریکے لیں داخل ہے اور ای صغیر آخر میں للحق
 جو راجع الے اللہ تعالیٰ ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ عرب اسکو اپنے زبانوں کے ساتھ تلاوت میں یہ
 اور شیک کر لیں گے چنانچہ بعض روایات میں ان العرب ستقرہا بالاسنتہا مروی ہے اور
 بعض روایات میں تقیما وارد ہے چنانچہ شیخ ابو سعید عثمان بن سعید بن عثمان المصنف
 اپنے کتاب رسم الخط میں یہ روایات نقل کیں ہیں پھر اسکو حضرت زکریا کشمیری صاحب وغیرہ
 اور ہمارے فاضل مخاطب نے منع و تحریف فرما کر اوسط بنا یا کہ حرف سین اصل خراہ
 کیا اور حرف تا علامت مضارع کو حذف فرمایا اور دسے صغیر کو نامی تائید سے بدل کر لفظ

قرآن میں محسوس ایسا اور اگر ایسی روایات کو بھروسہ نہ

سقیمہ مادہ سقم باب سقم سقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت شبہ کا بنایا جسکے معنی یہ ہو گئی
 کہ قرآن میں عرب کے الفاظ سقیمہ یعنی ضعیفہ اور مروجہ اور غلط داخل ہیں یہاں دیکھی کہ اکثر
 کو کس قدر تقویت اور تائید ہو گئی۔ پس آپ کے اس دین و دیانت پر صد آفرین ہے کہ کچھ نہیں کہتے
 خدا تعالیٰ آپ صما جوں کو اسکی جزا مقرر عطا فرماوے دیرسم اللہ عبد اقل آمینا۔ پس ہم نے
 خوب غور کیا اور تیر سو برس سے غور کرتے چلے آتے ہیں نہ کہیں کن قرآن میں ہو اور نہ سقیمہ
 العربیہ۔ یہ حضرات کی فہم کی خوبی ہے یا حضرت عنایت کا شہرہ ہر کہ روایت میں جسکو وجہ سے
 ایجاد و اختراع کیا گیا۔ لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک بروی انکی روایات کے جو ائمہ سے
 مروی ہوئی اور جو صنف قطع کو میں جنگو اکابر شیعہ تسلیم کر کے وقوع تحریف کا اعتقاد کر لیا ہے
 قرآن میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل اور نسخ و تحریف بہت کچھ ہو چکی پس کتاب القرآن نے بحقیقت یہاں
 اور تک کہ یہ معنی ہیں وہ نہیں **قولہ** غرض کہ اور اسی قسم کی روایتیں در سنو و اتفاق وغیرہ
 میں موجود ہیں ارادہ تھا کہ جو کچھ انکے جواب آپ کے علمائے دینی میں وہ نقل کر کے انکی کیفیت ہی
 لکھ کر جائے مگر خوف اطباء نہیں کہتے ہر دیکھا جائیگا۔ **اقول** یہ جب کہی آپ کا دل
 چاہے دیکھ لیجئے ہم ہر طرح حاضرین نہ تحریر سے انکار ہی نہ تقریر سے دریغ مصرع ہمیں سدا
 ہمیں چوگان ہیں گو **خود** آپ کے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ غلطی ہو کر آیا
 بلکہ کتاب اللہ کو جسکی تعظیم و احترام ضروری ہے جلوایا پڑوایا علی اختلاف الریتین **اقول**
 پہلو کسی دلیل شرعی سے یہ تو ثابت کیجئے کہ مطاع جلوایا یا پڑانا اذنت اور خلاف تعظیم و احترام ہے
 جب تک آپ یہ ثابت نفرماؤں گی اسوقت تک آپ کا اعتراض ہی لغو ہے اولائن الکلمات نہیں
 لیجئے ہم آپ کے ہر بلائے علماء اثنا عشریہ سے استفتاء کرتے ہیں جواب تحریر فرما دیں کیا فرماتے ہیں علماء
 امامیہ اثنا عشریہ اس صورت میں کہ ایک شخص نے ایسی حالت میں کہ اسکو نزدیک قرآن شریف
 میں کلمات تفسیر نہی لکھی ہوئی تھے اصل قرآن کو اسکو جدا کر کے جمع و تالیف کیا اور بعد جمع و
 تالیف کے اسکی نسخ کو اطراف و کائنات عالم میں شائع کیا اور اسکو موافقین و مخالفین نے

بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کر لیا پہلے اس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو میرے لئے مسودہ
 تھا اور جس میں کلمات تفسیر و بیانیہ تھے مبادا ظاہر ہو کر باعث اختلاف است و نزاع کا ہوا و سکو جلا دیا یا پارہ
 پارہ کر دیا تو یہ شخص باوجود یہ یا اعم اگر اتم ہے تو کس گناہ کا مجرب ہوا بیوہ بالہ لائل الشریعہ
 تو جرد الہدیین تو اسی مختصر سوال کا جواب دیدیکر اگر کوئی شخص بلا قصد و انت قرآن شریف کو اپنی
 رائی میں کوئی مصلحت شرعی سمجھ کر جلا دے یا پھر داسے تو جائز ہے یا حرام حضرت میر صاحب
 حسب شہادت آپ کے امام کلینی کے۔ امام صادقؑ نے تو یہاں تک انت کی کہ ہتھ پھینک دیا
 تفسیر سورہ نمل میں مفسر صفائی روایت نقل کی ہے و فی الکافی عن القاسم عن (عبدالصاق)
 انہ قرا انت کون ائمتہی ازکی من ائمتہکم فقیل انا نقراھا ائمہ
 اربی من ائمہ فقال وما اربی من ائمہ واوما بیدہ فطرہما ہم اسکو علیہما
 ایہی ہی متفسر کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح قرآن کی انت کرے تو جائز ہے یا حرام
 قولہ یہ جواب فرماتے ہیں کہ بیاصل عثمانی قرار دین آپ کے خاتم المتکلمین کے عادت میں چونکہ
 تسخیری بطور تحذیر ادہون نے ایسا فرمایا ہے۔ افسوس کہ آپ نے ان کی عبارت میں تامل نہیں فرمایا
 معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب المائم سے لقب کیا ہو۔ یہ محسن کتب و آثار
 ہر اور اگر آپ اسباب میں کوئی سند لاسکتے ہیں تو لایحہ۔ **اقول** جب وقوع تحریف روایات
 صحیحہ و باعتراف اکابر متبعہ ہم ثابت کر چکے تو ظاہر ہے کہ یہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ میں ہے واقعہ ہوا ہو گا کیونکہ وہ جمع و تالیف جوادل تجنیں کے زمانہ میں کی گئی
 اور کا خلاصہ ہی ایسی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہو گیا تو اسکو
 اگر شیدہ حرف عثمانی اور بیاصل عثمانی کہیں تو کیا بعید ہے۔ یہ لفظ نسخہ اسکا لائل تو صریح روایات سے
 ثابت ہوتا ہے اور اگر متبع کیا جاوے تو انشاء اللہ شیعہ کی تصریحات میں یہ لقب بھی لکھیں گے۔ علامہ ابن
 السکون کا فی من حق سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے (ابن الغضنفر) اس لفظ انت ہی ازکی من ائمتہم پر تاکید فرمائی کہ
 کہ ہم تو اسکو ائمہ ہی کہتے ہیں اور امام اربی میں انت کیا اور پھر ہتھ پھینک دیا۔ ۱۳۔

ہنرمیں سابق میں ارغام سے عبارت کتاب بارۃ ضنیہ کے نقل کے ہے اس سے صریح یہ لقب
 نامعلوم نہیں ثابت ہوتا تو کیا ثابت ہوتا ہے چونکہ اسم این قرآن نظم عثمانیست الخ نظم عثمانی اور
 بیاض عثمانی میں کیا فرق ہے۔ انہوں نے کہا آپ اپنے علماء کی کتابوں کو دیکھتے نہیں جو آپ کو
 اپنے مذہب کا حال معلوم ہو۔ پس ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا اور آپ کا کذب و افتراء کہیں
 محض کذب ہوا **قولہ** اب آپ ایضاً فرماؤں کہ کیا کتاب اللہ میں تسک کے یہی معنی ہیں کہ
 جس کا حافظ خود خدا و حقیقہ توالے شانہ ہوا اور اس کو حرف و غلط و سقیمہ العرب فرامین اور اس کو جلالین
 یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہیں اور بجا سے تعظیم و احترام جلالین اور انکو دین میں پیشوا و مقتدا
 سمجھیں **اقول** حسب ارشاد ہم نے تو ایضاً یہ عرض کر دیا کہ غلط ہونے کا الزام جو ش
 فہمی ہے اور حرف ہونیکا الزام کذب و افتراء اور سقیمہ العرب ہونے کا الزام حضرات کے حیات نہیں
 بلکہ دین و دیانت ہے۔ لیکن تسک کے یہی معنی کہ کتاب اللہ کو حرف فرامین اور اس میں تحریف اعتقاد
 کریں اور موافق اصول کے قرآن میں تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تسک کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو
 بخوش ہو کر بطریق اہل سنت کے پہنکے دیوں۔ اور تسک کے یہی معنی ہیں کہ ایسی لوگوں کو جو قرآن غلطیوں کا اور
 تحریفات کا اعتقاد کریں یا تحریف کی شہادت دیوں یا قرآن کو اہل سنت کے ساتھ پہنکیں اور جلال
 تعظیم و احترام اس کی اہل سنت کریں انکو مقتدا اور پیشوا واجب الاطاعت بمنزلہ انبیاء و علیہ السلام افضل
 سمجھیں **مع** بہین تفاوت رہا و کجاست تا بجا **قال** الفاضل المحجیب۔ **قولہ** کیا تسک کے
 یہی معنی ہیں کہ (نوذ با اللہ توبہ توبہ) آل رسول کی بات طقیات کو بلکہ انکی شرکاء ہونکو موصوب
 اعداء ہرادرین۔ چنانچہ کافی کلینی سے صاحب تحفہ و منتہی الکلام و آیات بیانات نے روایت نقل کی ہے
اقول۔ صاحب تحفہ وغیرہ نے اول فرج غضبت سنا نقل کی ہے مگر ہمارے حضرت محبت نے اپنی طرف سے
 بلکہ انکی شرکاء ہونکو الہ زیادہ کر دیا کمال میں فرمایا شرم و حیا سے خوب کام لیا۔ حضرت وہ عبارت
 بعینہ نقل فرمادیں جس کا ترجمہ خود بدلتے بلکہ انکی شرکاء ہونکو فرمایا ہے۔ معاملہ دینی میں اسے تصرف
 کرنے سے انحضرت کو خوف خدا نہیں۔ اہل علم و تحقیق فرمادیں **بقول** العبد الفقیر الی مولانا

جب آپ کے امام کلینی نے اول فرج غضبت من بابات طیبات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقل فرما کر
 بلکہ انکی سرنگ ہونکہ الخ لکھد یا تو کیا غضبت اول فرج غضبت من بابات طیبات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقل فرما کر
 تو آپ ہی فرمادیں کہ اسکے سوا اور کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد سرنگہ نہیں ہے
 یا غضبت سے منصوب ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ ان ہمارے یہی قول خطا ضرور ہے کہ ہننے لفظ فرج کا
 ترجمہ سرنگہ کیا ہے اور لفظ فرج منصوب ہونے کے لیے صریح ہے اور سرنگہ کہنا یہ لطیف معلوم ہوتا ہے
 کہ آپ کو اس وقت پسند آتا اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص آپ کے امام کلینی کے اس نقش کا ترجمہ اپنی
 صریح اور ٹیپہ الفاظ میں معاذ اللہ کرتا۔ لہذا نہایت افسوس ہے کہ خطا تو آپ کی امام کے مورخین میں بہر
 خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا تو آپ کے امام کلینی فرماتے ہیں اور عتاب ہو بہو میرا اگر یہ الفاظ مقصد
 آپ کے دین و ایمان و حیا و شرم کی بجائی سے ناشی اور استعجیل میں تو اپنے حضرت کلینی کے روح
 پر تو کھلوں کہ صلاوات سنائی یا جو ان کے اساتذہ بزرگوار میں جن سے اوہوں نے یہ نقش اور بجائی کے
 بات اخذ کی ہے اور لکھو کچھ کہی ہم تو بعض نقل معنون میں کہ الزاماً خدمت میں پیش کیا اور پھر
 یہ ما واجب غصہ کیون نکالاجاتا ہے۔ ان اگر ہمیں نقل میں خطا کی ہو اور اپنی طرف سے اس کر
 لکھد یا ہو تو اس وقت بہت ہم معذور ہوتے ہیں۔ پس معلوم نہیں کہ آپ ہم پر کیون عتاب فرماتے ہیں۔ ہنسی کیا
 حیا و نقرت کیا ہوتا ہے آپ کو یوں بے طرح جو ش آگیا۔ اگر ہنسنے اپنی طرف سے کوئی نقرت کیا ہوتا
 تو پہلے نابت کرنا چاہی ہوتا اصل واسطہ کلینی سے نقل فرماتے اور لکھتے کہ اس واسطے نسبت
 یہ زیادہ ہے اور نقل معنون میں یہ ناجائز نقرت ہے اور بدون اس کے ہمیں بے دلیل تر غل غلایا
 اہل عقل و خرد کا تو کام نہیں ہے۔ اور ہر طرف ماجر ایہ ہے کہ کہتے ہیں کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے
 اول فرج غضبت من بابات طیبات کی ہے جس سے بظاہر الزام صاحب تحفہ کی طرف عاید کیا ہے اور یہ
 نہیں فرماتے کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے کہا شر نقل کی ہے اصل موجد اس نقش و بجائی کا کہ
 یہ آپ کی دیانت کا مصداق ہے۔ لہذا یہ جو سوال فرمایا کہ (حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرمادیں
 جس کا ترجمہ خود بدولت نے بلکہ انکی سرنگ ہونکہ فرمایا ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ بندہ کی عبارت کو

بغور ملاحظہ فرمادیں۔ اوسمین کہاں کہاں ہے کہ یہ ترجمہ ہے جسکو واسطہ تطابق لفظی شرط ہے جسکو
 آپ تلاش فرماتے ہیں۔ حیف ہے کہ آپکو اتنی پہلی خبر نہیں ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ نقل مضنون
 اور حکایت ! لہئے ہر جسکے لیے صرف اتحاد مطلب شرط ہے و بس! علوم نہیں جناب نے اسکا
 ترجمہ ہونا کس قرینہ سے سمجھا۔ باقی رہ خدا کا خوف اور اہل علم شرم و حیا تو البتہ حضرات شیعہ کو
 حاصل ہے کہ سقیمہ العرب سنجکر کے اپنی مطلب کے لیے سقیمہ العرب بنالیا اور اپنی مدعا کے موافق
 روایت میں تصرف کر لیا البتہ معاملات دینی میں خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو یہ ہوتی
 اسبطح آپ کے شریف رضی نے بیچ البلاغت میں جا بجا جناب امیر کی کلام کا ستیا ناس کیا
 اور اوسکو سنج تحریف کر ڈالا جس سے شرع کا یہی ناک میں دم لگیا اور بے اظہار ایسے اذکو بھی کچھ
 بن نہ پڑا چنانچہ ہم ابحاث سابقہ میں بطور شستی نمونہ خوار و عرض کر آئی ہیں البتہ خدا کا خوف اور اہل
 علم سے شرم و حیا تو اسکا نام ہے اور اسکی بہت نظیریں ہیں جو کسقدر حافظہ میں ہیں مگر خوف
 تطویل رخصت نہیں دینا۔ **قولہ** بہر حال حضرت مجیب کی غرض اس سے کھٹکنا ام کلثوم سے
 اگر اس امر کی تحقیق کہ نکاح خلیفہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو ام کلثوم نسبت
 حضرت زہرا۔ علیہا السلام سے ہوا یا کس ام کلثوم سے کیجا دے تو بہت ہی طول ہو اور
 باعث بیماری اور عدم فرصتی اس قدر تطویل بحث چھیڑ نہیں سکتے اور نیز پہلے ہی اس بحث میں طول
 ہو گیا۔ اگر حضرت مجیب کو شوق ہو تو جواب آیات ثنیات و اہلب النیران و تحفہ الاشعرہ وغیرہ
 میں ملاحظہ فرمالیں **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپکو ضروری دینی مسائل
 کی تحقیقات کی نسبت اسقدر گریز و اغماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیوں چھیڑا ہوتا اور یہ
 جو شروع جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ (اگر غور فرمائی تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے) یہ صرف زبانی
 ہمارے ہی واسطہ ہوتا اور اقامت من الناس بالکبر کے حکم میں ہوتا۔ اگر آپ ایسی مریضہ عدیم
 الفرست ہوتے تو آپ نے سوال ہی کیوں کیا۔ شاید آپکو یہ خیال ہو گا کہ خصم کب دست گریبان ہوتا،
 اور کب یہ روز سیاہ نظر آئے گا۔ اب جب موقع آیا تو یوں عذر و حیل دگریز و اغماض ہونے لگا

آنچه ختم آید ایسی ایک زینت جنگ بیک آب جباب صاف مذکور و آنچه گویا نری ریختی بمان
 جواب آیات بیات بر آب مانده ہیں۔ شعر سوال بود کونما لاجواب چین ابروی برات
 عاشقان بر شاخ آہوا کو کہتے ہیں۔ حضرت سوال تو آپ سے ہے آپ جواب دیجی اگر جواب
 آیات بیات میں یہ بحث تو آپ دین سے دیکھ یہاں کہ جواب دیجی آپ ختم کو کچھ حاجت
 نہیں کردہ یہ کہانیں دیکھتا پیری۔ حیل خوف نفیل بالکل لغوی جہاں اپنے جلد ورق کے
 جواب میں چہ جز تحریر فرمائی اور اس کے لیے آپ کو بیماری اور عدم الفرستی مانع ہوئی تو اس مسئلہ کو
 پیری ایک دہر کا کچھ ضائقہ نہ تھا۔ مگر شاید عجیب نہیں کہ اس مسئلہ کی ہی خوف سے بیماری
 لاس مال ہوئی ہو اور جاڑہ آیا ہو کیونکہ یہ مسئلہ ایسی ہی پیری کبیری اگر یہ ہے تو ہم بھی
 معافی لکھ دیکر اور سہرہ سمیٹ کر گزشتہ - **قولہ** مگر یہاں صرف اس قدر لکھا جائے کہ
 المسند ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ہوا اس طرح شدہ انکی کتب سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح
 بنت زہرا سے نہیں ہوا۔ اور یہ نکاح ہی باکراہ ہوا جو غضب سے مراد ہے صرف فرق الفاظ ہر
 چنانچہ دو تین روایتیں اس قسم کی لکھی جاتے ہیں صواعق مودت ابن جریر میں ہے صحیح عن عمر
 خطب ام کلثوم بن علی فاعتل بصغرها وایانہ اعدھا لاجن اخیه جعفر فقال لہم ما رآہ
 الباءة ولكن سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل سبب ونب ينقطع
 يوم القيمة مخلصا لمبى ونبی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ان علیا لاجن
 نکاح انبئہ بعہ واستعذر بصغرها لم یکن یقبل منه ذلك العذر حتی الجالح فوفاؤا
 کلفوا الجاہ آہلی کتاب سجن ورجو ہے غضب اور اس لفظ میں صرف ترازو لفظی ہے یہ کتاب
 ہست العذارین ہے ام کلثوم دختر ابوبکر بود مادرش اسما بنت عمیس کہ اول زین جعفر طہ
 بود باز بنکاح ابوبکر وراہ از ابوبکر پسری عبد الرحمن نام ویک دختر ام کلثوم زایدہ بعد
 از ان بنکاح علی بن اسلے طالب وراہ ام کلثوم ہمراہ مادر وراہہ عمر بن خطاب با ام کلثوم
 دختر ابوبکر نکاح کرد۔ انتہی۔ مگر غمکہ مصلح المسند یہ نکاح ثابت کرتے ہیں۔ مشید

اسی طرح اونکی کتابوں میں اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح اسم کلثوم بنت ابوبکر
 سے ہوا اور چونکہ وہ اس عاطفت جناب امیر علیہ السلام میں ملی تھی فرط ربط و اتحاد سے وہ جناب
 امیر کی ہی بیٹی سمجھو تھی اور اس کا نکاح ہی جناب امیر کو منظور نہ تھا۔ چنانچہ روایت مذکورہ
 ثابت ہر اقوال دشمنان روزگار نامہ میں رسالہ ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کی توثیق
 اونکو اس باخنگے اور حیرانی و پریشانی سمجھ گئی ہو گئی کہ کیسی گرداب اعتراض میں ڈکیاں کیا کرتے ہیں
 اور انہیں پاؤں پھیر سید ہی مار رہے ہیں لیکن ولات حین مناص۔ اب لہجہ ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں
 اور تمام پہلوؤں پر جو ہماری فاضل مخاطب نے اچھکے ذکر کئے ہیں بحث کرتے ہیں۔ اول ہماری فاضل
 مجیب نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوا۔ دوسرا دعویٰ
 یہ کیا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ تیسرا یہ دعویٰ کیا کہ یہ
 نکاح ہی باکرہ ہوا۔ پہر ان تینوں دعویوں کی ثبوت کے لیے تین روایتیں ذکر فرمائی۔ ہم حیران ہیں
 کہ پہلی روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ کیوں ذکر فرمائی اس سے کس دعویٰ کا
 اثبات مطلق سامی ہے نہ پہلے دعویٰ کے ثبوت سے اس کو تسلیم نہ دوسری دعویٰ
 کچھ ربط نہ تیسرے دعویٰ سے بلکہ صریح نقیض دعویٰ سے اول پر دال ہے کیونکہ حضرت
 فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خواستگاری کی علت بیان فرمائی وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ بیونہ ہونا جو قابل القیاس نہیں ہے نہ نظر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ
 ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دختر تھیں کیونکہ اگر یہ ام کلثوم دختر حضرت
 صدیق ہوتی تو پہر اس علت کے ساتھ خواستگاری کے کچھ معنی نہیں یہ بیونہ اور خوشگی
 سی لیے تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ نسبت منع ہو جاوے۔ جو
 بنت صدیق نہیں بلکہ بنت علی نہیں ہی جو یطین حضرت زہرا سے ہو منقود تھا تو اس سے صاف
 معلوم ہوا کہ یہ روایت مثبت نقیض دعویٰ اول ہے اور مبطل عین دعویٰ ثانی و ثالث
 و چارہ فاضل مجیب کی خوش فہمی قابلِ داد ہے کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب

اور ثبت و عا سچ مکر سب پہلے خصم کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ
یہ روایت ہمارے مذہب کو مفید ہے یا نقصان کن بلکہ کچھ شکایت نہیں دیتی یہ امر اس ایسا وار
عضال اہل حق و غیر قابل اعتدال ہے کہ اسکو منکر جعفر اوسان حضرات کی خطا ہوں بجائے
اور جعفر حاس پریشان ہوں زیبا۔ پیر ایک اور طرف تماشا یہ کہ بخیر فرماتے ہیں کہ جعفر
اس نکاح کو ثابت کرتے ہیں اس طرح شیعہ ادنیٰ کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ ثابت نہ ہوا
ہیں ہوا جو حضرت کی کمال مناظرہ والی اور فہم پر والی جو کوئی حضرت محاسب پوچھ کر حضرت
ادنیٰ کتابوں کی قرین قیاس لگا کر گئی ہی ایسی کتابوں کو ذکر کرے اور ادین ثابت ہونے
کے یوں پہلو ہتی فرمایا یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فتعالیٰ عباد
اہلسنت کے نزدیک کچھ اس نکاح ہی پر منحصر نہیں۔ حضرت اگو جو علوم مرتبہ اسلام میں ہے
اگر یہ نکاح ہوتا تو یہی وہ مرتبہ حاصل تھا لیکن چونکہ حضرات اہل تشیع کو انکے فتعالیٰ سے انکار ہے
اور بلکہ دائرہ ایمان سے خارج سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب امیر کے ادنیٰ باہم کمال اور تہی تو
اس امر کی ابطال کے لیے اہلسنت الزامات شیعہ کی کتابوں سے یہ روایت نقل کر کے انکو چھوڑا
کرتے ہیں تو اگر بغیر من محال اہلسنت کی کتابوں میں یہ نکاح ام کلثوم بنت زہرا سے ثابت ہو
بلکہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ تو حضرت شیعہ کے اوپر یہ الزام جو بموجب ادنیٰ روایات کا نہیں
چسپان ہوا ہے صرف اتنا کہنے سے کہ یہ نکاح اہلسنت کی کتابوں میں ثابت نہیں ہے کیونکہ اوٹھ
سکتا ہے حالانکہ یہ ہی غلط ہے کہ اہلسنت کی کتابوں میں یہ ثابت نہیں چاہیہم عرض کرینگے
ہیں اس الزام کے ہماری فاسل محبت جعفر جابا بخیر قرآن اور روایات کہی وہ سب انوار بے سود
ہیں اور حضرت کی کمال مناظرہ والی اور خوش فہمی پر والی میں اگر بالکل محکوت کرتے اور کچھ ہی
نہ کہتے تو یہ نسبت اس کے لیے بہت بہتر نہا کیونکہ کچھ پر وہ پوشی بہشتی اس لیے بھی ہم اسکا
ثبوت اہلسنت والی تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں۔ اول اہلسنت کی کتب معتبرہ
مختصر ثبوت ہشتی۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۰۴ میں مذکور ہے۔ **حداثت**

اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جعفر جابا بخیر قرآن اور روایات کہی وہ سب انوار بے سود ہیں اور حضرت کی کمال مناظرہ والی اور خوش فہمی پر والی میں اگر بالکل محکوت کرتے اور کچھ ہی نہ کہتے تو یہ نسبت اس کے لیے بہت بہتر نہا کیونکہ کچھ پر وہ پوشی بہشتی اس لیے بھی ہم اسکا ثبوت اہلسنت والی تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں۔ اول اہلسنت کی کتب معتبرہ مختصر ثبوت ہشتی۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۰۴ میں مذکور ہے۔

اہلسنت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جعفر جابا بخیر قرآن اور روایات کہی وہ سب انوار بے سود ہیں اور حضرت کی کمال مناظرہ والی اور خوش فہمی پر والی میں اگر بالکل محکوت کرتے اور کچھ ہی نہ کہتے تو یہ نسبت اس کے لیے بہت بہتر نہا کیونکہ کچھ پر وہ پوشی بہشتی اس لیے بھی ہم اسکا ثبوت اہلسنت والی تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں۔ اول اہلسنت کی کتب معتبرہ مختصر ثبوت ہشتی۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۰۴ میں مذکور ہے۔

عبدان انا عبد الله انا يونس عن ابن شهاب قال ثعلبة بن ابي مالك ان عمر بن الخطاب قسم موطا بين نساء من نساء المدينة فبقعه ط جدي فقال له البعض من عنده يا امير المؤمنين اعط هذا بنت رسول الله التي عندك يريدون ام كلثوم بنت علي فقال عمر ام سليط احق ام سليط من نساء الانصار ممن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد اور سني اسيكے حاشیہ پر مذکور ہے قال الکرماني ام كلثوم بنت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولدت في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبها عمر الى علي فقال انا البعثة اليك فان رضىت فقد زوجتكها فبعثها اليه يبرء وقال لها قولي هذا البراءة قلتي لك فقالت ذلك لعمر فقال لها قولي قد رضىت رضاي الله عنك ووضع يده على ساقها فكتفها فقالت الفعل هذا الولا انك امير المؤمنين لكسرت انكف ثم جات اباها فقالت بعثني الى شيخ سوء واجبرته فقال لها يا بنته انه زوجك مني بن عمر ۳۲ پر ووضعت جنازة ام كلثوم بنت علي امرأة عمر بن الخطاب ابن

لہ ثعلب بن ابي مالک کہاکہ عمر بن خطاب نے مدینہ کی عورتوں کو چادرین قسم کی تہ پہن جانے کی کڑی تلقین کی اور اس کو اس کو بار بارہ ام کلثوم بنت علی کہاکہ چادر رسول اللہ کی فقر کو جو تیری پاس دیدی۔ عمر نے کہا کہ ام سلطی زیادہ سخت ہے اور ام سلطی انصار اور عورتوں میں سے ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت کی تھی عمر نے کہا کہ تیرا وہ جنگ احد کی دن تیری شکیں چونکہ کڑی ہے کہانے کہاکہ ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فقر کا طہ کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئی تھی اس کی سنگی کا علی کے پاس بیٹھ گیا اور علی نے وہ بیٹھیں اس کو تیری پاس بیٹھ گیا اگر تیری رضا ہو تو میں تیری ساتھ ام کلثوم کو نکاح کر دیا۔ پہلے ام کلثوم کو ایک چادر دیکر عمر کے پاس بھیجا اور اس کو کہا کہ تو کہو کہ یہ وہ چادر ہے جس کا میں تجھ کو کرکھا تھا ام کلثوم نے وہی عمر سے کہا عمر نے اس کو کہا کہ کہنا میں راضی ہوا خدا تجھے راضی ہو اور اپنا ہاتھ ام کلثوم کی ساق پر رکھا اور اس کو بلا ام کلثوم نے کہا تو یہ کیا کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین ہوتا تو میں تیری ساق کو لٹوڑ دالتی۔ پھر اپنے باپ کے پاس آکر اور کہا جس کو آپ نے بڑی بدی کے پاس بھیجا تھا اور حقیقت حال کی خبر دی۔ علی نے کہا بیشادہ تیرا شوہر ہے۔ ۱۲۰ ام کلثوم بنت علی زوجہ عمر کا اور اس کے فرزند جو زندہ کہتے تھے جنازہ یک جا رکھا گیا۔ -

لہا بقا الذرید وضعا جمیعا والامام یومئذ سعید ابن العاص و فی الناس
ابن ابی بکر و ابو سعید و ابو قتادہ فوضع العلام مایل الی الامام - علاوہ انکی
خاتم النکاحین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ بخیر روایتین نقل فرماتے ہیں مولانا محمد حسینی بریلوی
نقل کی ہے - ہم ہی منہی الکلام سے تینا لفافہ نقل کرتے ہیں - غز عقیقۃ بن خاتم
رضی اللہ عنہ قال خطب عمر علی ابنہ من قاطیۃ والکثر تردۃ المسیہ
فقال علی یا امیر المؤمنین ما عندی الا صغیرۃ فقال عمر ما یجلیئ
علی کثرۃ تردۃ دینی الیک الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول کل حب وسب وسب وصہر منقطع یوم القیمۃ
الا حبی وسب وسب وصہر فقام علی رضی اللہ عنہ قائما
بابنتہ من قاطیۃ فریئت وبعث بہا الی عمر رضی اللہ عنہ فلما راکھا
قام الیہا فاجلسا فی حجرہ وقبلاھا ودعا لھا فلما قامت اخذ یاسقھا
وقال لھا قوئی لایسک قد رضیت فلما جاءت الجاریۃ الی ابيہا قال لھا
ما قال الیک امیر المؤمنین قالت لقد اثنی قائم الی فاجلیئ فی حجرہ وقبک

سے اور امام اوس روز سعید بن العاص تھا - اور کوئین ابن مسعود ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ وہی ہی ہیں سب کو
امام کے متصل کہا ۱۲ - ۱۳ عقبہ بن عامر روایت ہے کہا عمر علی کو انکی خبر کے جو طعن فاطمہ کے چہرے سے لگتی کا پیام دیا اور کثرت
آدہ وقت رکھی علی کہا ای ابو الزینین جو ایک منیر کے میرے پاس اور کوئی نہیں ہے کہا ایک پاس (اس معاملہ میں) بکثرت آدہ
اور کوئی باعث نہیں ہے کہ صرف یہ کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فراغت ہی تمام رہتی اور تا اور داوی تین
مقطع ہو جائیگی کہ میرا رشتہ اور ناما اور داوی تین پس علی اپنے ذہن کی نسبت جو فاطمہ سے تین حکم کر دیا
اور کواہر سے کیا گیا اور عمر کے پاس بھیجا جب عمر اور سکود کہا اور پٹہ کھڑی ہوئی اور اسکو اپنی گود میں بٹھلایا اور دعا دی
حتیٰ انہی تو اسکی پٹہ کی کھڑی اور اسکو کہا کہ اپنی بات کہو میں راضی ہو گیا جب چو کر کی اپنی باپ کے پاس آئی اور چو
کر ابی الزینین نے بخش کر کیا کہا کہا جب سکود کہا اور پٹہ کھڑا ہوا اور اپنی گود میں بٹھلایا اور یہاں کیا ۱۴ -

وَعَالِي فَلَمَّا قُضِيَ أَخَذَ بِأُذُنِي وَقَالَ لِي قُوْلِي لِأَيِّكَ قَدْ رَضِيتُ فَأَنْتُمْ كَمَا
 آيَاهُ قَوْلُكَ زَيْدٌ بَعْدَ عَمْرٍو فَعَاشَ حَتَّى كَانَ رَجُلًا ثُمَّ مَاتَ دُوسِرِي رَوَايَتُ
 خُطْبِ عُمَرَ لِي عَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنْبَأَهُ أُمُّ كَلثُومٍ وَأَمَّا فَاطِمَةُ ابْنَةُ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا عَلِيٌّ إِنَّ عَلِيَّ فِيهِ أُنْجَى فِي هَذَا الشَّانِ أَمْرًا حَتَّى
 اسْتَأْذَنَهُمْ فَأَتَى وَلَدَ فَاطِمَةَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُمْ فَقَالُوا زَوْجُهُ فَدَعَا
 أُمَّ كَلثُومٍ وَهِيَ يُوصِيذُ صَبِيَّةً فَقَالَ انْطَلِقِي إِلَى أَصِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَقُوْلِي لَهُ إِنَّ
 ابْنِي يَقْرَأُ لَكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّا نَقَضْنَا حَاجَتَكَ الشَّيْءَ طَلَبْتَ فَأَخَذَهَا
 وَضَمَّهَا إِلَيْهِ وَقَالَ لِي خُطْبَتُهَا إِلَى ابْنِهَا فَرَّ وَجِنُّهَا نَفِيلُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
 زَيْدٌ إِلَيْهَا صَبِيَّةٌ صَغِيرَةٌ فَقَالَ لِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
 ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَا نَقَدَّمَ ابْنُ سَامَانَ كِي رَوَيْتُ أَنَّ عُمَرَ قَالَ لِي لِي أَحَبُّ
 إِلَيَّ كَوْنُ عِنْدِي عُضْوٍ مِنْ أَعْضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ
 عَلِيٌّ سَاعِبْكِ إِلَّا أُمَّ كَلثُومٍ وَهِيَ صَغِيرَةٌ فَقَالَ إِنَّ لَعْنَتَكَ تَكْبُرُ فَقَالَ إِنَّ لَعْنَتَهُ
 أَمِيرَيْنِ مَعَهُ قَالَ لَعْنَهُمْ فَرَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ وَقَعَدَ عُمَرَ يَنْتَظِرُ مَا يَرِدُ عَلَيْهِ فَقَالَ

۱۔ اور عادی اور چہین اور بھی تو میری زندگی بگڑی اور کہا ابھی باب کہنا میں رضی ہو گیا۔ میں نے اس کا کچھ عمر گنا
 کر دیا ہے (اس سے) زید بن سہیل اور زہدہ وہاں تک کہ جو ان ہو گیا ہے گیا۔ ۱۲۔ عمر نے علی رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی کی
 (رضی اللہ عنہ) فاطمہ بنت رسول اللہ علیہ وسلم تھیں) ملگنی کا پیام دیا۔ علی نے کہا کہ اس امر میں یہ سہا ہے اور یہی امر میں جتنا کہ
 اور سزاؤں و نلون (کچھ نہیں کہہ سکتا) حضرت فاطمہ کے بیٹوں کے پاس آ کر اور دوسرے یہ ذکر کیا اور انہوں نے کہا کچھ کر دیجو کہ کلمہ
 جو اس وقت لڑکے تھے بلایا اور کہا کہ اگر المؤمنین کے پاس حاد اور اسکو کہہ کر یہ اب بجا سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ جسے میری
 حاجت جو تو نے چاہی تھی پوری کر دی پس اسکو بلایا اور اپنے بچے لگایا اور کہا کہ میں اسکو والد کو اسکی ستمگنی کا پیام دیتا ہوں اور اسکا
 میری سہا ہے کچھ کر دیا کہیسی کہا ای امیر المؤمنین لکھو اسکی طرف نسبت ہو حالانکہ یہ چھوٹی لڑکی ہے کہ کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے سنا ہوا رسول گذشتہ حدیث کے آخر حدیث تک ذکر کیا۔ ۱۲۔ عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں میرے پاس کوئی سخت جگہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولیٰ ہے کہا کہ میرے پاس تو بجز ام کلثوم کے دوسرے نہیں اور وہ چھوٹے ہی کہا اگر چہ میں بھی تو بڑی
 بہن ہوں حضرت علی نے کہا کہ اسکو خالد بن نبیر سے سہا ہے دو اور یہی امیر ہیں حضرت عمر نے کہا اچھا علی ابھی کہہ لوٹ آ کر
 اور میرے منتظر ہیں ہے کہ کیا جواب ملتا ہے ۱۲۔

ان ابن عمر رضی اللہ عنہ علی ام کلثوم و ابنہا زید فجعلہما یلیہ و کما رجا و ساق لبستہ
 اخوان سعید بن العاص هو الذی امم علیہا انتہی بالقطر علاوہ ازین اسد الغابہ میں
 ترجمہ کلثوم بن ہر۔ ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب امہا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والہ خطبہا عمر بن
 الخطاب ایہا علی رضی اللہ عنہ فقال انہا صغیرۃ فقال عمر نہ وجینہا یا ابا الحسن
 فانی ارصد منک رضی اللہ عنہ ما لا یرصد براحہ فقال لہ علی انا البعثہ الیک فان
 رضیتما فقد اخرجتکما فبعینما الیہ یبرہ فقال لہا قولی هذا البراء الذی
 قلت لک فقالت ذلک لعمر فقال قولی لہ قدر رضیت رضی اللہ عنہ و وضع
 یدہ علیہا فقالت ففعل هذا الولا انک امیر المؤمنین لکرت انک ثم جارت
 اباہا فاختبرہ الخبر و قالت لہ بعثنی الی شیخ سور قال یا بنیۃ فانه ذو جانب فجاء
 عمر فجلس الی المہاجرین فی الروضۃ و کان یجلس فیہا المهاجرون الاولون فقال
 رفونے قالوا ابنا ذایا امیر المؤمنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب و صہر ینقطع یوم القیامۃ

سہ کہ اس ستر ام کلثوم اور اسکی فرزند زید نماز پڑھی اور اسکو اپنی متصل دکھا اور چار تحیرین پڑھی تہ اور دوسرے
 ستر بیان کیا کہ سعید بن العاص ام ہر اہتہا ام کلثوم علی بن ابیطالب کی بیٹی اور اسکو اللہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پیشتر پیدا ہوئی عمر بن خطاب نے اسکی منکلی کا اور کہا کہ اب کو پیام دیا اوستی کہا
 وہ صغیر بن ہر سے کہا ای ابا الحسن میری ساتھ اسکی شادی کر دی کیونکہ محمد بن اسکی بزرگی کا امیدوار ہوں کرنی
 شخص اسید و در جو کا علی نے کہا میں اسکو تیری پاس بھیج دینا اگر تیری رضا ہوئی تو میں تیری ساتھ اسکا نکاح کر دیا ہوں کہ
 ایک چادر دیکھ لیا اور اسکو کہا کہ کہتا یہ چادر ہے جو میں نے تجھے کسی بیٹی اوستی سے یہ بھی کہا کہ اس سے کہنا میر
 راضی ہوا خدا نے تجھے راضی ہوا اور اپنا ہاتھ دوسرے کہا اوستی کہا تو ایسا کام کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین ہوتا تو میں
 تر سے ناک توڑ دانتی پیرانی باپ کے پاس اگر ساری خبر بیان کی اور کہا کہ تو نے انکو جو بڑی بیٹی کے پاس بھیجا ہوتا
 کہا مینا وہ تیرا شوہر ہے پھر سسر ہا جویر کے پاس آکر روضہ میں بیٹھ گئی اور اس میں جہا جرن اور میں بیٹھا کرتے ہیں
 اوستی کہا جسکو نکاح کی مبارکباد دو۔ کہا اگر امیر المؤمنین کے ساتھ کہا سنی ام کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح کیا ہے
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوتا فرماتے ہیں ہر واسطہ اور قرابت اور دادی خلق قیامت کی
 روز قطع ہوگا۔ ۱۰۷۔

الاشیء ونبي وصهره وكان له عليه الصلوة والسلام النسب السبب
 فادرت ان يجمع اليه الصهر فخره ونزوحها على اربعين الفاولد له زيد
 بن عمر بن كبره رقية وقوفيت ام كلثوم وابنه زينة وقت واحد وكان
 زيد قد امس في حوبكان بين بني هذيل فخرج ليصلح بينهم ففر به رجل منهم في
 الظلمة فتجبه وصدعه ففاس اياما ثم مات هو وامه وصل عليه ما عدا الله
 بن عمر وحسين بن علي رضي الله عنهم اجمعين ولما قتل عنها عمر بن زوجهما عون بن جعفر
 انتهى لبقظه نقلا عن ازاله الغين - ففصل ان ديات ادرنوس وشرجات کے من کا کج
 بتوت میں طہنت کے نزدیک کچھ ختابانی نرہ لیکن چونکہ کابڑہ وغنا دا بتخلیہ حضرت کشری حبا
 نہ رہا پ اس سے منکر بن سلی اجمالاً اس قدر اندر سلح کشی دیتے ہیں کہ علاوہ انکو اور محدثین طہنت
 بطرق سنی میں دیکھتے ہیں و تخریج کی ہے اگر غصلاً او سکو لکھا جاوے تو اندیشہ نقل ہے انہا
 ادرنوسم ہے کہ محدث ابو صالح نے اور حافظ عبد الغیز بن جعفر اور ابو حنیسے کتاب
 سوغہ اصحابین ادرنوسانی نے کبیر میں آمدہ داقطنی و طبرانی نے او سطین آدمیہ میں نے اور داقطنی
 بدو سلسلہ انہی کے ام صادق سے امام حسین تک آمدہ داقطنی نے اور طرق مختلفہ سے اس کے
 تخریجات کی ہیں ترجمہ روایات خاتم المسکین ہولانا مولوی حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے تمام روایات کا
 ازالہ الغین فقین فرمایا ہے جس شخص کو دیکھ کر کا سوت ہوا ازالہ الغین بدل کے آخر کو مٹا کر
 اگر پاس کے اثبات کے لیے اور یہی نقل بار و پاس موجود ہیں لیکن چونکہ حقد نقل کیا ہی اس انصاف کے
 لیو کافی ودانی ہے اور نہ زیادہ کی حاجت نہیں اسلی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب ایک ثبوت
 سے بخیر کرد اسطر و ثابت اور دادی کے اور کیا علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ و اسطر و ثابت تو ہی میں چا کر دلاوی کا نقل ہی
 مع ہر جادہ پہر ہا جریجے او سکو کیا دوی اور چاکر خیر ہر یک کا کیا ہمارے بن سکران اب زید پادری اور ام کلثوم اور اسکی
 فرزند ہے ایک وقت میں فات مات اور یہ کہ کسی مدی کے خدہ چلی میں خیم پہنچ کیا تا باہم سلح کرانے کو اسلی چھٹا
 اوں کر کسی شخص نے ادھر سے مارا جس سے سر پٹ گیا پر خیزہ نہ نہ چاہر مر گیا وہ اور ادھی والدہ اور چہرہ
 بر مارا جس میں علی نے نماز شہر اور مجسہر نقل دی تو یہی جو بن جعفر کے کج میں آئی۔

خیال اس مؤمنین میں یہاں ہے۔ اگر بنی دختر بہتان داد ولی دختر بے زستاد (۲) اور اقامت
 نمی ستاج شرائع اس قول کی طرح میں یحیٰی بن کناح العربیہ بالجہۃ الشہداء
 بعیر الجہاشیہ کہتا ہے زوج علی بنتام کلثوم بنت عمار (۳)
 بحال المؤمنین میں ابو الحسن علی بن اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ اور الزجہ امر پر سیدہ زکراہ بکرم
 منہ رکناح غلیہ ثانی ست جواب داد کہ وادان دختر علم کہ جناب امیر المؤمنین را اطلاق فتاد
 ماہن جیب بود کہ انظار مساویں سے نمود دربان اقوال و فضیلت رسول می کند و در ان حالت
 و طاقت ادنیٰ منظور بود (۴) تہذیب میں ہے عن محمد بن احمد بن شعیب
 عن حفص بن محمد القاسم عن القلاح جعفر عن اسہ علیہم السلام
 قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام و ابنہا زید بن عمر بن الخطاب
 ساعد و لحدہ و لا بد رہے ایما ہلک قبل فلم یورث احدہما من الاخر و علی
 علیہما جمیعاً (۵) قول مرغنی کا کافی اور تہذیب الانبیاء میں۔ قاسم النکاحہ فقد ذکرنا فی
 کتاب الثانی الجواب عن هذا الباب مشروحا و بینا انہ علیہ السلام ما ہاجب
 عمر لہ نکاح ابنتہ الا بعد توعده و تمہد و مراجعتہ و مذاہمتہ و کلام طویل ما قولہ
 اشفق معہ من سوء الحال و ظہور ما لا ینال بخفیہ (۶) مصائب النواصب میں فیاضی
 نوستری نے لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا۔ انتہی چونکہ جو ہوتا
 اس نکاح جبری عورت کا عجبیہ رد کے ساتھ اور ناشی عورت کا غیر ناشی رد کے ساتھ جائز ہے، اسے مصر
 علی نے اپنی دختر ام کلثوم کو عمر کے ساتھ بیاہ دیا۔ اسے امام محمد سہ باقر سے روایت ہو کہ ام کلثوم سب عمر
 علیہ السلام اور اسکا در نہ زید بن سہر ابک وقت میں فوت ہوئی اور بیہ نہ معلوم ہوا کہ کن انیس سے پہلے فوت ہوا
 اسلیک ایک اور سرکار ثانی ہوا اور دونوں پر کچھ نماز پڑھی گئے، لیکن حضرت کا نکاح کر دینا میں اسرا نہ
 کی طرف متوجہ جواب ہے کہ کتاب ثانی میں ذکر کیا ہے اور یہاں کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنے بیٹی کے
 نکاح کو عمر کے ساتھ نہیں کیا مگر دل سے اور دھمکائے اور چہرے اور یہی نفس گوئے بعد جہن مری
 انجام کا اور اسکی ظہر ہو جانے کا جبکہ ہمیشہ چہانتے تھے عوف ہوا۔ ۱۲۔

ثبوت اصل کتاب سے اور سالانہ اور نقل کر چکے تھے اس لیے بیان ترک کر دیا۔ غرض کہ اگر تتبع
 کیا جاوے تو اور بھی بہت طرق سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن صاحب لادین کے واسطے
 بہت ہی کافی ہے۔ اس بعد ان نصوص و تقریحات کے جو فریقین کے کتب معتبرہ اور علیہ
 معتدین کے اقوال سے نقل ہوئی کوئی شخص جب کو ذرا عقل اور ہوش اساوین و اسباب العیال کی
 طرف سے ملاحظہ اس امر کے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور یہ
 دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منعقد ہوا کیونکہ روایات مذکورہ
 صریح دلالت کرتی ہیں کہ علماء و فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت علی جو حضرت
 زہرا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے منعقد ہوا روایات اہلسنت میں تو صریح مذکور ہے حاجت
 بیان نہیں اور روایات شیعہ میں بھی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد عمر رضا کی
 محمد بن جعفر کے مصاہرت بیان کی اور اس امر پر کہ یہ مصاہرت بسبب تزویج
 ام کلثوم بنت فاطمہ تھی بسبب تزویج ام کلثوم بنت صدیق کے ابوالقاسم قمی نے ام کلثوم
 ہاشمیہ ہونے کی شہادت دی اور تسلیم کر لیا اور یہ اوس وقت ممکن ہے جبکہ ام کلثوم بنت
 فاطمہ ہوں اگر یہ ام کلثوم بنت صدیق ہو تو ہر ایک احمق یہی سمجھ سکتا ہے کہ وہ ہاشمیہ
 ہونگے اور اس طرح باقی نصوص بھی اس طرف راجع ہیں غرض کہ ان نصوص و تقریحات سے بخوبی ثابت
 کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اگرچہ اس کے بعد کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم اس کے
 ابطال کی طرف اور بھی متوجہ ہوں۔ لیکن اس لیے کہ ناظرین رسالہ حضرات شیعہ کے دین و دنیا
 فہم و فراست اور عقل و گہماست علم و فصیلت کا بخوبی اندازہ فرمالین اور معلوم کر لیں کہ یہ
 حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و تراش مذکور و نامعلوم میں ادنیٰ دن ایک غلطی گہرا تہمت پڑھتی ہوئی ہوئی
 اور یہی اس کے نتیجے میں ہیں واضح ہو کہ تتبع قاصر و حقیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب اور یہ توجیہ
 جو ہمارے فاسل مجیب نے فرمائی ہے۔ قاضی شوستری کے زمانہ تک بلکہ اوس کے بعد کشمیری صاحب
 صاحب نمبر تک یہی ایجاد ہوئی تھی۔ کہ ادھون نے اس کے جواب توجیہ کو اختیار بلکہ ذکر ہی

تقریبا معلوم ہوتا ہے کہ میرا ایجاد و اختراع حال کا ہے۔ اول متقدمین میں بعض علماء اعلام مثلاً
 مثل شیخ عقیقہ کی اس نکاح کے وجود سی ہے انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت میں یہ مروی ہے
 وہ روایت ترمذی بن بکاد کی طریق سے ہے اور وہ بعض امیر المومنین ہمارے قابل اعتبار کے
 نہیں۔ یہ چرب و کھلا کہ انکار ایسی خبر کا جو بمنزلہ متواتر کے ہے پیش نہیں جانا اور یا ہاں بہت
 خاک سی نہیں چھپ سکتا تو دوسرے راہ چلی بعضوں نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت
 پر مبالغہ کرتے ہیں وہ بخیر ان سے ایک جنبہ بلا کر اور مشکل شکل ہم کلام کر کے پیچیدی تھی اور وہ جنبہ
 حضرت عمر کے پاس رہی کسی نے تقیہ کی پناہ پکڑی کہینی حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کیا
 کہینی بنات لوط کو مشہور قرار دیا کہینی بنات عیبات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ممانعتی بتلایا۔ کوئی سبب غلامی کا کوئی عمر کے ادسکو جائز اور سباح کہتا ہے اور کوئی وجہ
 اتفاق و کفر باطنی کے ادسکو مثل اکل میتہ و کھانہ خنزیر کے اضطراب و آجمن جناب امیر بنات کرنا
 عرض کوئی ستانہ وار کچھ نہیں مرنی کر رہا ہے ایک جگہ تراتہ ہے۔ لیکن کوئی اس پر نسبت
 ساحل خلاص پر نہ پونجا۔ اور کیسکو اس درجہ ملاکت سی راہ نجات نہو جی۔ تمام تاویلات محل اور
 ساری تاویلات لغو و لا فاعل جب کوئی توجیہ کرے گستاہنوی۔ اور دیکھا کہ خصم کلمہ کیر سے رہائی
 نہال ہے تو اسلی پھیلون نے ایک نیا لباس بدلا۔ اور نرالی توجیہ نکالی اور ادسکو اب
 سمجھا حالانکہ وہ نسبت توجیہات سابقہ کے ہی زیادہ لغو اور بوج ہے اور پھر یہ لال ثابت ہر
 اول صریح روایات فریقین کے اس کے کذب میں روایات سی صحت ثابت ہر کہ یہ بیخ ام کلثوم
 بنت فاطمہ رض سے ہوا۔ اگر یہ نکاح فی الواقع ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا ہوتا تو اسکا
 کہیں زبان سے نکلا اور آج تک یہ لغو توجیہات کیوں کرتے رہے۔ حاجی حضرت اگر واقعی
 یہ نکاح ثبت صدیق سے ہو ہوتا تو آپ کے اکابر تو ایک عالم کو سر پر اڑھائی تیر اور خطاب اسے
 اپنی عجز کے مترس میں۔ دوسری یہ کہ عمر بن خطابؓ بزرگ شیعہ دشمن امیت اور ان کا مال
 دوہین کے درپے تھے چنانچہ اہلبیت کے گھر کو جلا دیا اور طح طرح کی امانت کی۔ چنانچہ

شیخ کے اس مورخ کا ابطال کا فائق کا کلام ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا۔

بیان خارج از حد امکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یا اہلبیت کو ایذا رسانی تھی چنانچہ
 تعلقات باہمی سے حسب روایات شیوخ ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود تردیح خلافت تھی
 کہ اس رضخہ الرسول جبکہ گوشہ قبول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جائیگی
 چنانچہ قاضی صاحب شوستر نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت بدیہی ہے کہ یہ
 دونوں امر جب تک ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حاصل شدنی نہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ
 محض جھوٹ اور افتراء ہے کہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب عیہ
 ہونے کے شہرہ ہو کر جب تک اسکی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت افرادین لائق التفات
 نہیں بلکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ بعد نزول آیت ادعوہم لجانہم ہوا قسط عند اللہ۔ غیر
 باپ کے طرف نسبت کرنا ممنوع ہو چکا تھا۔ اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھ البتاس شہداء
 کو یہ اطلاق مستلزم تھا ایسی ہرگز یہ اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد
 بن ابی بکر مجسم بن علی ابن ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسے ام کلثوم حضرت کے
 بیہ چرخہ کی بی بی محمد بن ابی بکر ہی آپ کے ریتے بلکہ محمد بن ابی بکر کو نسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ
 خصوصیت تھی۔ حسب روایات شیوخ اپنے حقیقی باپ سے زیادہ حضرت کو سمجھتے تھے ہمیشہ حضرت کے
 فریق و نگارہ۔ حضرت ہی بحال شفت محمد بن ابی بکر کو ولد صالح سے یاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ
 بیچ البدلت میں یاد آتا ہے کہ مروی ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر فرض محال روایات میں ام کلثوم
 بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیق ہی مراد ہوں تاہم صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اطلاق
 مجازاً ہے اور بنی علیہ ہے کہ عدول عن الحقیقہ جب تک حقیقت مستعدہ نہ ہو اور قرینہ صارفہ
 عن الحقیقہ قائم نہ ہو اذ وقت تک معنی مجازی صحیح نہیں ہو سکتے۔ ماغن فیہ میں ہرگز معنی حقیقی
 مستعد نہیں بلکہ معنی مجازی مستعد ہیں۔ چنانچہ ہم عنقریب بیان کریں گے اور قرینہ صارفہ عن الحقیقہ
 یہی مقصود ہے کوئی قرینہ لفظی یا عقلی ایسا نہیں ہے جو کل علی الحقیقہ سے مانے ہو بلکہ صریح
 قرائن حل علی الحقیقہ کو مستلزم ہو رہی۔ چنانچہ علت تردیح حد بیان کرنا اور بعد انتقال

فاروقؓ کے تخت پر بیٹھ کر کے ساتھ عقد واقع ہوا۔ عدم کفایت کا ہونا۔ حضرت بلکہ کے فعل کے ساتھ
 کہ آیت اسی دُخڑ شہر ذی النہدین کو دی تھی مائت بیان کرتا۔ ماشیہ ہونا۔ یہ سب قرآن
 مستند ہوا سکھائیں کہ یہ ام کلثومؓ جناب امیر کی صلیبی دختر تھیں اور بہت صید جو آپ کے زمین
 ہیں تھے۔ پانچویں اس کا وکیل رسولؐ کی گھر لے گئے اور اس نے والوں کو یہ بھی نہ سوچا کہ تم
 سچیں کہ یہ نکاح ام کلثومؓ نبی صید سے ممکن ہے یا نہیں اور تاریخ ولادت و زوال ام کلثومؓ
 بت ملتی تھی اور ام کلثومؓ نبی ابو بکر صید کو دیکھیں۔ سچ ہے دروغ گوراحاطہ بنا دے۔ لیکن
 اب اہل سند کو ہم کو ملے ہیں۔ اور حضرات کے اس توجہ کو بہار منور کرتے ہیں اور خالکین
 ملائے ہیں اب چاہیے کہ کسی نئی مادیل تراشی کی فکر و ادین پس منہ ہو کہ یہ نکاح متنازع فیہ
 ام کلثومؓ نبی صید سے ممکن نہیں کیونکہ جب ابو بکر صید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہی بہت
 کم یہ ہم کلثومؓ پیدا نہیں ہوئی تھے اور اس میں شہر نو ابتداء خلافت فاروقؓ میں پیدا ہوئی
 چنانچہ ابن جریر عسلائی تقریب التہذیب میں بخیر فرماتے ہیں اُمّ کلثوم بنت ابوبکر
 الصدیقہ توفی الوفا وھج حمل من الثانیہ۔ اور روایت سابقہ سے یہ بھی درست ہے کہ
 کہ بعد نکاح کے حضرت فاروقؓ سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ تولد ہوئی۔ اور یہاں
 حضرت فاروقؓ تقریباً دس سال تھے۔ اب اہل عقل و خرد کے غور فرمانے کا مقام ہے کہ
 حضرت فاروقؓ اسی صیغہ سے جو ان کی ابتدا زمانہ خلافت میں ہوئی ہو نکاح کر بن اور یہ اس
 لیکر دس سال کے عرصہ تک وہ بالانہ ہی ہو جائے اور دیکھتے ہی پیدا ہو جائیں عقل باور کر لی ہو
 سبحانک یا اہان عظیم۔ اور ام کلثومؓ نبی فاطمہؓ ہی اگرچہ صغیرہ تھیں۔ لیکن بہت اہل کم ہون
 کی گئی سال پڑھے ہیں کیونکہ ان کی پیدائش زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی
 ہوئی چنانچہ ہم روایات سابقہ میں نقل کر آئی ہیں ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم تو متعین محقق ہوا کہ یہ نکاح ام کلثومؓ نبی فاطمہؓ سے ہوا اور ماری فاضل
 ام کلثومؓ کی جدیہ یہ ہے کہ ان کے مائت فاطمہؓ نبی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے چلے گئے ہوں

محبیب کا دعویٰ کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا باطل ہو گیا۔ پھر جاری فاضل مخاطب نے ایک روایت ایک مجہول الاسم المسکر کتاب بہت السعداء سے جو یہ لکھی کہ وہ ام کلثوم کہ جس کے ساتھ عقد نکاح فاروق ہوا وہ بنت صدیق تھی محض کذب اور سرسر غلط ہے اگر بالفرض اس کی ماں ہم اس عبارت کو صحیح تسلیم کر لیں اور اس کا قافی نہ کہیں تاہم مقتبلہ اون روایات کے جو کتب معتبرہ مشہورہ فریقین سے نقل کے گئے اس کو غلط سمجھا جائیگا۔ اور اس کی کذب و دروغ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں لکھا ہے۔ باز بنکاح ابو بکر در آمد از ابو بکر میر عبد الرحمن دیک و خرام کلثوم زائد۔ حالانکہ یہ باتفاق فریقین سرسر غلط ہے عبد الرحمن بن ابوبکر بکر بن بطن اسمائیت عیس سے نہیں ہے بلکہ محمد بن ابوبکر اسماء بنت عیس کے بطن سے پیدا ہوا اور عبد الرحمن بن ابوبکر حضرت عائشہ رضا کے حقیقی بیائی ام رومان کے بطن سے تھے پس اگر یہ عبارات اسحاقی نہیں ہیں اور اصل مصنف کی ہی ہیں تو جس کو اتنی ہی خبر نہیں کہ ابوبکر کا فرزند اسماء بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھا یا محمد جو او نے طلبہ علوم پر ہی پوشیدہ نہیں اور کلام بے شک ہمارے فاضل مخاطب کی ہی نزدیک مقتبلہ روایات معتبرہ صحیحہ و اقوال علماء ستند قابل التفات ہوگا۔ پس حضرات پر خدا کا خوف اور اہل علم سے حیا و شرم ختم ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ امر کہ ابوبکر صدیق کے فرزند اسماء بنت عیس کے بطن سے عبد الرحمن تھے یا محمد ہمارے فاضل مخاطب پر ہی بایمانہ اور عاجز و خجسته ہوگا اور نہیں تو رنج البلاغت اور اس کی شرم ہی سے یہ امر ثابت ہے کہ محمد بن ابوبکر اسماء بنت عیس کے بطن سے تھے اور جناب امیر کو سبب تھی لیکن تعجب ہے کہ روایت کے نقل کے وقت عقل و فہم کو کیوں جواب دیا یا ہوتا ہوش و حواس کو کہاں خست کر دیا تھا کہ اس کی نقل کے وقت کچھ خبر نہ ہی انا پستناپ مہلات کو نقل کر دیا ہے الواقع یہ اس اعتراض کے عیض اور جذرا صم ہونے کا نتیجہ ہے جس پس اس مہلات و خرافات سے جس مدافہ اہل سنت فریب نہیں کھاتے۔ اس حاصل یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا ہے نہ ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یا کسی دوسری ام کلثوم کے ساتھ جیسا شیعیان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
 کو ساتھ ہوا ہے نہ کسی دوسری عمر یا عمر کے ساتھ جیسا شیعہ جو ہر کر شیعیان آئندہ دعویٰ کرتے
 ہیں کیونکہ اول تو متقدمین اور متاخرین علماء متبعہ نے اسکو قبول الیہ تسلیم فرمایا ہے چنانچہ
 روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہے نہیں کیا بلکہ فقہار متبعہ نے اس سے
 استنباد مسائل سے فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم قمی شائع کردہ تصحیح سے واضح ہے۔ چنانچہ
 ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن حنین بنیہ ابوبکر سے رضی اللہ عنہم سے حسب تصریح
 صاحب الہامیہ ہوئی ہیں اور شیعہ جری میں تقریباً پیدا ہوئے تو ابداء خلافت فاروقی میں ان کو
 عمر تقریباً پانچ سال کے ہو گئی کیونکہ دو برس اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیقی کے ہی گذرے اور
 صاحب الہامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ کاح کے وقت حضرت ام کلثوم ساٹھ برس کا
 تھا کچھ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہو کہ ام کلثوم کے عمر پانچ سالہ تھے
 اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانچ سال سے مجاور وہیں تو وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 ام کلثوم ساٹھ سالہ ہوئیں اور ان کے بطن مبارک سے دو بچی ہی تولد ہوئی ایک مرد و دوسرے
 ریحہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ ساٹھ سال عمر تک دو بچے کسی لڑکی کے بعد ہو جائیں
 اصل یہ ہے کہ واقفان میر جانتے ہیں کہ اگر کوئی تولد اور وفات اور سن مسمر و غیر میں اختلاف
 کثیر ہے کوئی امر یا ہدین الامانہ اللہ حسین اختلاف نہ ہو۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ۵۴
 سال ہی لکھا ہے۔ تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے من کو متبر نہیں سمجھ سکتا علی نقض
 ایسی حالت میں جبکہ ماہر عقل و اجتہاد اسکی تکویب کرتے ہو اور قرینہ قاطعہ اسکی کذب ہو پھر
 قائم ہو قطع نظر اس سے ہم تسلیم کہے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اسکی وجہ صحیح یہ ہے
 کہ مسمر و عرب میں متاع ہے کہ احاد کے کسر اب میں سہو کو ساقط کرتے ہیں اور شیعہ
 کہ کسرت میں احاد کو گرا دیتے ہیں۔ خاصہ کہ جبکہ تعین کسر سوم نہ ہو تو اس روایت میں ہی
 چونکہ سال کاح علی تعین مسلم نہیں لیکن بحاس اور ساتھ لکے تقریباً ماہین واقع ہوا ہے

اسی کی سرت کو حذف کر دیا اور عشرہ اطلاق کر دیا نقل روایت میں رسالہ الہامیہ کے یہ الفاظ ہیں چہی
 روایت دوسری کتاب المودہ مذکور میں یوں ہے ان عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم واعتذر
 لبصرها فقال عمر ما لي حاجه الي النساء لكن اتبع الوسيله ل محمد عليه السلام
 وهو يقول كل سبب نسب ينقطع بالموت الا سببه ونسبه فزوجها على
 اياه ببهراربعين الف درهم فاق ذلك كله عمر و ابنة اربع سنين وامين
 الاربع والخمسين و عمر ستين سنين فلجلستها عمر لعجبته فرفع ميزرها و
 مسح يده على راسها فخر دسا فخر فرقت يدھا و كادت ان تلطم و قالت
 لو كانك امير المؤمنين للطمت على خدك فقال عمر دعوها فانها هاشمية
 قرشيه - علاوہ ازیں اس روایت کے صریح الفاظ کا یہ لول سینے وسیلہ کا طلبگار ہونا روایت
 کل سبب النح بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا - ہاشمیت قرشیہ اس کو کہنا یہ سبب
 اس کی بنت فاطمہ ہونے کو ستائرم ہیں اور بنت صدیق ہونے کو نافی - پہر یہ نکاح
 ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول تو یہ ابتداء خلافت فاروق
 میں تولد ہوئی اتنے زمانہ میں اس کا بالانہ ہونا اور دوپہی پیدا ہونا محالات عادی سے ہے
 پہر عمر کو اس کی خواستگاری کی کچھ حاجت نہ تھی - اہلبیت صدیق سے عداوت نہ تھے
 کہ اس کی تذلیل و توہین مد نظر ہو - بلکہ اگر حضرت عمرؓ موافق ہمارے اعتقاد کے خلیفہ راشد
 تھے ان کی غرض اس نکاح سے رسول کے ساتھ پوندگی تھے چنانچہ ہماری روایات سے
 ثابت ہے اور اگر حسب زعم شیعہ دشمن اہلبیت تھے تو یہی ان کی غرض اسی ام کلثوم سے متعلق تھے
 کیونکہ اوسیکے غضب میں تذلیل اہلبیت ہے نہ بنت ابراہیم - اور اگر بغرض محال ابنہ ام کلثوم
 سے عمر بن خطاب نے جب ام کلثوم کو خواستگاری کی اور علیؓ کے صبر کا ذکر کیا تو عمرؓ کا کہنا کہ جو کوئی عیث بنت نبین میں محمد علیہ السلام کی
 وسیلہ چاہا ہوں اور وہ فرمانا ہے ہر دائرہ اور کشتہ موت کو قطع ہو جائیگا مگر میرا وسط اور کشتہ تو علیؓ سے چالیس ہزار درہم ہیرا و سنگا نکاح عمر
 کو ساتھ کر دیا عمرؓ یہ سبب پیچیدہ اور ام کلثوم چار سالہ تھی اور عمرؓ کی عمر آٹھ برس تھی تو عمرؓ نے اوس کو اپنی پہلیوں میں بیٹھایا اور اس کو
 آزار کو دیا اور اس کو سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس کی پٹلی پہنی اپنی امانتہ اوٹھایا اور قریب تھی کہ عمرؓ کے ہاتھ سے مارے اور کہا کہ اگر تو

اس روایت میں جو الفاظ مذکور ہیں ان کا اس کو جانے دو کہ یہ ہاشمیت قرشیہ ہے

بنت صدیق ہوئے تو حضرت امیر سے اسکو خواستگاری کے کیا منکر ہو گشت السعد کے
 روایت سے جسکو علماء شیعہ نے معتمد سمجھا اب اسدل قرار دی رکھا ہے ثابت ہے کہ صحیفی
 بہائے ام کلثوم کا عیب الرحمن بن ابی بکر تھا تو ظاہر ہے کہ وہ ولی ام کلثوم کا ہوا
 نہ حضرت امیر ابو بکر الرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خلفاء میں سے تھا اگر مفسر
 اسکی خواستگاری فرمائے تو حضرت امیر کا اوسمین کچھ دخل نہ تھا نکاح بولایت عبد الرحمن
 بلا وقت اور بدون کتا کستی کے ہو جاتا پس اسی حضرات ذرا ہوس میں آؤ عقل کے ناخن بواؤ
 جب اہل حق کے مقابلہ میں قدم رکھو اور سمجھ لو کہ اس قسم کے الہامات الہام نہیں۔ بلکہ
 محض دوسرے شیطانی ہیں۔ معتمد ایہ کچھ ام کلثوم ہے پر تو منحصر نہیں بلکہ لفظ کافی کلینی میں
 وال میں کہ عیض معاذ اللہ توبہ توبہ ہمس فرج و عثمان البیت بر واقع ہوا وہ اس
 اول فرج غیبت منافرین اور اولیت اوس وقت محقق ہوگی جبکہ عجیبی ہی یہ سانچہ
 ہوش رہا واقع ہوا ہو۔ غالباً اس سے آپ کے ام کلینی کی مراد یہ ہوگی جو حضرات انہ اپنی
 جنات اور اخوات کو معاذ اللہ ناصب کو دے رہے تھے اچانچ حضرت سکینہ مصعب بن زمر کے
 کاح میں ہی بیان ہی فرمائی کہ سکینہ کوئی اور سکینہ تھی۔ لاجل لاقوة الا باللہ علی نظم
 ابی قیسری روایت کی کیفیت ہی سن لیجیئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ الباری میں
 بخاری سے نقل کی ہے کہ اصل اس روایت کو فاضلی نور اللہ توسنری نے ابن حجر
 متاخرین سے اپنے مصائب میں نقل کیا ہے جسکا ترجمہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی
 حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ العینین میں اسطرح کیا ہے بانکہ معارضت بائجہ ذکر کردہ اند
 آزا بسیاری ازالہ سنت از جملہ ایشان ابن حجر متاخرین در کتاب خود گفتہ کہ چون علی
 علیہ السلام اباکرد آزا کاح انجہ خود از برای عسر و صغیر اور عذر ساخت و عذنا دارا مقرر ہوا
 مآلہ عجا ساخت علی را بانکہ ام کلثوم را یا و بناید پس اور از عسر و فرسا و چون عسر اور او بہ
 اخذ کرد و ضم نمود اور ابو جود و بوسیدہ اور او بعد از آن ابن حجر عذر خواست در آنجہ عمر کردہ اور

از ضم فقہیل پیش از وقوع عقد تحلیف یا نکاح ام کلثوم بنا بر صغر مجدی زمریدہ بود کہ سبب ثبوت
 شود تا حرام شود ضم و تقبیل و اگر صغر اورائے بود پدر اورائے فرستاد۔ بعد فاضلی شوسرے
 کہ اس روایت کو آپ کے علامہ کشمیری نے نزہہ میں ابن حجر سے نقل کیا ہے اور مطلق ابن حجر
 لکھا ہے نہ عقلائی لکھا نہ ملکی لکھا نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ چہارم آنکہ معارضت بردایا تک
 اہلسنت در بارہ نکاح حضرت ام کلثوم ذکر کردہ انداز محمد بن عبد البر در کتاب استیعاب
 در آثار ترجمہ ام کلثوم روایت کردہ از محمد بن الخطاب خطب لے علی بنہ ام کلثوم
 فذکر صغرہا فقہیل ردك فذاودہ فقال لہ علی البث بها الیک فان رضیت
 ففہ امراتک فارسل بها الیہ فکتف عن ساجد فقاتلہ لولا انک امیر المؤمنین
 للطمت عینک انتہی ابن حجر چین روایت کر دے ان علیا لما ابی عن النکاح انبتہ بعمر
 واستعذر بصغرہا لہ یکن یقبل منہ ذلک العذر رحتہ لہما ان یومیا اباہ
 فارسلها الیہ فلما راھا عمر اخذھا وضمھا الیہ وقبلھا بعد ثوسرے اور کشمیری کی
 اس روایت کے ایک حصہ کو ہمارے فاضل مجیب نے نقل کیا اور نسخہ الباری شرح صحیح بخاری
 کی طرف اس روایت کے استخراج کو نسبت کیا جو علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے پس اول تو
 یہ روایت اوّل روایات کے مخالف ہے جو موافق جہور کے ابن حجر اصباہ میں بیان کی ہیں چنانچہ
 ہم ادھر نقل کر چکے ہیں۔ پھر ہر کو یہی سادہ نہیں کہ اس روایت کی نقل میں ثوسرے صاحب
 صحیح میں کہ یہ روایت موافق ادنیٰ ابن حجر متاخر کی ہے یا ہمارے فاضل مجیب سچے ہیں
 کہ یہ روایت ادنیٰ فرما نے کے موافق ابن حجر عسقلانی کی نسخہ الباری شرح صحیح بخاری میں
 چونکہ بوجہ مذکورہ ہم کو اس روایت کے صحت نقل میں کلام ہے اسلیٰ ہم اپنی فاضل مجیب
 دریافت کرتے ہیں کہ نسخہ الباری میں یہ روایت کس جگہ مذکور ہے تاکہ ہم اسکی صحت نقل
 مطلع ہوں نسخہ الباری کو جہاں تک اسکی مواقع میں متبع کیا گیا ہو وہاں متیاب نہیں ہوئی اور اگر
 بفرصت محال نسخہ الباری میں یہ روایت ہوتا ہم چونکہ یہ روایت مخالف جہور محدثین مثل

صاحب استیعاب و شیخ ابن اسمان اور قطنی و مہتمی و شریف موسوی اور طبرانی و بخاری و
 بکری و حوالی کی روایت کی ہے کہ تمام حقیقات جہاد و محمدین کے ساتھ رہنا و خوشنودی
 پر وال میں اس لیے قابل اعتبار و احتجاج کے نہیں ہو سکتے اور بالفرض اگر اسکو ہی تسلیم کر لیں تو
 قاعدہ الحکمیت یا غیر مصنفہ بعضا اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت فاروق نے اس معاملہ میں اسے
 زیادت الحجاج و التماس رسالت اور کثرت مراجعت و معاودت و سرودت سے جیسا کہ اگر کثرت
 و معمول شرفا ہے جناب مرقضوی کو بجا و منظر کیا یہ کہ جبر و اکراہ و قہری اور عدوان و عصبیت
 بطور کبیرا قتل کے دہکی یا عباس کے ستائیت و فرزند کے غضب کے دہکی سے مکہ اور منظر کیا مومنانہ
 من مود النعم پس بجا لفظ ایجاہ سے مراد بجز کثرت الحجاج و التماس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا
 چنانچہ اور روایات سے یہی اسکی تائید ہوتی ہے کہ فاروق کو اسکے طرف کمال شغف تھا
 اور ایسی حالت میں کہ ناکح سمیرا و مخطوبہ نہایت ضعیف اور اسکو کسے اپنے قریب کے لیے مجبور
 کر رہا ہو تو ایسی حالات کی وقت جعدہ الحجاج و التماس و طلب رسالت مرد کی طرف ہو اور
 عدوانکار اولیا مخطوبہ کی طرف ہو بجائی خود ہے۔ علاوہ اذین ہمارے مخاطب یہ ہے
 اس واسطے میں یہ دیانت فرمائے ہے کہ اس روایت کو اپنے مطلب کے موافق حتی ایجاہ
 تک نقل کیا اور مابعد کے الفاظ کو جو مدعا کے خلاف تھے حذف فرمایا اور الخ لکھا کمال و نیاز
 ملک یہ ہی فرمایا غور فرمائی ایجاہ آپ کی کتاب میں موجود ہے حقیقت اور اس لفظ میں صرف
 تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر نزدیک اسکی یہ پس منی میں کہ زبردستی میں
 چہین لے۔ جس سے باونی النظرین و کینز والا یہ سمجھ کر اس ایجاہ و اکراہ کے غایت کمال
 چنانچہ ہماری مخاطب بیدار اسی مدعا کے ثبوت کے لیے اس روایت کو اس جگہ نقل کیا ہے
 حالانکہ یہ محض غلط اور فریب دی ہے بلکہ غایت ایجاہ و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی
 وہ صرف دیکھنا حضرت ام کلثوم کا ہوتا چنانچہ حتی ایجاہ ان پر یہاں اسیر وال ہے اور اگر
 کہ کج کی یہی روایات سند فریقین و کچھ مخطوبہ بالغہ کا بھی جائز بلکہ مندوب ہے۔ ہانسکہ

صغیرہ سو کہ صغیرہ کا جسکی چھتر سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت میں کہ عرب کے رسم و عادات کے خلاف ہو دیکھنا یا دہسنا مستلزم کسی مجذور کو نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو بھی تاہم مفید مدعا محجب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات اجماع و اکراہ درباب نکاح ام کلثوم بنت صدیق ہے اور اس روایت سے کس طرح اس ام کلثوم کا نسبت صدیق ہونا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا تو ام کلثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ کیونکر پایہ ثبوت پر پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس کے نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ تو فرع اسکی وجود کی ہے جب روایت میں اسکی وجود کا ثبوت ہی نہیں تو اس کے نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ کا دعویٰ کرنا ذوقی و عقلی کا کام نہیں ہے۔ رہا یہ کہ مذہب شیعہ میں اگرچہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم بنت طلحہ صحیح ہے مگر اکراہ ہوا چنانچہ روایت کلیسنی اول فرج غصبت منا سے یہ امر واضح ہے اور قاضی شوکتی وغیرہ کی تصریحات اس پر دل میں۔ لیکن یہ امر سرسری لغو و لاطائل ہے۔ کیونکہ جناب امیر جو اس جہر و اکراہ والا منت و تدلیل کے متحمل ہوئی در حال سے خالی نہیں بلکہ یہ کہ یہ عہد و سکوت بوجہ وصیت کے ہنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائے تھی کہ میرے بعد خلفاء جو رہو کچھ احداثات و ابتداعات کریں ہرگز چونکر نہ کرنا اور جعفر زین و تدلیل ثقلین کریں صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ دینا۔ اور یا اسوجہ ہنا کہ آپ کے بارہ و گارہ تھے آپکو یہ خوف تھا کہ اگر وہ گئی سو گئے مبادا جان ہی جائے اسلئے آپ نے ان کفریات کو ہسیلا اور ادین شریک رہے لیکن دونو تو چہیں ایسی خرافات و پوچھ بکا بطلان ہر ایک ذی خرد و نظر ہاتھ میں سمجھ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ بالفاق تمام اثنا عشر یہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف طوعاً حرام اور مباح۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوند تعالیٰ مانہ فرمائی تو محاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اسکا رسول آمر بالقیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نبی رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت ع کے کفار و فجار کے ہم پیالہ دھم نوا رہیں

جناب امیر جو اس جہر و اکراہ والا منت و تدلیل کے متحمل ہوئی در حال سے خالی نہیں بلکہ یہ کہ یہ عہد و سکوت بوجہ وصیت کے ہنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائے تھی کہ میرے بعد خلفاء جو رہو کچھ احداثات و ابتداعات کریں ہرگز چونکر نہ کرنا اور جعفر زین و تدلیل ثقلین کریں صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ دینا۔ اور یا اسوجہ ہنا کہ آپ کے بارہ و گارہ تھے آپکو یہ خوف تھا کہ اگر وہ گئی سو گئے مبادا جان ہی جائے اسلئے آپ نے ان کفریات کو ہسیلا اور ادین شریک رہے لیکن دونو تو چہیں ایسی خرافات و پوچھ بکا بطلان ہر ایک ذی خرد و نظر ہاتھ میں سمجھ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ بالفاق تمام اثنا عشر یہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف طوعاً حرام اور مباح۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوند تعالیٰ مانہ فرمائی تو محاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اسکا رسول آمر بالقیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نبی رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت ع کے کفار و فجار کے ہم پیالہ دھم نوا رہیں

سیکو راہ ہدایت کی طرف دعوت کریں بلکہ تقیہ کے پردہ میں عوام کو چھوٹے اور غلط مسئلہ بتا کر
 راہ حق سے گمراہ کریں اہل کفر و نفاق و خبیث و متناق اگرچہ دین کو برباد کریں بہت کو بدترین حلال کو
 حرام کریں مثلاً منہ کو جبکہ متعدد دفعہ کرتے سے ہر ایک دفعہ میں عوام کا نام فضا پر ہوت
 یہی ہی کریں اور بتدریج اند کے مراتب پر ہی فائز ہوں اور اسکی غسل کے پانی سے جھڑ
 قطرات ٹیکیں اونی فرستی سپہاہوں۔ ایسی نعمت بے پایاں کو حرام کریں۔ جتنی کہہ
 منات طہیات کو غضب کریں دم نہ ماریں چون و چرا کریں۔ سرسرخ خلاف لطف اور سبوح
 اور حرام ہے اور خلاف اس غرض کے ہے جبکہ لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدعت ہوئی
 اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور اگر غرض اس سے حفظ اور بقا رہی ایمان تھی
 اور اس وجہ سے اسکو مستحسن سمجھا گیا تو یہی بالکل اہیات ہے کہ نفاق کا بقاء اور اسکا حفظ
 اور اسکی حمایت خداوند کریم کو اللہ اور اسکی رسول کو اسدرجہ ہتھم با شان ہو کہ اسکی مقابلہ میں اسکا
 دین حنیف برباد ہو جاوے اور اسکی کتاب خراب ہو اور اہلبیت بروی دلیل و خوار ہوں۔ پھر یہی
 اس نفاق کا بقاء نظر ہے غزوہ بانہ من ذلک اور جب یہ اللہ قبیح اور محرم ہر قوس تنکے
 سار کفر نفسی ایسی تسایح و ششائے کار و مرصاد ہونا امحال و متمنع ہے۔ احتمال ثانی یہی اہل غلط
 اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر تمام صحابہ الامجد و دی اکبر دشمن تھی تو جنگ چلی مضمین کے وقت میں
 آپ کے ہمراہ ہو کر نہ لڑنا صحابہ نے جان بازیان کیں وہ کہاں سید ہو گئی تھیں پہلے کیوں دشمن تھے
 اور اب کیوں دوست ہو گئی بلکہ اگر کامل کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تھی آپ پر
 امارت میں خواہشات نفسا یہ سے سرور و کئی ہونگر جس پر لڑنا خوشی کا ہے اسو اسلے آپ نے
 ارتداد فرمایا تھا والاکم و در را حیر لکم منہ امیر لکنہ انی نہج البلاغت۔ توجب
 اسوقت آپ کے ہمراہ ہوئی اور آپ پر امی جا تو لڑ کر فدا کرنے تک دین چکھا تو کیا اسوقت ہمراہ
 ہوتے۔ بی یار و انصار ہونا تو اسوقت ہوتا کہ آپ سناعت فرماتے اور کوئی آپ کے ہمراہ
 ہوتا۔ علاوہ ارین یار و مددگار کے آپ کو کیا ضرورت تھی۔ آپ کو عوام تھا کہ یہ لوگ سیر قتل

ایمان پر تو قادر ہو سکتے اور مقابلہ آپ کے شجاعت کو کس کی طاقت تھی کہ سامنی آسکر۔ پس
 یا خوفناک آبرو ہوتا ہے سو وہ جا چکا تھی اور یا خوف جان وہ جانے والی نہ تھے پھر معلوم نہیں کہ
 حالت میں اس لغو وصیت کی کیا فائدہ اور آپ کو یاد دہنگار کی کیا ضرورت۔ تعجب تو یہ ہے کہ مقابلہ
 امیر معویہ کی نہ وصیت یاد آئی نہ شعیان مخلصین کے ہونے کا اور وقت خیال آیا حالانکہ امیر
 معویہ کی طرف سے اس قدمی کا عشر عشر ہی ظہور میں نہیں آیا کہ جو خلفاء سے عموماً ظاہر ہوئی
 پھر اگر وصیت کو منحصر زمانہ خلفاء ثلاثہ پر سمجھا جاوے تو ترجمہ بلامرجح بلکہ ترجیح مرجوح کی لازم آوے
 اور یا یہ الفرق کوئی نہ حکم۔ سہذا ان دو قوتا و ملوئیکو اور وقت صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ جبکہ جناب
 امیر نے کہہ مناعت کی ہو اور ہرگز چون و چرا نفرمایا ہو۔ لیکن روایات تحت لفظ سر ثابت ہوتا ہے
 کہ آپ ذلہ ذرا سی بات پر تلوار سیان سے نکالنے پر آدھ ہو گئے ذلہ ذرا سی بات میں آپ نے
 تحریف و تہدید فرمائی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ کو وصیت کے گئے نہ آپ عاجز و
 بیچارہ تھے۔ چند روایتیں لکھوں جن سے یہ نہ عا یا یہ ثبوت کو پونے۔ پہلی روایت قتل ابوبکر
 اشجع کی ہے کہ خاتم المسلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد القلوب دہلی سے نقل
 کی ہے۔ چونکہ عبارت طویل تھی اس لیے اس کا اختصار کر کے اس طرح لکھا ہے ابوبکر اشجع بن ہرثم
 راستولی صدقات کہ مضافات مدینہ و ضیاع فدک بود گردانید۔ کا ترجمہ احوال و کالہ اخر قتل علی
 بن ابیطالب و قتلہ ہوا زن و ثقیف فلما خرج الرجل من المدینۃ جعل اول قصده
 ضیعة من ضیاع اهل البیت فجاء بغتۃ و احرق علیہا و علی صدقات کانت لعلی
 یفر من علی اهلہا و کان الرجل زند یقاصنا فقفا فاسل اهل قریبہ الی اصیر المومنین
 لے۔ اور یہ شجاع تھا۔ اور اسکے ایک بھائے کو علی بن ابی طالب نے جنگ ہوا زن اور
 ثقیف میں قتل کیا تھا جب یہ شخص مدینہ سے نکلا۔ پہلا قصد یہ کیا کہ اہل بیت کے جاگیر اور علی کے
 صدقات کو اچانک آکر ضبط کر لیا۔ اور رعایا پر ظلم کرنے لگا۔ گاؤں والوں نے پیام بھیج کر
 حضرت کو۔ ۱۷۔

السيف فقتل امير المؤمنين الحق عمارة فوجب بالجميع وقال لهم لا تنهابوه فصر
واثمة وكان مع الرجل ثلثون فارسا من حياذ قومه قالوا له وبذلك هذا علي بن ابي طالب
قتلك والله وقتل اصحابك عنده دون النطقة فسقط القوم جزها من امير المؤمنين
فحبب الاشجع الى امير المؤمنين على حروجه سبحانه فقال دعوه ولا تعجلوا فقال وبذلك
بما استحللت اخذ اموال اهل البيت فقال وانت بما استحللت قتل هذا الخلق
في كل حق وباطل وان مرضاة صاحبك من اتباع موافقتك فقال ما اعرف من
نفسك اليك ذنب الا قتل اخيك وليس بمثل هذا الطلب الثارات ففجأك الله
وترحك فقال لما الاشجع بل قبحك الله وبرعك فان حشدك الخلفاء لا يزال
بك حتى يوردك مواردك الهلكة فغضب الفضل وصرخ عنقه عن جده فاجتمع
اصحابه على الفضل فلما نظر القوم الى بريق عينيه ولمعات
ذي الفقار رموا سلاحهم وقالوا الطاعة فقال القروا براس صاحبكم الا صغر
الى صاحبكم الا كبروا فافروا والقواراسه بين يديه الى بكر فجمع المهاجرين
والانصار فقال احاكم الشقي طاع الله ورسوله واوا الى الامر منكم فقاتل تصدقات

مسلمہ کسینی امیر المومنین سے عرض کیا کہ عمار کے پاس بھیجی آپ سب سمیت متوجہ ہو گئے اور فرمایا اور اسکو گھبراؤ نہیں بس اپنی راہ کو چلایا اور اسکی ماہر (بہی) اسکی قوم کے عمدہ اور چیدہ لوگوئین سے شیش سواری تیار ہونے اور اسکو کہا تیرا ناس جو یہ علی بن ابی طالب (آپہنجا) خدا کی قسم کھاتا ہے کہ اساتو نکلونے تک قتل کر ڈالینگا۔ پس ساری قوم امیر المومنین سے ڈر کر گر پڑی اور اشجع کو یہ سہنے کے بل کیسٹ کر امیر المومنین کے پاس لائی آپ نے فرمایا چھوڑ دو اور جلدی نکر دو اور جو چاہتا ناس ہو کس چیز تو نے اپاہیت کے سوال کے یعنی کو حلال کر لیا اور سنے کہا اور تو نے کس سبب سے حق ناحق اس شخص کو قتل حلال کر لیا اور با تحقیق تجھ کو میرے سردار کی رضا تیری معرفت کے میری سر پسندیدہ تر ہے فرمایا میں بجز تیرے بہائی کی قتل کے اور کوئی تیرا گناہ خیال نہیں کرتا اور (ظاہر ہے) کہ اس سبب سے مطالبہ کا عرض نہیں ہوتا۔ پس تیرا خدا بڑا کرے اور تجھ کو آزدہ کرے اشجع نے کہا بلکہ خدا تیرا بڑا کرے اور تیری عمر کا ذکر با تحقیق خلفاء کا حدیث تیری ساتھ بیگا بہا تک تجھ کو ملے کہ گناہ تو میرا تیری گناہ نہیں ہے۔ فضل غصہ ہوا اور اسکی جسم پر سہی اسکی گردن اور اودی پیر تو اسکو ساتھ فضل پر اسکو بڑھائی پس امیر المومنین نے اپنی تلوار نکالی پھر جب اسکی آنکھوں کی دمک اور ذوق الفکار کو چمک قوم نے دیکھی اپنی ہتیاں ہتیکر اور طاقت بکار لے کر فرمایا جاؤ اپنی چوہے سردار کا سر بڑی سردار کے پاس بجاؤ وہ کئی اور اسکا سر بڑھائے کہ اگر ڈال دیا

المدينة وما يليها فارضضه على نير اسطاب فقتله اخبت قتله ومثل به اخبت مسئلة
فاحضر اليه شجعانكم واستعدوا له من رباط الخيل والسلاح فكت القوم مليا
كان الطير على رؤسهم فقال اخرهم انتم ام ذو السن فالتفت اليه رجل من الاعراب
يقال له الججاج بن السجين فقال انزلت سرها معك فمر قام اخر فقال لا تعلم من
توجهنا والله ان القصاص منك الموت اسهل من لقاءه فقال اذا ذكر لكم على دارت
اعينكم واخذتكم سكرة الموت اهكذا يقال لمثله فالتفت اليه عمر فقال ليل
الاخا لد فقال ابو بكر يا ابا سليمان انت اليوم سيف من سيوف الله فصر اليه في
كتيف من قومك فانه قتل ليثا وكهفا وضيعا من شعيبا وسلا ان يدخل الحفرة
فقد عصفنا وان تايدك الحرب فجننا به اسير فخرج حاله في خمسائة من الطال
قومه مطرا لفضل انبياء المؤمنين فقال لو كانوا منا ديد قريش وقبائل حنين
وفهران حوازن لما استوحشت الهم من ضلالتهم فقال خالد ما هذه الويتير
التي قد بدت منك لا تفرق بينك للممة محبقة ولا تضرهم نار الجحود
فانك ان فعلت وجدت عنه غير محمود فقال ثم ليدني يا خالد بفضل وبان

اسے دینا اور اسکی تعلقات پر حکم کیا واپس ملے جسے جلالیہ اس سے سنہ ۱۱۲۱ اور اسکو بہت بڑی موت دارا دست سے طرہ سے
کاٹ دی اس قوم میں سر جہاد اور اسکی طرف کھلا اور گروہوں اندہ ہزاروں سر اور کمرے کے ساتھ جو جہاد (پرسنگ) قوم میں ایک ایسی قوم
کو بانگ کی سرور پر اثر میں انوکھے کہا کیا تم کو گنو ہو۔ بار بانوں دے تو ایک بڑی شخص کو حاجی بن جن کہتے تھے سرور
اور کہتے تھے اگر تو پہنچا تو ہم ہی تیری ساتھ چلیں گے پیر درویشوں کی طرح گایا تو بین جانا کو بکھڑا کی طرف سے نہایت
خدا کی خدمت کی طرح کے نسبت ملک نہایت اہل تر ہے ابوکے کہ کہا کہ جب ملی کا سنہ مذکور ہوا ہے تو ہمارے ہی نہیں
پیر جانی میں اور انکو موت کا ڈر چہ حال ہے کیا میری جیسی کہ ایسا ہی حساب و شمار میں پیر جہاد کی طرف متوجہ ہو اور بلا اس کے لئے
تو خالہ کے اور کوری نہیں ہے پس کہا ایا باسیاں تو اس لئے کہ توار دین کے ایک غلام ہے تو اسی قوم کے گروان نکال کر
اسکی طرف جاؤ اسی ہمارے بیوی کے ایک سیر کار دلاؤ اور اسکو بکھڑا حاضر حضور جو اسے سے حضور براف کیا اور انکو بکھڑا
تو اسکو نیکہ کہے ملے جی ہاں ہے۔ تو خالہ ہی قوم کے پانچ ہزار ایک کلا فضل نے وہ کس کا پیر الو میں کہ اطلاع دی تو آیا
اگر قریش کے سردار و جنین کے قبیلے اور ہوازن کے کشتہ ہوا یہی ہوئی تو میں ہمیں گھبرا کر اپنے اونی گجرا ہی کہ خالہ نے کہا پیر کیا
حرکت تھی جو تیرے غلام ہوئی کلمہ جمعہ میں فقیر نڈال۔ اور بھی ہوئی آگے پیر کا اگر تو ایسا کر گنج تو اس کے ایمان پر سندید و پرک

ابن خافه سئامك من خيل من اسير الحسين مالک بن نويرة قتله وانكحت
امرأته انى لا عرف قاتله واطلب منيته صباحا ومساء ولو اردت ذلك لقتلك
في فناء هذا المسجد فغضب خالد بن ابي امير المؤمنين على خالد وحقق عليه فلما
نظر الى بريق عينيه وبريق ذى الفقار نظر الى الموت عيانا وقال يا ابا الحسن
لم يرد هذا فصر به امير المؤمنين بقمار اسر خالد الفقار على ظهره فنكس عن راتبه
فقام رجل يقال له ^{سينا} لثني بن الصباح وكان عاقلا فقال والله ما جئناك لجداد ^{سينا}
وبينك انت اسد الله في ارضه وسيف نغمته على اعدائه ونحن اتباع عامور
واطواع لا يخالفون فاستحي امير المؤمنين ونزل الجميع ونزل امير المؤمنين
يعارض خالد او خالد ما به امر الغر بساكت فقال وياك يا خالد ما اطوعك
للمخائنين الناكثين فقد تركت الحق على معرفته وحيثه لتحملة على ابن ابي خافه
اسير العبد معرفتك انى قاتل عمر بن عبد ود ومر جب وقالع باب خيبر وانى
لمستحي منكم وصرف له عقولكم او ترحم انه قد خفي على ما تقدم به اليك صاحب
حين اخرجك الى و انت تذكره ما كان منى الى معد يركب والى صدر من سلفه

سلاحه اور ابن ابی خافہ کو دھمکا تا ہے تیری جیسا میر جیسی کو نیکہ کر کے بجا مانگا گیا جگو بھی مالک بن نویرہ سے جیسا کہ او کو
مار ڈالا اور اسکی غررت سے نکاح کر لیا بالحق بن ابی قاتل کو بچا تا ہوں اور صبح شام اپنی موت کا طلب گار ہوں اور اگر تو ایسا
تصد کر گیا تو میں جگو اس سجد کے صحن میں قتل کر دینگا اس پر خالد کو نصہ آگیا تو اپنے ہی خالد پر تلوار کہیں لے کر تیرنگہ سے
دیکھا خالد نے جب آنکھوں کے دھک اور ذوق الفکار کی جگہ دیکھی تو موت کو خاطر دیکھ لیا اور کہنے لگا ہمارا یہ قصہ نہیں
تو اپنے خالد کی پشت پر ذوق الفکار کے نوک کے پیٹھ مار کر سواری سے اسکو اوندھا کر دیا ایک شخص مثنی بن صباح
نام جو ہشمنہ تھا اور کبھی لگا کر خدا کی قسم ہم تیری پاس باہمی عداوت کی وجہ سے نہیں آئی تو اوندھ کا شیرازہ
اور کی زمین میں اور اسکو انتقام کی تلواریں اسکو دشمنان پر اور ہم تابع محکوم اور مطیع غیر مخالف میں سپرد امیر المؤمنین کو
جیا گئی اور سب اور تری اور امیر المؤمنین ہی خالد سے دل ملی کر کے اوترے اور خالد بسبب الم ضرب کے چپ ہوتا
پس فرمایا ای خالد تجھ پر افسوس ہے کس چیز نے تجھ کو المات میں خیانت کرنے والوں اور عہد کے توڑنے والوں کا
مطیع بنا دیا اور تو نے جان بوجہ ہر حق چھوڑ دیا۔ اور جگو عمر بن عبد ود اور مر جب کا قتل کر دیا اور باب خيبر کا
اوکھا فرمایا لا جانتی کے بعد ہی میری پاس آیا تا کہ مجھ کو اپنے قحاذ کے پاس یہی شاہکار بجا دے اور جگو تیرے اور ہمارے غلی
سے نرم آئی سے کیا تجھ کو یہ گمان ہو کہ تیرے رواتر کرنے کے وقت جو تجھ سے سردار نے لگتا ہو گی ابھی تجھ پر خفی ہے اور تو اسکو

المحرمی فقال لك ابن ابی جحافة انما كان ذلك منذ عاى النسب وهو الان
 اقل من ذلك فقال خالد يا ابا الحسن اعرف ما تقول وما عدت العرب عنك الا
 من سيفك وما دعاهم الى ميعه ابى بكر الا استسما بالايحانيدولين عنك
 واخذهم الاموال فوق استحقاقهم الى اخر الرواية۔ اس روایت سے مثل
 روز روشن روشن ہو کر وصیت کا دعویٰ ہے جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں محض ڈھکوسلہ ہے
 اور لجاجت و اکراہ صرف بناوٹ اور گھڑت ہے اگر وصیت ہوتی تو اس ذرا سے معاملہ میں غلام
 وصیت غلام تھے اور مخالف حکم تلوار بنام سے نہ کیجئے تعجب کہ غضب امت چرین
 نہ کی غضب بنات پر غیرت و حیرت کو اعدال شیعہ پر جو سنہ آو دین برباد ہو گیا کہی ہر
 نہ ملا دین اور جوش آدے تو اس توڑی سی بات پر۔ اہل عقل غضب امت اور غضب
 بنات کو اس سے مقابلہ فرما دین اور اس میں سکوت اور دین تلوار کشی کو دیکھیں اور انصاف
 فرما دین کہ شیعہ اس لئے دعویٰ دین ہے بن بائین۔ علاوہ ازین اس روایت سے اور یہی
 چند فوائد حاصل ہوتی جنکو لمحضاً و مختصراً لکھتا ہوں (۱) ظاہر ہے کہ اشجع بن مراحم
 ظہر اسلام اور کلمہ گو تھا۔ اگرچہ اوسکے ولیمین کفر و نفاق ہو تو باعتبار ظاہر شریعت کے اوپر
 احکام اسلام کے جاری ہو گئے تو اوسکے قتل مقتوجب قصاص ہے۔ بس اگر ہمارے فاضل مخاطب
 اوسکے ظاہری اسلام کا اعتبار فرما دین تو اوسکے دم کو مستحق قصاص کا سمجھیں افضل بن
 عباس پر قصاص لازم فرما دین اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس
 کی قربانی مابجائز اور حرام قرار دین اور اگر باطنی کفر کا اعتبار کریں اور اسوجہ سے اوسکا دم مباح
 اور ہر سمجھیں تو پھر اسے فکر فرما دین کہ حضرت ام کلثوم کے جواز نکاح کی علت حضرت فاروق
 سے یاد دلانا اور سننے کہا یہ مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی بدولت تھا۔ اور اب وہ اس سے کتر ہے
 خالد نے کہا ای ابا الحسن سب سے فرمایا کہ ہے عرب بخیر تیری تلوار کے خوف کے جس اور کسی سبب سے خوف
 نہیں ہوئے اور معیت ابی کریمؐ غلام کی ہولت جانب اور نرمی طبع اور انصاف سے زیادہ مال حاصل
 کرنے کے اور کوئے۔ داعی نہیں ۱۰-۱۱۔

ظاہری اسلام جو آپ اور آپ کے اسلاف بیان فرماتے ہیں وہ سراسر غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہیں تو پھر اس کے وجہ سے منافق کے ساتھ فاطمہ کے جگہ گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہو سکتا ہے (۲) تمام صحابہ چھوٹے سے لیکر بڑے جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت سے اور آپ کے مقابلہ کو موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس آلوگوں کی اطاعت کے لیے خدا تعالیٰ کا ایسا شجاع کو حکم کرنا سراسر خلافت عقل سلیم ہے۔ اور جناب امیر کا ایسی لوگوں سے جو آپ سے اس قدر خائف و ہراسان ہوں تقیہ کرنا ہرگز عقل سلیم نہیں کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بھر و اکراہ معاذ اللہ ان کی بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب گوشہ کو غضب کرین ہرگز فہم میں نہیں آتا۔ جب لوگ آپ سے اس قدر ڈرتے تھے، تو یہ سب باتیں لغو اور باطل ہیں (۳) تمام اصحاب عیارین، انصار وغیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ میں اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھتے تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لیے دعوت کی جاتی تھی تو انکار آنکھیں بدل جاتی تھی اور سکرۃ الموت کی حالت پیش آجاتی تھی اور جواب یہ دیتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم کو کس کے مقابلہ میں بھیجتے ہو یہ وہ شخص ہے جس کے مقابلہ کی نسبت موت کے موہ نہ میں جانا آسان ہے۔ جب خلیفہ اول کو ساتھ اصحاب کے یہ حالت تھی تو قطعاً و یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارے میں منازعت فرماتے اور آپ کے ساتھ مقابلہ پیش آتا۔ تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑ کر اور جناب امیر کے حوالہ کر دیا جاتے۔ اگرچہ یہ خوف لوگوں میں پہلے سے ہی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو مشاہدہ ہو گیا کہ صحابہ میں سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سواو خالد کے کسی شخص نے اس کام کے لیے اجابت نہ کی اور خالد مع اپنے پانچوں رفقاء کو جب سامنی جناب امیر کی گئی اور بات چیت کی پہلے اس سے کہ لڑائی کی نوبت آوی صرف آنکھوں کی اور ذوالفقار کی چمک دیکھ کر جو اس باختہ ہو گئی اور عجز و اسحاق کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالد کو مارا یہی تاہم اوپر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے

اور اطاعت و بیار کے کچھ نہیں آیا (۴) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر کو
 معلوم تھا کہ یہ لوگ نہ بجا قتل کر سکتے ہیں اور نہ قتل برقرار ہیں۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ
 آپ کا قاتل کوئی اور شخص ہے جس کی یہ حالت ہو اس پر کوئی کس طرح جبر واکراہ کر سکتا ہے (۵)
 جناب امیر کو وہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی تھیں جو صحابہ باہم کرتے تھے چنانچہ جو گفتگو خالد بن ولید
 صدیق کی موتی تھی آپ نے اس کو ظاہر فرمادیا (دوسری روایت) حدیث بیاض جو کتاب اس
 راہستانی سے صاحب ارغام نے نقل کی ہے ہم اس کو بیان ارغام سے نقل کرتے ہیں
 روایت یکنہ ابن ابی بوسہ بخود از سلمان فارسی کہ گفت نشسته بودم نزد سید و مولای خود و آن
 در آن وقت که مردان بعیت بامیر بن خطاب کرده بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ
 و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و معدا بن اسود نیز بودند و از ہر درختان میگذشت امام
 حسن متوجہ پدر بزرگوار شد و گفت یا امیر المومنین حضرت ملک و دو سلیمان بن داؤد و اسحاق
 سلطنتی داده بود آیا از آن سلطنت عطیہ بوسی اور سیدہ یا شد شاہ سریر ولایت بشم فرمود گفت
 آن جہودیکہ و از خشک را در زمین سر سبز میگردد و بان قادیکہ آدم را از خاک تیرہ آفرید و قسم کرد
 آنچه بدتر از او دہ میچک از او لیا و ادسیا ماضیہ نداده و بعد ازین ہیچکس باین کرامت فائز نخواہد شد
 پس امام حسن و خصار التماس نمودند کہ یا امیر المومنین میخواہیم کہ شما از آنچه دہا بہ عطیہا بہت
 نموده مسافہ کنیم و معاینہ بہ منیم تا موجب از دیا و ایمان و باعث تقویت علم و ایمان گردد
 سیدارعیہا علیہ السلام فرمود کہ جبار کرامت یعنی چنان کنیم کہ شما نخواہید و چیزی از چیز دیگر
 حضرت عزت بمن کرامت نموده بر شما ظاہر میسازم۔ پس برخاستہ و در کثرت نماز کرد و کلید چنہ
 بر زبان بخیزد بان کہ رائد کہ میچک از خصار نفہم آن نتوانست کہ از انجا بمیان خانہ آمد و بہت
 مبارک بجانب غرب دراز کرد و بعد از حمد دست را بریز آورد و برکت دست مبارکش پا رہ
 ابری دیدیم آنرا گذاشتہ بار دیگر دست دراز کرد و بار چہ دیگر بردی پشش دیدیم سلمان گوید و اللہ
 دان محمد رسول اللہ داک و صبی بنی کریم بن شک فیک ملک و من شک یک ملک سئل انی

یعنی گواهی میدهم که خدا یکیت محمد رسول میرگزیده است و توفیق میسر گردیده هر که شک آورد
در صایت و خلافت تو ملک شود و هر که بجزه الوثاقی محبت تو جنگ زندنجات یابد پس ندیم
که آن دو بار چون دو قاصد پیمین شدند در پهلوی یک دیگر قرار گرفتند چنانچه کوئی یک جوزه اند
از آن هر یک بوی مشک از خود باغ اهل ایمان میرسید پس فرمود که برخیزید و بر این بساط
بنشینید همه برخاستند بر یک بشنیم و آنحضرت تنها بر یک ابر و دیگر پس کلمه چند تکلم فرمود و بچرخ
نقشید پس اشاره با پر کرد که بجانب مغرب روان شو با وی در زیر آن دو بار در آمده و ابر را با انگشتی
تمام برداشته بر هوا برد و ما درین وقت چون آنحضرت نگاه کردیم دیدیم که جامه زرد پوشیده و جامه
از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعین که بند آن از یاقوت ابدار بود و در پا کرده و انگشتی از سر و ابر و نعین
که روشنی آن چشم را خیره میساخت و در انگشت وارد بر کرسی از نور شسته امام حسن علیه السلام آنحضرت
گفتند که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بحیث اکثری اطاعت نمودند و شمار را بر چه سبب دانند
فرمود یا ولله انا وجه الله و انا عین الله و انا لسان الله الماطق و انا ولی الله و
انا نور الله الله لا یطغی و انا باب الله الذی یوتی و انا حجة الله على عباده و انا
کفر الله فی ارضه و انا قسیر الخجة و النار و انا سد ذی القرنین و انا جعلتهم
یعنی ای نور دیده من و جبر الله و عین الله و لسان الله و ولی الله منم و آن نوریکه فرو بردنشیند تمام آن
در یک از آن در جبهه توان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا و زر کین منم و قسمت کننده بهشت
و دوزخ منم و سید که ذوالقرنین بسته منم و دو قرن را برای هر کس قرار داده بودم که بآن شهید بود
میخواهی که خدمت سلیمان بنویسم دست و رینل کرده انگشتی بر آورد از طلمای انحرشیش بود از یاقوت
سرخ فرمود ای نور دیده من این خاتم سلیمان است نامهای است که در نقش کرده اند سلیمان گوید
که تعجب حضار زیاده شد بحدیکه گویا اورا نمی شناسند پس فرمود اینها از مثل من عجیب نیست خدا
سوگند که بنامیم امر فرزند شما آنچه پیش ازین شما ندیده باشید پس امام حسن گفت آرزوی ما آنست
که سد ذوالقرنین را با ما نمانی پس آنحضرت با در امر فرمود که ما را آنظرف که حسن میخواست بر و بخار آن

از باد و از بی چون آواز ز ره بار رسیده و مار بر دوشته سپهر و امیر المومنین علیه السلام بر آن کرسی
نشسته از بی مایه آمد تا باد مار را بکوه بلند رسانید درختی عظیم بر آن کوه بود خشک شده برگها نداشت
ریخته یکی از آن گفت یا امیر المومنین این درخت را چه رسیده که او در قش ریخته آنحضرت فرمود که از در
به پرسیده تا حال خود بگوید امام حسن مثنوی نمود و از درخت سوال کرد مالک ایتهما الشجرة یعنی چه شده است
ای درخت که سبزی از تو رفته و برگت ریخته جواب داد امیر المومنین فرمود و اجهم باذن الله ایتهما
الشجرة و اخرهم نخیر - ای درخت بنظران الهی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم که درخت شکله
نه گفت - لیلیک لیلیک یا وحی رسول الله و خلیفته من بعد و حقا خطاب با ام
حسن کرد که هر شب وقت سحر بدست بر نزد من می آمد و در رکعت نماز گذارده تسبیح و تقدیس حق تعالی
مستول می شد می رفت و آمدن و رفتش بر کرسی نوز میان ابر سفید می بود که از آن بوی مشک از
بستان می رسید و من از استقام روح از آنی آنحضرت و آن نه سر نیز و با طراوت می بودم و اکنون
چهار شب شده که تشریف ازانی نفرموده از عفا رفت پدر است که عالم بین مرتبه رسیده و اگر از این
استدعا کنی که لطف خود از بین بچورد و در ندارد آمدن او را بحال خود باز نمی آورد پس شاه ولایت نیز
آن درخت رفته دو کیت نماز گذارده دست مبارک بر آن درخت الیه سلمان گوید که بخدا قسم که
از آن درخت که شتان نیز خواست نه الفور سبز شد و برگ آورده سیوه میزدن کرد و این حضرت
بر کرسی خود قرار گرفت و مار بر دوشته بماندند بجه یک دینا - تمامی در نظر اسب سبزی نمود و در جوانی و عظیم
سر او در زبر قرص آفتاب و پائی در قعر محیط و یکدست در شرق و یکی در غرب از علی علیه السلام رسیدیم
که این کسیت فرمود بکسم حلا من او را برین موضع نصب کرده ام و بنابر یکی شب در بستانی رود
مکمل ساخته و چنین خواهد بود تا روز قیامت پس باد مار بسزد و یا جرج برود و آنحضرت علیه السلام با خطاب
نمود ا بهطی تحت هذا الجبل - یعنی ای ابر و وزیر کوه فرو داد آن که بلند غلامانی گویا شبی بر پناه
بوی رود و اینجا بنام میر سید یا جرج را دیدیم و از کثر ایاتان تعجب نمودیم و ایاتان را در صفت
دیدیم و یکی طول ایشان بسنگ از دوزخ در کوه - و منافی طول صه گز و عرض هفتاد و گز و منعی بگشتن را

کحافت و دیگر برادریان میگردد یکی از حال آنها پرسید حضرت علیه السلام فرمود حاکم این جمع بمجموع
 منم و همه در حکم من اند پس بیا و حرفی گفت با و ما را بروشت بگوه قاف رسانید که ای دیدیم
 چون یا قوت سرخ که محیط همه دنیا و فرشته بشکل آدم بروی موکل چون آن فرشته را چشم برافشا
 گفت اسلام علیک یا امیر المؤمنین پس حضرت طلب کرد که مطلب خود را عرض کند آنحضرت فرمود
 که حضرت زیارت برادرت در مصاحبت میخواهی بروی حضرت دایم پس فرشته بسم الله الرحمن الرحیم
 گفته ای شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول بهمان طریق سوال جواب واقع شده در
 گفت ثلث اول شیخ علیه السلام نزد من می آمد سپس از نماز و تسبیح و تقدیس پس سوار شدن
 میرفت و من بنزد خودم بودم پس روزی که فیض قدوم از من گرفته و منم که اخته و اوقتم فروخته
 از مفارقت دوست و امام حسن التماس نمود حضرت دست مبارک بر کوشید درخت گفت استشهد
 ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله و انک امیر المؤمنین و الامة المبارکة
 الطیبة و صی رسول رب العالمین من قبک بک منی و صر تخلف عنک هو - پس
 آن بنزد خودم شد و طراوت یافت و مادر زیر آن ساعتی آرام گرفته پرسیدیم که یا امیر المؤمنین آن
 فرشته کجاست فرمود که دیر در بر خیل غلمت که عبود نمودیم فرشته که بر آن موکل است حضرت زیارت
 این فرشته طلبیده بود و امر دوز این رفت که نذر آن نماید یکی از یاران گفت که مگر ملائکه همه باذن شما
 از محل و مکان خود حرکت میکنند فرمود بخدای که اسمها آنها را بے ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارد
 که بے حضرت من از جای خود حرکت نماید و اگر بے اذن من بقدر نفسی حرکت نماید حضرت از غیبت
 بهر برق غضب خود آنرا بسوزد و بعد از من فرزند من حسن و بعد از حسین و بعد از زکریا و اولاد او که هم
 ایشان قائم آل محمد است صلی الله علیه و سلم این حال دارند و هیچ ملکی از ملائکه مقربین احد
 نباشد که یک نفس بے ازاده ایشان برآرد یکی نام فرشته که موکل ثبات است پرسید فرمود بر خیل
 منستم یا امیر المؤمنین نه ما دیر در خدمت شما بسر بردیم کدام وقت نزول اجلال در آن کن
 شده بود فرمود چشم خود را بپوشانید پوشانیدیم امر بکشودن کرد و کشودیم خود را در ملکوتی دیگر یافتیم

گفتیم این بزرگوار شی عجب بزرگوار ملک الموت در قبضه اقدار من است که شمار طاقت اطلاع بر آن
 و همدان من بنده مخلوقم من مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و بیداری و مانند دیگران را که اندکی با دانه
 من سیدانم بدانید و بهای شتاب شنیدن آن ندارد و بدانید که اسم اعظم حق تعالی بمقام هر کس
 نزد وصف بن برخیا که تحت بقیاس را یک چشم زدن آمد و زرد سلیمان یک حرف بود و زرد من بمقام
 و در حرف یک طرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست و لا حول الا بالله العلی اعظم
 بر که مرا ساخت و منکر شد هر که مرا منکر شد پس آن برادر امر فرمود که از باغی رساند که در سبزی و درختی
 بار و نه هشت برابر می نماید در آنجا جوائی را در میان دو قبر مشغول دیدیم گفتیم یا امیر المومنین
 جوان کیست فرمود این صاحب بنی است و این دو قبر از پدر و مادر اوست و چون چشم صالح بر صالح
 المومنین افتاد و بیتا بانه پیش آمد و سینه بی کینه آنحضرت را بوسید و گریه کنان بشکوه و آه گفت
 او اتلی می داد پس دیدیم که صالح چرا میگردد و فرمود که از دو بر پرسید نام من فرمود ایها العبد الصالح چه
 چیز ترا میگرداند فرمود که پدرت هر روز وقت طلوع صبح نزد من می آمد و با هم نماز میکردیم و بعد
 نشاط و عینت من بود در عبادت و امر در ده روز است که تشریف نیاورده چون او را دیدم غم
 نمائید گفتیم یا امیر المومنین این عجب ترین تا هر روز در صبح در خدمت شما میسر میریم چگونه در آنجا
 اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکنی فرمود که اگر خواهید مسلمان از زیارت کنند گفتیم یا امیر المومنین
 ما را آردی نیست شاه ولایت برخاسته روانه شد در خدمت پستانانی رسیدیم که کسی آمد آن
 دندیده آبپائی جاری و مرغان خوش الحان در فکلبه بار چون آن مرغ از آهسته بر آنحضرت
 افتاد و در آواز گرفتند و بر میزدند و اطراف میکردند و در میان هشت نخلی از فیروزه دیدیم
 جوائی بر دو خوابیده که ستمای خود بر سینه نهاده دو مار بالای سر دامن پائی قرار گرفت
 ماران آنحضرت را دیدند دست او غلطید گفتیم یا امیر المومنین این جوان کیست فرمود سلیمان
 را از پشت خود بر آورده در گشت او کرد و گفت تم باذن الله تعالی میخواهم عظام و همی میسم فی الحال
 علیه السلام برخاست و گفت اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و ان محمدا

و رسول الله صلى الله عليه ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون
واشهد انك وصي رسول الله الهادي المهدي الذي سالت الله لبعثته ومحبته اصيلته
ما اتاني الملك يعني گواهی میدهد که خدا منراي پيغمبري گيشت و او را شريك نيت و بدرستي
محمد بنده او و فرستاد او را و رستاد و پيغمباري و انهار كردن دين حق و هر ديني غير دين او رست
باطل باشد و دين او را منع دين نباشد اگر چه مشركان زمين حسني را هست داشته باشند و گواهی میدهد
که تو وصي و جانشين رسول الله و تو لي راه نمانده راه يافته که بوسيله تو سوال كردم من از حق تعالى
محبت تو و محبت الهيت تو و من حق تعالى آنچه داده از ملك با دشماي مثل آن چه كه از او دارم
آدم نداده بود اگر محبت تو شيعي مني مستقيم آن سلطنت و بزرگي من عطا مني فرمود پس ما
آن سرور و زو سليمان عليه السلام بپا بوس آن پيغمبر حسنه شد هم پس سايمان را و اوع نموده بر حق
وسايمان بجال خود برگشت و ما پيغمبري كه يا اير الومنين شمار علمي با نچه در پس كوه قاهست فرمود
كه خلاق عالم و موجب بني آدم چهل عالم در عقب كوه قاف آفريد كه هر عالمي چهل برابر دنيا باشد و علم من
يا و را ني كوه محبوبست بجال اين دنيا و آنچه درين دنياست بعد رسواي ا صلى الله عليه و آله
نگاه دارند و آن عالم منم و پيغمبري به از من او را و من حافظ شريعت نبوي و وارث علم مصطفى
خواهند بود تا روز قيامت و من و اما تر م بر اينها كه در آسمانهاست در ايهها كه در زمين است و ايتيم اسم
مكنون و اسم مخزون الهي و ايتيم اسم حسني كه چون خدا را بان اسماء بخوانند و ايتيم صاحب آن
ناهما كه بر عرش و كرسي شته است و ايتيم قسمت كننده هشت و دوزخ و از ما تعليم گرفته اند ملائكه
اسماها تسبيح و تلهيل و تكبير و تحميد الهي و ايتيم آن كه گاهي كه چون آدم عليه السلام را
تلقين نمود توبه اش قبل شد و من ميدانم اين اسم عجميه و اسم عجميه را بركت اسم اعظم
كه اگر بر برگ زمين بان حرفي بنويسند و در آتش اندازند نسوزد و در آتش ميل نميرد و گاهي
و هر كجاست و روشني روز از ناهاي نامي باست و آسماني ما را چون بر آسمان نقش كردند بستان
استقامت يافت و زمين بان نقش گشته سطح شد و چون بر باد خوانند در حر كست آمد

و بربن نشتند انسان ند و برده و قلم نموند عاشق شد و بر حسب انجیل نفس کردند مسلم بکلم مستوح
 قلنا و من ربك للک لک و الروح کرید و چون کلام بجز نفق است باین تمام بی فرو و چشمهای
 خود را بر بسته بر بسته می مار گشت بکتابه بکتابه و خود در شهری دیدیم ستم تل بر بازار لائی نور
 و قدر لائی رفیع مرد مست در نهایت مدهی قاست و کمال استفاست هر یکی چون بخی پس نه بود
 که این کرده از بنیه قوم عاواند که مورد در کفر و ضلالت و ظلم و جهالت گرما راند و ایمان سرب ارباب
 و در حساب نذرند و شهر ایشان را شهر اسے سترق بودند و امر خالق بچون قلع و قمع اینها نمود
 مای مکان نشان مل بودم تا ما را در جیاه میند و شمار آن ضلع گشتید من و اعمید و ارم که بایں گرد
 و قابل نامکم پس آن قوم را و حدایت خدا و ریاست محمد مصطفی صلی الله علیه و سلم و لایب خود و خود
 نمود ایشان را بنودند و بسیاری را بکشت و چون خوف ما را ستاده نمود و مرد ما آمده دست مبارک را
 بر سینه ما لید خوف از ما نازل شد بار دیگر با و بر بن ایشان را با سلام خواند ایمان یا دارند برن و دعا
 ظاهر شد و صبری حید میواند که ما نهیدیم و ما را ایمان ستاده می شد که این مرقی رعد و صاعقه از زمین تهر
 بر می آمد و حید ان حداسے بود که پدید آمد که غنیمت اللہ اتمان بر زمین آمده که کوهها از زمین
 فرو می ریزد و تا آنکه یک تنفس از ایشان نماند و چون از بجا که آن قوم فارغ شد و آن رعد برن
 بر طرف شد است عا نمودم که یا امیر المومنین باز و وطن باز و رسان که زیاده برین طاقت مساده این
 امور را هم آن امیر اطلسید بر آن سوار شدیم و آن حضرت شکم بکلمی سده باد و ما را جو ابرده
 بجای ایستاد که نیا بقدر و بهی جانده میسر کردیم و بعد لحه خود را و رفانه ابر المومنین دیدیم این
 مکان که سازنده بود و دم و چون نزد آمد شیتیم باک موزن تنیدیم که اذان نهری امیکست
 ما دل صبح بود و در طلوع آفتاب رهی شده بودم که در پنج ساعت بجایه سالار راه را طی نمودیم
 چون ما را انتخاب دمد و مود بخدا می که نفس من مید قدرت اوست که اگر خواهم شما را و طرته الحسن
 در جهیم استمانا درین با گردا سیم بر آن قادرم و این قدرت غنیمت باذن خالق بر و اوست
 حیرت خلقه یا خدایم و ستم ولی و صی انک صبر مسلم در حین حیات و در زمان طلب و سکن

اکثر مردان نے داند سلمان گفت لعن الله من غصب حقا و حدک داعرض عنک
وضا علف العذاب الایسم۔ انتہی بلفظہ۔ اسی حضرات شیعہ اس حدیث کو پڑھا اور جناب
امیر دیگر ائمہ کی محاد و مناقب کو جو اس روایت سے ثابت ہوتے ہیں دیکھ کر حضرت کا مرتبہ
کیسا عاتق آپ کے اختیارات کت در وسیع ہیں آپ کی قوت و شوکت کد رجہ یہ ہے ابراہیم کا بیٹا
ہوا آپ کی دوزخی تمام ملاکہ آپ کے چادر ختنو کر لیے آپ آب حیات سے بہتر اسم اعظم آپ کا سکھانے والی سلمان
آپ کے ہاتھ میں ایسا آپ کے والد و شیدا انبیاء و انبی آپ عقدہ کشار عدلی کرک آپ کی زبان میں بحلی
کی چمک دہان میں۔ ہر چیز آپ کو معلوم تمام عالم آپ کی نگہبانی میں ہوتا یا جوح و باجوح آپ کے
قبضہ افتد زمین۔ کفار فجار کو ایک لمحہ میں خاک سیاہ کر دین۔ ذوالفقار آپ کی اہل نفاق کو فر
ایک دم میں تباہ کر دے۔ قوم عاد کو جو قوت و شجاعت میں لاثانی تھے ایک دم میں نیست
و نابود کر دیا۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ او سر چند منافقین سے ڈر کر یہاں تک تقیہ کیا
کر دین ہی تباہ ہو گیا۔ اوردہ او سکری بیٹی ہی چھین لیکر اور او کی زوجہ کو یہاں تک مارا کہ حل ہی
ساقط ہوا اور وہ او میں جلست گر گئی بلکہ خود او کی موافق مسائل خلاف حق بیان کرنے لگا۔
اور او کو نگو او کی گمراہی پر اور میں اور بدکار ہو گیا اور صد ہا اسی قسم کے بائیں جو کہتے ہیں۔ نوذو با
من تک الکفریات۔ اخیر سر و اغل بلکہ مجنون اور دیوانوں کی بڑی زیادہ وقت نہیں کہتے
اور یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ نے بمقابلہ چندی ادبائش منافقین کے وصیت کی تھی کہ ہرگز نہ گزراں
لوگوں کو سامنی سانس ہی نہ نکالیو۔ چون تک نہجیو۔ جو کچھ چاہیں کریں صبر و سکوت کے جبلتیں کو
ہاتھ سے پیچو۔ خدا تعالیٰ کی خدائی پرستج بلکہ خوف کا وہ نگاہ ہے کہ ان لوگوں سے شیعیان
پاک کا خدا ہی ڈرنا تھا نوذو با دین و پاک۔ اس قدر گزارش سے عقلا پر ہماری استدلال و
ثبوت مدعا کی کیفیت کھل چکر ہے اور نقل روایت طویلہ میں ہمارا وقت گرانما یہ بہت ضرر
ہو چکا ہے اسلیں اس روایت کے نسبت ہم اس سے زیادہ نہیں بلکہہ سکتے۔ مگر اتنا بھی واضح
رہے کہ حسب تصریح صاحب ارغام یہ روایت جیسا عالم محقق فاضل مدتی استانی نے

اپنی کتاب المست میں بیان کی ہے اور اس کی معیہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ صاحب
منہج تحقیق اور مولف معجزات مثنوی نے یہی نقل کیا ہے (میسری روایت) صاحب آیت
بنیاب نے کشف الغمہ کی نقل کی ہے۔ روایت مست از محمد بن خالد رضی اللہ عنہ کہ روزی
بن الخطاب در شمار خلیفہ از حاضران سوال کرو کہ اگر من خواہم کہ تمہارا از مخلوقات دینیہ و معتقدات
واحکام شریعت محمدیہ صرف غایم و گویم کہ از معتقدات برگردید و رجوع نمایند بقواعد و دران
جائست بود تمہا من چه خواہید کرد آیا مانع من در آن خواہید شد یا مخالف من مردمان ہر خاندان
شدند و ہر یکس جاب گفت عمر دیگر بار ہمین سخن را عادیہ کرد از ہر یکس جاب بے نشندہ میں دیگر ہمین
مسائلہ عادیہ کرد و تہا و ولایت فرمود کہ ہر گاہ از قوانین حالت مشاہدہ گرد و دراز دین مسطفی معروف
یا ہم نامب و ہر طلب کس ہم و اگر تو بکئی توبہ ترا قبول کس ہم و اگر کئی ترا کردن نسیم عمر چون این
سخن از شاہ اولیاء تنبہ گفت در دین ہا مردان ہستند کہ اگر خوف تویم ہا بطریق مستقیم ہم
وثابت دارند۔ انتہی بلفظہ اس طیت کے مضمون کو دیگر ہر سو چین کہ جب جناب امیر خلفار
کے ساتھ یہاں تک صاف گوئی و مانتے تھے اور ان کے زبانی با تو نہیں اور انکی قتل کے مستعدی ظاہر فرما
تھی تو اگر خدا کا وعدہ دین کی خیریت کرتے بنات کو غضب کرتے تو آپ کیون چکر مٹی ہتھے
(چوتھی روایت) صاحب آیات جنات نے حیات القرب بلا باقر مجلسی سے ملخصاً و مختصراً
نقل کی ہے علی بن ابیہم از زید بن جندبہ روایت کردہ است گفت روزی با عمر بن خطاب برای فرم
تا گاہ غصہ را بے در را و یا نسیم و جدای ارسینہ آویندہ شد مانند کسی کہ از ترس ہوش متود گشتیم و شہ
ترا ای عمر گفت مگر زبانی شہیر شہیر است را و معدن کرم و قنوت را کشتند لا غیان و با غیان
در میندہ شہیر را محمد را صاحب تدبیر را چون نظر کردیم دیدیم علی بن ابیہم طالب را دیدیم
را الی قولہ اما این ساعت نرسن او از دل من بدر فرستہ است ہر گاہ کہ او را سے جنم جنم
ہر سان تیشوم۔ اس روایت کو ملاحظہ کیجیے جب جناب عمرؓ کی جناب امیرؓ کو کچھ کہہ رہے تھے
ہوئی تھی کہ شدت خوف و ہیبت سے حواس باختہ ہو جاتے تھے لہذا ہونی لگتا تھا

روایت حسن ابن ابیہم از زید بن جندبہ روایت کردہ است۔

روایت حسن ابن ابیہم از زید بن جندبہ روایت کردہ است۔

تو کیونکہ قیاس میں آگیا ہے کہ معاذ اللہ ایسا بزدل ایسے شیر بیٹہ شجاعت کی دختر نیک اختر کو
 غضب کر لیا جو دے اور وہ چپ ہو رہے اور چون و چرا کر کے (پانچویں روایت) قطب
 راوندی نے حراج و جراح میں روایت کی ہے۔ منہما روی عن سلمان الفارسی قال ان
 علیاً بلغه عن عمر بن الخطاب کثیر شیعۃ فاستقبله بعض طرق بساتین المدینہ و فی ید علی
 قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکر شیعۃ فقال اربع علی ضلعک فقال انک لیاھنا ثم
 سرى بالقوس علی الارض فاذا هو ثعبان کالبعیر فاخرک فاه وقد اقبل نحو عمر لیتبلعہ
 فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعد ہائے شئی وجعل یتضرع الیہ ف ضرب بیدہ
 الی الثعبان فعادت القوس کما كانت فمضی عمر الی بیتہ مرعوباً قال سلمان فلما کان
 اللیل دعانی علی فقال سر الی عمر فاند حل الیہ من ناحیۃ المشرق مال ولم یعلم بہ احد وقد
 عزم ان یختبئ فقل لہ یقول لک علی اخرج ما حمل البک من المشرق ففرقہ علی من
 ہولہم ولا یخسہ فافضحت قال سلمان فمضیت الیہ وادیت الیہ الرسالۃ فقال
 اخبرنی امر صاحبک من ابن علم بہ فقلت وہل یخفی علیہ مثل ہذا او قال یا سلمان
 اقبل منی اقول لک ما علی الاساحر والی مستحق منہ والصواب ان تفادقہ ولعلک
 جملتنا فقلت بئس ما قلت لکن علی ورث من اسرار النبوة ما قدر انیت من عندہ

۱۔ بخبر حضرت جناب میر کہ ہر جو سلطان فارس سردی کہہ ادا علی کو خبر پوچھی کہ عمر ایک شیو کا ذکر کرتا ہے میر کو باوجود بعض سنوین عمر کے
 سانس ہی آگیا اور علی کے اہل بیت میں کمان پتی فرمایا ای عمر میرے شیعہ کے تذکرہ کی بھی جھکو خبر پوچھی ہے اونہی کہا ذرا اپنی بھی پرزئی کر علی نے فرمایا
 (مان) تو یہاں ہوا اپنی کمان کو زمین پر بیٹھایا اچانک وہ ایک اثر دیا ہو گئی اور مونہہ کہو لگو عمر کی طرف او سرنگھنے کے واسطے توجہ
 ہوئی عمر چلایا پراپی خدایا پاس میں پہر کہی کسی امر میں ایسا نہ دیکھا اور عافری کر کے لگا آئے اور دہر اہتہ مار تو وہ جیسی پہلے لگا لکھا
 ویسا ہی ہو گیا عمر اپنی گہر خوف زدہ چلا گیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی ہر المؤمنین نے جھکو مار کر فرمایا کہ عمر کے پاس جا مشرق کی جانب
 سو او سرنگھ پاس مال آیا ہے اور سبکو اسی خبر بین اور اوسکا قصد ہو کہ وہ مال روک کر پوچس اور سبکو کہ علی تک کو کہنا ہے کہ جو مال مشرق
 کی طرف تیرے پاس آیا ہے اور سبکو مال اور مستحقوں پر بانٹ دی اور روک مت (دور) میں بحث کو فقہیت کو فرمنا۔ سلمان کہتا ہے
 میں اوسکی پاس آیا اور پیام پہنچایا عمر نے کہا کہ جھکو اپنی پار کے امر کی خبر دے کہ اونہی ہو کہو کہانی جانا مینی کہا کیا اوس سے ایسی بات
 مخفی رہ سکتی ہے۔ پہر کہا۔ ای سلمان جو میں کہتا ہوں مان سے علی معرفت جا دو گر ہے اور میں اوس سے ڈرنا ہوں
 اور بہتر یہ ہے کہ تو بھی اوس سے جدا ہو جائے اور ہم میں شمار کیا جاوے میں نے کہا تو فرمایا کیا عمر علی نبوت کر اسرار کا
 وارث ہوتے جو تو دیکھ چکا ہے اور اوسکی پاس ۔۔۔

روایت حضرت حسن بن علی بن ابی طالب

الکثر ما رایت منه قال ارجع الیه فقل له السمع والطاعة لامرک فرجبت الی
 علی فقال لحدک ما جری بینکما فقلت امت اعلم بید منی فخطم بکل ما جوی بیننا ثم
 قال رعب الشعب قلبی لے ان یوموت انتی بل غطفہ ہمارے فاضل فی طب اس روایت کو
 خواص جراح اپنے قطب الاقطاب کے صفحہ نمبر ۲۱ و ۲۲ پر بنور ملاحظہ فرما کر فرما دیں کہ مدلول اس حدیث کا
 پہلا واقعہ ہلہ ہے یا بدل حدیث شریف اول فرج غضبت کا اگر یہ قصہ اژدہ پہنے واقع ہوا ہے
 تو میرے کیا کسی قاتل کے سچہ میں نہیں آتا کہ جو شخص کسی کے شیعیان یا کابے ادبی سے نام
 لینے پر ایسا بڑا مجروح و کچھ چکا ہو۔ اور مرتے تک اس کو دین دہشت باقی ہو اور شیعوں کی اس قدر
 اور اعانت و کچھ چکا ہو۔ بیٹی کے غضب کا تو کیا ذکر وہ لونڈی کا بھی نام لے سکا اور اگر نہیں
 محال نام لے ہی تو اس وقت ہی ایک مجروح و کچھ کر اس کو ڈرا سکتے تھے اور اگر غضب فرج پہلے
 ہوا تھا تو کیا جو شیعوں کے نام لینے پر کیا وہ غضب و خیر نہیں کیا جاسکتا تھا کیا غضب و خیر
 شیعوں کو صرف نام لینے سے ہی کم درجہ ہے اسی حضرات تکو بہار و ششیج کی قسم ہے ذرا تو اپنی
 دین و ایمان اور عقل و اصناف سے فرادہ ہمارے نزدیک آپ صاحب مہربانی نہ کیے اس سے بہتر دوسری کوئی
 توجیہ نہیں فرما سکتی کہ جناب امیر جو عالم و ماکان و مایکون سہتے آپ کو ام کلثوم کے حیثیت سے
 معلوم ہو گیا تھا کہ ام کلثوم زمرہ نصیبین سے ہے کہ بعد میں معتقد صحابہ خلافت عمر بن خطاب کے
 آپ کے حکم الخیشات المجیدین اس کو بخوشی و رضا کو دیدیا **ع** کند جنس باجنس چو آواہی
 حضرات مدعیان دلائل تک جہان تم صد سادات حسنیہ سید کو کفر و فاسق و نابھیں کہتی ہو
 اگر ایک بیجاری ام کلثوم کو جو آیت تطہیر میں ہی داخل نہیں ہے بلکہ اس کا صحابہ ہونا زیادہ ثابت
 بدگوئی ہے بڑا بہا کہہ دو گے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری اصول نہ کیے ہی رضائے فرما

سے جو وہ دیکھا ہے اس سے ہی زیادہ ہے اسنے کہا تو اس کو پاس الیں جا اور کہہ کر تیری حکم کا میں مطیع ہوں میں
 شی ک پاس اس نے کیا دے کہا ہو تمہاری باجمہ باقین ہو میں بخیر بیان کروں میں نے کہا کہ آپ ان کو کچھ زیادہ
 جانتے ہیں پہلے ہی سب باقین بنجادی۔ پھر نہ آیا۔ کہ مرتے تک اژدہ کی دہشت باک و دین رہیں گی۔

بلکہ پورا مطابق ہوگا اور نہ ہند کے یہی کئی قد راس طعن سے زبان بندی ہو جائیگا (جہتی روایت)
 صاحب ایمات بنیات نے کتاب عماد الاسلام جناب قبلہ و کعبہ شیعان مولوی دلداری سے نقل کی ہے
 چنانچہ جس قدر الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اس کو ہم مختصاً لکھا کہ اصل عبارت تمامہ نقل کرتے ہیں کہ یہ کتاب
 امامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی اپنی اور علی کے دروازہ کے سوا
 دروازہ مسجد سے نہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس کی درخواست دروازہ کے نسبت تو نامعلوم
 مگر پر نال کی درخواست منظور ہوئی اور خود حضرت نے پر نال لگا دیا عمر فاروق کے عہد خلافت میں یہ سن سال
 جاری رہا ایک روز اس کا پانی عمر کے کپڑوں پر گر ا اور انہوں نے اس کو ا دکھڑا دیا اور حکم دیا۔ کہ اگر
 کوئی لپک لپکا کرے تو اس کو گرہن مار دے گا۔ حضرت عباس نے حضرت علی کے پاس جا کر شکایت کی اور
 اپنی مصیبت سنائی اور انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں
 ثم نادى يا قنبر على بذي الفقار فقل له ثم خرج الى المسجد والناس حوله وقال
 يا قنبر اصعد ورد الميزاب الى مكانه فضعه قنبر فرده الى موضعه قال على و
 حق صاحب هذا القبر والمنبر لئن قلعه فاع لاهرين عنقه وعنق الامر له بذلك
 ولا صلبه في الشمس حتى يفدوا فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فنهض ودخل
 المسجد ونظر الى الميزاب وهو في موضعه فقال لا يغضب احد اياي الحز فيما
 فعله ولا يكثر عنه عن اليمين فلما كان من العدا تفضى على برابط اليمامه العباس فقال له
 كيف اصبحت يا عم قال بافضل النعم ما دمت لى يا ابن اخي فقال له يا عم طيفيك
 وقرعينا فوالله لو خاضعنا اهل الارض في الميزاب لخصمتهم ثم لقتلهم بحول الله وقوته

یہ قبر کو پکار کر ذوق الفارسے آدھو لگا دیا کہ یہ قبر ہے اور لوگ باکڑو اور دیتی اور کہا ای نہیں چڑھ اور پر نال اپنی جگہ پر لگا دیا
 اور اس کو اس کی جگہ کا دیا۔ علی نے کہا اس قبر پر میرا دل ہے کہ جس کے قسم کر لینی اس کو ا دکھاؤ میں اس کو اور اس کی حکم کرنے والے کے گردن ماروں گا
 اور اس کو سو بے بین سولی پر لٹاؤ تا جہان ملک تمام جہان میں یہ خبر عربین خطاب کو پہنچی تو انہوں نے اس کو سچ میں آیا اور پر نال کو ا دکھا دیا کہ کوئی
 علی کو اس کا دم میں نہ نہ زلاد و اور ہم اپنی قسم کا کفارہ دے دی۔ مگر دوسرے فرج کو علی اپنی چچا عباس سے پاس گئے۔ اور پوچھا اچھی کیا حال۔ کہا
 یہ سب سب کچھ تو میری ہی عہدہ کرنے سے ہو فرمایا اسے چچا خوش رہا اور ٹھنڈی آئین کہ خدا کی قسم اگر پر نال کے معاملہ میں تمام زمین دا بھوس

معاملہ میں ہنگامہ قتل مت ال سے ہی فریغ کیا ہو اور غضب بنات کے معاملہ میں بروی عقل و
 کیونکہ مادر کیا جا سکتا ہے کہ آپ صبر و سکوت فرمایا ہو گا۔ تعجب یہ ہے کہ غضب بنات
 بھی کریں تو کون اور عاجز و بچار بھی ہوں تو کس کے مقابلہ میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے
 ہرگز آپ کے زبانی ہتھکڑیاں اور ظاہر و باطن سے ڈرتے جاتے تھے اور اپنی ارادہ سے باز رہتے تھے اس
 لوگ حضرت امیر سے خلاف غضب کریں یا بنات پھینکیں مگر ان شاید خدا تعالیٰ سے
 یہ فرمایا ہو گا کہ خاص اہمیت و بنات کے غضب نہ ہونا اور میرا ب وغیرہ کے معاملہ میں اس
 قوت و شجاعت کے جو ہر و کام لانا۔ اور جب تک حکمت مجھ کی خدا کے نزدیک غضب خلافت
 و غضب بنات سے پر مال کا اوکھاڑنا فوج ہو گا جسکے اور اس کی ہماری عقول و حیرن فوجوں بالحدیث
 تو ان دلائل و اسناد سے واضح ہو گا کہ دعویٰ بالکل لغو و سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے
 وصیت تھی کہ دین کی بربادی اور اہمیت کی اہانت و تہلیل جسکے چپکے دیکھنا اور نہ یہ کہ آپ
 بیچارہ اور بے یار و نفع نہ آپ کو یار و دشمن کی ضرورت تھی کہ خدا تعالیٰ ذلک لیکن جعفر
 یاسین میں اس نکاح کی نسبت گذارش ہوا ہے وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تیار و زندہ حقیقت بند
 فرج کو چہ عرض کیا تھا اس نکاح کے گزروں تھا۔ کیونکہ بند نے الزام یہ عرض کیا تھا کہ نکاح
 کہ یہی سنی ہیں کہ نوذ باللہ تو یہ توبہ ال رسول کی بنات کو بلا بلکہ اونکو شرمگاہ ہو کو معصوب و ملامت
 اس عبارت سے مرعظ ظاہر ہے کہ بند نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اس پر دیکھنا کہ مراد
 غضب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے۔ ثبوت غضب تو روایت کلیتہً وغیرہ سے واضح ہے۔ بلکہ
 عبارت نفس ثابت ہے وہ روایت کرتے ہیں۔ ہی اول فرج عصبت بنا۔ پھر اسکو نکاح محمول
 کرنا بوجہ باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رفتار و سیما و احسن
 عن تحقیق و صبر و رت اسلے الحجازی جو بلا تعد حقیقت جائز نہیں اور اسکا حقیقت معذہ نہیں ہے
 بلکہ قرآن داعی ہے بحقیقت میں غضب اس شخص کی طرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے
 رہ کہ کم کسی جو اس سے بدرجہا زیادہ تھے کیونکہ شرمگاہ و شتمناں اہمیت تھا۔ اسی

معاملہ میں ہنگامہ قتل مت ال سے ہی فریغ کیا ہو اور غضب بنات کے معاملہ میں بروی عقل و
 کیونکہ مادر کیا جا سکتا ہے کہ آپ صبر و سکوت فرمایا ہو گا۔ تعجب یہ ہے کہ غضب بنات
 بھی کریں تو کون اور عاجز و بچار بھی ہوں تو کس کے مقابلہ میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے
 ہرگز آپ کے زبانی ہتھکڑیاں اور ظاہر و باطن سے ڈرتے جاتے تھے اور اپنی ارادہ سے باز رہتے تھے اس
 لوگ حضرت امیر سے خلاف غضب کریں یا بنات پھینکیں مگر ان شاید خدا تعالیٰ سے
 یہ فرمایا ہو گا کہ خاص اہمیت و بنات کے غضب نہ ہونا اور میرا ب وغیرہ کے معاملہ میں اس
 قوت و شجاعت کے جو ہر و کام لانا۔ اور جب تک حکمت مجھ کی خدا کے نزدیک غضب خلافت
 و غضب بنات سے پر مال کا اوکھاڑنا فوج ہو گا جسکے اور اس کی ہماری عقول و حیرن فوجوں بالحدیث
 تو ان دلائل و اسناد سے واضح ہو گا کہ دعویٰ بالکل لغو و سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے
 وصیت تھی کہ دین کی بربادی اور اہمیت کی اہانت و تہلیل جسکے چپکے دیکھنا اور نہ یہ کہ آپ
 بیچارہ اور بے یار و نفع نہ آپ کو یار و دشمن کی ضرورت تھی کہ خدا تعالیٰ ذلک لیکن جعفر
 یاسین میں اس نکاح کی نسبت گذارش ہوا ہے وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تیار و زندہ حقیقت بند
 فرج کو چہ عرض کیا تھا اس نکاح کے گزروں تھا۔ کیونکہ بند نے الزام یہ عرض کیا تھا کہ نکاح
 کہ یہی سنی ہیں کہ نوذ باللہ تو یہ توبہ ال رسول کی بنات کو بلا بلکہ اونکو شرمگاہ ہو کو معصوب و ملامت
 اس عبارت سے مرعظ ظاہر ہے کہ بند نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اس پر دیکھنا کہ مراد
 غضب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے۔ ثبوت غضب تو روایت کلیتہً وغیرہ سے واضح ہے۔ بلکہ
 عبارت نفس ثابت ہے وہ روایت کرتے ہیں۔ ہی اول فرج عصبت بنا۔ پھر اسکو نکاح محمول
 کرنا بوجہ باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رفتار و سیما و احسن
 عن تحقیق و صبر و رت اسلے الحجازی جو بلا تعد حقیقت جائز نہیں اور اسکا حقیقت معذہ نہیں ہے
 بلکہ قرآن داعی ہے بحقیقت میں غضب اس شخص کی طرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے
 رہ کہ کم کسی جو اس سے بدرجہا زیادہ تھے کیونکہ شرمگاہ و شتمناں اہمیت تھا۔ اسی

و فاب سرور کا ثبات اس کے جو خصوصیات کو قتل کیا مہیا وحی خانہ البیت کو جلایا البیت کے رات راس
 میں کوئی دقیقہ چھوڑا۔ جسکی وجہ حالت ہوا۔ اور اسکی طرف غضب بیاں روایات میں منسوب ہے تو عقل
 سلیم کھٹکتی ہے کہ یہ تہقیر نہیں بلکہ اس کی ہر گاہ جب وہ ایسا طبع اللہ پرکھنے پہلے
 کسی شائستہ حرکات کی صورت میں اسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ کجی کے جھگڑی کو خریدی کجی کی نسبت
 بدون کجی کے غضب میں تدلیل البیت زیادہ مقصود ہے اس اور شرط ہر اصول سید رہی کیا ہوگا
 جو باعث تدلیل البیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غضب اپنی منہی تحقیقی پر عمل ہے
 دوسری بات یہ کہ اگر تسلیم کیا جائے کہ مراد غضب سے کجی کا بار ضاعی۔ تاہم غیہہ عانیہ کی کیا وجہ
 بصیرت فقہاء و قوم کجی کو نہ کا دشمن البیت ہے قطعاً حرام بلکہ اسد محرم ہے اس حکم کو دے ہر گاہ کجی
 اس نے دشمن البیت کے ساتھ حرام ہو تو جگہ گوشہ قبول کجی کا سرزد دشمنان البیت اور مرد قہار
 علیٰ نزعہ شہید کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ پس جب یہ کجی جائز ہوا اور حرام ہوا تو غضب از کجی میں
 صرف تنازع لفظ ہی رہ گیا۔ اور اگر تفسیر اور جبر و اکراہ کا عذر فراہم تو وہ عقرب ایسا زبردست ہوگا کہ
 کہ اسکی اصلاح فاضل مجیب سے بد وجہت ہی محال ہے وطن یصلح العطار ما افند اللہ ہر شہری
 مدد جب نہ دے اپنی دشمنی سے جو تیر فرمایا ہے۔ کہ لگا حیک غیر طیب خاطر باشد احدی مستلزم نیست
 چہ بخیر نہ بد و محکم ضرورت و منظور از باب نخست ست چنانکہ بخیر تناول مینہ در حال عملہ
 فائز بقیہ سب کوئید کہ شارع فعلی را بطریق تغیر واقع شود قائم بقیت ہم نامور بہ قرار داد پس کیا اور
 ان امثال اہل البیت دایم سی مقتضی اہرست پس وقوع زنا لازم نیاید چنانکہ ہر گاہ جاری
 شخصی را در طلاق و اون زوجہ اس اجبار ناید در عرف سب کوئید غضبت از وجہ۔ حضرت کشمیری
 صاحب نے جبر و اکراہ و ضرورت و منظور کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اسکا قلع و قمع واجب ہے ہر جگہ
 میں لیکن حضرت کشمیری اور انکی مقلدین سے اسقدر انتقار باقی ہے کہ کون حضرت جب
 جبر و اکراہ و ضرورت و منظور کی شہری اور مثل مینہ اور لحم خنزیر کی حالت مخصوص میں ہوئی تو جو کچھ
 جبر واقع ہوئے وہ مباح ہوگا اور جو کچھ ازراہ اکراہ و اجبار واقع ہوگا وہ عین مثال حکم حدودی ہوگا

تو پھر چاہیے لفظ غضب کو اس کے معنی حقیقہ سے پہلے کہ معنی مجازی پر محمول نہ کریں بلکہ معنی حقیقی پر محمول کر سنے سے اور زیادہ غاصب کی برائی پر دل ہوگا اور المیہ نبوت پر کسی قسم کا الزام لازم ہوگا کیونکہ دونوں صورتوں میں المیہ نبوت تو جو کچھ ہوا وہ بحالت غصہ تقیہ کے پردہ میں ہوا جو ہر حال امر خداوندی ہے خواہ نکاح بلا رضا ہوا تو اور غضب ہوا تو لیکن غاصب کے حق میں اگر نکاح بجا برکت کیا جاوے تو ایک معصیت اگر اہ کی ہی ہوگی پس۔ کیونکہ بعد نکاح تحقق زنا مفقود ہے۔ اور اگر غضب اپنے معنی پر محمول ہوگا تو بچش غاصب ایک برائی فعل غضب کے ہوگی اور دوسری زنا کی کہ اس کے حق میں لامحالہ یہ زنا ہوگا جس کو مہنہ میں کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے کیوں پہرتے ہیں اور معنی مجازی پر بلا ضرورت داعیہ اور بدون قرینہ کیوں محمول کرتے ہیں۔ واجب ہر کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے مصروف نہ کریں اور معنی مجازی کا ارتکاب نفراوین۔ رہا یہ کہ آپ کے حضرت کشمیر صاحب جو یہ نظیر پیش فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جابر بھگوانہ کسی کی زوجہ کو اس سے طلاق دلوائی تو عرف میں کہتے ہیں غضب زدہ جتہ محض منسلک ہی کیونکہ اول تو اس عرف میں ہر کلام ہی عینک کہ دلیل سے ثابت کیا جاوے بعد اس کی یہ نظیر اپنی مثال کی ہی مطابق نہیں اور اس کا غضب ہونا مثل ل کے غضب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ طلاق باکراہ دلوانا گویا ایک شخص کے مملوک شی کو اس کے قبضہ تصرف سے بلا جواز شرعی بچیر نکالنا ہے۔ جس پر غضب صادق آتا ہے اور ماحن فیہ میں یہ معنی مفقود ہیں کیونکہ نکاح با بھیر کی صورت میں کسی مملوک و تصرف کو اس کی قبضہ سے نہیں نکالا تو نکاح با بھیر کی مثال نہوا۔ اچھا سمجھنا کہ یہ دونوں برابر ہیں لیکن یہ یہ دعویٰ آجکی حضرت کشمیری کا غلط ہے کیونکہ اس عبارت سے نکاح اوسوقت مستفاد ہو سکتا ہے جبکہ غضب کے نسبت نفس عورت کی طرف جاوے اور جب اس کے نسبت عورت کی فوج کی طرف کر کے زیادہ شیعہ و بیح کی جاوے تو اوسوقت تاویل نکاح با بھیر کے مسلم نہیں بلکہ اوسوقت سبب اس کے غضب کا فوج پر وقوع میان کر کے غایت درجہ فوج و شاعت میں پہنچایا گیا کہ غضب حقیقی ہی مراد ہوگا تو اس وقت مسلم ہوتا ہے کہ اس پر گزیر مراد نکاح با بھیر

بکہ غلبہ معتبر مراد ہے۔ مگر حضرت کشمیری صاحب اپنی خوش فہمی سے اس قید کو نہیں سمجھا
 یا بجا بل فرمایا ہو۔ غرض کہ یہ غلبہ نسبت خواہ مخفی سے ہر مسئلہ پر یا بجا بازی سے ہر نوع حرج
 میں اصول شیعہ پر کچھ کلام نہیں ہر طرح تمام مباحثات کا سمجھا نہیں چوڑا۔ قولہ بالفرض
 اگر کم کثرت نسبت زہرا ہی کا نفع ہو تب ہی کیا قیامت لازم آئے ہر یہ ظاہر ہے کہ یہ کج
 بخوشی نہیں ہوا۔ اقول جب فریقین کے کتب مکتوبہ اور روایات متحدہ کی قیامت ہے کہ یہ کج
 ام کثرت نسبت فاسد منی مانہ منہا ہی ہوا ہے تو بالفرض کہ کیا معنی یہ اسر زنی ہے؟
 یہ تو دہائی اور تحقیقی ہی ہر لفظ بالفرض کہنا کفایت دہا کہ وہی ہے۔ اور جب آپنی اس نکتہ کو
 تسلیم کر لیا تو قیامت یہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و قیود شیعہ برباد ہونی چاہئے میں کہہ
 حسب روایات شیعہ جناب امیر المومنین ہو سکتے ہیں تو لامحالہ یہ کج بخوشی ہوا اور اس سے
 جیسی کچھ سنا تھہ شر بار خرم نہیں ہا میر پر واقع ہونی ہر کسی فی خود چرغی نہیں کیونکہ اگر حضرت ناری
 اس کے لیے اہل اور لائق تھے تو جی نہ ہب متبع کی خرابی اور اگر لائق نہیں تھے تو ہم ہب متبع کی بربادی
 اور اگر با اہم یہ بہر ہی بنا خوشی و ناراضی یہ نکاح واقع ہوا تا ہم ہب متبع کی تباہی پس تباہی
 فاضل مجیب کا یہ کہنا تب ہی کیا قیامت لازم آتی نہ اُن کی بجا بل سے ناشی ہے اور جب روایات
 شیعہ کج صحیح ہوا تو یہ کہنا کہ کیا قیامت لازم آتی اسر زنی ہر قول ہر جائزہ شرح صحیح بخاری میں آیا یا نہ آیا
 اقول ہم سابق عرض کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب شوستری نے اس روایت کو ابن
 حجر متاخر کی طرف نسبت کیا ہے جو ابن حجر کی ہے اور آپ کے کشمیری صاحب نے زہرا میں اس روایت کو
 متعلق ابن حجر کی طرف منسوب کیا ہے تو بظاہر ہر ہر تاضل مجیب کے خوش فہمی سے ہوا ہونی ہر
 کہ اپنی کلام میں جو زہرا سے لیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ ابن حجر مطلق لکھا ہے تو مستطاب ہر ہر ہوا اور سنی
 شرح بخاری میں لکھا ہوگا نسخ الباری کی طرف کہ با وافر از بہ نسبت فرما دیا حالانکہ وقت مطلق
 سبقت نہیں کے فتح الباری کے حرف ممنوع بلکہ متبادر مطلق ابن حجر کی ایسی اس کے ذکر کرنے
 سے جو تسلسل حالات سے ہوا کہ کتاب اسباب ہے اور اس میں یہ روایات بطریق متضاد موجود ہیں

لیکن اس روایت کا کہین نشان ہی نہیں بلکہ اس کا مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت
 مستح الباری میں ہو یہی تو آپ کے قاضی صاحب کا ابن حجر متاخر بیٹے کی کی طرف نسبت کرنا کذب
 و غلط ہو گا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب نے قطع متاخر لکھا ہے اور قرینہ ہی دال ہے کہ مراد ابن حجر
 ابن حجر کی ہے وہ یہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے فرماتے ہیں جبکہ حاصل یہ ہے کہ بعد
 اس روایت کے ابن حجر نے عمر کے نعم و تقبیل کی طرف جو عقد و تکبیل سے پہلے واقع ہوئی یہ عذر
 کیا ہے کہ کام کثوم بسبب سفر سنی کے اس درجہ کو نہیں پونچھ رہی کہ شہادہ ہو کہ اس کی ضم و تقبیل
 حرام ہو اور اگر وہ صغیرہ نہوتی تو حضرت علیؑ کو کیوں پہنچتا۔ اور یہ عبارت صواعق ابن حجر کی سن
 مذکور ہے و تقبیل و ضم لہ اعلیٰ جہۃ الاکرام لانھا الصغیرہ عالمہ تبلیغ حدیث شریفی حتی یحرم و یوکا
 صغیرہ لما یثبھا ابوہا کذلک۔ مگر اس روایت کا جبکہ قاضی صاحب دعویٰ فرماتے ہیں ہاں
 کہین پتا و نشان نہیں نہیں ملتا ہے کہ یہ قاضی صاحب کی اس غلطی یا مغالطہ کی تفسیر
 و تقلید ہوتے چلے آئے ہے بلکہ عاری فاضل غیال نے ادیسر یہ اور طرہ نگایا کہ مستح الباری شرح
 صحیح بخاری کے طرف نسبت کر دیا جو ابن حجر عسقلانی کی ہے پھر اگر بالفرض یہ روایت کسی
 ابن حجر نے اپنی کو کتاب میں نقل کی ہو تاہم جب متعارض روایات جمہور محدثین کے ہے قابل
 اعتبار کے نہیں ہو سکتی اور اگر مستح الباری تسلیم کر لیں تو فاضل مجیب کا یہ ارشاد کہ با و اربابہ
 پکار رہی ہے پھر مسلم ہے بلکہ بقاعدہ الحیث یفسر بعضہا بعضاً بالتمام دیگر روایات اس روایت
 میں انجاء کے یہ سننے ہوئے کہ کثرت الحاح و مسالت اور نہایت تردد و مراجعت فرمائے اور ظاہر ہے
 کہ یہ سننے میں مناقض دعویٰ سامی ہے اب لیجئے جو روایات کہ ابن حجر نے پر دال ہیں
 حرقہ کے باب حادی عشر میں مروی ہیں وہ روایات ان سے بعد المنہ فقال ایہا
 الذاس نے واللہ عاجل نے علی الحاح علی علی نے اللہ اعلم ان سمعت رسول اللہ ﷺ

سنہ اور اس کا ضم و تقبیل کرنا تفسیر کے طور پر تھا کہ یہ وہ بسبب اپنی سفر سنی کے حدیث کو نہ پونچھ سکے کہ حرام ہوتی اور اگر
 اس کی کہی نہ ہوتی نہ اس کا باب اس کے اس طرح پہنچتا۔ ۱۲۔ اور ایک روایت میں جو عمر بن خطابؓ اور کہا ای کو کو اللہ
 علیؑ کو اس کی تفسیر کے سال میں الحاح کر کے پھر ہر کسی چیز نے بلکہ ہر چیز میں ایک کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ۱۲

یقول کل سبب و صہر یقطع الا سیبہ رجہ و اما یا مبان یوم القیمہ فتشفعان
 لصاحبہا و رواہ لما اکثر و ردہ علی علی بن ابی حمزہ فقال یحییٰ علی کثرۃ ردہ
 الیک الا انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل حب و نسب و صہر الخ
 ان روایات سے کثرت النکاح و مراجعت اور نہایت تردد و مسالت بہانہ ثابت ہے پس روایت
 ما عن فیہ من جو لفظ النکاح واقع ہے وہ یہی ہے کہ معنی پر محمول ہو گا علی اصول الیٰ علیٰ کیونکہ
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر و فاسق اور فاسق تھے اور نہ جناب امیر مومنین
 معلوم مقہور و حیان و مغلوب تھے تو لامحالہ مطابق اصول الیٰ علیٰ کے ان معنی پر حمل کرنا لازم
 ہو گا۔ اور فاضل صبیح کا دعویٰ غلط ہو گا۔ وہو طسلوب قولہ اور غصب کے معنی یہ ہے کہ
 میں نے کچھ اور اقول یہ معنی غصب کے صرف حضرت کا ہی اختراع ہے جب تک آپ کسی
 نقل سے اسکو ثابت نہ فرماویں گے اسوقت تک یہ دعویٰ سے قابل سماعت نہیں اور بالفرض
 اگر یہ معنی ہوں ہے تو صہر اسرر غلط ہے جو حضرت کے خوبی فہم سے پیدا ہوا ہے
 اگر آپ کے نزدیک صحیح ہے تو ہاتھ کے دلیل سے ثابت فرمایا ہوتا ہو گا خلیفہ مانی مسلمان
 کلمہ نبی احکام اسلام انہر جاری ہے نکاح شرعی ہوا۔ اقول اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ
 کہ بوجہ ظاہری اسلام خلیفہ فاروق یہ نکاح از روی شرع کے جائز ہوا لیکن معلوم ہوتا ہے
 کہ حضرت کو اپنے سائل فقہیہ کے یہی خبر نہیں ہے اور خبر کیونکہ ہو متاظرہ کی چند کلامین
 و کچھ کر تو مجتہدین میں سائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکہ ہو۔ اجماعی جناب امیر صاحب یہ اجتہاد اپنے
 غلط فرمایا اور اس میں اپنے ظن کی آپ اپنی کیا بونکا ملاحظہ فرمائیے آپ کے یہاں صحت نکاح کے
 واسطی صرف ظاہری اسلام و کلمہ گوئی برگر مفید نہیں ہے بلکہ عموماً کتب فقہیہ میں نو صبت

ملہ فرماتے ہر واسطہ اور ادا دئی تسنن قطع ہو جائیگا اگر میرا واسطہ اور ادا دئی تسنن کر دو قیاس میں اچھلی اور اپنے
 تسنن والے کے سفارش کریں اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمر علی کے پاس (اس میں حال میں) بکثرت آئی
 گئی آپ نے اسکو منع کرنے کا قصد کیا۔ عمر نے فرمایا کہ جب کہ کثرت آمدت پر مجھ کی کسی برائی نہیں ہے کہ میں نے اسکو منع کیا
 علی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرتے ہوئے کل حسب اور نسب و دار و بنی قسطنطنیہ الخ ۱۲۔

یہ روایت صحیح ہے۔

وخراج کے ساتھ مومنہ کا نکاح حرام ناجائز لکھا ہے۔ اس وقت من الیخضر حاکم ہے اور میں
روایت موجود ہے۔ وروی الحسن بن محبوب عن سلیمان بن الحارث عن عبد اللہ
علیہ السلام قال لا ینبغی للرجل المسلم منکران یتزوج الناصبۃ ولا یتزوج
ابنتہ ناصبیا ویطرحہا عندہ قال صنف ہذا الکتاب رحمۃ اللہ من نصب
حراما ل محمد علیہم السلام فلا نصیب لہم الاسلام فلذلک حرم نکاحہم
وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ صنفان من امتی لا نصیب لہم الاسلام الناصب
لاہل بیتہ الخ اس روایت سے حرمت نکاح نواصب ہی نہیں ثابت ہوئی بلکہ اس سے
یہ بھی ثابت ہوا کہ نواصب کا ظہری اسلام اور زبانی مکملہ کوئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جو
بعض شیعہ شغل فاضل محط شکیبہ بحث میں گرفتار ہو کر ظاہری اسلام کو اختیار کرتے ہیں
سراسر غلط ہے نکاح تو ایک طرف رہا نواصب کا تو جو نامک یہی نجس ہے من الیخضر میں ہے
ولا یجوز الوضوء لیسور الیہودی والنصرانی وولد الزنا والمشرک وکل من خالف
الاسلام واسد من ذلک سود الناصب استنصار میں ہے وبهذا الاستناد عن
عبد بن یعقوب عن احمد بن ادریس بن محمد بن احمد بن یحییٰ عن یوب
بن نوح عن الوشاء عن ذکرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انه کبر
سود ولد الزنا والیہودی والنصرانی والمشرک وکل من خالف الاسلام وکان
اشد ذلک عندہ سود الناصب پس جب نواصب کے جوئے یہ حال ہے تو ان کا

امام ابی عبد اللہ سرمدی ہے فرمایا ہم میں ہر مسلمان شخص کو ناکر نہیں کہ ناصبیہ ساتھ شادی کرانی بی گناہ کی سزا
نکاح کرے اور اسکو اسکی پاس میں ان کی صفت کتاب کہتے ہیں جو آل محمد علیہم السلام ساتھ لڑائی کا کرے اور انکی یہ اسلام میں کچھ
حصہ نہیں سیکھو انکا نکاح حرام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا میرے امت میں جو قسم کے لوگ ہیں جنکو اسلام میں
کچھ حصہ نہیں ایک تو میری اہلبیت کے ساتھ دشمنی رکھنے والے الخ ۱۲-۱۳ یہودی اور نصرانی اور ولد الزنا اور
مشرک اور میری الف اسلام کے چھوٹی کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں ہے اور اس سے بھی سخت تر ناصبی کا چھوٹا ہے امام
ابی عبد اللہ سرمدی ہے اور ان کے ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور مشرک اور مخالف اسلام کے جوئے کو مکروہ سمجھا
اور سب سے سخت تر آپ کے نزدیک ناصبی کا چھوٹا تھا۔ ۱۲-۱۳

نکاح کیا کچھ ہوگا۔ علی الخصوص ایسے شخص کا نکاح جو بڑے شیعہ دشمنان الہیت کا سرگروہ
 قاتل و مسموم ہو کہ ایسی شخص کو شیعہ نہیں سمجھیں اعتقاد کرتے ہیں اور اسکی شہ طیب ولادت کا
 حکم کرتے ہیں چنانچہ خاتم التکلمین مولانا مولوی حبیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الانبار
 صندوق سے عدم طیب ولادت کے نسبت یہ روایت نقل کی ہے حدیث علی
 بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبد اللہ الکوینی عن موسیٰ
 بن عثمان بن عقیق عن عہد الحسن بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزہ عن ابی
 بصیر قال سالتہ صاروی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال ان
 ولدا لزمانہ ثلاثۃ قال علیہ السلام عنی براندہ شہر من تقدّمہ ومن تلک
 قطعاً ما جائز اور حرام ہوگا۔ اور جب اوتنے مومنہ کے نکاح کا یہ حال ہو تو قدرہ مومنات یعنی
 سرور وجودات جب کہ گوشہ بول کا نکاح تو دین و ایمان سے دست برداری ہوگی ایسا اگر حسب
 تصریح خاتم التکلمین یعنی روایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی دختر کا ایسے لوگوں کی ساتھ نکاح کرے
 وہ دشمن دین و ایمان ہے اہلسنت و شریعت کے بیچ کو قطع کرتا ہے اور اگر آپ کے نزدیک ظاہری
 اسلام اور زبانی کلمہ کوئی اجراء احکام اسلام پر کافی ہے تو یہ آپ ذرا اپنی قبائے و کعبہ کے بعد
 صاحب شہد المطامین سے پوچھیں کہ حضرت آپ جو عقد کے اس قول کے جواب میں اگر توقف
 ابو بکر و ہستیفا و قضا و الک بن فوریہ قاض و خلافت او باشد توقف حضرت امیر و استفتاء
 قضا و عثمان بطریق اولیٰ قاض باشد۔ یہ ارشاد فرمائے ہیں۔ خلاصہ جواب ابی بکر و عثمان
 شیعین اہل سنت کہ عثمان نزد ایشان جائز اقل بود لہذا اخذ قضا و او واجب بنا شد۔
 اسکی معنی ہیں جب ظاہری کلمہ کوئی پر احکام اسلام جائز ہیں اور نہ نکاح مومنات کہ ساندہ
 نکاح محسوم ہے تو یہ آپ کا یہ فرمانا کہ وہ جائز اقل نقل میں اور انکا دم دہری بالکل غلط اور نہایت
 سے سینکڑوں سے پوچھا اور میں نے جو جوابی صلہ علیہ و علیہ وسلم مروی ہے نہ لیا۔ لہذا میں نے مذکورہ جواب
 فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی سے چھٹا کہ چھٹے سے مراد ہے۔

شرعیات ہی بہر علوم نہیں آپ کے قبل آپ کے اس اعتراض کا کیا جواب دینگی ظاہر تو یہ ہے اگرچہ کام فرمایا تو اسے خلاف واقع بیانی کا اعتراف کریں گے اور اگر انہی پوچھیں تو بیڑا ہمارے مجسک خود از کم نفس کے طرف راجع ہے اور وہ اسکے جواب وہ ہو مگر قول کہ جناب سرور کائنات کا حال ملاحظہ فرمائی کہ حضرت زینب و خضر رسول خدا سلمان ہو گئے تہمین اور ان کا شوہر ابو العاص کا تھا انہیں مفاقت نکاح اور اس باب میں جو آپ کو علماء نے تامل کی ہے اسکو یہہر روایت باطل کرتی ہے تاریخ نجس میں حضرت ام المومنین عائشہ سے منقول ہے۔ قالت کان الاسلام فرق بین زینب وابی العاص لکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقدر ان یفرق بینہما وکان مغلوبا بجمکۃ جب یہ بات ثابت ہوئی تو بیان کیا حرج، **اقول** ہمارے فاضل مجسک ہمہر تو طعن جہمیائی اور بے شرمی کی نسبت ہوتی ہی تھے لیکن بیان تو خود بدولت شرم و حیا کا پردہ اوٹھا کر دین و دیانت کو طاق میں بٹھا کر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عصمت بلکہ نبوت ہی پر تسلیم نسخہ ہیر دیا اور برخلاف مضمون نصرتین آپ کے اس نکاح کے عدم جواز کو تسلیم فرمایا۔ تو معاذ اللہ آپ کے قول کے موافق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کیونکہ اپنی بیٹی سو منہ کا با اختیار خود بلا جبر و اکراہ کا فر کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ وہ بقول آپ کا جائز تھا۔ اور اگر یہ مروی ہے کہ وقت عقد کے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرہ تھے اور بعد میں ایمان لائی چنانچہ آپ کا یہ قول کہ حضرت زینب و خضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے تھے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے ہی مسلمان نہ تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئی تھے یہ بھی آپ کے دین دایان کے مقتضی ہی مآشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو بلا دلیل کا فرہ کہیں۔ و تمہرا بیست بنوت کے ساتھ آپ کو زعم میں دلا اور محبت اور تمک اسکا نام ہی آپ تفریق کا ذکر الہی کیون فرماتے ہیں۔ پہلے تو نفس عقد کے نسبت فرما دیں کہ وہ بھیر ہوا یا برضا اور جائز ہوا یا حرام۔ اگر یہ نکاح بھیر ہوا اور باوجودیکہ جرم تھا لیکن کفار مکہ نے بھیر واکراہ نہ نکاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تو نسبت آپ کا تھیں علیہ ہو سکتا لیکن

اس ریت میں اول آپ جبرائیل کا ثبوت اور دوسرا اللہ قیامت تک ہی نہ لیکن اگر ایسا ہو سکی حضرت کے حق میں
 تہیکہ فتویٰ میں ہے کہ بہت دیرین اور اگر برضا ہوا اور حرام تھا جیسا کہ ایک کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ کا
 نکاح کا فر کے ساتھ حرام ہے تو یہ آپ ہی خیال فرما لیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون
 کیسی فعل کے ترکہ ہوئے اور اگر نکاح برضا ہوا اور جائز تھا چنانچہ دائمی اور نفس الامریا ہی
 تو یہ ایسا ہو سکا ذکر کرنا اور تمہیں علیہ فرار دینا سر امر غسٹ نہیں ہے۔ لیجیے ہم اسکی جواز کو آپ کی
 کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ابتداء اسلام میں جب تک تحريم نکاح موندہ کہ شرک
 کے ساتھ نازل نہیں ہوئی تھی اور وقت اہل شرک و اہل ایمان میں یہ نکاح جائز و حلال تھا اسوقت
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا تھا چنانچہ
 اسکی علت شرائع سابقہ میں ہی تھی۔ تفسیر مجمع البیان میں فاضل خبری تحت آیت شریفہ و قد
 سورہ ہود قال یا قوم ہولاء بنائے ہن اھم لکم کہتے ہیں و کان یحوز فی شہر تنزیل
 المؤمنۃ من الکافروں کا ان البنا فی مبداء الاسلام نہ کہ زوج النبی صلی اللہ علیہ
 والہ وسلم بنتہ من ابی العاص بن الربیع قبل از یہ سلمہ تم نیچے ذلک بہرہ دہر
 جگہ سورہ جو میں تحت آیت کہ ہولاء بنائے ان کہتم فاعلین کہتے ہیں و قولہ ان کہتم
 فاعلین کہتے ہیں النکاح ای ان کہتم متزوجین وقیل انما قال ذلک
 للروساء الذین کفون اتباعہم وقد کان یحوز تنزیل المؤمنۃ من الکافر
 یومئذ وقد کان ذلک البنا فی شہر بیتنا شہر حرم اور نیز فاضل کا ثانی خلاصہ التہذیب میں ہے
 آیت کے تفسیر میں کہتے ہیں۔ گفت لوط اسے کہ وہ من انہما و قرآن من اند ایشان از ابو ہریرہ
 کہ ایشان یا کثرہ اند مرثامہ تنزیل و خزلن بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تنزیل مومنات

سلمہ اور اسکی تاریخ میں موندہ کا نکاح کا فر کے ساتھ جائز تھا اور سبط شریع میں ہی تھا اور حضرت نے اپنی دھڑکا نکاح
 ابوالعاص سے پہلے اس سے کہ سلمان ہو کر دیا تھا پھر نسخ ہو گیا۔ ۱۲۰۰ قمران کہتم فاعلین صحیح ہے کہ یہ جو بیتی کہتم
 نکاح کر کے دائمی ہو جائے کہ یہ سرور دنگو کہ یہ ای ابتداء کہ وہ کہتے ہیں اور اور وقت موندہ کا نکاح کا فر کے ساتھ جائز تھا
 اور پہلے جاری شریعت میں ہی تھا پھر حرام ہو گیا۔ ۱۲۰۰

ایک بار جائز ہو چکا کہ دید ایت اسلام حضرت رسالت بنی اسلام علیہ وآلہ وسلم دھتھی از و حتر
 خود بعتہ داد و دھتھر دیگر را با ابو العاص بن ابدا آن این حکم منسوخ شد۔ انتہی علی ازیالہ الغنیم
 اور جب یہ حکم بعد جواز زمانہ حیاً جب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو چکا اور یہ نکاح متنازعہ
 بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو غیر منسوخ کو منسوخ پر قیاس کرنا اور حرام و حلال کو یکساں
 و سادی سمجھنا حضرت مجتہدین و متکلمین شیعہ کی قوت قدسیہ یا محدثہ کو زیبا ہے اور روایت
 اہل سنت کے بھی اسپر وال ہیں۔ کہ نکاح مومنہ کا کافر کے ساتھ سدا اسلام میں جائز تھا بعد اس کو
 منسوخ ہوا چنانچہ تناسیر و احادیث معلومین شرح مصابیح سے ایک روایت جو حضرت ام المومنین
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ازالہ الغنیم سے نقل کرتے ہیں۔ **عَنْ عَائِشَةَ لَمَّا بَعَثَ**
اَهْلَ مَكَّةَ فِي فِداءِ اسْرَائِيْلَمْ حِينَ غَلَبَ لَيْسَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَتَلَ
بَعْضَهُمْ وَاسْرَجَهُمْ وَطَلَبَ مِنْهُمْ الْفِداءَ بَعَثَ زَيْنَبَ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْ خَدِيجَةَ فِي فِداءِ زَوْجِهَا ابْنِ الْعَاصِ بْنِ الْبَرِيقِ مِنْ عِبْدِ شَمْسٍ الْقُرَشِيِّ بِمَالٍ
وَهُوَ كَانَتْ مِنْ جَمَلَةِ اسْرَاءِ يَدْرُوكَانِ تَوَرَّجَ الْكَافِرُ بِالْمُسْلِمَةِ جَائِزًا فَنَسَخَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى
وَمَا تَنْكُحُ الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا بِالْإِسْلَامِ۔ پس ثابت ہوا کہ بموجب آیات قرآنیہ کے
 نکاح حضرت زینب کا قبل نسخ کے ہوا کہ اس وقت میں جائز اور حلال تھا اب بیان شاید بعض
 اولن لوگوں کو چلو کہ حالات شریعت سے پوری کیفیت نہیں بہ شبہ واقع ہو اور وہ یہ اعتراض کریں
 کہ مسلمان قبل نسخ کے جائز اور حلال تھا لیکن بعد نسخ کے تو حرام ہوا تو اس وقت تفریق کی
 ضرورت ہوئی اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب مملکت کے تفریق نکر اس کو
 پس اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ تحریم کا نزول تفریق سے پہلے ہے

اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہ مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن مسیح پائی اور بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر
 لا کر اور انہی قیدیہ طلب کیا تو جب اہل کوفہ قیدیہ بھیجا تو زینب نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر یمن خدیجہ سے ہتی اپنی
 شوہر ابو العاص بن البریق بن عبد شمس قرشی کے خدیہ میں جو محمد فیدہ کو کہا تھا مال بھیجا اور کافر کا نکاح مسلمہ کے ساتھ جائز نہ تھا
 تو لہذا اے ولایت کو المشرکین حتیٰ یؤمنوا کے ساتھ منسوخ ہوا۔ ۱۲۱۔

بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہوا ہو۔ دوسرا جواب بطور حل و تمیز کے یہ ہے کہ
 کہ واقفان نزول احکام پر محض نہیں ہے کہ جو احکام اول شروع سے اور بعد شروع کے نسخ
 ہوئی ان کے نسخ کے یہ مسئلے ہیں کہ بعد نسخ کے ان افعال کا کرنا بہر طبعہ اذین اہل اسلام کے
 اختیار کو دخل ہو غیر مشروع ہے اور جو کچھ کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا ہو اور اس کی نسخ دروغ میں مانا نہ ہو
 کہہ دخل نہیں وہ حکم نسخ میں داخل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ عقد نکاح اگرچہ با اختیار اور لیا عورت ہو
 لیکن نسخ نکاح میں عورت یا اس کو اور لیا کو بحکم تحریریت کہہ دخل نہیں تو فی الحقیقت اور پھر نسخ
 وارد ہی نہیں ہوا جو اس کو حرام اور غیر مشروع سمجھا جاوے۔ اور ضرورت تفریق کی واقع ہو۔
 کیونکہ ولما کو الشکرین سے مخالفت عقد نکاح جدید کی ثابت ہوتی ہے نسخ نکاح منعقدہ سابقا
 پر دال ہے تو تحریم اس پر وارد ہی نہیں اور حکم نسخ اس کو شامل ہی نہیں۔ پس تاریخ حمیر سے
 جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کے روایات صحیحہ معتمدہ کہ نصف ہر اور قابل احتجاج کہ نہیں
 بلکہ خود امام الترمذی عائدہ مذکور روایت جو شارح مسابیح نے نقل کی ہے وہ اس کے خلاف
 اور ممکن ہے کہ تاریخ حمیر کے روایت میں کان الاسلام فرقاً معمول استجاب ہوا ہو یا نہیں
 کہ بہتر اور مستحسن یہ تھا کہ نکاح کو نسخ کر اگر حضرت زینب کا علاج کسے سامان ہو کر تے کیونکہ اسلام
 باہم اہل اسلام و کفار میں ایک قسم کی تفریق کر دی تھی۔ لیکن چونکہ نسخ با اختیار مرد ہے اسلیلی آپو
 قدرت نہ تھی اور شاید موجب کٹا کٹی اور خستہ کا ہوتا۔ لیکن آپ مغلوب تھی اسی حالت میں
 صرف استجاب کے لیے فتنہ برپا کرنا مناسب و منصحت نہ تھا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک
 نہیں ہوا تھا یہ نکاح ہی حرام نہیں ہوا تھا تو اس تحریم کے موافق تمام روایات مجتمع ہو گئی اور
 بحمد اللہ تعارض منہ یقع اور استدلال فاضل استدلال باطل ہوا معہذا بالقرض سہلہ کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں مغلوب رہے اور وہ مغلوبیت کے تفریق بزرگم آئے واجب تھی
 لیکن یہ قصد مقیس علیہ نکاح ام کھٹوم نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم پیشتر روایات مستحضر
 ثابت کر چکے ہیں کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے۔ غرض کہ مقصد کو

اور طریق گریز و فرار ہر چار طرف سے تنگ ہے تو بطور ابدہ فریبی کے ایک روایت اہل حق کی طرف سے ذکر
 کردی تاکہ نادان فہم سمجھیں کہ حضرت میر صاحب علیہ السلام نے ہی بہت بڑا الزام دیا۔ **قولہ**
 انبیاء و اوصیاء اہل بیت پر جو ظلم و ستم ہوئے انکا بیان کرنا تنگ کے برخلاف نہیں ہے ورنہ
 جو ذلت و رسوائی و بھرتی ظاہری کر بلا دشنام و غیرہ میں ذریت رسول کی ہوئی انکا بیان
 کرنا تنگ کے برخلاف ہو یہ حضرات اہل سنت ان دلائل کو کیوں اپنی کتب میں محذوف فرماتے ہیں۔
اقول یہ تو آپ اوس وقت فرمائیے کہ اگر ہم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت
 الزام دیتے ہوں۔ بیان واقعات تاریخی میں توجہ حالت ہوتی ہے نقل کیا جاتی ہے یہاں
 تو الزام یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جنگ و لڑائی کے آپ زبانی معنی میں اپنی کتب
 دین و ایمان میں امام معصوم کے زبانی فرماتے ہیں کہ امام معصوم نے فرض کر دیا کہ جان کی نسبت
 فرمایا اول فرج غضب منا کوئی با حیا اسکو جائز کہی گا۔ حاذی اللہ کوئی سمان اسکو تجویز نہیں
 کر سکتا ہے۔ اول تو یہ امر واقعہ نفس الامر کے خلاف دوسرا امام معصوم پر غش گوئی کی
 تہمت متبصری جگہ گروہ قبول غ کے دشمنوں کی نسبت جسبابت و فعل حرام کا الزام۔ تجویز ہے کہ آپ
 اسکو تنگ کے برخلاف نہیں خیال فرماتے معلوم نہیں کہ تنگ کس چیز کا نام رکھ رہا ہے
 معلوم ہوتا ہے کہ محرم میں نام بنام ہر ایک کے ذلت و رسوائی بیان کر کے دادیلا کر بنکا نام دلا دیا
 رکھا ہے حالانکہ اگر کسی اویسے شخص پر یہی کہی کوئی مصیبت و ذلت اسکو اہل کے نسبت پیش
 آتی ہے تو بعد اس کے کہی اسکا نام کبھی نہیں لیا جاتا جابجا اسکا سالانہ ماتم کر کے
 اور یہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہلیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہیں اور ہر سال انہی کے
 پیرو میں انکو ذلیل رسوا کرتے ہیں جس پر غیر مذہب کے لوگ بھی حسد و زمان میں جسے الواقع
 یہ حضرات محب اہلیت نہیں بلکہ دشمن اہلیت ہوئی۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ
 محرم میں دارالوئین لکھنؤ کے اہل حق و صاف حضرت مجتہد صاحب کے امام بارہ میں و شوہر
 کجاو سے بندہ و اکرا و نیر سیاہ پوش عورتیں سوار کیجاتے ہیں اور وہ زمان اہلیت کے نقل ہوتی ہیں

انجیل میں ان انڈیٹ پٹ پٹ کر دیتے چلا تے میں اور ایک ایک کا نام لیکر جتنی میں بلکتا
 میں غرض کیا کچھ طوفان بے تیرری ہے جو دہان میں ہوتا پس اسکا نام تنک ہے اور یہ کچھ
 دلاؤ محبت ہے۔ علاوہ ان میں اہلسنت نے سواری بیان تاریخی حالات کے اور وہ ہی بعد حضرت
 نرم انفاذ میں حاشا کہ کہیں اہلبیت کے شائین کوئی شخص دستخلف لکھا ہوا حرام کا الزام
 اہلبیت کو نسبت لگایا ہو یہ صحت کام دعویٰان دلاؤ تنک کا ہے پس قولہ ان تنک کے
 برخلاف یہ کہ حضرت عباسؓ کو حضرت مجیبؓ اہلبیت تنک بنی زلف یا یاہم حضرت خلیفہ اول کے
 شان میں اعتراف لکھا نظر ایک - فرماویں - اور یہ وہ خلیفہ رسول نام برحق میں کنز الجہاں
 ملاحظہ فرمائیے۔ **اقول** اسی اہل خرد و انصاف ندادار تو ہماری اور ہماری فاضل محبت کے اس
 قول کو دیکھیں اور اس سے انکی منظرہ دانی بلکہ ہم دانی کا اندازہ کریں۔ اول تو خود ان الفاظ
 کی ترکیب لفظی ہے انکی غلط ہونے پر وال ہے لفظ۔ نظر ایک کو ماقبل سے کچھ تعلق و ربط
 نہیں اور یہ کلام اس موجود عبارت میں ہے جو ہمارے عجیب بیعت نقل کی ہے اصل
 کتاب ہو کہ دستياب نہیں ہوئی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے
 دوسری یہ کہ شاید یہ کلمہ اپنے کفر کجالت میں کہا ہو۔ تیسری یہ کہ ہم کب کہتے ہیں کہ حضرت
 عباسؓ موصوم ہیں۔ اگر بالفرض انہوں نے یہ کلمہ فرمایا ہو خطا کی۔ چوتھے یہ کہ اگر حضرت
 عباسؓ نے یہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اول کے خلیفہ رسول اور امام برحق ہونے میں کیا
 فرق اور کیا نقصان۔ اسکو ہماری عجیب بیعت کسر دیں سے ثابت فرمایا جو اس پر بحث
 کجائی یہاں اسقدر کافی ہے کہ یہ لفظ اگر حضرت عباسؓ سے صادر ہوا تو انکی خطا تھی
 تو یہ خلیفہ اول کی خلافت و امامت میں کیونکر قاض ہو سکتا ہے۔ پانچویں یہ تنک کے
 برخلاف نہیں۔ ان تنک کے برخلاف یہ ہے کہ حسب تصریح علماء شیعہ جناب فاطمہؓ
 حضرت الرسولؐ جناب امیرؓ کی نسبت مانند جنین پر وہ نشین رحم و مانند خائنین در خانہ گرنختہ
 وغیرہ الفاظ شنیہ فرما دیں اور آپ انکو پیر ہی خلیفہ موصوم اعتقاد کریں **قولہ** ہم کجی طرح

دریدہ و تیر نہیں کرتے بیاس شرم و حیا ترجمہ ہی نہیں کرتے صرف عبارت نقل کر دی گئی نہ ہمال
 میں آپ و کچھ لین ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں۔ اقول ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہنے سے آتا ہے
 لفظ اسد کلمہ کی اور لفظ اساتذہ کرام وغیرہ کی ہے جو واضح اور ناقص اس شخص اور جیسے
 اور دریدہ دہنی کے ہیں۔ پہر یہ کہنا کہ ہم انکی طرح دریدہ دہن نہیں کرتے سرسبز جیسا ہے بلکہ یہ
 کما جیسا ہے کہ ہم اپنے محدثین کی طرح دریدہ دہنے نہیں کرتے۔ جیسے تو صرف معنوں کو دہنتے
 اپنی زبان میں ایسے الفاظ میں جو بہ نسبت اصل کے کنایہ اور غش سے خالی تھے نقل کیا اسکو آپ
 خواہ دریدہ دہنے سمجھیں یا غش و جیالی فرامین لیکن یاد رہی اگر یہ دریدہ دہنی
 اور غش و جیالی ہوگی تو جو آپ کے محدثین نے فرمایا وہ بہ نسبت اسکو جہاں چند دریں دہنی اور
 غش و جیالی ہوگی۔ بلکہ دریدہ دہنی حضرات شیعہ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ دریدہ
 دہنی ہو چکا جو نہ ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی متاع نے کہا خوب کہا ہے یہ دشنام نہیں دہنی اور غش
 نہ تب معلوم و اصل مذہب معلوم خود آئے جو کچھ نقل فرمایا وہ باعتراف آپکو اس سے زیادہ شیعہ
 جو دہنے نقل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنا و غش ہونی ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ ترجمہ
 کنایات میں کرتے شاعت رنج ہو سکتی ہے تو آپ نے بہ نسبت ہماری زیادہ دریدہ دہنی
 فرمائی۔ اور یہ کہنا کہ ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں بالکل غلط ہے کیونکہ باقرار آپ کے جب آپ نے
 ما وجود فارسی خان ہونے کے سمجھ لیا تو اسکو سمجھنے والی ہزار آدمی کلیتہً اسکو تو اسکو
 اسکی شاعت رنج نہیں ہو سکتی اور نہ آپ دریدہ دہنی اور غش و جیالی کے الزام سے
 محفوظ رہ سکتے ہیں **قول** اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرنا ہی ہم تہذیب کے خلاف ہے مگر
 اگرچہ لفظ ترنگہ وغیرہ کا ہر جواب چاہا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ آیا مگر یہی ہم
 عبارت نقل کرنے پڑی۔ اقول ہماری طرزی ہی یہی ہوتی ہے کہ قبول فرما لیں اور یہی
 کہ ہم ہی ایسی عبارت کے لکھنے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں اسلئے کہ ہم نے ترجمہ لفظ کنایہ
 میں کیا ہوتا اگرچہ آپ کے محدثین نے لفظ شیعہ فرج لکھا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ آیا مگر یہی

الزامہ حدیث نقل کرنے پر ہی قولہ اب آپ موازنہ فرمادین کہ لفظ فرج شیخ جریا نظر ایک
 اقول امی حضرات ناظرین اوراق اس آخر کے جلد میں حضرت محبت جو تہذیب شاکلی کو
 کار فرمایا کیا اس کا نام تہذیب ہے کیا ہماری محبت اس وقت اذ خاصہ صبر فرج کے مصداق
 نہیں پیر اگر ہماری تسلیم سے کوئی ایسا لفظ نکال جائے گا تو ہم کو ہی معذور سمجھ کر لا یتوجب اللہ الجہنم
 بالسوء من القول الا انی خلوہ کا مصداق قرار دینگی پس اس سے زیادہ اس کو جواب میں ہم کہ نہیں
 عرض کر سکتے کہ ہم کو اس موازنہ کی نوبت یہاں کیونکہ پہنچ سکتی ہے اور ہم لفظ منسجح اور نظر ایک
 میں کیونکہ موازنہ کر سکتے ہیں چہاں سے نزدیک متفقہ یک حرام ہے مگر ان لفظ فرج اور نظر ایک
 میں اپنے خود ہی موازنہ کیا ہو گا کیونکہ حسب تصریح آپ کو امام سید رحمہ باقر مجلسی کے حق یقین
 میں لف حریر میں حرمت احتمالی ہے حق یقین کے صفحہ ۳۲۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمایا
 و حرمت و طی محارم بالف ذکر بحریر بنا بر احتمالی بلکہ عدم قول بحریر مطلق اور اس میں آپ کو علامہ سی
 صاحب نے جس احتمال پر حرمت کو ثابت قرار دیا ہے اس کو آپ ہی خوب سمجھتی ہو گی عجیب نہیں کہ
 یہ حرمت بسبب اہل جائے حریر کے ذکر سے ہو یا بسبب رقیق ہونے پکڑے کے احتمال
 واصل حرارت فرج ہو ہی ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علون کے وجہ یہ حرمت ہو۔ بہر کیف
 یہ حرمت کچھ قطعی نہیں بلکہ صرف احتمالی ہے جس کا رعایت علی الخصوص وقت رفع احتمالات
 ضروری ہوئی تو موازنہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ۔ اچھا ہمنے ان کی حکم کی
 تفسیل کی۔ اور لفظ فرج اور نظر ایک کو میزان کیا۔ بیشک لفظ نظر ایک شیخ اور تبصیح ہے لیکن
 اس سے آپ کا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک تو لفظ شیخ و فحش امام معصوم کی زبان سے
 سخن زمان الہدیت صادر ہوا و ایک لفظ شیخ غیر معصوم کے زبان سے کسی شخص کے
 نسبت جو خارج الہدیت سے ہو سکے بلکہ بروایات شیخہ کے ناقص الایمان و ولد الزنا سے حق کسی
 منافق دشمن الہدیت بلکہ دشمن دین اسلام کے صادر ہو۔ اگرچہ یہ لفظ فی حد ذاتہ زیادہ شیخ ہو
 لیکن ال تردد سمجھ سکتے ہیں کہ کونسا لفظ ہر دو نومو قنون پر زیادہ شیخ و تبصیح ہو گا قولا

شیخ تہذیب اس کا لفظ حریر کا ذکر اچھا

اور نیز وہ ان نکاح باکرہ سرا ہے اور نیز تمام ملاحظہ فرمائی کہ کس موقع پر کہا گیا ہے اقول
 اگر یہ نکاح ناجائز و حرام تھا جیسا کہ روایات متعدد سے ثابت ہوتا ہے تو اسکی قباحت و تساعت
 کسی شخص پر اہل اسلام سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر یہ نکاح جائز اور حلال تھا تو اور یہی زیادہ قبیح
 و تنبیہ ان الفاظ میں اور اگر ناہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے ہمراز میں اور اگر ناہوگا حرام ہی وہ حرام
 جو امر مجبائی اور نجس ہو غایت درجہ قباحت و شامت میں ہوگا آپکو یہی شاید معلوم ہوگا
 کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا کفر ہے کہ مستلزم انکار قطعیات ہے۔ پس اس سے زیادہ وارد کیا
 قباحت و شامت ہوگی کہ ہم عجبان المہیت اللہ کی جناب میں علاوہ خمس گوئی اور عجیالی کے
 کلمہ کفر کا حد درجہ ہی ائمہ معصومین کی طرف نسبت فرماتے ہیں۔ پس ولار و تمسک ایکا نام ہے
 پہلا یہ ولار و تمسک اہانت سے کب ہو سکتا ہے۔ اعادنا اللہ من ذلک۔ اور اب اس موقع پر
 جو آپ الزام فرماتے ہیں ہو کہ دیکھو کہ ضرورت نہی۔ اور اسکی نقل میں خود جناب نے پہلوی میں
 فرمایا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ چند ان موافق مدعا نہ تھا یا یہ کہ آپ نے یہی نقل و نقل کیا ہوگا اور میں
 کہہ ہوگا آپ نے محض اپنی ظن و تخمین سے موقع کا بے موقع ذکر کر دیا اور آپکو یہی خبر نہ ہوئی کہ یہ لفظ
 کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اس موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت کہتے تو ہم یہ نتیجہ دیکھتی
 قال الفاضل المحیب قد۔ کیا تمسک ایکا نام ہے کہ عجیالی و حقیقی انکی جناب
 پاک (حاشا جناب ہم من ذلک) بکثرت نسبت کریں۔ اقول۔ شاید یہی ہی قول ہو کہ کہا ہے
 معہذا چونکہ اسکی تفصیل کچھ نہیں لکھی ہم بھی جواب نہیں دیتے اور قول سابق کا جواب گدڑ چکا
 یقول العبد الفقیر الی مولاه لافتنی یہ مکر نہیں ہے بلکہ عنیم بعد تحقیق ہے
 آپ کو کیا خبر ہو آپ نے چند کتابیں سفرہ کے ملاحظہ فرمائی اور وہی اپنے علماء کی۔ آپ
 اور میں تو اپنے مولائی مجلس کے ہی کیا میں ملاحظہ فرمائی اور وہی حقیقی حاشا کی
 ظلم و ستم اور المہیت کی مظلومی و صبر بیان فرماتے ہیں کیا کچھ عجیالی و حقیقی انکی
 و شواہد بکثرت نسبت نہیں کرتے ہمارے زبان و ستم میں اسکی تفصیل کی طاقت نہیں اسکی

تفصیل آپ کے علماء کی تصانیف اگر آپ چاہیں تو مل سکتے ہیں۔ قال القاضی المحجیب
قولہ۔ کیا تسک کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو منوا میں کو
سعادۃ اللہ و لدائزنا اور تانس الامان اور دین و دنیا و آخرت میں انکو اندک کمین چنانچہ آیات نبات
مولوی ہمدی علی صاحب سلمیہ نے کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت فرمایا ہے و علیٰ هذا القیاس
اقول۔ آپ کے مولوی ہمدی صاحب نہایت ہی علم و دیانت والے ہیں چنانچہ آپ کے قول
آیتہ میں انکا یہ مسلم دین آپ کو بھی مسلم ہو جائیگا۔ آنحضرت سے نہایت ہی تعجب ہو
کہ باوجود ادعای علم و فضل و تحقیق ایسی روایتیں نقل کرتے ہیں اگر ایسی روایتیں ہوں ہی تب
بھی چونکہ ہمارا مذہب انہیں اور کسی نے حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح نہیں کی ہم پر یہ
اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کر چکے
ہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ یقول الغیب الفقیر لے مولانا العن
دانش دان روزگار کو صلا عام ہے کہ ہماری فاضل محجیب کی خوبی اور ثنات کو ملاحظہ
فرما دیں اور آپ کی کمال علمی اور تجربہ کو دیکھیں۔ ہم کو اس میں بوجہ چند کلام ہے اول یہ کہ ان روایات کے
وجود میں۔ اگر اگر در شک تردید کے کیا معنی اگر یہ روایات میں تو شک کیا اور نہیں ہیں تو صا
ہنا چاہیے کہ اہانت کا اثر ہے جب آپ ایسی مناظر و متوجہ ہو کر شک و تردید فرمائیں تو بہتہ
موجب تعجب اور نرید حیرت ہے شاید عوام متشیعین سے اسکا افتخار نظر ہے۔ دوسری یہ
جو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح کسی نے نہیں کی یہ بھی غلط ہے
قطع نظر اس سے کہ جو الزامات بہ نسبت و ثنات جناب بقیہ اہل رسول اللہ علیہ السلام روایات
علماء شیعہ سے بیان ہو چکے ہیں اور سنی آپ کے قاضی صاحب شوہری مجالس المؤمنین و
نمبر ۹ پر فرماتے ہیں۔ در کتاب کامل بیانی از امام محمد باقر روایت نموده کہ حضرت امیر
در ایامی کہ خلاف در دست غاصبان بود و اما گفتہ طلحہ لو کان حمزہ و جعفر حنین
ما طمع فیہا ابوبکر و لکن اہلبیت مجلیفان جافین عقیل و العباس۔ اب تو آپ کو بتصریح

جرح و تشحیح کا عین ہوا اچھا اور پیچھے اسی کتاب مجاہد میں ایک دین بعد جو یہ عبارت
 لکھی ہے کہ کتاب استیاب وغیر ان مطبوعات کہ جن میں سرین کتاب جیت خریدی خلافت
 فاسد خود خریدی ام کہتوم دختر مہر حضرت امیر نمود۔ اور اسکی نقل ہم ابھی ادھر کر آئی ہیں اسکی
 آخر میں مذکور ہے و خاہر ابوا سٹارین و کاست بفضل و امثال کثیر میر عباس نامند و دیگر بارانی
 خود راسخ در محبت و اخلاص پیدا نہشت۔ اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عباسؑ
 جناب امیر کے تحت جگر کو صرف اپنے طبع نفسانی کے وجہ سے کہ مباد از مزہم و سقاہ تہ
 منصب ائمہ سے جانا رہے نہ عم ستیہ سرگردہ نوا صعب اعدای المہبت کے حوالہ کر دیا کہ جس
 وہ جلالت ہے اسید اسطر جناب امیر عباسؑ کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھتے تھے بلکہ
 انکی محبت نفاق آمیز تھے اور شاید عجیب نہیں کہ عباسؑ نے جناب امیر سے اس تذلیل و تہنیت کا
 عوض لیا ہو کہ ابوطالبؑ غیرہ نے اپنی باپ سے عباسؑ کے بارہ میں جھگڑہ کر کے کہا تھا
 کہ یہ ہمارا غلام ہے کیونکہ ہماری والدہ کے لونڈی سے تو نے بے اجازت نکالت کی ہے آخر
 بسی منقار سے قہر سے کہ اس امر پر فیصلہ داریا کہ جس بلس میں ابوطالبؑ وغیرہ عبد المطلب کے بیٹے
 موجود ہوں عباسؑ کو وہاں بار نہ ملی اور سپر ابوطالبؑ غیرہ نے اپنی باپ سے ایک عہد نامہ
 لکھ دیا چنانچہ اب تک انکے پاس محفوظ و مصون حال آتا ہے تو جب عباسؑ کو ادھون نے
 ذلیل و خوار کیا عباسؑ نے اسکا طعن بیان کر لیا۔ میری یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ یہ
 لازم نہیں ہے اور ہمارا مذہب نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جبکہ ہمارا سر بھی
 در وقت ہر گاہ تہذیب لگے گا۔ یہ آپکی خوب توجیہ و تفسیر آئی کہ جب جگر راد قرار جات ہے سر سدا
 دکھا جٹ فرمادیا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے۔ لیکن اگر آپ یہ خیال فرماتے ہیں
 کہ یہی خرافات سے شکیبہ انکار کیجات پامین سیر محال ہے انوس کے آپ ایسی الزام کی عیبت
 جو اس باخبر ہوئی کہ آپ مذہب کو یہی پوچھ لگئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب
 مذہب کا اخلاق و تعریات پر ہوتا ہے اور یہ بعد قصص و حکایات میں ہی جو حال و احوال کی حکایت

کر رہا ہے اسکو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہ روایت صحیحہ ثابت ہے
 کہ جو عباس کے ولادت کے بابت حضرات شیعہ روایت کرتے ہیں تو یہ قصہ مطابق واقع کے ہوا
 اور سوائد اللہ ولد الزنا ہونا عباس کا اپنی روایت سے ثابت ہو گیا خواہ آپ مذہب سچ ہیں یا نہ
 سچ ہیں پس بجا بلکہ یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے اسمر لغو و بیہودہ ہے
 نہیں بلکہ غیر مفید ہی۔ اگر آپ امور واقعہ کو اپنا مذہب قرار نہ دیں تو اس میں کیا کیا دخل
 لیکن الزام تو امور واقعہ سے دیا جا دیکھا قولہ اور بعد حضرت عباس ہماری نزدیک
 معصوم نہیں **اقول** بندہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ تم کہتے ہو کہ حضرت
 عباس عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ولد الزنا اور ناقض الایمان اعتقاد کریں اور اسکا یہ جواب بشارت
 کہ حضرت عباس ہماری نزدیک معصوم نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ اپنے اعتراض کو تسلیم کیا
 اور آپ کے نزدیک حضرت عباس سوائد اللہ ولد الزنا ہیں جو آپ کو مذہب میں نجس العین ہے اور کبھی جنت
 میں داخل نہ ہوگا اور ناقض الایمان ہیں۔ پس سجان اللہ اہلبیت بنوی کے ساتھ تمکا اور حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا کا آداب یہ ہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منسوب
 اور بقیہ آبائی فرما دیں اور اسکو آپ ولد الزنا اور ناقض الایمان اعتقاد کریں پس دلائل اہلبیت اور اسلام
 آپ پر ختم ہو چکا۔ **قولہ** سجان اللہ آپ کو بڑا آداب آبا و رسول اللہ کا ہی آپ کو ایسی امور سے
 شرم چاہیے۔ **اقول** ہم کو جعفر بن محمد سے کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آداب ہی
 وہ ہماری روایات مذہب ہی واضح ہے کہ مخالفین بھی ہماری مذہب کے کوئی حق نہ کر سکیں۔ لیکن
 بڑا آداب آبا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت شیعہ کو کہ آپ کو بڑا آداب آبا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ولد الزنا اور ناقض الایمان فرما دیں اور شرم و حیا کو دخل نہیں دینا و آخرت میں اللہ پاک میں اور بڑا
 خدا و رسول سے نہ شرم دینا پہر اولیٰ الزام ہو دین اور فرما دیں کہ آپ کو ایسی امور سے شرم چاہیے
 اپنے علما و محدثین جو آپ کو مذہب کے ستون ہیں انکو فرمایا کہ آپ کو ایسی امور سے شرم
 و حیا چاہیے اور ہمنے تو مثل شہود نقل کفر کفر بنا شد۔ الزام نقل کر دیا۔ پہر اپنی ہی نقل

یہ روایت حضرت عباس سے ہے

سابقین اپنے اساطین کے اقتدار فرما کر دین و ایمان شرم و حیا کو خیر باد کہہ کر حضرت عباسؓ کی
 نسبت اس خبیث کو تسلیم کر لیا۔ با اینہم حیا و شرم کے لیے ہلکے کہا جاتا ہے کہ انکو ایسے امور سے
 شرم چاہیے گویا جو ہلکے کی حدت میں عرض کرنا چاہی تھا وہ اپنی کیا یہی کیا بقولہ فریق
 کفر کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ علامہ سیوطی کا خدا بہلا کر سے جگر بدلت آپ ہی ہمارے سادھی ان میں
 کرنے والے ہو گئے۔ **اقول** خدا کے لڑکے کوئی ہماری فاضل محبت کے ہنگاموں کو دیکھے۔ کیونکہ حضرت
 کیا حال ہے یہ جو حضرت علیؓ کے ہمت اور امیر خسروؒ کے اعلیٰ کیونکہ صادر ہونے لگے ان جلدی کا ہفتہ مہینہ
 میت پر خوش گفتار سعدی و وزیر لکھا۔ **الایا ایہا السافی** اور کا سا دنا دہا۔ کیسا کفر کہا گیا
 فنون کجا علامہ سیوطی کجا انکی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا۔ ہوس میں ہی نہایت
 بندہ کی ایک ہی تیر میں اور وہ بھی وہ ہے جو صرف آپ کو شکر بجا شامین کہنے کے لیے
 بنزلہ جال کے ہی ایسی ہوس میں ہوس میں حضرت ہوئی ایک ہی ہنگاموں سے ہوس میں ہوس میں
 جو میں خود دل اور یہ دعویٰ ہے۔ **قولہ** ربا ولد الزنا کا اعتراض سو یہ ہی ہوس میں ہوس میں
 کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز زنا نہیں جاسا و کا کیونکہ شوہر کو
 اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر شرف بالوطی و بہرہ
 جائز ہے کما و میں نے حدیث المعصومین و سرہاد شیخ الطائفی نے
 التہذیب۔ آپ کے میر جہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کینہ زنا کی کی روایت تو یہ
 روزی لکھی اور حدیث تہذیب کا ذکر کیا گیا۔ دیانت کے یہ ہی معنی میں کینہ زنا ہونا چاہیے
 نہیں۔ **اقول** اسے اہل علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر قول کہ ملاحظہ فرما دین باوجود
 آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سر لاجواب ہو کر کمالی کلوج پر جو شیوہ
 بازار بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کہہ کر سب و شتم
 پر اور آئی۔ اسکی جواب میں ہم بجز کبر و سکوت کے کچھ نہیں لکھ سکتے انہما سرور کہتی ہیں کہ اگر یہ
 اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل معترض اور بابائی اعتراض آپ کے علماء اکابر میں

حضرت عباسؓ کی نسبت یہ کہ انکی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا۔ ہوس میں ہی نہایت
 بندہ کی ایک ہی تیر میں اور وہ بھی وہ ہے جو صرف آپ کو شکر بجا شامین کہنے کے لیے
 بنزلہ جال کے ہی ایسی ہوس میں ہوس میں حضرت ہوئی ایک ہی ہنگاموں سے ہوس میں ہوس میں
 جو میں خود دل اور یہ دعویٰ ہے۔ **قولہ** ربا ولد الزنا کا اعتراض سو یہ ہی ہوس میں ہوس میں
 کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہ ہرگز زنا نہیں جاسا و کا کیونکہ شوہر کو
 اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر شرف بالوطی و بہرہ
 جائز ہے کما و میں نے حدیث المعصومین و سرہاد شیخ الطائفی نے
 التہذیب۔ آپ کے میر جہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کینہ زنا کی کی روایت تو یہ
 روزی لکھی اور حدیث تہذیب کا ذکر کیا گیا۔ دیانت کے یہ ہی معنی میں کینہ زنا ہونا چاہیے
 نہیں۔ **اقول** اسے اہل علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر قول کہ ملاحظہ فرما دین باوجود
 آپ کی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سر لاجواب ہو کر کمالی کلوج پر جو شیوہ
 بازار بان ہے آگے اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کہہ کر سب و شتم
 پر اور آئی۔ اسکی جواب میں ہم بجز کبر و سکوت کے کچھ نہیں لکھ سکتے انہما سرور کہتی ہیں کہ اگر یہ
 اعتراض آپ کے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل معترض اور بابائی اعتراض آپ کے علماء اکابر میں

جنہوں نے کمال بجا تھا اپنی کتب دین دایان میں اس کفر کو نقل کیا ہے پس آپ انکو
 جو کچھ چاہی سمجھیں۔ اور جن القاب سے چاہی عقب کیجیے۔ آپکو اختیار ہے ہم کچھ نہیں کہتے
 ہم تو محض ناقل ہیں۔ آپنے خیال کیا تھا کہ میرے چالاکیوں کو کون سمجھیکا اسلیئے ہم نے
 متنبہ کر دیا اگر پھر ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر داسح جائیگا کہ ہم اس باب میں یہی
 کیا کچھ ہیں۔ گو آپ اپنے رزمین ہم سے باعتبار مشق و تدویم کہ اس باب میں بڑے ہوتی ہوں
 اگر آپکو اس لفظ سے یہ مقصود تھا۔ تو یوں لکھتے (ربیع بن عباس کے ولد الزنا ہونے کا تہمت اس
 پیشتر ہی آپنے ایک جگہ اپنی اس چالاکي کا استعمال فرمایا۔ مگر ہمتے وہ ان اجمالی جواب پر
 مال دیا اور مقام نہیں لیا۔ لیکن آجکہ آپکو خبردار کرنا ضرور ہوا تاکہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہماری
 چالاکي کوئی نہیں سمجھتا۔ بعد اسکے ہم اصل روایت کلینی کو منتهی الکلام سے نقل کر کے اس جہم
 کو زیر زیر کرنگو۔ ابو جعفر کلینی بسند معتبر روایت کر دہ است از امام صادق علیہ السلام کہ تفسیر
 ماورع بن عباس کہ فرزند زبیر بن عبد المطلب ابو طالب و عبد اللہ بود و عبد المطلب ابو مقارب است و ابو
 و عباس از وہم رسید پس زبیر بن عبد المطلب و نحو کہ در این کہ فرزند ماورع یا میراث رسید است تو بفرست
 او ابو مقارب است کہ وہ و این فرزند کی کہ بہر سیدہ است بندہ ماست پس عبد المطلب کا برقریش
 شفاعت بر نزد وی فرستاد تا آنکہ زبیر رضی شد کہ دست از عباس بردار و بشیر طیکہ نامہ نوشتہ شود
 کہ عباس فرزند ان او و مجلس کہ ماورع فرزند ان ہستند یا شند در مجلس نشینند و در سبب امری یا ما
 شرک نشوند و چند نہ بر تدلیس یا بن مضمون نامہ نوشتند و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد انہ
 علیہم السلام بودہ است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ را برای جواب داد و بن علی
 عباسی ظاہر گردانید۔ ظاہر ہے کہ روایت کلینی کی سچا و شہادت ملای مجلس بسند معتبر
 مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہیں باقی رہی اسکی تاویل تو جہم سواد کی
 کیفیت یہ ہے کہ اس روایت حجتہ فائدہ حاصل ہوئے۔ اول تو یہ کہ عباس نفسیہ لفظ
 زبیر عبد المطلب کے پیت ہے۔ دوسری یہ کہ زبیر بن عبد المطلب نے و نحو کیا کہ یہ نوٹدی ہے

ہمارا غلام ہے۔ کیونکہ ہمارے والدہ کی میراث سی ملو کا ہے۔ تیسری یہ کہ اوس لڑکی کو
 بیرون اجازت اوسکو کہہ دینا کے مقاببت کی تھی جو صریح زمانہ ہے اوس سے یہ پیدا ہوا چوتھی
 عبد المطلب نے ان دعویٰ کی نسبت انکار نہیں کیا کہ مبنی مقاببت بلا اجازت نہیں کی بنی بلکہ بجا
 مقاببت کے کہ یہ بچہ غلام نہیں ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس اسکے اکابر قریش کے شفاعت کر کے
 ریس کو راضی کیا جو صریح دلیل اس امر کی ہے کہ عبد المطلب نے ذبیحہ کے دعوہ کو تسلیم کر لیا تھا
 یا جوین ذبیحہ نے اپنی رضا کے وقت یہ شرطیں کی کہ اس شرط پر میں اسکی غلامی سے دست
 ہرنا ہوں کہ یہ اور اسکی اولاد ہمارے اور جاری اولاد کے ساتھ جس مجلس میں ہم مشین ہوئی
 اور کسی امر میں ہمارا شریک ہو اور حصہ نہ لیو اور یہ سب شرطیں عبد المطلب نے قبول تسلیم کی
 جو بدلتہ نسبت مدعا ہے۔ چوتھی یہ کہ ان شرط کی بابت ایک دستاویز لکھی گئی اور اکابر قریش کے
 اوسپر مہربن ہوئی اور وہ دستاویز ائمہ کے پاس موجود بلکہ امام صادق نے داؤد بن علی عباسی کے
 جواب کے لیے اسکو ظاہر فرمایا تھا۔ فاضل مجیب نے اس روایت کی توجیہ یہ فرمائی کہ اعتراض
 مسلمات مذہب پر ہوتا ہے اور مدلل روایت کا دلی بجا ریزہ ہے جو ہماری مذہب میں
 ہرگز نہ نہیں کیونکہ نوح کو اپنی زوجہ کے نام ال پر ولایت حاصل ہے اور جوری ملوکات
 میں بقرہ بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطائفہ نے التہذیب اس پر وال ہیں لیکن
 یہ تاویل بہت وجہ سے محکم ہے۔ اول یہ کہ اگر یہ دلی جائز تھی تو ذبیحہ کا دعویٰ کو تا
 کہ مقاببت بلا اذن واقع ہوئی۔ اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبد المطلب کا اوسکو تسلیم کرنا
 اور یسارٹس اکابر قریش ذبیحہ کو راضی کرنا اور عہد نامہ لکھنا کہ عباس اور اسکی اولاد ہمارے مجلس میں
 برابر ہوگی جو صریح غلام ہونے اور ولد الزنا ہونے کی تسلیم ہے بوج اور خرافات ہوگا۔ جب
 عبد المطلب نے اس عہد کو تسلیم کر لیا تو گویا عباس کے غلام ہو گئے تو تسلیم کیا غلام ہونے کے
 بخیر اسکو کوئی صورت نہیں کہ دلی حرام ہو۔ کیونکہ دلی حلال ہوتی تو ولد حر ہوتا چنانچہ اپنی کتاب
 فقہ میں صریح ہے۔ تو یہ کہنا کہ یہ دلی جائز اور حلال تھی سر اسر غلط اور بیوقوفانہ استاذ کا ہے

کہ اصل روایت کے مطلب ہی کو نہیں سمجھا۔ دوسری یہ کہ یہ سراسر غلط اور خلاف مذہب ہے کہ زوج کو
 جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے۔ کیونکہ بروی مذہب حلال ہونا جاریہ کا
 تین قسم میں منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھ مخصوص ہے دوسری
 کنیز کا مالک ہونا تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لیے مباح و حلال کرنا اس وقت ہماری
 پاس جامع عباسی ہے، اس سے مخصوصاً نقل کرتے ہیں۔ مطلب دوم در بیان نکاح کنیز و آن
 ہر قسم است۔ قسم اول عقد و آن مخصوص کنیز غیر بیعت۔ قسم دوم مالک شدن کنیز۔ قسم سوم اجابت
 و تحلیل است و آن جنین است کہ شخصی بدگیری دخول کردن حلال کند و این قسم از خواص فرقه
 تاجہ اثنا عشریہ است اور اسکی آخرین لکھا ہے۔ و فرزندیکہ ازین کنیز ہم سدا کرید او آزاد باشد
 و صاحب کنیز شرط نکرده باشد کہ فرزند او بندہ باشد از اوست۔ اب ہم دلیلتی ہیں کہ نفی یاد
 عباس میں یہ تینوں امر مفقود ہیں۔ نہ عبد المطلب کے ملک تہی نہ عقد نکاح واقع ہوا نہ مالکہ نے
 اجازت دی چنانچہ صریح ذمیر نے کہا کہ تو بے اجازت او با و مقاربت کر دہ ہیں ہمارے فاضل
 مجیب کا یہ کہنا کہ جواری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہے سراسر غلط ہوا کیونکہ مملوکات
 غیر کے علت بجز عقد یا تحلیل کے نہیں ہو سکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ۔ مان سن لایخصر کی
 روایت صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کو مال پر یہ ولایت ہے کہ بدون اس کے
 اجازت کے زوجہ کو او میں تصرف جائز نہیں نہ یہ کہ زوج کو او میں مالکانہ تصرف جائز ہو
 یہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ من لایخصر کے باب عن الزوج علی المرأة میں ہے و ذکر
 الحسن بن محبوب عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
 لیس المرأة مع زوجها عتق ولا صدقة ولا تدبیر ولا حصبة ولا تذکرۃ ما لھا
 الا باذن زوجها الا ان یتزوج او ذکوة او بروالد یا او صلیقہا او اسقہ ولایت حاصل ہونا

امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ عورت کو بدون اجازت اپنی شوہر کی سامنی اپنے مال میں عتق میں اور صدقہ دینا اور
 تدبیر کرنا اور بیع میں اور تزویر میں اختیار نہیں۔ مان مگر حج یا ذکوة یا اپنے والدین کے ساتھ ملک یا اپنے اہل خرابیت
 کے ساتھ تدبیر میں (اختیار ہے) ۱۳۔

اور اس سے اور تصرف مالکانہ و دوسرا امر ہے۔ چوتھی یہ کہ بالفرض اگر یہ مسئلہ مذہب ہو اور اہل مذہب کے
 نزدیک معتبر سمجھا گیا ہو تاہم غلط اور خلاف لغو من قاطع کے ہے۔ کیونکہ خداوند کریم جل جلالہ شانہ
 نے اپنی کتاب مجید میں دو جگہ ارشاد فرمایا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی فروج کے فحی فطنت
 کرتے ہیں ماسوائے اپنے ازواج اور اپنے مملوکات کے وہ فلاح یافتہ اور قابل صلح ہیں اور جو
 سراپا اسکے کوئی عمل طلب کریں پس وہی ہیں حدت بجا مذکر کرنے والے آیات سورہ مومنون
 اور سورہ معارج میں مذکور ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ طہی سوائے اپنی ازواج یا اپنی جواری
 مملوک کے حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جواری مملوکات مردہ کے اپنی مملوکات نہیں ہیں نہ اپنی زوجات
 ہیں پس جو شخص انہیں طلب کرے وہ حد محال سے بجا در ہے اور داخل عید۔ فمن یطلب
ذلک فاولئک ہم العادون۔ ہے۔ پھر عید بطلب کی طہی حسب ارشاد خداوندی حد
 حلال سے تجاوز ہوئی اور حرام واقع ہوئی پھر جو اس سے ولد پیدا ہو گا اس کو دیکھا چاہی کہ گناہ
 شدید فاضل مجیب اس کا یہ جواب دین کہ یہ آیات ہمارا مذہب نہیں۔ بلکہ لازم مذہب ہے اور ہم
 مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چوتھی یہ کہ اگر نے الواقع روایت تہذیب میں ایہ مشنوں دی
 اور غالباً نہ ہو گا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اس مرفوع پر اس کو نقل فرماتے۔ جب مولوں ہندو
 سید پر بابت عدم ذکر روایت کے اعتراض کرتے ہیں اور خود بھی اس کو نقل نہیں فرماتے تو معلوم
 ہوتا ہے شاید یہ زبانی باتیں ہیں۔ تو یہاں فاضل مجیب اپنا قاعدہ کیوں پہل گئی ہم ہی کہتے
 ہیں کہ دلیل روایت تہذیب کا ایک مذہب نہیں ہے بلکہ لازم مذہب ہے جو آپ پہلے ایسا مذہب
 ہونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپ کی کو کیا حقیقت ہے آپ کو طہی مجلسی مذہب
 مردہ طہی ہوا اور اس ناختم ہو کر حدیث کی معتبت اور غایت ثابت کرنے لگی۔ حالانکہ خود ہی آپ
 حدیث کے سلسلہ سند کو سند معتبر فرماتے تھے آپ فرماتے ہیں۔ این حدیث بیاض است
و چون عید بطلب ازاد صبار بود نباید که از وی حرامی صادر شدہ باشد پس محمل کہ عید بطلب
اسکے ساتھ ہوئے نہیں۔ یہی حد سے گذرے والے ہیں ۱۱۔

بولایت تشویم بر خود منوودہ باشد یا مادر زبیر کثیر یا بخشیدہ باشد و زبیر از آن خبر نہ است باشد
و علی اتی حال خطا بزبیر و ان آسان ترست از نسبت و ان بعد المطلب - انتہی - آپکر
مولای مجلسی نے اتنا حیا کو کار فرمایا کہ وہ احتمال جو جناب سامی نے خلافت مذہب خود بیان کیا
کہ مشن مذکور است زوجہ بر تصرف بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہیں ذکر فرمایا بلکہ دو احتمال
ذکر فرمایا کہ محتمل ہے کہ بواسطہ اپنی ولایت کے اس لونڈی کو بطور قیمت کے لیکر تصرف کیا ہو
یا مادر زبیر نے اسکو بخش دیا ہو - اور وہ روایت جو حکم عینی سے اور نہ کہ کوئی حق صریح اس
مذہب ہی کیا معنی کر اگر ایسا معاملہ ہوتا تو بعد المطلب کیونچکر رہتے اور کیون زبیر کے دعویٰ
تردید میں اسکو پیش نہ کرتے اور کیون ان شرط کو جو عباس کی غلامی اور انکو ولد الزنا ہونے پر
ولایت کرتے میں تسلیم کر لیتے کوئی شخص جبکہ توڑی سی ہی غیرت ہو وہ اپنی اولاد کی اولے
نذیل و تحقیق ہو چہ نہیں چاہتا اور نہیں ہوا کہ نہ سکنا - چہ جائیکہ عبد المطلب جیسا شریف و عالی مرتبہ
ایسی خواری کو اپنی اولاد و حر کو اسطرح تسلیم کر لے - رہا غریب حدیث کا دعویٰ سو یہ بالکل لغو ہی
کیونکہ باجماع محدثین و اخباریین روایات عینی کی قطعی الصدور ہیں اور اصولاً و فروعاً ان سے ہٹال
کیا جاتا ہے - پس اسکی غریب کا حکم محض تنگم ہی اور دعویٰ وصایت عبد المطلب یہ اور بھی
پہلو پر پوچ ہے - افسوس کہ وصایت کے اطلاع انبار عبد المطلب کو نہ ہوئی - اگر زبیر کو اپنی باپ
کی وصایت خبر نہ ہوتی تو خبر چند ان استبعاد نہیں - تعجب یہ ہے کہ ابو طالب کی جو جی و جی ابو طالب
کو بھی خبر نہ تھی - ورنہ ضرور زبیر کو اسکی دعویٰ سے روکتے اور عبد المطلب کے اکابر قریش کے
پاس شفاعت کے لیے فرزند ارجمند بخند شہن در بدر خوار و ذلیل ہونے کی نوبت نہ آتی - پس روایت
تمام توجیہات کے قاطع اور تمام تاویلات و تفسیلات کے بیخ کن ہے قطع نظر اس سے اگر بالفرض
یہ روایت آپکر امام ثقہ الاسلام حکم عینی یا انکو اساتذہ کرام کا کذب و انحراف یا بضرع محال حسب
دعویٰ علای مجلسی مادر زبیر نے اپنی لونڈی اپنے زوج کو بخش دی تھی یا بیساح کر دی تھی یا
عبد المطلب نے بولایت خود اپنی اوپر اسکی قیمت کر لی تھی یا حسب دعویٰ محیب لیب مطلقاً

قول اللہ عزوجل وشارلہم فی الاموال والاولاد فواللہ ما شرک احدنا
احک فی امر ویزید ذلک نبیانا۔ و تفسیر ماروی صدوقہم فی العیون
عن علی بن ابیطالب قال کنت جالساً عند باب الکعبۃ واری شیخ محمد و دب
قد سقط حاجبہ علی غنئیہ من شدۃ البکر فی یدہ عکاز و علی راسہ برنس
احمر و علیہ مدرۃ من الشعر قد مال الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمناً ظہراً
بالکعبۃ فقال یا رسول اللہ ادع لی بالمعقۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاب
سعیک یا شیخ و ضل حملک فلما ولی الشیخ قال لے یا ابا الحسن اترقہ قلت اللہم
لا قال ذلک اللعین ابلیس قال علی علیہ السلام قدوت خلقہ حتی لحقہ صرغ الارض
و جلیسہ و وصعت یدک فی خلقہ لاحقرہ فقال لا تفعل یا ابا الحسن فانہ من المنظر ہذا یوم
الوقت المعلوم لہ علی انی لا احبک ما انفصلت الا شربک بآۃ امہ فصاکن ہا فانضحت فمخلت
سبیئہ انتہی اور ملا باقر مجلسی علیہ المتقین میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
فرمود دشمن باہل بیت نیست مگر کسیکہ دلہ الزنا باشد یا مادرش در حین باو حاملہ شدہ باشد
اور نیز دوسری حدیث میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ راوی پر سید یحییٰ خیریتوان
دانت کہ کسی شریک شیطان شدہ است فرمود ہر کارا دوست میدار و شیطان ہر شریک
سنا کیا تو نے اللہ عزوجل کا قول نہیں سنا۔ وشارلہم فی الاموال والاولاد خدا کی قسم جو بخلگہ محبوب کہنا ہوں میں اس کو مان میں نیک
نہیں ہوا۔ صدوق نے عبون بن علی سے روایت کیا ہے فرمایا میں کہہ کے دروازہ کو پاس بیٹھا تھا اس کا ایک بیٹا کو زور دیت
جس کا پلکین بڑا بلی سے آگے نوٹ کر رہے تھیں اس کو اللہ بن ایک لہیا ہے اور اس کو سر پر سرخ کلاہ تھی اور اس پر
ان کے کلمی رہتے تھے اللہ علیہ وسلم کے پاس کہہ کے ساتھ بیٹا کا سہارا لگائی ہوئی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے
پر مغفرت کے دعا کیج مئی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شیخ تیری سعی نام کا میاں در تیرا عمل بیکار ہے جب اس پر بیٹہ
مخک کو فرمایا اے ابا الحسن تو اس کو بچا تا ہے و غن کیا نہیں فرمایا یہ بیٹس نہیں ہے علی نے کہا میں اس کو کچھ بھی دوں گا اور اس کا
لگا کوٹ ڈالوں اس نے کہا ایسا کیا کرے ابا الحسن کیونکہ میں قیامت تک جہت دیا گیا ہوں خدا کی قسم اے علی میں جس کو دوست
کہا ہوں اور جو مجھ پر بغض رکھتا ہے۔ میں اس کو باپ کا اس کو مان میں شریک ہوتا ہوں۔ اور وہ ولد الزنا ہوتا ہے
میں نے ہنس کر اس کو چھوڑ دیا۔ ۱۲۔

حکیم الامت
 انصاف پر مبنی
 کو ان دو تہوں نے
 بابت کو
 کو جواب
 کو اہل
 قیامت تک
 دی جانے
 باوجود
 بہن
 ہر حال
 انہوں
 اس
 مارا
 کا ارادہ
 ہر
 میں
 دو
 فتح
 ہر
 عطا
 کرنے
 جان
 علی
 کر
 کل
 نہ
 کسی
 انسان
 جو

زندہ ہست دہر کو دشمن ماست شیطان درو شریک ست۔ علاوہ انکو اور بہت اس قسم کے
 روایات ہیں جو اس مدعا پر دلالت ہیں جنکا نسبت حسب تصریح خاتم التکلیف اکابر ائمہ نے
 شہرت بلکہ قوت کا دعویٰ کیا ہے پس ان احادیث کی تصریح ثابت ہوا جو شخص جناب
 دیگر ائمہ کی محبت سے بے بہرہ ہے اور بغض الہییت ہے ولد الحرام اور لطفہ شیطان ہے
 اب ہم اصول شیعہ پر بغض الہییت ہونا عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرنے میں۔ اول
 قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں درباب غضب ام کلثوم صریحاً مسلم
 دوق تلفی اور اس غضب میں معاونت خلیفہ ثانی کے ساتھ عباس کی طرف منسوب ہے اور ان
 میں لکھتے ہیں۔ کہ ظاہراً ابواسد وکالت فغعلی و امثال ان حضرت امیر عباس را ماند و
 یاد ان فدائی خود را مخ در محبت و اخلاص نیدالست و ہذا چنانکہ سابقاً در احوال سید شہ
 مذکور شد آنحضرت علیہ السلام از عباس عقیب بخلیفہ جافین اور تعمیر فرمودہ اند۔ اور ظاہر ہے
 کہ جو شخص نہایت الہییت بنوی ترک کرے اور اہل جوہر کی طرف مائل ہو اور غضب ام کلثوم
 میں غاصبہ کا شریک اور معاون ہو اسکی ناصبت اور عداوت الہییت میں کیا شک ہے
 پس اسکی ولادت کے بارے میں حضرات شیعہ جو کچھ فرما رہے ہیں ہم سابق میں نقل کر چکے ہیں
 و دوسری روایت ثقہ الاسلام کے ہے جسکا ترجمہ حیات الشہوب میں کیا ہے اسکو ہم نے
 التکلیف سے نقل کرتے ہیں۔ سہرہ از حضرت امام محمد باقر معلوم ہے کہ کچھ بوہر و کثرت
 بنی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو بکر و عمر
 سابقان مغلوب گردید۔ حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر و حمزہ کہ در غایت
 رفیقین و از سابقین الدین بودند بجا لم بقارحلت کردہ بودند و دوسرے ضعیف البغین و اہل اللہ
 تارہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشا از در جنگ بدر امیر کردند و آرا کو ذرا بان بنین
 قوی نیدار و چند گونہ کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر نہ بودند در ان فتنہ ابو بکر و عمر را ہی نہ
 کہ حضرت امیر المؤمنین اعصاب کنند و لگہ بھی مگر دند لہستہ ایشا از می گشتہ۔ انہی اس روایت

و منسج ہے کہ عباس و عقیل مثلیع نفس الارہ دینا وی طبع کے وجہ سے متعارف کر کا سہ لیونین
 شریک ہوئی سیو اس طرح جناب امیر نے اوکا و محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھا اور بعد وفات
 جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپ سے خدافت پیعت کرنا چاہا تو ادھر سپرست با
 نکمیا اور بیت بتول لگی۔ پس واضح ہو کہ یہ تمام اوصاف مقدسہ جو حضرت عباس عم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنواہیہ کے نسبت جنکی نسبت آپ بقیۃ آبادی فرما دین اور
 فرما دین کہ عباس کے ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہ ہے اور اسکی تعظیم
 و توقیر کو بیان کی جاتی ہیں آپکی نسب و عداوت الہیبت بنوت پر واضح دلیل اور
 جب نصب و عداوت ثابت ہوئی تو بدلول اور روایات کا مجتہد اترے ہیں اور قاعدہ
 کلیہ کے اثبات میں ہم الہی بیان کر آئے ہیں۔ محاذ اللہ آپ صدادتیار و نصب انبیاء
 و مرسلین ہی ہم شہید ثابت کر کے مگر محبت و الفت اور قصد اقتضار مانع ہے اور غالباً بعض روایا
 شرع رسالہ میں نقل ہو رہی ہیں جو ہم اسکی تفصیل سے معذورین قولہ دنیا اور آخرت
 میں اندھا ہونا جو لکھا ہے اس پر بھی کمال حیف ہے آپ کو ہنسی و مطالبہ کو حضرت سلی را شا و سمجھ گہری
 اقول اگر یہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپ کے علماء
 صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اسکو مستحضر اور مطالبہ فرما کر ٹال دیا ہے افسوس
 کہ آپ اسکو واقعی سمجھ گئی اور اگر ایجاد بندہ ہے تو ہی غلط ہے منشا اسکا یہ ہے کہ نہ اپنی
 کتا بونکی خبر اور نہ خصم کے کتا بونکی واقفیت ہے۔ یا یہ کہ خبر ہوگی لیکن جواب کے خوف سے
 اسکو نہی مذاق کہہ دیا افسوس کہ یہ جواب پہلے سے آپ کو نہ سوچا ورنہ بیت کام آتا۔ لیجئے
 ہم آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ یہ نہرل و مطالبہ نہیں بلکہ سراسر واقعی ہے جو جان اللہ حضرت تواتر کا نشان
 بیان فرما دین آپ کو ہنسی و تخرین اور دین سنا لیکن کیا جیسا آپ کہتے ہو ترقیہ جوٹ بولتا اور تواتر میں تو کیا
 ہنسی طابین ہی کہ جو جوٹ بولتا رہا ہے۔ لیجئے ہم اسکے ثبوت میں عبارت منہ تھی الکلام کی
 نقل کرتے ہیں۔ خاتم مشکوٰۃ مولانا مولوے حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و اگر بایں

ہے اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ
 کہ اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ
 کہ اللہ تعالیٰ تبارک و تعالیٰ

دین قناعت کنی و کوش بر بدل دل آن بکابرة و مجادله نمایی و لال دیگر بر احد ثبات و اخصیت این هر دو
 پیش خود دارم از بخند روایت اسناد کلینی است از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین که در حق سید
 و پدرش عباس این آیت نازل شد و من کان فی هذا صحنی فحق الاخرة اعنی فاضل سید
 یعنی هر که در دنیا کورست و راه حق را نرفته پس او در آخرت کورست از دیدن راه هست و کوره
 ترست انہی ترجمہ الایہ الکریمہ علی لسان صاحب حیا سالتوب پس اگر مراد از کوری این پدر و پسر
 معاذ اللہ ترک یافت مرتضوی دلیل بدنیائی خلفاء معنی نامحبت باشد نہ کہ عین المدعا
 و اگر چیز دیگر باشد مثل انکار توحید یا نبوت و معاد یا فسق و فجور پس واجب کہ اہل قصودت تقریر
 بخیر آن بردارند و در مقام مناظرہ انہار آن سازند۔ انہی۔ اہل عقل و انصاف اس عبارت کا
 ملاحظہ فرمادین اور دیکھیں کہ یہ بیان شان قبول بطور سنہی مطابقہ کسے یا ذاتی از نفس الامر ہے اگر
 ذاتی ہے اور روایات تنید سے ثابت ہے تو یہ جاری فاضل مجیب کا اسکو مطابقہ سمجھنا
 اس وجہ سے کہ جواب کہ بلا سے نجات پا جادین یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ اس سے
 پر جواب کہنے میںے لاجل و لا قوۃ الا باللہ قال الفاضل المجیب۔ قول۔ ابانہ فرما کر
 کہ السنۃ نے تسک بانقلین کیا ہے یا حضرات تنید سے۔ اقول۔ آپنے السنۃ کا
 کچھ تسک ذکر نہیں فرمایا کہ موازنہ کیا جاتا محض دعویٰ لسانی ہے۔ چند روایتیں شیخ کی جو بنعم
 خلاف تسک کہیں نقل کر دی جنکا جواب گذر چکا موازنہ کیونکر کیا جاوے کس سے کہا جان
 اگر کچھ اپنا تسک تجزیہ فرماتے تو لب یہ موازنہ ہوتا یقول العبد الفقیر الی مولاه۔
 افسوس کہ آپ اپنے سوال ہی کو پھول گئے کہ اوہم کیا مضمون کہتا ہوں اس کے بندہ کے تجزیہ ہی
 مطلب نہ سمجھی جواب موازنہ پر مستحسن ہوئی۔ اب اپنے سوال کو ملاحظہ فرمایا کہ آپنے معاملہ
 عقد خلافت و قصد اوراق کے تسک کا ضمن کیا تھا۔ کترین نے بھی جواب اسکی چند
 روایات جو مستلزم عدم تسک شیعہ کرتی ذکر کر کے متنبہ کیا کہ جب ہمارا عدم تسک یہ ہے تو آپ
 ذکر فرمایا۔ اور آپ کا عدم تسک یہ ہے۔ جو ہم عرض کرتے اور ناعدہ ہے یعرف الاشیا باصلہ

۲
 نسخہ
 جامعہ
 دارالعلوم
 دیوبند

تو اس سے اب ہماری اور اپنے مشک میں موازنہ فرمائیں پس ظاہر ہے کہ اسکو وہ مسئلہ ہلکا و سہل نہ کہنا چاہیے
 نہ کسی ضرورت نہ تھی اگر آپ مطلب سمجھتے تو موازنہ کے لیے ہمارے شکات کے طالب ہوتے اور جواب
 تو یہ ہے کہ یہ آپ نے تحریر فرمایا اور فی حاشیہ اہل عقل و انصاف پر بخوبی روشن ہے اور عجیب نہیں کہ کہیں
 اپنے دشمن آپ بھی انصاف کرتے ہو مگر قولہ اب آپ کی طرح ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ کیا
 مشک کے پیڑ ہی سے ہین کر کے اللہ کو محبت اور غلط بتلاوین اور اسکو جلاؤں اور یا پھر زمین اور
 رسول اللہ کی مٹی کو زود خنہ کا زکین در حالیکہ اسلام نے دسین جہادی دال دی تھی اور اہل بیت
 گھر جلانے کی دہم کی دین۔ اور جنکو حضرت عباس عم رسول خدا و خلیفہ امیر غرک اللہ بنظر امک فرمائیں انکو
 خلیفہ رسول و امام برحق قرار دین اسے طریفک۔ اقول بحول اللہ و قوتہ ہم ان مطالعین کا
 بخوبی البطل دہتیاں بحاث تبیین کر چکے ہیں حاجت تکرار و عادیہ نہیں ہے قال الفیاض فی حبیب
 قولہ۔ یا ایہمہ جناب مخاطب کے تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نزدیک صرف قصہ اوراق ثابت ہے
 الحمد للہ جن حضرات شیعہ نے وقوع اوراق فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک معتبر نہیں دراز ہو
 موقع ملے ہیں بیان فرماتے۔ اقول کیا جناب محیب ہلکا ہو ہی مثل حضرات اہل سنت تصور فرماتے
 ہیں کہ دعویٰ بلا دلیل پیش کریں یا اپنے ہی مسلمات سے مخالف کو الزام دین۔ ہمارا یہ شیوہ نہیں
 ہم مقبولہ فریقین یا مقبولہ خصم سے الزام دیتے ہیں اسلیب حالہ کتاب ہی گذارش ہوتا ہے مگر جناب
 اوس سے اغراض و اعراض مصلحتاً فرمایا۔ یقول العبد الفقیر الی مولائہ اللہ۔ معاذ اللہ
 ہم آپکو ہرگز مثل حضرات اہل سنت کے تصور نہیں کرتے و ما یستوی الامم والبلدین
 و لا انظلمات و لا النور و لا الظل و لا الحر و ما یستوی الاحیاء و لا الاموات
 لیکن یہ تو فرمایا کہ آپ نے ہماری کس عبارت ہم سمجھا ہے کہ ہم آپکو مثل اہل سنت کے تصور کرتے
 ہیں خدا کے لیے کہیں تو نشان کرتے ہم نے تو صریح یہ لکھا تھا کہ بعض حضرات شیعہ نے
 دعویٰ وقوع اوراق کا کیا ہے جنکو جواب ہے جناب مصلحتاً اعراض و اغراض فرمایا۔ پس اگر

انکا دعوی غلط اور کذب ہے چنانچہ آپکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپکو جیسا ہی تھا کہ یہ فرماتے
 کہ کیا ہمکو ہی مثل حضرت علماء ستیہ کے تصور فرماتے ہیں الخ اور آپکی دعادی اور دلائل اور ہمت ثابت
 والرات کا حال انکو تحریر سے خود اہل علم والفضائل پر واضح ہے کچھ ہماری کہنے کی یہ ضرورت
 نہیں ہے اور خود یہ ہے دعوی آپکی اس قول میں آپکی دعوی کا مکذوب ہے۔ قولہ منہد سوہن
 کس عبارت سے یہ بات اپنے سمجھو | قول جناب یہ امر میرے گذارش پر نظام تھا
 مگر انوس کہ آپ اردو کی سہل عبارتوں کو نہیں سمجھتے میرا غلاصہ گذارش یہ تھا کہ یہ موقع طعن کا
 تھا اور ایسی موقع میں تھے لامکان کوتاہی نہیں کیاتے جو امر زیادہ باعث طعن ہوا کہ
 ترک کر کے حقیقت کو نہیں، ذکر کیا جاتا ہے جب آپنے قصداً حراق عمل طعن میں بیان
 حال نہ آپکے بعض علماء دعوی و فروع نفس احرار کے میں اور وقوع نفس احرار کو جو ثابت
 طعن شدہ بنا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپکے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اسکو ذکر کرتے
 اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک نزدیک جتنا قابل اعتبار نہیں قال الفاضل المجیب
 قولہ۔ باقی رہا قصداً حراق جو اصولیہ سے ہے اسکا مفصل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا
 یہاں کہ محل اجمال ہے اسقدر کافی ہے۔ اقول۔ اور کس بات کا آپنے جواب عطا فرمایا کہ اگر
 نسبت باقی رہا الخ فرماتے ہیں آپنے شروع ہی سے وہ حال اعتبار کی ہے کہ جو امر سمجھنے
 دریافت کی کہ بہتی نبرعم خود ہم پر ہی منقلب کر دینی اور اس سے آپکو عرض صرف اصلی جواب ہے
 پہلو ہتی کرنا ہے بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہم شروع رسالہ میں
 گذارش کر چکے ہیں کہ آپ محض سائل نہیں تھے بلکہ مدعی ہی تھے اور آپنے اپنے دعوی کو
 بلا دلیل ذکر فرمایا تھا تو ہم نے آپ سے آپکے دعوی کی نسبت دلیل طلب کی اور آپکے سوال کا
 اجمالی جواب دیکر آپکو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اسوقت سخت ہونگر جبکہ اپنے دعوی کو
 بدلائل ثابت کریں گے۔ چنانچہ اس تحریر میں نبرعم خود اپنے اپنی مدعا کو بدلائل ثابت کیا
 گو باعتبار واقع کے ثابت ہوا ہو۔ پس ہم نے یہی اپنے اس رسالہ میں آپکے سوال کا جواب

کی مقدار و تفصیل کے ساتھ گزارش کیا پھر آپ کا یہ فرمانا کہ اس سے آپ کی اصلی غرض صرف جواب دہی پہنچانی کرنا ہے محض دعویٰ بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم حتمی جواب کے پھر اچھا طرز اسلیبی ہی اختیار کیا تھا کہ انکو انظار و اجاث میں پہنچانے کے لیے ایک جال تھا سو بھول افتدہ فوجہ حسب دعا آپ ایسی اجاث کے جال میں پہنسی میں کہ قیامت تک غلط محال ہے قولہ مہندہ سوال میں قصداً اوراق ہی ذکر ہوا ہے اور حوالہ کتاب ہی درج ہے مناسب تھا کہ اس کا جواب تحقیقی یا لازمی تحریر ہونا درندہ استدلال عرض کے یہی کیا حاجت تھی جسطرح اصلی سوال کا جواب میں سکوت اختیار فرمائی یہاں ہی خاموش رہتے اقول افسوس کہ بندہ کی گزارش فہم ترین میں نہ آئی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصداً سور طلبہ سے ہے یہ ہے اگر سوال کا اچھا جواب تھا اور حاصل اس کا یہ تھا کہ آپ کے قصداً اوراق کا دعویٰ فرمایا اور جو روایت کہ آپ نے ذکر فرمائی اس کی یہ عبارت ہے۔ **وایمر الله ما ذاك بجانفان اجتمع هؤلاء المنفر** عندك ان امرهم ان يحرق عليهم البيت اور ان الفاظ سے قصداً اوراق ثابت نہیں ہوتا بلکہ محض تہدید بصرۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں ایسی کلمات ایسے مواقع میں محض تہدیداً کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوتی اور دعویٰ ثابت ہوا۔ آپ نے بجز اس ایک روایت اور کوئی قرینہ ہی بیان نفرمایا تھا جو مثبت تقسیم غم ہو پس ایسے لوح استدلال کے بیچ کٹ کر قطع عرق کیواسطے یہ ایک جملہ ہی کافی تھا۔ بشرطیکہ اہم سر کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اس کی تفصیل کے طالب ہیں اور یہ موقع ہی اس کی تفصیل کا ہے۔ اسلیں ہم اس کی تفصیل کے لیے یہی حاضر ہیں لیجیے ذرا متوجہ ہو کر سنیے۔ واقفان مناظرہ مذہبی ذوقین پر حق نہیں ہے جب عادت قدیمہ خود کہ ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و تراش کرتے رہتے ہیں شیعہ کے اس مذہب میں ہی رنگ برنگ کے اقوال ہے اول وقوع اوراق کا دعویٰ جو چنانچہ علامہ غوسی نے تجرید میں اور مایا قرطبی اور بعض متاخرین نے ہی کیا۔ اور بعض علما جنہیں

سورۃ اوراق میں مذکور ہے

ہماری فاضل محبت ہی میں جب اس دعویٰ کی غلطی پر تہمت ہوئی تو اس میں دعویٰ کا انکار کیا اور قصہ
احراق کا دعویٰ کیا۔ پھر جب جسے علماء کثرت کشتی اجماع تہمت میں گرفتار ہوئی وہاں
اسکو تہذیب و عفت پر حملہ فرمایا۔ چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہمارے فاضل محبت کے دعویٰ نہیں
بلکہ بعض علماء نے خود مذہب فرمائی اسلیں ہم اسکی تردید کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ انیسار
دعویٰ قصد احراق کی طرف عنان توجہ منطف کرتے ہیں۔ ہر واضح ہو کہ قصد احراق سے مراد
تقسیم عزم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود ولی بہرہا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دین اور مجرد
تخویف و تہدید مد نظر نہیں ہے۔ لیکن دعویٰ تقسیم عزم احراق ہی بوجہ چند باطل ہے
اول یہ کہ جو روایت کا ازالہ انکشاف سے اس مدعا کے ثبوت میں نقل کی ہے وہ ہرگز اسکو ثبوت
نہیں اور اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اوسمین احتمال مجرد تہدید و تخویف کا ہی بلکہ غالب
سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے تو استدلال تقسیم عزم احراق پر باطل ہوا۔ دوسری یہ کہ الفاظ
میں جو روایت منقولہ میں موجود ہیں قسم عدم بانیہ یہ واقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس
جملہ کا اسطرح ہے کہ خدا کی قسم یہ میرا مانع نہیں ہے امر احراق سے۔ تو اس جملہ سے یہ بھی
نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوئی تو میں گھر جلا دوں گا بلکہ یہ کہ
کہ اگر مجتمع ہوئی تو مجھ کو یہ امر احراق بیت سے مانع نہ ہوگا اور اس سے تقسیم عزم احراق پر
استدلال کرنا سراسر سچا ہے۔ تیسری یہ کہ جناب امیر نے بھی قصد میرا بہرہا کہ روایت
ہم ابھی اوپر بیان کر آئے ہیں۔ پر ناہنگوانے کے واسطے جب آپ تشریف لائی تو لوہار خٹا
عمادت تشریف لگئی میں ڈالی ہوئی آئے اور فرمایا لئن قلہ قلعہ لا ضرر من عتقہ و عتقہ کا خبر یہ
اور نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے اوکھاڑنے کے بارہ میں جیسا کہ علل الشرائع
میں آپ کے صدوق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا حالانکہ رسول اللہ
قطعاً مجسم خمار رسول آپ پر حرام تھا تو اگر اسکو بھی مجبور و تہذیب پر محمول فرمایا
تو ہماری طرف سے ہی یہی فرما دین۔ اور اگر جناب امیر کی تقسیم عزم قتل و قتال کے

قائل ہوئے ہیں تو اپنی عصمت بلکہ امامت و خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھ کر قبر فاطمی کی روایت
 مخصوصہ جو خاتم النبیین کے محل الشرائع سے ترجمۂ نقل کی ہے ہم ہی اس کو نقل کر کے ہیں بزرگ
 خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا رسانیدند او بحال جنع و فرغ ہمراہ صدیق متقرب
 تعزیت نزد امیر المومنین حاضر شد و شکایت شروع کرو و گفت نہ طلبیدن مارا بر جنازہ فاطمی
 اذان قبیل است کہ در غسل آنحضرت مارا دخلی نہادی و مجتہب سلیم کردی کہ یا بویکہ گفت کہ ترا باب
 پیغمبر چہ کارست اینہمہ دلیل کدورت و غبار است حضرت امیر فرمود اگر قسم شرعی یا گوئیم تصدیق
 خوابید کہ گفت قد ملی پس در مسجد مقدس داخل شد و گفت کہ دو امر دل ازان بود کہ
 صلی اللہ علیہ وسلم در غسل فاطمہ زہرا بار بار نماز جنازہ و ما يتعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ آنجا نہ
 بدخلی نہ ہی و حاشا کہ ان کلمہ بفرزند خود قسم سلیم کردہ باشم بلکہ چون الف و انس بحجاب مصطفوی
 زائد الاصفت دہشت ستی کہ در عین نماز بروش مبارکش سوار میشد و در اثنا خطبہ دامن مقدس
 بہ یکشید بر آمدن ابو بکر بالائی منبر آن سر قد بروی بشاق آمد فاروق این کلمات طیبات را از منبر
 دہشت و صلاح او بر بش قبر فاطمی بر آئے آدائی نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت منبر کلفت
 گردید و نوبت بآشتاد و غیظ غضب رسید و قریب بود کہ ذوالفقار از نیام بر آید و مقابلہ عظیم و صحیح
 کرام واقع شود زیرا کہ امیر المومنین قسم شرعی یا نمود کہ بر این تقدیر سر فاروق را از دوش بردارم
 بکہ قبل از منیل مطلب دیر ازندہ گھزارم پس ہماچرین و انصار ہدایت مجموعی و مصطلح افتادند
 دیر ازادہ فاروق تن برضاندادند انتہی المخصدہ تعجب ہے کہ جناب قانع باب خیبر قائل قوم
 عا و۔ بعد ازاں بیت اور اسقاط محسن اور ضرب اسواط بضعتہ الرسول سید کائنات اور اسباب
 ہمت زنا کے وقت آب مامور بصبر و سکوت ہوں اور سل سیت کے مامور ہوں اور نماز جنازہ
 کیواسطے پیش قبر مامور بجا و ہوں۔ سع این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہے کہ ہم
 سب قصہ تہذیبیہ تھا اور مرکز اپکا قصہ مخالف وصیت قتل قتال کا ہوا۔ چوتھی ہے
 کہ صاحب عماد الاسلام نے ہی اس کو مجرد تحریف پر حل کیا وہ تحریر فرماتے ہیں چنانچہ

قلم الکلمین نے نص فرمایا ہے مقتضی تلک مرویات ہواں عصر ہم تبعہ قصد احراق
 بیت فاطمة واتی بالخطب وجمعہ علی بابہ لا ینہ وقع منہ الاحراق فلعلم کار عمر بنہ
 مجرد الخوف۔ میں جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا پہل منسل منس نہیں ہو سکتا
 تو آپ کا انکار ادنیٰ ایسی تکذیب سے سی میں احراق کے پانچویں مرتبہ سے خاتم شکستہ
 از الہ النین کلام ابو جعفرین جبہ نقیب متقیین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں
 تمام ہاجرین و انصار و خلفاء کے ظاہری زہر و دوس اور عدل داو اور دنا سے نفرت کلی
 کی وجہ سے اذکر حدیث خلافت کے معتقد ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی
 فعل ہے صادر نہ ہو جو باعث سو فتن ہو بلکہ جہاں تک ہو سکے کو تو کو حق ظن اور خلوص عقیدت
 دامن میں پہنچا دیں تو ایسی حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ دنا و مکر کا کام میں
 الصلوات کے کیونکر ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالعرض اونی یہ
 فعل صادر ہوا ہو تو انک ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہٹی طرف تریہ ہے کہ خود علماء
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر علی کے احتجاج میں روایہ کی جبکہ معقول
 یہ ہے۔ کہ چون خلیفہ ثانی آباد بندہ گفت کہ اگر امیر المومنین از خانہ خود بیرون نہ کیا بد خانہ اورا
 خواہم سوخت صحابہ از شیعہ ابن قول تغیر شدند و انکار شد یہ کہ وہ نہ حبیفہ ثانی گفت شما
 گمان بردید کہ من جہنم خواہم کہ وہ حالانکہ مقصود من ہتید بود نہ چیز دیگر پس جناب رفتہ
 بواسطہ شخص پیام بوی سسر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منوچہی ام
 و شول تا بلیف گردیدہ ام در زمانہ سو گند جاری شدہ کہ تا ازین اسرافارخ نثوم از خانہ بای
 بیرون نہ کردم دبا سو دیگر نہ بردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی سبب یہ فرمایا
 کہ میرا یہ قول مجرد ہتید کی غرض سے تھا۔ جب میرا صباہ ساکت ہو گئی۔ اس روایت سے
 یہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے مجھ اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شد یہ کیا اور موافقت نہ

قلم الکلمین نے نص فرمایا ہے مقتضی تلک مرویات ہواں عصر ہم تبعہ قصد احراق
 بیت فاطمة واتی بالخطب وجمعہ علی بابہ لا ینہ وقع منہ الاحراق فلعلم کار عمر بنہ
 مجرد الخوف۔ میں جب آپ کے علماء نے خود تسلیم فرمایا کہ فاروق کا پہل منسل منس نہیں ہو سکتا
 تو آپ کا انکار ادنیٰ ایسی تکذیب سے سی میں احراق کے پانچویں مرتبہ سے خاتم شکستہ
 از الہ النین کلام ابو جعفرین جبہ نقیب متقیین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں
 تمام ہاجرین و انصار و خلفاء کے ظاہری زہر و دوس اور عدل داو اور دنا سے نفرت کلی
 کی وجہ سے اذکر حدیث خلافت کے معتقد ہوئی تھی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان
 حاصل ہو گیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بھی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہوئے کہ ایسا کوئی
 فعل ہے صادر نہ ہو جو باعث سو فتن ہو بلکہ جہاں تک ہو سکے کو تو کو حق ظن اور خلوص عقیدت
 دامن میں پہنچا دیں تو ایسی حالت میں علی مخصوص قریب زمانہ دنا و مکر کا کام میں
 الصلوات کے کیونکر ممکن ہے کہ احراق یا قصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالعرض اونی یہ
 فعل صادر ہوا ہو تو انک ابو جعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا۔ چہٹی طرف تریہ ہے کہ خود علماء
 شیعہ میں سے طبری نے مطابق روایت باقر علی کے احتجاج میں روایہ کی جبکہ معقول
 یہ ہے۔ کہ چون خلیفہ ثانی آباد بندہ گفت کہ اگر امیر المومنین از خانہ خود بیرون نہ کیا بد خانہ اورا
 خواہم سوخت صحابہ از شیعہ ابن قول تغیر شدند و انکار شد یہ کہ وہ نہ حبیفہ ثانی گفت شما
 گمان بردید کہ من جہنم خواہم کہ وہ حالانکہ مقصود من ہتید بود نہ چیز دیگر پس جناب رفتہ
 بواسطہ شخص پیام بوی سسر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در خانہ منوچہی ام
 و شول تا بلیف گردیدہ ام در زمانہ سو گند جاری شدہ کہ تا ازین اسرافارخ نثوم از خانہ بای
 بیرون نہ کردم دبا سو دیگر نہ بردازم۔ قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی سبب یہ فرمایا
 کہ میرا یہ قول مجرد ہتید کی غرض سے تھا۔ جب میرا صباہ ساکت ہو گئی۔ اس روایت سے
 یہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے مجھ اس قول (خواہم سوخت) سنی کہ انکار شد یہ کیا اور موافقت نہ

ہیں کی بجائے اور برہم ہو گئی تو کوئی نہ کہیں ہے کہ ان صحابہ نے جو بحر اس قول کے تغیر ہو گئی تھی اور
انکار شدہ کیا تھا گھر جلائے گا و اشی سامان اوراق جمع کرنے دیا سو ادھس سرسری ہی تسلیم نہیں کر سکتی
کہ وہ ہمتانات جو حضرت شامہ و ثیمانہ و خلیفہ کی طرف منسوب فرماتے ہیں مثل ضرب و ثیمانہ سیدہ
و اسحاق و حسن و ثقیف فاختہ وغیرہ خرافات کو ایسے صحابہ جان نہاروں نے باورد و انکار منظور کیا ہوگا
ساترین علی بن ابراہیم بھی اس تاویل کی تفسیر میں مروی ہے۔ حدیثی ابی عن صفوان
بن یحییٰ عن ابی الجاود عن عثمان بن عیسیٰ عن مالک بن صفیہ عن ابی ذر رحمہ
اللہ قال لما نزلت هذه الآية يوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال رسول الله صلى الله عليه
والآله وسلم تردى حتى يوم القيمة على خمس آيات فرأيت مع عجل هذه الآية اسألهم ما فعلتم
بالتقلين من قبل ان فيقولون اما الاكبر فمرفناه ونبذناه وراء ظهورنا واما الاصغر
فنادينا وابتغنا وظلمناه فاقول مرد والنار ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم ترد على
آية فرعون هذه الآية فاقول لهم ما فعلتم بالتقلين من قبل ان فيقولون اما الاكبر
فمرفناه ونبذناه واما الاصغر فنادينا وابتغنا فاقول مرد والنار ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم ترد على آية
فخذ عناه وصبغنا فاقول مرد والنار ظلمنا مطمين مسود وجوهكم ثم ترد على آية

۱۰ ابو ذر سے روایت ہے کہ جب یہ آیت پڑھی تو وہ مسود وجہ و نازل علیٰ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ
میری بہت سیر پاس باغ چٹوئی ہو کر ملے ایک جہد تو اس کے پیڑی کے ساتھ ہر گام میں ایسی ہر گام کا پیڑی سے ہر گام میں
وہ کہیں گے کہ کبھی تو نہیں پہاڑ ڈالا اور اس کو پس پشت دل دیا اور اس کے ساتھ ہر گام میں ایسی ہر گام کا پیڑی سے ہر گام میں
میں کہو نکاح یا سہمی کے ہونے آگ میں جاوے پھر میرے پاس اس است کہ وہ عورت کا جہد آگ میں آگ کا ہو گا کہ تم نے میرے جہد
تقلید کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے کہ بری کو تو نے پہاڑ اور اس کی مخالفت کی اور چوٹ کے ساتھ ہو گئی کی اور اس سے اس سے
نقل کیا میں کہو نکاح یا سہمی جاوے آگ میں ہمارے کمال ہونے پھر ایک جہد اس کے ساتھ میری سہمی پاس آگ میں کہو نکاح یا سہمی
میرے بعد تقلید کے ساتھ کیا کیا کہیں گے کہ بری کی تو ان کو فانی کی اور چوٹ دیا اور ہو گا کہ میں نے نکاح یا سہمی کا کیا ہونا

ذی الشہدۃ مع اہل الخواج و آخرہم واسالہم ما فعلتم بالتقلین من عیسوی
 فیقولون اما الاکبر فمرفقاء و بدنا منہ و اما الاصغر فقاتلنا وقتلناہ فاقول ثم قال
 فلما اسلمتین مسود و جو حکم تم تو دے علی را یہ مع امام المقتین و سید المرسلین
 و قائد الغر المحجلین ^ع رسول رب العلمین فاقول ما فاعلمتم بالتقلین من عیسوی
 فیقولون اما الاکبر فاتبناہ و اطعناہ و اما الاصغر فاحبناہ و والیناہ و اوزناہ
 و نصرناہ حتی اھرق فیہم دما ننا فاقول ردوا الجنة رواہ روایتین صبیحۃ و جو حکم
 تم تلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یوم تلبیض و جوہ و تسود و جوہ
 قوله فقی رحمۃ اللہ علیہم فیہا خال دون انتہی نقلنا عن تفسیر الصفا ^ع اہل عشا و الصفا اہل رایت
 ما ذکر فرایق اور میان تبع کے ملا محبوبت میں حدت کو ملا عظیم کرین کہ یہ ان محشر میں ہی رسول
 خدا کے سامنے ہر شب بولنے سے بڑھ کر یا اگر احوال بیت کا قصد یا قصد عراق کا سالہ صحیح ہو اور غلط
 اکبر اور سری نہیں جو خلفاء و صحابہ کے زیر نگینت میں تو کیا یہ قول و اما الاصغر فاحبناہ
 و والیناہ و اوزناہ و نصرناہ حتی اھرق فیہم دما ننا (صحیح اور مطابق واقع کے
 ہو سکتا ہے۔ کیا یہی سوا اہل بیت اور حضرت اہل بیت کی کوہ گہر جہانیکا ارادہ کرین ہمیزم و غیرہ و در
 پر جمع کرین اور ضرب کاؤ یا نہ یا کہ یا دنیا شمشیر یا کاروسی علی اختلاف روایا تم اسقاط
 محسن کر دین بلکہ قتل و مصیبت میں کا کرین اور علی ہوس الما براتہا صما حشہ کا نسبت
 صلہ پیر زادہ الشہداء کا چند اقامت خارج کے ساتھ پیری پاس آیتکامین پوچھو گاتے میری بدعتیں کے ساتھ کیا کیا کینا بڑی
 ہم نے پیر زادہ اس سے بری مٹی اند چپٹے سڑی اور لوگو قتل کیا میں کہو گاتے جائیسی آگ میں تہار کالی ہر پیر
 ایک چند پیر گار اگر کام سے اگر در درشن پیشانی اور دانتہ ہا نو دالکر سر گودہ رسول اللہ کے دوس کے ساتھ پیری پاس
 آیتکامین کہو گاتے میری بدعتیں کے ساتھ کیا کیا کینا بڑے کی بیروی اور لاعنت کی اور جو کے ساتھ محبت
 کی۔ اور دو دواہنت کی۔ یہاں تک کہ اذین ہار سے خون ہی میں کہو گاتے۔ جنت میں چلے جاؤ سیراب
 تہار سے روشن چہرے ہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے پڑا۔ یوم تلبیض و جوہ و تسود و جوہ۔ سے
 علی مرتضیٰ علیہ السلام ہر ما خال دون تک ۱۲۔

بہشتیان سیدہ کریم اور بیہ مدعین نصرت و موالات چکے ہیں دیکھیں اور دم غار بن مادر
 سانس نکالیں اور یہ سوال کچھ شریحان پاک ہی سے نہیں کیا جائیگا بلکہ خود جناب جو صاحب
 راست ہیں وہ بھی اس میں شامل ہونگی اور خود حضرت امیر ہی جواب وہ ہونگے تو یہ کذب اصول
 شیخ پر جناب امیر کی طرف بھی منسوب ہو گا اور سوال مارو ہو گا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور
 محبت و موالات طبیعت سرور نام کی پیروی ہے کہ جوت عمر فاروقؓ نے گھر جلایا یا جلانے کا
 سامان ہیا کیا چون و چرا نہ کی۔ اور باوجود اس شجاعت کے جسکا بیان خارج امکان ہے
 بمقابلہ طبیعت کے امانت کرنے والوں کو گنہگار اس سے زیادہ عداوت و دشمنی کیے ساتھ دیکھا
 ہو سکتی ہے۔ لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام
 دفاع آتیہ بیان فرمادی تھی اور تمام حالات واقعہ و حوادث و وہابی کی خبر دیدی تھی
 اور فرمادیا تھا کہ صبر و سکوت کرنا اور ہرگز چون و چرا نہ کرنا۔ پس اس سوال کے کیا معنی
 کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔ اور اگر کسی بھیج سے یہ سوال صحیح ہو بھی تو یہ جواب
 لغو ہے جواب صحیح یہ ہے کہ ہم نے آپ کے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون و چرا نہ کر
 ظلم و ستم برداشت کیا کبھی دم نہ مارا ثقلین العیاذ باللہ خراب و خوار ہوئے سر نہ ہلایا پھر کیف
 یہ سوال و جواب مصنوعی غلط ہو یا صحیح ہم کو کچھ بحث نہیں ہمارا مدعا جو کچھ ہے وہ اس سے ثابت
 مگر اس قدر گزارش آتی ہے کہ تفسیر صافی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچھ بڑی ہو
 اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم و سکوت کرنے والے بھی ظالموں کے ساتھ گرفتار نہ رہیں
 قال ابو جعفر واوحی اللہ الی شعیب النبیؑ معذب من قہیات مائۃ الف واربعین الف
 من شراہم و سبعین الف من خیارہم فقال یارب ہر لاد لا شرا فی ہا بل الاحیاء و اوحی
 لہ ابو جعفر نے کہا کہ شعیب بنی کیلوت خدا وحی بھیجے کہ میں تیرے قوم کے بدترین کو ایک لاکھ چالیس ہزار کو تیرے
 کو نکال دو بدترین بن سے سنا ہے ہزار کو۔ عرض کیا کہ ہر دو گنا یہ تو بدترین ہیں بلکہ ان کو نکال دینا
 اور اسی طرف وحی کی۔ ۱۲۔

اللہ عزوجل الیہ انتم راجعون اهل المعاصی ولہ فیضوا الغضب تو اس سے اوجھ حال انصاف
 کرنا چاہی۔ بیہوشی نے ایسے سخت ظلم غیر سہت کیا اور نہ سنت کی ایسی غضب آگ نہی ساکن
 ہو کر اودنے چین بر چین ہوئے میں کام نکلتا تھا کہ اوجھ کیا حال میں گا شاید اصل تیرے بتاؤ
 اس روایت کے مدلول کے وہ خیال بھی اذن اسرار کے ساتھ معذب ہوئے بیت شادوم
 از قیب بان دامن کشان گذشتی نہ گوشت خاک اسہم بر باد رفتہ شد۔ آہوین خود ہوا
 کتوری نے بجا حضرت خاتم المحدثین کے۔ حضرت فاروق کے اس کا مجر و تحریف پر
 معمول تھا تاہم کر دیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ اما انچہ گفتہ اگر مراد ایشان از قصہ تحریف و تہذیب
 گفتن انیکہ من خواہم سوفت الخ۔ پس ایگو ٹیم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصہ احراق
 بیت نبوت کبر رایات اہلسن ثابت میکنند ہیں است و اگر این قول از قصہ او دلالت نکند
 لازم آید کہ در قول خود کا ذب بوجہ باشد۔ اور اگر مراد غرض فعل محیب کو ہم خیال ہو کہ آخر عبارت گذشتہ
 کی اور نیز عبارت سابقہ میں دلالت کرتی ہے کہ وہ در ہے اثبات قصہ تحریف کے ہیں اس
 تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرما دیں۔ جو آپ کو مفتی صاحب کی عبارت میں واقع ہے
 کہ کہیں مدعی اثبات قصہ احراق ہیں اور کہیں مجر و تحریف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہیں اور
 عجب نہیں کرتا اسکا یہ کہ حضرت مفتی صاحب کو درمیان قصہ تحریف اور قصہ تحریف کی تہ
 ہنوی ہوگی کہ جسکی وجہ سے یہہ التباس و اختلاف کلام میں واقع ہوا قول معلوم نہیں کہ قصہ
 امر قلیبیہ کہنے سے کیا کیا مطلب ہے بظاہر تو وہی مطلب ہوگا کہ جو آپ کا خاتم المحدثین نے قصہ
 فرمایا ہے قصہ مور قلیبیہ سے بے شک ہے مگر جاکہ اسباب و سامان قصہ کے ظاہر ہوا
 تو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے کرنے پر اورد ہے اقول فعل کے کرنے
 آبادگی و طرح پر ہوتی ہے یا بطور مضمیم عنہم کیے یا بطور مجر و تہذیب و تحریف کے جو
 بظاہر ان دونوں میں کچھ فرق نہیں اور امید واسطے بعض علماء کہ شاید یہ تیس ہوگی۔ اور
 طے کہ انہوں نے کہنگامہ کی ساتھ ہست کی۔ اور میرے قصہ سے سبب وہ قصہ نہی۔ ۱۲۔

دو نوین فرق باعتبار ازا و فاعل کے ہے اسلیئے مناسب ہے کہ ہم اول ان دونوں فرق تکلیف
 اور اس کے بعد اپنے فاضل مجیب کے اس قول کا جواب دیں پس واضح ہو کہ قصد علی نفس الامر
 خبری ہے جو اس فعل کے کرنے سے متعلق ہو اور قصد تخویف و تهدید یہ ہے کہ فی حد ذاتہ
 فعل کا کرنا مقصود نہ ہو صرف بظاہر اتقاء خوف کے لیے اس فعل کے اسباب و سامان کو اس
 صورت میں غائب کر دیا جاوے جس سے بظاہر عزم یا مجرم نہ شرع ہوتا ہو کیونکہ اگر اس سے
 بہرہ متحقق نہ ہوگا تو مقصود جو تخویف و تهدید ہے سرگز برآمد ہوگا۔ بلکہ امور محمد میں بہرہ متحقق
 کہ نسبت جائز ہے کہ لای تو بہ دور و یک فراہی سامان بہ نسبت اسل قصد کے زیادہ ہو
 پس ظاہر سامان عمران و دونوں تمیز کرنا جیسا کہ حضرات شیعہ کرتے ہیں چنانچہ علامہ کشوری
 بھی تحفہ کے جواب میں لکھا ہے۔ و اما آنچه گفتند کہ قصد از امور قلبیست کہ بران غیر خدائی
 بجائے دیگرے مطلع نمی تواند شد پس مرفوع است بانکہ امارت و علامات دلیل قصد می باشد
 اور تسلیم انکار غالباً ہمارے فاضل مجیب ہی بدون سہن سمجھی یہ ہی ترانہ فرماتے ہیں
 اس دلیل ہے کہ حضرات کو ان دونوں تمیز نہیں ہوگی۔ اصل سوال میں بخیر ذائقے ہیں۔
 (اور رجعت لینے کے لیے گھر جلدانے کی دھکی دی) اور بعد اس کے قصد اوراق روایت از آلہ انفا
 سر ثابت کرنے میں اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپکو دھکی اور قصد اوراق میں تفرقہ بینا
 حاصل نہیں بلکہ فاعل کے اوریات و قابلیت مقبول کے نے بھلہ قرینہ ہو سکتی ہے مثلاً اگر
 افعال کے صدور میں کہ ان کا فاعل سفاک و بے باک ہو اور اتباع شرع سے مطلق بے بہرہ ہو
 اور محل ہی لائق کشتی و خونی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال تعصیم عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جن کتاب
 وقوع فعل نہ ہو چکر سرگز اسد لال نہیں کیا جاسکتا کہ مقصود نے حد ذاتہ قصد قتل و اوراق پر
 پس جب ایہ امر طرعی ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور ان کے مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ سامان
 و اسباب کے جمع کرنے سے عزم و ہیزم و آتش کے لانے سے عزم ہوا کہ فاروق اوراق بیت
 حبیب کا عزم یا مجرم رکھتے تھے غلط ہوا۔ کسی شخص کو اس کے قتل کے نسبت کہنا اور

تلوار بھرنے ڈاکٹر کلنا بلکہ تواریان سے کھینچنا ایک وال غرم اور قصد پر نہیں ہو سکتی خود جہا
 ایک قریب پر جو جسے خود اہل قتل کی دیکھی اور تلوار کے گلے میں ڈاکٹر باہر آنا خود بہر صریح
 دلیل ہے بشرطیکہ حضرات تبعہ اسکو مجروح و تہید پر حملہ فرادین اسطرح بخش فزائیسی پر
 ارادہ قتل قتال کرنا اور دستا بقصد شمشیر پر ناہی غالباً اسی قسم سے ہوگا اور اگر حضرت
 شیعہ سیکو ہنس دیکھ پر حملہ فرادین اور غرم با مجرم سمجھیں جو کہ آپ اور بکوت تھے
 آپکی عصمت بلکہ اہمیت و خلافت کو سمجھنا لین۔ آپکو مادہ ہوگا جبکہ آپ کے ابن عباسؓ سے ہر گاہ
 بیت المال لوٹ کر نہ آئی ہو اور جناب امیر نے انکو ایک غائب نامہ تحریر فرمایا جو پنج ایام
 میں معقول ہے اور غالباً ہم اسکی نقل اور پر کر آئی ہیں۔ اوسین انکو جناب امیر نے قسم کیا کہ
 کیا لکھا تھا کہ اہل قتل اوس سے بغرم با مجرم تا بے ہوتا ہے یا نہیں۔ غالباً وہ روایت
 یہی آپکو حافظہ سے نکلی ہوگی جو ہم اور بیان کر آئی ہیں۔ جو اصل روایت مجلسی اور طلب
 مرادندی کی کتاب اور مواضع حسنیہ میں ہی مذکور ہے اگر آپکو فراموش ہوگئی جو ہم آپکو یاد دلانے
 میں کہ جناب امام حسینؑ قبر سے فرمایا کہ مجھکو ملو تمہا کہ چند سنگین عسل کی جو میں سے آئی ہیں
 تیری خدمت میں ہیں تمہا کہ ایک ہمان کی ناخوش کی ضرورت ہے تھوڑا عجاوہ میں سے
 دس سے چنانچہ ایک سنگ کا موہنہ کو لکر بقدر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت
 منکو نکال دلائے فرمایا تو مسلولم ہوا کہ ایک سنگ میں کم سے قبر جو دریا گیا اذہم عرض کیا کہ حضرت
 امام حسینؑ ریحان رسول القلین کہ ایک ہمان کے لیے ضرورت پیش آئی تھے اذہم ان
 تھوڑا سا شہد لیا ہے سنتی ہی حکم دیا۔ بلاؤ جب حاضر ہوئی تو نہایت تیزی و خشونت غشیہ
 مصلحت کے ساتھ درہ جو آپکو ہتھ میں تھا جناب امام کے ماری کیو اسطرح اڑھایا۔ یہاں تک کہ جناب
 امام حسینؑ نے نہایت عاجزی سے آپکو غصہ فرو کرنے کے واسطی حق جعفر کے کو یاد دلایا
 اور آپکا غصہ فرو ہوا تو مسلولم نہیں یہ قرآن مجید غشیہ قہمب کرنا درہ کا مارنے کو واسطی
 اور ہانا اور ہر تیل القہمت ال ملحق اللہ من نصرت کرنا اور جناب امیر کو حقانیت کا جو میں

جناب
 امام حسینؑ
 قبر سے
 فرمایا

ستریم قصد ضرب والا نہیں کیا نہیں اگر نہیں ہیں تو رہنا نہیں ہے اور اگر نہیں تو قطع نظر نہیں
 امام کے غلط ہے کیونکہ آخر میں خود جناب امیر کے ارشاد فرمایا اگر میں نہ دیکھ جاؤں گا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم تہنق و انتہا کو بوسہ دیتی ہے تو میں اپنی تہنق کو مارا تو نے مسلمانوں سے
 پہاڑ کیوں نفع اوڑھایا اس سے صریح ساہم ہوا کہ آپ کا قصد ہرگز ضرب کا نہیں بلکہ صرف تہنق
 و تحریف مد نظر سامی تھی کیونکہ آپ کو یاد تھا کہ حضرت فدائے مبارک صاحبزادہ کو بوسہ دیتے تھے
 تو ایسی حالت میں غرض باجزم مارنے کا کیونکہ کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے متوفیوں جماعت کے لیے بھی احراق فرمایا جو متوفی علیہ فریقین ہے
 اور یقیناً وہ محمول اور پیرہنہ تہنق کی ہے کیونکہ کوئی شخص سامین سے تارک جماعت کے
 لیے وجوب احراق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجوہ روایت میں شک و شبہ ہو تو اپنے مجتہد
 سابق کی تصانیف مثل مواظبہ حنیفہ ملاحظہ فرمائیے۔ قولہ پر جب کہ خلیفہ ثانی نے
 قسم یاد کی ہو اور نہ احراق مثل آتش و ہیرم وغیرہ ہی غلڑیے گئے ہوں۔ جبکہ اگر کتب معتبرہ
 اہل سنت و ثبات ہے تو اب اس میں کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص
 آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر لجا دے اور اس کے مالک سے تقسیم حکم کہ اس گھر کو جلا دوں گا۔ تو
 ضرور ثابت ہوگا کہ یہ شخص اس گھر کے جلائی کا قصد کرتا ہے اقول اگر اصل سوال میں
 آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو بے تہیدہ کا اجمالی جواب دینا اور یہ کہنا کہ قصد لہو و قلبیہ سے ہر
 مورد ملحق ہوتا اور جب آپ نے یہ اہم اور وقت و ذکر فرمائی ہے، ہی نہیں تھے اور صرف اہل
 اذالہ احتیاط پر اکتفا فرمایا تھا اور یہ بھی تعلقہ علامہ کنوری وغیرہ فرمایا ہے وہیہ اجمالی جواب
 کیونکہ ملحق ہے۔ رہا ثبوت ان امور کا کہ آگ و ہیرم وغیرہ کا لجا نا مذہب سامی تھا جس کے
 ذکر سے کسی معلومت کے سبب اغماض فرمایا۔ تعجب ہے کہ اس قدر مال فرمائیں اور ایک امر کی ثبات
 درجے ہوں اور ثبات کے وقت پہلو تھی فرمادیں۔ پہلا اگرچہ امور آگ وغیرہ کا تعجب نہایت
 معتبرہ اہل سنت و ہر نعم سامی ثابت ہے تو آپ نے اس کو ذکر کیا کہ میں نہیں فرمایا جو روایت آپ نے

احراق بیت الزکریا میں ہر روز ہر شمس انعام ہر شمس انعام

[illegible][illegible]

جواب میں کہتے ہیں کہ یہ جواب بعینہ ہمارے مدعا کو مثبت ہے کیونکہ اس سے بطریق ثابت ہوا
 کافی حد ذاتہ مقصود اصلی تفریق اجتماع تھے اور یہ لایا ہوا لاف محض اس مقصود کی تکمیل کا آلہ
 اور واسطہ تھا اور نے حد ذاتہ مقصود نہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تفریق
 بدوین تہدید و تخویف کے ممکن نہ تھا پس مثل شہور۔ ہمان آتش در کاسہ۔ وہی تخویف و تہدید
 طور پر لایا ہوا لاف محض رہا اور یہ دعویٰ کہ اوراق بیت مقصود تھا غلط ہوا۔ ہر قسم کے
 کہنا سوا اس کی نسبت ہم عرض کر چکے کہ اول ذبیہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اس قسم کو فعل کے
 نام کے بجائے آدری پر سمجھ کر ہو گئے ہیں حالانکہ وہ قسم عدم مانعیت پر ہے حاصل یہ کہ فاروق نے
 قسم کہا کہ اس روایت منقولہ میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں گہر جلد زد گناہ کہ یہ فرمایا خدا کی قسم اگر یہ
 جماعت ہمارے پاس مجتمع ہوئی تو یہ مجھ کو امر بالاعراق سے مانع نہ ہوگی۔ پس اس انصاف
 سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں نہ اوراق پر قسم ہے نہ مقصد اوراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں اوراق
 ہی پر قسم مردی ہو اگرچہ محکوم بالفعل اس سے کچھ بحث نہیں کیونکہ گفتگو اس میں ہے جو روایت
 فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں سید فرمائی ہے تاہم ہماری دعا کے مخالف نہیں کیونکہ ہم
 کہہ چکے ہیں کہ تہدیدیات بظاہر قصد کی نسبت زیادہ مخفی اور جہ کے ساتھ ظاہر کیونکہ ہمیں۔ اور
 اگر قسم کے ذکر سے ایسا یہ ہے کہ در صورت عدم قصد کے کذب لازم آوے جتنا پتہ آپ کی حضرت
 کسٹوری نے یہی غالباً یہ فرما کر اپنا تجربہ علمی ہر فرمایا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اول تو کوئی لفظ یہ
 اخبار ہو لیکن حقیقتہ اخبار نہیں بلکہ انشاء تہدید و تخویف مقصود ہے تو اس کو صدق اور کذب
 کچھ علاقہ ہی نہیں۔ کیونکہ نہ وہ حکایت نہ اس کے لیے کوئی محلی غنہ نہ اس کو نظاہر و عدم نظاہر
 کچھ واسطہ تو اس کو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کر لیا۔ پھر آپ ہی اس پر اعتراض کر دیا
 اور یہ صریح بتاؤ علی الفاسد ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ کذب ہو تو وہ قسمیں جو ہم جناب امیر کے
 اور پر بیان کر چکے ہیں اور وہ تہدیدیات جو جناب امیر نے فرمائی ہیں۔ بلکہ وہ تہدید جو حضرت
 صلوات اللہ علیہ وسلم نے مختلفین عن الجماعہ کے بارہ میں فرمائی ہیں وہ سب کذب ہو گئے ہیں اور انکی

جواب آپ: یونہی جواب آپ اور آپ کے علامہ کنتوری اسکی طرف سے قبول فرما دیں فقہ
 یہ جواب کو زیر فرماتے ہیں کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائے گا یہاں کہ محل اجمال ہے اسقدر
 کافی ہے اس سے سخت حیرت ہو کر آپ کے اجمال ہی کو سنا جواب دیا جسکو کافی سمجھتی ہیں اور
 موقع کو سنا ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اسکو جواب تحقیقی کا موقع نہیں سمجھتے اور نہ
 اسقدر کہہ کر کہ جو امور تسلیم سے ہے شاید اسکو اجمال ہی جواب بقدر فرماتے ہیں سبحان
 جواب وہی اسکو کہتے ہیں۔ اقول مناسبت حیرت کا یہ ہے کہ آپ کے اپنے فہم سے کام
 نہیں لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہ حیرت نفی فرماتے بغیر آپ جو ماسا لفظ دیکھ کر خیال
 کر لیا کہ یہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مضامین مفصل کا
 اجمال ہو سکتا ہے یہ لفظ بغیر کہ جو ماسا ہوتا لیکن اگر آپ نامل فرماتے تو آپ کی تہا
 کہ ہتھکال کے واسطے کافی ہوتا چنانچہ جواب اسکو آخر آپ کو جدید دعویٰ کے ضرورت پڑی اور آپ
 فراہمی سامان مثل آتش بہرہ و غیرہ کا دعویٰ کیا اور اسکی اثبات سے پہلو ہی کیا اگر جواب
 ایسا ہی نہا کہ اسے ہتا تو اسکو ایسے اس جدید دعویٰ کی کیا ضرورت ہتی۔ باقی رہا اجمال اجمال
 کا ہی وہ مقام تھا کہ اول آپ کے آپ کو دعویٰ کی نسبت جواب طلب ہتا اور وہ تفصیل کا موقع
 نہ تھا اب آپ نے اپنی دعویٰ کو بڑ غم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہماری لیے یہی تفصیل کا
 موقع آیا اور اگر مختصر طویل ہو گئی تھی تاہم انشویں کا کہہ اندیشہ کیا اور مفصل اسکا جواب
 خدمت میں پیش کر دیا سو اس تفصیل سے آپ اس اجمال کو سمجھ بیٹھیں۔ آپ کو حیرت نہا اندیشہ
 رفع ہو جائیگا اور معلوم ہو جائیگا کہ یہ جواب محل اجمال میں کافی ہے قال القاضی المحیب
 قولہ۔ اور جو صاحب ہدایہ شیعہ مسلمہ تھانے دوا مہر کہہ کر کہ نسبت تصدیق عنی نسبت
 روایات بخاری و مسلم ذکر فرمایا ہے سو اسکی نسبت اسقدر گراں ہتی ہے کہ کلام مخالف ہو
 اگر نظر انصاف سے نہیں دیکھا جاتا تو گوتنی ہی حق کیون نہ تو تاہم حسب محض دخل ہی
 نظر آیا کرتے ہے۔ اقول۔ یعنی صاحب ہدایہ شیعہ کی نسبت یہ لکھا نہا اس میں ہر شیعہ

لکھا ہے شاید الف غلطی سے رہ گیا ہو اور قرینہ ہی یہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کی نسبت سلمہ اللہ
 وادام برکاتہم لکھا ہے حضرت مجیب کی غرض یہی صاحب ہادیہ شیعہ ہی ہے کیونکہ
 سنا ہے ہدیہ شیعہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہ حضرت زندہ و سالم ہیں خیر انہیں سے کوئی
 صاحب ہوں ہر دو صاحب کی نسبت یہہ اعتراض ہے ہدیہ شیعہ والے کی افلاطون و کذابات
 تو تحفہ الاشعر ہے اس کے جواب میں دج میں اگر چاہیں تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمالین۔ اور ہادیہ شیعہ
 والے حضرت کو اگر ایسی باتیں لکھیں جائیں تو یہ تحریر بجائی خود اس کا جواب اور رسالہ ہو جائے
 مگر حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ گزارش ہوتا ہے بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ
 چونکہ اس قول میں کوئی امر قابل جواب نہیں اس لیے اس کے جواب میں کچھ نہیں تحریر ہوتا ہے
 قال الفاضل المجیب - قولہ - کلام مخالف کو انھ یہ فرمانا نفس الامر میں بجا و درست ہے
 مگر اس موقع پر یہ ارشاد بجائی خود نہیں بلکہ یوں مناسب ہے کہ جب تعصب و اپنی مذہب کے پیچ
 انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اس کی انتہا ہی کتب مختصرہ مذہبی میں کیوں نہ مذکور ہو
 اگر ذرا ہی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو صاف انکار کر جاتا ہے یا ایسی گول بات کہتا ہے
 کہ اس کو مذہب کے موید ہو۔ بقول العبد الفقیر لے مولانا الفتنۃ بیشک اس قول میں
 بندہ کا اس امر کو مشن کہتا بجائی خود نہیں تھا بلکہ چونکہ وہ کہتا چاہی تھا وہ بندہ نے
 لکھا اور جو بڑا ہی تحقیقات مذہبی کے جناب کو سنا یا تو تھا وہ آپ نے تحریر فرمایا قال الفاضل
 المجیب - قولہ - اور اگر اس باجین کچھ استناد ہے تو ان امور کو تحریر فرما کر خدام مولانا
 وادام برکاتہم کے پاس بھیج دیں اور قدرت خداوندی کا تا شام شاہدہ فرما دیں۔ اقول - اگر
 کہ لکھا جاوے تو بجائی خود یہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل میں صرف ایک
 زیادت عرض کرتے ہیں اور قدرت خداوندی کے تماشے کے منظر میں بقول العبد
 الفقیر لے مولانا الفتنۃ - لیجئے ہم ہی حاضر ہیں۔ قولہ قدرت خداوندی
 کا نام حق کو چہا نہیں اقول آپ اور یہہ فرمائیں ہر دو مذہب جناب قدرت

نہ دندی کا یہ ہی کام ہے کہ جس کو جو اصول ہب عقلین میں نقل انظم آچا اس وقت
 تک چہا ہوا ہے مثل اصغر گویا بیست مختصر پر سید اخذ ثبات مسائل میں سدا اقصیہ رہا
 وصیت نامہ آج تک جہا ہو ہے اور ظاہر ہے کہ یہ افتقاد پوسیدگی خداوند تعالیٰ کی
 قدرت بلکہ اس کی حکمت پر مبنی تو یہہر آچا یہہر دانا کہ قدرت خداوندی کا کام حق کو جہا انہیں
 نسبت تعجب انگیز ہے اور اس پر طرفہ غماش یہہر ہے کہ باوجود ان پوشیدگیوں کی بہر ہر ہر
 خداوند تعالیٰ برواج ہے بمانہ و تعالیٰ عن ذلک قولہ اور نیز حضرت حبیب خداوند
 خداوندی تو کیا و کہہ گمراہ دیکھئے کیا سحر ساری آر دیکھا ہو۔ اقول اگر میں ابی بحر
 سابق میں اپنے نسبت اس کے مدعی ہوں لیکن جیسا حبیب بیست مجھی کو خطاب کیا تو میں جو
 کچھ کچھ قدرت خداوندی کا قاتل و کہہ لانے کے واسطے حاضر ہوں یہ زمانہ قدیم سے
 دستور ہے حق کے ساتھ یہہر ہی سلوک ہوا کیا ہے بیشک اب ہی قاعدہ تیر کے خلاف
 و سحر سحر سحر شیعہ فرمایا ہو۔ کہانت کس گمراہ کچھ جس کی نسبت پہلے کہا گیا ہے
 وہی اب سی فرمایا ہو اسکی ہر شکایت ہیں جب اس بار درسل کے ساتھ ایسا ہوا ہے تو
 میں تو ایک مدہ گنہگار خطا کار ہوں۔ قولہ رسالہ ہدایت میں سوال دوم کے جواب
 واقعہ صفحہ ۱۲ میں آیکے مولانا یہہر خیر و رائے میں۔ اور سقہ انصار اس بات پر مجتمع ہیں
 ہر کو ایک امید نصا دین ہو اور ایک ہا حریں میں اور حدیث الامتہ میں قرین کا انکو کچھ خیال
 نہیں رہا ہوتا کہونکہ وہ معصوم ہیں ہے کہ بیان اس ہوا و نہر ہو سکر اور اسے تحقیقت ہو
 سکر تو معصوم ہی مامون نہیں اور علم ما کان دبا کون ہی انکو نہ تھا تا کہ عیب کیا جادی
 کہ یہہر سدا انکو معلوم کون نہ تھا اگر معلوم ہی نہ ہو تو یہی کچھ ہر جنہیں جب جنہیں دانا
 تشریف لے گئے اور اس حدیث کو پس کیا اوس سے انکا وہ ارادہ مستح ہو گیا اور سب
 ابو بکر کے ماتہ پر جمع رہے نہتی بقدر حاجت۔ اگر آپ اسکو بخاری کی روایت کے مطابق
 کر سکتے ہیں تو کیجئے ہم ہی قدرت خداوندی کے تاسی موجود کے منتظر ہیں اقول

جناب میں۔ سوچ مبارک صریح وال ہے کہ جو لوگ برسر مخالفت تکرار انہوں نے ہمیشہ
 اہل حق میں قریب سے نہایت مخالفت کو ترک کیا اور نے بیعت کر کے باغایت سے غایت یہ ہر دو ہونے
 ہر کہ تمام حاضرین متفقہ نے بیعت کر کے مخالفت نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہو کر بیعت کی
 توجہ انہوں نے بیعت کر کے تو منافقین جن کو کسی قسم سے مخالفت تھی ہی نہیں انہوں نے
 بالادبے بیعت کی ہو کی دس اور حاشا کہ اس عبارت سے بیعت کرنا تمام صحابہ کا ہجوم تھا
 یا کوئی اہلسنت سے اس امر کا قائل ہو کہ متفقہ میں تمام صحابہ نے بیعت کی تھی پس شخص حضرت
 خوش فہمی تھی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئی اور نیز اس حدیث کی ہے
 جو اپنی زبان سے مذہبی پرمج اور منصب کے بابت فرمایا تھا۔ رہا یہ سوال کہ جب یہ بیعت
 عامہ نہیں ہوئی تھی تو اس بیعت سے تحقق خلاف کیونکر صحیح ہو اس کا جواب یہ ہے
 کہ اگرچہ بیعت عامہ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضرت صدیق کے اہلیہ با کفالت میں صحابہ
 کسی شخص کو نال دیکھا نہیں تھا با اتفاق کلہم اجماع کون حضرت کے استحقاق حد
 کہ قائل ہے تو اگرچہ بیعت واقع نہیں ہوئی لیکن جب کسی کو استحقاق میں نہ رہا تو
 اذنی سکوت بہتر بیعت و قبول کے ہو گیا۔ چنانچہ جب اس کی بیعت عامہ واقع ہوئی تو نے
 بقول راجع بیعت کر لے۔ چنانچہ ہم مضمون کو مطاوی ابحاث گذشتہ میں تفصیل نام
 بیان کر آ کر میں۔ مہذبہ اس امر کا تو فیصلہ خود جناب مشکل کیا ہی فرما گئے اور فرما گئے
 کہ اتفاق خلاف کے لیے جمیع اہل حل عقد کا ہونا کچھ ضرور نہیں چنانچہ فیج البکلت
 کہ مواقع مختلفہ میں مذکور ہے اور اس کو ہی ہم اسبق میں مفصل بیان کر آ کر میں۔ تو اس
 ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل عقد نے بیعت کر لے مخالفت منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب
 ہو گئی۔ پس جو اس سے پہلے وہ حسب ارشاد جناب امیر سبیل المومنین سے منقول ہوا
 اور مستوجب اقبال و استحقاق و غل جنم ہے پس یوم متفقہ بعض کا بیعت کرنا انفساد
 خلاف کے دھوکا کافی ہوا۔ دوسری جگہ سبیلنا بظاہر قارض واقع ہے لیکن یہاں

منفوع ہے کیونکہ یہ طلاق مجازی میں قبیل اطلاق الکل علی الاثر چنانچہ مستفیض ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے مواقع میں جہاں حقیقت متعذر ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے میں غیر تکمیل اس جگہ ایک روایت گذارش پھر صفائی نے قتی و سادہ ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے عز ابے جعفر قال قال امیر المؤمنین بعد وفات رسول اللہ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت

عالم الذین کفر واوصدوا عن سبیل اللہ اصل اجماع الہم فقال قال لہ ابن عباس یا ابا الحسن لم قلت ما قلت قال وراۃ شیئا من القرآن قال لقد قلت لا امر

قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتهوا

فتمشہد علی رسول اللہ انہ استخلف ابا بکر قال ما سمعت رسول اللہ اوصی لا الیک

قال فضلا بالیقینی قال اجمع الناس علی ابی بکر نکت منهم فقال امیر المؤمنین

کما اجمع اهل البعل علی البعل ہنا فتمتتم ومثلکم مکمل الذی استوت قد نارافنا اضاء

ماحولہ ذہب اللہ بنورہم الا کہ اس روایت میں ابن عباس کے جواب میں یہ الفاظ

ہیں۔ قال اجمع الناس علی ابے بکر نکت نہم۔ اس میں قطع نظر اس سے کہ جمع معنی

باللام مفید عموم کو ہوتے ہے یا نہیں ہوتے سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض

ناس مراد نہیں کیونکہ بعض چند آدمیوں کا اجتماع خصوصاً ایک ایسے امر پر جو خلاف رسول

کو ہو داسی اس امر کو نہیں کہ ایک مومن کامل الایمان اور انکا اتباع کر کے رسول کے مخالف کر

لے جے جعفر نے مروی ہے کہ امیر المؤمنین نے بعد وفات رسول اللہ کے مسجد میں جبکہ لوگ مجتمع تھے بلند آواز سے پڑھا

(جنون) کہ کیا اللہ کے راہ سے روکا اور انکے اعمال باوجود کجی ابن عباس نے جوہای ابا الحسن جو کچھ تو پڑھتا تھا کیوں پڑھا

کہا قرآن میں سورۃ نچہ پڑھتا تھا ابن عباس نے کہا یا تحقیق کسی وجہ سے تو اپنے پڑھتا تھا۔ کہا مان۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں

فرماتا ہے (تمہاری پاس جو کچھ رسول لایا اسکو لو۔) جس سے اوپر منع کیا اس سے باز رہو) یہ کہ کیا تو رسول اللہ پر شہادت دیتا

کہ ابو بکر کو نسیف بنایا۔ کہا رسول اللہ۔ تو مینی سب سے اچھی وصیت کے بنیں سنا۔ کہا یہ کیوں مجھ سے جمعیت نہ کی۔ کہا کہ لوگ ابو بکر

پر اکٹھے ہو گئی تھے میں بھی اور میں تھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا جیسی کہ سالہ پرست گوسالہ پر اکٹھے ہو گئی تھے میں تم فتنہ میں پڑ

یہ ایسی وقت متحقق ہو جبکہ جمیع افراد صنفیہ ایک امر پر مجتمع ہوں یا اکثر اور اکثر یا سب پر
 میں ہو کہ باقی بہ نسبت اذکر حکم من مدم اور کا نلم یکن سکھ ہوں۔ تو ایسی حالت میں ہی اذکر
 کل پر کیا جاسکتا ہے اور اس کل کا تحقق انھیں اکثریت کے ہوگا تو معلوم ہوگا کہ ابن عباس
 اپنے جواب میں اب جمع الناس سے جمیع الناس مراد لیں گے جبکہ تحقق بعض اکثریت سے علاوہ
 اسکو یہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اسکو صدہا نظیرین دستیاب ہو سکتی ہیں۔ تیسری یہ
 کہ سنیے مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ میں لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں تاہم
 ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز تعارض نہیں کیونکہ آپ نے
 رسائل منطق میں دیکھا ہوگا کہ تحقق تناقص کے لیے منجملہ وحداث کے ایک اتحاد نامہ کے
 ہی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار ازمنہ مختلفہ کے متعارض ہو گئے تو ان میں کوئی عامل
 تعارض تناقص نہیں کہیگا پس ہم کہتے ہیں کہ عبارت ہا ایلہ سیدہ میں یہ جملہ (اور سب) ہو کر
 (کہا ہوا بیعت کر لے) جو مذکور ہے اسکو معنی یہ میں کہ انجام کار رفتہ رفتہ سب نے بیعت کر لے
 جو حاضرین تھے انہوں نے اسوقت بیعت کر لے اور جو غائبین تھے انہوں نے
 یہی بیعت کی۔ اس جملہ میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اسوقت
 بیعت کر لے یہ ہرگز اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اسکا حاصل اس بقیدہ ہے کہ سب بیعت
 متحقق ہو گئے۔ پس غلط یہاں سے واقع ہوئی کہ قبہ وقت کے اپنی طرف سے تراش کر
 اوس میں بڑا دی۔ تو اس صورت میں کچھ تعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے
 باقی نہ رہا۔ چوتھی یہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہا ایلہ شیعہ کا مدار ان روایات پر ہو جو دربارہ بیعت
 تمام صحابہ جو وہ جلسہ میں اول تقیہ بنی ساعدہ میں بیعت خاعداہ دوسری مسجد نبوی میں
 بیعت عامہ واقع ہوئے تھے دارد ہوئی۔ جن میں جناب امیر ہی شامل تھے۔ اور چونکہ بیعت
 ثانیہ جو اکثر ہی روز دوسرے مسجد میں بیعت اول کے متصل واقع ہوئی تو گویا ہرگز اسکو
 ہوئی کہ اذکر تحقق ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔ اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت میں

بیعت کی۔ تو اس صورت میں عبارت ہدایہ شیعہ کے اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو
 لیکن دوسری روایات صحیحہ کے جو بیعت واقع ہوئی ہیں موافق ہوئی اور معارضہ روایت
 بخاری سے اس وقت میں جبکہ اور روایات کے موافق ہے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ
 کہ پہلے یہ روایات معارض روایت بخاری کے ہوئی تو بعد ازاں تقاضے ہضم ان روایات کو مع
 وجود تطبیق کے گذشتہ اجازت میں بیان کر آئی ہیں۔ پانچویں مسئلہ کہ اس لفظ سے جو ہدایہ شیعہ
 میں مذکور ہے، تمام مسلمان ملزمین اور یہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جیسا کہ
 اکابر علماء نے پہلی سب مسلمانوں کا بیعت کرنا ابوبکر کے ساتھ تسلیم کر لیا باوجودیکہ آپ کے
 اصول مذہب اور مقصود روایات کے صریح مخالف ہے تو پھر آپ ہدایہ شیعہ کے مخالف کو
 کس منہ سے کہہ سکتے ہیں آیات بیعت صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے۔ رہا یہ امر کہ سب مسلمان نے جو
 اس وقت ہجو ابوبکر صدیق کی بیعت کے یا قرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرقی کے
 قول میں ظاہر ہے جو بخارا الانوار کے مجملہ نقی میں منقول اور حاکم ترمذی صاحب نے
 یابین القاطع کیا ہے جسے مسلمانان یا ابوبکر بیعت کر دے وہاں رخصت و شہودی باوجودیکہ
 وہ یابین القاطع ہوئی اور خود ذرا لفظ کو مخالف اور بیعت کنندہ و خارج اسلام ست۔ پس
 جب آپ کے علماء نے باوجود و منافی ہونے مذہب کے سب مومنین کے بیعت کر لیا تو تسلیم کر لیا
 تو اگر ایسے نے ایسا کیا تو کیا عیب ہے کہ ان کا عین مذہب سے اور مخالف کا جواب
 جواب دیوین وہی بخاری طرف سے قبول فرمادین۔ چھٹی بطور تذکرہ کے آپ کے ہر قاعدہ کے
 موافق ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ الزام انہی مسلمات مذہب ہوا کرتا ہے اور بخاری کی
 روایت ہمارا لازم مذہب ہے عین مذہب نہیں۔ پس اس معارض کا الزام ہدایہ شیعہ
 کی عبارت پر نہیں ہو سکتا۔ قال القاضی المحبیب۔ قولہ۔ منہ البصر من حال
 کیا جناب قاضی نور اللہ شوستری کا تعصب و تحائف اس سے کچھ کم ہے جو انہوں
 نے جواب آیت فانزل اللہ سکینۃ علیہ کر فرمایا اور اس کی نسبت کمال قحط فرمایا ہی

کہ چون این سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حلیہ خلاصی از ان لبت
 ایشان برید و صاحب تعصب المکائد نے اپنی گمنامی ہر زبان پر کیا ہر قاضی صاحب فرمائے ہیں
 آنچه کاشف صحت بیان مذکور تواند بود است کہ مقدمان مارشوان اللہ علیہ افادہ فرمود
 کہ خدا تعالیٰ و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ فرمودہ الا انزل
 انزال شامل جمیع ایشان دہشتہ انتہی منقول اند آیات دینیات - اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمائیے
 کہ قاضی صاحب نے کیسے افتخار کے ساتھ تعصب میں اگر کیا ہے اصل دعویٰ مخالف قرآن
 کو فرمایا ہے اور واضح رہے کہ اس میں شرف قاضی صاحب ہی کی طرف تعصب و مخالفت کا الزام نہ
 بلکہ قاضی صاحب نے بوفور کہ اپنی بگوئی کو ہی اس میں شریک فرمایا ہے - غایت یہ اولی الامان -
 اقول سبحان اللہ جناب قاضی صاحب فرمودہ اللہ مرقدہ کے دعویٰ کو اس سے کیا نسبت - اس میں
 اوس میں زمین آسمان کا فرق ہے کہ ان وہ امر دافعی اند کہ ان یہ کول بول بات جو بالکل
 بخاری وغیرہ کے مخالف ہے - اس ایک ہی روایت سے آپ کو میر مہدی صاحب کا یہ
 علم و تدبیر بخوبی واضح ہے اور وہ یہ بھی مقام ہے کہ جبکہ ہم سابق میں وعدہ کر آئیں
 ان حضرات پر تو کچھ فیوض نہیں کیونکہ وہ ایک اعلیٰ سر میں مدت تک سرکاری نوکری میں توفل رہا
 اور علم کی طرف توجہ نہ رہی - مگر حضرت محیب البیب پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ مسلم
 و فضیل اس عبارت مندرجہ آیات دینیات کو غور سے ملاحظہ فرمایا - اور اپنی علم و فہم سے کام
 نہ لیا - میر مہدی صاحب کے چکنی چٹری باتوں میں آگئے - یہ تو فارسی عبارت ہے اس جگہ
 حضرت میر مہدی صاحب کی وہ چالاکी و دیانت جو عبارات عربیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں
 ہندی و فارسی خوان کے سامنی ہی پیش بنائیے - حضرت جو ش منصب اسکو کہتے ہیں اور
 ہٹ دھرمی و حق پوشی اسکا نام ہے - کہ ایک ایسا بے سرو پا دعویٰ کیا کہ جو عبارت اینی
 دعویٰ کے ثبوت میں نقل فرمائی اوس میں اسکا نشان تک نہیں ہے بلکہ اسکا کلام ہے
 آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو حوالے ان حضرات نے اور کتابوں کے دیتے ہیں نہیں کیا

کچھ تصرف کیا ہوگا۔ اگرچہ آپکا دعویٰ تعصب و تحالف کا نسبت جناب قاضی صاحب نے
 مرتد کی اسی عبارت سے جو آپ نے نقل فرمائی رد و باطل ہے۔ تعجب افسوس ہے کہ آپ نے
 عبارت نقل کرتے وقت اس کے الفاظ کے معنی سمجھنے پر توجہ فرمائی۔ اور محض جوش تعصب
 میں آکر اپنے دعویٰ کے مخالف عبارت نقل کر دی بقول العبد الفقیر لے مولانا الغنی
 یہ عبارت بطور توطیہ و مہتہ کے لکھی گئی ہے۔ اس میں جیسا کہ آپ نے لن ترانا فرمائی میں
 اور کلمہ حقیقت قول آئندہ میں بخوبی منکشف ہو جائیگا۔ اس واسطے کہ کچھ مناسب بنین معلوم
 ہوتا کہ اس کے جواب میں تطویل لائے اور تفسیر اوقات لا حاصل کریں۔ ہماری سیر مہدی
 صاحب کی چالاک کی اور دیانت اور ہٹ دہری و حق پوشی و جوش تعصب اور باغیہ مسلم
 و بدین۔ اور ہمارا جوش تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپکا اور آپکا قاضی صاحب کا
 صدق و دعویٰ اور علم و انصاف اور اس دعویٰ کا موافق یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا
 سب کچھ واضح ہو جائیگا۔ **قولہ** مگر تو ضیحا للامم ہم آیات بنیات کے ہی عبارت
 منقولہ لکھتی ہیں اور حضرت مجیب اور نیز اور دیکھنے والوں سے انصاف کے خواہان ہیں بعد
 نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کی نقل کر کے اور اس کا جواب گذارش کرتے ہیں۔ وہ تو
 آپ کا شرف صحت بیان نہ کہ اور تو انہی بود آنت کہ مقدمان مشائخ ہار ضوان اللہ علیہم افاؤ
 فرمودہ اند کہ خدائی تعالیٰ ہرگز دیکھ سچ جائی کی ملی ازل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند
 انزال سکینہ نہ نمود الا انکہ نزول انرا شامل جمیع ایشان و ائمہ چنانچہ بعضی آیات فرمودہ

و یوم حنین اذا عجبتمکم کثر تکم فلم یقرعکم شیئا و صافقت علیکم الارض
 بیدار حبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علیہم ہولہ و علی المومنین و علی
 دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علیہم ہولہ و علی المومنین و چون با حضرت غیر از ابوبکر
 و غیر انہی بود لاجرم خدائی تعالیٰ حضرت را در نزول سکینہ منفر و ساخت و اورا بان مخصوص
 کرد اینہی بود کہ انرا سرکرت نہاد و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بخمود کہ تر و ہا پس اگر

ابو بکر مومن می بود بآستی که خدائی نقالے دین آیت اور اجاری مجری سومان می نمود در
عموم سیکینہ داخل می فرمود۔ اسے قولہ تبارین نزول سیکینہ مخصوص اوشدہ باشد و ابو بکر
بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سیکینہ محروم ماندہ باشد۔ و ایضا نص قرآنی ابادارد انما الذکر در آیت
غار سیکینہ بغیر رسول باشد۔ جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہے جو آیات بینا
والے نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہے۔ آپ کے ہمدی صاحب جو اسکا خلاصہ تحریر فرماتے
ہیں اسکو ملاحظہ فرمائیے۔ اور انصاف سے کہی کہ کونسا الفاظ عبارت مذکورہ کے اعلیٰ خلاصہ
ولایت کرتی ہے آپ کے ہمدی صاحب فرماتے ہیں۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ اللہ
جہان تسلیم مومنین پر نازل کی ہے تو ان اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر بھی
نقطہ مومنین پر تسلی نازل نہیں کی تو کیونکر ممکن ہے کہ فارمین پیغمبر صاحب کو چودہ مرتباً
ابو بکر پر تسلی نازل کی ہو۔ پس اس آیت سے ابو بکر کا عدم ایمان ثابت ہوا ایسی اگر
با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خداوند نہر ہی تسلی نازل کرتا انتہی بجزدہ
حضرت حبیب اور حضرت امۃ انصاف فرماویں اور متبائن کو یہ خلاصہ کن افظاف میں
عبارت کے لکھتا ہے کہ خدا نے جہان تسلیم مومنین پر نازل کی ہے تو ان اول رسول پر
نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر۔ الخ۔ عبارت تو یہ ہے کہ خدا نقالے ہرگز دیکھ جائی
کہ کسی انزال ایمان یا حضرت پیغمبر و داندہ انزال سیکینہ نہ نمود انما الذکر اولیٰ از شامل جمیع ایمان
دوستہ الخ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خدا نقالے نے کہی کسی ایسی جگہ کہ اہل ایمان کسی
کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمسر ہوئی میں تسلی نازل نہیں فرمائی۔ مگر یہ کہ اسکو نازل کر
سکر شامل کہ اس پر چنانچہ جناب قاضی صاحب نے جو آیتیں لکھی ہیں وہ اسی مطلب پر وال
ہیں یہ کہان ہے جہان خدا نے تسلیم مومنین پر نازل کی تو ان اول رسول پر
نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔ اقول خلاصہ اس ساری تطویل لا حاصل اور طویل
لا حاصل کا یہ ہے۔ کہ مولانا سید ہمدی علی صاحب نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب

بیان کیا ہے اور میں اور شون نے لکھا ہے۔ خلاصہ اس رسائی تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے
 جہان کین تسمیعین پر نازل کی ہے تو وہ ان اول رسول پر نازل کی اور بعد ان میں یہ
 تو یہ جواد ہونے لکھا ہے کہ اول رسول پر اور بعد ان میں یہ رسول ہے۔ اور اس کے
 چالاک قرار دیا ہے اور اس کے جو ش تعصب ٹھرایا ہے اور اس کے لئے دیا جی اور سب دہری اور
 حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم انصاف سے خدا کی ہین کہ خدا نے فراموش کر دیکھیں
 و فرامین کہ سید ہدی علی نے یہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکھا یا مخالف ہے
 و کی چالاک اور بد دین اور حق پوشی یا ان کی متانت اور دیانت اور حق گوئی۔ اصل
 یہ ہے کہ ہادی فاضل مجیب نے یہ خوب سمجھ لیا تھا کہ اصل اعتراض تو جناب قاضی صاحب
 کے رفع نہیں ہو سکتا تو ایسی ہی جو ش و خرویش اور گیدڑ بھی کونین کام نکالو۔ پس
 ب اس کا جواب یہی ہے۔ اول ہم اپنی فاضل مجیب ہی کو متعسف مقرر کرتے ہیں کہ جہاں
 رسول اور مومنین پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہ ان کے سب اختلاف تزل سکینہ میں
 راہ رہتے اور سب کے اوپر بالاحسانہ اور بالاستقلال سکینہ نازل ہوا یا یہ کہ نزد سکینہ کا رسول
 اولاً اور بالذات ہی اور مومنین پر ثانیاً و بالعرض ہے۔ اگر امر ثانی ہے تو میں بدعا ہے
 نہ پکا و دیلا اس پر بجا اور اگر اول ہے تو بذاتہ باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی میں جب
 اول اور مومنین سب شامل ہوں تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف براسلہ رسول کے ہوگی
 رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو یہ ہے اور اگر مومنین کو یہی بالذات
 صل ہو تو مساوات لازم آدے۔ دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت اور آیت و آیت و آیت و آیت
 و یہی مفہوم ہوتی ہوگی کہ ہر سب کو آیت مذکورہ میں۔ علی ہود و علی المومنین۔ واقع
 اور اس میں اول تو رسول کو جو بالاتفاق افضل اور حق پر مقدم دوسری یہ کہ رسول کو اپنے
 یہ کیر طرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف پر مال ہے۔ تیسری یہ کہ سکینہ کو
 اپنی ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو یہی اپنے ضمیر کیر طرف مضاف کیا

آیت خدا کے جواب میں تا ہی اور ان کے سب کی علم
 اور علم کی تائید کردی۔

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف ادا اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور امین کوئی اسکا شریک نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود اعادہ لفظ جاری کے دلالت پر ہے غرض اس مجموعہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولاً رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیسا کہ صلوة میں بھی یہی امر مہود ہے۔ تیسری یہ کہ اس عبارت میں جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے۔ کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت یغیہ بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی میں ہوا ہے کہ لفظ باجو مصاحبت کے واسطے ہے پس دل سے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحبت میں یہ تشریف دیکر مکمل حاصل ہوئی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہوگی تو حق یہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اسکا بالتبع مومنین پہلی اوس میں شامل ہوں چوتھی یہ کہ اگر یہ روایت دلائل و ثبوت عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہیں ہوتی اور یہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو نفویت ہوئی اور کیا یہ دلائل و ثبوت پرستی اور جوش و شغف جبر آپ سے یہ فعل شور مچا رکھا ہے۔ اور اگر قطع نظر روایت و ثبوت کے یہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہان سنی مومنین پر نازل فرمایا۔ تو وہ ان رسول اور مومنین پر سب پر سنی نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ نزول سنی کا مومنین پر شمول سنی کو جو باہم مسئلہ ایمان کیا گیا ہے یہ غلط ہے اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہیں تو یہ خود آپ ہی خوش فہمی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہیں سمجھی تو ستر صاحب کی عبارت سے بخوبی یہ مضمون ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ خدای تعالیٰ ہرگز وہ سچ جائی کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت یغیہ بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود۔ الا انک نزول انرا شامل جمیع ایشان دہشتہ۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ جس جگہ خدا تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ ایک ہی اہل ایمان سے تھا تو وہ ان نزول سکینہ میں سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے

کہ ان مواضع مذکورہ میں نزول تسلی مومنین پرستند ثم نزل تسلی کو ہی۔ بلکہ ایک دوسرے تفسیر یہ ہے
 ہوتا ہے وہ یہ کہ ان میں نزول تسلی رسول پرستند ثم نزل کو ہی اور حاصل مولو تفسیر کا یہ ہوا
 کہ نزول تسلی مومنین پرستند ثم نزول تسلی کو رسول پر ہے۔ اور نزول تسلی رسول پرستند
 نزول کو ہی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہ ہے کہ ان مواقع میں
 اگر مثلاً تفسیر اولے صادق نہ آوی یعنی نزول تسلی کا مومنین پر ہوا اور رسول پر نہ تو صحیح
 شمول باطل ہوگا اور اصل دعویٰ قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا
 تو دعویٰ در بیان نزول اور شمول کے ان مواقع میں لازم کا ہوا بیان انفراد ہو گیا
 اور یہ امر ہی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی وہ ایسا ہی
 موقع ہے کہ رسول ہی وہاں موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہیں آتا۔ کہ نزول سکینہ کا
 مومنین پر اس موقع میں بیان فرمایا ہو اور رسول مومنین کے ساتھ نہ تو اس سے ثابت
 کہ جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی تو وہاں رسول پر ہی نازل فرمائی یہ صحیح خلاصہ ہے
 اسکو قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہے اور یہ مضمون جو
 قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت صحیح غلط ہے۔ غرض کہ قاضی صاحب کی اس عبارت کی
 غلط اور مخالف قرآن ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قدر مطلب کو تو
 اب ہی تسلیم فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے خداوند تعالیٰ
 کہ جس کی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سی ہی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی میں تسلی نازل
 نہیں فرمائی مگر یہ کہ اسکو نزول کو سب کے شامل کہا ہے انتہی تو ہم بموجب اس کی تسلیم
 کہ پوچھتے ہیں کہ یہ جو دو موقع ابتدا سورہ فتح میں مذکور ہیں۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ
 فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِيدَهُمْ مَعَالِيَهُمْ اور لَمْ يَخَفْ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ زُلْفَى
 يَبْعَثُكَ فِي الشَّجَرَةِ فَلَمَّا جَاءَ فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ کہ جن میں خاص تسلی
 لے دی جڑی اور باری سکین ہج و ان ایمان والوں کو جو کہ جہاں یا مین ساتھ ایمان پر کے آئے۔ نہ بخش راضی ہوا اللہ

سزاؤ و جزاؤ سے بہت کہ تھوڑی سی ہے نہ کہ ایک کس جہاں جو کہ ہج و ان ایمان والوں کو کہ تھوڑی سی ہے نہ کہ ایک

مومنین پر بیان فرمائی ہے۔ اور رسول کو اس میں شامل نہیں کیا ان دونوں موقوف نہیں آپ کے قاضی صاحب
 یہ قول جہاں تک کہ یکے کے اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اندہ صادق آتا ہے یا نہیں اور غلط ہر سہ
 کہ ان دونوں موقوفین میں صحابہ معاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور نزول سکینہ کا بھی
 اس جگہ ہے اور آپ کے قاضی صاحب ایسے مواقع میں رسول کو واجب اور اذکار فرماتے ہیں۔ تو
 اب دیکھنا چاہیے کہ موافق قول آپ کے قاضی صاحب کے رسول سکینہ کا رسول اور مومنین کے ہر ایک
 مخالف قول قاضی کے انفراد ہے قرآن شریف کو لکھ کر جو دیکھتے ہیں تو اس میں تو مخالف دعویٰ
 قاضی صاحب انفراد مومنین کا تسلی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اور قرآن قاضی صاحب
 کی تکذیب کرتا ہے یا یوں کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول میں قرآن کی تکذیب فرماتے ہیں
 تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی یہی قاضی صاحب کا دعویٰ غلط اور مخالف قرآن کے ہے
 جو لوگوں نے جوش تعصب میں اگر بد دل سکے کہ قرآن کو دیکھیں لکھ دیا اب آپ چاہے ہیں کہ
 چند خرافات سے اس الزام کو الٹ لکھیں جس میں تحریر سے دفع کرین تو پہلا یہ کہ کب ممکن ہے قول
 بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں رسول پر تسلی نازل کی ہے
 اور مومنین بھی رسول کے ساتھ ہوئی ہیں تو مومنین کو بھی یہی تسلی میں شامل کر لیا ہے
 کہ صرف رسول پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نہ کیا ہو اور آیت غار میں یہ نہیں ہے
 بلکہ رسول کا ہی ذکر فرما کر اللہ جل شانہ خاموش ہو گیا اقول حضرت مجیب اور ان کے
 ہم مذہب اور اہل انصاف نہ انصاف فرمائیں اور بتلائیں کہ اگر وہ خلاصہ جو میر مہدی صاحب
 سلمہ نے لکھا تھا غلط تھا جیسا کہ ہماری فاضل محیب دعویٰ کر آئے ہیں تو یہ جو ہمارے
 فاضل محیب کے قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب تھا ہے اس عبارت کے کن لفظوں سے
 غلط ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب رسول پر تسلی نازل کی ہے اور ایمان مومنین بھی
 ہیں تو مومنین کو بھی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سپہ مہدی علی صاحب سلمہ کو دستہ
 اوسمی الزام کے خود آپ مستحق ہوئے۔ اگر یہ مطلب جو آیت قاضی صاحب کی عبارت کا

بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے تو وہ مطلب کہ جو سید مہدی صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت فہوس و تعجب ہے کہ سید مہدی صاحب سلمہ کو تو آپ مطعون کرین اور خود آپ اسے قسم کے معنی بیان فرمائیں اور اہل علم سے کچھ نہ شرمائیں اگر یہ سید مہدی کی چالاکی اور جوشِ تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی تھی تو جو کچھ جناب نے قاضی صاحب کی عبارت کے بیان مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا وہ جناب کی ہی چالاکی اور جوشِ تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہوگی سوا لبوا اور لبو کہ قاضی صاحب کی عبارت غلط کی غلط ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر استفاد ہیں۔ اول اس موقع کا ہونا کہ جس میں رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں دوسرا نزول سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سب کو پس منزل علیہ سکینہ کا جیسا رسول ہے ویسی ہی مومنین بھی ہیں۔ چنانچہ لفظ شمول سے بھی میں آتا ہے تو جب ہر دو منزل علیہم ہوئی تو اگر انکا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہاں رسول پر بھی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ یہاں رسول پر بھی نازل کی وہاں مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور غلط ہے تو یہ بھی غلط ہوگا۔ یہاں کذب اور لغاض عبارت شوستری جیسا کہ قرآن سے وہ ظاہر ہے کہ ہر دو امرین اولین ہر دو آیات سورہ فتح میں موجود ہیں اور شمول نہیں پایا جاتا۔ نزول سکینہ صحیح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبابہ مفہوم ہوتا ہے ورنہ عدم شمول بھی صحیح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح مناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ بھی جناب کو رسائل منطوق سے معلوم ہوگا مسئلہ تیسرے لینیہ کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مواد میں صدق ہو جب اسکا صدق متحقق دگا اور اس کے کذب کے لئے یہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع مواد میں کذب متحقق ہو اور وقت غیب کا ذب ہوگا بلکہ ایک ہی تقدیر پر اگر کذب ہو جائیگا۔ تو قضیہ کا ذب ہوگا۔ پس یہ

تفسیر کلیہ جو آپ کے فاضل صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز درست و صحیح جائز ہے چونکہ انکو نزدیک اسکی
یہ ہے دو مواد تھے کہ جہان اسکا تحقق تھا اسلیجہ انہوں نے حکم کلی فرما دیا اور یہ اذکر
معلوم ہوا کہ اسکو فرمات اور یہی جہان یہ حکم تحقق نہیں ہے اگر کلیہ حکم کیا جاوے گا
تو کاذب ہوگا۔ اور معلوم کیونکہ ہو اگر کہہ قرآن سے نقل ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف
میں ذکر نازل سکینہ کا کہان کہاں پر ہے پس اس موقع پر آیت فار کا ذکر کرنا بجائی نہیں
قولہ اور جیسا کہ جناب باری غرہ نے اور جبکہ فرمایا ہے **فَإِنَّزِلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى**
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ یہاں ہی اگر سوای رسول کے کسی اور کو نازل سکینہ میں شامل
کرنا منظور ہوتا تو فرمانا۔ کہ علیہ وعلیٰ صاحبہ یا علیہما وغیرہ۔ اور جبکہ حق تعالیٰ نے ایسا
نہیں فرمایا تو جناب فاضل صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہر اقول
اول خطا آپکو فاضل صاحب اور انکو اتباع کے یہ تھے کہ اوس تفسیر کو جو پہلے ذکر ہوا ہے
ہرگز درست و صحیح جائز۔ کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اوسکا کلیہ ہونا سراسر غلط تھا۔ دوسری خطا
یہ ہوئی۔ کہ اوس تفسیر کو ایک محتمل میں متعین لکھا اور یہ معنی بیان کیے۔ کہ خدا تعالیٰ
جہان رسول پر تسلی نازل کی اور وہ دن مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا۔ تو وہ دن اوسکو نازل
کیے شامل فرمایا حالانکہ یہ یقین غلط ہے کیونکہ اوس سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ
جہان تسلیم مومنین پر نازل فرمائی اور وہ دن رسول ہی تھے تو وہ دن اوسکو نازل کو
سب کے شامل کیا تیسری غلطی یہ ہوئی کہ آیت فار میں اول تو اپنی خوش فہمی ہے
یہ سمجھ لیا کہ **فَإِنَّزِلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْهِ** کے ضمیر حضرت کی طرف راجع ہے اور پھر اس
بنیاد پر مقدمہ فاسدہ متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اسکا
یہی شامل نازل ضرور کیا جاتا اور جب یہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین
آپ کے ہمراہ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہیں تھے لہذا اگر
اور بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ آپکا خصم یہ کہتا ہے کہ آیت فار میں خدا تعالیٰ نے نازل

سکینہ کا ذکر فرمایا اور سکا منزل علیہ صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور یہی اوتسبیل سے جیسا کہ
 خداوند تعالیٰ سورہ فتح میں ارشاد فرمایا ہوا الذی سے انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین
 اور فاذل السکینۃ علیہم اور دامن نزول کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے
 اور انکو ساتھ رسول کا ذکر نہیں کیا ایسا ہی آیت عارین ہی رسول کا ذکر نہیں کیا اور سکینہ کو
 مخصوص پار غار کے ساتھ فرمایا۔ قطع نظر اس سے ہم ہی ایک قاعدہ کلی مقبیلہ قاعدہ
 کلیہ اکبر قاضی صاحب کے لکھتے ہیں۔ اور اہل انصاف سے انصاف کے خوالان میں۔ وہی نہ
 خداوند تعالیٰ جائیکہ نزول سکینہ بر رسول بیان فرمود ہرگز وسیع جائزول آنرا
 بر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنی رسول را بلفظ رسول کہ وال بر کمال نہنگی
 و تعظیم و نہایت علو تکبریم است تعبیر فرمود لیکن جامہ کہ نزول سکینہ بر مؤمنین بیان
 فرمود گاہی انہا را بلفظ مؤمنین تعبیر فرمود چنانچہ علی المؤمنین و فی قلوب المؤمنین۔
 و گاہی بر ضمیر اکتفا فرمود۔ چنانچہ فاذل السکینۃ علیہم ارشاد شد پس اگر در آیت غار
 بیان نزول سکینہ بر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر اکتفا نہ فرمائی بلکہ بلفظ رسول تعبیر
 نہدی و لیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ بر ابو بکر صدیق بود و در آن گنجائش ضمیر
 ہم بود پس نہ بر ضمیر اکتفا نہ فرمائی۔ خدا کے لیے ذرا انصاف کی انگہیں کہو لکہ دیکھیں
 کہ یہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپ کے قاضی صاحب نے خلاف کتاب اللہ ایجاد
 فرمایا ہے۔ بعد اسکو مثل آپ کے قاضی صاحب کے ہم ہی کہہ سکتے ہیں۔ و چون این سخن
 گوش نصیبان خواہند شنید یا بحث حیرت ایشان خواهد گردید و حسیہ خلاصی از آن جان
 ایشان بلب خواہد رسید۔ ثواب فرمائی کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہر با آپ کے
 قاضی صاحب کا۔ قولہ او شیون نے یہ امر مل بدلائل قاطع ثابت کر دیا ہے
 کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف پہنچتی ہے نہ کسی غیر کے۔ اقول سبحان اللہ
 آجک حضرت شیعہ سے اپنا اصول نہب تو دلائل قاطع سے ثابت ہو ہی نہیں سکا

جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرجح ضمیمہ کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کیلئے ثابت کیا
 اصول بن مین سے ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت کرین انہ کی عصمت اور انکی انبیاء و فضیلت وغیرہ
 سب اصول بن مین سے ہین کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے۔ مگر یہ دعویٰ اس
 جیسا کہ آپ کے سید مرتضیٰ کا کہ وہ دفعوعات فقہ کی نسبت بھی مدعی ہین کہ وہ قطعیات سے
 ثابت ہین۔ حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے انکے تکذیب کی ہے ایسا ہی آپ ہی دلائل قاطعہ
 ثبوت کے مدعی ہین۔ پس ایسے لغو دعویٰ کا جواب جنہر کوئی دلیل قائم ہو بجز سکوت کے
 اور کچھ نہیں۔ قولہ پس جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہ دعویٰ کہ چون
 اس سخن را گوش نا صبان شنید۔ الخ۔ نہایت ہی سچا اور بہت ہی ٹھیک ہے ورنہ
 شیعوں کا دعویٰ اتنی مدت کا بدون جواب باقی نہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے
 تو اب جواب دین اقل جناب میر صاحب ایسے مہملات و مخزافات کے جواب میں کسی
 عامل کو بھی تردید نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اہل سنت کو حیرانی ہو۔ ہاں اگر جملہ باعث
 حیرت ایشان گردید سے مراد ایجادئے کہ اہل سنت کو اس سے حیرت ہو کہ یہ بات
 یہی کیا اس قابل ہے کہ عقلا کے زبان سے نکلے اور کیا اس لائق ہے کہ اسپر ناز و افتخار
 کیا جائے تو البتہ بجا ہے پہر بعد اسکے جو جملہ بطور دلیل کے تحریر فرمایا ہے وہ شیعوں کا
 یہ دعویٰ صحیح۔ اس قابل ہے کہ اہل عقل و انصاف اسپر اذہین کہیں شاید یہ ہی او نہیں
 دلائل قاطعہ سے ہے جسکا ذکر اوپر فرمایا تھا حضرت اگر یہ دعویٰ بالعرض ہے جواب
 باقی ہو تو کیا یہ کچھ مستعجب ہے کہ بدیہی غلط اور وہی ہو ٹنگی وجہ سے اسپر التفات نہ کیا
 رہا یہ کہ ہماری فاضل مجیب اب ہم سے جواب کے خواہن ہین سو بھلا اللہ ہم اس سے
 البطل اس بحث میں بخوبی کر چکے اگر سہمت و جرأت ہے تو جواب بدین اور اگر اس سے
 نسلی شاعر نہ ہو اور یہی ہوں ہو تو اور بھی لیجئے وہ یہ کہ قطع نظر اسکے غلط اور خلاف واقع اور
 مخالف قرآن ہونیکہ یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اصل سے اسکی بنیاد ہی غلط ہے

کیونکہ اگر بالفرض ہم اپنے مجیب کے خاطر سے تسلیم کر لیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے
 کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہ ان مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا تو سب کے شامل
 کی اور حضرت کو منفرد نہیں کیا اور یہ سوائے دو جگہ کے واقع نہیں ہوا تو اس سے یہ نتیجہ
 نکالنا کہ خداوند تعالیٰ پر یہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہیں اس کے خلاف نہیں فرمائے گا سرسری
 اور عزافات ہے کیونکہ اس کو لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلالت کرتی یہ محض جناب قاضی صاحب
 کے وسوسوں تخلیقات ہیں جو مادہ سوداوی سے ناشی ہوئی ہیں اگر کوئی دلیل اسپر دلا کر تی
 ہی تو اول اسکے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے خیر تو انہوں نے نہیں بیان مالی تو ب
 اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجئے۔ اور کوئی دلیل لائی اور یوں ہی ایک دعویٰ دلیل
 پر افتخار دنا فرمانا شان عقلا نہیں ہے اور جب یہ کہ ہم تسلیم کر لیں کہ جو مطلب ہماری
 مجیب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے صحیح ہو ورنہ فی الحقیقت یہ
 قطعاً ہے چنانچہ ہم اجاث گزشتہ میں اسکے بطلان کو بخوبی ثابت کر لی ہیں پس جس طرح دل چاہے
 سے گفتگو کر لیں ہم ہر طرح تحریراً تقریراً حاضرین قولہ آگیا یہ فرمانا کہ تعصب میں اگر
 کیسا بے اہل دعویٰ مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بجائے خود نہیں۔ بلکہ آپ نے
 جوش تعصب میں اگر ایسا لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر جوش تعصب اور کیا ہو گا کہ بدون سمجھے عبارت
 نقل کر دی اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب نے جوش
 تعصب میں اگر مخالف قرآن شریف کے دعویٰ کیا یا نہ جوش تعصب ہے اس دعویٰ کے
 نسبت ایسا کہا اور یہ ہی معلوم کر سکتے ہیں کہ سمجھنے بدون سمجھے عبارت نقل کی ہے اپنے
 بے سمجھے عبارت کی توجہ یہ فرمائی۔ ہم کچھ نہیں کہتے بجز اسکے کہ کیسی سائنسی اہل انصاف میں سے
 یہ عبارت رکھ دیجئے اور تماشا دیکھ لیجئے قولہ حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب
 میں نہیں آئے اور نہ بے اہل دعویٰ معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا۔ بلکہ ایک ہر طبعی مدلل
 آیات قرآنی بیان کیا ہے آپ کا جناب قاضی صاحب کی نسبت لیا فرمانا دعویٰ دلیل ہے

اگر آپ اس اپنی دعویٰ میں سچے ہیں تو بسم اللہ کوئی دلیل لائے اور حضرت قاضی صاحب علیہ السلام
 کو اس سے کورہ فرمائے۔ اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب مجتہدہ سے لے لی
 نقل فرمائے کہ جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ جل شانہ تسلی نازل فرمائی ہو
 اور رسول کے ہمراہ سونین ہی ہوں تو فقط رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور سونین کو نازل
 نفرمایا ہو۔ اقول ہم دلائل ثابت کہ چکر میں کہ آکے قاضی صاحب کا دعویٰ خلاف
 واقع مخالف قرآن محض جو سبب تصدیق تاسی ہے اور اسکو بخوبی رد کر دیا ہے آپ علیہ السلام
 قوانین افعال کے دہلے ہو کچھ ضرور نہیں کہ ایک ہی طرح پر کیا جادے۔ دن جب آپ
 اس دعویٰ کو دافعی اور مدلل آیات قرآنی تصور فرماتے ہیں تو امید ہے کہ ہماری دعویٰ کو
 بھی دافعی اور مدلل آیات قرآنی سمجھ گئے اور اگر آپ کو ادھین کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائی
 اور ثابت کیجے کہ خدا تعالیٰ نے کہیں رسول پر سکینہ نازل کی ہو اور لفظ رسول سے تعبیر فرمایا
 ہو اور صرف ضمیر پر اکتفا فرمایا ہو قولہ یہ حضرات الہست کی ہی جرأت ہے کہ بے دلیل
 دعویٰ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کمال دلیری اور بے باکی یہ ہے کہ جو عبارت سند نقل کرتے
 ہیں اور کا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت سے مخالف عبارت منقولہ کے تراشی میں اور بے باک
 افتخار اس اپنی ہی تراشی ہوئی مضمون کو رد کرتے ہیں نہ خدا اور رسول سے ڈرتے ہیں نہ اس
 شرم کرتے ہیں کہ کہیں والا جو خدا نے کچھ ہی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا کلمہ گاہ یہ حال ہی
 ان حضرات کا فاعل و یا ادلی الا یان۔ آپ کے ہمدی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد میں
 لکھا ہے جو کہ خلاصہ ہی صحیح نہیں کیا تو سب بنا فاسد علی الفاسد ہے اقول یہ
 کذبات اور خرافات کا جواب پس یہ ہے کہ بقول شاعر۔ رخ دروغی را بخوابا شد دروغی
 ہم کہیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ باقی آپ کے مہذب کلمات کا جواب ہم کچھ نہیں دیتے
 قال الفاضل المجیب۔ قولہ تو اہل عاریت علیہ میں جو عبارت تحریر فرمادین الہم جناب
 مخاطب کا اس مقصود صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانی میں حضرات تنبیہ کی

کتب نایاب میں بڑے بڑے شہر و زمین ہی دستیاب نہیں ہوتی اور اگر کہیں حضرات شیعہ کے
 ہا میں تو اہلسنت کو دلائل تک دسترس درانہ کا حصول ممکن نہیں چنانچہ ایک شخص حضرت شیعہ
 میں سے میری ہی عزایت فرمایا کہ میں اگر میں یا کوئی اہلسنت جس پر احتمال مناظرہ دانی کا ہو
 ادنیٰ مذہبی کتاب اسے طلب کرتا ہے تو مونہہ چرا جاتے ہیں۔ حالانکہ ہماری شرح کے
 کتاب میں ان کا استعمال میں ہوتی ہیں تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ اصل کتاب ائمہ اشعری
 نہ استدلال صحیح تصور ہوگا اور بلا وقت میدان مناظرہ ائمہ اشعری اسلیبی و اسلمی
 کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ تحفہ وغیرہ میں بعض حوالہ درست نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض
 حوالے بلکہ اکثر درست ہیں تو جو قوت استدلال میں وہ حوالے مذکور ہوں جو درست نہیں
 نسبت صاف کتنا چاہیے کہ یہ حوالہ درست نہیں کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی
 تو بحوالہ اسی کتاب کے نقل ہوگی ان اصل کتاب سے اسکا اثبات اس وقت ضروری ہوگا جو
 آپ صاف انکار فرمادین گے۔ اور یہ کہیں گے کہ یہ روایت ہماری یہاں نہیں ہے۔ اقول
 حضرت مجیب نے جو کچھ اس قول میں فرمایا ہے عام اہلسنت یہ ہی بے اصل دعویٰ کرتے ہیں
 اگر یہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعہ نایاب ہیں تو اگر خاتم الحدیث اور خاتم المتکلمین نے جو
 حوالے نقل فرمائی ہیں وہ کہاں سے نقل فرمائی ہیں۔ بلکہ واقعی امر یہ ہے کہ اہلسنت ہماری
 کتابوں کا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر میں رکھنا گناہ سمجھتے ہیں ورنہ ہر قسم کی کتب شیعہ چھپکے
 شائع ہو گئی ہیں اگر جناب مجیب کو شوق کتب بینی کا ہے تو ارشاد فرمائیں کہ نہرست کتب
 مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو قیمت بھیج کر طلب فرمائیں اور اس نے اصل دعویٰ
 زاتین۔ **یقول النبی الفقیر الی مولانا الغنی**۔ اگرچہ اس قول میں کوئی امر
 ابن بحث جواب نہ تھا تاہم اس قدر گذارش ضرور ہے کہ اگر آپ کی کتب معتبرہ نایاب نہیں ہیں اور
 جگہ ملتی ہیں اور چھپکے شائع ہو گئے ہیں تو یہ فرمائی کہ قطع نظر اور کتابوں سے آپ کا قرآن و جہاد
 میرے تالیف جمع فرمایا اور ائمہ کے پاس کی بعد دیگرے متواتر چلا آیا۔ اور آخر کو

غیر سربای مین امام زمان کے ساتھ منتفی ہو کوئی دفعہ کیوقت چپکرا شائع ہوا ہے یا نہیں
چھوٹے دنگو سے مین کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا نہ اندہ کے پاس منارث
اگر غامض رائی مین منتفی ہوا علاوہ ازین اصول اربعہ کتنی دفعہ چپکرا شائع ہو چکا مین ہیں
اسی سے شیخ کتب معلوم ہو جائیگا۔ ہند میں کلیسیائی اپنی صرف نو لکھو لئے چھاپی ہے۔ پہلی
استثمار مین لایختر ہماری دہشت مین ہندوستان مین تو چھو نہیں ایران کی ہلو خبر نہیں ہیں حسب
اصول کہ یہ حال ہے تو اور علوم کی کتابوں کا کیا حال ہوگا سادہ اگر چند کتاب مین جو جو بات مہنت مین
تالیف ہوئی اور چپ لگئے تو انکو شیوع سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کتب مذہبیہ کا شیوع ہے
اور نیز اگر اہلسنت مین سے دو چار کو کسی وجہ سے آپکی کتاب مین ہم پوئج گئی تو یہ ہی دلیل
شیوع کی نہیں ہو سکتی۔ آپکی کتابوں کے دیکھنے کا شوق اسوقت تک ہر جنسک کو آپ سے
مناظرہ ہے سو اسکی نئی کیفیت کتاب مین جمع سی کی ہیں اور کیفیت جمع کرنیکا ارادہ ہی ہے ہم
آپنے یہ سلسلہ جاری رکھا پس اس نہایت کا شکر گزار ہوں جو ارسال فہرست کو بابت تحریر فرما
اور گذارش کرنا ہوں کہ اگر مطبع جعفری ادبک الکتبہ الحنفی کے علاوہ کوئی اور فہرست ہو تو آپ
غیاث فرمادین۔ متاخرین کے تصانیف مین سوائے قبلہ کعبہ محمد صاحب کے مادہ اسلام
و ذوالفقار و حاتم وغیرہ کا خیال ہے اور کتب مقدمین سے رسائل فضل بن شاہان و سند سلیم
بن قیس و دیگر وغیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپکو یہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو ورنہ کچھ ضرر
نہیں کیونکہ اپنے مذہب کے سخت اور آپ کے مذہب کے فساد مین کچھ شک و شبہ نہیں ہے جو کسی
امر کی تحقیق کے ضرورت ہو۔ فقہاء یہ حکایت جو لکھتے ہیں شاید صحیح ہو مگر یہ کیا ضرور ہے
کہ وہ اسی غرض سے جو حضرت محیب سمجھی مین مذہبی ہوں شاید کوئی اور غرض ہو۔ جیسا کہ اسی
سہ مین ایک سہ صاحب مین اور ادبکریاس در ایک کتب اعداد مین دہ ہلو ہی گہرچا ہلو
نہیں دینے اور یہ غدر کرتے مین کہ میری چند کتاب مین نہایت عمدہ جو ستون سے خریدی مین
بعض حضرات لیکھتے اور پھر واپس مین جب سہ مین نے عہدہ کر لیا ہے کہ خواہ کوئی مالک مین کتاب

ہرگز نہ دو جگہ ان میرے مکان پر اگر جو شخص حاجتی تھی تو اشیہ مطالعہ کرے یا عبارت نقل کرے یا بحالی
 بلکہ حقہ پانی وغیرہ کی خدمت کرے گا تو کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ صاحب ہی جگہ کا ذکر حضرت مجتبیٰ
 کیا ہے اس خیال یا مثل اسکی کسی اور سبب مذمتی ہوں۔ **اقول** چونکہ اس جواب کے تحریر میں
 ایک کتاب ہے جو ہمارے عنایت فرما سے ملی بہت مدد پہنچا لہذا اسکو ہم کمال شکر گزاری کے
 ساتھ لکھتے ہیں اور اسکو اس طرح ہم اپنے فاضل مجتبیٰ کے احتمالات کا جواب جو بمقتضا ع فکر کرے
 بقدر بہت درست و نہایت ہوتی ہیں ہم کچھ جواب نہیں لکھتے **قولہ** معہذا فن مناظرہ کی
 اصول میں یہ دخل نہیں کہ اپنی کتاب بھی مخالف کو دینی لازم ہے مخالف کا فرض ہے
 کہ جسطرح ممکن ہو خود یہ سامان ہم پہنچا ہے **اقول** بہت درست ہے ہم ہی اسکا انکار نہیں
 کرتے۔ لیکن یہ جب ہے کہ تحقیق حق منظر نہ ہو اور جب تحقیق حق منظر ہو جیسا کہ آپ نے فرمایا
 تو یہ یہ غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے۔ **قولہ** میری اصلی غرض جو حضرت مجتبیٰ میں وہ ہرگز نہ
 نہ تھی بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو اسکو رد و بدل میں وقت ضائع نہ ہو **اقول**
 اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو رد و بدل کیا اصل کتاب میں جب نہ پایا تو کہہ دیا کہ یہ حوالہ غلط ہے
 خصم یا اسکو ثابت کر گیا ورنہ غلط تسلیم کر گیا لیکن تعلیط ہی یا صرف اجمالی طور پر ہوتی ہی
 کریدون اصل کتاب کے مطابق کیے و ان پر لحاظ کر کے تعلیط کر دی اور یہ تعلیط اسی ہے
 کہ ہمیں خود رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہ کہ قطع طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب سے خوب
 مطابق کر کے جب نہ پایا تو تعلیط کر دی چنانچہ ہم نے لفظ سقیمۃ العرب کے تعلیط کی ہے تو نتیجہ
 تعلیط قابل اعتبار ہے اور اس میں رد و بدل کچھ نہیں ہو سکتا ہے **قولہ** میدان مناظرہ
 بفضل الہی طرح ہمارے ہاتھ ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت نقل فرمائی خواہ خود
 دیکھ کر لکھیں **اقول** باطلست آنچه مدعی گوید۔ **قولہ** صحیحہ ہم نصف میں آچکا ہے
 فرمانا کہ جو وقت استہلال میں حوالے نہ کر ہوں جو درست نہیں۔ انج۔ بہت درست ہے
 اور ہم جس طرح قبول کرتے ہیں بلکہ اس لکھنے سے یہ ہی غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کریں

اقول - ح - عمرت دراز باد کہ این ہم نیست است۔ برو نسخ رہی اگر آدمی ہزار جگہ پر
 نہ ہو کہے بہت کے لیے حق پوشی اور ہٹ دھرمی کرے۔ دایک جگہ حق قبول کرے۔ تو
 او کو سزا سن نہیں کہا جاسکتا۔ بہر کیف واجب اس کی تسلیم میں ہو کہ کچھ چون و چرا نہیں ہے
قال الناف **سل المحبیب** **نور**۔ **قوله** صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ دست نہیں لیج
 جن حضرات کے تحقیقات کے اعتماد پر جناب مخاطب کو بایں طعنت اٹھا رہا ہے۔ یہ تحقیقات
 عند تحقیق خود غلط ہیں۔ **اقول**۔ اس کے جواب میں نہایت ادب سے فرمایا یہی سولہ ہم ہی عرض
 کرتے ہیں چنانچہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعویٰ منصب و تملک نہ
 شریف کے بیان میں کیقدر سابقین میں بیان ہو چکا ہے اگر مختصر عجیب یہی تھا فرمایا کہ جو
 جانیگر کہ جن تحقیقات کو ہماری حضرت بصدقت از ناز بندیداً تحریر فرماتے ہیں وہ تحقیقات
 اسی واقعہ میں بجائی خود نہیں اور ہماری علماء کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت
 بجاد و درست ہے۔ اب اس محقق کا حال یہی جو عجیب نے بصد ناز لکھا ہے ظاہر ہو لیا ہے
النفات **نظر ہے** **يقول العبد الفقير** **لے مولاه** **الغنی** **قاضي نور اللہ صاحب**
 کو مخالفت کا حال محقق ہو چکا باقی تحقیقات کا حال بھی معلوم ہو جائیگا اور یہ کیا اصول
 مذہب کے تحقیقات کا حال معلوم ہو چکا مگر افسوس اس کا ہے کہ ہماری فاضل محبیب صرف یہی
 فرماتے ہیں کہ تحقیقات علماء کو نظر الصداکین اور خود بدولت اس پر عمل نہیں فرماتے۔ سنے تو
 حکم سامی کی تعمیل کی۔ اور عاید ہے کہ خداوند تعالیٰ آپ کو بھی توفیق عطا فرمادی۔ **قال**
انفاضل المحبیب۔ **قوله** مشتہر نزداد مدیہ نذرین خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں
 عبارت **نیج البلاغ** ہے جو حضرت ابو بکر کی مدح میں جناب امیر نے فرمایا ہے اسد مال کہ
 علماء شیعہ کی طرف سے جو اب نقل کیے ہیں مغلطہ اور ٹکڑا فرمایا ہے۔ عمدہ آں تو جہات تردید
 آتے کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مبالغہ شیعین لیج۔ اس کے جواب میں علامہ کتوری نے
 لکھا ہے کہ این او عاذ بہ محضست احتیاج این تو جہات شیعہ را وقتی می افتاد کہ کہتے

بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجود می بود چون لفظ ابو بکر در کتب شیعه موجود نیست ایشان را محتاجی به سجع یک
از توجیهات نیست۔ اقول۔ حضرت آپ کے خاتم المحدثین اس قسم پر ابتداء ہی سے وہ خلاف واقع
گوئی چلی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ہم نفع البلاغت سے نقل کرتے ہیں اور جو عبارت نقل کی ہے اوس میں نیز
نفع سجع بجای لفظ فلان لفظ بلا و ابے بکر نقل کیا ہے حالانکہ کتاب مذکور میں بلکہ کسی روایت شیعیہ میں
بجای لفظ فلان لفظ ابے بکر نہیں ہے بلکہ یہ کہ یہ خود اقرار کرتے ہیں کہ نفع البلاغت میں لفظ
فلان لیکن سید علیہ الرحمۃ نے تحریف کیا ہے چنانچہ تحریف کی عبارت مجتہد نقل کرتے ہیں وہو مذہ
وصہما ما اور وہ الرضی ایضا فی نفع البلاغة عن امیر المومنین انہ قال للہ بلا لابی بکر
فلقد قوم الاحدود اوی العمد و اقام السنۃ و خلف البدعة ذہب نفی الثوب قلیل
الصیاب صاحب خیر ہا و سبق مشہاد دی الی اللہ طاعتہ و اتقاہ مجتہد رحل و ترکہم
فی طرق متشعبة لا یتمدی فیہا النصال و یستیقن المسلمون۔ درین عبارت جناب امیر
صاحب نفع البلاغت کہ شریف رضی است برامی حفظ مذہب خود و تصریف کردہ لفظ ابو بکر لفظ
منوہ و بجای اول لفظ فلان آوردہ تا اہلسنت متک نہ تواند نمود الخ۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ خاتم المحدثین
سچوئی تو پہلی لفظ فلان نفع البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف بابی بکر کرتے پھر
جو چاہتے فرماتے اب انکر تحریف تو خود انکر ہی زبان سے ثابت ہو گئی۔ جناب سید علیہ الرحمۃ
کی تحریف پس حسب و اب مناظرہ اگر کسی کتاب سے ثابت کر لے اور وقت البتہ تحریف جناب سید ثابت
اور پھر نقل جناب سید علیہ الرحمۃ اسی کتاب سے ثابت کر لے اور وقت البتہ تحریف جناب سید ثابت
ہوئی و اولیٰ فلس ہیں۔ اور چونکہ حضرت خاتم المحدثین معی بتحریف ہیں تو انکو اثبات اپنی دعویٰ کا
لازم تھا اور یہ کہو محض منع کافی ہو کہما تقرر فی علم المناظرہ۔ یقول العبد الفقیر الی مولاه
افضنی۔ اس دانش و انصاف سے التماس ہے کہ مذکور استوجہ ہو کہ اس بحث کو نہیں اور سید
تشریری اور انکر اولیا و توابع کا مرتبہ نعم و یا یہ انصاف ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اول حضرت کنتورچی
سعد بن مسلمی اور تین غلاب فرمایا اور بعد اوسکراؤ کی توابع مقلد کیسا دیانت و انصاف کا خون بہا

خطبات مولانا ابوالحسن علی بن محمد باقر
کربلائے معلیٰ کا انکار اور انکار اہل حق

پہنچاؤن علماء ربیعہ کی تحقیقات کے قلیط میں جنہوں نے متحدہ کے جوابات اکھنڈ میں بطور تمثیل
 علامہ کتوری کے تحقیق پیش کی تھی جس سے حوالہ کا یہی غلط ہونا ثابت تھا مگر صراحتاً ملاحظہ
 تھا کہ جو جوابات خطبہ اللہ بلاؤ فلان کی تنقید کی طرف سے متحدہ میں بدل ہوئی ہیں ان میں صاحب متحدہ
 رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے عمدہ آن لوجیاہات نزوایتان تنس کر آحاب گاہ گاہ ادساہ
 وداہ شیعین بیا براستجاب تلوب ناس ام اسکر جواب بن علامہ کتوری نے تحریر فرمایا کہ
 او ما کذب محض است الخ اب اس دعویٰ حضرت ستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کتوری
 صاحب کے جواب میں صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعوٰی میں کہ یہ توحید
 جیسا کہ متقدمین اور علامہ کتوری اس حوالہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شاہ
 کا یہ دعویٰ اور یہ حوالہ کذب محض ہے یہ سید سے یہ توحید اس کی اور نہ تو کتب ان توحیدات
 کی حاجت اور کہیں فرماتے ہیں۔ ان حقائق کا اہل ایمان ازمنہ باجوبیہ کیا کرے
 شاہ امامہ گفتہ کہ مراد بیکرست یا عمر اور کہیں فرماتے ہیں ثبات الدارہ العیش اول
 این معنی باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان اورین کلام بیکرست بعد از ان باین
 اوصاف اثبات نفس بیکر باید نمود۔ اور کسی قول کے جواب میں لکھتے ہیں یہ کوک ارا امیں
 موجه نکرده۔ مگر اس تمام بحث میں واضح ہے کہ علامہ کتوری بنیاد خلو کے ساتھ حضرت
 خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کو قلیط و تکذیب فرما رہے ہیں کہ یہ امر جو صاحب خطبہ
 سید کے طرف منسوب کرتے ہیں محض کذب و دروغ ہے۔ جتنے اور یہ آیات و بنیات فقہ عمر
 ارادہ النعین عرض کیا کہ حضرت شہید کی تحقیقات کا حال یہ ہے کہ یہاں بغیب حوالہ کا انکار
 کرتے ہیں حالانکہ وہ سب امور ان کو کتب مغبرہ میں موجود ہیں چنانچہ وہ سب امور مذکور
 بڑی شد و دہ سے آپ کے علامہ کتوری صاحب فرما رہے ہیں کہ وہ سب فاضل فقیر کمال
 ابن مائیم بجانی کی شرح میں موجود ہیں۔ پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب بنی
 حوالہ نہیں دیتے تھے اور آپ کو علامہ کتوری ان کی تکذیب میں کاذب۔ اب ہم الیہ

از انکی انصاف کو قسم دیکر پوچھتے ہیں ہمارے فاضل مجیب کے تمام تقریر متعلقہ کو ملاحظہ کر کے
 فرمایا کہ انہوں نے اپنے علامہ کنتوری کی طرف سے کیا جواب دیا اور اس الزام کو ادا کیا
 کیونکہ رفع کیا اور کیونکہ ثابت کیا کہ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو شیعہ کی طرف منسوب
 کرنا کذب ہے فرمایا اور یہ فرمایا کہ علامہ ابن مہتمم کا اپنی شرح میں یہ امور ذکر کرنا بطور متزل
 بلکہ بطور سہزادہ متسخر کے ہے معلوم نہیں کہ حضرت مجیب کا یہ فرمانا بطور متسخر ہے یا واقعی
 اسی حضرت میر صاحب اپنے تو اپنے تمام دین کو ہی متسخر بنا دیا اور دائرہ بحث کا اپنی اوپر
 سنگ کر دیا۔ اس کے خصم نے آپ سے ہی سیکھ کر آپ کے اوپر جہات ستہ کو مسدود کر دیا ائمہ
 جو کچھ روایت کرتے ہیں۔ غالباً سب متسخر ختم غدیر کا خطبہ اور تمام وصیتیں سب متسخر و متحمل ہیں
 ہمیشہ آیت وَلَا تَخْذُوا آيَةَ اللَّهِ هُزُوًا کے متعلق سوچا کرتے تھے سو آج آپ کو بدست
 یہ عقدہ حل ہوا۔ اور جب سمجھ میں آگیا کہ دین کے ساتھ استہزاء اس طرح ہوتا ہے کہ تعجب یہ ہے
 کہ علامہ کنتوری کو یہ تو چھبہ نہو چھو اور اس نے عام طور پر نکار کر دیا کہ چون ابوبکر در کتب شیعہ موجود
 نیست۔ اگر انکو یہ تو چھبہ سوچتے تو صاف نکار فرماتے اور یہ زور سیاہ جو آج انکو اور
 انکی اتباع کو دیکھنا پڑا دیکھنا نصیب نہوتا۔ بہر کیف جب یہ امور کتب شیعہ میں موجود ہیں
 خواہ بطور متسخر و سہزادہ یا واقعی تو اب حضرت شاہ صاحب کا انکو شیعہ کی طرف منسوب
 کرنا صحیح ہوا اور علامہ کنتوری کی تکذیب انہیں کی طرف اولیٰ پہرے اور متسخر و سہزادہ
 بہتر سخاں کے کچھ سودنیا رہا یہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ کیا ہے
 کہ علامہ رضی نے اس خطبہ میں تحریف کی ہے کہ لفظ ابوبکر کا تھا اس کے جگہ لفظ فلان بنا دیا
 اگرچہ یہ باخلفیہ سے علیحدہ تھا کیونکہ ہمارا مقصود صرف حوالہ کے تکذیب کو بابت بحث تھی
 نہ بابت اثبات تحریف لیکن چونکہ فاضل مجیب نے اپنا مخلص سمجھ کر اسکو چھڑا ہے تو اسکا
 بھی ثبوت لیجئے۔ علامہ متجرب ابن مہتمم کے اقرار سے ثابت ہے کہ ان اوصاف کا موصوف
 اور ان مذاہع کا مدوح ابوبکر ہیں یا سمر او ظاہر ہے کہ یہ تعریف و توصیف جناب امیر

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

مجمع عام میں فرمائے ہو کہ جہاں صد آدمی تہنیت بخین کے معتقد تھے تو ایسی موقع میں نام
 کنایہ کرنا فہم میں نہیں آتا۔ کیونکہ ایسی متن میں اگر بڑا کہتے تو تہنیت نام سے کنایہ کرنی کی
 ضرورت ہوتی اور جب مع و ثنا قرار ہے بن تو نام سے کنایہ کرنے کی کیا ضرورت ہرگز
 جسکو تھوڑی سے بھی کلام کی فہم ہوگی اور ذوق سلیم ہوگا وہ سمجھ لیگا کہ ایسی موقع تہنیت میں چنانچہ
 کیا اس قدر سبالتہ سے تعریف کرتے معتقد ہو اور ایسی لوگوں میں جہاں نام لینے میں کمی
 قسم کا خوف نہ ہو بلکہ نام لینے سے زیادہ مطلب بڑا رہی ہوتی ہوا متجلا بقلب زیادہ حاصل
 ہوتا ہو تو ایسے وقت مروج کے نام سے لفظ فلان کے ساتھ کنایہ کرنا نام کلام کو سہرا
 لغو اور محل کو دیگا۔ اور اپنے اور جگہ ہی مروج و تعریف فرمائی چنانچہ ابن میثم نے اپنی کتاب
 شرح میں لکھا ہے۔ ولعمریہ ان مکا ہنما فی الاسلام اعظیم الخ چنانچہ
 ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے بیشک مع و
 نام لیکر توصیف فرمائی ہے لیکن سچے امین تصرف ہوا ہے۔ اب رہا یہ کہ کئی تفسیر
 کیا سوا احتمال یہ بھی کہ یہ نتیجہ رضی سے اوپر ہوا ہو۔ اور غالب یہ ہے کہ یہ کام حضرت رضی
 ہی۔ کیونکہ اس بزرگ نے بہت خطوبتیں تصرف کیا ہے اور چالاک زبانی ہے چنانچہ
 ابن میثم نے تنک ہو کر کہیں اسکو خطبہ سے تفسیر کیا ہے اور کہا ہذا خط عجب بہن
 المستد کہیں انکی عادت فرمائی پس جب عموماً اگر مید رضی صاحب کی یہ عادت ہو
 تو ایسے موقع میں جو فاسد فکر غریب کے لیے وبال نہ نکال ہے کیونکہ چونکہ ہو گئے
 تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہی ہے کہ یہ تصرف اور تحریف آپ کے سید رضی صاحب کا
 ہی کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریف فرمانا کہ تہنیت رضی نے تصرف کیا ہے صحیح ہے
 رہا یہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آپ تحریف کا الزام لگاتے ہیں
 سو یہ آپ کے اور آپ کے ادوں اکابر کے جہنوں نے یہ اعتراض کیا ہے کمال ہی خوش
 فہمی اور دہشت دہی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام تہنیتی کے

نقل کے بعد صاف طور پر فرمایا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر تھا اگر شریف صحیح
تخریف کر کے بجائی لفظ ابو بکر کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ اُنہیں سمجھ جائے اور اسے لالہ نہ ہو سکی تو
اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کی عبارت میں لفظ ابو بکر نہیں ہے۔ لیکن لفظ
ابو بکر بجائی لفظ فلان کے نسلی لکھ دیا ہے کہ اکابر اُمیہ نے شروع و بیج البلاغت
میں ابو بکر صدیق کے نام کو ترجیح دی ہے پس جو شخص کہ خود بصرہ کہتا ہے کہ اس خطبہ میں
لفظ فلان ہے لیکن ہم نے لفظ ابو بکر جو بیان شروع سے راجح ہے بطور الزام شیعہ اور
مناسبت باب کے لکھ دیا ہے تو اسکو تخریف کہنا البتہ انکار و انکار کا کارہی کام ہے مگر
جب دلائل سے یہ بھی ثابت ہو کہ علامہ رضی نے اس میں تخریف فرمائی ہے اور اصل خطبہ میں
یا لفظ ابو بکر ہو گا یا عمر اور محض تشریح کے اقوال سے ترجیح ابو بکر کے نام کو ثابت ہوتی ہے
تو جب تصریح اس امر کی کر دی جاوے کہ رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خطبہ میں بسمتہ
اسکو کتابت ہو چکا ہے کہ اصل لفظ ابو بکر یا عمر بعض تشریح کی ترجیح کی وجہ سے ابو بکر کا
لفظ لکھ دیا جاوے تو اسکو کوئی عاقل تخریف نہیں کہے گا۔ علامہ کتوری نے جواب اس نقل
کر حیا کو کار فرمایا۔ اور دعویٰ تخریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہیں کیا
لیکن انکی خوش فہمی یہ ہے کہ وہ اس قول میں تناقض شاہ صاحب کی طرف نسبت کرتے
ہیں اور یہ بھی سراسر لغو ہے اسی جواب سے اسکا بھی اتصال ہو جائے ہے بلکہ بیان بقول
انکی حاجت نہیں۔ **قول** لیکن یا امینہ ہم انکی اس قول کے تکذیب انکو ایک بڑی عالم
کی کتاب سے ثابت کئی دیتے ہیں۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر کہ معتبرین علماء اہلسنت
ہیں کتاب ہدایہ میں لکھتے ہیں ومنہ حدیث علیؑ بلاد فلان لقد قواہم اذ دخل
اگر کسی کتاب اہلسنت میں بجائی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہوتا تو ابن اثیر کیوں لکھتے کہ حدیث
علیؑ میں بلاو فلان ہے بلکہ لکھتے کہ بلاو ابو بکر ہے چہ جائے کہ تب شیعہ **اقول** واضح ہو
کہ علماء اہلسنت نے حل لغات حدیث میں مختلف طور پر کتابین لکھی ہیں۔ چنانچہ بعض نسخوں میں

احادیث بخاری کے حلیات میں کتاب لکھ کر اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور
 بعض نے دونوں صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض
 مصنفین نے بلا امتیاز صحاح و مسانید و روایات اہل دفاق و خلاف کی مطلق لغت مرتب
 کیا چنانچہ صاحب نہایہ نے ہی التمرام روایات صحیحہ نہیں کیا اسید اسطر بہت روایات غلط
 و اہل خلاف کو متضمن ہے۔ پس نہایہ کی نقل سے استدلال صحیح نہیں ہے اور اگر اس
 کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت کم روایات مناقض شیعہ و موافق مذہب اہل حق
 کتاب مجمع البحرین میں موجود ہیں اور نہ ہی استدلال صحیح ہو گا اور اولیٰ یہ جواب دینا کہ یہ
 کتاب لغت کی ہے اور صحت و عدم صحت روایات سے اسکو تسلسل نہیں تو اسے
 استدلال صحیح نہیں صحیح ہو گا۔ چنانچہ بعض روایات بطور نمونہ منقولہ کلام میں خاتم الحدیث
 ذکر فرمائی ہیں۔ اور چونکہ ان امور کے اعتبار اہلسنت کی طرف سے نہیں ہے تو اولیٰ کا مذکور
 ہو گا اور انکا استدلال احادیث مجمع البحرین سے بیش خود کردہ روایاتی نیست صحیح و درست
 سمجھا جائیگا قولہ پس جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابہرکیت
 نہایت صحیح و درست ہے اور آپ کے خاتم الحدیث کا دعویٰ تحریف محض خلاف ثابت ہوا
 محمد مد علی ذلک اور جب ثابت ہوا کہ لفظ ابہرکیت شیعہ میں نہیں ہے تو ان
 توضیحات کو شیعوں کو ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب یہ آکر اور آپ کے
 علامہ کنٹوری کی فاضل غلطی ہے۔ کیونکہ یہ کہتا کہ در کتب شیعہ لفظ ابہرکیت استعمال
 کیا نہیں ہے اگر یہ سچ ہے کہ کتب شیعہ میں بطور بیان مراد کی لفظ ابہرکیت نہیں تو صحیح کہ ہے
 کیونکہ علامہ ابن بیثم نے جب لکھا ہے تو اسکا اپنی شرح میں لکھنا صحیح اسکا کذب ہے کہ
 وہ عالم شیعہ امامی اثنا عشری ہے اور علامہ کنٹوری کی جہل یا خیال کا اسقدر ہلکا و سورا
 نہیں ہے کہ اس میں احتمال ہے علامہ نے شرح ابن بیثم نہ دیکھی ہوگی مگر تعجب تو یہ ہے
 کہ ہمارے فاضل عجیب باوجودیکہ معلوم کر چکے کہ مشروح ابن بیثم کبیر و صغیر میں یہ لفظ موجود

پہر فرمایا میں کہ علامت توری کا لکھنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست صحیح اور درست ہے ابوال
 دین و دیانت و حیا و شرم سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر لفظ کتب سے روایات مراد ہے یا متغیر
 کہ اس کلام جناب امیر کی روایات میں کہیں بجای لفظ فلان کے لفظ ابو بکر مروی نہیں ہے
 چنانچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامت توری کے دلالت کرتے ہیں احتیاج یہ
 توجیہات شیعہ را وقتی سے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود اس طرح کہ
 مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر کے موجود ہونے کا انکار ہے تو یہ
 اس کے بھی زیادہ بوج اور خلافات ہے کیونکہ یہ کہنا کہ ممکن ان توجیہات کی ضرورت جب ہوتی
 کہ جاری روایات میں جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہیں بجای لفظ فلان کے لفظ
 ابو بکر ہوتا اور جب لفظ ابو بکر ہماری روایات میں نہیں ہے تو ممکن ان توجیہات کی کچھ ضرورت
 نہیں ہر سر غلط ہے جس کا ٹھوڑی سی بھی فہم ہو وہ اس فاحش غلطی کو معلوم کر سکتا ہے
 اسلی کی اگر بالفرض علماء شیعہ میں سے کوئی شخص نہ لکھ کر بطور مراد کے اور نہ بطور روایت کے
 کہ لفظ فلان سے ابو بکر مراد ہیں یا کسی روایت میں بجای فلان کے ابو بکر مراد ہے اور عقیدہ اوصاف
 نہ کوہ مونی میں وہ نسبت مجموعی سوای شیعہ رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہیں آتی اور
 بروی عقل سلیم کوئی شخص سوای ابو بکر و عمر کے موصوع اس مدح کا ہو سکتا ہے تو اس میں
 اگرچہ کسی نے لفظ ابو بکر زبان سے نہ نکالا ہو تا ہم توجیہات کے وجوب سے آپ بری الذمہ نہیں
 ہو سکتے اور شیخ پر واجب ہے کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہو توجیہات کے مذہب کے خلاف
 کو بند کریں چہ جائیکہ علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے یا عمر توجیب اکابر علماء
 شیعہ نے تصریح کر دی کہ موصوف ان اوصاف کے حضرت ابو بکر میں یا عمر اور وہ اوصاف مساوی
 و متنازع حقیقہ خلاف موصوف کو میں تو آپ ہی فرمائی کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعہ
 کو اس کلام کی توجیہات کے حاجت نہیں اگرچہ علماء نے تعین مبہم فرمائی ہو اور حجاج
 اوسی وقت ہے کہ جب روایت میں لفظ ابو بکر بجای لفظ فلان کے موجود تھا لکھا کہ ابو بکر و عمر

انہوں نے کہہ دیا اور آپ کے علامہ کستوری صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ شیعہ کو اس کلام کی توجیہات کی
 جیسا سوقت ہی ضرورت ہے جبکہ کسی طور پر بھی کتب شیعہ میں لفظ ابوبکر موجود نہ ہو تو اس سوقت
 احتیاج توجیہات بلا اول ہوگی جبکہ اگر علامہ شیعہ میں کسی کسی نے ہی تصریح کر دی ہوگی لفظ
 فلان سے مراد ابوبکر بنیامیر ہیں بہر تقدیر علامہ کستوری کے یہ تحریر غلط ہے پہر اس پر جواب کا
 اوکی تصحیح و تائید کرنا ادبی سجا۔ کاش آپ ذرا ہی فہم و انصاف سے کام لیتے قال
 الفاضل المجیب۔ قولہ۔ بجواب اس کے صاحب آیات بنیات سلمہ فراموش ہیں کہ یہ جواب علامہ
 کستوری کا غلط ہے اور جو ادبوں نے نسبت خاتم المہدیین کے فرمایا ہے (کہ ابراہیم خاتم
 محض ست) دینی ہم علامہ مجیب کی نسبت کتر ہیں۔ کہ ابن جواب کذب محض ست۔ اقول۔
 صاحب آیات بنیات میں یاقوت کہاں کہ علماء کے کام کا جواب لکھ سکین وہ بیچارے ہمیشہ
 فاسی سمجھنے سے ہی قاصر ہیں۔ ان ہلست کی صحبت میں رہ کر آپ کے خاتم الشکلیں وغیرہ کی کتاب
 دیکھیں اور دون اس کے اپنے عقل علم سے کام لین یا اپنے شکوک و دھام علماء کرام یا ادلی
 کلام سے رفع کریں نہ ہو گئی اور چونکہ توسیق ایزدی و نسی پہلے ہی سلب ہو چکی تھی۔ اب تکی
 مزی سید احمد خاٹما صاحب کے جو عقیدہ سے نیچری ہو گئی اور ان کے حق میں ازین سوراندہ و
 اور آسمانہ مثل صادق ہو گئی ایسے مذہب متلون مزاج کے بات کا کیا ٹھکانہ ہو
 جو کچھ آیات بنیات میں لکھا ہے سب تحفہ و ازالہ الغین وغیرہ کا ترجمہ کیا ہے ورنہ ان کی یاقوت
 تہناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کو نقل عیار میں یقین ہے کہ آپ پر بھی ظاہر ہو گئی ہوگی
 یقول العبد الفقیر الی مولانا العتہ۔ حضرت میر صاحب سید مہدی علی سلمہ
 کہ نسبت جعفر آپ بُرائی فرمائی کہ وہ سب اس قبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے علیہ السلام
 بن سلام کے نسبت بعد ان کے اسلام لانے کے بطور ہجو کے کہا تھا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہ ہجو
 سید مہدی علی صاحب سلمہ کی نسبت بلا کر نہ کہہ قابل استہزاء ہے اور نہ محل شکایت
 اگر اس وقت جو آپ کے علماء عصر میں توفیق خداوندی اونکو رہا ہو اور عار کو نار پر خست یار کریں

کہ یہ سب باتیں تہمتیں ہیں کہ ان سے کلام آیتیں ہیں

اور اہل حق کے گردہ میں دھن بوجا دین تو آپ اور ان کی نسبت ہی ایسا ہی فرما دینگے بلکہ اگر توفیق
 موفق حقیقی آپ کی رہبری و دستگیری فرمادی اور آپ کو باکشاف حق و طریقی نکال کر سائل
 نجات و فلاح پر پہنچا دی اور آپ سنی ہو جا دین تو اور شیعہ آپ کی نسبت ہی بعینہ وہی مانگے
 کہ جو آپ سید مہدی صاحب کی نسبت فرما رہے ہیں بلکہ مع شی زائد۔ رہا ان کی لیاقت و استعداد
 علمی اور فہم سو میں بحال کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلاستی فہم تو
 یقیناً آپ کے گنت توری اور شورتری وغیرہ سب سے زیادہ ہے تعجب یہ ہے کہ اول آپ درگاہ میں
 کہ وہ بیچارہ تو فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں۔ اور پھر آپ ہی تحریر فرماتے ہیں
 کہ اہلسنت کی صحبت میں بکرا آپ کے خاتم المتکلمین کے کتابین دیکھو۔ جب ان کا یہ حال ہے
 کہ فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں تو خاتم المتکلمین کے کتابین جنکی فارسی ہی فارسی
 سلیس نہیں۔ بلکہ سید قدر و قین ہے کیونکہ دیکھ سکتے ہیں اور اگر اہلسنت کے فیض صحبت کو
 ادھون نے یہ ملکہ حاصل کر لیا ہے تو پھر یہ الزام بھیجی ہے اول اس کوئی امی ہونا ہے پھر
 اعلیٰ علم سے کسب علوم کیا کرتا ہے تو اگر ادھون نے اہلسنت کی صحبت میں رہ کر ملکہ حاصل
 کیا ہو تو کیا کمال طعن ہے۔ اور ہم سابق میں بجا اب عبارت قاضی صاحب واضح طور پر
 بیان کر آئی ہیں کہ عبارت فہمی کی لیاقت آپ کو زیادہ ہے یا ان کو اوس سے واضح ہے کہ سخن
 فہمی کا سلیقہ جناب کو نفا ہی نہیں۔ اور یہ جو لکھا کہ آیات بنیات میں جو کچھ لکھا ہے
 سب تحفہ ارازالہ الغین وغیرہ کا ترجمہ ہے سو یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ آپ اور دیگر
 اسلاف یہ ہی لاٹائل دعویٰ فرماتے رہے چنانچہ تحفہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ صواعق کا
 ترجمہ ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ صواعق سے سروق ہے اگر ہم ہی ایسی ہی تھا تو
 زبان نہ نکالیں تو کہہ سکتے ہیں کہ تالیفات کستوری و جائسی شوہری و مجلسی کے کیا بونکا ترجمہ
 ہو اگر اخذ مضامین کو تالیفات میں سرفہ کہا جائے یا ترجمہ تولد دیا جادی تو سنا حریج کے تمام
 کتابین متقدمین کے کیا بونکا ترجمہ ہوگی خود آپ کی یہ تحریر جسکا میں جواب لکھ رہا ہوں نہ دیکھتا

ترجمہ ہو گا دلم بقل احد لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھ حیا و شرم ہو بہر حال
 چاہی فرمائیں سادہ شکوک و ادھام کو علماء کرام سے منع کرینگے نسبت جو ارقام فرمایا تھا۔ نہایت
 تعجب میرے علماء کرام تو خود ہی اپنے اصول مذہب میں مبتلا و ادھام میں نہیں مینی ملتے کیا
 بلکہ یقیناً باطل سمجھتے ہیں اور بجز اعتراف کے چارہ نہیں دیکھتے و لکن اختار و التار علی اعتبار
 اور یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے حاشا کہ نسخہ مزمل کے طور پر ہو جو کچھ عرض کیا ہو
 واقعی ہے اگر اس میں کچھ شک شبہ ہو تو سنی کرام میں خطبہ کے بابت ابوالفتح ابوجعفر استاد
 فاضل مدنی پانگل اور دست و نعل میں چنانچہ قائم الشکلبین نے ازالۃ الغین میں لکھا ہے کہ ان
 مقام اہل حق را اشارتاً و دیگرست سیر حروفی از آن قصص کہم نقیب ابوجعفر استاد
 فاضل مدنی کہ در کلام و فراغت یہ طولی دارد و در اثبات مثالاً از شدین چہ سی و کوشش
 بجائے آورد درین مقام علم بر آستان مانداختہ و نقطہ برستہ فواختہ زیرا کہ مدائنی در شرح
 خود بعد از عبارتیکہ استوری بر آن درین قول مقتفی شدہ میگوید کہ نقیب کتبم کہم
 بما فرودستی درست کر شود کہ مع شخص ماضی مطابق نفس الامر بود و سچ شکر و تردیدی سپردن
 آن نکرد و چون جناب امیر بارین باوصاف معترف شود مایست مع خواہد بود کہ بالا از ادان
 بناسد نقیب سرگو بیان فرود بردہ و بعد از نامل گفت کہ راست میگویی سہ انتہی کیست وری
 چون این مطلب را باعث رسوائی مذہب خود ہستہ تذکر آن نیز داشتہ انتہی بلفظ الشرف
 عاقل میری گذارش کے تصدیق فاضل مدائنی کی کلام سننے بخوبی کر سکتا ہے اور خاموش کر سکتا
 ہوا اصول تشیع پر جب اصول مذہب سرگو کو اعتراضات منع نہیں ہو سکتے تو جبکہ
 علماء کیا کر سکتے ہیں آخر فاضل مدائنی کے شبہ کا جواب انکو استاد سے بخوبی تسلیم کے کچھ نہیں
 اگر توفیق خداوندی دونو استاد و تلمیذ کے رہبر ہوتے تو ذرا آگے ہی فکر فرماتے
 کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ جناب امیر نے یہ تعریف فرمائی اداس تعریف ہی بالآخر کرتی
 تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ مسادق و مثبت خلافت ارشدہ ممدوح کو سچ تو یہ کہ یوں ہم

لوگوں کو پر خلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر لا کفار اعتقاد کریں اور کیوں راہ مستقیم کو اختیار
 نہ کریں اور کس واسطے باوہ فدا لیا میں پریشان پیرین لیکن توفیق و سنگیر نبوی اور تامل
 نشو و نما ہے۔ **مَعْنَىٰ لَا يُطِيعُ اللَّهَ عَلَيْهِ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ**
 اور جو کچھ آپ نے سیدہ ہند نے علیؑ کے متعلقہ تجریت کی بابت لکھا اول تو اس کا آپ ثبوت و بحر
 ہمارے نزدیک اس کا کچھ ثبوت نہیں اور یہ محض دعویٰ ہے اصل ہے دوسری یہ کہ سید
 احمد خان صاحب کے دو اصول ہیں اول متعلق دینا کے جو ان کی اصلی غرض ہے۔ دوسرے
 متعلق دین و اعتقاد اس کے۔ جو اصل کہ ان کے متعلق دینا کے ہے وہ تو یہ ہے کہ اس
 زمانہ میں اہل اسلام باعتبار مال و دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے دوسرے قوموں سے
 نہایت گری ہوئی اور پستی کے حالت میں ہیں جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل نفوس ہے
 اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اس کے ممکن نہیں کہ یا مال دولت ہو یا منصب
 جلیلہ پر فائز ہو اور نہایت بڑی سبب کہ مناصب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم و نیادی کے
 حصول پر اس وقت میں باسیاب ظاہر موقوف ہو اور حصول مال ہی یا حرمت و صناعہ
 ہی یا تجارت و زراعت ہو اور ان کی تحصیل ہی مال کا تحصیل علوم و نیادیہ پر موقوف ہوتی ہو
 تو اس لیے سید احمد خان صاحب نے گری میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کی یہودی
 کو لیے یہ قرار پایا کہ علوم و نیادیہ کو ترقی دینا واجب چنانچہ اسی بنا پر انہوں نے علوم
 کہولا اور ادب میں انہوں نے وہ تعلیم جو آج کل دنیاوی حیثیت کے اعلیٰ درجہ کی تعلیم سمجھا جا رہا
 جاری کی اور اس طرح سولہ سروس کے محکمہ سلسلہ ہوئی اور سید احمد خان صاحب کے اس ار
 کہ ہزار مسلمان جو اہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ ان کے دل میں مشتعل
 ہتی مدد و معاون ہو گئی اور ان کے گردہ میں داخل ہو گئی۔ اب ہم اس امر سے قطع نظر کر کے
 کہ بحیثیت دین کے تحصیل دنیا میں اس قدر کوشش و انہماک کرنا اور دنیا کو دین کے برابر مہتمم
 با نشان سمجھنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجا ہے یا بیجا دیکھتے ہیں تو کوئی

شخص اس وقت اس امر میں مخالفت نظر نہیں آتا کہ وہ بنظر اسباب غامضی ان مسائل کو
 دنیاوی ترقی سامانوں کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہوگا یہی وجہ ہے کہ صدر اہل اسلام
 جو دنیاوی ترقی کے خواہاں تھے ان کو حامی ہو گئی اور ہزار ہا دہیہ و اہم ہو گیا لیکن اس
 نہ وہ کا فر ہوئی اور نہ احمد اور اگر آپ کے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب میں کوشش کرنا
 باعث کفر ہو تو آپ نے انگریزی ملازمت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ
 ہے اور علاوہ اس کے ہزار خاص و عوام شیعہ اس میں مبتلا ہیں اور بہت سے سید احمد خاں
 کو ہر طرح میں داخل ہو گئے ہیں یقین کرتا ہوں کہ آپ ان کو اس درجہ ہرگز دائرہ اسلام سے
 خارج نہ سمجھتی ہوگی۔ اور ان کی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے اور ان
 نسبت جعفر ہمتے خبریں سن کر اور ان کی اعتقادات کی نسبت تجزیات لوگوں کو دیکھے
 کہ سید احمد خاں صاحب ضروریات دین کے منکر من اگر یہ صحیح ہیں تو بیشک بہت ہی
 اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ جعفر لوگ سید احمد خاں صاحب کے اعتقاد
 اور سیر و دیدہ ہوتے ہیں اکثر ان کو دنیاوی اصل کے وجہ سے ہوتی ہیں اور ہرگز اعتقاد
 میں ان کو سیر و نہین ہوتی۔ لیکن عرف میں عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر ایک کو
 جو درمیان سلوک کا حامی ہو گو وہ اعتقادات میں تابع سید احمد خاں صاحب کے ہو یا نہ ہو
 نیچری کہہ دیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ تہدی علی صاحب لہر ہی صرف اصل اول
 دنیاوی کی وجہ سے ان کو معاون ہوں اور ان کو اعتقادات کے تابع ہوں۔ اگر آپ کو اس کا
 یقین ہے کہ سید تہدی علی صاحب کے اعتقادات بھی سید احمد خاں صاحب جیسی
 ہو گئے ہیں۔ تو آپ کی دلیل سے ثابت کیجئے۔ قطع نظر اس سے کہ ہمارے ہاں کہ وہ اعتقاد
 میں ہی سید احمد خاں صاحب کے تابع ہو گئے۔ اور قطعی طور پر وہ نیچری ہو گئے تو یہ کتاب
 آیات و بیانات نواد ہوں نے نیچری ہونے سے بیشتر تالیف فرمائی تھی یہ کیوں باطل و اعتبار
 ہو گئی۔ اور اگر بالفرض نیچری ہونے کے بعد ہی لکھی تو بھی جب انہوں نے اہل حق کے

نزدیک حق لکھا ہے تو اونکی تلون نراحی اور تذبذب سے امر حق کیون بے ہنگام نہ ہو گیا
 یہ حضرت کی مناظرہ والی اور خوش فہمی ہی نہیں بلکہ جواب دینے سے اغماض و گریز ہے
قولہ ان آپ کے خاتم المتکلمین نے ارادۃ الغین میں یہ لکھا ہے اسکا جواب گذارش ہے تاہو
 اس قول کے جواب میں صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات بنیات والہ نے حضرت علامہ علیہ السلام
 کی نسبت لکھا ہے وہ اونکی ہی نسبت درست ہے **اقول**۔ بیت تو کاری زمین را
 نگو ساختی۔ کہ با آسمان نیز سر و اختی۔ حضرت کا ادعائی علم یہاں تک پہنچا کہ سیدہ
 علی کے جواب سے آپ کو استغکاف ہوا اور خاتم المتکلمین کی تحریر کی غیبت سے آپ جواب دہی پر
 کمر باندہ ہیں چہ خوش ستاد کا وہ حال اور دعویٰ یہ کہ کچھ خیبت چھاپا چاہا ہے کہ کسی نام سے کچھ
 معلوم ہو جائیگا۔ کہ آپ کے حضرت علامہ سے ہیں یا ہماری سیدہ ہدی علیہ السلام **قال**
الفاضل المحب۔ قولہ سادہ ثبوت اسکا یہ ہے کہ کمال الدین ابن تیمم بحرانی نے شرح
 نوح البلاغت میں لکھا ہے ان ارادۃ تلابے بکر ان شعبہ من ارادۃ عمر لم یح۔ **اقول**۔
 آپ کے خاتم المتکلمین صاحب آیات بنیات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہے کہ جو عبارت سے **قولہ**
 جناب مستی صاحب اعلام اللہ مقامہ کی ہے اسکو مذہب اور کفر قول کا نہ کرتے ہیں یہ عبارت
 تو نہایت صاف اور صریح اس بات میں ہے کہ حدیث علی بن لفظ فلان ہے لیکن ارادۃ لفظ فلان
 سے کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص
 دیگر مراد ہے جیسا کہ ابدالین قطب راوندی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ پس غرض فاضل ابن تیمم
 علیہ الرحمۃ کے اول نقل کرنے سے قول قطب راوندی سے یہ ہے اولاً لا نسلم کہ ابو بکر و عمر مراد ہی
 اور ثانیاً علی التنزل اگر ابو بکر یا عمر مراد ہے تو ابو بکر مراد یا عمر مراد ہے عمر کے مراد لینے سے
 اور وجہ اسکی بیان کی ہے پس یہ الزام ابن ابی الحدید کے رد کر لیے ہیں نہ یہ کہ واقعی نتائج
 اس قول کے قابل ہیں۔ **یقول العبد الفقیر الی مولاه الخ** ہی
 اہل انصاف و دانش خدایا ہماری فاضل محبت کے اس جواب کو دیکھو اور اس شخص کو ذرا سمجھو

قوله وتركهم للحال واعلم ان الشيعة قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذا ما لمداح
التي ذكرها عليه السلام في حق احد الرجلين تناقض ما اجمعت عليه من تحفظهم ولخذها
منصب الخلافه فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه السلام او ان يكون
اجماعا حظه ثم اجابوا من وجهين احدهما لا نسلم انما في المذكور فانه جائز ان يكون
ذلك المدح منه عليه السلام على وجه استقلال من يعقد صحة خلافه لتفخيم
واستجلاب قلوبهم ببطل هذا الكلام - الثاني انه جاز ان يكون مدح ذلك لاحدهما
في معنى نوبل عثمان بوقوع القسنة في خلافته واضطراب الامر عليه واستتيارده
بيت مال المسلمين هو ونوابه حتى كان ذلك سببا لثوران المسلمين من الامصار
اليه وقتلهم وبنيه على ذلك بقوله وخلف القسنة وذهب ثلث الثوب قليل اليا صاب
خيرها وسبق ثمها وقوله وتركهم في طرقا من شعبيه فان مفهوم ذلك ان الواو الى بعد
هذا الموصوف قلنا لصف يا هذا هذه الصفات والله اعلم سائمتي بلقطعيه لو حضرت
ابن هشام لفي شرح كبير من تحرير فرما يا سيدي اب شرح مختصر كي جبارت هي من ليحي ليقول
يقال لله بلاء فلان كما يقال لله درهم والله ابوہ وهي كلمة مدح قيل راد به مدح عمر

لے قول ترکہم میں حالیہ ہے۔ اور جان کر شیعہ نے جبکہ سوال اور کیا ہے کہ میں کریم مدح جو حضرت علیہ السلام اور محمد
(ابو بکر) کے کن بن زانی ہوں اور اس کی مخالفت جو کبیر ہوتا ہے انکو خطا کی طرف نسبت کرتے اور غضب خلاف کے کہیں ہے جو
اجماع کیا ہے تو انہیں کلام حضرت علیہ السلام کے کلام نہیں دیکھا کہ ہمارا اجماع داخل ہے یہ اسکا اور نہ ان کے مدح و طرح پر جواب دیا
ایک تو یہ کہ ہم نے نفی نہ کر کے کہہ دیا کہ جاز ہے کہ یہ مدح حضرت علیہ السلام کی جس کسی کلام کے ساتھ ہے
صحت خلاف نہیں کے صلیح جو کی اور انکو دیکھنے کے طور پر مدح ہوئی ہو۔ دوسری یہ کہ اگر یہ توصیف ایک
اور انکو کہ نسبت عثمان کے قویج کے مقام میں ہو سبب واقع ہوئے تھوئی اور اسکی خلافت میں اور مضطرب ہونے کے کہ
اور اسکی اور اسکی اور اسکی آپ کے اور اس کے بہت المال کو ہوا تنگ کر اور اسکی طرف شیعہ نے مسلمانوں کی پریشانی
اور اسکی قتل کا سبب ہوا اور کبیر تر نہ کیا ہے اس قول سے و خلف العتہ ذہب ثلث الثوب قلیل الیای صاب
وسبق لمراسد اس قول سے۔ ترکہم نے طرف تشبیہ ہے۔ ہاتھیں اسکا مفہوم ہی الف یہ ہے کہ اس برصحت کے بعد
جو خلیفہ ہے وہ ان صفات کے امتداد کے ساتھ تصدیق ہے واللہ اعلم۔ اس میں کہتا ہوں پوتے ہیں
مدح بلاء فلان صلیح کہتے ہیں مدح درہ اور مدح ابوہ اور یہ مدح کا کلمہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت نے اس سے مدح
مدح کا رادہ کیا ہے۔ ۱۲۔

وقیل بعض الصحابة ممن جاهد فی دین الله فالادوا لاجوجاج والحمد من یأخذ الابل
 فی اسمتها وهو مستعار لآخر القلوب ومذا واما بالزواج والقولیة والفعلیة فلغا ثوبه
 کناية عن طهارة من المطاعن والضمیر فی خبرها وشرها للخلافة وان لم یحذر کما لکنما
 معمودة اولی قد مذکرها والطرف المشبه بطرق الفتنة انتهى بلفظه اب ہم بعد نقل عبارت
 علامہ ابن میثم بحرانی۔ ایل انصاف سی اسید کرتے ہیں کہ خدا کے لیے تہوڑی سی تکلیف کو ان لوگوں
 سختہ آسا عشرت کے اوٹل سام کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جبکہ یہ عبارت مذکورہ شرح ہی کا حصہ
 فرماوین اور بعد اسکا جواب جو کچھ علامہ کستوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکھیں اور فرمیں
 کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اسکا بیان مفصل تو مقتضی تطویل کو ہے مگر مختصراً
 دیکھیں رفع نظرسا متعین کے اسکو لکھتی ہیں تاکہ علامہ کستوری کا پایہ علم و تدین اور حضرت مجیب کا
 مبلغ فہم و انصاف واضح ہو جاوی کہ مناسب کوم ہوتا ہے اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا
 نہایت اختصار کیسا بیان کروں۔ پس واضح ہو کہ ابن میثم کی اس شرح سے چند امور حاصل
 ہوئی۔ (۱) یقین میں لفظ فلان میں چند اقوال نقل کیے۔ اول سب سے پہلے لکھا کہ منقول
 یہ ہے کہ لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جب مطلق منقول ہوا بیان کیا ہے
 تو یہ مراد یا تو منقول اصل مصنف ثمری رضی جامع نبج البلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کستوری
 نے محتاج الکفر الخفیہ سے جو حاشیہ منہیہ تحفہ آنا عتیہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے
 کہ شارح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فخر کہتا تھا کہ میں نے اس نسخہ میں جو بخط رضی تھا۔ لفظ
 فلان کے نیچے عمر لکھا ہوا دیکھا۔ علامہ کستوری کی عبارت یہ ہے۔ و نیز ابن قول
 منقول است بانہ خود در حاشیہ آن از شرح ابن ابی الحدید کہ از جملہ قائلین بخلافت صحابی

اے اور کہا گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جنہوں نے اللہ کے دین میں جہاد کیا تھا ارادہ کیا ہے اور آدمی ہے اور جہاد بپاوری
 جو اوٹھ کر نہ زمین پیدا ہو جاتے ہوا و نہ بی بیار ہو نہ لے سکتا ہے اور انکا علاج قولی اور فعلی زواہر کے ساتھ ہے
 اور کپڑی کی صفائی ستہرائی اور سلی طاعن سے پاکداسنی کے کنا یہ ہے اور منہیہ خیر اور منہیہ خیرین خلافت کی طرف ہرگز
 اور کنا نہ نہیں آیا البتہ دیکھیں ہونے یا اور کنا نہ کے مقدم ہونے اور ہرگز نہ رستہ فتویٰ کی رستہ میں۔ ۱۲۔

شہد ست نقل کرد و تہذیب عبارتہ و فلان المکتی عندہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و
 قد وجدت النسخۃ التي لخط الرضی ابی الحسن جامع تہج البلاغت و تحت
 فلا تفسد حدیثی بذلك فخر بن محمد الموسوی الادب الشاعر و سالت
 عندہ النقیب ابی جعفر یحییٰ بن ابی زبد العلوی فقال لے هو عمر فقلت لایثنی
 علیہ امیر المومنین هذا القناء فقال نعم و این قول ابن ابی احمد یہ کہ شمس بن است کہ قما
 بن محمد موسوی باور وایت کرد کہ در نسخہ تہج البلاغت کہ بخط سید رضی بود تحت لفظ فلان لفظ بن بود
 اگرچہ قول ناصبی را کہ شمس بن بودن لفظ ابی بکر است نقص میکند لیکن تصحیح میکند نہ سبب و اگرچہ
 عمر باشد - اہمتر بقدر حاجتہ - تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابن ہشیم نے جو مطلق منقول ہوا لفظ فلان
 عمر لکھا ہے تو شاید منقول اصل مصنف سے مراد ہے یا یہ کہ یہ منقول علماء ائمہ سے ہے - یا منقول ائمہ
 سے ہے یہ کہ کسی سے منقول ہو - عدلہ کے نزدیک یہ نقل قابل استناد و وثوق ہے - و ہر
 قول قطب را دہی کہ نقل کیا اور فرمایا کہ منقول قطب را دہی سے یہ ہر کہ مراد لفظ فلان ہے
 بعض اصحاب میں جو حضرت کے زمانہ میں وقوع فتن سے پہلے وفات پا گئے - اوہیں
 قول شارح ابن ہشیم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں چنانچہ ہم سکو ثابت کرنا کہ تیسرا قول ابن
 ابی احمد بد کا نقل کیا اور فرمایا کہ ابن ابی احمد مدبر رح نے فرمایا ہے کہ کلام جناب امیر
 میں اوصاف عشرہ مذکورہ ظاہر و پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت کے مراد مع ابی جعفر شخص کے
 ہر جو حضرت سے پہلے دلی امر خلافت ہوا کیونکہ تقویم اشوجاج اور مداوۃ امراض بدن حیات
 متصور نہیں اور وہ تین شخص میں ابو بکر و عمر و عثمان لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ
 انکو سبب سے شعب و التنازل فتن ہوا اور وہ فتنہ میں واقع ہوئی اور ابو بکر مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ
 اسے اور لفظ فلان کا کثر عمر بن خطاب ہر درپایا میں نے نسخہ ابو الحسن رضی جامع تہج البلاغت کہ خط کا اور لفظ
 فلان کے یہ لفظ عمر بن خطاب کی تفسیر فخر بن محمد موسوی اور شارح نے ادب ابو جعفر یحییٰ بن ابی زبد علوی نقیب
 میں نے اسکو پوچھا تو فرمایا کہ ابو بکر مراد ہے میں نے اسکو کہا کہ امیر المومنین نے اسکا وہی ثناء کیا اس نے
 کہا ان - ۱۲ -

اور کئی مدت خلافت بہت تھوڑی تھی اور ان کا زمانہ فتن سے بعد تھا تو ان پر یہ ہے کہ اگر وہ حضرت
 (۲) علامہ ابن سہیم کے نزدیک یہ تو مسلم تھا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو حضرت
 امیر سے پہلے ولی امر خلافت ہوا جیسا کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے اور یہ بھی فیما بین شارح ابن سہیم
 اور ابن ابی الحدید کے متفق علیہ ہے کہ عثمان مراد نہیں ہے اور یہ بھی باہم متفق علیہ ہے کہ ابن
 ممدوح ان دلائل عالیہ کے میں لیکن تعین میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کون مراد ہیں ابن ابی الحدید
 کہتا ہے انہر یہ ہے کہ عمر مراد ہیں کیونکہ صدیق سبب قدرت اور بعد عن الفتن کے مراد نہیں ہو سکتا
 شارح ابن سہیم نے اسکو جواب میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں - جناب امیر کا ادن اوصاف کے لیے
 ابو بکر کو ارادہ فرمانا بنیت عمر کے استہداج ہے کیونکہ جناب امیر نے خطبہ ششقیہ میں ادن
 امور کے جو خلافت عثمان واقع ہوئی مدت کی ہے تو پھر ان اوصاف عالیہ کے مصداق
 وہ خلافت و خلیفہ نہیں ہو سکتے - اس سے پہلے ہی معلوم ہوا کہ خطبہ ششقیہ میں خلافت
 صدیقی کی نسبت ایسی مدت نہیں فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو - پس ابن سہیم کے
 اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ گہرا تہادہ اور کمزور کیا
 اعتبار نہیں اور اسکو نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفائے بنی
 صالح خلیفہ صدیق مراد ہیں (۳) بعد تعین یہم کے علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو
 ایک ایک کر کے گنا اور شرح و بسط سکویا بیان کیا - (۴) شرح اوصاف میں اس امر کو
 اشکاف کر دیا کہ موصوف ان صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرے کوئی شخص موصوف ان
 صفات کا نہیں ہو سکتا - کیونکہ بعض اوصاف کو مطلب کو اس طرح بیان کیا کہ جنکا مصداق
 خلیفہ ہی ہو سکے - اول قوم الامم کے معنی کو بیان کیا کہ ہو کیا نہ عن تقویمہ لا عن وجاہ الخلق
 عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ فیہا یعنی تقویم اوو کے کایہ ہی خلق کے کچھ کو خدا کے
 راہ سے سید کرنا اور استقامت کی طرف لانا اور ظاہر ہے کہ یہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتھ ہے
 دوسرا وصفت برواۃ امراض نفسانیہ کے مواظط بالغہ اور زواجر قارۃ قولیہ فعلیہ کے ساتھ

یہ ہی امام ہی کے ساتھ مختص ہے۔ یہ سرائست کا حق میں قائم کرنا اور جو وہی اور علی کرنا
 خلیفہ ہی کا کام ہے۔ جو تھا اور اس طرح میرے فتن کا واقع ہونا اسیر کا ہی منصب ہے۔ اس کا
 وصف اہلہ خیر و سبق شرعاً شایع کہتا ہے کہ دو ضمیرین خیر و شر میں خلافت کی
 بلج میں اور اصحاب خیر سے مراد یہ ہے کہ اس کو حاصل کیا اور اس جہر کو جو خلافت میں مقصود
 یعنی اس نے صلہ الصلات کیا اور خدا تعالیٰ کے دن کو قائم کیا جس کے سبب ذاب جزا اور
 اور شرف جلیل دنیا میں حاصل ہونا جو اس میں شر سے مراد یہ ہے کہ پہلے اس سے کہ خلافت کیا
 فتن واقع ہوں اور خلافت کی وجہ سے خون ریزی ہو تو ہو گیا یعنی اس کے خلافت میں کوئی
 فتنہ نہیں ہوا اور خلافت ظلم و عدوان سے پاک صاف رہی۔ اب بعد اس شرح و بسط کے
 ایسا کہ ن شخص ہے جس کو اس میں نامل ہوگا کہ علامہ ابن تیم کے نزدیک صحیح یہ ہی ہے۔ کہ
 موصوف ان اوصاف کا وہ شخص جو جواب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا اور اس کے پیچھے
 دیکھ کر امین ملک باقی رہیگا کہ ابن تیم کے نزدیک قطبِ اوندی کا قول غلط ہے شرح اوصاف
 مذکورہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن تیم کی رائی میں نقطہ فلاح مراد احد سن اسخین سے ہے
 اور قطبِ اوندی کا قول ہرگز قابل اعتبار کے نہیں (۵) بعد شرح اوصاف کہ جب ابن تیم
 نے سمجھا کہ موصوف ان صفات کا لامحالہ احد الخلیفین قرار پائے اور ان کو ان اوصاف کے
 ساتھ موصوف ہونے سے مذہب تشیع درہم و برہم ہو جاتا ہے تو اسی اس کو سوال جواب کے
 پیڑ میں اوس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ اچھا شیعہ اُنے سوال وارد کیا ہے وہ یہ کہ یہ تعریف
 و توصیف جو جناب امیر نے ابو بکر یا عمر کے فرمائی ہے ہماری اوس اجماع کے مخالف ہے
 جو کہ سننے اور نہایت غضب خلافت اور تحریف میں منعقد کر رکھا ہے۔ پس تا تو یہ کلام جناب
 امیر کا کلام نہیں ہے یا ہمارا اجماع و اتفاق غلط اور خطا پر ہے اس کو یہ اس کے جواب نقل
 کر سکیں چونکہ شارح کی رائی میں قابل اعتبار نہ تھی اس لئے اس کو تصحیح ہی کہ شرفِ منسوب کر کے
 اوشیعہ کی گردن پر دھر کر فرمایا کہ شیعہ نے اس کو جواب دے میں پہلا جواب تو یہ ہے کہ جانتا

کہ جناب امیر نے یہ تعریف و توصیف متقدمین صحت خلافت شیعین کے اصلاح اور انکے قلوب کو
 اپنی طرف کھینچنے کے غرض سے فرمائی ہو دوسرے جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ روح توحید
 عثمان کے غرض سے بطور تعریف بیان فرمائے ہو کہ انکے ایمان خلافت میں شکی اور ہٹی حاصل
 یہ ہو کہ جو شخص موصوف ہندہ الصفات کے بعد متولی خلافت ہوا وہ ان صفات کی
 افتادہ کے ساتھ متصف ہو۔ اہل علم و دانش و عقل و انصاف ان جوابوں کو معلوم کر سکتے ہیں
 کہ غلط بین یا سچ و انہی شبہ رفع ہو سکتا ہے یا نہیں انہیں انہوں نے کہ انکو اختصار مد نظر ہے اور
 خوف تطویل دانگیر در نہ ہم ان جوابوں کے اور انکو قائلین کے بدلائل قلمی کہوتے۔ بہر کیف
 اگر ہم موتو اس سوال جواب سے یہ بات ثابت ہو کہ شارح جو اپنے کئے نزدیک یہ مجاہد
 مخصوص احد الخلیفین کے ساتھ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو کہ یہ سوال ہی امامیہ
 بلکہ اثنا عشریہ کی طرف سے ہے اور جواب ہی انہیں کی طرف سے ہے کیونکہ قاعدہ جو جب مطلق شیعہ
 بولاجا گیا تو اس سے فرق اثنا عشریہ مراد علی الخصوص جبکہ اطلاق کرنا والا جو دینی شیعہ
 ہو تو اس وقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ مراد ہوگا تو اس سے بخوبی ثابت ہو
 کہ احد الخلیفین کا ممدوح جناب امیر یابین اوصاف عشرہ عالیہ ہونا اور بعض اضرار ہونا
 اور جوابات کا دیا جانا یہ سب مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر ہے۔ جبکہ ناظرین خطبہ کی
 شرح جوابین میثم نے فرمائی ہے دیکھ چکے اور اسکی شرح الشرح جو بطور بیان مطالب ہمیں
 گزارش کی تھی وہ بھی ملاحظہ فرما چکے تو اب تہڑی سی گزارش یہ بھی سن لیں کہ خاتم النبیین
 صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے اسکی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا مخصوصاً اسکو ہی ملاحظہ فرمائی
 اور اسکی جواب میں علامہ گسنوری نے جو کچھ زبان درازی اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی
 جو شے غنا و تعصب میں فرمائی اسکو ہی ذرا توجہ فرما کر دیکھو بعد اسکی لہ انصاف سے
 فرمائیں کہ علامہ گسنوری کا فرمانا حق و صواب ہو یا محض حق پوشی و معاداة اصحاب ہے
 علامہ موصوف جواب تحفہ فرماتے ہیں (قولہ) ولہذا اشارہ میں فیج البلاغت از امامیہ

و تعیین سلطان اختلاف کرده اند بعضی گفته اند که مراد ابوبکر است و بعضی گفته اند عمر (ع) (قولنا)
 ان هذا الکلمه بعین الین ناصبی باید پرسید که کدام شارح امامیه گفته که مراد ابوبکر یا عمر است
 و حال آنکه قبل از این ابی المحمّد خیر از قطب اندکی کسر و بیضی این کتاب شریفه منبر حق
 چنانچه ابن ابی المحمّد در اول شرح خود گفته و در شرح هذا الکتاب قبله فیما اعلیه
 الا واحد وهو معید بن هبة الله بن الحسن فقیه المعروف بالقطب الوائلی
 و کان من فقهاء الامامیه انتهى الحق تا فرین این عبارت که جو کستوری سنی لاکم ذرا
 شرح ابن سیم کی عبارت سه مطابق کرین ادر کپهرستوری صاحب کس دین و یانک تانا انجیر
 ادر علامت توری سنی جو عبارت که لفظ حالانکه سنی لاکم سنی اوسکا مطلب اولیاد است
 ہی سچو جونگی که اذکم علامه یہ کیا ہے ٹکڑا فرمائی لکڑ (قولہ) و دین عبارت سراسر شریعت ابوبکر
 بدو وصف موصوف نمودہ الخ - (قولنا) ثبت الدار فی الفس اول این سنی با ثبات
 باید و سامیہ کہ مراد از لفظ فلان دین کلام ابوبکر است بعد از آن باین اوصاف اثبات
 فضل ابوبکر باید نمود (قولہ) سمد و توجیهات نزد ایشان است کہ آنجا بگاہ گاہ و سنی
 و الخ شیعین بنابر استجاب قلوب سنی و استمال غایائی خود کہ خلیفہ معتقد حسن سیرت شیعین
 و اتمام امور دین در عهد ایشان بودند میفرمود (قولنا) این ادعا کذب محض است
 احتیاج این توجیهات شیعہ را وقتی سے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ
 ابوبکر موجود می بود و چون لفظ ابوبکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشانرا احتیاج سچک از
 توجیهات نیست پس آنچه ناصبی بعد فقیر این توجیهات از دینا ناست خود سر کرده از جهت
 ابتناء آن بر فاسد از قبیل بنابر الفاسد علی الفاسد باشد (قولہ) و بعضی از امامیه چنین گفته
 کہ غرض حضرت امیر توبیخ عثمان و تفسیر برود بود کہ بر سیرت شیعین زلفت و مستند فساد
 و زمان او بسیار واقع شد (قولنا) سچک از امامیه این توجیه نکرده مگر ابن ابی المحمّد در
 شرح این کلام ابن مقار از الطرف جاور دیہ کہ از فرق زیدیه است نسبت داده چنانچه

الفته ولما اجاز دیتے من الزید فیقول وہ کلام قالہ فی امر عثمان انصرہ فخرج للذم لرو
 النص لا عماله الخ۔ اب اہل دانش و انصاف سوائی التماس ہے کہ حضرت کنوری
 صاحب کے ان اقوال کو شرح ابن میثم سے طاکر و یکمین پیر اگر خود حضرت کنوری کا ہی
 فرمایا محض کذب اور انکاب میں ہو تو انکو دیانت و انصاف پر فاتحہ خیر پڑھیں۔ بعد اسکے
 جو کچھ ہمارے فاضل محیب نے انصاف کے اٹکھو نیپرٹی باندھ کر علامہ کنوری کے اقوال کا
 کی تصدیق کے ہے اسکی کیفیت ملاحظہ ہو اول فرماتے ہیں کہ عبارت ابن میثم کی مصدق
 قول مفتی صاحب کے ہے اور اس سے صاف و صریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان ہے
 حضرت محیب جواب تو لکھتے بیٹھے مگر یہ خبر نہیں کہ کس اعتراض کا جواب دے رہی ہیں اس
 دلیل کو باطل کر رہی ہیں یہ کس نے کہا ہے کہ یہ دلیل اس امر کے ثبوت کے لیے ہے کہ حدیث
 میں بجائے لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہے پس آپ ہی اپنے علامہ کنوری کی طرح بے لکھی
 فرمائے لکھ اور اگر یہ اسکی ہی دلیل ہے تو بانضمام اس کے ہر کسب فاضل متبحر کے نزدیک
 اس شبہ بحث یہ ہوا کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر صیبا فصیح و
 بلیغ ہرگز ایسی عبارت ہم نہیں کہہ سکتا کہ اسکو آپ کے قطب الاقطاب جیسے دین و دیانت
 والے غیر محمل پر حمل کریں اور مقصود سے بعد یحیٰ وین تو اس صورت میں محیب کے
 کلام جواب کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ دوسری خطا یہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ
 فلان اس کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید سے
 نقل کیا ہے۔ ہرگز ابن ابی الحدید سے ابن میثم نے نقل نہیں کیا ہے کہ ابو بکر مراد ہے یا عمر
 بلکہ یہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد خلیفہ ہے لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتا اور ابو بکر
 ہی مراد نہیں ہو سکتی تو عمر مراد ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی مثل انہی علامہ
 کنوری کی شرح ابن میثم کو ملاحظہ نہیں کیا۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ فرماتے ہیں
 یا کوئی شخص دیکھ مراد ہے جیسا کہ اجتہاد میں قطب و ذری سے نقل کیا ہے یہ بھی محض کذب ہے

ہرگز ابتدا میں قطب راہندی کا قول نقل نہیں کیا بلکہ اول اور آخر لکھا ہے والمنتقل ابن المرح
 بفسلان عمر اس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شرح ابن میثم کو نہیں دیکھا اور اگر ابتدا ہی
 مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہیں عبارت لائحہ کی مخالف ہے۔ سچو ہتی خطا یہ ہے
 کہ فرماتے ہیں کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راہندی سے یہ ہے کہ اولاً تسلیم
 کہ ابو بکر و عمر مراد ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نزدیک اولیۃ ابتدا و حقیقی مراد ہے
 نہ اضافی حال کہ یہ محض مدعی ہے چنانچہ ہم عرض کر چکے کہ قطب راہندی کا قول ابن میثم سے
 ابتدا میں نقل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں مرت نقل احوال سے یہ غرض پیدا نہیں ہو سکتی کہ
 کہ کوئی دلیل دلالت کرے اور دلیل میں جب نظر کیا جاتا ہے تو اس کی خلاف بردہ دلالت کرتے
 ہیں اور سوید ہے کہ قول ابن ابی الجہید کا صحیح ہے اور قول قطب راہندی غلط کیونکہ قول
 ابن ابی الجہید ایک مستحکم دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا نفع ہونا محال ہے وہ یہ کہ ابتدا
 مذکورہ صاف دال میں کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر
 میسر متولی امر خلافت ہوا اور یہ امر اوصاف سے ایسا صاف واضح ہے کہ ہر شخص حکوذاً
 بھی فہم ہوگی سچ لیکھا کہ سوائی خلیفہ کے کوئی دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہیں
 ہو سکتا چنانچہ ہماری ترجیح اوصاف سے بخوبی ثابت ہے اور قول قطب راہندی کا اس درجہ
 بہام و اہمال میں ہے کہ کوئی مائل اس کو قبول تسلیم نہیں کر سکتا اول تو خود اوصاف
 اس سے ایا کرتے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ جناب امیر اس کو بطور کتابہ بیان فرمادین اور نہ
 ایسا شخص جو اس اوصاف کے ساتھ متصف ہو اس قدر گم نام ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی سچ
 اور آپ کے قطب صاحب ہی بس اس قدر فرمادین کہ کوئی شخص صحابہ میں سے تھا جو قبل
 وقوع فتن و فسادات پا گیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ آپ کے قطب الاتحاب و فتن اللغات
 آپ کے صحابہ پیشو لین میں سے مثل مقداد و عمار و ابو ذر وغیرہ کے کسی کا نام فرمادیں اور ہم
 ثابت کر چکے ہیں کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راہندی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ پس یہ

مہل قول کو بلا دلیل دوسرے اقوال بہ اللہ کا بطل سمجھنا ہمارے فاضل مجیب ہی کے شان
 شان ہے۔ مہذب اگر اول بیان کرنا کہ قول کا دلیل اس امر پر ہو کہ اقوال لاختر باطلین
 تو سب سے اول ابن میثم نے لکھا ہے و المنقول ان المراد بطلان عمر۔ تو حسب قاعدہ مسلمہ
 مجیب کے لازم آتا ہے کہ یہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول بیان کیا ہو کہ غلط و مکذوب
 قطب راوندی کو فراموشی اور غفلت واقع ایسا ہی ہے کہ مقصود و مکذوب راوندی ہے کیونکہ
 بعد اس کے پہلے قول کا موجد ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول بیان
 کیا تھا کہ مراد لفظ فلان سے عمر ہے جو بطل قول راوندی تھا اب اس کو یہ دوسرے قول ابن
 ابی الحدید کا نقل کیا تو دو یقین اس پر متفق ہو گئے کہ مراد عمر ہے اور قطب راوندی کا قول ظہور
 باطل ہوا۔ پانچویں خطا یہ ہے کہ اعتراف کیا ہے کہ ابوبکر یا عمر کا مراد ہونا علی سبیل التمثیل
 حالانکہ کوئی قرینہ اس کی تنزیل ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ سابقین میں کوئی قول جو اس
 امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ابوبکر ہی نہیں ہے بلکہ اقوال سابقہ یا اس امر پر دلالت میں کہ مراد
 عمر میں اور یا اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جل من الصحابہ مراد ہے وہ قول اس پر دلالت نہیں کرتا
 ایک قطب راوندی کا قول امر ثانی پر پس یہ کہتے ہیں کہ ابن میثم نے علی سبیل التمثیل لکھا ہے
 مراد غلط ہے۔ چوتھی خطا یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ ابن میثم نے یہ قول الزام ابن ابی الحدید
 کو رد کی گئی لکھا ہے نہ یہ کہ دفعی شارج اس قول کے قائل ہیں۔ کیونکہ جیسا اس قول سے
 ابطال قول ابن ابی الحدید ہوا اس سے زیادہ تردید قول آپ کے قطب الاقطاب کے ہونے
 جو زعم جناب شارح کے پسندیدہ تھا اس لیے کہ جو خرابی و مصیبت کہ مذہب تشیع پر عمر ہونے کے
 مراد ہوئے سے واقع ہوئی ہے وہی مصیبت و خرابی ابوبکر کی مراد ہوئے سے واقع ہوئی اور وہ
 مثل مشہور صنادق الکفر۔ قرمن المظہر و وقف تحت المیزاب تو یہ عجیب الزام ہے
 کہ جو الزام ابن ابی الحدید کو دیا تھا وہ اپنے منہ پر لے لیا اگر بالفرض ابن ابی الحدید
 کو الزام دینا تھا تو راوندی کے قول کے دلیل کے ساتھ تا یہ کہ کہتے اور اس کو رد جہاں ہاں

نکالنے علاوہ ازمن اگر شارح نے یہ قول محض الزام فرمایا ہے اور خود اس کا قائل نہیں ہے
 تو پھر شرح توصیف میں کیوں اور ان معنی کو ملحوظ رکھا اور کیوں ان کو بھی مزاف شریح کر
 اور شارح میں راوندی کے قول کے طرف کیوں اشارہ کیا یہی کیا پیر بعد اس کے
 جو سوال کیا وہ یہی اس کے موافق لکھا اور جو ابیات دیئے وہ یہی اسی قول مطابق
 تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شارح کے نزدیک راوندی کا قول تو قطعاً غلط ہے پس
 مراد لفظ فلان سے کوئی تفسیر ہے اور وہ شارح کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ابو بکر سے قطع
 نظر اس سے ابن میثم نے اپنے مختصر شرح میں جو شرح کبیر کے بعد مستندین تالیف کی
 ابن ابی الحدید کے اور اپنے قول کو ترک کر دیا اور صرف یہ لکھا قیل لایہ مع عمر قبیل بعض
 اصحاب میں جاہلے دین اللہ اور اس میں یہی پہلے اسی قول کو ذکر کیا جو موافق ابن ابی الحدید
 کرتا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ باعتبار نقل کے ابن ابی الحدید کا قول نہایت قوی ہے
 لیکن عقل کے راہ سے راجح یہ ہے کہ مراد ابو بکر ہوں جسکو شرح کبیر میں یہ نقل قول ابن ابی الحدید
 ذکر کیا لیکن چونکہ فوت نقل کو زحمان ہے اسلیئے مختصر میں اسکو ترک کر دیا اور ابن ابی الحدید
 کے قول کو مختصر ذکر کیا سو یہ کہنا کہ شارح نے یہ قول الزام فرمایا ہے نہ یہ کہ خود اس کا
 قائل ہو مگر خرافات ہے سیاق عبارت میں اس کے مذکور ہے افسوس کہ علامہ سنوری نے
 تو شرح ابن میثم کو نہ دیکھا تھا ہمارے مجاہد نے یہی تو دیکھا قول ابن ابی الحدید سے
 کہ جو جو عدم تطبیق فلان پر سحر بیان کی ہے وہ ابو بکر پر ہی صادق ہے یعنی حضرت امیر نے
 خطبہ شتیبہ میں اگر عمر کی مذمت کی ہے تو ابو بکر کی یہی مذمت کی ہے۔ **قول**
 ابن میثم نے جو جو عدم تطبیق الزام کو بیان کی ہے اور اسکو وہ ترجمہ کر قرار دی ہے کہ ان میں
 وہ ستر پر ہی صادق آتی ہے خود وہ باطل ہے اور وہ ہرگز وجہ ترجیح کے نہیں ہو سکتی
 اور جب وہ باطل ہوئے اور یہ ترجیح نہیں ہو سکتی تو اسکا الزام ہونا بھی باطل ہوا کیونکہ
 جو دلیل فی نفسہ باطل ہو وہ کیا الزام کی صلاحیت رکھ سکتی ہے پھر اسکو نسبت ہماری

فی فضل کا یہ فرمانا کہ یہ الزام ابن ابی الحدید کے روکی لینی ہے اور اس کے غلط ہونے کو
 اس کے الزام ہونے کی دلیل قرار دینا حضرت کے کمال ہی خوش فہم پر دلالت کرتا ہے علاوہ
 ازین خطبہ تشقیق کے دیکھنے سے واضح ہے کہ خطبہ تشقیق میں ابو بکر صدیقؓ کے اولی الامر کے
 نسبت جو خلافت میں واقع ہوئی مذمت مذکور نہیں ہے اور عمر فاروقؓ کی نسبت ایسی جو کی
 شکایت مروی ہے تہوڑی سے عبارت خطبہ تشقیق کی یہی ملاحظہ ہو و من خطبہ
 علیہ السلام وہی المعروف بالثقیف والمقصود اما والله لقد اقصمها فلا
 وانه یبصر ان علیؓ منها محل القلب من الریح فیخدر عنی السیل ولا یرقی الی
 الطیر فسدلت دو کھاتوا و طوبی عنہا کثرا و طفت ازای بن ابی احوول بہ وجہ
 او ابصر علیؓ طحت عیاء یہم فیہا البکیر و شیب فیہا الصغیر و یکح فیہا مومن حقیقی و یقر فیہا
 ان الصبر علی ہذا اجمی فصبر فی العیز قدی و فی الحلق شجی اری ترائی نہا
 حقہ فیہ الاول السیل فادلی بہا لفلان بعدہ ثم مثل بقول الاعشی سنان یوح
 علی کمرہا و یوم حبان اخی جابر فیما عجا بینا ہو لیتقیہا حیو نہ اذ عقدہا لاخر بعد وفا
 لشد ما نشطر اضر عیہا حوزہ حناء لیخط لہا و یحسن سہا و یکثر العنادر فیہا الاعتدال
 منها فخصا جہا کو الکی الصعبة ان استقی لہا حوم وان اسلس لہا القیم فتقی الناس بعمر اللہ
 یحبط و شماس و تلون و اعتراف فیہا بعد علیؓ طول المدا و شدۃ المحنة انتہی لفظ

ما خدا کی قسم یقین فلان شخص نے بزرگ خلافت کا تمسک میں لیا اور وہ خوب جانتا تھا کہ میرا بزرگ خلافت میں وہ ہر جو کی کجائی میں ہے
 (یعنی میں مرکز خلافت ہوں) مجھ کو دیا جیسے میں اور میری بات کوئی پرندہ نہیں تو رنگا میری خلافت کو در میان میں پردہ چھوڑ دیا
 اور اس سے پہلے تھی کہ اس باب میں مثال ہمارا تو کئی ہوئی تھی کہ ہم نے جو کچھ کرنا چاہا اس پر قرین مثل ہے جس میں جبرک یا حاکم یا کلمہ من لکما و لا یرونی
 ہو جائے و جبکہ نہ ہو جائے میری گردن۔ آخر یہ راہی قرار پائی کہ میرا اس پر قرین مثل ہے جس میں جبرک یا حاکم یا کلمہ من لکما و لا یرونی
 عمر کے کہنے کی کہ اپنی میراث کو کشتا دیتا تھا ہاتھ لگا کر پہلے سے راستہ راہ لی اور اس کو اپنے بعد فلان کی طرف ڈال گیا میری شہر کی قاتل
 میرا لڑکا۔ جبرافری ہوا وہ میں جس میں میری طرف سے کوئی نہ رہا اور اس میں میں جبرک یا حاکم یا کلمہ من لکما و لا یرونی
 میری گردن پر زنی میں نے خلافت کی متقاضی دیتا تھا اچانک اپنے سر کے بعد دوسری کے لیے اس کی گرہ بندی کر گیا سخت
 جیسے میں جس کا زخم کھلا ہے اور اس کبر و ہراسے اور غرور اور اس سے فزہ بیت ہو خلافت کے باکو کچھ حصہ سیمنا
 نہایت دشوار ہے۔ خلافت کا صاحب مثل ماہر زراعت کی سوار کے جو اگر گہرا کھنچے تو ناک میٹ جائی اور وہی چھوڑ دی تو
 زبردست کی

حائل اس عبارت میں مائل فرماوے کہ ابن میثم نے جو کہا ہے اقول ارادۃ
 لابی بکر اشبہ من ارادۃ لعمر لما ذکرہ فی خلاۃ عمر و ذہابہ فی خطبتهما المعروفۃ
 بالثقیفۃ۔ اس عبارت کو کیسا صاف واضح ہے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ غلیظ
 الحکم حشالمس ہے اور ادھمن بکثرت لغزش ہے اور اوسکو وجہ سے لوگ خطبہ اور ساس انزلوں
 اور اخر کھن میں مبتلا ہو گئے اور خلافت صدیقی کے اند کوئی برائی اور قباحت ذکر نہیں فرمائی
 اور اسی کی طرف ابن میثم نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہ ما بقت الا شتا الیہ انفسکم نہ
 آپ نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا اور نہ خطبہ ثقیفہ کو دیکھا اور یوں ہی آپ کچھ سے
 کچھ فرمائے مگر اگر آپ فرمادیں گے۔ کہ میں تو فارسی خوان تھا میں خطبہ ثقیفہ کو جس لہجہ
 اشبہ غیر مانوسہ پوری ہوتی میں اور ترج ابن میثم کو جو بزبان عربی ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا تھا
 پس آپکا بطور اگر مگر کی فرمانا کہ اگر عمر کے مذمت ادھمن ہے تو ابو بکر کے بھی ہے اس بنا
 پر ہے کہ نہ اپنے شرح ابن میثم کو دیکھ اور نہ بیخ البلاغت کو لو کہ دو چار سطریں خطبہ ثقیفہ کے
 پڑھیں سو اسکو بھی اپنے دیانت و انصاف کہ ہے مدینہ درج فرما بیجگا زیادہ تو کیا عرض
 کروں۔ **قولہ** بلکہ نظر دقیق مرشد ہے کہ یہ کلام مقام استہزاء و تمسخر میں ہے کہ تو نہیں
 میرے نزدیک تو ابو بکر اس سے مراد ہے کیونکہ عمر کے خطبہ ثقیفہ میں حضرت نے مذمت
 فرما رہے گویا تمہا سکا ہے کہ اگر ابو بکر کے وہاں بھی مع کے ہو تو یہاں بھی مع کی ہے
اقول جب میں دیانت اور فہم و انصاف کا یہ حال ہے تو جو چاہیں فرمائیں نہ کہنا
 کو دیکھیں نہ بیاق عبارت کو ملاحظہ فرمائیں خدا کے لیکر کوئی شخص اہل انصاف ہو ہاری
 فاضل محیب کے اس جواب کو عبارت بیخ البلاغت سے مطابق کر کے دیکھ اور حضرت کو
 اونکر فہم و انصاف و دیانت کی داد دو دو۔ جن حضرات کی نظر دقیق کی یہ کیفیت ہو جسکو
 اپنا مرشد اور مادی بنا رکھا ہے تو وہی بر حال اس نظر کے جو کہ محض سرسری ہوگی تعجب
 کہ اگر ابن میثم کو ابن ابی الحدید کے ساتھ استہزاء و تمسخر نظر تھا تو اسکی قول میں سے

عثمان کو کین اختیار کیا بلکہ اگر عمر کے مراد لینے کا استہزاء کرنا مقصود تھا تو بمقابلہ اوسکو
امیر مغویہ کو ذکر کیا ہوتا کہ میرے نزدیک عمر تو مرد نہیں کیونکہ خطبہ ششقیہ میں اپنی مدت
کی ہے امیر مغویہ مرد میں تو استہزاء نہایت درست ہوتا اور جب ابوبکرؓ نے نسبت عمر کے تہماز نزدیک
ہی بہترین کہ زعم شیعہ جو کالیف و صحابہ کرامیت کو خلافتین اولیین میں عمر کے ہاتھ سے
پونچھ کر ابوبکرؓ کے ہاتھ سے اوسکا عشر عشرتیں ہی نہیں پونچھا تو ایسے حلقین ابوبکرؓ کی مراد ہونے کو
استہزاء و تسخر پر محمول کرنا مراد خلاف عقل سلیم ہے۔ علاوہ ان میں واضح رہی کہ شارح
ابن میثم نے اپنے شرح کے ابتداء میں وعدہ کیا کہ باجماع غلط یاد کیا ہے کہ اس شرح میں
بخارج کے کچھ نہ لکھو گا تو کیا وہ وعدہ بیان فراموش ہو گیا کہ خلاف حق ابوبکر کے مدح کے
قابل ہو گئے۔ اور کہاں تک تسخر اور استہزاء سمجھ گیا۔ شارح ابن میثم نے دوسری جگہ نقل کیا کہ
کہ جناب امیر نے جناب شعبین کے نسبت جواب خط امیر مغویہ کے تحریر فرمایا۔ ولجہری ان
مکانہما فی الاسلام لعظیم ولا للضابطا فی الاسلام مجرح شدید۔ گویا یہ تمام حصہ شرح
ان دو جملوں کو ہے چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں پس اگر بیان تسخر اور استہزاء میں لے لے کر
کہ ساتھ ہے تو وہ ان کس کے ساتھ تسخر فرمایا جو ایسے جامع تریف فرمائی اور نہ کہیں رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع و بصر سے تشبیہ دی گئی کہیں نوح و ابراہیمؑ کا مثل کیے گئے تو کیا
یہ سب آپ کی روایات تسخر اور استہزاء ہیں۔ حضرت میر صاحب یہ تسخر اور استہزاء نہیں
بلکہ خود آپ مصداق اس آیت شریفہ کے ہیں اتخذتموہم سخر یا حتی النوکم ذکرہی
خدا تعالیٰ آپ کی دیدہ بصیرت کہو کہ ہے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرمادی
تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ واقعی مدح ہے یا تسخر اور دہر خواج جعفرؒ اور صفات و محامد جناب امیر
رضی اللہ عنہ کے نسبت مروی ہوئی ہیں اسطرح فراغات و دلائل سے باطل کرتے ہیں اور تسخر
استہزاء میں اور انے میں اوہر آپ حضرات میں کہ شخصین کے محامد و فضائل کو تسخر اور استہزاء
پر محمول فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ ہی جہوٹے ہیں اور آپ ہی اپنے دعویٰ میں سچے نہیں

پس را بجات اور مر کو تسلیم ہی ہے جو الفاظ و تصریح کے در بیان ہو اور کہ جسے اللہ بہت
 عزیز قوم ہے اللہم علیٰ جنی وعلیہ استغنی و فی ہر قسم احتساب یوم بعتن
قولہ خدو منا ابن ابی العدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ ششقیہ کا ہے اور کہتا ہے
 کہ وہ بے شک کلام حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور وہیں نہ مٹ نہ ہو جو
 ایک جگہ دست کرنا اور دوسری جگہ اسکی طرح کرنا صریح متافض ہے اور بقا بدین کجہ بد الزام
 بیت ٹیک ہے۔ **اقول** اگر شارح ابن بیثم کا یہ مقصود تھا کہ ابن ابی العدید کہ الزام
 دینے کو صریح کہنا چاہتے تھے تا کہ یہ قائل ہے اور مخالف خطبہ ششقیہ کے جو جسکو ابن ابی العدید
 نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز را جب تھا کہ ابن ابی العدید کی دلیل کا جو اسکی
 مراد ہونی میں بیان کی ہے اول جواب دیتا جیسا دسگو باطل نہیں کیا اور اسکی دلیل کا جو یہ
 نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اسکی موافق اور اصناف کا مصداق خطبہ کو تسلیم کر دیا
 تو اسکو کیونکر الزام پر محسوس کیا جاسکتا ہے علم انفس میں جبکہ یہ الزام خود کذب و رافع ہو
 اور بنی اوس الزام کا ایسی دلیل ہو جو اوسنی میان نہ کی ہو غرض یہ صریح پر اسکا الزام
 ہونا ٹیک نہیں ہے اور نہ سزاوارد استہزا ہونا اور اگر ابن ابی العدید کے لیے تہ الزام ہے تو اس
 قول کو آپ کیا کر تیار جو سب سے اول نقل کیا ہے والمقول ان المہار دعلان عمر اور میر فقیر شرح
 میں تو مجز دو نو قول کو اور کہہ لکھا ہے نہیں اور نہیں ہی اول اسکی ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے
 موافق نقیب راوندی کے قول کے ابطال کے واسطے مقدم کیا گیا ہے لکھا ہے کہ فیہ اراہہ مدح
 تو بیان زین العابدین الزام ہے بیان تو صریح اول میں بیان کیا کہ اس لفظ سے غیر مراد ہیں
 پس یہ صریح اسکا الزام ہونے کو کذب ہے اور ہوا نہ سزاوارد استہزا ہو نہ ہو بلکہ باطل کرتا ہے
قولہ اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اسکو قائل ہی ہوں تب ہی کچھ ہیج نہیں بطور رحمتہ اللہ علی
 الباقی الاول ہو مگر اشارہ ہی کافی ہے اسکی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔ **اقول** ای حضرت
 میر صاحب انوس کو آپ نے تو خلفا ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عدولت میں ہم و انصاف

دین و ایمان کو خیر باد کہہ کر رخصت کر دیا۔ پہلا کچھ تو عقل و فہم و ایمان و انصاف کی کامیابی تھا
 اگر شارح اس امر کی واقعہ کے قائل ہوں تو کیا میدانِ صاف جو مشابہ کمالاتِ نبوت کے ہیں
 بلکہ چشمہ نبوت سے ہی فائض ہوئی ہیں۔ جبکہ اندر پانی جاتے ہیں بروی عقل اور ایمان کے مصداق
 مثل استبحن۔ رحمۃ اللہ علیہ النباش الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ خلق اللہ کے کجی رستی پر
 لاوی اور آدمی امراض نفسانیہ کا علاج کر کے اونکو ہلاکت دائمی سے نجات دیوے سنت کو قائم
 کرے اپنی حسن تدبیر سے فتنہ کو نہ اٹھو دے برائیوں کی چرک کی نفی الثوب سلیم العرض دیتا ہے
 رخصت ہوا ہو قلیل غیب ہو۔ خلافت کی زیرِ مظلوم کو جو عدل اور اقامت دین سے جس
 سختی ثواب جزیل کا آخرت میں اور ثمراتِ جلیل کا دنیا میں ہونا ہے پہونچ چکا ہو۔ خلافت کے
 شر سے محفوظ رہے ہو۔ خدا کی اطاعت بجالایا ہو۔ اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا ہو اور سکر بعد
 لوگوں کا یہ حال ہوا ہو کہ جہاں لوگوں کی شاخ در شاخ راہوں میں ایسے پریشان ہوں کہ نہ گمراہ رہا
 ہو سکی اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یافتگی کا یقین ہو سکے تو ایسے شخص کے نسبت کوئی ایما نثار
 کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق اس مسیح مثل کا ہے۔ ذرا تو انصاف کی آنکھیں کھولو۔ اے عالمین
 تو انہی آنکھیں کھول راہ انکو ہدایت فرما۔ انکے قریب مجیب۔ پھر بفرض محال اگر یہ کفر صحیح ہو
 تو اس قول کے نسبت جو آپ کے بزرگوں ہی سے ابنِ شیم نے ابتداء میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے
 والنقول ان المراد بفلان عمر او مختصر میں فرمایا ہے قیل ارادہ مدح عمر کیا فرمایا گنگا دھن تو
 نہ الزام ہے مگر غرض اس عبارت کو الزام یا سخن پر محمول کرنا مصداق مثل الغرین
 یثبت بکل حدیث کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت اسجد ایسے برودات میں گزرتا
 ہیں کہ مفرد و مخلص نہیں سو جتنا ناچار رہے تو ننگر کا تہ پانوار تے ہیں قال الفاضل
 مجیب۔ قولہ۔ بلکہ بعینہ اس جواب کو انج۔ اقول۔ ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہے
 لیکن امامیہ کو اس جواب کی حاجت نہیں جیسا کہ جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے
 یہ کہ انہی کتب میں اس روایت میں ابو بکر یا عمر موجود نہیں بلکہ لفظ فلان سے پس لائیں کہ

ابو بکرؓ سے مراد ہوں کیون نہیں جائز ہے کہ شخص دیگر مراد ہوں اور علیؓ کو لکھ دیکر یا عمرؓ
 مراد ہوں تو محمول علیؓ پر ہے نہ صلاح جیسا کہ قول شارح علی المرتضیٰ جازان چسکون الخ۔
 اس جواب کو تنزیلی ہونے پر یاد آؤ بلند پکار رہا ہے پس تنزیلی جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب
 سمجھنا اگر کوئی خاتم المسکین یا صاحب آیات مینا کی خوش فہمی ہے یقول العبد
 الفقیر الی مولانا الغنی جناب میر صاحب یہ جواب فرماتے ہیں کہ بعض
 شیعہ سے نقل کیا ہے یہ محض آچکا کذب و افتراء ہے ہرگز کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بعض
 بر وال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر دلالت ہیں کہ یہ سوال و جواب تمام اہل شیعہ کی طرف
 سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہیں کیونکہ اس عبارت میں واعلم ان الشیعہ اذ
 ہمنا سوالا فقالوا انھنہ المادح التي ذکرھا علیہ السلام حتی احدى الرجلین متافی
 ما اجمعنا علیہ من تحببہم و اخذما منصب الخلافۃ فاما ان لا یكون الکلام من کلادہ
 علیہ السلام و انیکو را حاصلا خطائہ احوالو امن و جمیع لفظ ما اجمعنا علیہ او
 انیکو را اجماعنا خطائہ صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ سوال تمام شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کے
 تحبب کے اجماع میں شامل ہیں مطلق شیعہ کا اجماع بیان کرنا ریل صریح اور کرم و شمول
 کی ہے پس یہ آئی اور آپؐ کی تندی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے کہ اس سے بعض
 شیعہ سوای اپنی مراد لیتے ہیں اور گبر و دار اہل حق سے قرار کر کے اس اجماع سے جو مینائی
 اصول نہ رہے دست بردار ہونے میں فاعتبر وایا اولے لا یبصار علا وادین اس
 سوال کا مبنی اول وہ ہے جو کہ اول ابن ہشتم نے لکھا ہے۔ والمقول ان المراد بفلان عمر دہر
 وہ ہے کہ جو لکھا ہے اقول مرادہ لایبے بلکہ استنبہ من مرادہ عمر میری وہ ہے جو کہ شرح
 اسے اور جان کہ جو شیعہ سوال دیکھا ہے کہ میں کہہ میں جو حضرت علیؓ کو شخصوں کو کہ عمرؓ کی ایک حدیث میں فرمائی
 اور کہی الخ ہے جسیر ہذا کی کوئی طرف نسبت کرنے اور منصب خلافت میں لینے کی اجازت کیا ہے اس پر یا تو یہ کلام حضرت
 کلام نہیں آیا یہ کہ ہمارا جاح باطل ہے۔ پہرا سکا انہوں نے جو طرح پر جواب دیا ہے ۱۲۔

اوصاف مذکورہ میں اوصاف کرمی محال کو ایسے شخص میں منحصر اور متعین کیا کہ غیر خلیفہ کا خیال
 قطع ہو گیا اور یہ تینوں امور ظاہری کی بنیادی اعتراض بعض شیعہ غیر امامیہ پر نہیں ہے بلکہ ابن
 میثم نے یا انیاسلم بیان کیا ہے یا اپنی اکابر امامیہ سے نقل کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی
 کی اکابر یہ فرما گئی کہ مطلق لفظ شیعہ سے امامیہ اور اثنا عشریہ مراد ہوتے ہیں بلکہ اگر آپ تابع فرمایا
 تو یہ بھی ثابت ہو جائیگا آپ کے اکابر تصریح فرما گئے ہیں کہ سوای امامیہ کے اور کوئی شیعہ ہی
 نہیں۔ چنانچہ ان ہی آپ کے حضرت علامہ کنزوری کی نسبت ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
 فرمایا ہے کنزوری در سیف ناصری انچہ در بارش بحث در مقابلہ رشید العلماء وہ
 کردہ ثابت نمودہ باشد کہ غیر اثنا عشریہ حقیقہ شیعہ نیستند و اطلاق لفظ شیعہ بر اثنا عشریہ
 پس جب لفظ شیعہ محض الاطلاق امامیہ ہی مراد ہوتی ہیں ماسوا الا جمیع لویا شیعہ سے کوئی لفظ
 عن الامامیہ شیعہ نہیں تو انجگہ اگر شیعہ مطلق ہو یا بعض شیعہ ہو تو لا محالہ مراد اس سے
 امامیہ ہو نہ کہ اور آپ کا کنزوری صاحب فرمایا کہ بعض شیعہ سے ماسوا ای امامیہ مراد ہیں ہر
 لغو اور باطل ہو گا اور علامہ کنزوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جواب کے حاجت نہیں غلط ہو گا مہذب
 مسلم شیعہ غیر امامیہ مراد ہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ تو جہات بعض شیعہ غیر امامیہ کے ہیں
 فرع اس امر کے ہی کہ یہ روایت ادنیٰ کتابوں میں موجود ہو اور جب تک یہ ثابت نہ کریں اس وقت تک
 اس توجیہ کو بعض شیعہ مجہول کی طرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا بیج البتہ
 میں لکھنا ان فرق پر حجت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ امامیہ کو ان توجیہات کی ادسوف حجت
 ہر جگہ ادنیٰ روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر ہو آپ کی اور آپ کے علامہ کنزوری کی غلطی ہے اگر ان فرق
 آپ کی روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر بجائی فلان ہو اور آپ کے اکابر علماء ہی نے تصریح کی ہو یا نہ
 وہ اوصاف ہی یقیناً مبہم پر اس طرح دال ہوں کہ عرف ابہام و شرکت کی قطع ہو گئی ہو تو تب
 ہی یہ کہنا کہ محکومتیاج جواب نہیں محض جواب سے پہلے ہی اور غلط سمجھا جائیگا طے فر
 تما شاہ یہ ہے کہ علامہ کنزوری نے توجیہ متصلا حنا س و تجلاب تلو ب کو یہی کذب ہی قرار دیا

جیسا کہ توجیہ توبیخ عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہمارے فاضل محبت توجیہ مستصلح
 کر شیعہ امامیہ کی طرف فرمودی کی مشربین اور فرماتے ہیں کہ اگر علی التذلل ابو بکر یا عمر مراد ہوں تو محمول علی
 وجہ الاستیصال جیسا کہ قول شارح جازانہ کن اس جواب کے متذلل ہوئی پر با وازیب
 بکار رہا ہے ہمنے مانا متذلل صحیح لیکن علامہ ستوری کا یہ فرمانا کہ این ادعا کذب محض است بجا
 سامی کذب محض ہوا۔ را اس جواب کے متذلل ہوئے کی نسبت اول باب تمام عبارت ابن مہتمم
 ویکہ ہو اور یہ کسی حائل منصف سے دریافت ہی کچھ اور اس کے بعد کچھ قریبی قال الفاضل
 المحبب۔ قولہ۔ بعد اس کے صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وبعض ازمایہ جنین گفتہ
 کہ عرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توبیخ عثمان وخریش براہ بود۔ اس کے جواب میں علامہ ستوری
 فرماتے ہیں۔ یہ ایک از امایہ این توجیہ نکرده الخ جواب اس کے صاحب آیات مبیات سلمہ فرماتے ہیں
 لیکن یہ جواب علامہ ستوری کا منسل پہلے جواب کے غلط ہے اور اس کو ہی ابن مہتمم نے نقل کیا ہے
 اقول۔ اگر عرض یہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ ہے دروغ سے سچ ابن مہتمم
 موجود و کثیر الوجود ہے کہیں لفظ امامیہ کا نام و نشان نہیں ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے کل شیعہ
 کے قائل نہیں یہی کہ قول قطب راوندی خود پہلے نقل کر چکے ہیں اور یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے
 مراد امامیہ ہی ہوں امامیہ انص شیعہ میں بقول العبد الفقیر الی مولانا العبد
 یہی عرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے چہیں امامیہ ہی داخل بلکہ حسب دعائی طائفہ فرد کال ابن
 درہم دروغ نہیں ہے دروغ یہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے
 زوج ابن مہتمم موجود شیعہ میں کثیر الوجود ہے اس میں کہیں لفظ بعض کا نام و نشان ہی نہیں
 بلکہ غم اجا بد اس کے ضمیر اور ان شیعہ کی طرف عائد ہے جو ماقبل میں مذکور میں اور جو خطبہ شیعہ کے
 جامع میں شامل ہیں اور جو کہ مذہب پر سوال اور جواب ہے تو مجیب ہی وہ ہی ہوئی اور ان میں
 میں دست برعم خود امامیہ اثنا عشر میں جو بحث الاطلاق مراد ہوتے ہیں تو سوال اور جواب
 لشرکت سے پہلے ہو کر۔ علی الخصوص جبکہ آپ کے علمائے نصرت کی ہو کہ لفظ طلاق

ابوبکر یا عمر مراد ہیں اور یہ امر خود بدیہی ہے کہ ایک قطب راوندی کا ایک قول میں منفرد
 ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہیں ہو سکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اسکا قائل نہ ہو۔ پس یہ کہنا
 کہ یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہوں یا نکل و اہلبات ہی بلکہ لامحالہ لفظ شیعہ سے
 اسجگہ مراد امامیہ ہوگا **قول** اور نیز یہ توجیہ علی التنزل ہے نہ علم تحقیق اور یہ بات
 ظاہر ہے کہ تنزل و تقدیر پر جواب کسی فرقہ کیطرف سے دی جاتے ہیں کوئی اور کو اصل جواب
 اس فرقہ کا نہیں کہہ سکتا اگر بالفرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہوں تب ہی یہ اصل جواب
 نہیں ہے سنی علامہ علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکرده بالکل صحیح و درست ہے
اقول احوال سابقہ میں اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات اور تنزیلی ہونے کا ابطال
 ہم بیان کر چکے ہیں قطع نظر اس سے کہ کوئی قرینہ عبارت میں اسکو تنزیلی ہونے پر دلالت نہیں
 کرتا پس اسکی نسبت تنزیلی ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہ جواب
 تنزیلی ہو تو یہی علامہ ستوری کا یہ فرمانا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکرده بالکل کذب و دروغ
 ہے کیونکہ یہ محض اس توجیہ کے وجود سے انکار ہے حالانکہ اسکا وجود علی سبیل التنزل مسلم ہے
 تو مطلق یہ کہنا کہ بچک از امامیہ این توجیہ نکرده دروغ ہوا۔ جو آپ فرماتے ہیں اگر یہ ہی
 نہ عاتما تو آپ کے علامہ یہ فرماتے بچک از امامیہ این توجیہ نکرده الا بن میثم کہ علی التنزل
 بیان کردہ مطلق انکار سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ توجیہ نہ علی تحقیق نہ علی التنزل بیان نہیں کیے گئے
 ثابت ہوا کہ شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہیں اور یہ جواب تنزیلی نہیں اور اسکی نسبت علامہ ستوری
 کا انکار اس غلط اور کذب ہے۔ **قول** یہ ہی واضح راوی عالی ہو کہ شارح ابن شمیم علیہ السلام
 حکیم شربین اور بطور محالہ نقول مختلفہ عام شیعہ کو بلکہ اپنے دہشت جن جو اعتراض
 وارد ہوتا دیکھتے ہیں بلکہ اسکو فرض کر کے اپنی سمجھ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہیں یہ آپ کے
 خاتم المتکلمین کی سمجھ کی خوبی ہے کہ انکو اصل تحقیقی جواب سمجھ کر الزام نقل کرتے ہیں
اقول۔ ظاہر اس عبارت سے مقصود اثبات عدم توثیق ابن میثم نظر ہے

اور یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ طب یا بس احوال مختلف عام شیعوں کو نقل کرتے ہیں اور اپنی دلائل
 میں جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہیں اس کو فرضاً یعنی کذباً و افتراءً شیعہ کی طرف منسوب
 کرتے ہیں اور اپنی سمجھ کے موافق اس کا جواب لکھتے ہیں تو ایسی احوال اور ایسی شخص کے احوال
 الزاماً نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھنا غائم المتکلیف کے سمجھ کی خوبی ہے تو ابن میثم کی نسبت
 یہ دعویٰ محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور ان کو شرح کی نسبت متناقض
 بیان کیا ہے میں ان کو خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ محیب البیہ کے نزدیک سب کذب و دروغ
 ہے ابن میثم کے علوم و مرتبہ کے تو یہ حالت ہے کہ آپ کے قاضی سوستری نے مجالس المؤمنین میں
 اس کو تخریج اور حکمت پر آپ کے خواجہ خواجگان نصیر الدین طوسی کی شہادت بیان کی ہے اور
 شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنے شرح خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد و موافق کیا ہے
 کہ سوائی حق کے کچھ نہ لکھو گا اور باطل کی طرف ہرگز میں نہ کروں گا اور یہ اس لیے کہا ہو گا کہ کچھ
 عموماً علماء شیعہ تعصب میں اگر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی عیادت یہ ہے نہ سرعت
 فی ذلک بعد ان عاھدت اللہ بجانہ ان لا الضمیر مذہبنا غیر الحق ولا ارتکب
 ہو ہی بصر اعاة احد من الخلق اور اگر آپ منبع فرماؤ گے تو معلوم کریں گے کہ آپ کے بعض علماء
 اپنی فہرست علماء میں یہ بھی لکھا ہے ومنہم الشیخ الحسن المیثم بن علی بن نصیثم الجہلی
 مصنف شرح نہج البلاغۃ و تحقیق از نکتہ بالذہب علی الاحدق لایا لہ علی
 الاوراق پس جس مصنف کا یہ مرتبہ ہوا اور مصنف کی یہ حالت ہوا اس کو عدم توشیح کوئی کیونکر
 بیان کر سکتا ہے حضرت محیب کی اس تقریر سے اہل انصاف ملاحظہ فرما دیں گے کہ شنگجہ
 ابحاث اہل حق میں یہاں تک تنگ آئی کہ راہ فرار جہات ستہ سے مسدود کیا کہ انہی عہدہ علماء کے

ابن میثم کی تخریج و تفسیر کے طریقین خاصہ کا بیان ہے
 کہ ان کی تخریج و تفسیر کے طریقین خاصہ کا بیان ہے

سے اور میں نے اس شرح کو شروع کیا بعد اس کے کہ خدا سے عہد باندہ کہ جو نہ پس من کے دوسرے مذکورہ نگاہ داخل ہیں
 کیکی رعایت کیوچہ جو تفسیر نفسانی کو اختیار کروں گا۔ ۱۲ علی بن محمد اور محمد بن علی بن
 میثم جو اپنی شرح نہج البلاغۃ کا مصنف ہے اور ان کا لکھو گئی ٹیو نمبر سونے کے ساتھ لکھنے کے لائق ہے
 نہ کا قد و ن پر سیاہی سے ۱۲۔

عدم توثیق ثابت کرنے لگی اور اذکو حاطب السبیل قرار دینے لگی۔ تو جو امر الیہ شخص کے ہوتے
 سر ثابت ہوگا اور جو احوال الیہ مستند شخص کے الیہ ہوں اور مستند کتاب میں درج ہونے
 اہل حق اور الزام دینے میں کیوں درین کو نیکم۔ اور الیہ مستندہ نقل سے کیونکہ الزام تمام
 ہو سکتا الزام اول ہی مور سے ثابت رہتا ہے کہ جنکی نسبت خصم اعتراف کرے
 اور اس کے لئے مضمر اور اہل حق کے الیہ مفید رہے اور بیان بحمد اللہ الیہا ہی ہے کہ شارح ابن
 کو نزدیک لفظ فلان ہی مراد یا ابوبکر ہے چنانچہ اسکی عبارت کو صاف واضح ہو اور یہی
 اسکی عبارت سے ہوا ہے کہ اس کے نزدیک قول دندی پسندیدہ نہیں اور نہ اسکی طرف سے
 اسکو میلان ہے تو اس صورت میں ہمارا الزام بحول اللہ قوت نام ہے اور اچکا اور پھر گتوئی
 صاحب کا انکار نا واقفی ہے یا عناد۔ قول ابیہ سیب کے شارح علیہ الرحمۃ نے
 واعلم ان الشیعة قد اوردوا ہذا سولا الخ میں بطور محاکمہ فرض تسلیم قول نقل کر کے
 اسکو جواب لکھتے ہیں ورنہ آپ ہی فرمائی کہ اگر اس سے مرویہ امامیہ میں اور شارح کی تیز
 ہے تو کوئی شیعہ نے فلان ہی ابوبکر یا عمر یا ان دونوں میں سے ایک مراد لیکر یہ تو جہیں کہیں
 ہیں آخر جو شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں تو کسی کتاب سے لکھتے ہیں یا دین ہی خیالی کہوری
 دور اس میں اور شرح انج البلاغت ہی موجود ہیں اگر یہ قول شارح کا تحقیقی ہو تو چاہی
 کہ اور کیا یمن ہی یہ تو جہیں نہ کو یہوں ورنہ زبانی دعویٰ کون سنتا ہے اقول اگر یہ
 ہمارے فاضل مجیب کے رای میں محاکمہ کو علی سبیل الفرض تسلیم ہی سمجھتا ہے محاکمہ کی لئے ضرور
 کہ علی ایک شخص ثالث ہوا یعنی کہ ایک مدعا کی نسبت ایک شخص کی صحت پر استدلال ہوا اور اگر
 کوئی شخص اسکا نقض و ابطال کرے۔ تبصرہ شخص ان دونوں خصمین میں قول فیصل لکھ کر
 حکم ہو سکتا ہے اسطرح ما نحن فیہ میں ہی ہماری مجیب پر لازم ہے کہ اول ایک مدعا قرار دینا
 اور بعد اسکو دسپر خصمین بتویر فرمائیں پھر ان دونوں خصمین کے الیہ شارح ابن سنیہ کو حکم
 قرار دیکر فرمائیں کہ اسکا یہ قول فیصل اس نزاع میں وارد ہے جب ہم یہاں تک کہ میں

تو دسج ہوتا کہ اول شارح ابن ہشیم نے بقول نقل کیے بیان کیا کہ لفظ فلان سے مراد وہی
 پہراندہی سے نقل کیا کہ ایک شخص مہول اسم ایسی صحابین سے مراد ہے پہراندہی سے مراد
 نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن بوجہ سلام ابو بکر و عثمان و علی و عمر
 مراد ہو کر پہر اپنے رائی کہ نسبت عمر کے ابو بکر کا مراد ہونا مستبعد بن ہے ظاہر کے بعد اسلی
 ترمج اوصاف بیان کر کے شیعہ کی طرف اعتراض اس بنا پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد
 ابو بکر یا مسرور بن ہیران ہی کی طرف سے مراد جواب نقل کیے تو اب فرمائی کہ محاکمہ شارح نے
 کہا کیا۔ اور خصمین کون کون ہیں۔ اور قول فضیل کونسا قول ہے جو شارح نے لکھا ہے
 اگر یہی دونو جواب قول فضیل میں وقوع نظر اس سے کہ فضیل اپنی طرف سے ہی ہو گا ہے
 تمام الزامات کہ ب و دروغ کے جو خاتم المحدثین کی طرف نسبت کرتے ہتھوڑہ سب ان کے اعتراض
 کہ ب و دروغ ہو گئی معوض اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ دروغ سے
 کہنا مراد لفظ اور تا واقعہ ہے۔ اب رہا اس مسئلہ سوال کہ اگر یہ بطور فرض تسلیم محاکمہ نہیں ہے
 اور واقعی نقل ہے تو تاؤ کہ یہ کہا نہیں منقول ہے اور کس سید نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے
 کیونکہ اگر تحقیق ہے تو لامحالہ یہ تو جہین کنا یونین مذکور ہو کر درندہ زبانی و دعوی کون سننا ہو
 سواہل علم انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہمسو کیا موقع تھا نقل تو آپ کے ابن میثم
 فرماتے ہیں اور آپ سوال ہم سے کہ ابن سنان اللہ حضرت میر صاحب فراموش کے بامین کیجے
 ہلکواس سے کیا عرض کر آپ کے فاضل متوجہ حکیم نے سچ کہا یا کہ جھوٹ بول دیا جب اس نے ایک
 امر کو نقل کیا۔ پس ہمارے علمی حجت ہو چکا خواہ فی الواقع کسی سے منقول ہو یا نہ ہو اور کسی نے
 لکھا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہ ہو ہماری حجت ہر طرح تمام ہے بلکہ اگر آپ کا
 اور آپ کے کستوری کا فرمانا صحیح ہے اور فی الواقع کہیں نہیں لکھا تو یہ آپ کے فاضل متوجہ
 حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہو کہ خلاف واقع اپنے بزرگوں پر افتراء بانہی ہے میں اور
 اور انکی طرف وہ اسو منسوب کرتے ہیں جو اوہنوں نے فرمائی نہیں لیکن یہ طریقہ کچھ بے بنیاد نہیں

بلکہ یہ ہم سر علماء شیعہ کا یہی ہی وتیرہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ پر افترا باز نہ چکرین اور ائمہ
 اذکی تفصیل و کذب فرمائی ہے تو اگر شارح ایسا کیا ہو تو کچھ خلاف قوم کے نہیں کیا۔ بہرہ
 شارح کا لکھنا ہمارے لیے ثبوت مدعا میں کامل حجت ہو کیونکہ جب ایسی بڑے محقق دار شیعہ
 امامیہ اثنا عشریہ نے ایک سر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ ہم
 کو لیے حجت ہو گیا پس اسکی نسبت آپ کا یہ فرمانا کہ یہ خیالی گھوڑی دوڑا تو میں اور زبانی دعویٰ
 کون سنتا ہے ابن میثم کے خلاف شان ہو۔ لیکن آپ جس قدر چاہیں اور سپر تبرائیں جتنی
 چاہیں گالیاں دیں اب الزام دہنا محال ہے۔ علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ کیا ضرور
 اگر یہ تحقیق ہو تو کتنا بونین ہی مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اوں علماء امامیہ نے جو معاصرین
 ابن میثم تھے درس تدریس یا بحث گفتگو کے وقت یہ اعتراضات بھی ہوں اور یہ تو جہات
 زبانی کی ہوں۔ اور ابن میثم نے بطور نقل کے اور اپنی شرح میں درج کر دیا ہو اور کیا ضرور
 کہ اگر یہ اعتراضات و جہات شروع میں مذکور ہوں تو ہم یا آپ تک اذکی مطالعہ کی نوبت
 آدمی آخر حاصل مائنی نے اپنی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اور اپنی نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے
 اس سے ہی یہی مدعا تقریباً ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل مائنی کی ہم قریب نقل
 کر آئی ہیں۔ اور علاوہ اسکی اور بھی شروع و تراجم اسکی میں اگر آپ کو تصدیق ابن میثم کی منظور ہو۔ تو
 اذکی تلاش و نتیجہ کچھ ورنہ آپ کو اختیار ہے ہمارے لیے بس ہماری الزام کی تکمیل کے واسطے صرف
 ابن میثم کا لکھ دینا ہی کافی ہے قطع نظر اس سے کہ جو سخت تعجب حیرت ہو کہ آپ ابن میثم سے
 قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم سے پوچھتے ہیں اور قطب راوندی کے اس قول کو
 جو آپ کے نزدیک صحیح و مسلم ہے انہیں کو لکھ نہیں دیتے کہ وہ میں کیسا اہل باطل ہے کہ جکا کچھ
 انتہا نہیں وہ فرماتے ہیں کہ مراد ایک رجل صحابہ سے ہے جکا نہ کچھ نام ہے نہ نشان ہے
 اب ہم اسکی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ شخص مدوح کون ہے جکی ایسی صفات کا ملکہ جابجا ہر
 بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہیں ہو سکتا جسکو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی

میں مسطور ہے تو متعین کر کے بتلا کر یا اپنے قطب الاقطاب سے رو بابت کچھ روزہ فقہ
 معلوم ہو گا کہ آپ کے قطب الاقطاب کے التزام کے خوف سے عقلی گھوڑی دوڑائی ہو گی تو ایسی زبان
 باتیں جب آپ کو ہم غیب اور متعین ہی نہیں سننی تو ہم کب نہیں کے قال القاضی لخصیب
 قولہ۔ اور اس بحث میں صاحب تحفہ فرماتے ہیں ولہذا اشارہ میں انج البانہ ان الاامہ در تعین
 فدان احدث کردہ انہ بعضے گفتہ اند کہ مراد ابو بکر ست و بعضی گفتہ اند عمر ست اس جواب میں
 سہا کیستوری چید کر فرماتے ہیں۔ ان ند ا لافک میں۔ ازین نامی مایہ پر سید کر کلام
 شارح المایہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر ست۔ جواب اس صاحب آیات تیسرے لفظ آخر خامہ میں
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بجا تک نہ اہمات علیکم۔ یہ کہ مراد ازین شارح المایہ تلخ چراغ مبتدئ
 فتح۔ اقول۔ آپ کے خاتم الحدیث کے اس قول نے فیصلہ ہی کر دیا کہ کتب تنبیہ میں اس روایت
 میں کتب لفظ فلان ابو بکر نہیں ان اس مراد میں معنی میں بقدر تسلیم و تنزل احتمال ابو بکر کا
 لکھا ہے اس جاب معنی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائی لفظ فلان ہوئے لکھتے
 میں اسکا انکار نہیں کیا کہ معنی مراد ہی احتمالی میں ہی علی تقدیر تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے
 یقول العبد الفقیر لے مولانا الغنی۔ سخت حرب اور نہایت تعجب ہے
 کہ آپ اس سلسلے اور سہل عبارتوں میں اس فاحش غلیان کرنے میں۔ اسی اہل سہل وصال اصحاب
 و عمل خدا کے لیے ذرا ہمارے عجیب سبب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرما دیں جس سے صاف معلوم
 ہو جائے گا کہ عبارت تحفہ کا مطلب سمجھ کر نہ کیستوری کے مدعا تک رسائی ہوئی نہ زوالہ العین
 مضمون زمین عالی میں آیا۔ یا یہ کہ مضمون سمجھ گئی میں لیکن اپنے دیانت و انصاف کو اپنے
 سر لاچار ہیں معتقدا و اس کے ایسے حقائق باتیں نہ فرمائیں تو کیا کریں دیانت و انصاف کا
 نبوہ آخر کس دلیل سے ہو۔ اس قول میں ادل خلاصہ فاحش یہ ہے کہ فرماتے ہیں خاتم الحدیث
 کہ اس قول نے فیصلہ کر دیا کہ لفظ تسلیم کر لیا کہ کتب تنبیہ میں اس روایت میں لفظ فلان سے لفظ
 ابو بکر نہیں ناظر مراد معنی کے نہ احتمال ابو بکر لکھا ہے حالانکہ کسی نے صاحب تحفہ نے

نصاب ازالہ الغین نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان لفظ
 ابو بکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعویٰ تحریف نسبت شریف رضی کے شرار کے
 یقین یعنی مرادی کو قرینہ اور دلیل ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ دہلوی قدس سرہ
 الغریب تحفہ میں فرماتے ہیں: درین عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغۃ کہ شریف رضی
 برای حفظ مذہب خود تصرّفی کرده لفظ ابو بکر را حذف نموده بجای اول لفظ فلان آورده تا نیست
 تمسک نتواند نمود لیکن کرامت حضرت امیر ائمتہ کہ او صاف مذکورہ صریح یقین مہم کیست
 چنانچہ بیان خواہ شد و ہم اشارہ جن نہج البلاغۃ از امامیہ در تعین لفظ فلان
 اختلاف کردہ اند بعضی گفته اند مراد ابو بکر است و بعضی گفته عمر الخ - اس عبارت سر صاف
 واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ تحریف کر لیے دو دلیلین ذکر فرمائی اول یہ کہ او صاف
 مذکورہ یقین مہم کرتے ہیں دوسری یہ کہ شرار نے بطور بیان مراد کے ابو بکر یا عمر کو
 بیان کیا ہے اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان
 لفظ ابو بکر اور جب کہ یہ دعویٰ مرادی ہونے کو تسلیم کر لیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول
 کر لیا اور دعویٰ ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جانے سے پہلے یہی مراد ہو
 اور اگر فیصلہ ہو جائے کہ رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک بھی ممکن نہیں آخر آپ کے علامہ
 مستوری ایسی ہی ہر دہات میں گرفتار ہو کر سری ہی سے انکار کرنا شروع کر دیا کہ نہ
 ہمارے شارحین نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد لی ہے نہ یقین احمد ہا میں اختلاف کیا
 نہ یہ تو جہیات مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہیں کہ علماء امامیہ نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر کا مراد
 ہونا تسلیم کر لیا ہے علماء امامیہ میں کسی سیاحت میں حالانکہ علامہ مستوری کا یہ فرمانا محض
 غلط اور کذب تھا اور یہ تو جہیات ابن سیثم نے نقل کے تہین اور اگر بغرض محال اسکو تسلیم
 کیا جا دے کہ یہ نقل نہیں بلکہ بجا لے نے اپنی طرف سے لکھا ہے تو یہی چونکہ بجا نے فضل بن عمر
 نامیہ سے ہے اوسیکا لکھنا ثبوت الزام اور انکار مستوری کے بطلان کے لیے کافی ہو گیا

دوسری خطا وہی قدیم خطا ہے۔ کہ اسکو تنزیل فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے بلکہ قطعی قرآن اور کثیر خلافت بر قاضی ہیں چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ دوسری خفایت فاحشہ صبح یہ ہے کہ فراموشی میں کہ غرضی صاحب نے انکا نہیں کیا یہ غلطابو بکر بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور اسکا انکار نہیں کیا کہ شیعہ مروی احتمالی میں پہلی تغیر تنزیل ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔ اور یہ سراسر کذب و دروغ و خدشہ واقعہ ہے اور مصداق سرورچہ و لا درست الخ۔ کی ہی تحفہ کی عبارت موجود ہے اور کوئی کتب پر اس پر علامہ کنسوری کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی کنسوری صاحب تحفہ کا قول نقل کر کے فرمائی ہیں قول۔ وہبہ اشار صین پنج البدعت از امامیہ در تعیین فلان افتاد کہ بعضی گمانند کہ مراد ابو بکر است بعضی گمانند عمر الخ۔ قولنا ان هذا الانکاب میں۔ ازین مابسی بایہ پرسیہ کہ کہ ام شام امامیہ گفہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است حال آنکہ قبل ازین اسے احمدیہ غیر از قطب راوندی کی بطرح این کتاب شریف نہ پرداختہ چنانچہ ابن ابی احمدیہ و ادول شرح خود گفہ کہ لہر لہر ح ہذا الکتاب قبلہما اعلامہ الا واحد و ہو سعید برہقہ اللہ بن الحسن الفقیہ المعروف بالقطب الراوندی و کان من فقہاء الامامیۃ انتہی و نیز ابن ابی احمدیہ شرح ابن کرم بن شریف بعد دعویٰ اینکا گفہ۔ فاما الراوندی فانه قال فی الترح اند علیہ السلام مدح بعض اصحابہ بحسن السیرۃ وان الفتنۃ ہی التي وقت بعدہ مولی اللہ علیہ علیہ و سلم من الاختیار والاشترۃ۔ جس شخص کو ذرا پہی عبارت سمجھ کر کی تمیز ہو گی وہ تحفہ کی عبارت سے سمجھ سکتا ہے کہ علامہ راوندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شام صین پنج کا امامیہ میں ہے با ہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عمر ہے۔ پس اس قول میں بصراحت اس امر کی نسبت دعویٰ ہے کہ کتب شیعہ میں لفظ فلان سے بطور مراد کے یا ابو بکر یا عمر نہ کوہیں۔ بجواب اسکی علامہ کنسوری نے اس دعویٰ کی تکذیب کی اور فرمایا۔ ان هذا الانکاب میں یعنی یہ دعویٰ ظاہر ہوتا ہے

اس نامی سے پوچھنا چاہیے کہ کوئی شارح امامیہ نے کہا کہ مراد ابو بکر ہے یا عمر تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد ہونی کی تکذیب ہر اور تحفہ کی عبارت میں نہ اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں بجائی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر یا عمر اس روایت میں موجود ہے اور نہ علامہ کنزوری کی تکذیب اسکی طرف راجع ہر پس آپکا یہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائی لفظ فلان ہوئے لکھتے شیعہ میں رنج سرا سر دروغ بیفروغ ہے کسی ایماندار اہل شرم و حیا کا یہ کام نہیں کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے لیکن چونکہ آپکو خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہیں ہو سکتی اسلیے آپ جو چاہیں کریں جو کچھ چاہیں فرمائیں۔ قال القاضی المحجیب۔ قولہ۔ زیر کہ مراد ازین النسخ۔ اقول۔ آپ کے خاتم المتکلمین کے یہ تقریر کیا ملمع کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شارح علیہ رحمۃ کی اور شارح امامیہ نے بھی یہ توجیہ ہو گئی سالہ دینے میں ایسی تقریریں کرنے اہل دیانت کا نہیں بلکہ خاتم المتکلمین نے نہایت چھان بین کی اور بہت سی کتب کے اوراق گردانی فرماتے اور انکو اس شرح میں یہ توجیہات علمی سبیل سلیم والتنزل ہاتھ لگیں اور ان توجیہات کو جو بتقدیر سلیم تنزل کے گھر میں اور وہ بھی عام شیعہ کے میں شرح میں لفظ امامیہ کا نام نشان تک نہیں ہے الزاماً بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اوسے لفظ مثل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔ یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ ادل بجواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے کنزوری نے اسکا صاف انکار کر دیا تھا سو انکا انکار کچھ پیش گیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کے منہ پر پا چکر جو اہل شرم و حیا کے لیے بہت کچھ ہے تو انکو سب کے مقابلہ میں اور کم نقص ایجاب خبری ثابت کر گئے۔ بلکہ ثابت ہوا کہ انکا انکار محض تصور تتبع سے یا عناد سے ناشی تھا اب اپنی اسکا انکار فرمایا کہ سوائی بجز ان کے اور کسی شام نے نہیں لکھا ہے اور حضرت خاتم المتکلمین نے

لفظ مثل کا کذباً خلاف دیانت بڑایا افسوس کہ آپ کو علامہ کستوری کا حال دیکھ کر عبرت
 بنوئی اور علامہ کستوری کے طرح بے تحقیق انکار کر دیا۔ اول پنج البلاغت کی تمام شرح
 و تراجم ملاحظہ فرمائی اس کے بعد اگر انکار فرمادیں گے تو قابل جواب ہوگا میں یہ کیا کہیں
 کہ آپ نے جمیع شرح و تراجم پنج البلاغت کے ملاحظہ نہیں فرمائی ہونگے اسلیٰ عرض
 کرتا ہوں معاملہ دینی میں ایسی تقریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر
 بحث میں جو عبارت کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل بدائی کے شرح کی نقل کی ہے
 اس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اس کا استاد نقیب ابو جعفر بھی اس امر کے قائل
 ہیں کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر ہیں نہ انسی کہتا ہے کہ نقیب شرم کہ تعریض کا فرق
 درست پیشو کہ مراد شخصاضی مطابق نفس المراد وہی ہے شکر تردی سیرسون آن نگردد
 چون جناب امیرامین اوصاف معترف شود غایت مدح خواہ بود کہ بالا ازان باشد
 نقیب سر بکریان فرو بردہ بعد مال گفت راست میگوئی۔ انتہی۔ اگرچہ اس عبارت میں
 بصراحت نام ابو بکر یا عمر کا نہیں ہے لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تعریض ہونے
 پر ہے اور ظاہر ہے کہ تعریض جناب ذی النورین کو ہوگی اور یہی بدیہی ہوگا تو کیا تعریض
 بجز ذکر محاسن احد خلیفین سابقین کی نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان
 محاسن احد اشخیں کو متضمن ہے اور حاصل اس کا وہی ہے جو بحرانی نے اپنی جواب آٹائی
 میں نقل کیا ہے۔ الثانی انه جازان لیكون مدحه ذلك لاحد هماغه معرض تیخ
 عثمان الخ اذ نیز خود حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے اچھن تصریح
 لکھا ہے و از کلمات دیگر شارحین و مترجمین ابن کتاب از امامیہ ہم ترجمہ صحیح صدیق
 ایک لکھنؤی علی المتبعین لیکن چونکہ علامہ کستوری کی تذبذب بحرانی کی نقل سے
 بخوبی ہو چکا ہتی اور شارحین سے نقل کے حاجت نہوئی۔ معہذا کیا یہ خاتم المتکلمین کا
 لفظ مثل لکھنا آپ کے اور ایک علامہ کستوری کی تقریرات سے بھی زیادہ خلاف دیانت ہو

کہ بدارتہ کذب اور دروغ و عوے فرماتے ہیں کہ میں کہتے ہیں کہ کسی شارح نے لفظ فلان سے ابو بکر
 یا عمر کو مراد نہیں لیا کہ میں کہتے ہیں کہ یہ اوصاف کہیں ابو بکر یا عمر پر محمول نہیں کیے کہی فرماتے ہیں
 کہ یہ توجیہات و اعتراض کہ عالم انامیہ نہیں کہیں یہ اس پر فاضل مجیب شاہ چڑھاتے
 ہیں کہ مفتی صاحب نے بجائے لفظ فلان کے ابو بکر یا عمر مراد ہونے کی سوای اور کسی امر کا انکا
 نہیں کیا حالانکہ اچھا اور اچھٹا علیحدہ کنواری کا فرمانا بدلتہ خلاف واقع ہے یہ تعجب اور
 کہ با اینہما دعائی انصاف یہ تفسیرین خلاف دیانت نہیں معلوم ہوئیں آرمی - ع -
 وینین الرضا من کل عیب کلید - رہا توجیہات کا بتقدیر تسلیم و تنزل ہونا اور عام شیعہ
 کطرف منسوب ہونا سوا کا جواب ہم پہلے اس سے گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں قولہ
 معندہ اپنی خاتم المتکلمین کے اس قول کا یہی جواب میننی قولہ زیرک الخ - اقول کلام ابو بکر
 یا عمر کے یقین جتنی میں سلسلہ ہرگز شرح ابن مہیثم علیہ الرحمۃ موجود نہیں ہے بلکہ پہلی معلوم
 ہو چکا ہے کہ بھرانے علیہ الرحمۃ نے اول قول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہے - تاکہ
 معلوم ہو کہ مراد ابو بکر و عمر نہیں ہے اس کے بعد قول ابن ابی الحدید نقل کیا ہے کہ وہ بعض وجوہ پر
 حضرت عمر کو ترجیح دیتے ہیں یہ کہ یقین ختم کرتا ہے پر علی التذلل بطور فرض تسلیم قول فی لف
 یعنی ابن ابی الحدید فرماتے ہیں کہ در صورت ان ہر دو کے مراد ہونیکر بعض وجوہ سے حضرت
 ابو بکر ترجیح رکھتی ہیں بشرطیکہ اسکو استہانہ سمجھا جاوے پس اسکو یقین جتنی ابو بکر یا عمر
 قرار دینا کمال ہی دانائی ہے اقول جناب میر صاحب میں بخلاف کہہ چکتا ہوں
 کہ یہ پہلی تحریر چونکہ اول سے آخر تک ایسی ہی خرافات اور واپیات سے بھر ہوئی ہے
 ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ کوئی اہل علم اس کے جواب میں تسلیم اوٹھائی مگر ہکو اپنی خستہ
 کراشا و دراپس خاطر عنایت فرمائی بندہ منشی عنایت احمد صاحب گنگوہی تسلیم کہ یہ سائنہ
 مجبور کر دیا اور تجر امتثال کے کچھ نہ کر چاہا نہیں ہو سکا ناچار تسلیم اوٹھنا پڑا کیا نصاف
 اس کا نام ہے کیا دیانت اس کو کہتے ہیں کہ بدن شرح ابن مہیثم دیکھو اس کی عبارتی

توجیہات یکایک تزییات بلکہ کذب قرار ہے بن شراح ابن میثم نے اول میں قول قطب راہ مذکور
 اپنی شرح میں کہا کہ لکھا ہے سب سے اول قول جو لکھا ہے جو ہے والقول ان المراد بقلا
 حسم جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعین حسمی ہے اور جو جب کہ مراد قائمہ کے دولت
 کر رہا ہے کہ قطب راہ مذکور کا قول قابل اعتبار کے نہیں اور کہ بعد اس کی تائید ابن میثم
 سی کہ کہ وہی اس امر کا قائل ہے کہ مراد لفظ فلان سے حضرت عمرؓ ہیں اور کہ بعد اپنی راہی ظاہر
 جو قطب راہ مذکور کے قول کے سر اس کذب ہو اور کہ اس میں کہتا ہوں کہ اور کہ مراد ہونا ہے
 عمر کے زیادہ متاثر ہونے سے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قولین اولین جو حضرت
 عمر کی مراد ہونے پر وال میں وہی چند ان بعد عن الحق نہیں صرف ہمشبہ اور شاید جو ہر
 فرق ہے جو اول افضل التفضیل کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مراد احد ہا مستلزم مراد آخر کی لفظ
 فلان کے کسی کو نہیں میں سے مراد تسلیم کر لو تو دوسری مراد اہل بیت یا سلسلہ امامت ہو جائیگا
 لیکن قطب راہ مذکور کے قول کی سر اس کذب ہی نہیں جو کہ بعد ہر نسبت مراد ہونی اہل بیت کے
 بیان کیا ہے وہ ہر اثنیسی ہے مفوضاً اوصاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اور جو اہل
 یا تاویل کی گواہی ہے باقی میں چوڑی شرح اوصاف میں صاف ثابت کر دیا کہ مراد
 اہل بیت کوئی خلیفہ ہے۔ اچھا بفرض حال چہنے تسلیم کیا کہ تعین حسمی نہیں ہے بلکہ شراح
 کسی اور پر آخر تعین کو بیان تو کیا ہے جس سے مدار کنتوری کا اور کہی نسبت مراد ہونا
 ان کی فاضل فاضل ہے یا نہیں پس اگرچہ بوجہ باقون شرح اگر آپ چاہیں کہ اہل بیت کا استدلال
 اور جواب دہ یا کہ مدار کنتوری کے بیان الزام سے چوٹ چائی تو یہ ہرگز ممکن نہیں
 بلکہ صحت آپ اس کی حمایت فرمائیں اور یہ الزامات زیادہ ہوتے جائیں گے چنانچہ آپ اس بحث
 میں دیکھ ہی رہے ہیں ابھی آگے صاف دھم دیا و مٹھ مٹھ تو یہ چاہی ورنہ آگے تو کیا
 یہاں سے اہل بیت کے حق میں یہ کہتے ہیں کہ اگر شراح بکوائی علیہ الرحمۃ
 فرمیں توجیہات بدون فرش و حلیم تحقیق ہے کی چون اور ان کو نزدیک یہ اصلی ہی

اختلاف کیا ہے یعنی کہتے ہیں کہ مراد ابو بکر ہے اور بعضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمرؓ ہے
 اگر ملاحظہ کریں تو یہی فرماتے ہیں کہ یہ سراسر جوہر ہی کسی شارح امامیہ نے مراد ہونا لفظ اذان
 ابو بکر یا عمرؓ کا بیان نہیں کیا دہہ عبارت - انھن الا اذک مبین اذین نامعنی ابو بکر
 کہ امام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمرؓ است الخ اس پر حضرت خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ
 علامہ ستوری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا - قوله ان هذا الاذک مبین اقول
 بجا کہ مذہبنا انظمیم - زیرا کہ مراد اذین شارح امامیہ مثل بجزائی ہستند ولیکن چون
 این بے نصیب کتب مذکورہ نہ یہ میگوید کہ امام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمرؓ است
 اینک عبارت رئیس الحکماء و المتجربین کمال الدین مذکور بگوین خود بشنو و خاک نہ است خود
 برزیدہ است نہ حکم نہ تعنیف بجز حیرت قابل الخ - ہی طرح اور چند جگہ آپ کے مفتی صاحب نے حضرت
 خاتم المسکین کے اس بحث میں تکذیب کی اور اپنا بھر جتا یا اور حضرت خاتم المسکین نے
 اسکو جواب میں آپ کے مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی اور ابن عثیم کی عبارت نقل کر کے
 اذکر دعویٰ بجز کو توڑا - اب بعد اس نظیر کے آپ اپنی جواب کو مطابقت بجز و خیال فرمائے
 کہ آپ کو جواب اور معارضات کو اس سے کیا ربط اور کیا مناسبت ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ آپ
 اسکو جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر بجزائی کی نزدیک یہ توجہیات تحقیقی اور اصلی جواب ہر
 گویا اذکر نزدیک بدون منزل است ہزار کے ممدوح ان اوصاف عالیہ کے اور مراد لفظ اذان
 سے حضرت ابو بکرؓ یا عمرؓ ہی ہوں اور فی الواقع معنی صاحب نے شرح ابن عثیم مذکور
 کو کوئی عیب اور نقص کی بات ہے ایک کتاب کا نہ کہتے یا رقت تحریر اسکو مضامین کا
 یاد نہ تھا کچھ بڑی بات نہیں کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق سمیتہ نظر ہے لیکن
 ہم کب کہتے ہیں کہ شرح ابن عثیم کا نہ کہنا کچھ عیب اور نقص کی بات ہے اور ہم نے اور ہمارے
 خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہے ایک کتاب کا نہ کہنا یا اسکو مضامین کا برقت
 تحریر یاد نہ تھا کچھ بڑی بات ہے اور ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک عالم کی کتاب

اور اسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہنا ضرور ہے ہمارا اور ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کا ہر حق
توہید ہے اگر مفتی صاحب نے شرح ابن بیثم نہیں دیکھی تھی یا اگر کو یہ مضامین یا وہ نہیں دیکھے
تو یہ زبان و رازی اور ہرزہ درائی کیوں فرمائی کہ کہیں فرماتے ہیں - ان بدالہ الکلب سین
ازین نا صبی باید پرسید کہ کلام امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است رکبیں لکھتے ہیں این ادعا
کذب محض است کہیں فرماتے ہیں - ثبت الدلائل فی القش - اول الیمنی با ثبات باید سانیہ
کہ مراد اول لفظ فلان درین کلام ابو بکر است الخ - اور کیوں ایسا وادیا کیا کہ زمانہ کو سراپا دیا
جس سے کتا معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شروع پنج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے
اور تمام شروع کے مضامین اور تمام شراح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہیں اگر آپ نہیں
جانتے تھے تو لفظ فلان سے شیخین کے مراد ہونے کا انکار اور کلام امامیہ کی توجہات کرتے
کا انکار کس بنا پر کیا اونکو تو دعویٰ تمام شروع کے دیکھ کر اور تمام مضامین کے مستحضر ہونے
کا ہی - اگر باوجود اس بجا نہی کی وہ سمجھتے ہوتے کہیں نہیں جانتا ہوں تو اس شد و مد سے کتب
انکار کرتے بلکہ یہ کہتے کہیں نے سوای ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہیں دیکھی یا تمام شروع نہیں
بائیں اس دعویٰ کی تصدیق دیکھ کر نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا یا یہ کہ تمام شروع دیکھ کر
ہی کہ اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہی اسے غیر ذراک اور اس میں چند ان نقص
وعیب نہ تھا اگرچہ اس قدر تو اس میں ہی خلل تھا کہ جب کتاب تصنیف فرماتے بیٹھے اور خصم
کو جواب دینی کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شروع پنج البلاغت کے اس موقع خاص کو
دیکھیں خصوصاً ایسا امر کہ جب پیر بطلان مذہب کا بار ہو اور بقول آپ کے بعض شروع ہی
پچھلے یہ توجہات نہ کر ہوں نا یا یہ ہوں تو بڑی افسوس کی بات ہے کہ کتاب کہہ لکھ کر کچھ
لین اور یوں ہی دعویٰ فرمائیں جس سے معلوم ہو کہ انکا علم تمام شروع کو مضامین حاد
ہو پس جس طرح رہے کہ نہ اگر مفتی صاحب نے اپنے بجا نہی کا اظہار کیا اور نہ اعتراض علم
علم پر ہی بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعویٰ جو ہے کہ باوجود نہ جانتی کے اپنا علم

و تخرک باد افتراق جملہ ہی میں سپرد آچکا ہے جواب دینا کہ نہ جاننا کچھ عیب کی استہینا ہے
 نہ محفوظ رہنا کچھ بڑی بات ہے یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی
 مفتی صاحب کی عبارت کو ہی نہیں سمجھتے ورنہ اتنا تو سمجھتے کہ اعتراض سے بھاننا ثابت ہوتا کہ
 یا جاننا اور ارادہ العین کی عبارت کو ہی نہیں سمجھتے اور نہ اس جواب کو ان کی کچھ لفظوں سے
 علاوہ ان میں اس تقدیر پر کہ بخلافی نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ تحقیقی اور واقعی ہو اور ان کی نزدیک
 یہ جواب اصلی جواب ہوں اور مفتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا ہو یا اور اگر
 مضامین ان کو یاد نہ رہی ہوں حسب بیان علامہ ابن میثم یہ اعتراض ان العادح الخی ذکرہ
 علیہ السلام فی حق احد الرجلین بیانی ما اجمعنا علیہ من خطیہم ولتخذہما منصب
 الخلافۃ فاما ان لا یکون الکلام منک لک علیہ السلام اذ انیک و نجا ہما خطا
 دار ہوتا ہے اور علامہ بخلافی نے خود جواب شیعہ سے نقل کیے ہیں وہ جواب بدلتہ معلوم ہوتا ہے
 کہ ہرگز صاحبیت رفع اعتراض کے نہیں رہتے چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے
 دلائل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے تو اب فرمائی کہ ہر دو امور مندرجہ اعتراض میں سے کس کو
 اختیار فرمائے گا کہ کیا آپکا اجماع خطا پر ہے یا یہ کلام جناب امیر کا کلام نہیں ہے اور
 شریف رضی نے من تقاریر النفس کذباً بڑا دیا لیکن یہ تو مٹا دیا کہ شریف رضی تو دیر
 راستہ ایسی کلام کو جو صریح صریح بخین پر دلالت کرے اپنی خلاف مذہب کیوں بڑا آلیا
 احتمال ہوتا ہے، مذہب میں تو ہو سکتا ہے اور منافیات مذہب میں یہ لہر بالکل مفقود ہے نہ تو
 کا عذر غیر سبب علی الخصوص اس شیعہ پر بخلافی لکھا ہوا انگلیا کہ لفظ فلان کے پہلے ہر
 لکھا ہے نہ شریف رضی کے بڑا لی اور اس کلام کے جناب امیر کی کلام ہوئے گا تو
 اس خیال باطل نہ تو ثابت ہوتا ہے جو کہ آپکا اجماع خطا پر واقع ہے۔ یہ تو مطلوب۔ اگرچہ
 کہ دوش سوانہ کی عبارت نامت بھی باطل ہو گئی ہے لیکن اس تفصیل سے معنی کر اول عبارت
 جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ العزیز کی نسبت اپنی راہ ماہ کی تصنیفات مذکور

بارہ میں فرمایا اور فرمایا کہ ہم کئی جگہ اس سریر میں ہمہ اثرات کر چکے ہیں۔ پس اس کا جواب
 تو یہ ہے کہ یہ بعض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے اپنی عادت کے موافق عبارت
 از ادبہ استخفاف کے خطاب سمجھ کر میں غلطی کی تھی چنانچہ جس جگہ اس سریر میں آپ نے یہ خود
 فرمایا ہے وہیں ہم ہی بخوبی اور سکو باطل کر آئی ہیں حاجت ادا وہ نہیں ہو۔ خود میرا حاشہ
 آپ نے حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسبت آیت قرآنی متضمن موت آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم یاد دہانی کی بابت فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اول نسیان کس کو نزدیک
 محل اعتراض نہیں یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر یہی جائز رکھا ہے۔ خود جناب امیر شیطان لعین کے مہلت یافتہ ہونے کو یہی ہوتی
 ہو اور ابلیس کی تعین سے مستفید ہوتی۔ اور نہ خاتم المتکلمین کا اعتراض نسیان کو بابت ہو
 پس جب نسیان سنانی ہوتے ہیں تو مناقض خلافت کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہندہ حضرت
 فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ حدیث ہوش ربا دفات ہر دو کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
 کو پیش آیا تھا۔ مگر آپ کو مفتی صاحب پر کیا مصیبت پڑی اور ان کو کیا حد مد پیش آیا
 جس کو ان کی ہوش و حواس سلب ہو گئی اور باختہ حواس ہو کر یہ غفلت طامی ہوئی یا نسیان
 پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات کا حد مد مصیبت ہو
 اور ان کا وارعضال ہونا اس کا باعث ہو تو ہم ہی آپ کو مفتی صاحب کو معذور سمجھتے ہیں عطاوا ازین
 اس موقع میں کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسری مواقع میں کہ جس جگہ کتب کا
 نہ دیکھنا یا مضامین کا یاد نہ رہنا کہ عیب یا نقص کا باعث نہیں سمجھا جانا بلکہ بعید ہے
 وہ یہ کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا وقت تحسیر مضامین کا یاد نہ رہنا عیب نہیں سمجھا
 جاتا وہ موقع ہے کہ چنانچہ فیما بینہما قسطنطنیہ ہو کہ اس سے اول مضامین کی طرف
 انسانی ذہن کا کم ہوا اور انتقال منکر کا ادھر سے او دھر نہ ہو ایسی مواقع میں اگر
 وقت تحریر مضامین یاد نہ رہے یا کتاب کو نہ دیکھو تو معذور سمجھا جاسکتا ہو اور یہ موقع جو

آپ کے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ خصم نے اپنی ثبوت دعویٰ میں ایک کتاب کے خاص موضع
 استدلال قرار دیا اور اس کتاب کے شروع کے مضامین متعلقہ کو اپنی دعویٰ کی بنیاد میں
 بیان کیا تو اگر کوئی شخص اس خصم کے جواب میں یہ کہ اس کے شروع دیکھو اور ان کی طرف
 مراجعت کریں اور خصم کے دعویٰ کا صدق یا کذب کتب سے مقابلہ کر کے معلوم کریں۔ مٹا
 انکار کر دی اور کھلی کہ کسی کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں اور یہ دعویٰ محض کذب و دروغ
 ہے۔ حالانکہ خود یہ انکار و کذب محض کہ ب دروغ ہو۔ تو ہرگز وہ معذور نہ سمجھا جائیگا اور
 ملامت و تہنیت کا ہر اگر کوئی اس کا اتباع میں سے اس کی حمایت کریں اور نہ کریں کہ اس نے
 کتاب نہیں دیکھی تھی اور انکو یاد نہیں رہا تھا۔ تو بہ کسی عاقل کے نزدیک قابل التفات
 نہ ہوگا بلکہ مصداق مثل شہر مذکور ہد تراذ گناہ کا سمجھا جائیگا کیونکہ اس موقع میں
 بوجہ غایت افضال و قرب تقرب نیا بینہا اوسے واجب تھا کہ شروع کی طرف مراجعت
 کریں اور اس دعویٰ کے صدق و کذب کو کتب سے مقابلہ کر کے دیکھیں تو اس نے ترک
 واجب کیا اور اپنی مذہب کی حمایت میں صرف ترک کتب و جنات کا ہوا تو اسے
 موقع میں جعفر ملامت کیجادی بجا ہے اور جعفر گرفت کیجادی زیار پس ہمارے فاضل کا
 بحایت اسے مفتی صاحب کے فرمانا کہ اگر انہوں نے کتاب نہ دیکھی ہو یا مضامین یاد نہ
 ہوں تو کیا عیب و نقص کی بات ہے۔ سرسراہیات ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سرسراہ
 سب اور نقص و خیانت و کذب اور رتبہ تصنیف کے بالکل مخالف ہے۔ رہ خلاف
 کہ اہم الہامات ہونیکا جواب انارہ فرماتے ہیں سو تہ و غلطی ہے جو ابحاث سابقہ میں
 آپ کو پیش آچکا اور تفصیل تمام اس کی نسبت ہم گذارش خدمت کر چکے ہیں حال القاضی
 المحیب۔ مولد۔ یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم اور تدبیر
 بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا ہتھیافا نہیں کیا گیا۔ اقول۔
 مان یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم و دیانت و فہم و فراہ

و عقل و کسبت بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفاء نہیں کیا گیا
بقول العبد الفقیر الی مولانا الفتنہ بحول اللہ تعالیٰ و قوتہ استقامت کا یا
 علم و دیانت و فہم و فراست ایسا ظاہر ہوا ہے کہ کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا یہی جماعت مصداق
 ید اللہ علی الجماعۃ و غضب اللہ علی من خالفہا کے ہے۔ ان علماء ارسنیہ کا
 پایہ علم و دیانت و فہم و فراست قابلِ تمشاہد ہے کہ جن کو اکابر مذہب اہل اہل زعم میں یہ تقیہ
 کر بردی میں مخفی رہے اور مذہب کو دانا کا صندوق تقیہ میں بند رکھا سو بحمد اللہ فریقین کے علم
 و دیانت اور فہم و فراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ
 انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے **قول** اگر کسی قدر اس بحث کی
 مفصل جواب میں بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان کرنے وغیرہ کے علم
 و فضل کا مرتبہ ہی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے۔ یہاں تک کہ جو باتیں کہیں خوان بستان
 کو معلوم ہیں ان ہی کمال ہدایت بہم پہنچائی ہے۔ جیسا کہ لہذا و فلان کو بدروغ از
 قسم قسم دروغ فرماتے ہیں حالانکہ کتب نحویہ و لغویہ میں تصریح ہے کہ لہذا و فلان و لہذا و فلان
 مثل باب کے کلمات تعجب سے قسم سے ایسا کیا علاوہ اور جواب تشرلی و تقیہ بری کو اصلی
 سمجھتی ہیں نیا للجب انس علم و فضل پر کوئی صاحب خاتم المحدثین اور کوئی صاحب خاتم
 المتکلمین کا خطاب اپنی اہل غلطی پر پاتا ہے ان بدائشی عجاب **اقول** اہل انصاف
 برائے خدا و اس بحث کو جو ہماری فاضل محبت نے بعد ناز و فتنہ رنج و فراموشی میں
 اور حضرات علماء ارسنیہ کا مرتبہ علم و فضل ملاحظہ فرمائیں کہ واقعی جو باتیں کہ اطفال مدرسہ کو معلوم
 ہونگے حضرات اذنین غلطان و پوچھان ہوئے ہیں اور ان ہی پر واقف نہیں مبنی غلط کہا
 بلکہ اذنین کمال مہارت بہم پہنچائی ہے۔ آپ اعتراض فرماتے ہیں اور ظاہر یہ ہے
 کہ آپ اپنے علم و اس نقل فرماتے ہونگے۔ کیونکہ آپ تو فرما چکے ہیں کہ میں محض فارسی خوان
 ہوں۔ آپ کو کتب نحویہ و لغویہ سی اور تحقیق لہذا و فلان وغیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس نقل کے شرع و عبادت

یہ ہے اس طرح ان کو کمال حاصل ہوا ہے کہ ان کی ہمت و فہم و دیانت
 علم و دیانت و فہم و فراست کا یہ ہے کہ ان کی ہمت و فہم و دیانت

اس طرف ایمان کی لکھنوی میں۔ اس بحث کو جواب میں مفصل بیان ہوا ہے تو یہ کہو یہ کہنا چاہیے
 کہ فاضل مجیب اپنی علامہ سے اعتراض نقل کر لے ہیں کہ علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو
 بدروغ قسم دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہ کلمہ تعجب کا ہے۔ اب ایک جواب پیشی کہ یہ اگرچہ
 کا محض کذب اور افتراء اور بیاناں ہے مگر علماء اہلسنت نے کہ بلا و فلان کو جو حسب تفسیر
 فاضل بحرانی کلمہ مرجح کا ہے قسم نہیں فرمایا ہے صواعق اور تھوڑا ذرا انہیں میری نظر سے
 بھی گزری ہیں اور غالباً تحفہ کی نسبت یہ اعتراض ہوگا اسلی میں عبارت ان کتا بونکی نقل کر کے
 اس پر فاضل کو انکی عیاں مجاہدین کے تجر اور تقدس کے قسم دیکر پوچھتا ہوں تو اس میں کہیں
 عبارت میں کہاں کہاں ہے کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے خواہ یہ تفسیر شدہ رحمۃ اللہ علیہ صواعق میں ہے
 خطبہ نقل کرنے کے بعد اول جواب و کان منہ علی وجہ استصلاح من یقتد صحیحۃ
 خلاۃ الشیخین کر ضمن میں فرماتے ہیں فانہ اثبت للامام المعصوم انہ کذب عشر کذبات
 صراح موکدہ وحلف عشر حلفات کاذبہ من غیر الجاء ضرورۃ دلالت الیہ فانہ متصلا
 واستجلاب قلوبہم تحصیل لجزا کذب والیہین الکاذب انہ زور مری جگہ کہتے ہیں
 فانہ وقوع الفتنہ فی خلافتہ عثمان کا زمعلوما لکل الحد غیر خفی حل یخفی علی
 الناس القمہ وانہ حلف عشر حلفات کاذبہ الی ان قال فان المؤمن الالبس لا یرکب
 الکذاب والیہین الکاذب لامر یحصل بالصدق فضلا عن الا کاذب لا یجان
 الکاذبۃ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ الغیر تحفہ میں تو جہ اول کے ضمن میں فرماتے ہیں
 لکن برعاقب منصف پوشیدہ نیست کردہ دروغ ہو کہ قسم ان نسبت بجناب موصوفی نمودن
 کہ برای غرض سہل فرمایینے ولاری چند کس الخ یہ فرماتے ہیں کہ کہ امر ضرورت بھی انہ
 تاکیرات و سبائغات و ایمان غلط شدہ بود۔ پس یہ عبارتیں میں اس میں کہاں کہاں
 کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے حضرات شیعہ کی یہ عادت ہو کہ اپنی خوش فہمی سے ایک غلط
 مضمون تراش لیا اور اس پر اعتراض کرنے لگے یہ مقتضا اپنی کمال فاضل علم کے

اس جگہ یہ سمجھ لیا کہ بلا و فلان کے معنی قسم کے لکھ دین اور سپر ناطق اور بلا شروع کر دیا
اب یہ کہ شاید اپنی مثال خود دے دے یہ سوال کی فکر اگر بلا و فلان کے معنی قسم کے نہیں لکھی تو پھر یہ قسم کہا
میں ہوں اور کوئی نہ اس قسم کا عیاں نہیں ہو جو جس قسم کے خواہ نہ خواہ اور بلا شروع کر دے
پس کا جواب یہ کہ اگرچہ چوتھے رسال میں لکھا ہے کہ قسم مقدس مفہوم کی ہے چنانچہ غالباً کا فیہ میں جب میں
تقدیر قسم کا لفظ پس لایا بلا و فلان کا معنی ح کا ہے بعد اذ کے لفظ تقدیر قسم پر رال ہے
اور اس کا جواب واقع ہے معنی للہیب میں لکھا ہے وقال غیرہ (ترجمہ شری) فی نحو
ولقد علمتم الذین اعدوا منکم قد فی الجملة الفعلیۃ المحاب بہا القسم مثل
ان واللام فی الجملة الاسمیۃ المحاب بہا القسم فی افادۃ التوکید و دوسری جگہ
لام تاکید کے بیان میں لکھا ہے وبعضہم المتصرف المقرون بقدر نحو ولقد کا تو اعاہدوا
اللہ من قبل لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات والصنہود ان ہذہ لام القسم
بضمین لکھا ہے ولقد علمتم الذراعتا وامنکم فی السبب اللام موطنۃ للقسم
اس پر محشی عیدیم لکھتا ہے ای معیۃ ومعنیہ للقسم المحذوف وقرینۃ علیہ لوان
عبارات سے معلوم ہوا کہ یہاں قسم مقدس اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ کہ بلا و فلان
نوائے تقدیر قوم اور دوسری الحمد الخ اسی حضرت میر صاحب آپ کو علمائے ہمسریہ اعتراض کے
اپنی علم فصل کے آپ ہی ویل سند دیدی پھر اس پر اچھا اسکو ناز و فخر کے ساتھ
ہمارے مقابل میں لکھنا اور نیا طرہ۔ یہ ایک چوٹی سی بحث ہے جس سے پایہ علم و فضل علماء شیعہ
و علماء اہلسنت کا بخیر معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ علماء اہلسنت
خطاب خاتم المحشرین اور خاتم المتکلمین کے لائق ہیں یا علماء شیعہ جنکو چوتھے چوتھے مسائل غرضین
بھی کمال جہارت ہے۔ خطاب مجتہد اور علم الہیہ اور صدوق کے لائق ہیں۔ راہین
میں قسم کے جواب کو تشریحی و تقدیری کہنا ایسی خطا فاحش ہے کہ جسکو تھوڑی سی عقل و فہم
ہو وہ بھی اسکو سمجھ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن تیمیہ ملاحظہ فرمائیں تو خود اپنی

اس خط پر مبنی ہو جائے تو کہہ قال الفاضل المجیب قولہ۔ اگر تامل کیا جاوے تو جوابات
تھہ ایسی غلطیوں پر ہیں پس اب انصاف سے فرمائی کہ تھہ زیادہ مدد العلماء کے قابل ہے
یا اور سب جوابات تھہ علیہ جناب مخاطب۔ اقول آیتے جوابات تھہ کب تک کہہ کر تامل فرمائیے
اگر آپ انکو دیکھتے اور کہہ تامل انصاف سے کام لیتے تو انکو کاشس فی نصف النهار ہون
ہو جاتا کہ صاحب تھہ کی بہت ہی کم ایر قول ہوگی جو غلطی و خلاف واقع گوئی سے خالی ہوں
اور حاشا کہ جوابات تھہ میں غلطی ہو یقول العبد الفقیر لے مولانا۔ التھہ اس خرافات
و کذب کے جواب میں بجز اسکو کہ ہم سکوت کریں۔ یا ہم ہی جھوٹ بولیں کہ آپ حق کہتے ہیں
اور کہہ جواب نہیں دیتے قولہ اگر آپ کا یہ فرمانا صحیح ہوتا تو اب تک کوئی صاحب
تو آپ صاحبون سے مرید یہ ان ہوتا اور انکا جواب لکھتا۔ اقول جب اس
قابل ہی نہیں کہ اہل مسلم اونکو جواب کی طرف متوجہ ہوں تو ہمارا اصل مسئلہ لاج الہ بال
ذہب متبعہ رہتا بجای خود ہائی رہا ہے ہکو اونکو جواب لکھنی کے اور ماحق نصیح اور فادات
کی کچھ ضرورت نہیں ہے مولانا اسکو ہمارے ہی ایسی کتابیں ہیں جنکا علماء سید نے
جواب نہیں لکھا تو ہم ہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہیں غلطی ہوئی تو آپ صاحبون سے
کوئی تو مرید یہ ان ہوتا اور انکا جواب لکھتا۔ قولہ آپ کے خاتم المسکین کی یہ
جرات نہ ہوئی مگر ان خال خال جہان کبیر انکو اپنے سمجھ کے موافق ملت تدبر و فکر
سے جائے انگشت معلوم ہوئی اس قول کو نقل کر کے بہت کچھ شور و غل مچایا۔ مگر اہل فہم
و انصاف جانچ رہیں کہ فضول تھا۔ چنانچہ اسی بحث سے جسکو آپ نے بڑی ماز و فخر سے
تہذیب لکھا ہا معلوم ہو گیا اقول ہماری خاتم المسکین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف
میں جو بلاستقلال آپ پر بعض تحریرات کے جواب میں فرمائے تھے بطور ادب و احسان
و موقع جوابات تھہ وغیرہ کے بخوبی قلعی کہول ہی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ یہ
جوابات قابل التفات طلبہ علوم ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ علماء مقصدی جواب ہوں چنانچہ

اہل انصاف و فہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اسی بحث پر جوابی گزرجو بخوبی واضح ہر قول۔
 آپ ہی انصاف فرمادیں کہ جب آپ خود کے ابوہ ملاحظہ ہی نہیں فرمائی تو آپ کیونکر انہی
 استناد و عدم استناد کی بابت کچھ کہہ سکتے ہیں اقول یہ اچھا خیال و زعم بالکل غلط ہے
 جسکی کچھ اہل نہیں قول جانتے والے پر کہنے والے جانتے ہیں کہ کون عہدہ کے
 قابل ہے اقول بیشک اس پر ہمارا ہی صواب ہے قال الفاضل المحیب۔ قولہ۔
 شیعوں کی بعض فرضی کتابیں گہر لیں بنا ب مخاطب کی تحریر سے تو انکا مادہ علمی اس قدر معلوم
 نہیں ہوتا کہ اپنے مذہب کی تمام کتب یا نام کتب مشہورہ پر عبور اور انکی واقفیت ہو۔
 اقول۔ اس کی کئی شخصیں پر ہم ہی صواب کرتے ہیں میں اپنی کم علمی سے عہدہ اتنی شروع ہی
 میں عرض کر چکا ہوں بقول العبد الفقیر لے مولانا الغنی چونکہ اسجد
 فاضل محیب نے جو ہماری جواب کے عبارت نقل کی ہے اوس میں خلط واقع ہوتا ہے مبادا ناظرین
 اقوال کو یقین اقوال میں تردد و شبہ واقع ہو اسلیں نظر احتیاط عرض کرتے ہیں
 کہ اسجد کے لفظ قولہ ہماری فاضل محیب کی کلام میں واقع ہے یہ قول ہماری تحریر میں
 اور ضمیر اسکو راجع بطرف فاضل مخاطب ہو اور بعد اسکو عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتابیں
 گہر لیں اصل سوال فاضل مخاطب کا چلہ ہے چکا جواب ہم نے لکھا ہے اور کہا ہے جناب
 مخاطب کے تحریر سے الخ پس ناظرین یہ خیال فرمادیں کہ توبہ کے قائل فاضل محیب میں اور ضمیر
 ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعوں کی بعض فرضی الخ ہماری عبارت ہے جیسا کہ ان سے
 مستفاد ہوتا ہے فلیتنبہ۔ سابق میں ہماری فاضل مخاطب نے ہمارے قولہ کو اپنے توبہ نے
 ساتھ ملا کر چکرار قولہ کر کے لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قولہ اسکو
 کاتب ہی ترک ہو گیا ہو گا یا عمد اکرمہ مستقیج سمجھ کر چھوڑ دیا ہو گا۔ تعجب ہے کہ با اہل مذہب
 اگر یہ کسر نفس کے طور پر نہیں ہے تو اپنے اصول و فروع میں بلا تقلید سربہ حق ایقین کا
 کیونکہ پیدا کر لیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل ادعا کرمہ دانی ہے اور یہ محض تواضع۔

قولہ لیکن اگر سمانی معاف ہو تو بعد ادب استدراک دیش ہے کہ بندہ فرمان کتب
کتب شریعہ پر عبور نہیں رکھتا اور آفت نہیں کر جاتا یا ایہہ اوامی غم و غفلت اسلئے نہ
فیہ سہی آگاہ نہیں چنانچہ امت کو سائل فرمویہ بیان کرنے میں ارادہ نہیں کر سکتا
ہوئی۔ اس مسئلہ کو آپ کتب احادیث وغیرہ حتیٰ کہ کتب فقہانہ میں اہم الہامات لکھا ہے
مگر آپ اسکو اہم الہامات نہیں جانتے یہ محض کتب کلامیہ و عقاید و احادیث وغیرہ پر
بنوئے کا حسب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید جتہاد کا دعویٰ تو آپکو ہی ہوا قول ختم
فرمایا تھا کہ مسئلہ امت اہل سنت کے نزدیک اصول دین سے ہے یا فروع
سے بندہ لئے بموجب اوسکو عرض کیا کہ اہل سنت کے نزدیک مسئلہ امت فروع میں سے ہے
اور اوسکی ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کے عبارت کا جو اسوقت سامنی موجود تھی لکھنا کافی
سمجھا پس سپر جناب کا فرمان کہ اصل مسئلہ متنازعہ یہاں سے آگاہی نہیں آپ ہی الصاف
فرادین کو یکسو سمجھ ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اوسکو ثبوت کے وقت حوالہ ہی نہیں
العصر یا مفتی کستوری صاحب کا دیون اور مسئلہ بھی صحیح فرما دیں تو کوئی دعویٰ کر سکتا ہے
کہ آپ اس مسئلہ سے آگاہ نہیں حاشا وکلا۔ اور بالفرض اگر میں شیعہ عقاید کا حوالہ دیتا
تو یہی آپ یہی اعتراض فرما سکتی تھی جب تک کہ تمام کتب عقاید و احادیث وغیرہ کی ذکر نہ
جائے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالوں کو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہ
ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہ مجرّد نقل قول کسی معتبر
عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جبکہ سیدی سائل فرمویں میں سے ہو اور یہ ختم
خاتم المتکلمین کے طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس آپکی نسبت جناب کا
عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون الصاف سے ہے۔ اگرچہ یہ بات مسلم اور صحیح اور
کہ بندہ کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعویٰ تھا اور
مگر تعجب یہ کہ آپکی جناب مفتی صاحب نے خلاف واضح دعویٰ فرمایا کہ شرح الہامات

میں کہیں یہ تو جہات مذکور نہیں اور جناب نے اسکو نسبت غدر فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر
 عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ منظر ہے ہر ایک کتاب کا نہ کہنا یا بروقت تحریر اسکو
 مضامین کا یا ذریعہ کچھ بڑے بات نہیں اور کچھ عیب و نقص کی بات نہیں کہ اگر ایک
 کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اسکو مضامین یاد نہ رہی ہوں۔ پس جب آپ کے نزدیک شرح
 رنج البلاغت کو نہ دیکھتے تھے آپکی مفتی صاحب کے تجرین کچھ فرق نہ آیا اور انکو کتب
 کی طرف سے یہ غلط فہمی رہا اور برسرِ چشم قبول کر لیا تو ہمنے ایسا کیا قصور کیا تھا
 کہ باوجودیکہ مسالہ صحیح عرض کیا اور حوالہ بھی صحیح دیا لیکن ان تمام حوالوں کو جمع نہیں کیا
 اسکو ہماری کتب عقاید و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اگر عدم آگاہی
 اور نادانیت سمجھا۔ آپنے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہ فیصلہ فرمایا آپکی مفتی صاحب
 باوجود خطا کے ہی تجرہ پرین اور ہم بے خطانا واقف و نادان سمجھو جائیں یہ صریح ہٹ
 دہرمی اور حق پوشی نہیں تو کیا ہے۔ انصاف تو اسکو مقتضی ہے کہ اگر ہکو آپ صرف اس
 وجہ سے طعون کرتے ہیں کہ ہکو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہیں یا وقت تحریر
 مضامین یاد نہ رہی تو اپنی مفتی صاحب کو ہی اگر دو چند نہیں تو ہماری برابر تو مطعون تمام
 بنائی۔ راجع الہامات کا ذکر کرنا یہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہ اس سیرین آپنے
 ظاہر فرمائی کہ ہم کتنے گتے تھک گئے۔ اور اسکا جواب مفصل سا بقا مذکور ہو چکا ہے۔
 قال الفاضل المحیب۔ قولہ اگر دعویٰ ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار استی
 اس امر کی بخوبی آزمائش کر سکتا ہے۔ اقول۔ بندہ کو ہرگز دعویٰ نہیں ہے میں کیا
 اور میرا دعویٰ کیا جاہل و ظالم و ناقض ہے میرا ہر سدا ان اقل الخلیقہ بل لاشی فی تحقیقہ
 ہوں اور اسکو جواب میں بجز اسکو کہ جناب نے اپنی مبنی حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے
 کیا عرض کردن اگر غرور و تکبر معیوب، ممنوع نہ ہوتا تو شاید بخیرال اسکو کہ انکبر مع التکبر
 صدقہ یہ شعر عرض کیا جاتا۔ ہیت خوش بود گر کج تجرہ آید بیا + تا سیر و شود ہرگز درخش باشد

مفصل نہ اسکی تصنیف و تالیف کا زمانہ مشرح بمقابلہ خصم بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔
 یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی۔ اگرچہ کتب غیر مرثیہ اولہ و مفتوحہ و دستورہ کی
 مثال طلب کرنا ایسا ہی جیسا کوئی غیر معلوم و مجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنی حضرت
 فاضل حبیب کو مثال ہی کر سچھاتے ہیں۔ یسینی کہ اگرچہ بلکہ فریقین کی کتب رجال و فہرستیں
 و علمائین بعض علما کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ صدہ مجلدات انک تصانیف ہیں چنانچہ
 ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں فضل بن شاہان کی نسبت لکھا ہے ولہ ما سئو تن
 مصنفاً و نیز اویسی ابن شہر آشوب نے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حاملین
 لکھا ہے لہ ما سئو تارہون کتاباً محمد بن مسعود و عیاشی کی نسبت لکھا ہے کتبہ
 یزید علی مات مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حاملین لکھا ہے لہ انھو
 من تلمذاء مصنف علی تہ القیاس اور بیت جو علمائ کی نسبت اسبطح درج ہو لیکن
 اگر تتبع و تلاش کیجاوے تو بجز چند کتا ہو نہ جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہو نہ کہ کسیکا
 کہیں پتہ و نشان نہیں ملے گا تو انکو نسبت ہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتابین ہوتیں
 تو موجود اور علمائ کی زبان پر نہ کہ ہوتیں اور ایسی ہی کتابین میں کہ جنکو مصنفین کا حال
 کہیں معلوم نہیں چنانچہ معالم العلماء کے آخرین آپنے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور یہ ہی ہر ایک
 واضح ہے کہ جامع فہرست علمائ کو اول تو استیعاب و استیفا کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود
 نہیں ہوتا تھوڑی تھوڑی کتابین بطور نمونہ درج کر دیتے ہیں اور اگر استیعاب ہوتا ایسی تو اپنی علم
 و قیست کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ ضرور نہیں کہ انکا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات
 و حاد و شال ہو اپنے معالم میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اول میں لکھا ہے والکانت الکتب
 نقد ولا متحد و آخرین لکھا ہے عم الفہرست الکتب غیر منحصر اس سے صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ انکو استیفا مقصود نہیں۔ علاوہ ازیں چند کتب در سائل بندہ کے
 میں ہی مذہب شیعہ کے مصنفہ علمائ شیعہ موجود ہیں آپ انکا ہی حال تلاش کر دیجیے

اور متبع کر کے فرما دیں کہ وہ کس کس کے کتابین و رسائل میں۔ و مسائل الاشراف کتاب
 الاشراف۔ جزء الکاملہ۔ نوادر الاثر مختصر العویص اگر ایک کتاب کے دستخط ضرور ہے کہ اس کا
 حال اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف و منسوخ معلوم ہو کر سے تو ان کا یہ ایسی
 اسی طرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ راسحت شہادت کی نسبت جو کچھ مسیروں و زائر
 سوانح میں ہمارے سنہ کی صحت کا ذکر کچھ عجاج السالکین ہی پر نہیں ہے بلکہ اور بھی پیش
 معتبر کتابوں میں ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اس کو نقل کرینگے اس واسطے حضرت علامہ دہلوی صاحب
 تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصار عجاج السالکین ہی پر نہیں نسخہ کیا ہے جس کا یہ روایت
 دوسری معتبر کتابوں میں بھی موجود ہے تو اگر بالضرر عجاج السالکین مفقود دستور ہوا اس سے
 استدلال صحیح نہ ہوتا ہم عاری ہر استدلال کے سبب میں بابت ضابطہ لفظ اللہ شہادتیں رضی اللہ عنہما
 کہ ساتھ کچھ کلام نہیں ہو سکتی۔ غرض کتب کی نسبت ایک بار دعویٰ فرما کر جو کتاب تصنیف ہوئی
 ضرور ہے کہ اس کا اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف معلوم ہوتا ہے بہت سی ایسی کتابیں
 تصنیف ہوئی جو بعد میں مفقود ہو گئیں اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جن کے مصنفین کا کچھ حال
 معلوم نہیں۔ اکثر کتابیں جو گذشتہ قرون میں زید و سہیل اسوقت ان کا نام نشان
 ہی نہیں قاعدہ ہے جب ایک چیز کا مبادل کم ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ شے ہی اول تسلیم
 کی جاتی ہے اور یہ حقیقت معدوم ہو جاتے۔ اگر کو معلوم ہوگا کہ اقلیدس کے بعض معادلوں کا
 کہیں پانڈان نہیں مصنفات افلاطون و ارسطو طالس وغیرہ کا اسوقت کہیں نام نشان
 باقی ہے اچھا ان کو رہنے دو مصنف ابراہیم علیہ السلام کا کہیں عالم میں وجود ہے تو بہت
 و انجیل و زبور اصل کہیں باقی جاتے ہیں۔ علی بن القیاس صدہا بلکہ ہزار ایسی کتابیں
 ہزاروں ایک زمانہ میں شہور تھے اور بعد میں مفقود ہو گئیں جس کے غرض ان کے بیان سے صرف یہ کہ
 کہ یہ کچھ لازم نہیں کہ اگر ایک شے کا وجود ایک زمانہ میں ہو تو بعد اس کے بھی اس کا وجود
 باقی رہے۔ جیسا کہ ان کتب سماوی کا وجود خارجی مفقود ہو گیا ہے ممکن ہے کہ کتب

یہ ہوں کہ انکا وجود خارجی اور مسلمہ دونو جانتے ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکا استحالة
 پر قائم نہیں دین اور فی نفسیہ البیان اور احتجاج السالکین لہذا اس جنس سے نہیں کہ جسکا وجود
 مطلق نہ ہو۔ آخر حضرت علامہ کا بلیہم نے صفوایں میں اس سے استثناء کیا حکیم
 محمد دوم سلامت علیخان نے اسکو وجود کی شہادت دی اسکا وجود کی دلیل کافی ہے۔ رہا
 اسکو اہانت کا افتراء سمجھنا اور انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اپنی نفع کے لیے گھڑی ہوگی اور چونکہ
 اس باب میں اباحت مستہم میں ایسی انکی شہادت قابل قبول نہیں سوا اسکا جواب ہم غفریب
 بیان کریں گے۔ قال الفاضل المحیط قولہ پس یہی اپنی قدامت پر دوسرے پر جنون
 برائے نام تحفہ کے جوابت لکھی میں لکھا گیا ہے۔ اقول حضرت اسطرح اپنی ہی اپنی قدامت
 کو دوسرے پر یکے بعینہ وہی مضمون نقل کر دیا ہے لہذا العبد الفقیر لے مولانا العبد
 اس قول میں قیاس برائے نام تحفہ جوابت کے وقت موقوف خاطر نہیں ہوتی مطلق قدامت سمجھ کر
 معارضہ فرمایا پس یہ معارضہ ہم پر وارد نہیں ہو سکتا قولہ جناب من قدامت ہی پر دوسرے
 پر معاملات یعنی میں گفتگو ہوا کرتے ہیں اپنی رائے کا دخل کم ہوتا ہے اقول
 چونکہ اپنے اپنے عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدامت کے اسرار کو سپرد کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل
 نہیں دیتے اسلئے اسطرطہ استقیم سے منفرد امر باعث ہر ایک طرف ہو گئی میں نے
 بحول اللہ وقوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دی رکھا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر مدار کیا ہے اسکا خلاف کسی کی نہیں مانتے جو اسکو موافق ہو وہ علی الراس والعین سمجھتے ہیں
 ایسی ہی جبل المین اسلام کو محکم بگڑی ہوئی ہیں۔ حضرات کے کتاب اللہ جب امام غائب
 غار میں کر پڑا ہو تو کتب شاید کچھ معمول بہا ہو تو ہورنہ ابتک تو صرف ثناء میں فرما رہے ہیں
 والو بصیر و غیرہ کے رتبہ تقلید زیب جید بلکہ اقرب من جبل الوریہ ہے قولہ مگر ہم میں اور
 آپ میں اسقدر فرق ہے کہ گواہ کے قدامت بلا دلیل ہے کوئی دعویٰ کیوں نہ کریں بدون سوچی
 سمجھ کر اپنے عقل و علم سے کام لے محض تقلید الپتیم کر لیتے ہیں چنانچہ ازالہ النین سے

اپنے پیشمنون نقل کر دیا اور جو مثال آپ کے خاتم المتکلمین نے وہاں لکھی ہے اس کو اس کو کباب
 متنازعہ فیہ کو مطابق کیا یہ دونوں مائل اور کما مضمون تسلیم کر لیا۔ آیات منات سے جو عبارت تعلق
 ایت غار آپ ہی نقل کے قرار ہو چکا کہ یہ عبارت میری دعویٰ کو ثابت کرتی ہے یا نہیں جو میری
 صاحب نے لکھا اس کو بہرہ چشم قبول کر لیا اور یہ دونوں ہم پوچھا یا کہ ہمارے مقابلہ میں یہی
 مسل کر دیا۔ اور ہم میں قسم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول میں تقلید جائز ہے نہیں جانتے
 ان مدلل قول کو بیک تسلیم کرتے ہیں کہ اس کو تمام مقدمات میں کل الوجوہ اپنے نظر سے نگذری
 ہوں۔ اقول گذشتہ بحالت سہل فہم و انصاف پر اس طرح روشن ہے کہ قدر کی تقلید
 اسوچے بھی اور بدوین اسے فہم کو کام لیں آپ کچھ نہیں یا ہم کرتے ہیں۔ فروع کو بیدار
 دیکھ دیئے آپ تو اصول میں انہیں عقل و فہم کی بند کر کے تقلید فرماتے ہیں۔ اس کے پہلے
 وہاں ہونے پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے آپ اسکا اصول دین سے ثابت فرماتے ہیں
 مسئلہ رجعت پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہیں محض
 تقلید پر بے سوچے سمجھے امر اپنے عقل سے کام لینی مار کا رہا ہے اور یہ جو فرماتے ہیں کہ
 قول کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس یہ محض دعویٰ سانی ہے، پس قطب راوندی کے قول پر
 جو اس طرح بلاؤ فلان کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابہ میں سے ہے
 جو وقوع فتنہ کے پہلے وفات پالیا کونسی دلیل قائم ہے جو اب نے برخلاف ابن مہیم وغیرہ
 اس کو بے سوچے سمجھے قبول کر لیا کیا مدلل قول ایسی ہی ہوتے ہیں جیسا آپ کے قطب
 راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے ابن قطب
 الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پھر سرفہ ناشایہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ اس کو تمام مقدمات
 میں کل الوجوہ اپنے نظر سے نگذری ہوں خیال کرنا چاہیے کہ جب تمام مقدمات اس میں کل
 الوجوہ نظر سے نہیں گذری تو اس کا مدلل ہونا آپ کی نزدیک کیونکر ثابت ہوا بجز اس کے آپ نے تقلید
 اس کو مدلل خیال کر لیا ہو اور کوئی صورت نہیں درج جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر

انکو نظر سے نہیں گذرا تو آپ کے نزدیک اسکا مدلل ہونا کیونکر ثابت ہوا قولہ اور تحفہ کے جواب
 جب آپ کو دیکھی ہی نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ برای نام لکھو میں کیونکر صحیح ہو۔ اگر آپ ان جوابوں کو
 دیکھیں اور کچھ بھی عقل و انصاف سے کام لیں تو خود بول اور نہیں کہ واقعی یہ جواب لاجواب ہیں۔
 اقول اگر عقل و انصاف سے کام لینا ایسا کا نام ہے جیسا کہ جناب نے کام لیا کہ بدہشت
 کا انکار کر دیا اور خلافت بدہشت دعویٰ کیا کہیں فرمایا کہ اس میں شتم کے تو جہالت تسخر پر مبنی ہیں
 کہیں تنزل پر نازل کیا کہیں دعویٰ کیا کہ مد بلا وفلان کو علماء اہلسنت قسم کہتے ہیں کہ
 غیر ذلک سن الا کا ذیب تو ایسی عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو
 ہی مبارک ہے اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اسکی ہر کسی آپ تو کیا خود ان جوابات
 مصنفین ہی انکو نسبت ایسا دعویٰ موندہ سے نہیں نکال سکتے ہیں دعویٰ محض اس قول کے
 قبیلہ سے ہے جبکہ اشیائی بھی بصیرت والی القاضی المحیب قولہ سوائی کیفیت
 ذرا ملاحظہ ہو خاتم المسدین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ میں حدیث حجاج ابی الیاس
 سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور
 میں استدلال فرمایا ہے اسکو جواب میں طعن الزیاح میں لکھا ہے واما حال نام کتاب
 حجاج ابی الیاس گویا کسی از شیعیان زریہ فضلہ عن کو نہ شہور اچھ مستبعوت کہ نام
 کتاب را خود دل بدروع ساختہ باشد انتہی مخصصہ اور علامہ ستوری نے اس سے یہی مبنیہ
 پروا ہی فرمائی اور صاحب تحفہ کی وضع کرنے پر فریہ ہی عجاویدہ یہ کہ باب سیویمین
 علماء کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اسکو مصنف کا ذکر نہیں کیا۔ انتہی نقلاً عن
 ازالۃ الغین۔ بحجاب اسکو مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں ان
 کتاب یعنی حجاج ابی الیاس خود در صولق و سیف السلول و مانند آن مذکور است و ہم
 نزد حکیم محمد دوم یعنی سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبری کہ بہ عجاوید الدین و
 امین الدین شہرت دارد محبوب معدود پس حیالت احمد ہامینی پر عصیت و چہل ست فکیف

دعویٰ جہالت کلاماً انتہی بقدر الحاح اجتہاد اول۔ افسوس کہ آپر بیان ہی عقل و انصاف سے
 کام نہ لیا علامہ علیہ الرحمۃ کے نسبت بلند پروازی تو ظننہ تحریز فرمائی مگر اس کی جواب میں کہہ
 ہی نہ لکھا۔ آپ غور فرمادیں کہ جب آپ کا خاتمہ میں نے اپنا تجربہ جانی کے لیے کتب علامہ
 حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیونگی بہت بڑی دعویٰ کو اپنے زعم میں باطل کرنا چاہتا
 میں اگر کہیں کچھ ہی نشان اہل کتاب یا اس کے مصنف و مولف کا پاتی تو ضرور اس کا ہی
 ذکر کرتے۔ یہ ذکر نہ کرنا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کے کوئی کتاب کتب تہذیب
 میں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی مشہور شخص ہے۔ بقول العبد الفقیر لے مولانا
 انصافی نے بحقیقہ یہ افسوس جناب ہی کے حال کی طرف عائد ہے کیونکہ اس بحث
 میں ہی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو جائیگا کہ عقل و انصاف سے ہم نے کام
 نہیں لیا یا کہ طواریح جناب والا نے۔ رہا یہ کہ آپ کے علامہ کا جواب تو خود ظاہر ہے اگر علامہ
 دعویٰ ادسوقت صحیح ہو جبکہ یہ امر ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ میں استیفا کتب
 مقصود ہو بلکہ اس کے دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابوں نے تحفہ میں استدلال
 فرمایا ہے بیان کتب میں ان کا ہی ہتھ پائیا نہیں ہے۔ دیا غالباً جناب کو ہی معلوم ہو گا کہ
 خود نفع البلاغت کا جسکی عبارات سے بجا استدلال فرماتے ہیں بیان کتب میں ذکر نہیں
 فرمایا تو اب اس کے نسبت ہی اعتراض فرمائی کہ جس کتاب سے شیونگی بہت بڑی برے
 وعود کو باطل کرنا چاہتا میں اگر کہیں کچھ ہی نشان اس کتاب یا اس کے مولف کا
 پاتی تو ضرور اس کا ہی ذکر کرتے یہ ذکر نہ کرنا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کی کوئی
 کتاب کتب تہذیب میں نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علیٰ ذلک
 اور بہت کتابیں جن کے روایات سے استدلال کیا ہے اور ان کا ذکر نہیں۔ پس خدا کے
 لیے ذرا انصاف سے فرمائیے کہ عقل و انصاف سے کام لینا اس کا نام ہے تا یہ عقل و انصاف
 سے اپنی عقل و انصاف مل رہی ہوگی یعنی ہماری عقل و انصاف سے کام لینا سو یہ ہی

عین عقل و انصاف ہی سے کام لیتا ہوں۔ قولہ آپ کے خاتم الکلیین نے جو کچھ آتا ہے
 میں اس یا میں لکھا ہے اور آپ کو نقل کیا ہے اس کو جواب میں ہم صرف نجات الہیہ
 کو خاتمہ میں جو کچھ لکھا ہے بتغییر سیر نقل کرتے ہیں اور وہ الفاظ جو مخاطب کے طبع نازک
 پر گراں گذر سکتے ہیں بلکہ بجا سے اذکار الفاظ عام لکھتے ہیں حضرت مجیب سر انصاف کی
 امید ہے وہ ہونے۔ ہر گاہ بروایت بخاری و مسلم کہ اصح الکتاب جمع علیہ المسند میں کہ
 بقول شاد صاحب یہ دونوں کتابیں مختلفہ و موطا اہل انام و جمیع علماء اسلام میں اور شریعت
 و تعلق بالقبول میں بدرجہ علیا و پھر میں حتیٰ کہ جامع الاصول میں نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری
 بلا واسطہ نوہ ہزار علماء و فضلاء نے مستحکم اور باطن کتب جہاں پر انکو مضامین ہوش ربا
 محقق نہیں غضب ناک ہونا جناب سیدہ کا مقدمہ مذکور میں حضرت ابو بکر پر اور پھر نہ کلام
 کرنا اور نہ عام مسخر ثابت ہوا تو اب علماء اہل سنت نے ناچار ہو کر حرکتیں بنو حنیفہ کی جتنی
 خود شاہ صاحب یہ تقلید عوامہ کا بنی بخلاف روایت بخاری و مسلم بمقتضائی الفرق تیس
 بحکام شیش درجے رضا جناب سیدہ ہو کر روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ مارج البیہ
 و کتاب الوفا بہیقی و شرح مشکوٰۃ و ریاض البیضاء و فصل الخطاب و کتاب الموافقة ابن سنان
 سے ہوئی حالانکہ ان سب کتابوں میں صرف دو روایتیں ہیں کہ اذاعی و شعبی سے نقل ہوئی ہیں
 یہ دونوں روایتیں شعبی و اذاعی کی باوصف کہ روایات صحاح کذب انکو میں مرسل میں کافی تئید
 المطاہرین۔ ثانیاً کذب یا دافتر کتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا اور استہاد میں عبارت
 مجاہد السالکین محض تقلید کا بنی پیش کے احکیم سلامت علی بن ہارث کہ خلاف واقع گوی میں شاہ صاحب
 سے ہی پس مرتبہ رکھتے ہیں اوہوں نے تخمیناً محتاج السالکین کو مع تفسیر مجمع البیان
 و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہ محض خط و خطا ہے بلکہ دلیل
 ختم ال داغ حکیم صاحب موصوف ہے کہ نہ مجمع البیان اور محتاج یقیناً عماد الدین
 طبرسی کے نہیں بلکہ مجمع البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور

احتیاج تصنیف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی ہے کہ حکیم صاحب نے
ان دو نوکتاؤں کو کہ تا بیعت شخصین مختلفین کے بین شخص ثالث کی طرف منسوب کیا ہے نہ
علاء الدین طبرسی کے علاوہ الدین طبرسی علماء برصغیر شیعہ میں کوئی نہیں ہے اگرچہ علاء الدین تصنیف کتاباں کثیرہ
مشاہیر علامہ سید سہروردی نے وہ طبرسی نہیں بلکہ طبرسی ہیں۔ پس بیان حکیم صاحب کی تصریح
میں کمال غلطی ہوئی کہ دو نوکتاؤں کو جو دو شخص مختلف کے بین تصنیف ایک شخص متعرض کے
بیان کرتے ہیں مگر حکیم صاحب یہ غلط فہمی کر سکتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب و اسطر
تسلیم اپنے بیٹے کو لکھی ہے اس سے یہ غرض نہیں کہ علماء برصغیر اس کو دیکھیں بعد اس کے جب لوگ
حیدر علی نے علم حکیم بمقام اہل حق بند کیا تو مقام اثبات کتاب حجاج السالکین و نسبت
آن مصنف و توثیق مصنف میں دعویٰ کیا ہوئی کہ یہ کتاب صاحب صواعق یعنی خواجہ
نصرت اللہ کابلی کے ہیں نظر ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے عبارت اس کی بلا
وساطت نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گزری یہ بعض دعویٰ لسانیہ قابل التفات
وجواب نہیں۔ اور نیز مولوی حیدر علی نے انارۃ العین میں حجاج السالکین کو منسوب بطریقت
علاء الدین کر کے استدر اور زیادہ کیا کہ یہ علماء الدین معروف بامین الدین طبرسی ہے۔ وکل
تدالاکذب صراح و پستان بواح۔ بالجملہ اول ابن الدین طبرسی صاحب مجمع البیان
ہرگز مشہور علماء الدین طبرسی نہیں۔ ثانیاً کتاب حجاج السالکین تصنیف ان کا نہیں کسی نے
وہاں التباسا ہی ان کی طرف منسوب نہیں کی۔ چہ خوس۔ خواجہ کابلی و محدث دہلوی کو تو
ہرگز یہ سیر نہ ہوا کہ نسبت کتاب و نام مصنف و توثیق ثاب کرتے اب حکیم صاحب
مولوی حیدر علی صاحب بعد خرابی بصرہ چاہتے ہیں کہ چند خرافات سے توثیق کتاب ثاب
ہو جائے اور یہ نہیں سوچتی کہ ایسی امور سے سوای ثبوت عجز و عدم تہن کچھ فائدہ نہیں
آتا بعد از حاجت۔ اب حضرت محیب البیب کی خدمت اقدس میں بعد ادب عرض ہے
کہ برائے خدا و رسول انصاف فرمادیں۔ کہ کیا حدیث یا مناظرہ کسی کتاب کے قریں کا ثبوت

اس طرح ہوا کرتا ہے اگر خاتم المتکلمین جو اپنی اور اپنے اہل خلیہ کے زعم میں حق مناظرہ میں بیٹھ لے
 کر بیٹھتے ہو تو قول کے بعد ہی صاحب کے شیخہ جاری تو اوکثر نام کے کا منتہی میں ایسے بڑے
 فاضل اعلیٰ اور حکم کے بدل کا یہ کہنا کہ ان کتاب یعنی مجلس السالکین خود در صواب و صیغہ
 سلول و مانند ان مذکور است و ہم ہر حکیم صاحب مخدوم یعنی سلامت علیخان مرحوم
 کمال ہی بخیر صنف پر وال ہے اور ان کتب مذکورہ سر شہادت لازماً مشاہدہ لاینب علی
 تہنہ سے کم نہیں۔ اقول انہوں نے بیان ہی اپنے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور جاری
 عبارت کو کہ محض اردو ہی نہ سمجھا کاش اتنا ہی صحیحہ لیتے کہ منشا اعتراض کیا ہے اسلم ضرور
 ہوا کہ مگر نقل عبارت سر وضع سابقہ نفساً اعتراض کے تقریر کو دل اس کے بعد اہل انس و جن میں
 کہ حضرت عجیب کے جواب کو انہوں نے اعتراض سے کیا رابطہ و تعلق ہے۔ بندہ نے عرض کیا تھا
 کہ علامہ دہلوی قدس سرہ الغیر نے دیاب رضا حضرت ناظمہ حدیث مجالس السالکین سے
 استدلال کیا تھا جواب اس کے طعن الراح میں لکھا کہ وہاں حال نام کتاب مجالس السالکین بگوش کے
 از شیعیان زنیہ۔ چہ شہادت کہ نام کتاب خود اس بدروع ساتھ باشد مخصوصاً اور علامہ
 کستوری نے باب بیوم میں مذکور کر کے کہ قرینہ وضع کا تو رویا سپر علوی حید علی صاحب علیہ
 کو فرمایا ہے۔ دین کتاب یعنی مجالس السالکین خود در صواب و صیغہ سلول و مانند ان مذکور است
 اس سے صاف ثابت ہے کہ صاحب طعن الراح نے جو یہ اعتراض کیا ہے اس کتاب کا نام خود
 صاحب تحف کا مضموع ہر دیر دیات حضرت علامہ دہلوی کی بنائی ہوئی ہے یہ ہر امر کہ کتاب ہے
 کیونکہ جب صواب و صیغہ سلول میں اس کتاب کا نام اس دیات کا حال اس کتاب کی طرف موجود
 ہے تو صاحب تحف رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کذب و وضع کی نسبت کرنا محض کذب و بدروع ہے جواب ہا
 یہ کہ اگر آپ اس دعویٰ کو کہ کتاب سلیم کرین اور فرادین کہ یہ وضع و انتر و صاحب تحف قدس سرہ
 نہ صحیح صاحب صواب کا ہو گا۔ بہر کیف اس کا جواب اہل سنت کی ہی ذمہ ہے صواب کا جواب
 یہ ہے کہ قرینہ قطعیہ قائم ہے کہ نسبت کو اس وضع و انتر کی کچھ ضرورت نہیں کہ نام کتاب بطور خود گہرین کہ نہ

صاحب کتاب کا حال کتاب مجالس السالکین کے
 ہر امر کا جواب ہے کہ کتاب سلیم کرین اور فرادین کہ یہ وضع و انتر و صاحب تحف قدس سرہ

محمد بن ابی بکر اور ابی بکر سے روایت کی گئی ہے۔

عبارت مختصر و واضح ہے کہ اس روایت کا ذکر کچھ عجاج اسانکین پر ہی منحصر نہیں بلکہ اور بھی بہتر
 کتابین ہر دو میں ہے چنانچہ ہم نقل کریں گے۔ پس جبکہ یہ روایت اور بھی معتبر کتابین میں مذکور ہے
 تو عقل سلیم کو کیا تسلیم کرتی ہے کہ باوجود وہابی جاننے والے روایت کے معتبر کتابین میں مذکور ترک کریں
 اور فرضی نام کتاب کا ترجمہ اس روایت کو اس کی طرف نسبت کریں۔ یہ روایت فاضل شہر
 کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر فیج البلاغت میں صبح
 اسانکین میں۔ جبکہ خطبہ میں خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ جس سے مراعات لادہ تجا و نہیز
 کر دینا اور ہرگز باطل کی طرف میل نہیں کر دینا نقل کی ہے ہم اصل شرح مطبوعہ ایران سے
 نقل کرتے ہیں۔ ورویہ لما سمع کلامہا حمد اللہ واثقی علیہ وصلی علی
 رسولہ ثم قال یا خیرۃ النساء وابنتہ خیر الالباء واللہ ما عدت رای رسول اللہ
 ولا حملت الالبام وان الراید لا یکنذ ب اھلہ قد قلت نابلغت واعظت
 فاحسرت نعم اللہ لنا واک اما بعد فقد دفعت الی رسول اللہ ودابست وخرار
 الی علی واما ما سو ذلک فانی سمعت رسول اللہ یقول انا معاشر الانبیاء لا نورد
 دھارۃ افضنۃ ولا ارضنا ولا عقارار ولا حارار وذلکنا لودت الایمان والحکمۃ
 والصلوۃ والسنۃ وقد حملت بما امرت واصلحت فقال ان رسول اللہ قد
 وهما لی قال فنرضی بہ بذلک فحجاء علی بن ابیطالب وام امین فشهد الیہما

۱۔ اور روایت ہو کہ ابوبکر نے جب فاطمہ کا کلمہ سنا خدا کی حمد و ثناء کہی اور رسول پر درود پڑھا پھر کہا ای عورتو میں
 سب سے بہتر اور پادشہ میں سے بہتر اب مجھے میری خدا کی قسم میں نے رسول اللہ کے دای سے پتہ دیا وہ نہیں کیا اور نہ خدا کو
 حکم دے کوئی کام کیا۔ اور یہ یحییٰ نے روایت کیا ہے اہل کے ساتھ یہودیت نہیں رہنا۔
 خدا کا ارادہ کیا کہ جو کچھ آج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیار اور زواری اور نعلین میں نے علی کو دیدی
 اور اسو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے ہم انبیاء کی جنت سے اور عبادی اور زمین
 اچھا یا زمین کیسے کہو اپنا وارث نہیں چھوڑتے لیکن ہم ایمان اور محبت اور سلم اور سنت وراثت میں
 چھوڑنے میں اور جو کچھ مجھ کو حکم فرمایا تھا میں نے اسے عمل کیا اور خیر خواہی کی۔ فاطمہ نے کہا کہ رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھ کو میرا دیا تھا ابوبکر نے کہا کہ اس کا کون گواہ ہے۔ تو علی بن ابیطالب اور
 ام امین آئی اللہ کی گواہی دی۔ ۱۲۔

پیدا حکام بنو فاطمہ پیدا ہونے سے ہا الی الحاج فیصلوہم عند ذلک جلیل
 جلیل فبغت البازار رجلا فصرمها وعاذہ البصرۃ فقلج فی هذه القصة
 خطہ کثیر من السجدة وغالیفہم وکل من الفریقین کلام طویل ولترجع الی الملک
 بلخطہ کثیر من السجدة وغالیفہم وکل من الفریقین کلام طویل ولترجع الی الملک
 جہین خطہ کثیر من السجدة وغالیفہم وکل من الفریقین کلام طویل ولترجع الی الملک
 فاصد بہر ارضی اللہ عنہا ثبات ہوئی اب فرمائی کہ آپ اور آپ کا صاحب نجات الراضین
 یہ جو تیسرے فرماتے ہیں کہ کذابا وافر کتب اہل عن سوانث رضا جائی کیا یہ محض کتب
 اور حق پرستی نہیں ہے تو کیا ہے۔ غرض اس تقریر سے بخوبی یہ امر ثابت ہو کر بجز اللہ
 وقوتہ اہل حق کو حدیث کے وضع کرنے کی اور نام کتاب تراشی کی کچھ ضرورت نہیں
 رہی کہ آپ کا صاحب نجات الراضین نے جو یہ اعتراض فرمایا (کہ محتاج کے تصنیف کو
 نسبت کرنا طرف غما الدین طبرسی کے بشمول مجمع البیان و احتجاج کے غلط و غلط
 و مانع ہے کیونکہ مجمع البیان ابوعلی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کے ہے اور احتجاج ابو
 منصور محمد بن علی ابن ابی طالب طبرسی کے ہے اور انہیں سے کوئی غما الدین نہیں
 ان صاحب مجمع البیان لقب بامین الدین ہے اور احتجاج ہرگز منسوب بامین الدین
 طبرسی نہیں غرض کہ اول احتجاج امین الدین ابوعلی طبرسی کے نہیں بلکہ ابو منصور طبرسی کی ہے۔
 دوسری امین الدین ابوعلی طبرسی شہر لہذا والدین نہیں (پس مجواب اس کے گذار رہا ہے
 کہ واقفان کتب رجال بخفی نہیں ہے۔ بسا اوقات ایک نام کی دو کتابیں شخصین مختلفین
 کی ہوتی ہیں تو کیا عجب ہے کہ احتجاج امین الدین ابوعلی طبرسی کے بھی ہو اور ابو منصور طبرسی
 کے بھی ہونے سے ہوتی ہے اور ہی فاطمہ الزکریا علیہا السلام بطور ہیہ کے یہ سچے ہتھ اندہ بقابل ذکر اور کی
 ساتھ بڑے مال کے مالک کرتے تھے تو بازار نے کیوں وہاں سے کیا اور کٹوا دیا اور پھر وہاں سے آیا تو اس کو
 فایح نے مارا اور اس کے منہ میں شہر اور ان کے فغانین میں قیامت خطہ ہے اور بعض میں ہر ایک کے
 کلام عربی کے بعد ہم تین کے طرف رجوع کرنے میں ۱۷۰-

منسوب کیا ہے تو اگر یہ احتمال دماغ ہے تو اگر علم کا ہے نہ حکیم سید علی خان مرحوم
 کا اور بحر ایک کے ابن شہر آشوب نے بیان ابو علی طبرسی میں لکھا ہے کہ یحییٰ ابو علی طبرسی
 لہ مجمع الدیارات نے معانی القرآن حسن الکلام اثبات من کتاب الکتاب
 النور المبین الدلائل حسن اعلام الوری ما اعلام الیستاد الاذیاب الدینیہ لنخراۃ
 المصیدہ تو انہوں نے اعلام الوری کو ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے اور سید ابن
 ابن طاووس نے اسے رجال میں لکھا ہے۔ ومنہم التبیح الفقہ ابو منصور محمد
 ابیطری صاحب کتاب اعلام الوری وغیرہ من المؤلفات علی ہذا القیاس
 ان حضرات کے باہم چند اختلافات ہیں وہ اسے نہیں جو واقف پر محقق ہوں۔ رہا یہ
 کہ امین الدین ابو علی طبرسی صاحب جمہور الدین ہیں یا نہیں۔ چونکہ ہمارے پاس اس وقت
 صرف مختصر تین رسالہ ہیں جس میں ایک رسالہ میں لقب امین الدین لکھا ہے۔ اور دو
 رسالوں میں کچھ لقب نہیں لکھا۔ بلکہ ایک رسالہ میں امین الدین کے بعد کو کثرت کے طور پر
 لکھا ہے تو ہم اسکی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے کہ لقب جمہور الدین ہے یا نہیں اور فاضل
 مجیب اور صاحب نفحات الریاحین کے بحر کا حال تو صاف واضح ہے تو انکا
 احکا اس میں باہم مابل اغماہ کے نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ یہ بات ثابت ہو چکا کہ وہ
 رضا قاسمی کتب معتبرہ شیعہ کی ثابت و متحقق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کو وضع
 کرنے اور کتاب کا نام پریشانی کے کچھ ضرور سے نہ تھی تو اس سے صاف عقل سلیم
 باور کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب نے الحقیقت علما شیعہ کے کہا ہو نہیں سکتی ہے ہر اگر حکیم
 سلاست علی خان مرحوم نے اس کتاب کو بحاج اسانکین کو بشمول مجمع البیان
 و بحاج ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کر دیا تو اسکا ابتداء ہر کون سے دلیل قائم ہے جو کہ
 مانع ہو علی الخصوص جبکہ یہ یہی ثابت ہو گیا ہو کہ بحاج و مجمع ہی اسکی طرف منسوب ہے
 اور صاحب نفحات الریاحین نے جو یہ دعویٰ کیا کہ مولوی حیدر علی رحمہ اللہ مدعی ابن

کہ شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے حجاج السالکین کی عبارت بلا واسطہ نقل کے ازالہ الغش
 کی عبارت اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں ظاہر ہے کہ مولوی جیسے
 یہ دعویٰ نہیں کیا بیغہ اسلمت کہ اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علم سبیل
 المنزل و تسلیم ہے قبول کیا کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکھا اور مولوی حمید علی صاحب
 رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس وجہ سے کہ حکیم سلامت کے قول پر استناد کر لیا خطا کی تو ہی
 ہم کہتے ہیں کہ یہ وضع و افتراء اسلمت کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس صورت میں اسکی تاویل
 جو قریب الفہم ہے یہ ہے کہ کچھ یہ نہیں اصل کتاب صواعق میں یہ لفظ مصباح السالکین
 ہوگا کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکی قریب المعنی و دروایت ہے جو ہم نے مصباح السالکین شیعہ
 کبیر نج البلاغت مصنف ابن شیم بخرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کا تب سے لفظ مصباح
 میں حروف صداد اور ب کی جگہ لفظ حجاج جاویدیم کے ساتھ لکھا گیا ہو اور ظاہر ہے
 کہ سیف السلول میں یہ روایت صواعق سے لیکھی ہے اور مخفی میں ہی صواعق سے لے کر ہے
 ایسی وہ غلطی کا تب برابر چلا آئی ہو وہ سراقہ نہ یہ ہے کہ سیف السلول کا جو نسخہ ہماری
 پاس موجود دہلی موجود ہے اس میں ہنجا اسالکین لکھا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول
 تو یہ باخو صواعق سے ہے اور اس میں حجاج السالکین ہے دوسری یہ کہ حضرت خاتم الملکین
 مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی لکھا ہے کہ سیف السلول میں حجاج السالکین لکھا ہے
 تو مفہوم ہوا کہ یہ یقیناً سو کا تب ہے اس طرح اگر صواعق کے نسخہ میں نسخ کی غلط ہوئی ہو
 اور بجای مصباح السالکین حجاج لکھا یا ہو تو کچھ عیسید نہیں اور مصباح السالکین شرح
 کبیر ابن شیم بخرانی کا نام ہے جو پنج البلاغت پر ہے اور یا انہد صواعق میں وہ روایت
 روایت بالعمی ہوگی کہ حسین تھانی الفاظ شرط نہیں اور یہ توجیہ علی المنزل و تسلیم ہے
 ایسی کی کہ ہماری پاس اسکی ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اسکی خصم کہیں
 کہ اذین ورنہ قرآن سے تو ہر عاقل کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ شک یہ کتاب علمائے شیخ کے

کتاب معتبرہ میں سے ہر ایک کچھ عجیب نہیں کہ امین الدین بھیری کی تصنیفات سے ہو کر ہو گیا ہو اسکی
تفسیر مجمع البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علماء شیعہ میں سے بہت زیادہ مستحب ہیں
ہر ایک کچھ یہ نہیں ہے کہ اسے یہ روایت نقل کی ہو۔ عرض بہر کیف شیعہ میں اس نام کی
کوئی کتاب ہو یا نہ ہو صاحب طعن الرماح کا یہ فرمانا چہ سبقت کہ اس کتاب پر خود
بروز ساختہ باشد اور علامہ کنوری کا اسکی تائید و تقویت کرنا سرسمر نوادہ اطفال ہے۔ اہم
مسائل اربعہ کے معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابو بکر رضی اللہ
عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور میں ثابت ہو گیا تو یہ طعن جواب مطاعن میں شیعہ کا بالافتحا رہتا ساکت
ہو اب ہر ایک کچھ ضرورت نہیں ہے کہ ہم بخاری کی حدیث کی بابت کچھ کلام کریں۔ مگر
شیطان اللہ سامعین دوچار لفظ اسکی بابت بھی گذارش کرتے ہیں کہ حدیث بخاری
میں لفظ فوجت فاطمہ کی نسبت اول ہم یہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ فوجت حقیقت اسکی
غضب کے ہیں بلکہ معنی غمت یا نیت کریں کہ اپنے سوال مذکور کے خلاف حق تھا جب
آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سوال صحیح تھا تو آپ کو غم لاحق ہوا جیسا کہ مقررین بارگاہ خداوندی کا
حال ہوتا ہے کہ ترک عزیمت پر بھی آپ کو غم اور ملال لاحق ہوتا ہے حضرت فاضل ثنائی رحمہ اللہ
صاحب پانی تہی رحمۃ اللہ علیہ سیف السلول میں فرماتے ہیں وجوب بندہ فقیر است
کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث باین عبارت واقع شدہ است فوجدت ولیم تکلم
حتی مات و جدت لفظی است مشترک در چند معنی یعنی غصبت نہت غمت آخر
کہ اسے نہایتہ الجری ورنہ جدت را اصل را دی بمعنی نہت یا بمعنی غمت استعمال
کر دہ بعضی روایات فرع کہ روایت حدیث بالمعنی کر دہ و جدت را بمعنی غصبت نہت
ہماں قسم یاد دستہ و لفظ غصبت روایت کر دہ یعنی این حدیث در حقیقت است
کہ چون فاطمہ جواب ابو بکر سنیدہ و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کر دہ کہ سوال میراث
خلاف شرع واقع شد نہت است کہیدہ بر سوال کر دہ خود میراث را عملیں شد کہ این فعل

چرا از من ظہور شد۔ انتہی لب را حاجتہ۔ سلمنا کہ وجہ تبعی غضب کے ہو لیکن ہم کہتے
ہیں کہ عیب سن غضبنا فقہ غضبنا میں داخل نہیں ہے کیونکہ غضب کے معنی یہ
ہیں کہ کوئی شخص صرف بغرض اپنی ہوا و نفسانی کے ایسی حرکت کرے جس سے غرض
اور مقصد و حضرت سیدہ کو ناخوش کرنا ہو تو یہ محل وعید ہو نہ یہ کہ شارع کے حکم سے کوئی
فعل واقع اور اتفاقاً بحکم شریعت جناب سیدہ ناراض ہو جاوے تو یہ داخل عیب نہیں
جناب امیر کے ساتھ چند بار ایسی معاملات غلط و غضب کے پیش آئی۔ منجملہ اونکو ایک وہ کہ
ناخوش ہو کر آپ سجد میں جا بیٹھے اور حضرت تشریف لائی اور جناب سیدہ سے پوچھا
این ابن عمک آپ فرمایا غاصبنی فخرج ولم یقل عندی خود حضرت تشریف لیکر
و یکہا سجد میں لیٹی ہوئے میں آپ نے قسم یا باتراب فرما کر اوٹھایا منجملہ اونکو ایک وہ کہ
جناب امیر نے ابو جہل کے بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اس پر حضرت سیدہ ناخوش ہو کر
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک فوت شکایت پوچھی اور آپ نے اسکی یغیبت فرمائی منجملہ
اونکو ایک وہ کہ ایک لونڈی حضرت جعفر طیار نے بھیج دی تھی اور جناب سیدہ نے
جناب امیر کا سر مبارک اسکی کنار میں دیکھ کر کہ سقد غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیر کے
قسموں کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا بخانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر
شکایت فرمائی۔ منجملہ اونکو ایک وہ کہ جب خلفار نے جو کرنا اہل بیت پر بوجھ شیعہ
شروع کیا اور جناب امیر نے بحکم خدا تاملے و یوویت رسول صلعم صبر و سکوت فرمایا تو جناب
سیدہ ہاتھ ناخوش ہوئیں کہ کلمات استہجیہ جناب امیر مثل جنین پر دہ نشین و خامنہ درخشا
گر ختمہ فرمائی حالانکہ حکم جناب رسالت ہو چکا تھا۔ با فاطمہ لا تقصی علیا فان غضب
غضبیت بغضبہ اور یہ واقعہ قریب وفات جناب سیدہ کے ہو پس اگر حکم
من اغضبہا فقد اغضبنی کلیہ ہے تو یہ واقعات بھی داخل عموم حکم ہو کر وعید
میں شمار ہونگے۔ اور اگر کلیہ نہیں تو طعن ہے سر سر لوح ہے تو اس صورت میں جبکہ

سما لہا من راتب و ما لہا من راتبی عورت و غیر

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شریع کیا اور سپہر جناب سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام
 تو صدیق اکبر پر کوئی طعن اور وعید عاید نہیں ہوئی لیکن اس سبب جناب سیدہ کی شرف و اہمیت
 ائمہ اربعہ میں ہے تو اس کے لیے بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ
 معصومہ زہرا اور نفس رکبہ نہیں اور کبھی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہو جاتے ہیں
 آخر جناب امام حسین باوجود آنکھیں بڑی بھائی پر وہ بابت صلح ناخوش نہ تھی اور ظاہر ہی
 کہ حق ایک ہی جانب تھا لہذا اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکر کی ناخوشش ہوئی ہوں
 تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن یہ جواب علماء متفقین اہل سنت کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ
 جب دوسری توجیہ اسکی جس سے عبادت و طاعت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے
 ہو سکتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور یہ کہ وحدت کے
 معنی غنیمت یا مذمت کے معنی بھی جاوے۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ جملہ علم متکلم اگر آپ کے
 نزدیک عام ہو کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہیں کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث اصل
 الشرائع و سائر غیرہ اس کے کذب میں جنکو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغنیمین میں نقل کیا ہے
 چنانچہ ایک روایت ہم ہی ازالۃ الغنیمین سے نقل کر کے ہیں۔ ہر گاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام
 در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند جو اس وقت کہ پر رانگی حاصل ہوئی تھی
 و آئینہ انجناب اذن نداد ابوبکر بعد ازین عہد کہ بخدا کہ زیر سقف خانہ نہ آوے تا داخل شود
 و در رضا را کو شد پس تمام شب در صقیع بسر برد و پیچ چیز بر او سایہ دار بنمود و پستری عمر آمد
 نزد علی و گفت تو میدانے کہ ابوبکر مردی پیرست و وقت قلبی وارد و مصاحب یار غار
 پیغمبرست صلی اللہ علیہ وسلم دبا یقین چہ بار آمدیم و خواستیم کہ نزد قبول نہر حاضر شویم
 و در رضا را و کو شیم اگر توانی درین امر کو ش امیر المؤمنین و مومنین بشید کہ من دین امر
 ساعی یبلغ مقصدیم میرسانم پس بخاندہ درآمد و گفت ای دختر پیغمبر این دو کسٹ دیدی
 کہ بار بار می آئند و لب معذرت می کشانند و مرا تکلیف داده اند کہ اجازت برای شان حاصل کنم

حضرت زہرا علیہا السلام سے روایت ہے کہ ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کیا کرتی تھیں۔

فایده فرمود که بنده اجازت نخواهم داد و نه کلام با آنها خواهم کرد تا آنکه پدر بزرگوار را ملاقات کنم
و دفتر شکایت ایشان باز نمایم امیر المومنین گفت که من ضامن شده ام که ایشان را در خانه
داخل کنم فرمود که اگر این ضمان اتفاق افتاده پس خانه خایه تست در زمان محکوم نه بلکه
مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در هیچ چیز نخواهم کرد پس پدر و او گریه می کردند
خواهی امیر المومنین بیرون آمد و شیخین را برد و فرمود که هرگاه جناب فاطمه زهرا را دیدند سلام کردند
و دی از ایشان باز گردانید و گفت ای علی پیرو در افکن دست را از فرموده ماری بختیاب یا
بسوی دیوار گردانیدند ابو بکر چون این حال مشاهده نمود عرض کرد ای دختر رسول خدا باعث
آیدن ما نیست که خوشنودی تو را طلبیم و از غنط و غضب تو خود را باز کشیم سوال است
که بخشی از زلات ایگه زنی فرمود و هیچ کلمه با شما نخواهم گفت تا آنکه بخدمت پیغمبر خدا حاضر شوم
و معاملات شمارا شرح دهم باز شیخین معذرت و پوزش را اعاده کردند و عفو و صغح را در خواستند
بعد ازین فاطمه زهرا سوی علی رضی الله عنه التفات نمود و گفت که من حرفی باین مرد پس
نخواهم زد تا آنکه چیزی سوال میکنم که ایشان از رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اند
اگر تصدیق خواهند کرد پس هر چه در رای من خواهد آمد بر آن عمل خواهم نمود شیخین خدا را یاد کردند
و گفتند بے تکلف به پرس از سخن حق تجاوز نخواهیم کرد و بعد از آن وصفا گراهی خواهم داد
فرمود قسم می دهم شمارا بخدا یاد میکنید یا نه که رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شمارا
وقت نصف شب بسبب امری که حادث شد از جانب علی طلبیده بود و گفتند بخدا یاد میداریم
باز گفت قسم می دهم شمارا که از پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده اند یا نه که میفرموده فاطمه
پاره از من نیست و من از اویم هر که ادرا ایند می دهم مرا ازیت میرساند هر که مرا در رنج می آرد
یا یقین خدا را در غضب آرد هر که یا ناز او کند بعد از موت شل شخصی است که این را در
ادرا در زندگی من و هر که ادرا رنج دهد در حیات من هست شل کسی که این را دهد ادرا بعد از
مردن من گفتند بخدا از حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم قطعاً یقیناً شنیده ایم

اس سہ روزہ گفت کہ خدایا میں ترا گواہیہم گیرم و اسی حضار گواہ باشند کہ میں دو کس ہر اہم و
 حیات و ہم وقت و فات برج وادادہ کلام بایشان خواہم کہ و سچ تا آنکہ بفناء خدا ہم شکایت
 از شما نمانم و افعال اعمال شما یک یک گویم پس ابو بکر بول تو در گریست انتہی یہ روایت
 عمل الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم التکلیب سے ازانہ النین میں فارسی میں نقل فرما کر ہے
 اور اس طرح اور روایتیں ہیں جو اس کے ہم معنی لغت الرماح سے نقل کئے گئے اس کے صاف و سچ
 ہی کہ جناب سیدہ نے باوجود مکر و سرکہ عہد و پیمان کے اور شتم شرعی کی کہ میں ہرگز اس کے کلام
 نہ کروں گے یحنین کے ساتھ کلام کی تو دعویٰ محوم باطل ہوا اور اسے الاعداء کلام سے انکار
 کرنا لغو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اس کے چارہ نہیں کہ جو علم تکلم کو مفید کریں اور مامنین
 کہ بعد از تکلم لفظ رضا وغیرہ ملکہ رہے اور معنی یہ کہ یحنین کے ساتھ رضا و خوش روی
 وقت وفات تک کلام نہیں کی قطع نظر اس سے کہ باوجود سعی و سفارش جناب امیر کے
 اگر جناب سیدہ یحنین سے راضی ہوئیں تو مخالفت اس جناب امیر کے جو امام برج ہے
 لازم آتی اور نیز اس کے مخالف ہوا کہ میں خود چہ مطیع شما ام و من مخالفت تو در سچ چیز خواہم
 کرو۔ جیسا کہ روایت بجا و عمل الشرائع میں مذکور ہے اہل حق ہی یہ ہی فوائد میں
 کہ جس علم تکلم مفید ہے بقصد فی امر مذک اور ذاک المال۔ اور معنی یہ کہ ابو بکر کے
 ساتھ معاملہ مذکور اس کے مطالبہ کی نسبت وقت وفات تک پہر کلام نہیں کی کیونکہ جناب سیدہ
 پر حقیقت اس امر کی واضح ہو گئی تھی کہ انبیاء کی میراث مالی نہیں ہوتی اور یہ ہی وجہ ہوئی
 کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد میں اس جاگیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ
 میں تقسیم نہیں فرمائی اور نہ ہی فائزہ کے حوالہ کی بلکہ اسی طرح کرتے رہے جس طرح خلفاء
 سابقین کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا چنانچہ سلاسلہ بجرانی صاف شہادت دے رہا ہے
 نہ فعلت الخلفاء بعد و کذا لک الے ان و لے معویۃ قاطع بلہا منظران اس سے
 صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت میں یہی مقصود رہا کہ آپ ہی

او ہمیں اوس طرح کر کے رہی جس طرح خلفاء سابقین کرتے تھے یہاں تک عمر بن عبد العزیز
 رحمہ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر درود کر دیا جس کی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہیں جس کو ابن مہدی
 نقل کرتا ہے قالت الشیعہ فکان اول خلافتہ سر دھا تو اگر مذکور مضمون ہوتا
 اور خلفاء رضاعیہ ہوتے تو جناب امیر معصوم ہی اس فعل میں اور نہ شریک ہیں پس اگر
 خلفاء کا کوئی فعل نہ ہو تو فعل معصوم کے واقع ہوتا تو اس فعل کی نسبت اوپر طعن کرنا
 درحقیقت امام معصوم پر طعن ہے اور یہ کہنا کہ خلفاء نہ شریک غصب حق اور جوار و فاضل ہم
 ہو گئی گویا امام معصوم کے نسبت کہنا ہی بلکہ وہ امام معصوم کے نسبت ہی کیونکہ جناب امام حسن
 اس جو رسول اکرم کو امامیت سے اپنی ذات خلافت میں نہ کوٹا یا پس جب امامین معصومین کے موافق
 خلفاء کے فعل ہو گئی تو وہ کیونکر عمل طعن ہو سکتے ہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ معاملہ مذکور میں
 حقیقت خلفاء کے جانب تھی جو جناب سیدہ پر بعد سننی حدیث غنیمت شہر لا ینکد کے
 واضح ہو گئی تھی کہ پھر آپ نے اوس معاملہ میں بکثائی نفرامی اور ائمہ میں سے ہی کہنی
 اور کیا پیر نام نہیں لیا پس روایت بخاری سے خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کے طعن میں اس قدر لال کرنا
 حضرت نجیب اور ان کو حضرت صاحب نجات الریاضین کے فہم کی خوبی ہے پھر اس پر
 طرہ یہ ہے کہ بمقتضای کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہیں کہ اہل سنت نے ناجا
 ہو سکے مذہبی حرکتیں کیں اور صدق مثل مشہور الزین بیشب کل حیث کے ہوئی اور کہنا
 واقف ارکب شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا۔ حالانکہ بحول اللہ وقوتہ اس بارہ میں
 اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا اور نہ اس قدر لال شیعہ کا اہل صحیح ہو سکتا ہے
 اور جب ان کو علامہ ابن مہدی نے لکھ دیا کہ جناب سیدہ راضی ہو گئیں تو یہ کہنا کہ نہ تا واقعہ
 اثبات رضا چاہا کہ نہ واقف کو اپنی علامہ فاضل متبحر ابن مہدی کے طرف شوب کرنا ہے
 اب اس علامہ ابن مہدی کی شہادت پر دیکھ کر کیسی کچھ حرکتیں مذہبی فرمایا بلکہ اہل حق کو
 مشرودہ ہو کہ ابن مہدی نے تو بعد کثیر روایت گویا فیصلہ ہی کر دیا اور فرمایا و فی ہذا المقصود

خبط کثیر من الشیخ و شالہم۔ تو خدا سے برائی نے اتر کر فرمایا کہ اے ابنِ آدم! تو نے میری عبادت نہ کی
 میں بتا رہا تھا کہ تیرے لیے اگر وہ دعویٰ پس محض بلا دلیل ہے اگر وہ علم ہوتا تو ثابت کیجے
 وقفہ نظر ازل تا ابد العقلاۃ علی انہم فقط دیکھو کہ علیٰ منوع بحث قولہ اپنے ہی عقل کو
 دخل نہ یا اور جو دیکھو علم مناظرہ والی یہی ثبوت کو کہ اس سے سکوت بدرجہا بہتر ہے فقیر نے تبصرہ
 ہمارے سامنے پیش کیا اقول حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں جب
 عبارت کے مطلب کو نہ سمجھیں تو ہم فارغ الذہن یا فسوس کر یا انہیہ ادا ہمارے مناظرہ والی
 مطلب عبارت کو تو خود نہ سمجھیں اور ادا لیں الزام یہ کہ دین قول کہ غور فرمائی کہ میری وہ
 عرضجہ سابق میں گذارش ہوئی کہ آپ بدولت دلیل اپنے علماء کے دعویٰ ساقی کو تسلیم
 کر لیتے ہیں درست ہو کہ نہیں اقول ای جعفر ابجاث پہلے گذر چکا میں انہی بخوبی واضح
 ہے اور اہل نصفت و ذکا و دانش نہی بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اپنے علماء کے دعویٰ سے
 ساقی کو بلا دلیل آپ تسلیم فرما لیتے ہیں یا ہم ہر ایک بحث میں جبکا دل چاہے کچھ کہو
 قولہ تسلیم ہی نہیں کر سکتے بلکہ اگر کھدات پر نظر نہ کر کے فقیر یہ بلکہ بطور دہکی بنیاد
 خصم پیش کر سکتے ہیں انفس و حیف ہر کہی تو عقل و انصاف سے کام لیا کیجے اقول
 یہ حیف و انفس دل و انصاف سے کام نہ لیں کی نسبت حضرت محیب ہی کے عاید حال ہے
 کہ آگیا اپنے علماء کے تقلید میں حق و باطل میں تمیز نہ رہی جہاں ہر ایک بحث سے واضح ہو
 ہم کیا کہیں اہل فہم و انصاف خود دیکھ لیں قولہ ایک خاتم الشکاکین کا یہ مندرجہ
 دار تعینفات طبری کہ تھا والدین و امین الدین شہرت دار و محبوب و مستود۔ دعویٰ نہ با
 اگر اہل بدولت دلیل دعویٰ قابل اعتنا نہیں جواب تو درکنار۔ دعویٰ بے دلیل قبول
 خود نہیں۔ چنانچہ جواب یہی اسی تسیر میں فرماتے ہیں (و دعویٰ بلا دلیل کہی کہ عقل و انصاف
 تسلیم ہے جواب یہ کیا لا تسلیم کہ یہی حاجت نہیں کہ نہ دعویٰ بلا دلیل خود ہی غیر قبول ہے
 اتنی ہند بہ حاجت۔ یہ تعجب ہے کہ اثبات تو میں کتاب مجاہد السالکین میں ہر چیز پر خود انا

خاتم التکلیف کے کلام نقل فرماؤ اس اپنے قول کا یہی پانچواں یا زائد قول ہمارا دعوہ سے
اثبات رضائے جناب صیدہ رضی اللہ عنہا ابوکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فدک میں
روایات شیعہ میں نہ آیا اور ظاہر ہے کہ وہ موقوف مجاہد الساکین کے ثبوت توثیق پر نہیں اور
نہ ہماؤ کو سکر اثبات توثیق کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب مستندہ شیعہ میں
وارد ہے تو ہمارا دعائے ثابت ہو اور جب ہمارا دعاد دوسری کتب میں بھی ثابت ہو اور مجاہد الساکین
پر بھی موقوف نہیں تو اس روایت کے وضع کر نیکیا اور نام کتاب کے تراشی کا الزام خود
ہمارے مندرجہ ہو گیا کیونکہ ثابت عقل شاید ہے کہ ہماؤ کتاب کا نام بنانے کی ضرورت اور قیاس
ہوتی جبکہ ہمارا اثبات مدعا دوسری پر منحصر و موقوف ہونا تو ایسی وقت میں احتمال تھا
کہ شاید نام کتاب از خود تراش لیا ہو لیکن جب یہ احتمال ہی باطل ہو گیا تو ہماؤ کو سکر
اثبات کی ضرورت کیا باقی رہے اور اس کو سکر اثبات کے واسطے یہ قدر کہنا کافی ہو کہ حکیم
سلامت علیہ بیان مرحوم کے پاس تھی اور محمدا الدین و امین الدین طبرسی کی تصنیفات
میں ہے اگر بالفرض یہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارا دعوا کو اس سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے
اسی واسطے ہم نے نقل عبارت خاتم التکلیف صرف آپ کے صاحب طعن الرائع کو ابطال
دعوہ کے واسطے کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے وضع و افتراء
فرماتے تھے نہ ثبوت توثیق میں نہ اس کی ہماؤ حاجت کیا اور بطریق دوسری صاحب طعن الرائع
بخوبی واضح ہے۔ یہ جناب کا یہ نسخہ نامہ۔ ”تفحیح“۔ کہ اثبات کتاب مجاہد الساکین
میں جو آپ نے بڑی فخر و ناز سے خاتم التکلیف کے کلام نقل فرمائی اس اپنی قول کا یہی
پاس نہ آیا یا زائد۔ محض حضرت مجیب کے بخوبی فہم و انصاف سرناشی ہے قول
عجب نہیں کہ صواعق سیفہ مسلک کو ہماری ہی کتاب میں سمجھے ہوں۔ اقول
سبحان اللہ حضرات کے خیالات اور دعوہ و مذہب یہ کیفیت ہے کہ جو کتاب میں ہماری زور و
استقلال میں ہیں ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتاب میں سمجھے ہوں کوئی

حضرت سر پوچھے کہ یہ اپنی کیونکر سمجھایا یہ کوئی اجتہادی مسئلہ تو ہے نہیں کہ اپنے اجتہاد
 سے یہ کیا ہوتا ہے اگر آپ محدث ہونے کے مدعی ہوں گے تو اس مسئلہ فرشتہ کی زبانی جسکی
 صورت نظر آئی ہوگی معلوم ہوا ہوگا۔ مگر یہ کیا اگر آپ اپنے علماء کی فہم ستون کہ
 جو علماء رشیدہ کے بیان میں یکہین میں ملاحظہ فرمادیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے علماء کو تفسیر
 اہلسنت بتدیین میں تمیز نہیں ہے اور علماء اہلسنت کو اپنے علماء میں معدود کیا ہے
 قال الفاضل المحجب۔ قول قیاس کن زکلتا من ہمارا۔ اقول جس
 عرض سے اپنے یہ مصرع زیب تحریر فرمایا ہے بے شک اگر ہی حال کے نہایا جیسا
 ہر ہم ہی صادر کرتے ہیں بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی عاتقان
 خود بداند۔ قال الفاضل المحجب قولہ۔ اگر ایسی غلطیوں کا استیفاء کیا جاد
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ اقول سبحان اللہ کونسی غلطی آپ نے نایت کی بقول
 العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ جب آدمی عقل و انصاف سے کام لے
 تو جو سو نہ میں آوی کہے مثل شہور زبان لے اگلی نہ کو نہ کہتے۔ لیکن اگر تسمیر
 و حیا کی نظر سے دیکھیں اور عقل و انصاف سے کام لیں اور اس وقت بہ فراموشی تو اسے مضامین
 نہیں قولہ مقام استدلال میں ایک ایسی کتاب کا جو مثل عنقا معلوم الاستیفاء محمول
 التحکم ہے اور معلوم الاستیفاء ہی آپ کی ہی علماء کے نزدیک ہر حال دینا اور جس قسم انکار کرے
 تو اس کے توفیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب ہمارے فلان عالم کے پاس ہی اور ہماری
 فلان کتاب میں اسکا نام درج ہے اور یہ دن دلیل کسی عالم حکیم کی طرف نسبت کرنا
 اسیکا نام غلطی ہے تعجب ہے کہ حسب مثل مشہور ہندی اور اسچور کو قوال کو ذہنی
 اپنی غلطی ہمارے ذمہ لگاتے ہیں اور دہاتے ہیں کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفاء کیا جادے
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ غ ان کار از قوا یدردان چنین کنند۔ اقول
 حضرت یہ کتاب عنقا صفت سہی لیکن ہم گزارش کر چکے کہ اسکا مجہول ہونا ہمارے

استدلال کو یہ مضر نہیں ہے اور آپ کا یہ منہ مانا کہ جب ختم انکار کرے تو اس کو توثیق کے ثبوت
 میں یہ کہنا کہ یہ کتاب الخ مختص خوش فہمی سامی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکار کا جواب
 تو یہ ہے کہ یہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر رنج البلاغت میں نقل کی ہے
 پس یہ اس امر کا ابطال ہے جو آپ کے صاحب طعن الرماح نے اپنی غلطی سے دعویٰ
 کیا ہے کہ یہ سب بعد است کہ نام کتاب خود بخود رخ ساختہ باشد۔ اور دفعہ وافر کو علامہ
 دہلوی قدس سرہ نیز کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب پر شہاد کتب متفقہ میں
 موجود ہے تو یہ کہنا کہ یہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہیں چنانچہ
 اسی غلطی کے ثبوت میں ہم نے یہ عبارت نقل کی تھی۔ اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے
 ہیں انصاف سے فرمائیں جب یہ اس کتاب کا نام صواعق وغیرہ میں مذکور ہے تو صاحب
 طعن الرماح کا اقرار کو حضرت علامہ دہلوی رح کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنوری کا اس کو
 تائید میں قرینہ قائم کرنا کہ جب باب بیوم میں اسکا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا خود اپنے
 ساتھ پر واضح ہے دونوں یعنی علامہ کنوری کے اور صاحب طعن الرماح کی خطا ہے کہ
 نہیں افسوس کہ اپنے یا میری گزارش کو سمجھا نہیں یا سمجھ کر دانستہ اغماض فرمایا کہ اصل
 اعتراض کی طرف اشارہ کیا اور بیغائدہ جوش و خروش فرمایا پس ہم بجز اللہ و قوتہ
 آپ کی ہی غلطی آپ کی ذمہ لگاتے ہیں اپنے غلطی آپ کو ذمہ نہیں لگاتی۔ لیکن آپ ذرا ہم غفلت سے
 کام لیجئے خصم کی مدعا کو سمجھو اور ناحق و ادبلا نفرمائی۔ اس سے صاف ثابت ہو کہ ہم
 جو عرض کیا تھا کہ اگر ایسی غلطیوں کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو صحیح تھا
 اور ہندی کی مثل جو تحریر فرمائی اسکا جواب ہم کیا لکھیں اہل دانش و انصاف سمجھتے
 ہیں کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہوا و نیز اسکا جواب خالی از ہر لفظ نفرت نہ ہوگا
 اس پر ترک کرتے ہیں قولہ ہن جیسی غلطی ہم نے ثابت کی ہمیں اگر ایسے
 اغلاط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضخیم تیار ہو چنانچہ آپ کو جو میں کہتے ہیں تحریر

اور صفحہ کے صفحہ اور ورق کے ورق اسی باب میں لکھی گئی ہیں اگر ہمارے حضرت مجتہب کو
شوق ہو تو جو پتہ بخوفہ لا انتظار فرما وینا **اقول** جس قدر غلطیاں آپ نے بزرگ علم خود تحریر
فرمائی ہیں بجز انہیں اغلاط کے ہونگی جنہیں صفحات و اوراق کچھ گئے ہیں۔ پس اُن کا
حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر
قیاس کر لینا چاہیے پس جبکہ ان جوابات کا یہ حال ہو تو اصل اغلاط ہی بجائے خود
قائم رہیں اور علاوہ اُن کے غلط جوابوں کے غلطیاں اور مزید برآں ہوں۔ پس جس قدر
غلطیاں جناب نے ثابت کیں گویا وہ اپنی غلطیاں ثابت کیں اور اپنی ہی غلطیوں کی
بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہمنے گذارش کیا تھا قولہ ارادہ تھا
کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیوں حضرت خاتم المحدثین کے ہدیۂ نذر کر میں
چنانچہ سید قدر ذہن میں انتخاب بھی کر لی تھیں مگر اس تحریر میں طول ہو گیا اور ہماری
اور عدم الفرستی نے مجبور کر دیا اسلئے اور وقت پر مختصر کرتے ہیں **اقول** ہر کو بھی
خیال تھا کہ کچھ غلطیاں حقائق سید و علامہ کنستوری و شہید ثالث و صدوق وغیرہ کے
آخر میں ہیں مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کے
اُن خوش فہمیوں کی اور اغلاط کی تصویر کشی نہ ہو بلکہ اصول مذہب شیعہ کے لئے
بیخ کن ہیں تو اب کیا ضرور ہو کہ اور اُن کی خطاؤں کا اظہار کیا جاوے اور اگر اُن کی غلطیاں
خصم نے تسلیم بھی کر لیں تو ذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچ سکتا ہر اسلئے
ہمنے اُن ہی ضمنی غلطیوں پر اتنا فکر کے قلم کو روک دیا اور بیشتر بھی صرف آپ کی
تحریر ہی کی وجہ ہمنے گذارش کر دیا تھا اگر آپ اپنی سوال میں اس قصہ کو نہ چھپرتے
تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جس قدر جناب نے غلطیاں تحریر فرمائی تھیں اُن کی کیفیت
بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیاں نہیں تھیں بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیاں
تھیں اہل حق انصاف بخور و مال کچھ لیں قولہ اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا

تو پھر کبھی دیکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ باقی و بحث باقی **اقول** نہ ہم اس سلسلہ کے بادی ہیں اور نہ ہم کو اس کے جاری رکھنے سے انکار اپنے آپ کے شیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے۔ جو تک آپکا اور انکا دل چاہے جاری رکھیے اور جب دل چاہے ختم کر دیجئے۔ ہم امور محض ہیں اور ہر طرح حاضرین تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سنبھلے لیجئے اور فیصلہ کر لیجئے **قال الفضل** الجیب قولہ۔ بنابر ان ہنقد قلیل پر اکتفا کر کے تفصیل کو دو سو وقت پر مقرر کرنا ہوں فقط والسلام علی من اتبع الهدی **اقول**۔ جس قدر قلیل پر اپنے اکتفا فرمائی اسی قدر ہم بھی جواب گذارش کر چکے۔ اگر تفصیل لکھیں گے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضر ہیں والسلام علی من اتبع الهدی **بقول** العبد الفقیر الی مولاه العینی جس قدر اپنے ہماری جواب میں تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر منتقل کر چکے اور واضح کر چکے کہ میجن اوام باطلہ و خیالات لا طائلہ حتی یسحقن انصاف سے کا لیجئے تعصب و نفسانیت کو چھوڑ بیئے۔ اور ابطال حق پر نہ آوہ ہو جائیے۔ و صراط مستقیم اختیار فرمائیے۔ و ما علینا الا البلاغ و الحمد لله **اولاً و آخراً دائماً سرمداً و صلے اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و انبیاءہ و احبابہ اجمعین۔**

اسکے بعد جاری فضل مجیب نے دو تحریریں جو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہانپوری ہیں ملحق کی ہیں۔ پہلی تحریر میں بجز شکوہ و شکایت طعن و تنبیہ کے کسی بحث سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تقیہ کی بحث بے محل چٹھ گئے اُس کے جواب کی چنداں حاجت نہیں۔ اور دوسری تحریر میں حدیث بخاری سے جو مضمون تاخیر بیعت تاشش ماہ اور قصد اوراق سے تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعدد میں موجود ہے اس کے تکرار و اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرات شیعہ کی خدا و رسول پر افتراء بہتان باندھنے کی عادت ہے اُسی عادت قدیمہ کے

موافق گذایا و افترا بجز ادعای عالم التزیل تفسیر سورہ یٰسین ایک جی پر انبیاء سے بت پرستی کا
 بہتان باندھ دیا کہ اللہ کذب صراح و بہتان بواح۔ اول تو یہی مسلم نہیں کہ نزدیک دین
 نسبت بہت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین میں کیسے نزدیک ثابت فرمادیں کہ دین
 غرض سے کفار کی عبادت خانوئین جانا اور انکی عبادت تو نہیں شرک ہے ہونا جائز ہو دوسرے
 یاد آتا ہے کہ مجمع البیان میں ہے کہ انبیاء کو تو تقیت تک ہی جائز نہیں۔ علاوہ ازیں
 تفسیر معالم التزیل میں ہرگز کسی نبی کے نسبت یہ نہیں لکھا ہے تفسیر معالم التزیل
 کتاب نادور الوجود نہیں ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے جکا دل چاہے حضرت مجیب کا
 انکار اکابر کے افترا کا جن سے فاضل مجیب نے نقل فرمایا ہے تاہنا
 دیکھ لیوے۔

حضرت مجیب کو اس عالم التزیل پر دلائل کی ضرورت ہے
 یہ دیکھ کر کہ ان کے تفسیر میں کتنا غلطی ہے۔

اب ہم اسکا جواب گذارش کرتے ہیں جو مولوی میر محمد خان صاحب کے پہلی تحریر کے
 ضمن میں ہم کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

قولہ حضرت مجیب مخاطب کی خدمت اقدس میں بعد ادب گذارش ہے کہ آپنی صلی اللہ
 جواب عطا فرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث میں طول دیا۔ میرے کسی قول کا جواب نہ آیا
 شرک کو دلائل جو آپ نے دریافت فرمائی ہی کیا۔ مگر میں نے سوال میں عرض کیا تھا
 کہ اپنے اصول خلافت جو ہمیں مل لکھیں اسکا جواب کچھ ہی تحریر ہوا۔ یعنی گذارش کیا تھا
 کہ اہلسنت و جماعت خلفاء ثلاثہ اپنے اصول موضوعہ سے بھی ثابت نہیں کر سکتے غور فرمائی کہ یہ
 کتنا بڑا دعویٰ ہے مگر آپ نے کچھ ہی جواب دیا۔ اقول چونکہ وہ محل آپ کے پہلی
 سوال کے جواب کا نہ تھا اسلیئے ہم نے تفصیلاً عرض نہیں کیا تھا اور مجاہد دہی موجود
 تھا۔ کاس آپ تامل کے نظر سے ملاحظہ فرماتی۔ اور زائد گفتگو کی بنا خود جناب کے
 زائد گفتگو ہوتی تھی اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چھیڑا تو اس پر مہذبہ
 ہی محض عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرماتی تو نہیں ہی عرض نہ کرتا۔ اور اچھا فرمانا

کہ میری کسی قول کا جواب نہ دیا انصاف سامی سے بعید معلوم ہوتا ہے اسکو جواب
بخرا اسکو کہ ہم ہی پہلو بولیں اور کہیں کہ آپ نے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں دے سکتا
جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ ثبوت خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہ اس تحریر میں
بخوبی مفصلاً تحقیقاً و الزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو قولہ
اب یہ عرض ہے کہ اگر آپ کو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو بسم اللہ ہم ہی حاضرین
مگر شرط یہ ہے کہ جسطرح ہم نے آپ کو ہر قول کا جواب لکھا ہے اسی طرح آپ ہی ہمارے
ہر قول کا جواب تحریر فرما دیں اور جو کچھ لکھیں دل ہوا درگاہالت منظور نہیں تو صرف
میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہو اقول اگرچہ ہر قول میں نظر نہ تھی لیکن فراموش
سامی کے موافق آپ کو ہر قول کا جواب لکھا ہے اور جو کچھ عرض کیا ہے دل عرض کیا ہے
چنانچہ جناب پر انشاء اللہ تقاضے بعد معائنہ واضح ہو جائیگا قولہ ہم نے شرائط ثلاثہ
لیکی ہیں کتب معتبرہ سے ثابت کر دیں اگر یہ مقبول ہوں تو فرمائی کہ ان شرائط سے مسترد
کون خلیفہ ہے اور اگر مقبول نہیں تو انکو بدلائل و دفرامی اور زیادہ باتوں کو نہ چھیڑی ہے ہم
بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں اقول یہ شرائط ثلاثہ کا ثبوت صرف بزعم عام
ہو رہا ہے اور فی حقیقت انکا کچھ ثبوت نہیں چنانچہ جو دلائل جناب نے ثبوت شرائط ثلاثہ میں
فرمائی تھیں انکو ہم بدلائل و دفرامی چکر آپ کو اختیار ہی چاہی بحث کو مختصر فرما دیں یا لکھو
دین نہ ہو آپ کو طول کا کچھ خوف ہے اور نہ اختصار کے خواہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح
ہو جائیگا۔ قولہ اگر آپ اس سیر کا جواب لکھنا منظور نہ ہو تو ہم کو کچھ شکایت نہیں۔
اقول اگر آپ ناخوش ہوں اور میری نقلی و کتب پر محمول نفرا دین تو میں دینی بلاشتہ
عرض کرتا ہوں کہ آپ کی یہ تحریر ہرگز قابل جواب التفات نہ تھی اور میرے گز دل نہ چاہتا تھا کہ اسکو جواب میں
قلم اٹھاؤں اور اپنا تصحیح اوقات گرامی کردن سب سے پہلے ماہ ذیقعد ۱۳۳۱ھ تک اسکی تحریر میں تغزل کرتا رہا آخر جب
نہی دیکھ کر غفلت نہ ہو کر یہ دیکھتا ہوں کہ بالترجمہ جواب لکھنا شروع کیا۔ ذیقعد ۱۳۳۱ھ میں چپ ہوا

متفرق طور پر تحریر کیا تا کہ وسط ذیقعدہ لازم و متعمم کر کے آج کہ چہارم جمادی الاولیٰ تیسرا ہوتا
 بحول اللہ وقت ہوتا سکو ختم کر دیا آئندہ بھی مجکو ترک و تحریر میں کچھ دخل نہیں ہے اگر
 آپ کے جواب پر قلم اٹھایا اور مجکو اس کی تردید کا ایسا ہوا بشرط زندگی انشاء اللہ تعالیٰ
 میں طمان آس کا جواب لکھوں گا ورنہ میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ ایسے خرافات و مہملات کے
 جواب میں قلم اٹھانے کو میں سراسر تضييع اوقات تصور کرتا ہوں قولہ صرف آپ
 خلافت خلفائے ثلاثہ اپنی ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرمادیجئے اقول
 بحول اللہ و قوت یہ ہم خلافت خلفائے ثلاثہ کو آپ کے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہیں آپ اس کو
 عقول انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادیں اور آپ کو معلوم ہو کہ ہمارے نزدیک مسلامت
 فروغ میں سے ہر پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرمادیجئے خلاف عقل
 ہے کیونکہ غایت مافی الباب وقوع اختلاف اگر ہو گا تو موجب عدم قطع کو ہو گا اور یہ
 خود فروغ میں ضرور نہیں بلکہ فروغ کے ثبوت میں صرف ظن کافی ہے۔ بانیہم ہنہ
 بلا اختلاف خلفائے ثلاثہ کے خلافت کو آپ کی اصول پر ثابت کر دیا ہے اور واضح رہے کہ اختلاف
 منفی سے وہ اختلاف مراد ہے جو ناشی عن ذیل ہو ورنہ مسطیات کا افتخار تو نبوت بلکہ
 الہیات میں بھی ممکن نہیں قولہ خود فرمائیے کہ ہم کہا تک وسعت دیتے ہیں یہ بھی اس
 صورت میں ہے کہ آپ کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی اقول اگر جناب کو وسعت ہی
 پسند خاطر ہے تو لیجئے ہم بھی وسعت دیتے ہیں کہ آپ زاید باتوں کو ترک فرمائیے اور صرف
 امامت کا اصول میں سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمائیے یا امام کے لئے صرف عصمت
 ہی ثابت کر دیجئے بشرط ثلاثہ تو آپ کیسے ثابت فرمائیں گے۔ اور اگر آپ تحریر کے
 تطویل سے گہرا تے ہوں اور بیماری و علیم مصرحتی سے مجبور ہوں تو ہم آپ کو ایک عمدہ بدیر
 بتلاتے ہیں کہ آپ کو تحریر فرمادیں ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا
 اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کو کسی قسم کی تکلیف ندین گے اور یہ

اس صورت میں ہر کہ آپ کو یا آپ کے شیفت کو بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی ہلکو کوئی شکایت
 نہیں ہو یہ صرف اسی لئے عرض کیا ہر کہ آپ کی تحریر سے مترشح ہوتا ہر کہ ال سنت کی بددست آپ کے
 دماغ میں یہ سایا ہوا ہر کہ میری تحریر و تقریر کے مقابل میں مخالفین میں سے کسی کو مجال
 دم زدن نہیں پس اگر فی الواقع آپ کو یہ خیال ہو اور ال سنت کی نسبت آپ خیال
 کرتے ہوں کہ وہ اپنی اصول کو ثابت نہیں کر سکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہو
قولہ آخر میں بصد نیاز یہ ہی گذارش ہر کہ اگر اس تحریر میں غلطی دیکھو ہو تو بنظر
 اصلاح ملاحظہ فرماوین کہ چونکہ مجھے جیسا جاہل و نادان ہرگز اس لایں نہیں کہ اس بحث میں
 جو علماء اعلام کا کام ہر کچھ لکھے محض اپنے شیفت دلی کی خاطر سے کچھ لکھا گیا
قول یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و ہضم نفس پر مبنی ہر ورنہ اپنی تحریر بمقابلہ خصم
 ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہیں پیش کرتا۔ اصلاح کے لئے اپنی اساتذہ کی
 خدمت میں پیش کیا جاتا ہر پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اس کے موافق ہمنے حکم کی تعمیل کی
 اور جو کچھ نظر سرسری میں باتیں قابل اصلاح آئیں بصد ادب عرض کر دی۔۔۔
قولہ یہ بھی عرض ہر کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عندا مدد معاف فرماوین
 میری عرض آپ کو یا کسی کو سنج پھنچانے کی ہرگز نہیں ہر خداوند تعالیٰ عظیم ہے مگر آپ
 جانتے ہیں کہ مباحثہ مذہبی میں احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ
 بولے اور لکھے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ و اسلام غیر تمام۔ سراپا عیب
 و شین فرزند حسین عفی عنہ۔ ۲۷ محرم الحرام۔ مطابق ۶ نومبر ۱۸۵۵ء عیسوی
قول یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و لطافت اور کرم و اخلاق سامی ہر ہر چہ
 بندہ نے بھی الزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتیٰ الوسع تحریر نہ کروں گا
 تاہم اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو مدد معاف فرماوین کہ میرا
 قصد بھی ہرگز سنج رسانی کا نہیں ہے خداوند تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو معاف فرماوے

اور توفیق خیر کی عطا کرے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وازواجہ و احبابہ اجمعین
 قالہ بسمہ ورقمہ بقلمہ کثیر الخطابا والعصا
 کثیر الذنوب والایام **خلیل احمد**
 وقفہ اللہ للتزود لغد عند اقامتہ
 فی بہا و فخر صانہ
 اللہ عن افقہ

والنور

کلیع عشر شہر محرم الاول سنۃ الف و ثلثمائتہ و اربع مئۃ و سبۃ النقیب صلی اللہ علیہ وسلم

انذیر

انشاءً بخیر رسالہ ہذا میں حضرت مجیب مخاطب کا رسالہ سے حسن المقال جو جواب انعام
 مولفہ کرمی پیر جی عنایت احمد صاحب سلمہ قدوسی لکھو ہی کے تالیف ہوا
 بعض احباب کے ذریعہ سے میرے پاس پہنچا اور سکر دیکھنے سے حضرت مجیب کا
 پایہ علم و فضل اور مرتبہ انصاف اور پی بخوبی معلوم ہو گیا۔ چونکہ مسائل خلافیہ کی اکثر
 بحثیں اکی جلی ہیں اور ایک بڑے سلسلہ کی بحث کے ضمن میں بہت سی چھوٹے
 اور بڑے مسائل میں گفتگو آجاتی ہے اور یہ رسالہ ہدایات الرشید بہت
 سی مسائل خلافیہ کے بحثوں کو شامل ہے جو تفصیل اور میں لکھ کر گئے ہیں۔ بہت
 حسن المقال کے اکثر اور بڑے بڑے بحثوں کے جوابات تو اس رسالہ ہدایات الرشید
 میں آگئے ہیں۔ لیکن حسن المقال کچھ وہ بعض بحثیں جن کا کوئی قریب تعلق اس

رسالہ کے جھٹوں کے ساتھ نہ تھا اور نہ اس رسالہ میں نہ تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ
 کہ خاتمہ رسالہ پر حسن النسل کے اون بچوں کا جن کا رسالہ ہدایات میں جواب نہیں لکھا
 گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکھو گا اس واسطے اشارہ ابحاث رسالہ ہدایات میں اون کی تردید
 کی طرف آیا اور اون کی ضمنی ذکر کا یہی اتفاق نہیں ہوا۔ بعد ختم رسالہ ہدایات معلوم
 کہ جامع بین العقول والمنقول حاوی فردی و اصول حافظ کلام اللہ جناب مولانا
 مولوی شمس الحق احمد صاحب دامت اللہ فیوضہم ساکن قصبہ ایٹھ ضلع
 سہارنپور نرل لہ بیانہ جو میرے بڑے چہرے ہیں اور مخلص میں اس کا جواب غالباً
 جو تحصیل النسل باصلاح حسن المقال ہے تحریر فرما رہے ہیں۔ لہذا اس خیال ہے
 کہ تحصیل النسل حسن المقال کے جواب میں کافی اور اس کی تردید سے معنی ہوگا۔ اور نیز
 بجای خود یہ رسالہ ہدایات بھی کی قدر طویل ہو گیا تھا بندہ نے اپنا ارادہ اس کی
 تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ تحریر کرنے کا ہوا ملتوی کر دیا۔ ان حضرت مجیب نے
 حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبرتیں لکھ کر اپنی کمال تقدس اوردین پر شہادت
 دی ہے اس کی نسبت اس قدر گزارش ہے کہ دل چاہتا تھا کہ ہم بھی چند عبرت انگیز
 واقعات جو اولین و آخرین ان حضرات کو پیش آئے مفصل طور پر یہی ناظرین کو
 چنانچہ ابھی مولانا مولوی سید زین العابدین مظلوم کے قتل اور شہید ہونے کے
 بعد جو وہاں بعض اعیان ملتان کے بیان پیش آیا تقریباً اوسیکہ نمونہ ہے جیسا بعض
 ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعداء کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین و دیانت کے
 نزدیک واقعات عبرت انگیز عبرت حاصل کرنے کے لیے ہوئے ہیں نہ شائبہ
 کو لیے ایلے ہٹے اسکو شعبہ انسانی سمجھ کر محض خداوند تعالیٰ کے خوف سے
 ترک کر دیا اور اس پر تسلیم نہیں اور ہمایا۔ سبحانک و مجدک اشدھان لا الہ الا انت
 استغفرک و اتوب الیک اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما انترت

وما أكلت وما كنت بالكريم من أنزل المقدم وإنما المتوخى له الأمانت

تصديق

از جناب سید ابی فیض متیاب و ہواصلین بہ العارفين عارج منارج
ولایت نایب منارج انوار ہدایت آنور کارناتین و سلیم مرشد صراط
پیغمبر اصحاب طریقت سقینہ ارباب حقیقت گیم مقام منازل الیقین
قافلہ سالار مرسل حق یقین مجاہد شناس حقیقت ان خلعت پسند جلو
بیان جبرعہ نوش وحدت الوجود و التجرد شیخنا شیخ غلام فرید صا
سلمہ اللطیف سجاد نشین چاچران شریف دامت برکاتہ

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کمال مولوی غلیل احمد صاحب رزوق ضالہ افضل شیعہ رافضیہ
میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ و مولوی اودھ بانی ملت قدس سرہ الہی و جماعت
کے ہے میں بہر مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہوں کہ جو مولوی صاحب لکھا ہے
فی الاصل صحیح اور درست ہے۔ والسلام علی آتبع الہدیٰ۔

الحمد
نجا کیا رفقا غلام فرید ہشتی حنفی حنفی عنہ لکھم خود

بسط طرائق ثقات مثل + روایات ائمه از کتب امامیه + چهار نوبت در سخن مقلدان
 مذہب خفیه + جهان آری سخنان رنگین + نکته نادر و شیرین + منشور سخن + رفع
 بطن + سحان اللہ چه کلامیت بی بدل کز اوید و شنید بعید + دنام نامی آن
 کلام ہدایات الرشید + از تالیف صیف عالم سعید ربانی + امام احمد دہلوی
 کلام نیروانی + رکن دہانی دین خدا و رسول + راست گو عالم منقول و مستقول +
 وحید الدہر شریعت پناہ + مستند و طریقت آگاہ + قاری بابوب و حاجی
 حرمین شریفین + مقبول و معزز سبحان دارین + نادر فقہای مبارک خصال +
 وسیع المدین بی مثال + جناب قدس باب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب
 عالم الہدیین دام بالفیوض والمواہب + حسب ارشاد و ایداد جناب علی آقا
 قدسی شہاد والاہاد + قدود و دودمان بنی وزیدہ خاندان علی سید صاحب زاد +
 مہل خاندان سیادت + شہود و دمان بنیابت + منبع فیض ندیم سلطان +
 انضال الناس سبب اسن دامان + اخلاص کیش و محسن من + مراد جهان فیض
 زمین + زہی فوان بریار بار رسول + دخی آن مطیع آل رسول مقبول +
 سید غلام مرتضی شاہ صاحب بی ریب و شک منظر جود + شکر ادبی از یک
 پنج و چہ نہ توانم نمود + زیادہ جزاۃ اللہ فی الدارین خیرا + و از قصور و ریب
 المنون بگہدار دوی را + بمطیع قدوسی طراز طبع گرفته + ز سخی حید
 عبید اللہ سن رونق یافته + حلیہ تمام پوشیدہ پسند دل دانا گردید + در
 دیدہ احباب یقین سرمہ نور کشید + التماس بجناب والاہدیان ستودہ آمین +
 بصد عجز و ہزار نیاز از نیاز مند عقیدت گزین + واحقر العباد نبی زاد آگاہ
 غریب الدین عفتہ عنہ میرود + کہ با چنین سباق طرز کلام بے محاورہ میستود + اگر
 بنگاہی عظمای دینی فہم نمایند + از راہ والاہدشی و اگر دے معاف فرمایند +

وله قطعہ تاریخ کہ از بہر چار عشرت چهار ستمہ جدا جدا پیدا میشود

بفضل اشک کاین نسخه کام جان

1890

زیر چار معراج سنش من جدا

15 94

شده بمقام باخشی بر بی طعن بریب
بیکر ۵۴ ۱۹

یکم ۱۹

نہ ہی طبع شد نسخہ لی نعل عیب

۱۳۰۶

والقطعة تاريخ بصنعته زبر و ثبات

حضرت مولوی غلام حسین احمد

مرحہ گفتار و تہذیب اسلام

گشت زوفاک سنیہ جاسد

سال تالیخ اوچو می بستم

ی عزیز اربینا ت و مہ

کرد تصنیف این رسالہ نو

بر خلاف کتب عدو و کتب عدو

کتابخانه عمومی

آمد از غیب این ندائی نکو

جواب کتاب سیم

[illegible]

قطعه تان مرغ خسته کاک گوهر سلاک بولوی فیروز الدین صاحب خلف الرشید مولانا مولوی غلام علی صاحب انفق تکیه و خواهرزاده مولوی عزیز الدین صاحب خوشنویس موصوف ساکن گوجرانواله حال ملازم سرکار فیض مدارد و اهما بورد اقباله

حضرت مولائی خلیل احمد

عادی مقول و محدث فقیہ

مَدَامُ كَرِيمٍ بَاطِنِ اِبْلِ حَمْدٍ

فاضل و محقق حافظ و عالم ادب

جامع منقول من مکتب

نور دہ دیدہ صاحب

دار باد و آفتاب غنیمت این بند

حامی دین عاجی مہیہ الحرم

از پی نزدیک و لیل محیب

فکر چو غیر در ننوده بسی

سرمد پی دیدہ فاضل محیب

ماهی شکر است خدا را جیب

اردو تصنیف کتاب عجیب

زینہ کی تاریخ بطرز غریب

1000

قد جنتی منیر صبح با ظہار حقیق کتاب	منیر برقی عنصو کن کار ہار و جہاں لافتن	یوحنا الرشاد وید الصفا وینا الحیا و النظار الیہ	یوحنا لیل و یلین النور وینا الحیا و النظار الیہ
سید فیکت کل عالم الشک کا کل الحقا قہ فیض الید	کا کل الحقا قہ فیض الید	وینا الحیا و النظار الیہ	وینا الحیا و النظار الیہ
نباریخہ قال عبد الملک کتاب الخلیل مجید و احسن من اسی			
جانب لوی صاحب کرم زرب کرور در در و فتن	دریغ فاضل مقبول و زار کتابی را بر بران و شواہد	ظلیل احمد اور امیت ثانی خلاق و باوصان و محاسن	خلاق و باوصان و محاسن
جو قریش بدالمت راج ستار خشم او گردید کاسد	ستار خشم او گردید کاسد	خلاف ہر جہر باست الزم مذہب ہر مخالف جملہ عاید	مذہب ہر مخالف جملہ عاید
قطعیہ انضیع قاف و فتن عالم کل و جناب عبد الملک	عالم کل و جناب عبد الملک	عالم کل و جناب عبد الملک	عالم کل و جناب عبد الملک
جانب لوی صاحب نظم و جہاں علم و فتن	تفنیق مہربان ستیان ہے قصیدتین نظمیکہا کہان ہے	ظلیل احمد اور امیت ثانی خلاق و باوصان و محاسن	خلاق و باوصان و محاسن
جواب سید عالم و فتن جزاۃ اللہ فی الدارین حیرا	کشیہ طبعی کی کو تہ زبان ہے المنون آپکا سا جہاں ہے	ظلیل احمد اور امیت ثانی خلاق و باوصان و محاسن	خلاق و باوصان و محاسن
تقریظ منظوم کتاب قطب مناجات حبیب مہربان فط محمد عبد القدوس قدسی غفر اللہ لہ و لوالدہ و حسن الیہا والیہ۔ مالک مطبع قدوسی۔ و اخبار صحیفہ قدوسی دہلی			
زبان نامہ رفت و جہاں ہے کونوں کی اکوڑ و فتن	گر میت اسکا سینہ شوق ہے چمن میں بگیتی شاخ شجر ہے	ہوئی جاتی ہو تو بھی پانی پانی سندھ بھول چکا ہو روانی	ہوئی جاتی ہو تو بھی پانی پانی سندھ بھول چکا ہو روانی
اے کسان قربت ہو کر دی دو دیکھو محبوب چھائی ہو کر	بلکہ ہو اسوہ و صلہ حضور ہو کر سید عالم کو چہ گدی	ہو کر سید عالم کو چہ گدی	ہو کر سید عالم کو چہ گدی
بست کر لیا زخار کا حال ایکے کلمہ میں بگیتی تارے	بست کر لیا زخار کا حال ایکے کلمہ میں بگیتی تارے	بست کر لیا زخار کا حال ایکے کلمہ میں بگیتی تارے	بست کر لیا زخار کا حال ایکے کلمہ میں بگیتی تارے
طبعیت ہو کر غرض کو کجی فرود آئینہ بالا شہا بند	طبعیت ہو کر غرض کو کجی فرود آئینہ بالا شہا بند	طبعیت ہو کر غرض کو کجی فرود آئینہ بالا شہا بند	طبعیت ہو کر غرض کو کجی فرود آئینہ بالا شہا بند
چرخ گردن کے ان میں ہے ادامی نے کی کجی مہربانی	چرخ گردن کے ان میں ہے ادامی نے کی کجی مہربانی	چرخ گردن کے ان میں ہے ادامی نے کی کجی مہربانی	چرخ گردن کے ان میں ہے ادامی نے کی کجی مہربانی
طبعیت ہو کر غرض کو کجی فرود آئینہ بالا شہا بند	طبعیت ہو کر غرض کو کجی فرود آئینہ بالا شہا بند	طبعیت ہو کر غرض کو کجی فرود آئینہ بالا شہا بند	طبعیت ہو کر غرض کو کجی فرود آئینہ بالا شہا بند

نباریخہ قال عبد الملک کتاب الخلیل مجید و احسن من اسی

